ثمرۃ النجاح

علی نور الایضاح

۹۹۴ھ - ۱۰۶۹ھ

دوسری جلد

اس شرح میں ہر ہر مسئلے کے لئے تین تین حدیثیں ہیں

شارح

حضرت مولانا ثمیر الدین قاسمی صاحب دامت برکاتہم

ناشر

مکتبہ ثمیر، مانچیسٹر، انگلینڈ

mobile (0044) 7459131157

نام کتاب.......................................ثمرۃ النجاح علی نور الایضاح
نام شارح .... مولانا ثمیر الدین قاسمی
ناشر...مکتبہ ثمیر، مانچیسٹر، انگلینڈ
باہتمام .... مولانا ابو الحسن قاسمی ، نیا نگر
نگران ....مولانا مسلم قاسمی سینپوری
طباعت بار اول .... مارچ ۲۰۱۰ء
کمپیوٹر کمپوزنگ .... مولانا ثمیر الدین قاسمی
پرنٹر ....اچ، ایس آفسیٹ پرنٹرز، دریا گنج، نئی دہلی
فون۔23244240
قیمت ۲ جلدیں ....۱۲ پونڈ

شارح کا پتہ
Maulana Samiruddin Qasmi
70 Stamford Street
Old Trafford - Manchester
England M16 9LL
E samiruddinqasmi@gmail.com
mobile (0044) 7459131157

انڈیا کا پتہ
مولانا ساجد صاحب
At Post. ghutti
Via Mahagama Dist Godda
Jharkhand-INDIA
Pin 814154
Mobile 0091 6202078366

ملنے کے پتے

شارح کا پتہ
Maulana Samiruddin Qasmi
70 Stamford Street
Old Trafford - Manchester
England M16 9LL

Tel (00 44)7459131157

انڈیا کا پتہ

مولانا ابوالحسن، ناظم جامعہ روضۃ العلوم، نیانگر

At Post. Nayanagar,Via Mahagama, Dist Godda

Jharkhand-INDIA ,Pin 814154

Tel 0091 9304 768719

Tel 0091 9162463760

جناب مولانا مسلم قاسمی صاحب، خطیب مسجد بادل بیگ، نمبر 5005

بازار سرکی والان, حوض قاضی۔ دہلی نمبر 6

انڈیا, پین کوڈ نمبر 110006

فون نمبر 0091 9717158837

جناب مولانا نثار احمد صاحب

ثاقب بک ڈپو، دیوبند, ضلع سہارنپور، یوپی

انڈیا، پین کوڈ نمبر 247554

فون نمبر 09412496688

﴿خصوصیات ثمرۃ النجاح﴾

(۱)	ثمرۃ النجاح کے ہر مسئلے کے لئے تین حدیث تین حوالے لانے کی کوشش کی گئی ہے، اور اس کا پورا حوالہ دیا گیا ہے
(۲)	طلباء کے ذہن کو سامنے رکھتے ہوئے ہر مسئلے کا محاوری اور آسان ترجمہ پیش کیا ہے۔
(۳)	کمال یہ ہے کہ عموما ہر ہر مسئلے کو تین مرتبہ سمجھایا ہے، تا کہ طلباء مسئلہ اور اسکی دلیل بھی آسانی سے سمجھ جائیں
(۴)	مسائل کی تشریح آسان اور سلیس اردو میں کی ہے۔
(۵)	فرائض اور واجبات، اور سنتوں کو گن کر ایک نظر میں پیش کیا گیا ہے تا کہ یاد کرنے میں آسانی ہو
(۶)	وجہ کے تحت ہر مسئلے کی دلیل نقلی قرآن اور احادیث سے مع حوالہ پیش کی گئی ہے۔
(۷)	کونسا مسئلہ کس اصول پر فٹ ہوتا ہے وہ اصول بھی بیان کیا گیا ہے۔
(۸)	لغت کے تحت مشکل الفاظ کی تحقیق پیش کی گئی ہے۔
(۹)	لفظی ابحاث اور اعتراض و جوابات سے دانستہ احتراز کیا گیا ہے تا کہ طلباء کا ذہن پریشان نہ ہو۔
(۱۰)	جو حدیث ہے اس کے لئے 'حدیث، اور جو قول صحابی ہے اس کے لئے قول صحابی، اور جو قول تابعی ہے اس کے
(۱۱)	لئے قول تابعی، لکھ دیا گیا ہے۔
(۱۲)	حدیث کے حوالے کے لئے پورا باب لکھا۔ پھر بیروتی کتب خانہ والی کتابوں کا صفحہ نمبر لکھا اور بیروتی یا سعودی
(۱۳)	کتابوں کا احادیث نمبر لکھ دیا گیا تا کہ حدیث نکالنے میں آسانی ہو۔
(۱۴)	پرانے اوزان کے ساتھ نئے اوزان بھی لکھ دئے گئے ہیں تا کہ دونوں اوزان میں بآسانی موازنہ کیا جا سکے۔
(۱۵)	یہ کتاب طلباء اور اساتذہ کے لئے تو مفید ہے ہی، اماموں اور مفتیوں کے لئے بھی بہت کارآمد ہے

﴿هم ثمرة النجاح هی کو کیوں پڑھیں ؟﴾

(۱) اس شرح میں ہر مسئلے کے تحت تین حدیثیں، تین حوالے ہیں جس سے دل کو سکون ہو جاتا ہے کہ کس مسئلے کے لئے کون سی حدیث ہے۔

(۲) کوشش کی گئی ہے کہ احادیث صحاح ستہ ہی سے لائی جائے، تاکہ حدیث مضبوط ہوں۔

(۳) ایک ایک مسئلے کو تین تین بار مختلف انداز سے سمجھایا ہے، جس سے مسئلہ آسانی سے سمجھ میں آ جاتا ہے۔

(۴) بلا وجہ اعتراض و جوابات نہیں لکھا گیا ہے۔

(۵) سمجھانے کا انداز بہت آسان ہے۔

(۶) پرانے اوزان کے ساتھ نئے اوزان مثلا گرام وغیرہ کو لکھ دیا گیا ہے، جس سے پرانا اور نیا دونوں وزنوں سے واقفیت ہوتی ہے۔

(۷) فرائض، وجبات، اور سنن کو اس طرح گنایا ہے کہ زبانی یاد ہو جائے ۔

(۸) یہ کتاب اماموں اور مفتیوں کے لئے بھی بہت کارآمد ہے کہ آسانی سے مسئلہ اور حدیث نکل آتی ہے۔

فہرست مضامین ثمرۃ النجاح جلد ثانی

فہرست مضامین ثمرۃ النجاح جلد ثانی

فہرست مضامین ثمرۃ النجاح جلد ثانی

﴿باب صلوة المريض﴾

(٦٨٦) اذا تعذّر على المريض القيام او تعسّر بوجود الم شديدٍ او خاف زيادة المرض او ابطاء ه به

﴿باب مریض کی نماز کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ : مریض کو اللہ نے گنجائش دی ہے کہ جتنی طاقت ہو اتنا کام کرے۔اس سے زیادہ کا مکلّف نہیں ہے۔چنانچہ کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھے اور بیٹھ کر نہ پڑھ سکتا ہو تو لیٹ کر اشارہ سے پڑھے۔البتہ جب تک ہوش وحواس ہے اور اشارہ کر کے نماز پڑھ سکتا ہے تو نماز ساقط نہیں ہوگی۔(۱) دلیل یہ آیت ہے۔ **لیس علی الاعمی حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض حرج** . (آیت ۱۷،سورۃ الفتح ۴۸) اس آیت سے ثابت ہوا کہ قدرت کے مطابق آدمی کام کرتا رہے۔(۲) **لا یکلف الله نفسا الا وسعها** ۔(آیت ۲۸۶،سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت سے ثابت ہوا کہ وسعت سے زیادہ اللہ تعالی مکلّف نہیں بناتے۔

ترجمہ : (۶۸۶) جبکہ مریض پر پورا کھڑا ہونا ناممکن ہو، یا شدید درد کی وجہ سے مشکل ہو، یا مرض کے زیادہ ہونے کا خوف ہو، یا اس سے مرض لمبا ہو سکتا ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھے رکوع اور سجدہ کر کے، اور صحیح روایت میں جیسا چاہے بیٹھے۔اور اگر پورا قیام مشکل ہو تو جس قدر ممکن ہو قیام کرے۔

تشریح : یہاں چار صورتیں ہیں [۱] بیماری کی وجہ سے کھڑا ہونا بالکل ناممکن ہو۔[۲] کھڑا ہونا ممکن تو ہو لیکن سخت تکلیف کی وجہ سے مشکل ہوتا ہو۔[۳] یا کھڑے ہونے سے خطرہ ہو کہ مرض بڑھ جائے گا۔[۴] یا کھڑا ہونے سے یہ خطرہ ہو کہ مرض بہت دیر میں اچھا ہوگا، تو ان چاروں صورتوں میں گنجائش ہے کہ بیٹھ کر رکوع اور سجدہ کرے، یا رکوع سجدہ نہ کر سکتا ہو تو رکوع اور سجدے کا اشارہ کرے، اور بیٹھ بھی نہیں سکتا ہو تو لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھے۔

وجہ : (۱) اس آیت میں ہے۔ **لیس علی الاعمی حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض حرج** . (آیت ۱۷،سورۃ الفتح ۴۸)(۲) **عن عمران بن حصین قال کانت بی بواسیر فسألت رسول الله ﷺ عن الصلوۃ فقال صل قائما فان لم تستطع فقاعدا فان لم تستطع فعلی جنب** ۔(بخاری شریف، باب اذا لم یطق قاعدا صلی علی جنب، ص ۱۷۹، نمبر ۱۱۱۷ر ترمذی شریف، باب ماجاء ان صلوۃ القاعد علی النصف من صلوۃ القائم، ص ۱۰۰، نمبر ۳۷۲ر ابو داؤد شریف، باب فی صلوۃ القاعد، ص ۱۴۵، نمبر ۹۵۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر بیٹھ نہ سکتا ہو تو پہلو کے بل لیٹ کر نماز پڑھے۔

لغت : تعذر: متعذر رہو، یعنی بالکل کھڑا نہ ہو سکتا ہو۔ تعسر: کھڑا ہو تو سکتا ہو، لیکن مشکل ہوتا ہو۔الم: تکلیف۔ابطاء: بطی سے مشتق ہے، دیر ہوتا ہو۔

صلى قاعدا بركوع و سجود ويقعد كيف شاء فى الاصح والا قام بقدر ما يمكنه (٦٨٧) وان تعذّر الركوع والسجود صلى قاعدا بالايماء وجعل ايماء ه للسجود اخفض من ايماء ه للركوع (٦٨٨)فان لم يخفضه عنه لا تصح (٦٨٩)و لا يرفع لوجهه شيء يسجد عليه . فان فعل وخفض

ترجمه : (٦٨٧) اوراگر رکوع اور سجدہ مشکل ہو تو بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھے، اور سجدے کا اشارہ رکوع کے اشارے سے زیادہ جھکائے۔

تشریح : رکوع اور سجدہ کرنا بھی مشکل ہو تو بیٹھ کر رکوع اور سجدے کا اشارہ کرے، البتہ رکوع کا اشارہ کم پست ہو اور سجدے کا اشارہ زیادہ پست ہو۔

وجه: (۱)اور بیٹھ کر اشارہ کرنے کے لئے حدیث یہ ہے۔عن جابر بن عبد اللهؓ أن رسول الله ﷺ عاد مريضا فرأه يصلى على وسادة فأخذ فرمى بها فأخذ عودا ليصلى عليه فأخذه فرمى به و قال صل على الأرض ان استطعت و الا فأوم ايماء و اجعل سجودک أخفض من ركوعک. (سنن للبیھقی، باب الایماء بالرکوع والسجود اذا عجز عنھما، ج ثانی، ص ۴۳۵، نمبر ۳۶۶۹، ابواب المریض)اس حدیث میں ہے کہ باضابطہ رکوع سجدہ نہ کر سکتا ہو تو رکوع سجدے کا اشارہ کرے گا۔(۲) قول صحابی یہ ہے۔قال على كل حال مستلقيا ومنحرفا فاذا استقبل القبلة وكان لايستطيع الا ذلک فيومئ ايماء ويجعل سجوده اخفض من ركوعه. (مصنف عبدالرزاق، باب صلوۃ المریض، ج ثانی، ص ۳۱۴، نمبر ۴۱۴۶)اس اثر سے معلوم ہوا کہ رکوع اور سجدے کا اشارہ کرے۔اور یہ بھی ہے کہ سجدہ کے لئے سر زیادہ جھکائے۔

ترجمه : (٦٨٨) پس اگر سجود کو رکوع سے پست نہ کرے گا تو نماز صحیح نہ ہوگی۔

تشریح : عام حالت میں سجدہ رکوع سے زیادہ جھکا ہوتا ہے اس لئے اشارہ کرتے وقت بھی سجدہ زیادہ پست ہو ورنہ رکوع اور سجدے میں کوئی فرق باقی نہیں رہے گا، اور یہ فرق نہیں کیا تو سجدہ ادا نہیں ہوا اس لئے نماز بھی نہیں ہوگی۔ اس کی دلیل اوپر اثر گزر گیا

ترجمه : (٦٨٩) اور نہ اٹھائے اپنے چہرے کے لئے کسی چیز کو جس پر سجدہ کیا جائے، اور اگر ایسا کیا اور اپنے سر کو زیادہ جھکایا تو نماز درست ہوگی۔ورنہ تو نہیں۔

تشریح : سجدہ کرنے کے لئے کسی چیز کو چہرے کی طرف نہ اٹھائے، لیکن اگر ایسا کیا اور سر کو بھی تھوڑا جھکایا تو نماز درست ہو جائے گی، کیونکہ سر کو جھکانا سجدہ ہو جائے گا، لیکن اگر سر کو نہیں جھکایا تو نماز نہیں ہوگی۔

وجه : (۱) عن جابر بن عبد اللهؓ أن رسول الله ﷺ عاد مريضا فرأه يصلى على وسادة فأخذ فرمى بها فأخذ عودا ليصلى عليه فأخذه فرمى به و قال صل على الأرض ان استطعت و الا فأوم ايماء و اجعل

رأسه صح والا لا.(٦٩٠) وان تعسّر القعود اومأ مستلقيا او علی جنبه(٦٩١) والاول اولیٰ .ویجعل تحت رأسه وِسادة ليصير وجهه الی القبلة لا السماء. وینبغی نصب رکبتیه ان قدر حتی لا یمدّ هما

سجودک أخفض من رکوعک (سنن للبیہقی، باب الایماء بالرکوع والسجو داذا عجز عنھما ج ثانی ،ص ۴۳۵،نمبر ۳۶۶۹ ،ابواب المریض)اس حدیث میں ہے کہ اپنے چہرے کے لئے کوئی چیز نہ اٹھائے ، بلکہ سجدہ کے لئے سر کو جھکائے ۔(۲) قول صحابی میں بھی ہے کہ سجدے کے لئے کوئی چیز چہرے کی طرف نہ اٹھائے۔ ان ابن عمر کان یقول اذا کان احدکم مریضا فلم یستطع سجودا علی الارض فلا یرفع الی وجهه شیئا ولیجعل سجوده رکوعا ولیومئ برأسه ۔(مصنف عبدالرزاق ، باب المریض، ج ثانی ،ص ۳۱۵ ،نمبر ۴۱۴۸ رسنن للبیہقی ، باب الایماء بالرکوع والسجو د اذا عجز عنھما ج ثانی ،ص ۴۳۵،نمبر ۳۶۷۱)

ترجمه : (۶۹۰) اوراگر بیٹھنا بھی دشوار ہوتو چت یا پہلو پر لیٹے اشارہ سے نماز پڑھے۔

تشریح : اگر بیٹھنا بھی دشوار ہوتو چت لیٹ کرنماز پڑھے، یا پہلو کے بل لیٹ کرنماز پڑھےاوررکوع سجدہ کے لئے اشارہ کرے

وجه : (۱) عن عمران بن حصین قال کانت بی بواسیر فسألت رسول الله ﷺ عن الصلوة فقال صل قائما فان لم تستطع فقاعدا فان لم تستطع فعلی جنب ۔(بخاری شریف، باب اذا لم یطق قاعدا صلی علی جنب ،ص ۱۷۹ ،نمبر ۱۱۱۷ رترمذی شریف ، باب ماجاء ان صلوة القاعد علی النصف من صلوة القائم ،ص ۱۰۰ ،نمبر ۳۷۲ رابوداؤد شریف ، باب فی صلوة القاعد،ص ۱۴۵،نمبر ۹۵۲)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر بیٹھ نہ سکتا ہوتو پہلو کے بل لیٹ کرنماز پڑھے۔

ترجمه : (۶۹۱) اور پہلایعنی چت لیٹ کرنماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے،اوراپنے سر کے نیچے تکیہ رکھ لے تا کہ اس کا چہرہ قبلے کی طرف ہوجائے ،آسمان کی طرف نہ ہو،اورمناسب ہے کہ اپنے دونوں گھٹنوں کو کھڑا کرلے ،اگرقدرت رکھتا ہو، تا کہ ان دونوں کو قبلے کی طرف نہ پھیلائے۔

تشریح : چٹ لیٹ کرنماز پڑھنے کے دوطریقے ہیں۔[۱] پہلو کے بل لیٹ کر۔اس صورت میں پہلو کی طرف لیٹ کر چہرہ قبلے کی طرف کرے۔[۲] دوسرا طریقہ یہ ہے کہ چت لیٹے اور چہرے کو قبلے کی طرف کرے،اورسر کے نیچے تکیہ رکھ لے تا کہ چہرہ قبلے کی طرف ہوجائے ،آسمان کی طرف نہ ہو،اورہو سکےتو دونوں گھٹنے کھڑے کرلیں تا کہ پاؤں قبلے کی طرف پھیلایا ہوانہ ہو۔

وجه : (۱) اوپر کی حدیث ,فعلی جنب، سے پتہ چلتا ہے کہ پہلو کے بل لیٹ کرنماز پڑھنا بہتر ہے، چنانچہ حضرت امام شافعیؒ اسی کے قائل ہیں۔عن عمران بن حصین قال کانت بی بواسیر فسألت رسول الله ﷺ عن الصلوة فقال صل قائما فان لم تستطع فقاعدا فان لم تستطع فعلی جنب ۔(بخاری شریف، باب اذا لم یطق قاعدا صلی علی جنب ،ص ۱۷۹ ،نمبر ۱۱۱۷)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر بیٹھ نہ سکتا ہوتو پہلو کے بل لیٹ کرنماز پڑھے۔(۲) اس قول صحابی سے پتہ چلتا ہے کہ

الی القبلة (۲۹۲) وان تعذّر الایماء اخّرت عنه مادام یفهم الخطاب قال فی الھدایة ھو الصحیح وجزم صاحب الھدایة فی التجنیس والمزید بسقوط القضاء اذا دام عجزہ عن الایماء اکثر من خمس صلوات وان کان یفھم الخطاب وصحّحه قاضی خان ومثله فی المحیط واختار شیخ الاسلام و فخر الاسلام وقال فی الظھیریّة ھو ظاھر الروایة وعلیه الفتوی و فی الخلاصة ھو المختار

چت لیٹ کر پڑھنا زیادہ بہتر ہے، تا کہ چہرہ قبلہ کی طرف ہو جائے۔(۲) عن ابن عمر قال یصلی المریض مستلقیا علی قفاہ تلی قدماہ القبلة. (سنن للبیھقی، باب روی فی کیفیة الصلوۃ علی الجنب اوالاستلقاء وفیہ نظر ج ثانی ص ۴۳۷، نمبر ۳۶۷۹ / دار قطنی، باب صلوۃ المریض ومن رعف فی صلوتہ الخ، ج ثانی، ص ۳۱ نمبر ۱۶۹۱ / مصنف عبد الرزاق، باب صلوۃ المریض، ج ثانی، ص ۳۱۴، نمبر ۴۱۴۱) اس قول صحابی میں ہے کہ چت لیٹ کر نماز پڑھے۔

لغت : وسادۃ : تکیہ۔ نصب: کھڑا کرنا۔ رکبۃ: گھٹنہ ۔ یمد: پھیلانا۔

ترجمہ : (۲۹۲) اور اگر سر سے اشارہ کرنا بھی متعذر رہو تو جب تک خطاب سمجھتا ہو تو اس سے نماز مؤخر کردی جائے گی، صاحب ھدایہ نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے۔ اور صاحب ھدایہ نے تجنیس والمزید [کتاب] میں یقین کے ساتھ یہ کہا ہے کہ قضا ساقط ہو جائے گی اگر اشارہ کرنے سے پانچ نماز سے زیادہ عاجز رہے چاہے وہ خطاب سمجھتا ہو، اور قاضی خان نے اسی کو صحیح کہا ہے، اور اسی کے مثل محیط میں ہے، اور شیخ الاسلام، اور فخر الاسلام نے اسی کو پسند کیا ہے، اور ظہیریہ میں کہا ہے کہ یہی ظاہر روایت ہے اور اسی پر فتوی ہے، اور خلاصہ میں کہا ہے کہ مختار یہی ہے اور ینابیع اور بدائع میں اسی کو صحیح کہا ہے اور الولوالجی نے اسی پر یقین کیا ہے۔ رحمھم اللہ۔

تشریح : یہاں چار باتیں ہیں [۱] سر سے اشارہ بھی نہیں کر پا رہا ہے، لیکن خطاب سمجھتا ہے، اور ایک دن سے کم ہے تو سب کے نزدیک نماز کی قضا کرنی ہوگی، البتہ چونکہ اشارہ بھی نہیں کر پا رہا ہے اس لئے نماز مؤخر ہو جائے گی۔ [۲] اور اگر پانچ نماز سے زیادہ [یعنی ایک دن ایک رات] سے زیادہ یہ حالت رہی تو اس بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے، بعض حضرات نے فرمایا کہ چونکہ خطاب سمجھتا ہے اس لئے نماز باقی رہے گی، البتہ جب قدرت ہوگی تب قضاء کرے گا۔ اور دوسرے حضرات نے فرمایا کہ نماز ساقط ہو جائے گی کیونکہ یہ بوجھ ہو جائے گی۔ [۳] سر سے اشارہ بھی نہیں کر پاتا ہے، اور خطاب بھی نہیں سمجھتا ہے، بے ہوش ہے، یا عقل ختم ہو چکی ہے، اور ایک دن سے زیادہ ہے تو بالاتفاق نماز ساقط ہو جائے گی، اس کو قضا بھی نہیں کرنی پڑے گی۔ [۴] اور اگر یہ صورت ایک دن سے کم ہے تو اختلاف ہے، اکثر حضرات نے فرمایا کہ قضا لازم ہوگی، کیونکہ ایک دن سے کم کی نماز قضا کرنے میں بوجھ نہیں ہے۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ قضا واجب نہیں ہوگی۔ کیونکہ عقل وحوش نہیں ہے۔

وجه : (۱) عن القاسم أنه سأل عائشة عن الرجل یغمی علیه فیترک الصلوة الیوم و الیومین و أکثر من

وصحّحه فی الینابیع والبدائع وجزم به الولوالجی رحمهم الله (٦٩٣) ولم یوم بعینه وقلبه وحاجبه (٦٩٤)وان قدر علی القیام وعجز عن الرکوع والسجود صلی قاعدا بالایماء (٦٩٥)وان عرض له

ذالک ، فقالت قال رسول الله ﷺ : لیس بشیء من ذالک قضاء الا أن یغمی علیه فی صلاته فیفیق و هو فی وقتها فیصلیها ۔(سنن بیہقی ، باب المغمی علیہ یفیق بعد ذھاب الوقتین فلا یکون علیہ قضؤ ھما ، ج اول ،ص ۵۷۱، نمبر ۱۸۲۰)اس حدیث میں ہے کہ جس نماز میں افاقہ ہوا اسی نماز کی قضاء کرے ۔ باقی گزری ہوئی نماز چاہے ایک دن مکمل ہو یا اس سے کم ہو اسکی قضاء نہیں ہے۔(۲) قول صحابی میں ہے ۔عن عبد الله بن عمر عن نافع قال اغمی علی ابن عمر یوما ولیلة فلم یقض ما فاته ... وفی حدیث آخر ... ان ابن عمر اغمی علیه شهرا فلم یقض ما فاته وصلی یومه الذی افاق فیه. (مصنف عبد الرزاق ، باب صلوة المریض علی الدابۃ وصلوۃ المغمی علیہ ، ج ثانی ،ص ۳۱۷ ،نمبر ۴۱۶۳/۴۱۶۴ مصنف ابن ابی شیبۃ ، مایعید المغمی علیہ من الصلوۃ ، ج ثانی ،ص ۷۱، نمبر ۶۵۸۵)ان دونوں آثار سے معلوم ہوا کہ ایک دن ایک رات کی نماز قضا ہوئی ہو تو قضا کرے گا اور زیادہ ہوئی ہو تو قضا نہیں کرے گا۔(۳) اشارہ نہ کر سکتا ہو، چاہے وہ خطاب سمجھتا ہو تو قضا نہ کرے اس کی دلیل یہ قول تابعی ہے ۔عن الثوری قال : یقضی النائم و السکران الصلوة و لا یقضی المریض . (مصنف عبد الرزاق ، باب النائم والسکر ان والقرأۃ علی الغناء ، ج ثانی ،ص ۳۱۸ ،نمبر ۴۱۷۲)اس اثر میں ہے کہ بیمار قضا نہ کرے۔

لغت : اخرت : کا مطلب یہ ہے کہ نماز کی قضا واجب ہوگی ، البتہ بعد میں پڑھے گا۔سقوط القضاء : کا مطلب یہ ہے کہ نماز واجب ہی نہیں رہے گی اور نہ اس کی قضا واجب رہے گی ، بلکہ ساقط ہو جائے گی۔

ترجمہ : (٦٩٣) اور آنکھ اور دل اور بھوں سے اشارہ نہ کرے۔

تشریح : اگر سر اشارہ نہ کر سکتا ہو تو آنکھ اور دل اور بھؤوں سے اشارہ نہ کرے ،اس وقت نماز مؤخر ہو جائے گی۔

وجہ : ان ابن عمر کان یقول اذا کان احدکم مریضا فلم یستطع سجودا علی الارض فلا یرفع الی وجهه شیئا ولیجعل سجوده رکوعا ولیومئ برأسه ۔(مصنف عبد الرزاق ، باب المریض ، ج ثانی ،ص ۳۱۵ ،نمبر ۴۱۴۸/ سنن للبیھقی ، باب الایماء بالرکوع والسجود اذا عجز عنھما ، ج ثانی ،ص ۴۳۵ ،نمبر ۳۶۷۱)اس اثر میں ہے کہ سر سے اشارہ کرے ، تو اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سر سے اشارہ نہ کر سکتا ہو تو نماز مؤخر ہو جائے گی۔

ترجمہ : (٦٩٤)اور اگر قیام پر قادر ہو اور رکوع و سجود سے عاجز ہو تو اشارہ سے بیٹھ کر نماز پڑھے۔

تشریح : قیام تو کر سکتا ہے ، لیکن رکوع اور سجدہ نہیں کر سکتا تو بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع سجدہ کرے ، کیونکہ رکوع سجدہ اصل ہیں ، اس لئے بیٹھ کر رکوع سجدہ کرے۔

ترجمہ :(٦٩٥)اور اگر نماز میں مرض پیش آجائے تو اپنی قدرت کے موافق اسی کو تمام کر لیوے ، خواہ اشارہ ہی سے سہی ، مشہور

مرض يتمّها بما قدر ولو بالايماء فی المشهور. (۶۹۶)ولو صلی قاعدا يركع و يسجد فصحّ بنی

روایت میں۔

تشریح : تندرسی کی حالت میں رکوع سجدے کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا اور درمیان میں بیماری پیش آگئی تو اب جس طرح اشارہ وغیرہ سے نماز پڑھ سکتا ہو پڑھے نماز ہو جائے گی۔

وجه : (۱) اس آیت میں ہے۔ **ليس على الاعمى حرج ولا على الاعرج حرج ولا على المريض حرج** . (آیت ۱۷، سورۃ الفتح ۴۸) (۲) **عن عمران بن حصين قال كانت بی بواسير فسألت رسول الله ﷺ عن الصلوة فقال صل قائما فان لم تستطع فقاعدا فان لم تستطع فعلی جنب** ۔ (بخاری شریف، باب اذا لم یطق قاعدا صلی علی جنب، ص ۱۷۹، نمبر ۱۱۱۷ / ترمذی شریف، باب ما جاء ان صلوۃ القاعد علی النصف من صلوۃ القائم، ص ۱۰۰، نمبر ۳۷۲ / ابو داؤد شریف، باب فی صلوۃ القاعد، ص ۱۴۵، نمبر ۹۵۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھڑا نہ ہو سکتا ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھے، اور وہ بھی نہ کر سکتا ہو تو اشارہ سے نماز پڑھے۔

ترجمه : (۶۹۶) اور اگر بیٹھ کر رکوع و سجود سے نماز پڑھتا ہو پھر نماز ہی میں تندرست ہو جائے تو اسی پر بنا کر لیوے۔ ہاں اگر اشارہ سے پڑھتا ہو تو بنا نہ کرے۔

تشریح : بیٹھنا کھڑے ہونے کے قریب ہے اس لئے اگر بیٹھ کر رکوع اور سجدہ کر رہا تھا اور درمیان میں تندرست ہو گیا اور کھڑے ہونے پر قدرت ہو گئی تو اس پر بنا کر سکتا ہے۔ اور اگر لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھ رہا تھا اور کھڑا ہونے پر قدرت ہو گئی تو شروع سے نماز پڑھے، پہلی نماز پر بنا نہیں کر سکتا، کیونکہ لیٹنا کھڑا ہونے کے قریب نہیں ہے۔

وجه: (۱) حدیث میں اس کا ثبوت ہے. **عن عائشة ان رسول الله كان يصلی جالسا فيقرأ وهو جالس فاذا بقی من قرأته قدر ما يكون ثلثين او اربعين آية قام فقرأ وهو قائم ثم ركع ثم سجد ثم يفعل فی الثانية مثل ذلك.** (مسلم شریف، باب جواز النافلۃ قائما وقاعدا، ص ۲۹۷، نمبر ۷۳۱ / ۱۷۰۴) اس حدیث میں آپؐ نے بیٹھ کر نماز پڑھی ہے پھر آخر میں کھڑے ہو کر اس پر بنا کیا ہے۔ یہ حدیث اگرچہ نوافل کے بارے میں ہے لیکن اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیماری کی صورت میں فرائض میں بھی بیٹھنے پر کھڑا ہونے کو بنا کر سکتا ہے۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ بیٹھنا کھڑا ہونے کے قریب ہے۔ اسلئے ایک دوسرے پر بناء کر سکتا ہے۔ اور لیٹنا کھڑے ہونے کے قریب نہیں ہے اس لئے ایک دوسرے پر بنا نہیں کر سکتا۔

ترجمه :(۶۹۷) اور جو پانچوں نمازوں تک مجنون یا بیہوش رہے تو قضا کرے، اور پانچ سے زیادہ ہو تو قضا نہ کرے۔

ولو كان موميا (٦٩٧)ا ومن جُنّ او اغمى عليه خمس صلوات قضى ولو اكثر لا.

﴿فصل : (فى اسقاط الصلوة والصوم﴾

(٦٩٨)اذا مات المريض ولم يقدر على الصلوة بالايماء لا يلزمه الايصاء بها وان قلّت وكذا الصوم

تشریح : ایک دن رات سے زیادہ بیہوش رہا ہو، یا مجنون رہا ہو اس کو قضا نہ کرے، اور اس سے کم رہا ہو تو اس کی نماز قضا کرے

وجه : (١) عن القاسم أنه سأل عائشة عن الرجل يغمى عليه فيترک الصلوة اليوم و اليومين وأكثر من ذالک ، فقالت قال رسول الله ﷺ : ليس بشىء من ذالک قضاء الا أن يغمى عليه فى صلاته فيفيق و هو فى وقتها فيصليها ۔(سنن بیہقی، باب المغمی علیہ یفیق بعد ذہاب الوقتین فلا یکون علیہ قضوٴ ہما، ج اول، ص ۵۷۱، نمبر ۱۸۲۰)(٢) ایک دن سے زیادہ نماز قضا ہوئی ہو اور اس کو ادا کروائیں تو مریض کو تکلیف ہوگی اس لئے (٣) اس قول تابعی میں ہے۔عن ابراهيم قال : كان يقول فى المغمى عليه : اذا أغمى عليه يوم و ليلة أعاد و اذا كان اكثر من ذالک لم يعد ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب مایعید المغمی علیہ من الصلوۃ، ج ثانی، ص ۷۱، نمبر ۶۵۹۱ مصنف عبد الرزاق، باب صلوۃ المریض علی الدابۃ وصلوۃ المغمی علیہ، ج ثانی، ص ۳۱۷، نمبر ۴۱۶۵ ر) اس اثر میں ہے کہ ایک دن رات کے اندر ہو تو اسکو قضاء کرے اور اس سے زیادہ ہو تو قضاء نہ کرے۔

﴿فصل: نماز وروزہ کے اسقاط کے بیان میں﴾

ترجمہ : (٦٩٨) اگر مریض مرنے لگے اور اشارے پر نماز پڑھنے پر قدرت نہ ہو تو اس کی وصیت کرنا واجب نہیں، چاہے تھوڑی سی نماز کیوں نہ ہو۔ ایسے ہی مسافر نے اقامت سے پہلے اور بیمار نے درست ہونے سے پہلے روزہ توڑا ہو [تو وصیت کرنا واجب نہیں ہے]

تشریح : یہ مسئلے اس اصول پر ہیں کہ اللہ نے نماز روزہ نہ کرنے کی گنجائش دی ہو اور اس پر وہ رہ گئی اس کے فدئے کی وصیت کرنا واجب نہیں ہے، کیونکہ وہ تو پہلے ہی سے معاف تھی۔ یہاں تین مسئلے ہیں۔[١] بیمار اس حال میں تھا کہ اشارے سے بھی نماز پڑھنے کی طاقت نہیں تھی، اس لئے ایک دن رات سے کم نماز ہو تو یہ واجب تو ہے، لیکن بعد میں ادا کریں گے، اب اسی حال میں انتقال ہو گیا تو اس کا فدیہ دینے کی وصیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ یہ اس وقت ادا کرنا واجب ہوتا جبکہ اس کو صحت ہوتی اور وہ ہوئی نہیں اس لئے اس کے ذمے واجب بھی نہیں ہے، اس لئے وصیت کرنا بھی واجب نہیں ہے۔[٢] مسافر نے سفر میں روزہ توڑ دیا اور ابھی اقامت نہیں ہوئی تھی کہ انتقال ہو گیا تو اس پر اس روزے کی وصیت کرنا واجب نہیں ہے۔[٣] مریض نے بیماری کی حالت میں

ان افطر فيه المسافر والمريض وماتا قبل الاقامة والصحة (۶۹۹) وعليه الوصية بما قدر عليه وبقى بذمته (۷۰۰) فيخرج عنه وليُّه من ثلث ما ترک لصوم کل یوم ولصلوة کل وقت حتى الوتر نصف

روزہ توڑا اور ابھی صحت نہیں ہوئی کہ اس روزے کو ادا کرتا، اور انتقال ہو گیا تو اس روزے کی وصیت واجب نہیں ہے۔

وجه : اس آیت میں ہے کہ جو مریض ہو یا سفر پر ہو اس کو روزہ مؤخر کرنے کی گنجائش ہے۔ **أياما معدودات فمن كان منكم مريضا او على سفر فعدة من ايام اخر**۔ (آیت ۱۸۴، سورۃ البقرۃ ۲)

لغت : ان قلت: سے اشارہ ہے کہ ایک دن رات سے کم نمازیں ہوں تو بھی وہ مؤخر ہیں، اور ایک دن رات سے زیادہ ہوں تو پہلے گزرا کہ بعض کے نزدیک وہ معاف ہیں اس کی قضا بھی واجب نہیں ہے۔

ترجمه : (۶۹۹) اور اس پر وصیت ہے اس مقدار جس پر قدرت ہوئی اور اس کے ذمے باقی رہا۔

تشریح : مسافر یا مریض جتنے روزے اور نماز پر قادر ہوا اتنے کی وصیت کرنا ضروری ہے، مثلا بیمار کی پانچ نمازیں چھوٹی تھیں اور تین نماز ادا کرنے کا موقع ملا تو تین نماز کے فدیہ دینے کی وصیت کرنا واجب ہے، باقی دو کی نہیں۔ وتر چونکہ حنفیہ کے نزدیک واجب ہے اس لئے اس کے بدلے بھی فدیہ دے۔

ترجمه : (۷۰۰) جتنا مال چھوڑا ہے ولی اس میں سے تہائی نکالے ہر دن کے روزے کے لئے، اور ہر وقت کی نماز کے لئے یہاں تک کہ وتر کے لئے آدھا صاع گیہوں، یا اسکی قیمت۔

تشریح : میت نے جو مال چھوڑا ہے ولی اس میں سے تہائی مال سے نکالے گا۔ ہر دن کے روزے کے بدلے آدھا صاع گیہوں یا اس کی قیمت، اسی طرح ہر ایک وقت کی نماز کے بدلے آدھا صاع گیہوں، بلکہ وتر کے بدلے بھی آدھا صاع گیہوں یا اس کی قیمت فدیہ دے۔

وجه : (۱) اس آیت میں ہے کہ طاقت نہ رکھتا ہو تو فدیہ دے۔ **وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين فمن تطوع خيرا فهو خير له و ان تصوموا خير لكم ان كنتم تعلمون** (آیت ۱۸۴، سورۃ البقرۃ ۲) (۲) اثر میں ہے۔ **سمع ابن عباس يقول ﴿ وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين﴾ قال ابن عباس ليست بمنسوخة ، هو الشيخ الكبير و المرأة الكبيرة لا يستطيعان أن يصوما ، فليطعمان مكان كل يوم مسكينا .** (بخاری شریف، باب قولہ تعالی ایاما معدودات فمن کان منکم مریضا الخ، ص ۷۶۶، نمبر ۴۵۰۵ / ابو داؤد شریف، باب من قال ھی مثبتۃ للشیخ والحبلی، ص ۳۲۴، نمبر ۲۳۱۸) اس حدیث میں ہے کہ روزہ نہ رکھ سکتا ہو تو اس کے بدلے مسکین کو کھانا کھلائے، اور نماز کو بھی اسی پر قیاس کیا گیا ہے۔

ترجمه : (۷۰۱) اور اگر اس نے وصیت نہ کی ہو اور اس کی جانب سے تبرعا ادا کرے تو جائز ہے۔

تشریح : اگر مرنے والے نے وصیت کی ہو تب تو ولی پر اس کا ادا کرنا واجب ہے، لیکن اگر اس نے وصیت نہیں کی اور ولی نے

صاع من بُرّ او قیمته (١٠٧) وان لم یوص وتبرّع عنه ولیّه جاز

اپنی جانب سے تبرع کیا اور ادا کیا تب بھی میت کی جانب سے ادا سمجھی جائے گی۔

وجه: (١)عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال من مات وعلیه صیام شهر فلیطعم عنه مکان کل یوم مسکینا. (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الکفارۃ، ص۱۸۲، نمبر ۷۱۸، سنن بیہقی، باب من قال اذا افرط فی القضاء بعد الامکان حتی مات الخ، ج رابع، ص۴۲۴، نمبر ۸۲۱۷) اس حدیث میں ہے کہ میت کی جانب سے ولی نے ادا کیا تو ادا ہو جائے گا۔

﴿صاع کا وزن﴾

صاع	کتنا رطل ہوتا ہے	کتنا کیلو ہوتا ہے	کتنا لیٹر ہوتا ہے
ایک صاع	8۔رطل ہوتا ہے	3.538۔کیلو ہوتا ہے	5.88۔لیٹر ہوتا ہے
آدھا صاع	4۔رطل ہوتا ہے	1.769۔کیلو ہوتا ہے	2.94۔لیٹر ہوتا ہے
60۔صاع، ایک وسق	480۔رطل ہوتا ہے	212.28 کیلو ہوتا ہے	352.80۔لیٹر ہوتا ہے
300۔صاع، 5وسق	2400۔رطل ہوتا ہے	1061.40 کیلو ہوتا ہے	1764۔لیٹر ہوتا ہے

نماز اور روزوں کا فدیہ کتنا ہوتا ہے؟

کتنے دن کا	کتنا فدیہ ہے
ایک دن روزہ کا فدیہ 1.769 کیلو	1.769۔ کیلو گیہوں ہے
30۔دن روزہ کا فدیہ	1.769×30 = 53.07۔کیلو گیہوں
ایک نماز کا فدیہ	1.769۔کیلو گیہوں ہے
دن بھر کی 6 نمازوں کا فدیہ	1.769×6 = 10.614۔کیلو گیہوں ہے
ایک ماہ 30 دن نمازوں کا فدیہ	10.614×30=318.42۔کیلو گیہوں ہے
ایک سال 355 دن نماز کا فدیہ	10.614×355=3767.97 کیلو گیہوں ہے
سال بھر کے روزے اور نماز کا فدیہ	3821.04۔کیلو گیہوں ہوگا

حاصل یہ ہے:۔کہ آدھا صاع 1.769 ۔کیلو گیہوں ہوتا ہے، [یعنی ایک کیلو اور 769 ۔گرام گیہوں ہوتا ہے، جو صدقۃ الفطر کی مقدار ہے] یہ دے یا اس کی قیمت ادا کرے۔

(٧٠٢) ولا يصح ان يصوم ولا ان يصلی عنه (٧٠٣) وان لم يف ما اوصیٰ به عما عليه يدفع ذلك المقدار للفقير فيسقط عن الميت بقدره ثم يهبه الفقير للولی ويقبضه ثم يدفعه للفقير فيسقط بقدره

نوٹ: احتیاطا مہینہ 30 ۔دن کا مانا ہے۔اور سال 355 ۔دن کا مانا ہے۔اور وتر کو ملا کر دن کی 6۔نمازیں مانی ہیں۔

نوٹ: یہ حساب احسن الفتاوی، رسالہ، بسط الباع لتحقیق الصاع، ج رابع، ص ۴۱۶ سے لیا گیا ہے۔البتہ وہاں پونے دو کیلو جو ہے میں نے احتیاط کے لئے گیہوں کر دیا ہے۔

ترجمه : (٧٠٢) اور ولی کا اس کی جانب سے نماز و روزہ ادا کرنا صحیح نہیں۔

تشریح : عبادت تین قسم کی ہے [۱] عبادت بدنی، جیسے نماز، روزہ۔اس میں وہی آدمی ادا کرے جس پر فرض ہوئی ہے تاکہ اسی کو مشقت ہو۔چنانچہ نماز اور روزہ کوئی اور ادا کرنا چاہے تو ادا نہیں کر سکتا، ہاں اس کے بدلے میں فدیہ ولی دینا چاہے تو فدیہ دے سکتا ہے، کیونکہ یہ عبادت مالی بن گئی [۲] دوسری ہے عبادت مالی، جیسے زکوۃ اور صدقات، کفارات۔اس میں مشقت مال خرچ کرنے میں ہوتی ہے، اس لئے جس پر فرض ہوئی ہے اس کے حکم سے کوئی ادا کرے گا تو ادا ہو جائے گی، مثلا زید پر زکوۃ واجب ہوئی اور اس کے حکم سے عمر نے ادا کی تو ادا ہو جائے گی۔[۳] اور تیسری قسم ہے بدنی اور مالی دونوں کا مجموعہ، جیسے حج، کہ اس میں مال بھی خرچ ہوتا ہے، اور آدمی کو احرام باندھ کر مشقت بھی برداشت کرنی پڑتی ہے۔

وجه : (۱) اس قول صحابی میں ہے۔ **ان ابن عمر كان اذا سئل عن الرجل يموت و عليه صوم من رمضان أو نذر يقول : لا يصوم احد عن احد ، و لكن تصدقوا عنه من ماله للصوم لكل يوم مسكينا** ۔(سنن بیہقی، باب من قال اذا فرط فی القضاء بعد الامکان حتی مات الخ، ج رابع، ص ۴۲۴، نمبر ۸۲۱۵) اس اثر میں ہے کہ کوئی کسی کا روزہ نہ رکھے بلکہ اس کی جانب سے فدیہ دے (۲) اس قول صحابی میں بھی ہے۔ **عن ابن عمر قال : لا يصلين أحد عن أحد و لا يصومن أحد عن أحد و لكن ان كنت فاعلا تصدقت أو اهديت** ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الصدقة عن الميت، ج تاسع، ص ۸، نمبر ۱۶۶۵۷) اس اثر میں ہے کہ میت کی نماز کے بدلے میں نماز نہ پڑھے بلکہ اس کے بدلے میں فدیہ دے۔

ترجمه : (٧٠٣) اور اگر اس کی وصیت مافی الذمہ کو کافی نہ ہو تو (حیلہ یہ کہ) اتنا ہی فقیر کو دینے سے اس کے اندازے کے موافق اس کے ذمہ سے ساقط ہوگا، پھر اسے فقیر ولی کو بخش دے کر قبضہ کرا دے پھر اسے فقیر کو دے دے تو اب اس کے ذمہ سے ساقط ہو گیا، پھر فقیر ولی کو دے کر قبضہ کرا دے پھر ولی اسے فقیر کو دیدیوے، اسی طرح وہاں تک کرتا رہے کہ میت کے ذمہ سے تمام روزے اور نماز ساقط ہو جائے۔

تشریح : میت پر اتنے روزے، اور نماز ہیں کہ انکے ترکہ میں سے تہائی نکالیں تو اس سے پورے فدئے ادا نہیں ہوتے، تو اس

ثـم يهبه الفقير للولی ویقبضه ثم یدفعه الولی للفقیر وهٰکذا حتی یسقط ما کان علی المیت من صلوة وصیام (۴۰۷) ویجوز اعطاء فدیة صلوات لواحد جملةً بخلاف کفارة الیمین .والله اعلم.

کے لئے حیلے کی شکل نکالی ہے، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالی اس سے اس کو معاف کر دے۔البتہ اس کے لئے حدیث نہیں ملی۔مثلا ایک سو کیلو [100] میت پر فدیہ ہے،اور میت کی تہائی مال صرف 20۔کیلو گیہوں ہے۔تو یہ 20 فقیر کو دے دے۔پھر فقیر اس 20 کیلو کو ولی کو دے دے اور اس کو پورا مالک بنا دے۔اب ولی دوبارہ اس 20 کیلو کو فقیر کو دیکر اس کو مالک بنا دے تو گویا کہ 40 کیلو فدیہ میت کے ذمے سے ساقط ہوا، پھر یہ 20 کیلو فقیر ولی کو دے دے اور اس کو پورا مالک بنا دے۔اور پھر ولی یہ 20 کیلو فقیر کو دے دے،تو گویا کہ 60 کیلو فدیہ میت کے ذمے سے ساقط ہوا،اس طرح بار بار کر کے 100 کیلو فدیہ ادا کر دے۔

ترجمہ : (۴۰۷) بہت سی نمازوں کا فدیہ ایک ہی فقیر کو دینا جائز ہے، بخلاف کفارہ یمین کے [کہ سب کفارہ ایک فقیر کو دینا جائز نہیں ہے]

تشریح : فدیہ میں آدھا صاع فقیر کو دینا ضروری ہے، کھلانا ضروری نہیں،اس لئے کئی فدیہ کا گیہوں ایک ہی فقیر کو دے دے تو سب فدئے ادا ہو جائیں گے۔اور قسم کے کفارے میں کھلانا اصل ہے اور ایک مسکین کو زیادہ سے زیادہ آدھا صاع کھلا سکتا ہے اس لئے کئی مسکین کا کھانا ایک ہی کو دے دے تو ایک ہی مسکین کا کفارہ ادا ہوگا ،زیادہ کا ادا نہیں ہوگا۔

وجہ : (۱) روزے کے فدئے میں کھانا دے دینا اصل ہے اس کا ثبوت اس آیت کے اشارے میں ہے۔**وعلی الذین یطیقونه فدیة طعام مسکین فمن تطوع خیرا فهو خیر له و ان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون** (آیت ۱۸۴، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ فدیہ کا گیہوں دے دو۔(۲) اور کفارہ قسم میں کھانا کھلانا اصل ہے اس کا اشارہ اس آیت میں ہے۔**لا یواخذکم الله باللغو فی ایمانکم و لکن یواخزکم بما عقدتم الایمان فکفارته اطعام عشرة مساکین من اوسط ما تطعمون اهلیکم او کسوتهم او تحریر رقبة** ۔(آیت ۸۹،سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت میں ہے کہ اوسط کھانا کھلاؤ۔

﴿باب قضاء الفوائت﴾

(۷۰۵) الترتیب بین الفائتة والوقتیة و بین الفوائت مستحقٌ

﴿باب: نماز فوت شدہ کی قضا کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ: قضاء الفوائت : جو نماز فوت ہو جائے اور چھوٹ جائے اس کو فوائت کہتے ہیں۔اور اس کے پڑھنے کو قضا کہتے ہیں۔نماز قضا کرنا فرض ہے۔کیونکہ نماز کو وقت پر پڑھنا فرض تھا جب وقت پر نہ پڑھ سکا تو اب قضا کرنا فرض ہوگا۔اس کی دلیل یہ حدیث ہے **عن انس بن مالک عن النبی ﷺ قال من نسی صلوة فلیصل اذا ذکر لا کفارة لھا، الا ذلک ﴿و اقم الصلوة لذکری﴾** (آیت ۱۴،سورۃ طٰہٰ ۲۰)(بخاری شریف،باب من نسی صلوة فلیصل اذا ذکر،ص ۹۹،نمبر ۵۹۷/ابو داؤد شریف، باب فی من نام عن صلوة او نسیھا،ص ۷۰،نمبر ۴۳۵)اس حدیث اور آیت سے معلوم ہوا کہ فوت نماز پڑھنا فرض ہے۔

ترجمہ : (۷۰۵) نماز فوت شدہ اور وقتیہ اور چند فوت شدہ نمازوں کے مابین ترتیب ضروری ہے۔

تشریح : یہاں دو مسئلے ہیں[۱] ایک یہ کہ فوت شدہ نماز اور وقتیہ نماز کے درمیان ترتیب ضروری ہے۔کہ پہلے فوت شدہ پڑھے اور اس کے بعد وقتیہ نماز پڑھے۔[۲] دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر چند نماز فوت ہوئی ہو تو اس کے درمیان بھی ترتیب ضروری ہے،مثلا پہلے ظہر کی نماز پڑھے،پھر عصر کی نماز پڑھے،پھر مغرب کی پھر عشاء کی نماز پڑھے۔

وجہ : (۱)وقتیہ اور فوت شدہ کے درمیان ترتیب واجب ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔

ان عمر بن الخطاب جاء یوم الخندق بعد ما غربت الشمس فجعل یسب کفار قریش قال یا رسول اللہ ! ما کدت اصلی العصر حتی کادت الشمس تغرب قال النبی ﷺ و اللہ ! ما صلیتھا ، فقمنا الی بطحان فتوضأ للصلاة و توضأنا لھا فصلی العصر بعد ما غربت الشمس ثم صلی بعدھا المغرب . (بخاری شریف، باب من صلی بالناس جماعة بعد ذھاب الوقت،ص ۹۹،نمبر ۵۹۶/ترمذی شریف، باب ماجاء فی الرجل تفوتہ الصلوات بایتھن یبدأ ،ص ۴۳،نمبر ۱۸۰/۱۷۹)اس حدیث میں عصر کی فائتہ پہلے پڑھی پھر مغرب کی وقتیہ پڑھی۔جس سے معلوم ہوا کہ فائتہ اور وقتیہ کے درمیان ترتیب ضروری ہے۔ورنہ تو مغرب کو مؤخر نہ کرتے۔(۲)اس قول تابعی میں ہے۔**عن عامر و عن مغیرة عن ابراھیم قالا : اذا کنت فی صلوة العصر فذکرت أنک لم تصل الظھر فانصرف فصل الظھر ثم صل العصر .** (مصنف ابن ابی شیبة ، باب ۲۸۷،الرجل یذکر صلوة علیہ وھو فی اُخری،ج اول،ص ۴۱۴،نمبر ۴۷۵۷)اس اثر میں ہے کہ پہلے فائتہ نماز پڑھے اسکے بعد وقتیہ نماز پڑھے۔ (۳)اس حدیث میں بھی ہے۔**عن عبد اللہ بن عمر ان رسول اللہ ﷺ قال من**

(٧٠٦) ویسقط باحد ثلاثة اشیاء. ضیق الوقت المستحب فی الاصح والنسیان واذا صارت الفوائت ستا غیر الوتر ...

نسی صلوۃ فلم یذکرھاالا وھو مع الامام فلیصل مع الامام فاذا فرغ من صلوته فلیعد الصلوۃ التی نسی ثم لیعد الصلوۃ التی صلی مع الامام (سنن للبیھقی، باب من ذکرصلوۃ وھوفی اخری ج ثانی ص۳۱۳،نمبر۳۱۹۳ردار قطنی، باب الرجل یذکرصلوۃ وھوفی أخری، ج اول،ص۴۰۰،نمبر۱۵۴۴)اس حدیث میں ہے کہ امام کے ساتھ بھی وقتیہ نماز پڑھی ہے تو فائتہ قضا کرے۔ترتیب برقرار رکھنے کے لئے وقتیہ کو لوٹائے۔(۴)اورفوت شدہ نماز کے درمیان میں ترتیب ضروری ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **قال عبد اللہ ان المشرکین شغلوا رسول اللہ عن اربع صلوات یوم الخندق حتی ذھب من اللیل ما شاء اللہ فامر بلالا فاذن ثم اقام فصلی الظھر ثم اقام فصلی العصر ثم اقام فصلی المغرب ثم اقام فصلی العشاء .** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الرجل تفوتہ الصلوات بایتھن یبدأ،ص۴۳،نمبر۱۷۹رنسائی شریف، باب کیف یقضی الفوائت من الصلوۃ،ص ۸۵،نمبر۶۲۳)اس حدیث میں ترتیب کے ساتھ نماز پڑھی گئی ہے۔پہلے ظہر پھر عصر پھر مغرب پھر عشا پڑھی ہے۔

ترجمہ : (۷۰۶) اور تین چیزوں سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے:

ا:......مستحب وقت تنگ ہونے سے،اصح روایت میں۔

۲:......بھول جائے۔

۳:......اور جب فوت شدہ نمازیں چھ ہو جائیں وتر کے سوا،

اس لئے کہ ترتیب ساقط کرنے میں وتر کا شمار نہیں ہے،اگرچہ وتر میں ترتیب لازم ہے۔

تشریح : یہ تین باتیں ہوں تو فوت شدہ نماز اور وقتیہ کے درمیان ترتیب واجب نہیں رہتی۔[ا]مستحب وقت تنگ ہو گیا کہ اب اگر فوت شدہ نماز پڑھتے ہیں تو خود وقت والی نماز فوت ہو جائے گی،ایسے وقت میں وقتیہ اور فوت شدہ نماز کے درمیان ترتیب نہیں رہے گی،اب پہلے وقتیہ پڑھے،بعد میں فوت شدہ نماز پڑھے۔[۲]وقتیہ نماز پڑھتے وقت یاد ہی نہیں رہا کہ مجھ پر فوت شدہ نماز باقی ہے۔[۳]فوت شدہ نماز چھ ہو جائیں تو اب ترتیب واجب نہیں رہی،اس لئے پہلے وقتیہ پڑھ سکتا ہے بعد میں فوت شدہ پڑھے۔یہ چھ نمازیں وقتیہ ہوں،ان میں کوئی وتر نہ ہو۔

وجہ : (ا) کیونکہ فوت شدہ نماز پڑھنے میں جب وقتیہ ہی قضاء ہو جائے گی تو فوت شدہ نماز کو کیسے پڑھیں؟اس سے تو وقتیہ جو اصلی ہے اسکا حق مارا جائے گا۔اسلئے وقت تنگ ہو تو ترتیب ساقط ہو جائے گی۔(۲) بھول جائے تو فائتہ کا وقت نہیں رہا اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن انس بن مالک عن النبی ﷺ قال من نسی صلوۃ فلیصل اذا ذکر لا کفارۃ لھا، الا ذلک ﴿و اقم الصلوۃ لذکری﴾** (آیت ۱۴،سورۃ طہ۲۰)(بخاری شریف، باب من نسی صلوۃ فلیصل اذا ذکر،ص۹۹،نمبر

الفوائت ستًّا غير الوتر فانه لا يعدّ مُسقِطا وان لزم ترتيبه. (٧٠٧)ولم يعُدِ الترتيب بعودها الی القلّة

۵۹۷/ابوداؤد شریف، باب فی من نام عن صلوۃ اونسیھا،ص ۷۰،نمبر ۴۳۵)اس حدیث اور آیت میں فلیصلی اذا ذکر، سے معلوم ہوا کہ یاد آئے تب اس کا وقت ہوتا ہے۔(۳)اور بھول جائے تو ترتیب ساقط ہوگی اس کے لئے یہ قول تابعی ہے. عن الحسن قال : اذا نسی الصلوات فلیبدأ بالاولی فالاولی فان خاف الفوت یبدأ بالتی یخاف فوتھا . (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۲۸۳فی الرجل ینسی الصلوات جمیعا، ج اول،ص ۴۱۰،نمبر ۴۷۲۵)اس اثر میں دونوں باتیں ہیں، بھول جائے تب بھی ترتیب ساقط ہوگی،اور وقتیہ فوت ہونے کا خطرہ ہو تب بھی ترتیب ساقط ہوگی۔(۴) اس قول تابعی میں بھی ہے۔سألت الحکم و حمادا عن رجل ذکر صلوۃ و ھو فی صلوۃ قالا: اذا ذکر ھا قبل أن یتشھد أو یجلس مقدار التشھد ترک ھذہ و عاد الی تلک فان ذکرھا بعد ذالک اعتد بھذہ و عاد الی تلک . (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۲۸۷، الرجل یذکر صلوۃ علیہ وھو فی أخری، ج اول،ص ۴۱۴،نمبر ۴۷۶۱)اس اثر میں ہے کہ بھول کر عصر کی نماز پوری پڑھ لی بعد میں یاد آیا کہ مجھ پر ظہر کی نماز قضاء ہے تو اب ترتیب ساقط ہوگئی اور عصر کی نماز صحیح ہوگئی۔(۵)اور چھ نماز سے زیادہ ہو جائے تو وہ کثیر ہے جس سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے،اس کے لئے یہ قول تابعی ہے۔عن ابراھیم قال : کان یقول فی المغمی علیہ اذا أغمی علیہ یوم و لیلۃ أعاد و اذا کان اکثر من ذالک لم یعد ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، ۵۴۷ مایعید المغمی علیہ من الصلوۃ، ج ثانی،ص ۷۱،نمبر ۶۵۹۱ /مصنف عبد الرزاق، باب صلوۃ المریض علی الدابۃ وصلوۃ المغمی علیہ، ج ثانی،ص ۳۱۷،نمبر ۴۱۶۳)(۶)عن نافع عن ابن عمر أنہ أغمی علیہ أیاما فأعاد صلوۃ یومہ الذی أفاق فیہ و لم یعد شیئا مما مضی . (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۵۴۷ مایعید المغمی علیہ من الصلوۃ، ج ثانی،ص ۷۱،نمبر ۶۵۸۵ /مصنف عبد الرزاق، باب صلوۃ المریض علی الدابۃ وصلوۃ المغمی علیہ، ج ثانی،ص ۳۱۷،نمبر ۴۱۶۳) ان دونوں اثروں سے معلوم ہوا کہ چھٹی نماز قضاء ہو جائے تب وہ کثیر ہوگی۔

لغت : واذا صارت الفوائت ستا غیر الوتر فانہ لایعد مسقطا: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ وتر اور وقتی نماز میں ترتیب واجب ہے ،چنانچہ وتر قضا ہو جائے ،اور یاد ہو اور وقت میں گنجائش ہو تو فجر سے پہلے پڑھنا ضروری ہے۔لیکن خود وتر ترتیب ساقط کرنے کے لئے کافی نہیں ہے، چنانچہ پانچ وقتیہ نماز فوت ہوئی ہو اور چھٹی وتر ہو تو ابھی ترتیب ساقط نہیں ہوگی، کیونکہ چھٹی نماز وقتیہ نہیں ہے وتر ہے

ترجمہ : (۷۰۷) اور کمی کی طرف لوٹنے کی وجہ سے ترتیب نہیں لوٹے گی۔

تشریح : مثلا سات نمازیں فوت ہوئی تھیں، جس کی وجہ سے ترتیب ختم ہوگئی تھی اب تین نمازیں پڑھ ڈالی اور چار نمازیں رہ گئیں تو اب یہ آدمی لوٹ کر صاحب ترتیب نہیں بنے گا،اور اس کے لئے فائتہ کو یاد کرتے ہوئے وقتیہ کو پڑھنا جائز ہوگا۔ اصح روایت یہی ہے۔

ترجمہ : (۷۰۸)اور نئی فوت ہو جائے چھ پرانی فوت ہونے کے بعد، تو صحیح روایت میں ترتیب نہیں لوٹے گی۔

(۷۰۸) ولا بفوت حديثه بعد ستٍّ قديمةٍ على الاصح فيهما(۷۰۹) فلو صلى فرضا ذاكرا فائتة ولو وترا فسد فرضه فساد اموقوفا فان خرج وقت الخامسة مما صلاه بعد المتروكة ذاكرا لها صحت جميعها فلا تبطل بقضاء المتروكة بعده (۷۱۰) وان قضى المتروكة قبل خروج وقت الخامسة بطل

تشریح : مثلا تین مہینے پہلے چھ نمازیں فوت ہوئی تھیں، جس کی وجہ سے وہ صاحب ترتیب نہیں رہا تھا، پھر ان سب کو ادا کر چکا تھا، اب آج پھر ایک نماز فوت ہوگئی تو یہ اب صاحب ترتیب نہیں ہے اس لئے فائتہ کو یاد کرتے ہوئے وقتیہ نماز پڑھنا جائز ہے۔ اصح روایت یہی ہے۔

اصول : ایک مرتبہ صاحب ترتیب ختم ہونے کے بعد سب نمازیں قضا کرنے سے بھی صاحب ترتیب نہیں بنے گا۔

ترجمہ : (۷۰۹) پس اگر فرض نماز فائتہ کو یاد کرتے ہوئے پڑھی، چاہے وتر ہی کیوں نہ ہو تو اس کی نماز موقوف طور پر فاسد ہوگی۔، پھر اگر اس چھوڑی ہوئی نماز کو یاد رکھتے ہوئے اس کے بعد پانچ نمازیں پڑھ لیں تو سب صحیح ہو جائے گی۔ پھر بعد میں چھوٹی ہوئی نماز کو قضا کرنے سے نماز باطل نہیں ہوگی۔

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ اگر چھ نماز قضا ہوگئیں تو ترتیب ختم ہو جائے گی، اور اس کے لئے وقتیہ پڑھنا جائز ہوگا، اور چھ سے کم ہیں تو چھ نمازیں قضا ہونے تک وقتیہ نماز باطل ہوتی جائیں گیں اور نفل بنتی جائیں گیں۔ پھر چھٹی نماز باطل ہوئی تو سب پلٹ کر فرض بن جائیں گیں۔

صورت مسئلہ یہ ہے کہ، مثلا ایک نماز فوت ہوئی، اب اس کو یاد کرتے ہوئے چار نمازیں پڑھ لیں، تو چاروں نمازیں نفل بن جائیں گیں، کیونکہ یہ ابھی تک صاحب ترتیب ہے اور اس نے ترتیب کے خلاف کیا، لیکن ابھی پہلی نماز ادا نہیں کی کہ پانچویں نماز پڑھ لی تو سب ملا کر چھ نمازیں ہوگئیں، اس لئے ترتیب ختم ہوگئی، اس لئے وہ پانچ نمازیں جو باطل ہو کر نفل بنی تھیں وہ سب لوٹ کر فرض بن جائیں گیں۔ اور اگر پانچویں نماز پڑھنے سے پہلے پہلی فوت شدہ نماز ادا کر لی تو یہ جو چار نمازیں پڑھیں تھیں وہ نفل ہی باقی رہیں گیں، کیونکہ یہ ابھی صاحب ترتیب ہے، اس لئے ان نمازوں کو دوبارہ فرض کے طور پڑھنی ہوگی۔

ترجمہ : (۷۱۰) اگر پانچوں نماز کے وقت کے نکل جانے سے پہلے اس فوت شدہ نماز کی قضا کرے گا تو اس فوت شدہ کے یاد رکھتے ہوئے اس کی قضا کرنے سے پہلے جو نمازیں پڑھی ہوں اس کی فرضیت باطل ہو کر صرف نفل ہو جائے گی۔

تشریح : پانچویں نماز کے پڑھنے سے پہلے پہلی فوت شدہ نماز پڑھ لی تو یہ صاحب ترتیب باقی رہا کیونکہ مجموعہ نمازیں چھ نہیں ہوئیں، اس لئے اس کی پہلی چار نمازیں جو فرض پڑھی تھیں وہ نفل میں تبدیل ہوگئیں، اس لئے ان چاروں نمازوں کو دوبارہ فرض کے طور پر پڑھنی چاہئے۔

وصف ما صلاه متذكرا قبلها وصار نفلا(۷۱۱) واذا كثرت الفوائت يحتاج لتعيين كل صلوة فان اراد تسهيل الامر علیه نوی اول ظهر علیه وآخره (۷۱۲) وکذا الصوم من رمضانین علی احد تصحیحین مختلفین(۷۱۳) ویعذر من اسلم بدار الحرب بجهله الشرائع.

اصول : چھ نماز فوت ہونے سے پہلے صاحب ترتیب رہتا ہے،اور مجموعہ چھ نمازیں فوت ہوگئیں تو یہ صاحب ترتیب نہیں رہا اس لئے اسکے لئے وقتیہ پڑھنا جائز ہے۔

ترجمه : (۷۱۱) اور جب فوت شدہ نمازیں زیادہ ہوجائیں تو ہرایک نماز کے معین کرنے کی ضرورت ہوگی۔اب اگر آسانی چاہے تو (مثلا) اول ظہر اپنے ذمہ یا آخر ظہر کی نیت کرے۔

تشریح : مثلا ایک نماز فوت ہوئی ہو تو اتنی نیت کافی ہے کہ فوت شدہ نماز پڑھ رہا ہوں،لیکن اگر بہت سارے ظہر فوت ہوئی ہوں تو کس دن کی ظہر ادا کر رہا ہے یہ پتہ نہیں ہے اس لئے دن کے تعین کی ضرورت پڑے گی۔البتہ آسانی کے لئے یہ نیت کرلے پہلی ظہر ادا کر رہا ہوں یا آخری ظہر ادا کر رہا ہوں،ایسی نیت بھی کافی ہے۔

ترجمه : (۷۱۲) اوراسی طرح اگر دو رمضان کے روزے قضا ہوئے ہوں (تو اس کے تعین میں بھی) دو اختلاف میں سے ایک کی تصحیح کی بنا پر تعین ضروری ہے۔

تشریح : مثلا دو رمضان کے پانچ پانچ روزے قضا ہوئے ہیں،تو کس رمضان کا کون سا روزہ ابھی ادا کرنا چاہتا ہے اس کے تعین کی ضرورت پڑے گی کیونکہ دو رمضان کے قضاء ہیں۔لیکن اگر ایک رمضان کے پانچ قضا ہوں تو تعین کی ضرورت نہیں ہے،خود بخود پہلا پھر دوسرا پھر تیسرا روزہ ترتیب سے ادا ہوتا چلا جائے گا۔یہاں ائمہ کے دو مختلف رائیں ہیں ان میں سے ایک کی رائے ہے کہ تعین کی ضرورت پڑے گی،اور دوسرے حضرات کی رائے ہے کہ تعین کی ضرورت نہیں پڑے گی، بلکہ پہلے رمضان کا پہلا روزہ ادا ہوگا ، پھر پانچ پورا ہونے کے بعد دوسرے رمضان کا پہلا روزہ ادا ہونا شروع ہوجائے گا۔بس روزہ رکھتا جائے گا اور ترتیب وار ادا ہوتا جائے گا اس کے لئے تعین کی نیت کی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمه : (۷۱۳) ہاں دار الحرب کا نو مسلم شرائع کی ناواقفیت کی وجہ سے معذور ہوگا۔

تشریح : دار الحرب میں کوئی مسلمان ہے اور وہ کہتا ہے کہ مجھے شریعت کا فلاں مسئلہ معلوم نہیں ہے تو اس کو معذور قرار دیا جائے گا کیونکہ وہاں جزوی مسئلہ پڑھنے کی سہولت نہیں ہے۔

وجه : **عن ابن عباسؓ ان رسول اللہ ﷺ لما بعث معاذا الی الیمن قال انک تقدم علی قوم اهل کتاب فلیکن اول ما تدعوهم الیه عبادة الله عزو جل فاذا عرفوا الله فأخبرهم ان الله فرض علیهم خمس صلوات**

﴿باب ادراک الفریضۃ﴾

(۴۱۷) اذا شرع فی فرض منفردا فاقیمت الجماعة قطع واقتدیٰ ان لم یسجد لِمَا شرع فیه او

فی یومھم و لیلتھم فاذا فعلوا فأخبرھم ان اللہ قد فرض علیھم زکاۃ تؤخذ من اموالھم فترد علی فقرائھم فاذا اطاعوا بھا فخذ منھم و توق کرائم اموالھم ۔ (مسلم شریف، باب الدعا الی الشھادتین، ص۳۲، نمبر۱۹/۱۲۳) اس حدیث میں ہے کہ پہلے کلمہ سکھلاؤ پھر نماز کا حکم دو، اس سے معلوم ہوا کہ دار الحرب میں جزوی مسئلے کی جہالت قابل قبول ہے۔

﴿باب: نمازِ فرض پانے کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ : اس باب کے مسائل اس قاعدہ سے مستنبط ہے کہ اگر فرض نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جارہی ہو تو اس میں شریک ہونا چاہئے اور اپنی نماز چھوڑ دینی چاہئے، اور اگر فرض پڑھ چکا ہو تو دوبارہ جماعت کے ساتھ شامل ہو جانا چاہئے، یہ نماز نفل ہوگی اور پہلے پڑھی ہوئی نماز فرض برقرار رہے گی۔ اور اگر سنت پڑھ رہا ہو تو اسکو چھوڑ کر جماعت میں شریک ہو جانا چاہئے۔

وجه : اسکی وجہ یہ ہے جماعت کی ایک اہمیت ہے اسکے لئے یہ حدیث ہے(۱)۔ **عن ابی ھریرۃ أن النبی ﷺ قال ((و الذی نفسی بیدہ لقد ھممت ان آمر بحطب لیحطب ثم آمر بالصلوۃ فیؤذن لھا ثم آمر رجلا فیؤم الناس ، ثم أخالف الی رجال فأحرق علیھم بیوتھم ، و الذی نفسی بیدہ ! لو یعلم أحدھم أنه یجد عرقا سمینا ، أو مرماتین حسنتین لشھد العشاء ۔** (بخاری شریف، باب وجوب صلوۃ الجماعۃ، ص۸۹، نمبر۶۴۴/ مسلم شریف، باب فضل صلوۃ الجماعۃ وبیان التشدید فی التخلف عنھا وانھا فرض کفایۃ، ص۲۶۲، نمبر۶۵۱/ ۱۴۸۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جماعت کے ساتھ شریک ہونا چاہئے۔ (۲) **عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال : ((اذا أقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبة))** . (مسلم شریف، باب کراھیۃ الشروع فی نافلۃ بعد شروع المؤذن فی اقامۃ الصلوۃ، الخ، ص ۲۸۸، نمبر۷۱۰/۱۶۴۴ ترمذی شریف، باب ماجاء اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ، ص۱۱۳، نمبر۴۲۱) اس حدیث میں ہے کہ فرض نماز کی اقامت کہی جارہی ہو تو کوئی نماز نہ پڑھے، بلکہ فرض ہی پڑھے۔

ترجمه :(۴۱۷) اگر فرض نماز اکیلے شروع کرتے ہوئے جماعت کھڑی ہو جائے تو اگر اپنی شروع کی ہوئی نماز کا سجدہ نہ کر لیا ہو، یا اگر چار رکعت والی نماز کے سوا دوسری نماز میں سجدہ بھی کر لیا ہو تب بھی اس کو توڑ کر امام کے ساتھ اقتدا کرے۔

تشریح : یہاں چار صورتیں ہیں[۱] پہلی صورت یہ ہے کہ وہی فرض پڑھ رہا تھا جسکی جماعت کھڑی ہوئی اور ابھی پہلی رکعت کا سجدہ نہیں کیا ہے کہ جماعت کھڑی ہوگئی تو چونکہ ابھی ایک رکعت پوری نہیں ہے، اور نماز بتیرا نہیں بنی ہے اس لئے چاہے چار رکعت والی نماز پڑھ رہا ہو چاہے دو رکعت والی ہر حال میں نماز توڑ دے اور جماعت میں شریک ہو جائے۔[۲] دوسری صورت یہ ہے کہ دو

سجد فی غير رباعيّة (۵ ا ۷) وان سجد فی رباعية ضمّ ركعة ثانية وسلّم لتصير الركعتان له نافلة ثم

رکعت والی مثلا فجر کی نماز پڑھ رہا تھا تو سجدہ بھی کرلیا تو اس کو توڑ کر جماعت میں شریک ہوجائے، کیونکہ دوسری رکعت ملائے گا تو فرض پورا ہوجائے گا، اور جماعت رہ جائے گی۔[۳] تیسری صورت یہ ہے کہ چار رکعت والی نماز ہے اور سجدہ کر چکا ہے تو دوسری رکعت ملا لے، یہ دو رکعت نفل بن جائے گی، پھر جماعت میں شریک ہوجائے۔[۴] چار رکعت والی نماز تھی اور تین رکعت پڑھ چکا ہے تو چوتھی رکعت ملا کر فرض پوری کر لے، اور بعد میں نفل کے طور پر جماعت میں شریک ہوجائے۔ یا دو رکعت والا فرض ہوا اور دوسری رکعت کا سجدہ کر چکا ہو تو اب اس کو پورا کر لے، اور چونکہ یہ فجر کی نماز ہے اور فجر کے بعد نفل نہیں ہے، اس لئے فرض کرنے کے بعد اب جماعت میں شریک نہ ہو۔

وجــه : (ا) جماعت کی اہمیت کی حدیث پہلے گزر چکی ہے۔(۲) اگر ایک رکعت پڑھ چکا ہے تو اس کو بچانے کے لئے دوسری رکعت ملائے تا کہ وہ بچ جائے، اور تین رکعت پڑھ چکا ہے تو اب قریب قریب فرض پڑھ چکا ہے اس لئے چوتھی رکعت ملا کر فرض پوری کر لے، اور نفل کے طور پر جماعت میں شریک ہوجائے۔(۳) فرض پڑھ چکا ہو اب نفل کے طور پر شریک ہو اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔**عن جابر بن يزيد الاسود عن ابيه أنه صلى مع رسول الله ﷺ و هو غلام شاب ....فقال ما منع كما أن تصليا معنا ؟ قالا : قد صلينا فى رحالنا ، فقال لا تفعلو ا اذ ا صلى أحدكم فى رحله ثم أدرك الامام ولم يصل فليصل معه فانها له نافلة** ۔(ابوداود شریف، باب فیمن صلی فی منزلہ ثم أدرک الجماعۃ یصلی معھم، ص ۹۵، نمبر ۵۷۵) اس حدیث میں ہے کہ اگر فرض ایک مرتبہ پڑھ چکا ہو دوبارہ جماعت کھڑی ہوگئی تو اسکے ساتھ دوبارہ نماز پڑھ لے اور یہ نماز نفل ہوگی۔

لــغــت : سجدہ ہوجائے تو ایک رکعت پوری ہوجاتی ہے۔ اور سجدہ سے پہلے رکعت پوری نہیں ہے اس لئے گویا کہ کوئی خاص خامی نقصان نہیں ہوا، اور سجدہ ہوجائے تو ایک رکعت پوری ہوگئی اس لئے دوسری رکعت ملا کر شفع کر لے، اور ایک نماز پوری کر لے۔ رباعیۃ: چار رکعت والی نماز۔

تــرجــمــه : (۵۱۷) اور چار رکعت والی نماز میں اگر سجدہ کرلیا ہو تو ایک دوسری رکعت ملا کر سلام پھیر لے، تا کہ یہ دو اس کے لئے نفل ہوجائے، پھر فرض کی نیت سے امام کے ساتھ اقتدا کر لے۔

تشــريــح : یہ اوپر کی تیسری صورت ہے۔ مثلا ظہر، یا عصر، یا عشاء کی چار رکعت والی نماز تھی اور پہلی رکعت پر سجدہ کرلیا تو دوسری رکعت ملا لے اور سلام پھیر دے، تا کہ یہ دو رکعت نفل ہوجائے اور فرض کی نیت سے امام کے ساتھ شامل ہوجائے۔

وجه : تا کہ نفل بھی ہوجائے اور جماعت میں بھی شرکت ہوجائے۔

تــرجــمــه : (۵۱۶) اور اگر تین رکعت پڑھ لی ہو تو اس کو پورا کر کے پھر عصر کے سوا دوسری نمازوں میں نفل کی نیت سے امام کے ساتھ اقتدا کر لے۔

اقتدی مفترضا. (٦١٧) وان صلی ثلاثا اتمّها ثم اقتدی متنفلا الا فی العصر (٧١٧) وان اقام لثالثة فاقیمت قبل سجوده قطع قائما بتسلیمة فی الاصح(٨١٧) وان کان فی سنة الجمعة فخرج الخطیب او فی سنة الظهر فاقیمت سلّم علی رأس رکعتین وهو الاوُجَهُ ثم قضی السنة بعد الفرض.(٩١٧) ومن حضر والامام فی صلوة الفرض اقتدی به ولا یشتغل عنه بالسنة

تشریح : یہ چوتھی شکل ہے کہ چار رکعت والی نماز ہے [مثلاظہر،عصر،عشاء ہے] اور تین رکعت پڑھ چکا ہے تو چوتھی رکعت ملا لے، یہ نماز فرض ہو جائے گی، اور اب نفل کے طور پر جماعت میں شریک ہو جائے۔ البتہ عصر کے بعد نفل نہیں ہے اس لئے عصر میں جماعت میں شریک نہ ہو۔

ترجمہ : (۷۱۷) اور اگر تیسری رکعت میں کھڑے ہو جانے کے بعد سجدہ سے پہلے اقامت کہی جائے تو کھڑے کھڑے اصح روایت میں ایک سلام سے نماز قطع کر دے۔

تشریح : چار رکعت والی نماز تھی اور تیسری رکعت میں کھڑا ہوا اور ابھی سجدہ نہیں کیا اس لئے یہ رکعت پوری نہیں ہوئی اس لئے کھڑے کھڑے سلام پھیر دے اور جماعت کے ساتھ مل جائے۔

وجہ : اگر سجدے میں جائے گا تو چوتھی رکعت بھی پوری کرنی پڑے گی، اور فرض کی جماعت چھوٹ جائے گی، اس لئے کھڑے کھڑے ہی سلام پھیر دے تا کہ چوتھی رکعت نہ پوری کرنی پڑے، اور آسانی سے جماعت میں مل جائے۔

ترجمہ :(۷۱۸) اور اگر جمعہ کی سنت پڑھتا ہوا اور خطیب نکلے یا ظہر کی سنت میں اقامت کہی جاوے تو دو رکعت پر سلام پھیر دے، پھر فرض کے بعد سنت کی قضا کر لے۔ اچھی بات یہی ہے۔

تشریح : جمعہ کی سنت چار رکعت ہے، اور ظہر کی سنت بھی چار رکعت ہے اور ان دونوں سنتوں کی ایک اہمیت ہے، البتہ ان میں ہر دو رکعت ایک شفع ہے، اس لئے جمعہ کی سنت پڑھ رہا ہو اور خطیب خطبہ کے لئے نکل گیا تو اس وقت سنت پڑھنا اچھا نہیں ہے اس لئے ایک شفع یعنی دو رکعت پر سلام پھیر دے اور یہ سنت بعد میں پڑھے، یہی حال ظہر کی سنت کا ہے کہ سنت پڑھ رہا تھا اور فرض کی اقامت ہو گئی تو دو رکعت پر سلام پھیر دے اور جماعت کے ساتھ شریک ہو جائے۔ تا کہ نماز کو توڑنا بھی لازم نہ آئے اور جماعت میں بھی شرکت ہو جائے۔

ترجمہ:(۷۱۹) اور جو ایسے وقت میں آئے کہ امام فرض نماز میں ہو تو امام کے ساتھ اقتدا کرے اور سنت پڑھنے میں مشغول نہ ہو

وجہ : (۱) جماعت کھڑی ہو گئی ہو تو کوئی نماز نہیں ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال : ((اذا أقیمت الصلوة فلا صلوة الا المکتوبة))(مسلم شریف، باب کراهیة الشروع فی نافلة بعد شروع المؤذن فی اقامة

(٢٠ ٧) الا فی الفجر ان امن فوته و ان لم يأمن تر کها

الصلوة ،الخ ،ص ٢٨٨ ،نمبر١٦٤٤/١٧٠١/ترمذی شریف ، باب ماجاءاذا اقیمت الصلوۃ فلاصلوۃ الا المکتوبۃ ،ص ١١٣،نمبر٤٢١) اس حدیث میں ہے کہ فرض نماز کی اقامت کہی جارہی ہوتو کوئی نماز نہ پڑھے، بلکہ فرض ہی پڑھے۔(٢)**عن ابن بحينة قال : أقيمت صلوة الصبح ، فرأى رسول الله ﷺ رجلا يصلى و المؤذن يقيم فقال : ((أ تصلى الصبح أربعا))؟** ۔(مسلم شریف ،باب کراھیۃ الشروع فی نافلۃ بعد شروع المؤذن فی اقامۃ الصلوۃ ،الخ ،ص ٢٨٨ ،نمبر١٦٥٠/٧١١)اس حدیث میں اقامت کے وقت سنت پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔(٣) ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جماعت میں شامل ہونا واجب ہے اور سنت پڑھنا سنت ہے اس لئے واجب کو ترجیح دی جائے گی۔

ترجمہ : (٢٠ ٧) ہاں فجر کی سنت پڑھنے سے جماعت فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو سنت پڑھ کر شریک ہو جائے۔اور اگر جماعت فوت ہو جانے کا خوف ہو تو اس کو چھوڑ دے۔

تشریح : فجر کی سنت کی اہمیت ہے اس لئے اگر اس بات کی امید ہو کہ فرض کی آخری رکعت مل جائے گی تو ایک کونے پر سنت پڑھ کر اس میں شامل ہو جائے ،اور آخری رکعت بھی ملنے کی امید نہ ہو تو سنت چھوڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے کیونکہ جماعت اہم ہے

وجہ : فجر کی سنت پڑھے اسکی دلیل یہ حدیث ہے(١)۔**عن علی قال کان النبی ﷺ يصلی الركعتين عند الاقامة** .(ابن ماجۃ شریف ، باب ما جاء فی الرکعتین قبل الفجر ،ص ١٦٠ ،نمبر ١١٤٧)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی سنت اتنی اہم ہے کہ فرض کی اقامت کے وقت بھی اسکو پڑھ سکتا ہے۔(٢)اور دروازے کے پاس سنت پڑھے اسکی دلیل یہ اثر ہے. **عن سعيد بن جبير أنه جاء الى المسجد و الامام فی صلاة الفجر فصلی الركعتين قبل أن يلج المسجد عند باب المسجد** . (مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب الرجل یدخل المسجد فی الفجر ، ج ثانی ،ص ٥٦ ،نمبر ٦٤١٢)اس اثر میں ہے کہ فجر کی جماعت کھڑی ہو گئی ہو تو مسجد کے دروازے کے پاس سنت پڑھ لینی چاہئے ۔(٣)**عن حارثة بن مضرب أن ابن مسعود و أبا موسى خرجا من عند سعيد بن العاص فأقيمت الصلوة فركع ابن مسعود ركعتين ثم دخل مع القوم فی الصلوة و أما أبو موسى فدخل فی الصف** (مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب الرجل یدخل المسجد فی الفجر ، ج ثانی ،ص ٥٦ ،نمبر ٦٤١٤)اس اثر میں ہے کہ فجر کی سنت اتنی اہم ہے کہ فرض نماز کھڑی ہو گئی ہو تب بھی فجر کی سنت پڑھے تب فرض میں شریک ہو۔(٤) فجر کی سنت بہت اہم ہے اسلئے جماعت کے وقت بھی پڑھنے کی تاکید ہے ۔اسکے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ ((لاتدعوهما و ان طردتكم الخيل))** (ابوداود شریف ،باب فی **تخفيفهما** [ای سنۃ الفجر]ص ١٨٩ ،نمبر ١٢٥٨)اس حدیث میں ہے کہ گھوڑا بھی روند دے تب بھی فجر کی سنت پڑھنی چاہئے۔

ترجمہ : (٢١ ٧) اور فجر کی اکیلی سنت کی قضا نہیں ہے، ہاں اگر فرض کے ساتھ قضا کی جائے۔

(۷۲۱) ولم تقض سنة الفجر الا بفوتها مع الفرض(۷۲۲) وقضی السنة التی قبل الظهر فی وقته قبل شفعه (۷۲۳) ولم یصل الظهر جماعة بادراک رکعة بل ادرک فضلها. واختلف فی مدرک

تشریح : فجر کی سنت اور فرض دونوں قضا ہوئے ہوں تو جس وقت فرض قضا کرے اسی کے ساتھ سنت کی بھی قضا کرلے، لیکن صرف سنت چھوٹی ہو تو اس کی قضا نہ کرے۔

وجه :(۱) عن ابی قتادة .....فصلی رسول اللہ ﷺ رکعتین ثم صلی الغداة فصنع کما کان یصنع کل یوم ۔(مسلم شریف، باب قضاء الصلاۃ الفائتۃ واستحباب تعجیل قضائھا ،ص ۲۷۶،نمبر ۱۵۶۲/۶۸۱)اس حدیث میں ہے کہ فجر کی قضا کی تو اس کے ساتھ سنت کی بھی قضا کی ۔(۲) قضا واجب کی ہوتی ہے، یہ سنت ہے اس لئے اس کی مستقل قضا نہیں ہے، البتہ سنت کے طور پر قضا کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔(۳) اور فجر کے فرض کے بعد کوئی سنت پڑھنا اچھا نہیں ہے اس لئے فجر کے فرض کے بعد نہ پڑھے اس کے لئے یہ حدیث ہے ۔ عن ابن عباس ....أن النبی ﷺ نهی عن الصلوة بعد الصبح حتی تشرق الشمس ، و بعد العصر حتی تغرب . (بخاری شریف، باب الصلوۃ بعد الفجر حتی ترتفع الشمس، ص۸۲، نمبر ۵۸۱/مسلم شریف، باب الاوقات التی نھی عن الصلوۃ فیھا، ص۳۳۳، نمبر ۱۹۲۰/۸۲۵)اس حدیث میں ہے کہ فجر اور عصر کے فرض کے بعد کوئی نفل نہیں ہے، اسلئے فرض پڑھنے کے بعد فجر اور عصر کی جماعت میں شریک نہ ہو۔

ترجمه : (۷۲۲)اور قبل الظہر کی سنت ظہر کے وقت میں دو رکعت بعد الظہر سے پہلے قضا کی جائے۔

تشریح : ظہر سے پہلے کی سنت چھوٹ گئی ہے تو ظہر کے بعد جو دو رکعت ہیں اس کے پہلے پڑھے، اور ظہر کے وقت میں پڑھے۔

وجه :(۱) ظہر کے بعد پڑھے اس کی حدیث یہ ہے۔عن عائشة أن النبی ﷺ کان اذا لم یصل أربعا قبل الظهر صلا هن بعدها . (ترمذی شریف، باب منہ [ای من الرکعتین بعد الظھر] آخر، ص۱۱۵، نمبر ۴۲۶)اس حدیث میں ہے کہ پہلے کی چار رکعت سنت ظہر کے فرض کے بعد پڑھے، یعنی فورا بعد پڑھے۔(۲) اس حدیث میں ہے کہ ظہر کے بعد جو دو رکعت سنت ہے اس کے بعد پڑھے۔عن عائشة قالت : کان رسول اللہ ﷺ اذا فاتته الاربع قبل الظهر ، صلاها بعد الرکعتین بعد الظهر ۔(ابن ماجۃ شریف، باب من فاتتہ الاربع قبل الظھر ،ص۱۶۲، نمبر ۱۱۵۸)اس حدیث میں ہے کہ ظہر کی چھوٹی ہوئی سنت فرض کے بعد اداء کرے۔۔ یہ سب استحبابی شکلیں ہیں اس کے خلاف بھی کرسکتا ہے۔

ترجمه : (۷۲۳) اور ظہر کی ایک رکعت ملنے سے جماعت سے پڑھنا نہیں کہا جاتا، ہاں جماعت کی فضیلت ملے گی۔اور تین رکعت ملنے میں اختلاف ہے۔

تشریح : ظہر کی چار رکعت ہیں اس لئے ایک رکعت جماعت کے ساتھ پڑھی تو یہ کہی جائے گی کہ جماعت کی فضیلت مل گئی، لیکن یہ نہیں کہی جائے گی کہ جماعت ملی، چنانچہ کسی نے قسم کھائی کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھوں گا تو ایک رکعت جماعت کے ساتھ

الثلاث (۷۲۴) ويتطوع قبل الفرض ان امن فوت الوقت والا فلا (۷۲۵) ومن ادرک امامه راكعا

پڑھنے سے حانث ہوجائے گا، کیونکہ پوری نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھی، صرف جماعت کی فضیلت ملی ہے۔اور اگر تین رکعت جماعت کے ساتھ پڑھی تو اس بارے میں اختلاف ہے، جن حضرات نے فرمایا کہ اکثر پڑھ لی جو کل کے حکم میں ہے تو انہوں نے فرمایا کہ قسم میں حانث نہیں ہوگا، کیونکہ گویا کہ پوری نماز جماعت کے ساتھ پڑھ لی۔اور جن حضرات نے فرمایا کہ ابھی پوری نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھی، انہوں نے فرمایا کہ حانث ہوجائے گا۔

وجه : (۱) حدیث میں اسکا ثبوت ہے **عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ ((من أدرک ركعة من الصلوة فقد أدرک الصلوة))** (ابوداود شریف، باب من أدرک من الجمعۃ رکعۃ ،ص ۱۶۸، نمبر ۱۱۲۱ر ترمذی شریف، باب ماجاء فیمن یدرک من الجمعۃ رکعۃ ،ص ۱۳۸، نمبر ۵۲۴)اس حدیث میں ہے کہ ایک رکعت بھی پائی تو اس نے جماعت کی فضیلت پالی۔

اصول : اکثر چیز کو پانے سے اس چیز کا پانا شمار کیا جاتا ہے۔

ترجمه : (۷۲۴) اور اگر فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو فرض سے پہلے نفل ادا کرے۔ ورنہ تو نہیں۔

تشريح اگر جماعت یا وقت فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو فرائض سے پہلے جو سنن ہیں ان کو پڑھے اور ہو سکے تو نوافل بھی کثرت سے پڑھے۔اور اس بات کا خوف ہو کہ سنن پڑھنے سے جماعت فوت ہوجائے گی، یا وقت نکل جائے گا تو سنن چھوڑ کر وقتیہ پڑھے

وجه : (۱) جماعت واجب ہے اور سنن سنت ہیں، اس لئے واجب کی رعایت کرے، اسی طرح وقت کے اندر نماز پڑھنا ضروری ہے اس لئے سنن چھوڑ کر اس کی رعایت کرے۔ پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ جماعت کھڑی ہوگئی ہو تو اس میں شریک ہو۔(۲) اگر وقت ہو تو سنن پڑھے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **سألت عائشة عن صلوة رسول الله ﷺ عن تطوعه؟ فقالت كان يصلى فى بيتى قبل الظهر اربعا ثم يخرج فيصلى بالناس ثم يدخل فيصلى ركعتين و كان يصلى بالناس المغرب ثم يدخل فيصلى ركعتين ويصلى بالناس العشاء و يدخل بيتى فيصلى ركعتين ... و كان اذا طلع الفجر صلى ركعتين** (مسلم شریف، باب جواز النافلۃ قائما وقاعدا، ص ۲۵۲، نمبر ۱۶۹۹/۷۳۰ر ابوداؤد شریف، ابواب التطوع ورکعات السنۃ ،ص ۱۸۵، نمبر ۱۲۵۱ر ترمذی شریف، باب ماجاء فی من صلی فی یوم ولیلۃ ثنتی عشرۃ رکعۃ من السنۃ مالہ من الفضل ،ص ۹۴ ،نمبر ۴۱۴)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرض نماز سے پہلے اور فرض نماز کے بعد پورے دن اور رات میں سنت مؤکدہ ہیں اور وہ بارہ رکعتیں ہیں۔ان کی تاکید آئی ہے ان کو پڑھے۔(۳) **عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ ((من ثابر على ثنتى عشرة ركعة من السنة بنى الله له بيتاً فى الجنة : أربع ركعات قبل الظهر ، و ركعتين بعدها ، و ركعتين بعد المغرب ، و ركعتين بعد العشاء ،و ركعتين قبل الفجر))** (ترمذی شریف، باب ماجاء فیمن صلی فی یوم ولیلۃ ثنتی عشرۃ رکعۃ من السنۃ ،ص ۱۱۲، نمبر ۴۱۴ر ابن ماجہ، باب ماجاء فی ثنتی عشرۃ رکعۃ من السنۃ ،ص ۱۶۰، نمبر ۱۱۴۰ر مسلم شریف، باب فضل السنن

فکبّر ووقف حتی رفع الامام رأسه لم یدرک الرکعة (۷۲٦) وان رکع قبل الامامه بعد قراء ة الامام

الراتبۃ قبل الفرائض و بعدھن و بیان عددھن، ص ۲۹۵، نمبر ۴۲۸/۱۶۹۴) اس حدیث میں ہے کہ جس نے بارہ رکعت سنت پر ہمیشگی کی تو اسکے لئے اللہ جنت میں گھر بنائے گا۔

ترجمہ (۷۲۵) اور جو امام کے رکوع کے وقت پہونچ کر تکبیر کہہ کر اتنا ٹھہرا کہ امام نے اپنا سر اٹھالیا تو اس نے وہ رکعت نہیں پائی

تشریح : کوئی آدمی اس وقت صف میں پہنچا جبکہ امام رکوع میں تھا، اس آدمی نے تکبیر کہی اور ابھی کھڑا ہی تھا رکوع میں شامل نہیں ہوا تھا کہ امام نے رکوع سے سر اٹھالیا، تو اس آدمی نے اس رکعت کو نہیں پایا، اس رکعت کو دوبارہ پڑھنا ہوگا۔

وجہ: (۱) اثر میں ہے۔ عن ابن عمر قال : اذا أدرکت الامام راکعا فرکعت قبل ان یرفع فقد أدرکت ، و ان رفع قبل أن ترکع فقد فاتتک . (مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یدرک الامام وھو راکع فیرفع الامام قبل أن یرکع، ج ثانی، ص ۱۸۱، نمبر ۳۳۷۰/مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من قال اذا ادرکت الامام وھو راکع فوضعت یدیک علی رکبتیک من قبل أن یرفع رأسہ فقد ادرکتہ، ج اول، ص ۲۲۰، نمبر ۲۵۲۰) اس اثر میں ہے کہ امام کے سر اٹھانے سے پہلے امام کو رکوع میں پالیا تو وہ رکعت ملی ورنہ نہیں۔

(۲) اور دلیل عقلی یہ ہے کہ نماز کے افعال میں شرکت سے وہ رکعت ملے گی، اور قیام قرأت اور رکوع فرض ہیں، اب قیام اور قرأت میں شریک نہ ہو سکا تو کم سے کم رکوع میں تو شریک ہو اب اگر اس میں بھی شریک نہ ہو سکے تو تین فرائض چھوٹ جائیں گے، اب اتنے فرائض چھوٹنے سے کیسے رکعت ملے گی۔

ترجمہ :(۷۲٦) اور اگر امام کے ما تجوز بہ الصلوۃ کے پڑھنے کے بعد امام سے پہلے رکوع کر لیوے اور پھر امام بھی اس کے ساتھ رکوع میں پہونچ جاوے تو اس کا رکوع صحیح ہے۔ اور اگر امام اس کے رکوع میں شریک نہ ہو تو صحیح نہیں۔

تشریح : اتنی قرأت کی مقدار مقتدی امام کے ساتھ قیام رہا کہ نماز جائز ہو جائے پھر امام سے پہلے ہی رکوع میں چلا گیا بعد میں امام رکوع میں گیا اور دو سکنڈ کے لئے دونوں ایک ساتھ رکوع میں رہے تو مقتدی کا رکوع ہو گیا، اور اگر امام کے رکوع میں جانے سے پہلے مقتدی نے سر اٹھالیا تو اب رکوع نہیں ہوا۔

وجہ :(۱) اسکی وجہ یہ ہے کہ اقتداء کے لئے، یا رکوع درست ہونے کے لئے امام اور مقتدی کا ایک ساتھ شریک ہونا شرط ہے، اور دونوں رکوع میں شریک ہو گئے اسلئے رکوع ہو گیا۔ (۲) اس اثر میں ہے کہ رکوع میں دونوں مل گئے تو رکوع ہو گیا ورنہ نہیں۔ عن ابن عمر قال : اذا أدرکت الامام راکعا فرکعت قبل ان یرفع فقد أدرکت ، و ان رفع قبل أن ترکع فقد فاتتک . (مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یدرک الامام وھو راکع فیرفع الامام قبل أن یرکع، ج ثانی، ص ۱۸۱، نمبر ۳۳۷۰/مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من قال اذا ادرکت الامام وھو راکع فوضعت یدیک علی رکبتیک من قبل أن یرفع رأسہ فقد ادرکتہ، ج اول، ص ۲۲۰، نمبر ۲۵۲۰) اس اثر میں ہے کہ امام کے سر اٹھانے سے پہلے امام کو رکوع میں پالیا تو وہ رکعت ملی ورنہ نہیں (۳) البتہ امام سے پہلے رکوع

ما تجوز به الصلوة فادركه امامه فيه صحّ والا لا .(٢٧)وكره خروجه من مسجد اذّن فيه حتى يصلى الا اذا كان مقيم جماعةٍ اخرى وان خرج بعد صلوته منفردا لا يكره (٢٨)الا اذا اقيمت

میں جانا مکروہ ہے۔اسکی دلیل یہ حدیث ہے۔ **سمعت أبا هريرة عن النبى ﷺ قال : ((أما يخشى أحدكم أو لا يخشى أحدكم اذا رفع رأسه قبل الامام أن يجعل الله رأسه رأس حمار ؟ أو يجعل الله صورته صورة حمار** (بخاری شریف، باب اثم من رفع رأسه قبل الامام، ص ٩٦، نمبر ٦٩١ رابوداود شریف، باب التشدید فیمن یرفع قبل الامام أو یضع قبله، ص ٩٨، نمبر ٦٢٣) اس حدیث میں ہے کہ امام سے پہلے رکوع سجدے میں چلا جائے تو کہیں اسکا سر گدھے کے سر میں تبدیل نہ ہو جائے ۔(۴) **عن معاوية بن ابى سفيان قال : قال رسول الله ﷺ ((لا تبادرونى بركوع و لا بسجود فانه مهما أسبقكم به اذا ركعت تدركونى به اذا رفعت انى قد بدنتُ** ۔(ابوداود شریف، باب مایؤمر به المأموم من اتباع الامام، ص ٩٢، نمبر ٦١٩) اس حدیث میں ہے کہ مجھسے پہلے رکوع سجدے میں مت جایا کرو۔ اسلئے امام سے پہلے رکوع یا سجدے میں جانا مکروہ ہے۔، تاہم نماز ہو جائے گی۔

ترجمہ : (٢٧) جس مسجد میں اذان کہی جاوے اس سے بلا نماز پڑھے نکلنا مکروہ ہے، مگر ہاں جو دوسری جگہ جماعت قائم کرنے والا ہو اس کو مکروہ نہیں۔اور اگر اکیلا نماز پڑھ کر نکلا تب بھی مکروہ نہیں۔

تشریح : جس مسجد میں اذان کہی گئی ہو اس سے نکلنا مکروہ ہے، البتہ کوئی بہت ضروری کام ہو، یا اس نماز کو پڑھ چکا ہو، یا دوسری مسجد میں انتظام کا ذمہ دار ہو تو وہ مسجد سے نکل سکتے ہیں، انکے لئے مکروہ نہیں ہے۔

وجه : (۱) **عن عثمان قال قال رسول الله ﷺ ((من ادركه الأذان فى المسجد ثم خرج لم يخرج لحاجة و هو لا يريد الرجعة فهو منافق** ۔(ابن ماجۃ شریف، باب اذا اذن وانت فی المسجد فلا تخرج، ص ١٠٥، نمبر ٧٣٤) اس حدیث میں ہے کہ اذان کے بعد مسجد سے نہ نکلے، ہاں ضرورت ہو تو نکل سکتا ہے۔(۲) **عن ابى هريرة .... ثم قال أمرنا رسول الله ﷺ اذا كنتم فى المسجد فنودى بالصلوة ، فلا يخرج أحدكم حتى يصلى** ۔(مسند احمد، باب مسند ابی ہریرۃ، ج ثالث، ص ٣٥٦، نمبر ١٠٥٥١) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان کے بعد مسجد سے نماز پڑھے بغیر نہیں نکلنا چاہئے (۳) **عن ابى الشعثاء قال : كنا قعودا فى المسجد مع ابى هريرة ، فأذن المؤذن ، فقام رجل من المسجد يمشى فأتبعه أبو هريرة بصره حتى خرج من المسجد ، فقال أبو هريرة : أما هذا فقد عصى أبا القاسم ﷺ** . (مسلم شریف، باب النہی عن الخروج من المسجد اذا أذن المؤذن، ص ٢٦٤، نمبر ١٤٨٩/٦٥٥ رابوداود شریف، باب الخروج من المسجد بعد الأذان، ص ٨٦، نمبر ٥٣٦ رترمذی شریف، باب ماجاء فی الکراھیۃ الخروج من المسجد بعد الأذان، ص ٥٧، نمبر ٢٠٤) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان ہونے کے بعد بغیر نماز پڑھے ہوئے مسجد سے نکلنا اچھا نہیں ہے۔

الجماعة قبل خروجه فی الظهر والعشاء فیقتدی فیهما متنفلا (۷۲۹) ولا یصلی بعد صلوة مثلها.

ترجمه (۷۲۸) مگراس کے نکلنے سے پہلے جماعت کی اقامت کہی گئی ہوظہر اور عشاء میں، توان دونوں میں نفل کی اقتداء کرے

تشریح : مثلا مسجد میں اکیلے ظہر کی نماز پڑھ چکا تھا اس لئے اذان کے بعد بھی مسجد سے نکلنا مکروہ نہیں تھا، لیکن نکلنے سے پہلے ظہر کی اقامت ہونی شروع ہوگئی تو اس کے لئے نکلنا ٹھیک نہیں ہے بلکہ نفل کے طور پر امام کی اقتداء کرلے، اس صورت میں پہلی نماز فرض ہوگی اور جماعت کے ساتھ جو نماز پڑھی ہے وہ نفل شمار ہوگی۔ اب فجر اور عصر کے بعد نفل نہیں ہے اس لئے اس میں فرض نماز پڑھنے کے بعد جماعت میں شریک نہیں ہوسکتا، اور مغرب کے بعد نفل تو ہے لیکن تین رکعت نفل نہیں ہے اس لئے اس میں بھی فرض کے بعد جماعت میں شریک نہیں ہوسکتا، اس لئے صرف ظہر اور عشاء میں جماعت میں شریک ہو

وجه : (۱) اکیلے میں پڑھی ہوئی نماز فرض ہوگی اور جماعت کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز نفل ہوگی اسکی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن جابر بن یزید الاسود عن ابیه أنه صلی مع رسول الله ﷺ و هو غلام شاب ....فقال ما منع کما أن تصلیا معنا ؟ قالا : قد صلینا فی رحالنا ، فقال لا تفعلوا اذا صلی أحدکم فی رحله ثم أدرک الامام ولم یصل فلیصل معه فانها له نافلة** ۔(ابوداود شریف، باب فیمن صلی فی منزله ثم أدرک الجماعة یصلی معهم، ص ۹۵، نمبر ۵۷۵) اس حدیث میں ہے کہ اگر فرض ایک مرتبہ پڑھ چکا ہو دوبارہ جماعت کھڑی ہوگئی تو اسکے ساتھ دوبارہ نماز پڑھ لے اور یہ نماز نفل ہوگی ۔(۲) عصر اور فجر کے بعد نفل مکروہ ہے اسکے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن ابن عباس ....أن النبی ﷺ نهی عن الصلوة بعد الصبح حتی تشرق الشمس ، و بعد العصر حتی تغرب** . (بخاری شریف، باب الصلوة بعد الفجر حتی ترتفع الشمس، ص ۸۲، نمبر ۵۸۱ر مسلم شریف، باب الاوقات التی نهی عن الصلوة فیها، ص ۳۳۳، نمبر ۱۹۲۰/۸۲۵) اس حدیث میں ہے کہ فجر اور عصر کے فرض کے بعد کوئی نفل نہیں ہے، اسلئے فرض پڑھنے کے بعد فجر اور عصر کی جماعت میں شریک نہ ہو۔

ترجمه : (۷۲۹) فرض نماز پڑھنے کے بعد اسی طرح کی نماز نہ پڑھے۔

تشریح : مثلا ایک مرتبہ ظہر کا فرض پڑھ چکا ہو تو دوبارہ ظہر کا فرض پڑھنا جائز نہیں ہے۔

وجه :(۱) ایک فرض دو مرتبہ نہیں پڑھ سکتا اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **اتیت ابن عمر علی البلاط و هم یصلون ، فقلت الا تصلی معهم ؟ قال قد صلیت ، انی سمعت رسول الله ﷺ یقول ((لا تصلوا صلوة فی یوم مرتین** ۔(ابوداود شریف، باب اذا صلی فی جماعة ثم أدرک جماعة یعید، ص ۹۳، نمبر ۵۷۹ر نسائی شریف، باب سقوط الصلوة عمن صلی مع الامام فی المسجد جماعة، ص ۱۱۹، نمبر ۸۶۱) (۲) صحابی کے قول میں بھی ہے۔ **قال عبد الله : لا یصلی علی أثر صلوة مثلها** (مصنف ابن ابی شیبة، ۴۶۳، من کره ان یصلی بعد الصلوة مثلها، ج ثانی، ص ۲۲، نمبر ۵۹۹۸) اس اثر میں ہے کہ جو فرض نماز پڑھ چکا ہو اس کو پھر نہ پڑھو۔

﴿باب سجود السهو﴾

(۷۳۰) يجب سجدتان بتشهد وتسليم لترک واجب سهوا وان تكرّر (۷۳۱) وان كان تركه عمدا

﴿باب: سجدۂ سہو کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ : سجود السہو : کوئی واجب بھول جائے یا واجب کی زیادتی ہوجائے یا فرائض مکرر ادا ہوجائیں تو اس کو گویا کہ پورا کرنے کے لئے سجدۂ سہو واجب ہے۔ سنت کے چھوڑنے سے سجدۂ سہو نہیں ہے۔ فرض چھوٹ جائے تو نماز فاسد ہوجاتی ہے۔ اگر سجدہ نہ کرسکا تو بعد میں نماز دہرالینی چاہئے، لیکن اگر نہیں دہرایا تو نقص کے ساتھ نماز ادا ہوگئی ہے۔ (۱) واجب کے بھولنے میں سجدہ سہو ہے، اسکی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن المغيرة بن شعبة قال قال رسول الله ﷺ ((اذا قام الامام فى الركعتين فان ذكر قبل أن يستوى قائما فليجلس ، فان استوى قائما فلا يجلس و يسجد سجدتي السهو))** ۔(ابوداود شریف، باب من نسی أن یتشھد وھو جالس، ص ۱۵۷، نمبر ۱۰۳۶ / ترمذی شریف، باب ما جاء فی سجدتی السھو قبل السلام، ص ۹۰، نمبر ۳۹۱) اس حدیث میں ہے کہ قاعدہ اولی بھول جائے تو سجدہ سہو کرے، اور قاعدہ اولی واجب ہے جس سے معلوم ہوا کہ واجب کے چھوٹنے سجدہ سہو واجب ہوگا۔

ترجمہ : (۷۳۰) نماز میں بھول سے واجب چھوڑ دینے سے اگر چہ کئی واجب چھوڑ دے دو سجدۂ سہو تشہد اور سلام کے ساتھ واجب ہے۔

تشریح : نماز میں واجب کی کمی رہ جائے یا زیادتی ہوجائے یا خلاف ترتیب ہوجائے تو اس کو پورا کرنے کے لئے سجدۂ سہو کرے۔ اور سلام پھیرے۔ حنفیہ کے نزدیک تشہد پڑھ کر دائیں جانب ایک سلام کرے پھر دو سجدۂ سہو کرے پھر دوبارہ تشہد پڑھے، درود پڑھے، دعا پڑھے اور دوبارہ دونوں جانب سلام کرے۔

وجہ: (۱) اس حدیث میں کمی رہنے پر سجدہ سہو فرمایا ہے، اور پہلے سلام کیا، پھر سجدہ سہو کیا پھر دوبارہ سلام کیا ہے۔ **عن عمران بن حصين قال سلم رسول الله ﷺ فى ثلاث ركعات من العصر ثم قام فدخل الحجرة فقام رجل بسيط اليدين فقال اقصرت الصلوة يا رسول الله فخرج مغضبافصلى الركعة التى كان ترك ثم سلم ثم سجد سجدتي السهو ثم سلم** (مسلم شریف، باب فصل من ترک الرکعتین اونحوھما فلیتم مابقی ویسجد سجدتین بعد التسلیم، ص ۲۱۴، نمبر ۱۲۹۴/۵۷۴ / بخاری شریف، باب ھل یأخذ الامام اذا شک بقول الناس، ص ۹۹، نمبر ۷۱۴ / ترمذی شریف، باب ما جاء فی الامام ینھض فی الرکعتین ناسیا، ص ۸۳ نمبر ۳۶۴ / ابوداؤد شریف، باب السھو فی السجدتین، ص ۱۵۳، نمبر 1018) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کوئی واجب بھول جائے تو سلام کرے پھر سجدۂ سہو کرے پھر سلام پھیرے۔ (۲) اس حدیث میں ہے کہ ہر بھول میں سجدہ سہو ہے۔

اَثِمَ ووجب اعادة الصلوة لجبر نقصها ولا يسجد فی العمد للسهو (۷۳۲)وقيل الا فی ثلاث ترک القعود الاول او تاخيرسجدةٍ من الركعة الاولى الى آخر الصلوة وتفكّره عمدا حتى شغله عن

عن ثوبان عن النبی ﷺ قال : ((لکل سھو سجدتان بعد ما یسلم)) ۔(ابوداود شریف، باب من نسی أن یتشھد وھو جالس،ص ۱۵۷،نمبر ۱۰۳۸؍ابن ماجۃ شریف، باب ما جاء فیمن سجدھما بعد السلام،ص ۱۷۱،نمبر ۱۲۱۹) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سلام کے بعد سجدہ سہو کرے۔(۳)اور کئی سھو ہو جائے سب کے لئے ایک سجدہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے .عن عائشةؓ قالت قال رسول الله ﷺ سجدتا السهو تجزيان من كل زيادة و نقصان ۔(سنن بیہقی ،باب من کثر علیہ السھو فی صلاتہ فسجد تا السھو تجزیان عن ذالک کلہ، ج ثانی ،ص ۴۸۸،نمبر ۳۸۶۰؍مصنف ابن ابی شیبۃ ،باب فی الرجل یسھو مرارا، ج اول، ص ۳۹۶،نمبر ۴۴۵۷)اس حدیث میں ہے کہ تمام سہو کے لئے ایک ہی سجدہ کافی ہے۔(۴)اور سجدہ سہو کے بعد پھر تشہد پڑھے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن عمران بن حصين : أن النبی ﷺ صلى بهم فسها فسجد سجدتين ثم تشهد ثم سلم ۔(ابوداود شریف، باب سجدتی السھو فیھما تشھد وتسلیم،ص ۱۵۸،نمبر ۱۰۳۹)اس حدیث میں ہے کہ سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھا اور سلام فرمایا، (۵)اس اثر میں بھی اسکا ثبوت ہے۔ عن الحكم و حماد أنهما قالا : يتشهد فی سجود السهو ثم يسلم ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ،باب ۲۴۴، ما قالو فیھما تشھد أم لا؟ ومن قال: لا یسلم فیھما، ج اول، ص ۳۸۸،نمبر ۴۴۶۶؍مصنف عبد الرزاق، باب ھل فی سجدتی السھو تشھد وتسلیم، ج ثانی، ص ۲۰۴،نمبر ۳۵۱۲)اس اثر میں ہے کہ سجدہ سہو کے بعد تشہد اور سلام ہے ۔تو درود اور دعاء بھی اسکے بعد ہوگی۔(۶)سجدہ سہو سے پہلے تشہد پڑھے اور بعد میں بھی پڑھے اس لئے یہ قول تابعی ہے۔ عن ابی عبيدة عن عبد الله قال : يتشهد فيهما ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ،۲۴۴، ما قالو فیھما تشھد أم لا؟ ومن قال: لا یسلم فیھما، ج اول، ص ۳۸۸،نمبر ۴۴۵۸)اس اثر سے معلوم ہوا کہ سجدہ سہو کے بھی بیٹھنے میں تشہد پڑھے اور اسکے بعد بھی تشہد پڑھے۔

ترجمہ : (۷۳۱)اور اگر واجب قصدا چھوڑ دے تو گنہگار رہوگا، اور نقصان پورا کرنے کے لئے اس نماز کا اعادہ واجب ہے۔

تشریح : بھول سے واجب چھوٹ جائے تو اس کے لئے سجدہ سہو ہے، لیکن جان کر چھوڑ دے تو یہ گناہ ہے، یہ نقصان سجدہ سہو سے پورا نہیں ہوگا، بلکہ اس کے لئے نماز دوبارہ پڑھے۔

ترجمہ : (۷۳۲)مگر بعضوں کے نزدیک تین مسئلوں میں سجدۂ سہو ہے۔اول: پہلا قعدہ چھوڑنا، دوم: پہلی رکعت کا ایک سجدہ اخیر نماز تک مؤخر کرنا، سوم: ایک رکن کے برابر قصداً متفکر رہنا کہ ایک رکن چھوٹ جائے۔

تشریح : تین مسئلے ایسے ہیں کہ جان کر بھی کرے گا تو سجدہ سہو سے نقصان پورا ہو جائے گا[۱] چار رکعت کی نماز تھی اور قعدہ اولی جان کر چھوڑ دیا، جو واجب ہے اس لئے اس کے لئے سجدہ کرے گا تو نماز ہو جائے گا[۲] دوسرا مسئلہ یہ ہے دوسرا سجدہ پہلے سجدے کے ساتھ کرنا واجب ہے، اس نے دوسرا سجدہ پہلے سجدے کے ساتھ نہیں کیا بلکہ دوسری رکعت میں یا تیسری رکعت میں کیا تو اس تاخیر

ركن.(٣٣٧) ويُسنّ الاتيان بسجود السهو بعد السلام ويكتفى بتسليمة واحدة عن يمينه في

کے نقصان کو سجدہ سہو کرنے سے پورا کیا جاسکتا ہے۔[٣] بھول کر ایک رکن ادا کرنے تک سوچتا رہا تو سجدہ سہو واجب نہیں ہے، کیونکہ اس میں انسان مجبور ہے، لیکن جان کر ایک رکن ادا کرنے تک سوچتا رہا جس کی وجہ سے اس رکن کی تاخیر ہوئی اس لئے سجدہ سہو سے نقصان پورا کیا جاسکتا ہے۔

وجه: (١) قعدہ اولی کی تاخیر سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے، اسی پر سب کی تاخیر کو قیاس کریں ۔ **عن مغيرة بن شعبة قال قال رسول الله ﷺ اذا قام الامام في الركعتين فان ذكر قبل ان يستوى قائما فليجلس فان استوى قائما فلا يجلس ويسجد سجدتى السهو.** (ابوداؤد شریف، باب من نسی ان یتشہد وھو جالس، ص ٢٥٥، نمبر ١٠٣٦ / دار قطنی، باب الرجوع الی القعود قبل استتمام القیام ج اول ص ٣٦٧ نمبر ١٤٠٣) اس حدیث میں قعدہ اولی کے چھوڑنے سے سجدہ سہو لازم ہوا۔(٢) اس قول تابعی میں بھی ہے۔ **عن الزهرى فى الرجل يسهو فى الصلوة ان استوى قائما فعليه السجدتان، و ان ذكر قبل أن يعتدل قائما فلا سهو عليه** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، ٢٤٩، من کان یقول: اذا لم یستقم قائما فلیس علیہ سھو، ج اول، ص ٣٩٠، نمبر ٤٤٩١) اس اثر سے معلوم ہوا کہ بیٹھنے کے قریب ہو تو سجدہ سہو نہ کرے اور کھڑا ہو گیا ہو تو سجدہ سہو کرے۔

ترجمه : (٣٣٧) مسنون یہ ہے کہ سجدہ سہو سلام کے بعد کرے، اور صحیح روایت یہ ہے کہ ایک ہی جانب دائیں جانب سلام پھیرے، پس اگر سلام سے پہلے ہی سجدہ کر لیا تو مکروہ تنزیہی ہے۔

تشريح : مسنون یہ ہے کہ پہلے دائیں جانب ایک سلام پھیرے پھر سجدہ سہو کرے، اس کے بعد دو سلام پھیرے، لیکن اگر پہلے سلام سے پہلے ہی سجدہ کر لیا تب بھی جائز ہے، کیونکہ حدیث سے ثابت ہے، البتہ ہمارے نزدیک یہ مکروہ تنزیہی ہے۔

وجه: (١) اس حدیث میں ہے کہ پہلے سلام کیا پھر سجدہ کیا پھر سلام کیا ۔ **عن عمران بن حصين قال سلم رسول الله ﷺ فى ثلاث ركعات من العصر ثم قام فدخل الحجرة فقام رجل بسيط اليدين فقال اقصرت الصلوة يا رسول الله فخرج مغضبافصلى الركعة التى كان ترك ثم سلم ثم سجد سجدتى السهو ثم سلم** (مسلم شریف، باب فصل من ترک الرکعتین اونحوھا فلیتم مابقی ویسجد سجدتین بعد التسلیم، ص ٢٣٣، نمبر ٥٧٤ / ١٢٩٤ / بخاری شریف، باب ھل یأخذ الامام اذا شک بقول الناس، ص ٩٩، نمبر ٧١٤ / ترمذی شریف، باب ما جاء فی الامام ینھض فی الرکعتین ناسیا، ص ٨٣، نمبر ٣٦٤ / ابوداؤد شریف، باب السھو فی السجدتین، ص ١٥٣، نمبر 1018) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کوئی واجب بھول جائے تو سلام کرے پھر سجدۂ سہو کرے پھر سلام پھیرے۔

الاصح. فان سجد قبل السلام كره تنزيها (۷۳۴) و يسقط سجود السهوبطلوع الشمس بعد السلام فی الفجر واحمرارها فی العصر بوجود ما يمنع البناء بعد السلام.

ترجمہ : (۷۳۴)اورسجدہ سہوساقط ہوجاتا ہےفجر میں سلام کے بعدسورج طلوع ہونے سے،اورعصر میں سورج کے سرخ ہونے سے،یاسلام کے بعدایسے مانع کے پائے جانے سے جو بنا کوروکتا ہو۔

تشریح : یہ تین مسئلے اس اصول پر ہیں کہ سجدہ سہو کے لئے سلام پھیرنے کے بعدکوئی چیز مانع آجائے جس سے سجدہ سہوپہلی نماز سے کٹ جائے اوراس پر بنا نہ کرسکتا ہوتواس حادثے کے بعد سجدہ سہونہیں کرسکتا ہے، بلکہ نماز دوبارہ پڑھے، یایوں سمجھے کہ نقص کے ساتھ نماز ادا ہوگئی۔[۱] پہلا مسئلہ یہ ہے کہ فجر میں سجدہ سہو کے لئے سلام پھیرنے کے بعداورسجدہ سہوکرنے سے پہلے سورج طلوع ہوگیا جس کی وجہ سے نماز باطل ہوگئی،اب چونکہ نماز باطل ہوگئی اس لئے سجدہ سہوکر کے ماقبل کے ساتھ نہیں جوڑ سکے گا،اس لئے مجبورا سجدہ سہورہ جائے گا،اب اس نماز کودوبارہ پڑھے،یانقصان اورکمی کے ساتھ نماز کوادا سمجھے۔[۲]اسی طرح عصر کی نماز میں سلام کے بعدسورج سرخ ہوگیا اس لئے سجدہ سہوکو ماقبل کے ساتھ نہیں جوڑ سکتا ہےاس لئے سجدہ رہ جائے گا۔[۳] تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ سلام کے بعدکوئی ایسی مانع پیش آگئی ،مثلا بات کرلی جس سے نماز ختم ہوگئی اس لئے سجدہ سہوکو ماقبل کے ساتھ جوڑ نہیں سکتا ہے،اس لئے سجدہ سہورہ جائے گا، اس لئے بعدمیں نماز دہرائے،یاکمی کے ساتھ پوری سمجھے۔

وجہ : درمیان میں سورج طلوع ہونے سےنماز ختم ہوجائے گی اس کے لئے یہ حدیث ہے ۔ **سمعت عقبة بن عامر الجهنی يقول : ثلاث ساعات كان رسول الله ﷺ ينهانا أن نصلی فيهن ، أو أن نقبر فيهن موتانا : حين تطلع الشمس بازغة حتی ترتفع ، و حين يقوم قائم الظهيرة حتی تميل الشمس ،و حين تضيّف الشمس للغروب حتی تغرب** (مسلم شریف، باب الاوقات التی نھی عن الصلاۃ،ص۳۳۴،نمبر۱۹۲۹/۸۳۱/ابوداودشریف،باب الدفن عندطلوع الشّمس وغروبھا،ص ۴۶۶ ،نمبر۳۱۹۲/ترمذی شریف، باب ما جاء فی کراھیۃ الصلوۃ علی الجنازۃ،ص ۲۴۹،نمبر۱۰۳۰)اس حدیث میں ہے کہ تین اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔(۲) سجدہ تلاوت نماز کے درجے میں ہےاور کفار کے ساتھ تشابہ نہ ہو جائے اس لئے یہ مکروہ ہےاس کے لئے حدیث کا اشارہ یہ ہے۔ **قال عمرو بن عبسة السلمی ....فقلت : يا نبی الله !أخبرنی عما علمک الله و أجهله ، أخبرنی عن الصلاة ؟ قال : صل صلاة الصبح ، ثم اقصر عن الصلاة حتی تطلع الشمس حتی ترتفع ، فانها تطلع حين تطلع بين قرنی شيطان ، و حينئذ يسجد لها الكفار ، ثم صل ، فان الصلاة مشهودة محضورة ، حتی يستقل الظل بالرمح ، ثم أقصر عن الصلاة فان حينئذ تسجر جهنم ، فاذا اقبل الفیء فصل ، فان الصلاة مشهودة محضورة حتی تصلی العصر ، ثم اقصر عن الصلاة حتی**

(۷۳۵) ویلزم المأموم بسهو امامه لا بسهوه (۷۳۶) ویسجد المسبوق مع امامه ثم یقوم بقضاء ما

تغرب الشمس فانها تغرب بین قرنی الشیطان و حینئذ یسجد لها الکفار۔(مسلم شریف، باب اسلام عمرو بن عبسة ۔ابواب صلاۃ المسافرین ،ص۳۳۴،نمبر ۱۹۳۰/۸۳۲رسنن نسائی ، باب النھی عن الصلاۃ بعد العصر ،ص ۷۹، نمبر۵۷۳) اس حدیث میں ہے کہ اس وقت کفار سورج کو سجدہ کرتے ہیں اسلئے مسلمانوں کو سجدہ نہیں کرنا چاہئے۔

ترجمہ : (۷۳۵) امام کے سہو سے مقتدی کو سہو لازم ہے، نہ کہ مقتدی کے سہو سے امام کو۔

تشریح : امام کو سہو ہو گیا ہو اس کی وجہ سے مقتدی پر بھی سجدہ سہو ہو گا۔ کیونکہ امام ضامن ہے۔اور مقتدی پر سجدہ سہو لازم ہو گا تو اس کی وجہ سے امام پر سجدہ سہو لازم نہیں ہو گا۔

وجہ: (۱) امام ضامن ہے اس لئے امام پر سجدۂ سہو لازم ہوا اور اس نے سجدۂ سہو کیا تو چاہے مقتدی پر سجدۂ سہو لازم نہ ہوا ہو پھر بھی مقتدی پر سجدہ لازم ہو گا (۲) اس کی دلیل حدیث میں ہے عن عبد اللہ بن لجینة انه قال صلی لنا رسول اللہ رکعتین ثم قام فلم یجلس فقام الناس معه فلما قضی صلوته وانتظرنا التسلیم کبر فسجد سجدتین وھو جالس قبل التسلیم ثم سلم صلی اللہ علیه وسلم. (ابوداؤد شریف، باب من قام من ثنتین ولم یتشھد ص ۱۵۵ نمبر ۱۰۳۴ ر ترمذی شریف، باب ماجاء فی الامام ینھض فی الرکعتین ناسیا ص ۸۳ نمبر ۳۶۵ ر مسلم شریف ، باب اذا نسی الجلوس فی الرکعتین فلیسجد سجدتین قبل ای یسلم ص ۲۱۱ نمبر ۵۷۰) اس حدیث میں امام پر سجدۂ سہو تھا تو مقتدیوں کو بھی اس کی اقتدا میں کرنا پڑا۔اس سے معلوم ہوا کہ امام کی وجہ سے مقتدی پر بھی سجدۂ سہو لازم ہو گا۔(۳) عن عمر عن النبی ﷺ قال لیس علی من خلف الامام سھو فان سھا الامام فعلیه وعلی من خلفه السھو وان سھا من خلف الامام فلیس علیه سھو والامام کافیه ۔(دار قطنی ،باب لیس علی المقتدی سھو وعلیه سھو الامام ، ج اول ،ص ۳۶۵ نمبر ۱۳۹۸ ر سنن بیھقی ، باب من سھی خلف الامام دونه لم یسجد للسھو ، ج ثانی ،ص ۴۹۵ ،نمبر ۳۸۸۴) اس سے ثابت ہوا کہ مقتدی کے سہو سے امام پر سجدۂ سہو لازم نہیں ہو گا اور امام کے سہو سے مقتدی پر لازم ہو گا

ترجمہ : (۷۳۶) اور مسبوق امام کے ساتھ سجدہ کر کے پھر کھڑے ہو اور جو چھوٹ گئی ہو اس کو قضا کرے۔

تشریح : مثلا کوئی آدمی تیسری رکعت میں امام کے شریک ہوا، اور یہ مسبوق بن گیا، اور امام پر سجدہ سہو تھا تو مسبوق امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے، اس کے بعد اپنی نماز کھڑا ہو کر پوری کرے۔

وجہ : مسبوق امام کا مقتدی ہے اس لئے اس کے ساتھ سجدہ سہو کرے، اور اس کے بعد اس کی اپنی نماز پوری کرے۔

ترجمہ : (۷۳۶) اور اگر مسبوق اپنی رکعت میں سہو کرے تو اس کے لئے سجدۂ سہو کرے۔ ہاں لاحق نہ کرے۔

تشریح : مثلا مسبوق تیسری رکعت میں امام کے ساتھ ملا، اب پہلی پہلی اور دوسری رکعت جب پڑھ رہا تھا تو اس میں سہو ہو گیا، تو

سبق به (۷۳۷) ولو سها المسبوق فيما يقضيه سجد له ايضا لا اللاحق (۷۳۸) ولا يأتی الامام بسجود السهو فی الجمعة والعيدين .(۷۳۹) ومن سها عن القعود الاول من الفرض عاد مالم يستو

چونکہ یہ مسبوق کی اپنی نماز ہے اس میں امام اس کے آگے نہیں ہے اس لئے اس میں سہو ہو گیا ہو مسبوق اس کا سجدہ کرے گا۔۔اور لاحق اس کو کہتے ہیں کہ شروع سے امام کے ساتھ تھا اور درمیان میں اس کی رکعت چھوٹی ہے، مثلا پہلی رکعت میں امام کے ساتھ تھا پھر حدث پیش آیا اس لئے دوسری اور تیسری رکعت میں امام کے ساتھ نہیں رہا، پھر چوتھی رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہو گیا، اب دوسری اور تیسری رکعت پڑھنے لگا تو سہو ہو گیا، اس سہو کا سجدہ نہیں کرے گا، کیونکہ گویا کہ امام اس کے سامنے ہے، اور یہ امام کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا ہے، اور امام پر سہو نہیں ہے اس لئے لاحق پر بھی سجدہ سہو نہیں ہوگا، جس طرح ان رکعتوں کے ادا کرتے وقت لاحق پر قرأت نہیں ہے۔

وجه : مسبوق اپنی نماز پوری کرتے وقت وہ امام کے پیچھے نہیں ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔**قال المغيرة فاقبلت معه حتى نجد الناس قد قدموا عبد الرحمن بن عوف فصلى لهم فادرک رسول الله ﷺ احدى الركعتين فصلى مع الناس الركعة الآخرة فلما سلم عبد الرحمن بن عوف قام رسول الله ﷺ يتم صلاته** ۔(مسلم شریف، باب تقدیم الجماعۃ من یصلی بھم اذا تأخر الامام ولم یخافوا مفسدة بالتقديم ،ص۱۸۰،نمبر ۹۴۹/۴۲۱) اس حدیث میں ہے کہ مسبوق اپنی نماز پوری کرے گا۔

ترجمه : (۷۳۸) اور نماز جمعہ اور عیدین میں سہو ہونے سے امام سجدۂ سہو نہ کرے۔

تشريح : نماز جمعہ اور عیدین میں بھیڑ بہت ہوتی ہے اس لئے سجدہ سہو کرنے سے پچھلی صف میں انتشار ہوگا اس لئے جمعہ اور عیدین میں سہو ہو جائے تو سجدہ سہو نہیں ہے، بغیر سجدہ کے نماز ہو جائے گی۔

ترجمه : (۷۳۹) اور جو فرض نماز میں پہلے قعدہ کو بھول جائے تو جب تک سیدھا کھڑا نہ ہوا ہو واپس لوٹ جائے ظاہر روایت یہی ہے اور یہی صحیح ہے۔

تشريح : مثلا فرض کی چار رکعت پڑھ رہا تھا، اور قعدہ اولی بھول گیا جو واجب ہے، تو ظاہر روایت یہ ہے کہ جب تک سیدھا کھڑا نہ ہوا ہو اس وقت تک واپس لوٹ کر قعدہ میں چلا جائے۔

وجه: (۱) اسلئے کہ جب بیٹھنے کے قریب ہے تو اسکو اسکا حکم دے دیا جائے گا (۲) حدیث میں ہے۔ **عن مغيرة بن شعبة قال قال رسول الله ﷺ اذا قام الامام فی الركعتين فان ذكر قبل ان يستوی قائما فليجلس فان استوى قائما فلا يجلس ويسجد سجدتی السهو** (ابوداؤد شریف، باب من نسی ان یتشہد وھو جالس، ص ۲۵۵، نمبر ۱۰۳۶/ دار قطنی

قـائما فی ظاهر الروایة وهو الاصح (۷۴۰) والمقتدی کالمتنفل یعود ولو استتمّ قائما (۷۴۱) فان عـاد وهو الی القیام اقرب سجد للسهو وان کان الی القعود اقرب لا سجود علیه فی الاصح وان عاد

، باب الرجوع الی القعود قبل استتمام القیام، ج اول، ص ۳۶۷، نمبر ۱۰۳۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بالکل کھڑا نہ ہوا تو بیٹھ جائے ۔اور بالکل کھڑا ہو گیا ہو تو نہ بیٹھے بلکہ سجدہ سہو کر لے۔

ترجمہ : (۷۴۰) اور مقتدی نفل پڑھنے والے کی طرح ہے کہ پورا کھڑا ہو گیا ہو تب بھی واپس لوٹے۔

تشریح : اس عبارت میں پریشانی ہے۔نفل میں چار رکعت کی نیت کی ہو تب بھی ہر دو رکعت الگ الگ شفع ہے اس لئے ہر قعدہ پر بیٹھنا ضروری ہے، اس لئے اگر تیسری رکعت کے لئے بالکل کھڑا بھی ہو چکا ہے تب بھی قعدہ کے لئے بیٹھ جانا چاہئے ، اسی طرح سجدہ سہو کے لئے امام بیٹھ چکا ہے تو مقتدی کھڑا بھی ہو چکا ہے تو اس کو قعدہ کے لئے بیٹھ جانا چاہئے ، کیونکہ امام کی اقتداء ضروری ہے

لغت : استتم :تم سے مشتق ہے، پورا کھڑا ہونا۔ یعود: واپس ہو جانا۔

ترجمہ :(۷۴۱) پھر اگر قیام کے قریب پہونچ کر واپس لوٹا تو سجدۂ سہو کر لے، اور اگر قعدہ کے قریب ہو تو اصح روایت میں ہے کہ سجدۂ سہو نہ کرے۔اور اگر پورے کھڑے ہو جانے کے بعد واپس لوٹا تو فسادِ نماز میں اختلاف ہے (صحیح یہ ہے کہ فاسد نہ ہوگی)

تشریح : یہاں تین حالتیں ہیں۔[۱] بیٹھنے کے قریب تھا اور قعدہ کا خیال آیا اور بیٹھ گیا تب تو سجدہ سہو بھی لازم نہیں ہوگا، اس لئے کہ دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونے سے پہلے بیٹھ گیا۔[۲] کھڑا ہونے کے قریب تھا، لیکن ابھی پورا کھڑا نہیں ہوا تھا اور بیٹھ گیا تو اس پر سجدہ سہو لازم ہے، کیونکہ دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونے کے بعد بیٹھا ہے۔[۳] بالکل کھڑا ہو گیا تو اس کو اگلی رکعت پوری کرنی چاہئے ، اس کے بجائے وہ بیٹھ گیا تو نماز فاسد ہوئی یا نہیں اس بارے میں اختلاف ہے، لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی ، صرف سجدہ سہو لازم ہوگا۔اوپر کی ابوداود شریف کی حدیث میں ہے کہ بالکل کھڑا ہو گیا ہو تو واپس نہ لوٹے۔لیکن لوٹ گیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی ، اس لئے کہ اپنی نماز کو صحیح کرنے کے لئے یہ حرکت کی ہے۔

وجہ : (۱) اسکی وجہ یہ ہے کہ چونکہ کھڑا نہیں ہوا تو ابھی کوئی زیادہ فرق نہیں پڑا ہے، اور ایسا سمجھو کہ وہ تھوڑا سا بھی کھڑا نہیں ہوا۔ (۲) اس اثر میں اسکا ثبوت ہے۔ **عـن الـزهری فی الرجل یسهو فی الصلوة ان استوی قائما فعلیه السجدتان ، و ان ذکـر قبـل أن یعتدل قائما فلا سهو علیه** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، ۲۴۹، من کان یقول: اذا لم یستتم قائما فلیس علیہ سہو، ج اول، ص ۳۹۰، نمبر ۴۴۹۱) اس اثر سے معلوم ہوا کہ بیٹھنے کے قریب ہو سجدہ سہو نہ کرے اور کھڑا ہو گیا ہو تو سجدہ سہو کرے۔ (۳) دوسری روایت یہ بھی ہے کہ سجدہ کرے۔اسکی دلیل یہ اثر ہے۔**عـن انـس ابن مالک أنه تحرک للقیام فی الرکعتین من الـعـصر فسبحو به فجلس ثم سجد سجدتی السهو و هو جالس** . (سنن بیہقی، باب من سہا فقام من اثنتین ثم ذکر قبل

بعد ما استتمّ قائما اختلف التصحيح فی فساد صلوته (۷۴۲) وان سها عن القعود الاخیر عاد مالم یسجد و سجد لتاخیره فرض القعود (۷۴۳) فان سجد صار فرضه نفلا وضمّ سادسة ان شاء ولو فی العصر ورابعة فی الفجر ولا کراهة فی الضمّ فیهما علی الصحیح. ولا یسجد للسهو فی الاصح

ان یستتم قائما عاد فجلس وسجد للسھو ، ج ثانی ،ص ۴۸۴ ،نمبر ۳۸۴۵)اس اثر میں ہے کہ تھوڑا سا اٹھے تو سجدہ سہو فرمایا ،اس سے ثابت کرتے ہیں کہ سجدہ سہو کرے ،لیکن صحیح روایت پہلی ہے۔

ترجمہ : (۷۴۲) اور اگر قعدۂ اخیرہ کو بھول کر کھڑا ہو جائے تو جب تک سجدۂ نہ کیا ہو بیٹھ جائے ،اور فرض قعدۂ اخیرہ کی تاخیر کی وجہ سے سجدۂ سہو کرے۔

تشریح : مثلا چار رکعت ظہر کا فرض پڑھ رہا تھا کہ قعدہ آخیرہ بھول گیا ،اس میں بالکل بیٹھا ہی نہیں اور پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو جب تک کہ پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو اسکے لئے یہ ہے کہ یہ واپس آ کر بیٹھ جائے اور سجدہ سہو کرے۔اسی طرح فجر کی نماز میں تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا ،اور مغرب کی نماز میں چوتھی رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا اور قعدہ آخیرہ چھوڑ دیا ،تو اسکے لئے یہ ہے کہ واپس آ کر قعدہ آخیرہ میں بیٹھ جائے۔کیونکہ یہ قعدہ فرض ہے۔

وجہ:(۱) باب صفۃ الصلوۃ کے مسئلہ نمبر ۲۵۷ میں گزر گیا ہے کہ قعدۂ اخیرہ فرض ہے اب اس کو چھوڑ کر پانچویں رکعت کی طرف گیا جو گویا کہ نفل ہو گی تو فرض کو چھوڑ کر نفل میں شامل ہوا ہے اس لئے جب تک پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو اور اس کو مضبوط نہ کیا ہو اس کو چھوڑ کر قعدۂ اخیرہ کی طرف لوٹ آئے اور قعدۂ اخیرہ کر کے سلام پھیرے اور سجدۂ سہو کرے (۲) اس حدیث میں اسکا ثبوت ہے **۔عن عبد اللہ قال ان رسول اللہ ﷺ صلی الظهر خمسافقیل له ازید فی الصلوة؟ قال وما ذاک ؟قال صلیت خمسا فسجد سجدتین بعد ما سلم** (بخاری شریف ،باب اذا صلی خمسا ،ص ۱۹۶ ،نمبر ۱۲۲۶ /مسلم شریف ،باب من صلی خمسا ونحوہ ،ص ۲۱۲ ،نمبر ۱۲۸۳/۵۷۲)اس حدیث میں پانچ رکعت پڑھنے پر آپؐ نے سجدۂ سہو کیا ہے۔اور پانچویں رکعت بیکار گئی

ترجمہ : (۷۴۳)اور اگر سجدہ کر لیا ہو تو وہ فرض نماز نفل ہو جائے گی۔اب اگر چاہے تو عصر وغیرہ میں چھٹی رکعت اور فجر میں چوتھی رکعت ملا لے۔اور صحیح روایت میں فجر اور عصر میں یہ ملانا مکروہ نہیں ہے ،اور اصح روایت میں سجدۂ سہو نہ کرے۔

تشریح : مثلا ظہر اور عصر میں پانچویں کا سجدہ کر لیا تو فرض کے ساتھ نفل ملا لیا ،اور قعدہ آخیرہ جو فرض ہے اس کو چھوڑ دیا ،اس لئے فرض نماز نفل بن جائے گی ،اس لئے ظہر میں چھٹی رکعت ملا لے ،اور فجر میں چوتھی رکعت ملا لے تا کہ یہ شفع بن کر نماز مکمل ہو جائے ، اور ایک رکعت نماز باقی نہ رہے ۔اس صورت میں اشکال یہ ہوگا کہ فجر کے بعد نفل نہیں ہے ،اسی طرح عصر کے بعد نفل نہیں ہے تو مزید رکعت ملا کر نفل کیسے بنائے ؟تو مصنف فرما رہے ہیں کہ یہاں مجبوری کی صورت ہے اس لئے عصر کے بعد اور فجر کے بعد نفل

(۷۴۴) وان قعد الاخیر ثم قام عاد و سلّم من غیر اعادة التشهد فان سجد لم یبطل فرضه وضمّ الیها اخریٰ لتصیر الزائدتان له نافلة وسجد للسھو (۷۴۵) ولو سجد للسھو فی شفع التطوع لم یبن

بنانے میں کراہیت نہیں ہوگی ، یہاں فرض نماز نفل بن گئی اس لئے فرض دوبارہ پڑھے۔

وجہ : (۱)عن الثوری عن حماد قال اذا صلی الرجل خمسا و لم یجلس فی الرابعة ، فانه یزید السادسة ثم یسلم ثم یستأنف صلاته ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یصلی الظھر او العصر خمسا، ج ثانی، ص ۱۹۷، نمبر ۳۴۷۰) اس قول تابعی میں ہے کہ چھٹی رکعت ملائے اور نماز دوبارہ پڑھے۔(۲)عن قتادة فی رجل صلی الظھر خمسا قال یزید الیھا رکعة فتکون صلاة الظھر و رکعتین بعدھا ....و کذالک ان صلی المغرب اربعا صلی الیھا رکعة خامسة فتکون رکعتان تطوعا . قال معمر و اخبرنی من سمع الحسن یقول فی ھذا کله یسجد سجدتی السھو الی وھمه ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یصلی الظھر او العصر خمسا، ج ثانی، ص ۱۹۶، نمبر ۳۴۶۹)اس قول تابعی میں ہے کہ ایک رکعت اور ملالے تاکہ وہ نفل ہو جائے۔

ترجمہ : (۷۴۴)اور اگر قعدہ آخیرہ کیا پھر کھڑا ہوا ہو تو واپس لوٹے اور سلام پھیرے بغیر تشہد لوٹائے ، پس اگر سجدہ کیا ہو تو اس کا فرض باطل نہیں ہوگا، اور اس کی طرف دوسری رکعت ملالے تاکہ یہ زائد رکعتیں نفل بن جائے اور سجدہ سہو کرے۔

تشریح : قعدہ آخیرہ میں بیٹھ چکا ہے، اب دو صورتیں ہیں[۱] ایک یہ کہ پانچویں رکعت کا سجدہ نہیں کیا ہے تو واپس لوٹ جائے اور بیٹھ کر سلام کرے ، اور سجدہ سہو کر لے ، اور پہلی تشہد کو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ ایک مرتبہ پڑھ چکا ہے ۔[۲] دوسری صورت یہ ہے کہ پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو چھٹی رکعت ملالے ، یہ دونوں رکعتیں نفل بن جائیں گیں، اور پہلی چار رکعت کے بعد قعدہ آخیرہ کیا ہے اس لئے فرض بھی پورا ہو گیا، اب سجدہ سہو کر لے نماز ہو جائے گی ۔ دلیل پہلے قول تابعی گزر چکا ہے۔

ترجمہ : (۷۴۵)اور نفل کی دو رکعت پر اگر سجدۂ سہو کیا ہو تو اس کے ساتھ دوسرا شفع ملانا اچھا نہیں، مگر ملالیوے تو مختار مذہب کے موافق سجدۂ سہو کا اعادہ کر لیوے۔

تشریح : نفل کی ہر دو رکعت الگ الگ شفع ہے، یعنی دو رکعت پر ہی نفل پوری ہو گئی، اب کسی نے دو رکعت پر سجدہ سہو کر لیا تو گویا کہ نماز ختم کر دی، اس لئے اگلی دو رکعت کی بنا اس پر نہیں کرنی چاہئے لیکن اگر کر دیا نماز درست رہے گی، البتہ چونکہ سجدہ سہو آخیر میں ہوتا ہے اس لئے چار رکعت کے بعد دوبارہ سجدہ سہو کر لے۔

وجہ : (۱)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ سہو آخیر میں ہونا چاہئے ۔ عن عطاء بن یسار ....قال ان النبی ﷺ قال اذا شک أحدکم فی صلاته فان استیقن أن قد صلی ثلاثا فلیقم فلیتم رکعة بسجودھا ثم یجلس فیتشھد

شفعا آخر علیہ استحبابا فان بنی اعاد سجود السھو فی المختار (۲۴۶) ولو سلّم من علیہ سھو

،فاذا فرغ فلم یبق الا ان یسلم فلیسجد سجدتین و ھو جالس ثم یسلم ۔(ابوداودشریف، باب اذا شک فی الثنتین و الثلاث من قال یلقی الشک ،ص ۱۵۶،نمبر۱۰۲۷)اس حدیث میں ہے کہ سلام کے علاوہ کوئی چیز باقی نہ رہے تو سجدہ سہو کرے ۔(۲) حدیث یہ ہے عن عمران بن حصین قال سلم رسول اللہ ﷺ فی ثلاث رکعات من العصر ثم قام فدخل الحجرۃ فقام رجل بسیط الیدین فقال اقصرت الصلوۃ یا رسول اللہ فخرج مغضبا فصلی الرکعۃ التی کان ترک ثم سلم ثم سجد سجدتی السھو ثم سلم (مسلم شریف، باب فصل من ترک الرکعتین اونحوھما فلیتم مابقی ویسجد سجدتین بعدالتسلیم ،ص۲۱۴،نمبر۵۷۴/۱۲۹۴/بخاری شریف، باب ھل یأ خذ الامام اذا شک بقول الناس ،ص ۹۹،نمبر۱۲۱۴/ترمذی شریف ،باب ماجاء فی الامام ینھض فی الرکعتین ناسیا،ص۸۳نمبر۳۶۴/ابوداؤدشریف، باب السھو فی السجدتین ،ص۱۵۳،نمبر۱۰۱۸اس باب کی آخری حدیث ہے) اس حدیث میں ہے کہ سلام کیا پھر سجدہ سہو کیا پھر سلام کیا۔جس سے معلوم ہوا کہ سجدہ نماز کے آخیر میں ہو۔

لغت:شفع: کا معنی ہے جوڑ واں، دو رکعت کے مجموعے کو شفع ، کہتے ہیں۔بنی: بنا کرے۔

ترجمہ : (۲۴۷) اور اگر امام سہو والے نے سلام پھیرا پھر اس کے ساتھ دوسرے نے اقتدا کی تو اگر امام سجدۂ سہو کرے تو اقتدا صحیح ہے، اور اگر سجدہ نہ کرے تو صحیح نہیں۔

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ سجدہ سہو سے پہلے جو دائیں جانب سلام پھیرتے ہیں، اگر اس کے بعد سجدہ کرلیا تو یہ سلام انقطاع کا نہیں ہوگا بلکہ بعد والا سلام انقطاع کا ہوگا، اور اگر سجدہ سہو نہیں کیا تو یہ سلام انقطاع کا ہوگا اور اسی پر نماز ختم ہو جائے گی۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ امام پر سجدہ سہو تھا اس لئے اس نے سجدہ سہو کے لئے سلام پھیرا، اور اس وقت کسی نے اس کی اقتداء کی۔پس اگر اس کے بعد امام نے سجدہ سہو کیا تو اس کی اقتداء درست ہوگی، اور سجدہ سہو نہیں کیا تو اس کی اقتداء درست نہیں ہوگی۔

وجہ : (۱) کیونکہ اس سلام کے بعد سجدہ نہیں کیا تو گویا کہ نماز ختم ہوگئی تب آدمی نے اس کی اقتداء کی ہے اس لئے اس کی اقتداء درست نہیں ہوئی، اور اگر سجدہ سہو کیا تو یہ سلام درمیان میں ہوگیا اور گویا کہ ابھی نماز باقی ہے اس لئے آنے والے کی اقتداء درست ہے۔(۲) حدیث میں ہے کہ سلام نماز ختم کر دیتا ہے ۔عن ابی سعید قال قال رسولؐ اللہ مفتاح الصلوۃ الطھور وتحریمھا التکبیر وتحلیلھا التسلیم ولاصلوۃ لمن لم یقرأ بالحمد وسورۃ فی فریضۃ او غیرھا. (ترمذی شریف، باب ماجاء فی تحریم الصلوۃ وتحلیلھا ص ۵۵ نمبر ۲۳۸/ابوداؤدشریف، باب الامام یحدث بعد ما یرفع رأسہ من آخر رکعۃ ص ۹۸ نمبر ۶۱۸) اس حدیث میں ہے کہ سلام نماز کو حلال کر دیتا ہے، یعنی نماز کو ختم کر دیتا ہے۔

ترجمہ : (۲۴۷) سجدہ سہو کرسکتا ہے اگر چہ جان کر نماز ختم کرنے کے لئے سلام پھیرا ہو جب تک کہ قبلہ سے نہ پھرے۔

فاقتدى به غيره صحّ ان سجد للسهو والا فلا يصح (۷۴۷) ويسجد للسهو وان سلّم عامدا للقطع ما لم يتحوّل عن القبلة او يتكلّم (۷۴۸) ولو توهّم مصل رباعية او ثلاثيّة انه اتمّها فسلّم ثم علم انه

تشریح : سجدہ سہو تھا پھر بھی جان کر نماز ختم کرنے کے لئے سلام پھیر دیا، پھر بھی جب تک قبلہ سے سینہ نہیں پھرا ہے سجدہ سہو کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔

وجه : (۱) سجدہ سہو سے پہلے ایک سلام تو کرنا ہی تھا، یہ اور بات ہے کہ سجدہ سہو کرنے کی نیت سے وہ سلام کرنا تھا، اور اس نے نماز قطع کرنے کی نیت سے سلام کیا، لیکن اس پر سجدہ واجب ہے اسلئے نیت بیکار جائے گی اور یہ سلام نماز ختم کرنے کا نہیں سمجھا جائے گا بلکہ سجدہ سہو سے پہلے جو سلام کرتے ہیں وہ سلام سمجھا جائے گا، اسلئے کہ اسکی نیت مشروع طریقے کے خلاف ہے۔(۲) اس حدیث میں ہے کہ آپؐ نے پانچ رکعت پڑھ کر بھول کر نماز ختم کرنے کا سلام پھیرا، پھر سجدہ کیا۔ حدیث یہ ہے۔ **عن عبد الله قال ان رسول الله ﷺ صلی الظهر خمسافقیل له ازید فی الصلوة؟ قال وما ذاک ؟قال صلیت خمسا فسجد سجدتین بعد ما سلم** (بخاری شریف، باب اذا صلی خمسا، ص ۱۹۶، نمبر ۱۲۲۶ رمسلم شریف، باب من صلی خمسا اونحوه ص ۲۱۲ نمبر ۱۲۸۳/۵۷۲) اس حدیث میں پانچ رکعت پڑھنے کے بعد انقطاع کا سلام کیا اور یاد آنے پر پھر سجدہ سہو کیا۔(۳) اس قول تابعی میں ہے .**عن الحسن فی رجل نسی سجدتی السهو ، قال اذا لم یذکر هما حتی انصرف و لم یسجدهما ، فقد مضت صلوته فان ذکر هما و هو قاعد لم یقم ،و یسجدهما** ۔(مصنف عبدالرزاق، باب نسیان سجدتی السهو، ج ثانی، ص ۲۱۱، نمبر ۳۵۵۲) اس اثر میں ہے کہ سجدہ سہو کرنا بھول گیا تو رخ پھیرانے سے پہلے یاد آیا تو سجدہ کرسکتا ہے۔

ترجمه : (۷۴۸) اور اگر تین رکعت یا چار رکعت پڑھنے والے نے پوری نماز ہو جانے کے وہم سے سلام پھیر دیا پھر معلوم ہوا کہ دو رکعت ہوئی ہے تو باقی پوری کر کے سجدہ سہو کر لے۔

تشریح : مثلا ظہر کی نماز چار رکعت پڑھنی تھی، اور وہم ہو گیا کہ چار رکعت پوری ہو گئی اس لئے سلام پھیر دیا، ابھی قعدہ ہی میں تھا کہ معلوم ہوا کہ دو رکعت ہی پڑھی ہے۔ تو دوسری دو رکعت پڑھے اور سجدہ سہو کر لے نماز ہو جائے گی۔ سجدہ سہو اس لئے کرے کہ درمیان میں انقطاع کا سلام کیا ہے۔

وجه : **عن ابی هريرة ان النبی ﷺ انصرف من اثنتین فقال له ذو الیدین : اقصرت الصلاة ام نسیت یا رسول الله ؟ فقال النبی ﷺ اصدق ذو الیدین ؟ فقال الناس نعم فقام رسول الله ﷺ فصلی اثنتین اخریین ثم سلم ثم کبر فسجد مثل سجوده او اطول ثم کبر فرفع ثم سجد مثل سجوده او اطول .** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الرجل یسلم فی الرکعتین من الظہر والعصر، ص ۱۰۷، نمبر ۳۹۹ رابوداود شریف، باب السهو فی السجدتین، ص ۱۵۴،

صلی رکعتین اتمّها وسجد للسهو (۷۴۹) وان طال تفکّره ولم یسلّم حتی استیقن ان کان قدر اداء رکن وجب علیه سجود السهو والا لا.

﴿فصل : (فی الشک﴾

(۷۵۰)تبطل الصلوۃ بالشک فی عدد رکعاتها اذا کان قبل اکمالها وهو اول ما عرض له من

نمبر۱۰۱۵) اس حدیث میں ظہر میں دو رکعت پر سلام پھیر دیا، اور باقی بعد میں پڑھی۔ اور سجدہ سہو کیا۔

ترجمہ : (۷۴۹) اور اگر دیر تک سوچتا رہا لیکن سلام نہیں کیا یہاں تک کہ یقین ہو گیا، تو اگر ایک رکن کے برابر ہو تو اس پر سجدہ سہو لازم ہے، ورنہ تو نہیں۔

تشریح : دو رکعت پڑھی ہے یا چار رکعت اس بارے میں سوچتا رہا، پس اگر ایک رکن ادا کرنے کے برابر سوچتا رہا تو سجدہ سہو لازم ہوگا، کیونکہ آگے والے رکن کی تاخیر ہوئی، اور اگر ایک رکن ادا کرنے کی مقدار سے کم سوچا تو سجدہ سہو لازم نہیں ہوگا، کیونکہ کسی رکن کی تاخیر نہیں ہوئی۔

وجہ: (۱) اس حدیث کے اشارے سے استدلال کیا جا سکتا ہے ۔ عن مغیرۃ بن شعبۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا قام الامام فی الرکعتین فان ذکر قبل ان یستوی قائما فلیجلس فان استوی قائما فلا یجلس ویسجد سجدتی السهو. (ابوداؤد شریف، باب من نسی ان یتشهد وهو جالس، ص ۲۵۵، نمبر ۱۰۳۶ دار قطنی، باب الرجوع الی القعود قبل استتمام القیام ج اول ص ۳۶۷ نمبر ۱۴۰۳) اس حدیث میں ہے کہ کھڑا ہو گیا تو سجدہ سہو لازم ہوگا، اس سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ اگلا رکن کرنے کی مقدار سوچتا رہا تو اس کی تاخیر کی وجہ سے سجدہ سہو لازم ہوگا۔ (۲) اس قول تابعی میں بھی ہے۔ عن الزهری فی الرجل یسهو فی الصلوۃ ان استوی قائما فعلیه السجدتان ، و ان ذکر قبل أن یعتدل قائما فلا سهو علیه ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۲۴۹، من کان یقول: اذا لم یستقم قائما فلیس علیہ سهو، ج اول، ص ۳۹۰، نمبر ۴۴۹۱) اس اثر سے معلوم ہوا کہ بیٹھنے کے قریب ہو سجدہ سہو نہ کرے اور کھڑا ہو گیا ہو تو سجدہ سہو کرے۔ اس سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے کہ ایک رکن کی تاخیر ہوئی تو سجدہ سہو لازم ہوگا۔

﴿فصل: شک کے بیان میں﴾

ترجمہ : (۷۵۰) رکعت کی تعداد میں شک سے نماز باطل ہو جاتی ہے، جبکہ نماز پوری کرنے سے پہلے ہو، اور پہلی مرتبہ شک پیش آیا ہو، یا شک اس کی عادت نہ ہو۔ اور اگر شک ہوا سلام کے بعد تو اعتبار نہیں کیا جائے گا مگر یہ کہ چھوڑنے کا یقین ہو جائے۔

تشریح : یہاں دو باتیں ہیں [۱] ایک تو یہ کہ نماز کی کتنی رکعتیں پڑھیں اس بارے میں پہلی مرتبہ شک ہوا ہو، یا بار بار ہوا ہو لیکن

الشک او کان الشک غیر عادة له. فلو شکّ بعد سلامه لا یعتبر الا اَن تیقّن بالترک (۱۵۷) وان کثر الشک عمل بغالب ظنه فان لم یغلب له ظن اخذ بالاقل وقعد بعد کل رکعة ظنها آخر صلوته.

شک اس کی عادت نہ ہوتو نماز باطل ہوگی، اس کو دوبارہ نماز پڑھنی چاہئے۔اور اگر شک کرنا اس کی عادت بن چکی ہوتو دوبارہ نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے جس رکعت کے بارے میں ظن غالب ہو اس پر بنا کرے، اور نماز پوری کرلے۔[۲] دوسری بات یہ ہے کہ نماز پوری کرنے سے پہلے، اور سلام پھیرنے سے پہلے شک پیش آیا ہوتب نماز باطل قرار دی جائے گی، اور اگر سلام پھیر دیا تو نماز مکمل سمجھی جائے گی، ہاں اگر یقین ہو جائے کہ تین ہی رکعت پڑھی ہے تو اب پہلی نماز باطل ہوگی دوبارہ نماز پڑھے، کیونکہ شک نہیں بلکہ یقین ہو گیا ہے کہ نماز تین ہی رکعت ہوئی ہے۔

وجه : اس قول صحابی میں ہے۔ عن ابن عمر فی الذی لایدری ثلاثا صلی او اربعا قال یعید حتی یحفظ (مصنف ابن ابی شیبة، ۲۳۹ باب من قال اذا شک فلم یدرکم صلی اعاد، ج اول، ص ۳۸۵، نمبر ۴۴۲۲) اس اثر کو ہم اس پر حمل کرتے ہیں کہ پہلی مرتبہ شک ہوا ہو تو شروع سے نماز پڑھے، اور بار بار شک ہوتا ہو تو ظن غالب پر عمل کرے اور یقین پر عمل کرے۔ جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

ترجمه : (۱۵۷) اور جس کو زیادہ شک ہوتا ہو وہ اپنے ظن غالب پر عمل کرے۔ اور اگر اس کو کسی جانب گمان غالب نہ ہو تو اقل کو لیوے، اور ہر ایک رکعت پر اخیر نماز کے خیال سے قعدہ کرے۔

تشریح : اور بار بار شک ہونے کی عادت ہوگئی ہو تو یہ دیکھے کہ غالب گمان کیا ہے اس کو لے، مثلا دو رکعت اور تین رکعت میں شک ہے اور غالب گمان ہے کہ تین پڑھی ہے تو اسی کو لے اور چوتھی رکعت ملا کر نماز پوری کرلے، اور اگر کسی طرف غالب گمان بھی نہیں ہو رہا ہے تو اقل، جو کم درجہ ہے اس کو لے، مثلا دو اور تین رکعت میں شک ہے تو دو رکعت کو اصل بنا کر دو رکعت اور ملا لے اور نماز پوری کرے۔ لیکن یہ بھی خطرہ ہے کہ جسکو وہ دو رکعت سمجھ رہا ہے وہ حقیقت میں تیسری رکعت ہو، اور ایک مزید ملائی تو یہ چوتھی ہوگئی، جسکے بعد بیٹھنا فرض ہے، اس لئے ہر رکعت کے بعد بیٹھے۔

وجه : (۱) پہلے غالب گمان کا اعتبار کرے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ قال عبد الله صلی رسول الله ... واذا شک احدکم فی صلوته فلیتحر الصواب فلیتم علیه ثم یسجد سجدتین ۔ دوسری حدیث میں ہے فلینظر احری ذلک للصواب (مسلم شریف، باب من شک فی صلوته فلم یدرکم صلی فلیطرح الشک الخ، ص ۲۱۱، نمبر ۱۲۷۴/۵۷۲/۱۲۷۶/ ابوداود شریف، باب اذا صلی خمسا، ص ۱۵۵، نمبر ۱۰۲۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غور کرنا چاہئے کہ کتنی رکعت پڑھی ہے تا کہ جس طرف ظن غالب ہو اس پر عمل کیا جاسکے۔ (۲) اس حدیث میں ہے کہ یقین کی طرف جائے۔ عن ابی سعید الخدری قال قال رسول

﴿باب سجود التلاوة﴾

الله ﷺ اذا شک احدکم فی صلوته فلم یدر کم صلی؟ ثلاثا ام اربعا؟ فلیطرح الشک ولیبن علی ما استیقن ثم یسجد سجدتین قبل ان یسلم (مسلم شریف، باب السھو فی الصلوۃ والسجود، ص ۲۱۱، نمبر ۱۲۷۲/۵۷۱/ ابوداؤد شریف، باب اذا شک فی الثنتین والثلاث، ص ۱۵۵، نمبر ۱۰۲۴) اس حدیث میں ہے کہ ظن غالب نہ ہو بلکہ دونوں طرف شک ہو تو یقین پر بنا کرے۔(۳) اور ظن غالب نہ ہوتا ہو تو اقل درجے کو لے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن عبد الرحمن ابن عوف قال سمعت النبی ﷺ یقول ((اذا سھا أحدکم فی صلاته فلم یدر واحدۃ صلی أو اثنین فلیبن علی واحدۃ فان لم یدر ثنتین صلی أو ثلاثا فلیبن علی ثنتین ،فان لم یدر ثلاثا صلی أو أربعا فلیبن علی ثلاثا ، ولیسجد سجدتین قبل أن یسلم (ترمذی شریف، باب فیمن یشک فی الزیادۃ والنقصان، ص ۱۰۷، نمبر ۳۹۸/ ابن ماجۃ شریف، باب ما جاء فیمن شک فی صلاتہ فرجع الی الیقین، ص ۱۶۹، نمبر ۱۲۰۹) اس حدیث میں ہے کہ اقل پر بناء کرے۔

﴿باب: سجدۂ تلاوت کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ: قرآن کریم میں چودہ آیتیں ہیں جن کے پڑھنے سے سجدہ کرنا واجب ہوتا ہے۔ان کو سجدۂ تلاوت کہتے ہیں۔سجدۂ تلاوت واجب ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے ۔عن ابن عباس ان النبی ﷺ سجد بالنجم وسجد معه المسلمون والمشرکون والجن والانس (بخاری شریف، باب سجدۃ النجم ص ۱۴۶ نمبر ۱۰۷۱/ مسلم شریف، باب سجود التلاوۃ ص ۲۱۵ نمبر ۵۷۶/ ۱۲۹۷)اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آیت سجدہ پڑھنے سے سجدہ کرنا چاہئے۔اور جو لوگ سنے ان کو بھی سجدہ کرنا چاہئے۔وہ آیتیں یہ ہیں۔

﴿چودہ آیت تلاوت ایک نظر میں﴾

[۱] ان الذین عند ربک لا یستکبرون عن عبادته و یسبحونه و له یسجدون .(سورۃ اعراف ۷، آیت ۲۰۶)

[۲] و لله یسجد من فی السماوات و الارض طوعا و کرها و ظلالھم بالغدو و الاصال (سورۃ رعد ۱۳، آیت ۱۵)

[۳] و لله یسجد ما فی السموات و ما فی الارض من دآبة و الملائکة و ھم لا یستکبرون (سورۃ النحل ۱۶، آیت ۴۹)

[۴] اذا تتلی علیھم یخرون للاذقان سجدا (سورۃ اسراء ۱۷، آیت ۱۰۷)

[۵] اذا تتلی علیھم آیات الرحمن خروا سجدا و بکیا (سورۃ مریم ۱۹، آیت ۵۸)

(۷۵۲)سببه التلاوة على التالى والسامع فى الصحيح (۷۵۳) وهو واجب على التراخى ان لم يكن

[۶] الم ترا ان الله يسجد له من فى السمٰوات و من فى الارض و الشمس و القمر و النجوم و الجبال و الشجرو الدواب و كثير من الناس (سورة الحج ۲۲،آیت ۱۸)

[۷] و اذا قيل لهم اسجدوا للرحمن قالوا و ما الرحمن أنسجد لما تأمرنا (سورة فرقان ۲۵،آیت ۶۰)

[۸]الا يسجدوا لله الذى يخرج الخبء فى السمٰوات و الارض و يعلم ما يخفون و ما يعلنون (آیت ۲۵،سورة النمل ۲۷)

[۹] انما يؤمن بآياتنا الذين اذا ذكرو بها خرو سجدا و سبحوا بحمد ربهم و هم لا يستكبرون (سورة سجدة (الم تنزیل ۳۲،آیت ۱۵)

[۱۰] وظن داؤدانما فتناه فاستغفر ربه و خر راكعا و اناب (سورة ص ۳۸،آیت ۲۴)

[۱۱] فان استكبروا فالذين عند ربك يسبحون له باليل و النهار و هم لا يسأمون (سورة حم سجدة ۴۱،آیت ۳۸)

[۱۲] فاسجدوا لله و اعبدوا (سورة النجم ۵۳،آیت ۶۲)

[۱۳] و اذا قرىء عليهم القرآن لا يسجدون (اذا السماء انشقت ۸۴،آیت ۲۱)

[۱۴] و اسجدو اقترب (سورة علق ۹۶،آیت ۱۹)

☆☆☆

ترجمه : (۷۵۲) سجدہ کا سبب تلاوت ہے سننے والے پر بھی اور پڑھنے والے پر بھی، صحیح مذہب پر۔

وجه: (۱)واجب ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابن عمر قال كان النبى ﷺ يقرأ السجدة ونحن عنده فيسجد ونسجد معه فنزدحم حتى مايجد احدنا لجبهته موضعا يسجد عليه (بخاری شریف،باب ازدحام الناس اذا قرأ الامام السجدة،ص ۱۴۶،نمبر ۱۰۷۶/ باب ماجاء فی سجود القرآن/مسلم شریف،باب سجود التلاوة،ص ۲۳۳،نمبر ۱۲۹۵/۵۷۵)اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ واجب ہے پڑھنے والے پر اور سننے والوں پر بھی۔(۲)عن ابن عباس ان النبى ﷺ سجد بالنجم وسجد معه المسلمون والمشركون والجن والانس (بخاری شریف،باب سجدة النجم،ص ۱۴۶،نمبر ۱۰۷۱/مسلم شریف،باب سجود التلاوة،ص ۲۱۵ نمبر ۱۲۹۷/۵۷۶)اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آیت سجدہ پڑھنے سے سجدہ کرنا چاہئے۔اور جو لوگ سنے ان کو بھی سجدہ کرنا چاہئے (۳)اس قول تابعی سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ عن ابن عمر قال انما السجدة على من سمعها. (نمبر ۴۲۲۵)(۴)عن ابراهيم ، و نافع و سعيد بن جبير قالوا : من سمع السجدة فعليه ان يسجد ۔(مصنف ابن ابی شیبة ، ۲۰۷، باب من قال السجدة علی من جلس لها ومن سمعها، ج اول،ص ۳۶۷،نمبر/۴۲۲۲)اس اثر سے معلوم

فی الصلوة وکره تاخیره تنزیها (۷۵۴) ویجب علی من تلا آیة ولو بالفارسیة. (۷۵۵) وقراء ة حرف السجدة مع کلمة قبله او بعد ه من آیتها کالآیة فی الصحیح . (۷۵٦) وآیاتها اربع عشرة آیة فی الاعراف والرعد والنحل والاسراء ومریم واولی الحج والفرقان والنمل والسجدة وص و حم السجدة والنجم وانشقت واقرأ.

ہوا کہ جو بھی آیت سجدہ سنے گا اس پر سجدہ کرنا واجب ہوگا چاہے سننے کا ارادہ کرے یا نہ کرے۔

ترجمہ : (۷۵۳) اگر نماز میں نہ ہو تو مؤخر کر کے واجب ہے۔ البتہ اس کی تاخیر مکروہ تنزیہی ہے۔

تشریح : اگر نماز میں نہ ہو تو جس وقت سنا اسی وقت سجدہ تلاوت کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ تاخیر کے ساتھ بھی سجدہ کر سکتا ہے، البتہ بغیر عذر کے تاخیر کرنا مکروہ تنزیہی ہے، کیونکہ عبادت میں بلا تاخیر کرنا اچھا نہیں ہے۔

وجہ : عن المغیرة بن الحکیم قال کنت مع ابن عمر فقرا قاص بسجدة بعد الصبح فصاح علیه ابن عمر فسجد القاص و لم یسجد ابن عمر فلما طلعت الشمس قضاها ابن عمر یقول سجدها۔ (مصنف عبد الرزاق، باب ھل تقضی السجدة؟ ج ثالث، ص ۲۱۱، نمبر ۵۹۵۳) اس عمل صحابی میں ہے کہ بعد میں قضا کیا۔

ترجمہ : (۷۵۴) جس نے آیت تلاوت کی اس پر بھی سجدہ لازم ہوگا چاہے فارسی زبان میں ہی کیوں نہ تلاوت کرے۔

تشریح : اوپر حدیث گزر گئی جس میں ہے کہ پڑھنے والے پر بھی سجدہ واجب ہے، چنانچہ فارسی زبان میں تلاوت کرے تب بھی سجدہ واجب ہوگا۔

ترجمہ : (۷۵۵) آیت سجدہ کا ایک حرف پڑھنا ماقبل کے کلمے کے ساتھ ملا کر، یا مابعد کے ساتھ ملا کر صحیح روایت میں پوری آیت کی طرح ہے۔

تشریح : حرف السجدة، سے مراد ہے وہ پورا کلمہ جس میں سجدہ کا لفظ ہے، یا سجدے کی طرف اشارہ ہے مثلا, و لله یسجد ما فی السموات ، میں ,یسجد، حرف سجدہ ہے۔ اور عبارت کا مطلب یہ ہے کہ تنہا سجدے کے کلمے کو پڑھنے سے سجدہ واجب نہیں ہوگا، بلکہ سجدے سے پہلے کے کلمے مثلا ,للہ، کو پڑھے یا سجدے سے بعد کے کلمے مثلا ,ما فی السموات، کو پڑھے تب سجدہ لازم ہوگا، اور ایسا سمجھا جائے گا آیت سجدہ کی پوری آیت کو پڑھی۔

ترجمہ (۷۵٦) اور سجدہ کی چودہ آیتیں مندرجہ ذیل سورتوں میں ہیں: [۱] سورۂ اعراف' [۲] رعد' [۳] نحل' [۴] بنی اسرائیل' [۵] مریم' [٦] سورۂ حج کا پہلا سجدہ' [۷] فرقان' [۸] نمل' [۹] سجدہ' [۱۰] ص' [۱۱] حم سجدہ' [۱۲] نجم [۱۳] انشقت' [۱۴] اقراء'

تشریح : ان چودہ سورتوں میں آیت سجدہ ہے، اور اس کی تفصیل پہلی ایک نظر میں گزر چکی ہے۔

(۷۵۷) ویجب السجود علی من سمع وان لم یقصد السماع الا حائض والنفساء (۷۵۸) والامام والمقتدی به ولو سمعوها من غیره سجدوا بعد الصلوة ولو سجدو فیها لم تجزهم ولم تفسد

وجه : (۱)اس حدیث میں ہے کہ قرآن کریم میں پندرہ سجدے ہیں، حدیث یہ ہے۔ **عن عمرو بن العاص أن النبی ﷺ أقرأه خمس عشرة سجدة فی القرآن ، منها ثلاث فی المفصل ، و فی سورة الحج سجدتان .** (ابوداود شریف، باب تفریع ابواب السجود وکم سجدة فی القرآن؟، ص۲۱۰، نمبر۱۴۰۱/ابن ماجة، باب عدد سجود القرآن، ص۱۴۸، نمبر۱۰۵۷) اس حدیث میں ہے کہ قرآن کریم میں پندرہ سجدے ہیں، البتہ ہمارے یہاں سورہ حج میں ایک ہی سجدہ ہے اسلئے کل چودہ سجدے رہ گئے۔

ترجمہ : ۷۵۷) جس نے سنی ہے اس پر سجدہ واجب ہوگا چاہے سننے کا ارادہ نہ کیا ہو۔ سواء حائضہ اور نفساء عورت کے۔

تشریح : جسنے آیت سجدہ سنی اس پر سجدہ واجب ہے چاہے سننے کی نیت سے سنی ہو چاہے اچانک سن لی ہو، البتہ حیض اور نفاس والی عورت پر پڑھنے یا سننے سے سجدہ نہیں ہے، کیونکہ وہ سجدہ کرنے کا اہل نہیں ہیں۔

وجه :(۱)اس حدیث میں ہے۔ **عن ابن عباس** ؓ **ان النبی** ﷺ **سجد بالنجم و سجد معه المسلمون و المشرکون و الجن و الانس** ۔(بخاری شریف، باب سجود المسلمین مع المشرکین والمشرک نجس لیس له وضوء، ص۱۷۳، نمبر ۱۰۷۱) اس حدیث میں مشرک نے بھی سجدہ کیا حالانکہ وہ سننے کی نیت نہیں رکھتے تھے، جس سے معلوم ہوا کہ سننے کی نیت نہ بھی ہو تب بھی سجدہ واجب ہوگا۔(۲) **عن ابن عمر قال انما السجدة علی من سمعها.** نمبر ۴۲۲۵ (۴) **عن ابراهیم ، و نافع و سعید بن جبیر قالوا : من سمع السجدة فعلیه ان یسجد** ۔(مصنف ابن ابی شیبة، ۲۰۷، باب من قال السجدة علی من جلس لها ومن سمعها، ج اول، ص ۳۶۷، نمبر ۴۲۲۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ جو بھی آیت سجدہ سنے گا اس پر سجدہ کرنا واجب ہوگا چاہے سننے کا ارادہ کرے یا نہ کرے۔(۳) اور حائضہ اور نفساء پر سجدہ نہیں ہے اس کے لئے یہ قول تابعی ہے۔ **عن ابراهیم انه کان یقول فی الحائض تسمع السجدة قال : لا تسجد ، هی تدع أعظم من السجدة : الصلوة المکتوبة** ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب الحائض تسمع السجدة، ج اول، ص ۳۷۵، نمبر ۴۳۱۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ حائضہ عورت نہ پڑھنے سے سجدہ کرے گی اور نہ سننے سے۔

ترجمہ : (۷۵۸) اور مقتدی اور امام جب دوسرے سے سنے تو نماز کے بعد سجدہ کریں۔ اگر نماز میں کریں گے تو کافی نہیں ہے۔ مگر ظاہری روایت میں نماز فاسد نہ ہوگی۔

تشریح : مقتدی یا امام نماز میں ہیں اور کسی سے آیت سجدہ سن لی تو یہ دونوں نماز کے بعد سجدہ کریں گے، کیونکہ یہ باہر کا سجدہ ہے ، لیکن اگر نماز میں سجدہ کر لیا تو یہ کافی نہیں ہوگا، البتہ ظاہری روایت یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ سجدہ بھی ایک قسم کی عبادت ہے

وجه : (۱) **عن طاؤس فی الرجل سمع السجدة وهو فی الصلوة قال لا یسجد.** (مصنف ابن ابی شیبة ۲۱۶

صلوتهم فی ظاهر الروایة (۷۵۹) ویجب بسماع الفارسیة ان فهمها علی المعتمد (۷۶۰) واختلف التصحیح فی وجوبها بالسماع من نائم او مجنون. (۷۶۱) ولا یجب بسماعها من الطیر

باب یسمع السجدۃ قرأت وھو فی الصلوۃ من قال لا یسجد، ج اول، ص ۳۷۴، نمبر ۴۳۰۳ رمصنف عبد الرزاق، باب اذا سمعت السجدۃ وانت تصلی ج ثالث ص ۲۱۲ نمبر ۵۹۶۰) اس قول تابعی میں ہے کہ نماز میں سجدہ نہ کرے۔(۲) بعد میں سجدہ کرے اس کے لئے یہ قول تابعی ہے۔ **عن ابن سیرین قال : یسجد اذا انصرف** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۱۶ باب یسمع السجدۃ قرأت وھو فی الصلوۃ من قال لا یسجد، ج اول، ص ۳۷۴، نمبر ۴۳۰۷) (۳) اور نماز میں سجدہ کرلیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی، اس کے لئے اس قول تابعی کا اشارہ ہے۔ **عن ابراھیم انہ کان یقول : اذا سمع الرجل السجدۃ و ھو یصلی فلیسجد** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من قال اذا سمعھا وھو یصلی فلیسجد، ج اول، ص ۳۷۴، نمبر ۴۳۰۹) اس اثر میں ہے کہ سجدہ کرلے۔ جس سے معلوم ہوا کہ سجدہ کرلیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

ترجمہ : (۷۵۹) اور فارسی زبان میں سننے والے پر اگر اس کو سمجھیں تو معتمد روایت پر سجدہ واجب ہے۔

تشریح : آیت سجدہ کا مفہوم فارسی زبان میں یا کسی اور زبان میں سنی اور سمجھ بھی گیا کہ آیت سجدہ ہے تو معتمد فتوی یہ ہے کہ سجدہ تلاوت لازم ہوگا۔

وجہ : (۱) یہ مسئلے اس اصول پر ہیں کہ کسی طرح یہ سمجھ میں آجائے کہ یہ آیت سجدہ ہے تو سجدہ لازم ہو جائے گا۔ لیکن اس میں اس دور میں پریشانی یہ ہے کہ ریڈیو، ٹیلی وژن، انٹرنیٹ اور ٹیپ رکارڈ پر بار بار بے وقت بھی آیت سجدہ سنائی دیتی ہے، اب اس پر سجدہ واجب کریں تو لوگ پریشان ہوتے ہیں اس لئے یہ مسئلہ قابل غور ہے، خصوصا جبکہ اس طرح کا ثبوت حدیث، قرآن، اور قول صحابی یا قول تابعی سے نہ ہو۔(۲) اس قول تابعی میں ہے کہ جو آیت سننے کے لئے نہ بیٹھا ہو اور اچانک سن لیا تو اس پر سجدہ نہیں ہے۔ **عن المسیب ان عثمان مر بقاص فقرأ سجدۃ لیسجد معہ عثمان فقال عثمان انما السجود علی من استمع ثم مضی و لم یسجد . قال الزھری و قد کان ابن المسیب یجلس فی ناحیۃ المسجد و یقرأ القاص السجدۃ فلا یسجد معہ ، و یقول انی لم اجلس لھا** ۔(مصنف عبد الرزاق، باب السجدۃ علی من سمعھا، ج ثالث، ص ۲۰۶، نمبر ۵۹۲۵) اس اثر میں ہے کہ جو سننے کے لئے نہ بیٹھا ہو اس پر سجدہ نہیں ہے۔

ترجمہ : (۷۶۰) اور سونے والے اور دیوانے سے سننے پر واجب ہونے کی صحت میں اختلاف ہے۔

تشریح : سونے والے، یا دیوانے کی زبان سے آیت سجدہ سنی تو سجدہ واجب ہے یا نہیں اس بارے میں اختلاف ہے۔

ترجمہ : (۷۶۱) اور پرندہ اور صدائے بازگشت سے سننے سے واجب نہیں۔

تشریح : پرندے کو آیت سجدہ سکھایا تھا، اس نے آیت سجدہ پڑھی تو اس سے سجدہ واجب نہیں ہے۔ اسی طرح کسی نے مسجد کے

والصدی (۶۲ ۷) وتؤدّی برکوع او سجود فی الصلوۃ غیر رکوع الصلوۃ وسجودھا ویجزی عنھا رکوع الصلوۃ ان نواھاوسجودھا وان لم ینوھا اذا لم ینقطع فور التلاوۃ باکثرھا من آیتین. (۶۳ ۷) ولو سمع من امام فلم یأتمّ به او ائتمّ فی رکعة اخری سجد خارج الصلوۃ فی الاظھر وان ائتمّ قبل

اندر آیت سجدہ پڑھی اوراس کی بازگشت سنی تو اس سے سجدہ واجب نہیں ہے۔ کیونکہ یہ حقیقت میں آیت سجدہ نہیں۔صدی: بازگشت۔

ترجمہ (۶۲ ۷) نماز میں جو رکوع اور سجدہ ہے اس کے علاوہ رکوع اور سجدے سے سجدہ تلاوت ادا ہوتا ہے۔اور نماز کے رکوع اور اس کے سجدے سے بھی سجدہ تلاوت ادا ہوگا اگر اس کی نیت کرے بشرطیکہ تلاوت کی تیزی دو آیت سے زیادہ سے منقطع نہ ہوئی ہو

تشریح : نماز میں آیت سجدہ پڑھی تو اس کو ادا کرنے کی چار صورتیں بتا رہے ہیں۔[۱] نماز میں جو رکوع سجدہ ہے اس کے علاوہ سجدہ کرلے، یہ سب سے بہتر طریقہ ہے۔[۲] نماز میں جو رکوع سجدہ ہے، اس کے علاوہ رکوع کرلے تب بھی سجدہ تلاوت ادا ہوجائے گا۔[۳] آیت سجدہ پڑھنے کے بعد دو آیتوں سے کم پڑھی ہو اور نماز کا رکوع کرلیا اور اس میں سجدہ تلاوت کی نیت کرلی تو اس سے بھی سجدہ تلاوت ادا ہوجائے گا۔[۴] آیت سجدہ پڑھنے کے بعد دو آیت سے کم پڑھی، اور نماز کے سجدے میں چلا گیا، اب اس سجدے میں سجدہ تلاوت کی نیت نہیں بھی کرے گا تب بھی سجدہ تلاوت ادا ہوجائے گا، کیونکہ دونوں سجدے قریب قریب ہوگئے۔

وجہ : (۱) عن ابراھیم انه کان یقول اذا سمع الرجل السجدۃ و ھو یصلی فلیخر ساجدا۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من قال اذا سمعھا وھو یصلی فلیسجد، ج اول، ص ۳۷۴، نمبر ۴۳۱۲) اس قول تابعی میں ہے کہ نماز کے سجدے کے علاوہ سے سجدہ تلاوت کرے۔(۲) اور نماز کے رکوع یا اس کے سجدے سے سجدہ تلاوت ادا ہوگا اس کے لئے یہ قول تابعی ہے۔عن ابراھیم قال اذا سمعت السجدۃ و انت تصلی فاسجد فان کنت راکعا او ساجدا أجزأک من السجدۃ ۔(مصنف عبد الرزاق، باب اذا سمعت السجدۃ وانت تصلی وفی کم یقرأ القرآن، ج ثالث، ص ۲۱۲، نمبر ۵۹۵۷) اس قول تابعی میں ہے کہ نماز کا ہی رکوع یا سجدہ کرلیا تو سجدہ تلاوت ادا ہوجائے گا۔

ترجمہ : (۶۳ ۷) اگر امام سے آیت سجدہ سنی اور اس کی اقتداء نہیں کی، یا دوسری رکعت میں اقتداء کی تو ظاہر روایت یہ ہے کہ نماز سے باہر سجدہ کرے۔اور اگر امام کے سجدہ کرنے سے پہلے اقتداء کرلی تو امام کے ساتھ سجدہ کرے گا۔

تشریح : یہاں تین صورتیں ہیں[۱] مسجد میں گیا تو امام آیت سجدہ پڑھ رہے تھے جسکو اس آدمی نے سنا، لیکن اس نماز میں شریک ہی نہیں ہوئے تو نماز سے باہر سجدہ کرے گا۔[۲] دوسری صورت یہ ہے کہ جس رکعت میں آیت سجدہ پڑھی اس رکعت میں شریک نہیں ہوئے، بلکہ دوسری رکعت میں شریک ہوئے اور امام اس سے پہلی رکعت میں سجدہ تلاوت کرچکے تھے، تب بھی یہ آدمی باہر سجدہ کرے گا۔[۳] اور تیسری صورت یہ ہے کہ امام کے سجدہ کرنے سے پہلے نماز میں شریک ہوئے تو امام کے ساتھ سجدہ کرے گا

سجود امامه لها سجد معه (٧٦٤) فان اقتدى به بعد سجودها فى ركعتها صار مدركا لها حكما فلا يسجدها اصلا. (٧٦٥)ولم تقض الصلوتيّة خارجها (٧٦٦) و لو تلا خارج الصلوة فسجد ثم

،اب باہر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وجہ : [۱] پہلی صورت میں نماز ہی میں شریک نہیں ہوا ہے،اورآیت سجدہ سنی ہےاس لئے نماز سے باہر ہی سجدہ ادا کرے۔[۲] دوسری صورت میں دوسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا ہےاس لئے امام کے ساتھ سجدہ ادانہیں کیااس لئے نماز سے باہر ہی سجدہ ادا کرے۔[۳] تیسری صورت میں امام کے ساتھ سجدہ ادا کر چکا ہےاس لئے باہر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمہ : (٧٦٤) اوراگرامام کی اقتدااسی رکعت میں سجدہ کرنے کے بعد کیا تو حکما اس سجدےکو پانے والا ہوگیا،اس لئے اب بالکل سجدہ نہ کرے۔

تشریح : یہ چوتھی شکل ہے۔آدمی نے نماز میں شریک ہونے سے پہلے امام صاحب سے آیت سجدہ سنی، پھرامام صاحب نے سجدہ کیا،اس وقت یہ آدمی نماز میں شریک نہیں تھا اب بعد میں اسی رکعت میں رکوع سے پہلے اس نے شرکت کی تو یہ کہا جائے گا کہ اس آدمی کوامام کا سجدہ حکما مل گیا،اس لئے اب بعد میں نماز میں یا نماز سے باہر سجدہ نہ کرے،جس طرح یہ رکوع میں ملتا تو اس رکعت کی قرأت مل جاتی،اسی طرح یہاں سجدہ مل گیا۔

ترجمہ : (٧٦٥)اورنماز کا سجدہ اس کے باہر قضا نہ کیا جائے۔

تشریح : آیت سجدہ نماز کے اندر پڑھی اس لئے نماز کے اندر ہی سجدہ واجب تھا،اب نماز میں سجدہ نہیں کیا تو اس کو باہر قضا نہ کرے، بلکہ یہ سجدہ چھوٹ گیا۔

وجہ : (۱)اس قول تابعی میں ہے۔**عن یونس عن الحسن فى رجل نسى سجدة من صلوته فلم يذكرها حتى كان فى آخر ركعة من صلوته قال يسجد فيها ثلاث سجدات فان لم يذكرها حتى يقضى صلوته غير انه لم يسلم بعد ، قال : يسجد سجدة واحدة ما لم يتكلم فان تكلم استأنف الصلوة .** (مصنف ابن ابی شیبۃ ،باب الرجل ینسی السجدة من الصلوة فيذكرها وهو يصلى ، ج اول ،ص ۳۸۳،نمبر ۴۳۹۸)اس اثر میں ہے کہ اگر نماز میں سجدہ نہیں کیا اور بات کرلی،تو شروع سے نماز پڑھے۔جسکا مطلب یہ نکلا کہ نماز ہوئی ہی نہیں،دوبارہ نماز بھی پڑھےاورسجدہ بھی کرے۔(۲) دوسرے اثر میں ہے۔**عن ابراهيم قال : اذا نسى الرجل سجدة من الصلوة فليسجدها متى ما ذكرها فى صلوته** (مصنف ابن ابی شیبۃ ،باب الرجل ینسی السجدة من الصلوة فيذكرها وهو يصلى ،ج اول،ص ۳۸۳،نمبر ۴۳۹۹) اس اثر میں ہے کہ نماز میں جب تک ہوتو سجدہ کرسکتا ہے۔جسکا مطلب یہ نکلا کہ نماز سے باہر سجدہ نہ کرے۔

ترجمہ : (٧٦٦) اوراگر خارج نماز میں آیتِ سجدہ تلاوت کر کے سجدہ کرلیا پھر نماز میں اس آیت کودہرایا تواب دوسرا سجدہ

اعادفیھا سجد اخریٰ وان لم یسجد اوّلا کفتہ واحدۃ فی ظاھر الروایۃ کمن کرّرھا فی مجلس واحد لا مجلسین. (۲۷۶)ویتبدّل المجلس بالانتقال منہ ولا مسدِّیا وبالانتقال من غصن الی غصن

کرے اور اگر پہلے سجدہ نہ کیا ہو تو اس کو ظاہر روایت میں ایک ہی سجدہ کافی ہے، جیسے اگر کوئی ایک ہی مجلس میں دو مجلس میں نہیں، ایک آیت کو مکرر پڑھے تو ایک ہی سجدہ کافی ہے۔

تشریح : یہاں تین مسئلے ہیں۔[۱] نماز سے باہر آیت سجدہ پڑھی اور وہیں سجدہ بھی کرلیا، پھر نماز کی نیت باندھی اور اس میں بھی وہی آیت سجدہ پڑھی تو نماز میں دوبارہ سجدہ کرے، کیونکہ پہلا سجدہ ادنی ہے اور نماز کا سجدہ اعلی ہے اس لئے ادنی سے اعلی ادا نہیں ہوگا ، دوسری وجہ یہ ہے کہ کئی مرتبہ آیت پڑھی اور بعد میں سجدہ کرے تو سب کے لئے کافی ہے، یہاں پہلے سجدہ کرلیا اس کے بعد آیت پڑھی اس لئے پہلا سجدہ بعد کے لئے کافی نہیں ہوگا۔[۲] دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ نماز سے باہر آیت پڑھی اور اس کا سجدہ نہیں کیا اور پھر اسی جگہ نماز کی نیت باندھی اور اس میں دوبارہ آیت پڑھی تو نماز کا سجدہ باہر کے لئے کافی ہوگا، کیونکہ باہر کا ادنی ہے اور نماز کا اعلی ہے اس لئے اعلی سے ادنی ادا ہو جائے گا۔[۳] تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک مجلس میں ایک آیت کو کئی مرتبہ پڑھے تو ایک ہی سجدہ لازم ہوگا، کیونکہ اتحاد مجلس کی وجہ سے تداخل ہو جائے گا۔

وجہ : (۱) نماز کا سجدہ اعلی ہے اس لئے ادنی کے لئے کافی ہے۔اور چونکہ مجلس ایک ہے اسلئے نماز والا ایک ہی سجدہ کافی ہوگا (۲) ایک ہی سجدہ کافی ہونے کے لئے یہ قول تابعی ہے۔**عن مجاھد قال اذا قرأت السجدۃ اجزأک ان تسجد بھا مرۃ ، عن ابراھیم فی الرجل یقرأ السجدۃ ثم یعید قرأتھا قالا تجزیھا السجدۃ الاولی.** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۰۴، باب الرجل یقرأ السجدۃ ثم یعید قرأتھا کیف یصنع ج اول ص ۳۶۵، نمبر ۴۲۰۰/۴۱۹۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کئی مرتبہ آیت سجدہ پڑھنے سے اگر مجلس ایک ہو تو ایک ہی سجدہ کافی ہے۔

اصول : مجلس بدلتی جائے گی تو سجدہ لازم ہوتا جائے گا۔اور ایک ہی مجلس میں چند بار آیت سجدہ پڑھی تو ایک ہی سجدہ لازم ہوگا۔

ترجمہ : (۲۷۶) اور مجلس بدل جاتی ہے اس جگہ سے منتقل ہونے سے، چاہے وہ تانا بنتے ہوئے دوسری ڈالی پر جائے، اور منتقل ہونے سے ایک ڈالی سے دوسری ڈالی کی طرف، اور نہر، یا بڑے حوض میں تیرنے سے، صحیح تر روایت میں۔

تشریح : ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف منتقل ہو جائے اس سے مجلس بدل جاتی ہے، اور جتنی مرتبہ مجلس بدلتی جائے اور اس میں ایک ہی آیت کو پڑھتا جائے اتنی مرتبہ سجدہ لازم ہوگا۔آگے مجلس بدلنے کی چند صورتیں پیش کر رہے ہیں۔[۱] تانا بنتے ہوئے ایک ڈالی سے دوسری ڈالی کی طرف جائے تب بھی مجلس بدل جائے گی۔[۲] ایک ہی درخت کی مختلف ڈالیوں پر ایک ڈالی سے دوسری ڈالی کی طرف جائے تو مجلس بدل جائے گی [۳] نہر یا بڑے حوض میں تیرے اور ایک کونے سے دوسرے کونے کی طرف

وعوم في نهر او حوض كبير في الاصح (٧٦٨)ولا يتبدّل بزوايا بالبيت والمسجد ولو كبيرا ولا بسير سفينة ولا بركعة وبركعتين وشربة واكل لقمتين ومشى خطوتين ولا باتّكاء وقعود وقيام

جائے تومجلس بدل جائے گی۔

وجہ: (۱) قیاس کے اعتبار سے ہر آیت پڑھنے کے لئے الگ الگ سجدہ واجب ہونا چاہئے۔لیکن حرج کے لئے تداخل کر دیا جائے گا۔لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ مجلس ایک ہو۔دوسری بات یہ ہے کہ ادنی اعلی میں داخل ہوگا لیکن اعلی ادنی میں داخل نہیں ہوگا۔اب اوپر کی صورت میں ایک ہی آیت کئی مرتبہ پڑھی ہے تو اگر مجلس ایک ہے تو تداخل ہو کر ایک ہی سجدہ لازم ہوگا۔اور مجلس بدل گئی تو کئی سجدے لازم ہونگے۔(۲) اس قول تابعی میں ہے۔ **عن ابی عبد الرحمن انه كان يقرأ السجدة فيسجد ثم يعيد ها في مجلسه ذلک مرارا لا يسجد** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۰۴، باب الرجل یقرأ السجدۃ ثم یعید قرأتھا کیف یصنع ، ج اول ،ص ۳۶۶،نمبر۴۲۰۱)اس اثر سے معلوم ہوا کہ ایک مجلس میں کئی مرتبہ آیت سجدہ پڑھا تو تداخل ہوگا اور ایک ہی سجدہ لازم ہوگا۔(۳) **عن مجاهد قال اذا قرأت السجدة اجزأک ان تسجد بها مرة** ، (۴) **عن ابراهيم في الرجل يقرأ السجدة ثم يعيد قرأتها قالا تجزيها السجدة الاولى.** (مصنف بن ابی شیبۃ ۲۰۴، باب الرجل یقرأ السجدۃ ثم یعید قرأتھا کیف یصنع ج اول ص ۳۶۵،نمبر ۴۲۰۰/۴۱۹۹)اس اثر سے معلوم ہوا کہ کئی مرتبہ آیت سجدہ پڑھنے سے اگر مجلس ایک ہو تو ایک ہی سجدہ کافی ہے۔

لغت :مسدیا:سدی سے مشتق ہے،تانا بننا۔غصن :ڈالی۔عوم: تیرنا۔

ترجمہ : (۷۶۸) اور گھر اور مسجد کے مختلف کونوں میں جانے سے مجلس نہیں بدلتی چاہے بڑا ہو۔اور نہ کشتی کے چلنے سے،اور نہ ایک دو رکعت پڑھنے سے،اور نہ پینے سے،اور نہ ایک دو لقمے کھانے سے،اور ایک دو قدم چلنے سے،اور نہ ٹیک لگانے سے،اور نہ بیٹھنے سے،اور کھڑے ہونے سے،اور سوار ہونے سے،اور تلاوت کی جگہ اترنے سے،اور نہ نماز پڑھتے ہوئے چوپائے کے چلنے سے

تشریح : یہاں ۱۲ صورتیں بیان کر رہے ہیں جن سے مجلس نہیں بدلتی۔[۱] اور گھر اور مسجد کے مختلف کونوں میں جانے سے مجلس نہیں بدلتی چاہے مسجد اور گھر بڑا ہو ، کیونکہ پورا گھر ایک ہی جگہ شمار کی جاتی ہے۔[۲] کشتی چل رہی ہے جسکی وجہ سے سمندر کا مقام بدلتا جا رہا ہے،لیکن جو آدمی کشتی میں بیٹھا آیت پڑھ رہا ہے اس کی مجلس نہیں بدلے گی ، کیونکہ وہ ایک ہی جگہ بیٹھا ہوا ہے۔[۳] اور نہ ایک دو رکعت پڑھنے سے،[۴] اور نہ پینے سے،[۵] اور نہ ایک دو لقمے کھانے سے،[۶] اور ایک دو قدم چلنے سے،[۷] اور نہ ٹیک لگانے سے،[۸] اور نہ بیٹھنے سے،[۹] اور کھڑے ہونے سے،[۱۰] اور سوار ہونے سے،[۱۱] اور تلاوت کی جگہ اترنے سے، جہاں تلاوت ختم ہوئی وہیں سواری سے اتر گیا تو اس سے مجلس نہیں بدلے گی [۱۲] اور نہ نماز پڑھتے ہوئے چوپائے کے چلنے سے۔ سواری چل رہی تھی اور آدمی اس پر نماز پڑھ رہا تھا اور آیت بھی تلاوت کر رہا تھا تو چاہے سواری کا مقام بدلتا جا رہا ہے،لیکن آدمی ایک

ورکوب ونزول فی محل تلاوته ولا بسیر دابّته مصلّیا. (٧٦٩)ویتکرّر الوجوب علی السامع بتبدیل مجلسه وقد اتّحد مجلس التالی لا بعکسه علی الاصح (٧٧٠) وکره ان یقرأ سورة ویدع آیة السجدة لا عکسه وندب ضمّ آیة او اکثر الیها

ہی جگہ بیٹھا ہوا ہے اس لئے اس کی مجلس نہیں بدلے گی۔

وجہ : یہ سب صورتیں ایسی ہیں کہ آدمی یا تو جگہ نہیں بدلتا، یا تھوڑا سا بدلتا ہے جس کو عرف میں بدلنا نہیں کہتے۔اس لئے ان صورتوں میں مجلس نہیں بدلے گی۔

لغت : زوایا: زاویۃ کی جمع ہے، گھر کا کونہ۔ سیر: چلنا۔ دابۃ: چوپایہ، سواری۔ خطوتین: خطوۃ کی تثنیہ ہے، ایک دوقدم۔ اتکاء: ٹیک

ترجمہ : (٧٦٩) سننے والے پر سجدے کا وجوب مکرر ہوگا اس کی مجلس بدلنے سے حال یہ کہ پڑھنے والے کی مجلس ایک ہے، نہ کہ اس کا الٹا، صحیح رویت پر۔

تشریح : آیت پڑھنے والے کی مجلس ایک ہے اور سننے والے کی مجلس بدلتی جا رہی ہے تو سامع پر مکرر سجدہ واجب ہوگا، کیونکہ خود سامع کی مجلس بدلتی جا رہی ہے۔اور اس کا الٹا یہ ہے کہ پڑھنے والے کی مجلس بدلتی جا رہی ہے وہ ادھر سے ادھر گھوم رہا ہے اور سننے والے کی مجلس ایک ہے تو سننے والے پر ایک ہی سجدہ لازم ہوگا، کیونکہ اس کی مجلس ایک ہی ہے۔اور پڑھنے والے پر مکرر سجدے ہوں گے، کیونکہ اس کی مجلس بدل رہی ہے۔

اصول : جس کی مجلس بدلے گی اسی پر مکرر سجدہ لازم ہوگا۔

ترجمہ : (٧٧٠)اور سورت پڑھ کر آیت سجدہ چھوڑ دینا مکروہ ہے۔ نہ کہ اس کا الٹا۔ مگر ہاں اس کے ساتھ ایک یا دو آیتیں ملا لینا مستحب ہے۔

تشریح : سورت پڑھے اور سجدہ کرنے کے ڈر سے آیت سجدہ چھوڑ دے یہ مکروہ ہے، کیونکہ آیت سجدہ سے احتراز ہے۔اور اس کا الٹا، یعنی صرف آیت سجدہ پڑھے اور باقی آیتوں کو چھوڑ دے اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے، کیونکہ آیت سجدہ، اور سجدہ کی عزت ہے۔البتہ بہتر یہ ہے کہ آیت سجدہ کے ساتھ ایک دو آیتیں ملا لے، تا کہ وہ تنہا نہ رہے۔

وجہ :(١) اسکی وجہ یہ ہے کہ اس سے شبہ ہوتا ہے کہ آیت سجدہ سے منہ موڑ رہے ہیں اور اسکو پڑھنا نہیں چاہتے ہیں، اسلئے اسکو چھوڑنا مکروہ ہے۔(٢) اس اثر میں اسکا ثبوت ہے۔ **عن الشعبی قال: کانوا یکرھون اختصار السجود و کانوا یکرھون اذا اتوا علی السجدة أن یجاوزوھا حتی یسجدوا** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی اختصار السجود، ج اول، ص ٣٦٦، نمبر ٤٢٠٣)اس اثر میں ہے کہ آیت سجدہ کو چھوڑ دینا اچھا نہیں سمجھتے تھے۔

(۱۷۷) ونـدب اخفاء ها من غير متأهّب لها (۲۷۷)و ندب القيام ثم السجود لها(۳۷۷[الف]) ولا يـرفـع السـامـع رأسـه منهـا قبل تاليها ولا يؤمر التالی بالتقدم ولا السامعون بالاصطفاف فيسجدون كيف كانوا.(۳۷۷[ب])وشرط لصحتها شرائط الصلوة الا التحريمة

ترجمه : (۱۷۷) اور جوسجدہ کے لئے تیار نہ ہواس کے سامنے آیت سجدہ آہستہ پڑھنا مستحب ہے۔

تشریح : جوسجدہ کرنے کے لئے ذہنی طور پر تیار نہ ہواس کے سامنے آیت سجدہ آہستہ پڑھنا مستحب ہے تا کہ اس کوسجدہ کے لئے مجبور نہ کیا جائے۔

ترجمه : (۲۷۷) اور مستحب ہے کہ کھڑا ہو پھر اس کے لئے سجدہ کرے۔

تشریح : یہاں سے سجدہ تلاوت کرنے کے چند آداب کا ذکر ہے۔ بیٹھے بیٹھے بھی سجدہ کرسکتا ہے، لیکن مستحب یہ ہے کہ کھڑا ہو اور پھر سجدہ میں جائے۔

ترجمه : (۳۷۷[الف]) سننے والا پڑھنے والے سے پہلے اپنا سر نہ اٹھائے، اور نہ پڑھنے والے کو آگے بڑھنے کا حکم دیا جائے، اور نہ سننے والے کو صف بندی کا حکم دیا جائے، اس لئے وہ جیسا چاہیں سجدہ کریں۔

تشریح : ایک آدمی نے آیت سجدہ پڑھی اور مثلا دس آدمیوں نے اس کو سنا، اور پڑھنے والے نے اور سننے والے نے سجدہ کیا تو ایسا سمجھو کہ پڑھنے والا امام بن گیا اس لئے سننے والا پڑھنے والے سے پہلے سر نہ اٹھائے، بلکہ پڑھنے والے کے سر اٹھانے کا انتظار کرے۔ دوسرا ادب یہ ہے کہ ان دس آدمیوں کو صف بنانے کا حکم نہ دیا جائے اور نہ پڑھنے والے کو امام کی طرح آگے بڑھنے کا حکم دیا جائے، بلکہ جو جہاں ہو وہیں سے سجدہ کرلیں۔ یا پھر جیسا چاہیں کرلیں۔

ترجمه : (۳۷۷[ب]) سجدہ تلاوت کے صحیح ہونے کی شرط وہی ہے جو نماز کی شرطیں ہیں سوائے تحریمہ کے۔

تشریح : جو شرطیں نماز کے صحیح ہونے کی ہیں وہی شرطیں سجدہ تلاوت کے صحیح ہونے کی ہیں، مثلا دونوں میں طہارت ہو، قبلہ رخ ہو، البتہ نماز میں تحریمہ ضروری ہے سجدہ تلاوت میں تحریمہ نہیں باندھا جائے گا۔

وجه : سجدہ کے لئے طہارت ہو اس کے لئے یہ قول تابعی ہے۔ **عن ابراهيم قال اذا سمعه وهو على غير وضوء فليتوضأ ثم ليقرأ فليسجد.** (مصنف ابن ابی شیبة ۲۲۰، باب فی الرجل یسجد السجدة وھو علی غیر وضوء ج اول ص ۳۵۷، نمبر ۴۳۲۴) اس اثر میں ہے کہ وضو کرے اور اسکے بعد سجدہ تلاوت کرے۔ (۲) **عن ابن عمر قال كان رسول الله ﷺ يقرأ علينا القرآن فاذا مر بالسجدة كبر و سجد و سجدنا معه .** (ابو داود شریف، باب فی الرجل یسمع السجدة وھو راکب أو فی غیر صلوة، ص ۲۱۱، نمبر ۱۴۱۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صرف تکبیر کہہ کر سجدہ میں جائے گا اور تحریمہ نہ باندھے۔ (۳) اس قول

.(۷۷۴)و كيفيّتها ان يسجد سجدة واحدة بين تكبيرتين هما سنتان بلا رفع يد ولا تشهد ولا تسليم.

﴿فصل :﴾

(۷۷۵)سجدة الشكر مكروهة عند الامام لا يثاب عليها وتركها

تابعی میں بھی ہے۔عن عبد الله بن مسلم قال كان ابی اذا قرأ السجدة قال الله اكبر ثم سجد.(مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۰۲، باب من قال اذا قرأت السجدة فكبر واسجد، ج اول،ص ۳۶۴،نمبر ۴۱۸۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ تحریمہ نہ باندھے۔ (۴) قبلہ رخ ہواس کے لئے یہ عمل تابعی ہے۔ عن ابی عبد الرحمن انه كان يقرأ بها و هو جالس فيستقبل القبلة و يسجد ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۲۱، باب الرجل يقرأ السجدة وهو على غير القبلة ، ج اول،ص ۳۷۶،نمبر ۴۳۳۰)اس میں ہے کہ قبلہ رخ سجدہ کرے۔

ترجمہ : (۷۷۴) اورسجدے کی کیفیت یہ ہے کہ دوتکبیروں کے درمیان ایک سجدہ کرے، یہ دونوں تکبیریں سنت ہیں، بغیر ہاتھ اٹھائے ہوئے ،اور بغیر تشہد پڑھے ہوئے ،اور بغیر سلام کے۔

تشریح : سجدہ تلاوت کی کیفیت یہ ہے کہ تکبیر کہہ کرسجدہ میں جائے اورتکبیر کہہ کرسجدہ سے سر اٹھائے ،تکبیر کے لئے ہاتھ نہ اٹھائے ،تشہد نہ پڑھے،سلام نہ پھیرے۔اس سجدہ تلاوت کرے۔

وجه : (۱)تکبیر کہےاس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن ابن عمر قال كان رسول الله ﷺ يقرأ علينا القرآن فاذا مر بالسجدة كبر و سجد و سجدنا معه . (ابوداود شریف، باب فی الرجل يسمع السجدة وهو راكب أو فی غير صلوة،ص ۲۱۱،نمبر ۱۴۱۳)(۲) سلام نہ کرے اورتشہد نہ پڑھے اس کے لئے یہ قول تابعی ہے۔عن سعيد بن جبير انه كان يقرأ السجدة فيرفع رأسه ولا يسلم، قال كان الحسن يقرأ بنا سجود القرآن ولا يسلم . (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۰۱، باب من كان لا يسلم من السجدة ، ج اول،ص ۳۶۴،نمبر ۴۱۸۴/۴۱۸۳)اس اثر سے معلوم ہوا کہ سجدۂ تلاوت میں تشہد اور سلام نہیں ہیں۔صرف تکبیر کہہ کرسجدہ کرے پھر تکبیر کہہ کر سر اٹھائے بس اتنا ہی کافی ہے۔

﴿فصل :سجدۂ شکر کے بیان میں﴾

ترجمہ : (۷۷۵) امام صاحبؒ کے نزدیک تنہا سجدۂ شکر مکروہ ہے،اس کا کچھ ثواب نہیں،اس لئے نہ کرے۔

تشریح : سجدہ شکر کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بات آئی تو فوراً سجدہ میں گر جائے ،مصنف لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ مکروہ

(٧٧٦) وقالا هى قربة يثاب عليها وهيئتها مثل سجدة التلاوة.

﴿فائدة مهمّة لدفع كل مهمة﴾

(٧٧٧)قال الامام النسفى فى الكافى من قرأ آى السجدة كلّها فى مجلس واحد وسجد لكل منها كفاه الله ما اهمّه.

ہے،اوراس کے لئے پورادورکعت نفل پڑھے یہ جائز ہے۔

ترجمه : (۷۷۶)صاحبین نے فرمایا کہ یہ قربت ہےاس پرثواب دیا جائے گا،اوراس کی ہیئت سجدہ تلاوت کی طرح ہے۔

تشریح : صاحبینؒ کے نزدیک آگے والے حدیث کی وجہ سے سجدہ شکر جائز بھی ہے،قربت کی چیز بھی ہے،اوراس پرثواب بھی دیا جائے گا۔اورجس طرح سجدہ تلاوت کیا جاتا ہےاسی طرح سجدہ شکر بھی ادا کرے،اورانہیں شرطوں کے ساتھ کرے،یعنی طہارت ہو قبلہ رخ ہووغیرہ۔

وجه : عن ابى بكرة عن النبى ﷺ انه كان اذا جائه امر سرور او بشر به خرا ساجدا شاكرا لله۔(ابوداود شریف،باب فی سجود الشکر،ص ۴۰۴،نمبر ۲۷۷۴/ترمذی شریف،باب ما جاء فی سجدة الشکر،ص ۳۸۳،نمبر ۱۵۷۸)اس حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ سجدہ شکرادا کرتے تھے۔

﴿تمام مشکلات کے دفعیہ کے لئے ایک فائدہ مہمہ کا ذکر:﴾

ترجمه : (۷۷۷)کافی[کتاب]میں امام نسفیؒ نے کہا ہے کہ:جوایک مجلس میں تمام سجدہ کی آیتیں پڑھ کر ہرایک کے لئے علیحدہ علیحدہ سجدہ کرے،تو اللہ تعالی اس کے تمام مقاصد کے لئے کافی ہیں۔

﴿باب الجمعة﴾

﴿باب: جمعہ کے بیان میں﴾

جس میں سات شرطیں پائی جاویں اس پر نماز جمعہ فرض عین ہے:۔

ا:......مرد ہو۔

٢:......آزاد ہو۔

٣:......شہر میں یا اس کی حد میں اصح روایت میں مقیم ہو۔

٤:......تندرست ہو۔

٥:......ظالم سے امن ہو۔

٦:......دونوں آنکھیں سلامت ہوں۔

٧:......دونوں پاؤں سلامت ہوں۔

اور جمعہ صحیح ہونے کے لئے چھ چیزیں شرط ہیں:

ا:......شہر یا فناء شہر۔

٢:......سلطان یا اس کا نائب۔

٣:......ظہر کا وقت، پس ظہر سے پہلے جمعہ صحیح نہیں،

٤:......ظہر کے وقت میں جمعہ کی نیت سے اس سے پہلے خطبہ ہو۔

٥:......جن لوگوں سے جمعہ ادا ہوتا ہو ان میں سے ایک شخص بھی خطبہ سننے کے لئے حاضر ہو۔

٦:......عام اجازت ہو۔

٧:......امام کے سوا تین آدمی کی جماعت ہو، خواہ غلام ہوں، یا مسافر ہوں، یا بیمار ہوں۔

☆☆☆

ضروری نوٹ: جمعہ اہل شہر پر واجب ہے اور پہلی مرتبہ اس کو مدینہ میں قائم کیا تھا۔ اس کا ثبوت اس آیت سے ہے۔ **یا ایھا الذین آمنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع** ۔(آیت ٩، سورۃ الجمعۃ ٦٢) اس آیت سے جمعہ کا ثبوت ہوتا ہے۔ جمعہ کا ثبوت اس حدیث میں ہے۔ **أن عبد اللہ بن عمر و أبا ہریرۃ حدثاہ أنہما سمعا**

(٧٧٨) صلوة الجمعة فرض عين على من اجتمع فيه سبعة شرائط. الذكورة والحرية والاقامة فی مصر او فيما هو داخل فی حدّ الاقامة فيها فی الاصح والصحة (٧٧٩) والامْنُ من ظالم وسلامة

رسول الله ﷺ يقول: على أعواد منبره ((لينتهين أقوام عن دعهم الجمعات، أو ليختمن الله على قلوبهم، ثم ليكونن من الغافلين۔(مسلم شریف، باب التغلیظ فی ترک الجمعۃ،ص ۳۴۷،نمبر ۸۶۵/۲۰۰۲)اس حدیث میں ہے کہ جمعہ پڑھنا بہت ضروری ہے۔

ترجمہ : (٧٧٨) جمعہ کی نماز اس پرفرض عین ہے جس میں سات شرطیں جمع ہوں۔[۱] مذکر ہو۔[۲]۲آزاد ہو۔[۳] شہر میں یا اس کی حد میں اصح روایت میں مقیم ہو۔[۴] تندرست ہو۔

تشریح : یہ سات شرطیں پائی جائیں تو اس پر جمعہ کی نماز فرض ہے،اوراگران میں سے ایک بھی کم ہو جائے تو اس فرض نہیں البتہ پڑھ لے تو ادا ہو جائے گی۔[۱] پہلی شرط ہے کہ مرد ہو چنانچہ عورت پر جمعہ واجب نہیں ہے۔[۲] دوسری شرط ہے کہ آزاد ہو،غلام پر جمعہ واجب نہیں ہے۔[۳] تیسری شرط یہ ہے کہ شہر یا اس کی حدود میں مقیم ہو، چنانچہ مسافر پر،اور دیہاتی پر جمعہ واجب نہیں ہے۔[۴]اور چوتھی شرط یہ ہے کہ تندرست ہو چنانچہ بیمار پر جمعہ واجب نہیں ہے،البتہ یہ لوگ پڑھ لیں تو ادا ہو جائے گا۔

وجہ: (۱)حدیث میں ہے۔ عن طارق بن شهاب عن النبی ﷺ قال الجمعة حق واجب على كل مسلم فی جماعة الا اربعة عبد مملوك او امرأة او صبی او مريض (ابوداؤد شریف،باب الجمعۃ للمملوک والمرأۃ،ص ۱۶۲،نمبر ۱۰۶۷)دارقطنی میں ,اومسافر, کالفظ بھی ہے(دار قطنی ، باب من تجب علیہ الجمعۃ ،ج ثانی ،ص ۳،نمبر ۱۵۶۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غلام،عورت،بچہ اور بیمار پر جمعہ واجب نہیں ہے۔

ترجمہ : (٧٧٩) [۵] ظالم سے امن ہو۔[۶] دونوں آنکھیں سلامت ہوں۔[۷] دونوں پاؤں سلامت ہوں۔

تشریح : پانچویں شرط یہ ہے کہ ظالم سے امن ہو چنانچہ اگر شہر میں ہنگامہ،جس سے جان کا خطرہ ہو تو جمعہ واجب نہیں ہے۔ دونوں آنکھیں سلامت ہو، چنانچہ نابینا پر جمعہ واجب نہیں ہے۔ساتویں شرط یہ ہے کہ دونوں پاؤں سالم ہوں، چنانچہ اپاہج پر جمعہ واجب نہیں ہے۔

وجہ : (۱) امن اور اپاہج کے لئے یہ قول تابعی ہے ۔ عن الحسن قال ليس على الخائف و لا على العبد يخدم أهله و لا على ولی الجنازة و لا على الاعمى اذا لم يجد قائدا الجمعة ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ،باب من رخص فی ترک الجمعۃ،ج اول،ص ۴۷۹،نمبر ۵۵۲۹)اس اثر میں ہے کہ جہاں امن نہ ہو،اور غلام اور نابینا کو مسجد تک لیجانے والا نہ ہو تو اس پر جمعہ نہیں ہے۔(۲) یہ لوگ جمعہ پڑھے تو ہو جائے گا اس کے لئے یہ قول تابعی ہے۔عن الحسن قال ان جمعن مع الامام اجزأهن من صلوة الامام. (مصنف ابن ابی شیبۃ،۳۴۰ المرأۃ تشھد الجمعۃ اتجزیھا صلوۃ الامام،ص ۴۴۶،نمبر ۵۱۵۵۶)

العينين وسلامة الرِّجلين.(٧٨٠) ويشترط لصحتها ستة اشياء.المصر او فناؤه

(٣)**عن الزهری قال سألته عن المسافر يمر بقرية فينزل فيها يوم الجمعة قال اذا سمع الاذان فليشهد الجمعة** (مصنف عبدالرزاق، باب من تجب علیہ الجمعۃ ص ۴۷ نمبر ۵۲۱۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ جمعہ میں حاضر ہو جائے تو ظہر کی ادائیگی ہو جائے گی۔

ترجمہ : (۷۸۰) اور جمعہ صحیح ہونے کے لئے چھ چیزیں شرط ہیں:[۱] شہر یا فناء شہر۔

تشریح : جمعہ صحیح ہونے کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ شہر ہو، یا شہر کا فناء ہو۔

وجہ: (۱) حضرت علیؓ کا قول کا ہے۔ **عن علی قال لا جمعة ولا تشريق الا فی مصر جامع ،وكان يعد الامصار البصرة والكوفة والمدينة والبحرين** (مصنف عبدالرزاق، باب القری الصغار ج ثالث ص ۷۰ نمبر ۵۱۹۱ر مصنف ابن ابی شیبۃ ۳۳۱ من قال لاجمعۃ ولاتشریق الا فی مصر جامع، ج اول، ص ۴۳۹، نمبر ۵۰۵۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ بڑے شہر میں جمعہ جائز ہے(۲) اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ مدینہ کے عوالی میں جمعہ نہیں ہوتا تھا، اگر گاؤں میں جمعہ جائز ہوتا تو عوالی میں ضرور ہونا چاہئے تھا۔حدیث یہ ہے۔ **عن عائشة زوج النبی** ﷺ **قالت كان الناس ينتابون الجمعة من منازلهم والعوالی فيأتون فی الغبار فيصبهم الغبار والعرق** (بخاری شریف، باب من این توتی الجمعۃ وعلی من تجب ص ۱۲۳ نمبر ۹۰۲ر ابوداؤد شریف، باب من تجب علیہ الجمعۃ، ص ۱۵۸، نمبر ۱۰۵۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عوالی کے گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا تھا۔صرف مدینہ جیسے شہر میں جمعہ ہوتا تھا (۳) مدینہ طیبہ کے بعد پہلی مرتبہ جواثی جیسے قلعہ میں نماز جمعہ ہوئی ہے۔حدیث میں ہے۔ **عن ابن عباس قال ان اول جمعة جمعت بعد جمعة فی مسجد رسول الله** ﷺ **فی مسجد عبد القيس بجواثی من البحرين.** (بخاری شریف، باب الجمعۃ فی القری والمدن ص ۱۲۲ نمبر ۸۹۲ر ابوداؤد شریف، باب الجمعۃ فی القری ص ۱۶۰ نمبر ۱۰۶۸) اس اثر میں ہے کہ مسجد عبدالقیس میں مدینہ کے بعد پہلی مرتبہ جمعہ ہوا ہے جو بحرین میں تھی۔اگر گاؤں میں جمعہ جائز ہوتا تو بحرین کے فتح سے پہلے کتنے گاؤں فتح ہو گئے تھے ان میں جمعہ کیوں نہیں ہوا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شہر میں جمعہ جائز ہے گاؤں میں جائز نہیں ہے۔

نوٹ: جواثی کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ وہ ایک قلعہ کا نام ہے اور وہاں شہر تھا۔

فائدہ: پانچ قسم کی بستیاں ہوتیں ہیں[۱] خیمے والے، جو پانی کی تلاش میں صحراوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ان خیموں میں کسی امام کے یہاں جمعہ جائز نہیں ہے۔[۲] دوسری صورت یہ ہے کہ اینٹ پتھر کے مکانات تو ہوں لیکن مجتمع نہ ہوں بکھرے ہوئے ہوں، ایک مکان یہاں ہے تو دوسرا مکان کافی دوری پر ہے۔ان میں بھی کسی کے یہاں جمعہ جائز نہیں ہے۔[۳] تیسری صورت یہ ہے کہ اینٹ پتھر کے مکانات ہوں جسکی وجہ سے انکے رہنے والے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ ہو

سکتے ہوں اور آبادی مجتمع ہو بکھری ہوئی نہ ہو، پس اگر وہاں چالیس آدمی ہو تو امام شافعیؒ کے نزدیک جمع جائز ہے [۴] چوتھی صورت یہ ہے کہ شہر تو نہ ہو لیکن بڑی بستی ہو جسکو قصبہ کہتے ہیں حنفیہ کے یہاں اس میں جمعہ جائز نہیں ہے۔۔البتہ آج کل اس میں جمعہ قائم کرنے کا فتوی دیتے ہیں، ایک تو اگلی حدیث کی بناء پر، اور دوسری بات یہ ہے کہ دیہات کے لوگ جمعہ اور عیدین کے علاوہ کچھ پڑھتے ہی نہیں ہیں، اب اگر جمعہ بھی پڑھنے کی گنجائش نہ دی جائے تو ان میں اسلام کا کوئی شعار باقی نہیں رہے گا، پھر دوسری بات یہ ہے کہ یہ لوگ جمعہ پڑھنے پر اصرار کرتے ہیں اسلئے قصبے میں جمعہ پڑھنے کا فتوی حنفی حضرات بھی دیتے ہیں۔۔ہمارے جھارکھنڈ کے دیہات میں اسی پر عمل ہے۔[۵] پانچویں صورت یہ ہے کہ وہ شہر ہے، تو اس میں بالاتفاق جمعہ جائز ہے۔

وجه : (۱) چھوٹا گاؤں جس کے مکانات مجتمع ہو اس میں جمعہ جائز ہے اس کے لئے یہ قول تابعی ہے ۔**عن عمر و بن دینار قال : سمعنا ان لا جمعة الا فی قریة جامعة** . (مصنف عبد الرزاق، باب القری الصغار، ج ثالث، ص ۷۱، نمبر ۵۱۹۷) یہاں قریۃ جامعۃ سے مراد یہ ہے کہ گاؤں کے گھر صحرائی لوگوں کی طرح بکھرے ہوئے نہ ہوں بلکہ دیہات کے گھروں کی طرح مجتمع ہوں۔تو اس میں جمعہ جائز ہے۔(۲) اس حدیث میں ہے۔ **عن ابن عباس قال ان اول جمعة جمعت فی الاسلام بعد جمعة جمعت فی مسجد رسول الله ﷺ بالمدینة لجمعة جمعت بجواثی قریة من قری البحرین قال عثمان قریة من قری عبد القیس** ۔(ابو داؤد شریف، باب الجمعۃ فی القری ص ۱۶۰ نمبر ۱۰۶۸/ بخاری شریف، باب وفد عبد القیس، ص ۱۴۷، نمبر ۴۳۷۱) اس حدیث میں ہے کہ جواثی بحرین کے گاؤں کا نام ہے۔جس سے معلوم ہوا کہ گاؤں میں جمعہ جائز ہے۔(۳) **حدثنی عبد الرحمن بن کعب بن مالک ..... فلما سمع الاذان بالجمعة استغفر له فقلت : یا أبتاه أرأیت استغفارک لأسعد بن زرارة کلما سمعت الأذان بالجمعة فقال : أی بنی کان اسعد أول من جمع بنا فی المدینة قبل مقدم رسول الله ﷺ فی هزم من حرة بنی بیاضة فی نقیع یقال له الخضمات ، قلت و کم أنتم یومئذ قال : أربعون رجلا** . (سنن بیہقی، باب العدد الذین اذا کانوا فی قریۃ وجبت علیھم الجمعۃ، ج ثالث، ص ۲۵۲، نمبر ۵۶۰۵) اس حدیث میں ہے کہ مدینے میں پہلا جمعہ ہوا تو کل چالیس آدمی تھے۔(۴) ان کی دلیل یہ حدیث بھی ہے۔ **عن ام عبد الله الدوسیة قالت سمعت رسول الله ﷺ یقول الجمعة واجبة علی اهل کل قریة وان لم یکونوا الا ثلاثة ورابعهم امامهم**. (دار قطنی، باب الجمعۃ علی اہل القریۃ ج ثانی ص ۷ نمبر ۱۵۷۸/ سنن بیہقی، باب العدد الذین اذا کانوا فی قریۃ وجبت علیھم الجمعۃ، ج ثالث، ص ۲۵۵، نمبر ۵۶۱۶) اس حدیث میں ہے کہ گاؤں میں جمعہ واجب ہے چاہے اس گاؤں میں چار ہی آدمی کیوں نہ ہو (۵) **عن ابی امامة ان النبی ﷺ قال علی الخمسین جمعة لیس فیما دون ذلک** (دار قطنی، ذکر العدد فی الجمعۃ ج ثانی ص ۴ نمبر ۱۵۶۴/ ابو داؤد شریف، باب الجمعۃ فی القری ص ۱۶۰ نمبر ۱۰۶۹) اس حدیث

(٧٨١) والسلطان او نائبه (٧٨٢) ووقت الظهر فلا تصح قبله وتبطل بخروجه (٧٨٣) والخطبة

میں ہے کہ پچاس آدمی ہوتو جمعہ قائم کر لینا چاہئے۔(٦) حضورؐ نے جب مصعب ابن عمیرؓ کو مدینہ بھیجا تو اس وقت وہاں نماز پڑھنے والے کل بارہ آدمی تھے اور انہیں کو جمعہ کی نماز پڑھائی، عبارت یہ ہے۔ **و یذکر عن الزہری أن مصعب ابن عمیرؓ حین بعثه النبی ﷺ الی المدینة جمع بهم و هم اثنا عشرة رجلا .** (سنن بیہقی، باب العدد الذین اذا کانوا فی قریۃ وجبت علیہم الجمعۃ، ج ثالث، ص ٢٥٥، نمبر ٥٦١٧) اس اثر سے معلوم ہوا کہ خود مدینہ طیبہ میں صرف ١٢ آدمیوں سے جمعہ قائم کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز ہے۔

ترجمه : (٧٨١)[٢] سلطان یا اس کا نائب ہو۔

تشریح : جمعہ میں لوگ بہت جمع ہوتے ہیں اس لئے جھگڑا ہونے کا خطرہ ہے، اس لئے بادشاہ یا اس کا نائب اس کو قائم کرے۔

وجه : (١) اس قول صحابی میں ہے۔ **سأل عبد الله بن عمر بن خطاب عن القری التی بین مکة والمدینة ماتری فی الجمعة قال نعم اذا کان علیهم امیر فلیجمع** ۔(سنن للبیھقی، باب العدد الذین اذا کانوا فی قریۃ وجبت علیہم الجمعۃ، ج ثالث، ص ٢٥٤، نمبر ٥٦١٣)(٢) **کتب عمر بن عبد العزیز الی عدی بن عدی : أیما أهل قریة لیسوا بأهل عمود ینتقلون فأمّر علیهم أمیرا یجمّع بهم** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ٣٣٢ من کان یری الجمعۃ فی القری وغیرھا، ج اول، ص ٤٤٠، نمبر ٥٠٦٩) اس اثر میں ہے کہ امیر ہو یا امیر بنایا گیا ہو تو وہ جمعہ قائم کر سکتا ہے(٣) **عن عمر بن العزیز ... قال لهم حین فرغ من صلوته ان الامام یجمع حیث کان** ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الامام یجمع حیث کان، ج ثالث، ص ٦٦، نمبر ٥١٦١ رمصنف ابن ابی شیبۃ، ٣٩٠ باب الامام یکون مسافرا فیمر بالموضع، ج ثانی، ص ٤٧٦، نمبر ٥٤٩٩) بخاری میں یہ جملہ ہے **حدثنا ابو خلدة صلی بنا امیر الجمعة** (بخاری شریف، باب اذا اشتد الحر یوم الجمعۃ، ص ١٢٤، نمبر ٩٠٦) ان آثار سے معلوم ہوا کہ امیر اور بادشاہ جمعہ قائم کرے۔

نوٹ: جہاں امیر اور بادشاہ نہیں ہیں وہاں مسلمان جمع ہو کر جس کو امیر چن لے وہ جمعہ قائم کرائے گا۔ آج کل بہت سے ملکوں میں اسلامی حکومت نہیں ہے اور نہ وہاں امیر اور قاضی ہیں وہاں یہی کرتے ہیں کہ لوگ مسجد کے خطیب سے جمعہ قائم کروالیتے ہیں۔

ترجمه : (٧٨٢)[٣] ظہر کا وقت ہو، چنانچہ ظہر سے پہلے جمعہ صحیح نہیں، اور ظہر کا وقت نکلنے سے جمعہ باطل ہو جائے گا۔

تشریح : تیسری شرط یہ ہے کہ جمعہ کے لئے ظہر کا وقت ہو، چنانچہ ظہر سے پہلے جمعہ جائز نہیں، اور ظہر کا وقت نکل گیا تو جمعہ نہیں پڑھ سکے گا، اب ظہر کی قضا پڑھے۔

وجه: (١) حدیث میں ہے . **عن انس بن مالک ان رسول الله ﷺ کان یصلی الجمعة حین تمیل الشمس** (بخاری شریف، باب وقت الجمعۃ اذا زالت الشمس، ص ١٢٣، نمبر ٩٠٤ رمسلم شریف، باب فی وقت صلوۃ الجمعۃ، ص ٢٨٣، نمبر

قبلها بقصدها فی وقتها (٧٨٤) وحضور احد لسماعها ممّن تنعقدبهم الجمعة ولو واحدا فی

١٩٩٢/٨٦٠)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زوال کے بعد جمعہ کی نماز پڑھا کرتے تھے۔اور یہ وقت ظہر کا ہے اس لئے ظہر کے وقت میں پڑھا جائے گا(٢)عن أنس بن مالک قال : کنا نبکر بالجمعة و نقیل بعد الجمعة۔(بخاری شریف،باب وقت الجمعة اذازالت الشمّس،ص١٢٣،نمبر٩٠٥/مسلم شریف،باب صلاة الجمعة حین تزول الشمّس،ص٣٤٥،نمبر١٩٩١/٨٥٩) اس حدیث میں ہے کہ زوال کے فورا بعد جمعہ پڑھا کرتے تھے۔(٣)۔ظہر کا وقت نکل جائے تو پھر جمعہ نہیں پڑھے گا بلکہ ظہر کی قضا پڑھے گا۔ اس قول تابعی میں ہے۔کان الحجاج یؤخر الجمعة فکنت انا اصلی و ابراهیم و سعید بن جبیر فصلیا الظهر ثم نتحدث و هو یخطب ثم نصلی معهم ثم نجعلها نافلة(مصنف ابن ابی شیبة ،١٣٨٧ الجمعة یؤخرها الامام حتی یذهب وقتها، ج اول،ص٤٧٤،نمبر٥٤٨٦)اس اثر سے معلوم ہوا کہ ظہر کا وقت ختم ہو جائے تو اب جمعہ نہیں پڑھے بلکہ ظہر کی نماز قضا پڑھے۔

ترجمہ : (٧٨٣) [٤] جمعہ سے پہلے خطبہ ہو جمعہ کی نیت سے ظہر کے وقت میں۔

تشریح : جمعہ سے پہلے جمعہ کی نیت سے ظہر کے وقت میں خطبہ ہو یہ چوتھی شرط ہے۔

وجہ: (١)ظہر کی نماز چار رکعتیں ہیں اور جمعہ کی نماز دو رکعتیں ہیں اس لئے دو رکعت کے بدلے میں دو خطبے ہیں۔اس لئے خطبہ جمعہ کی شرط ہے اسکے لئے یہ اثر ہے. عن عطاء بن ابی رباح و غیره و عن سعید بن جبیر قال : کانت الجمعة أربعا فجعلت الخطبة مکان الرکعتین ۔ .(سنن للبیهقی ،باب وجوب الخطبة وانه اذا لم یخطب صلی ظهرا اربعا،ج ثالث،ص ٢٧٨،نمبر٥٧٠٣)اس اثر میں ہے کہ ظہر کی دو رکعت کے بدلے میں جمعہ کے دو خطبے ہیں۔(٢)حدیث میں ہے عن ابن عمر قال کان النبی ﷺ یخطب قائماثم یقعد ثم یقوم کما یفعلون الآن.(بخاری شریف،باب الخطبة قائما ص ١٢٥ نمبر ٩٢٠ /مسلم شریف،فصل یخطب الخطبتین قائما ص ٢٨٣ کتاب الجمعہ نمبر ١٩٩٤/٨٦١/ابوداؤد شریف،باب الخطبة قائما ص ١٦٣ نمبر ١٠٩٤)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دو خطبے دیں گے اور دونوں کے درمیان امام بیٹھیں گے۔اگر خطبہ نہیں پڑھا تو ظہر کی نماز پڑھے گا اس کا ثبوت اس اثر میں ہے عن مصعب بن عمیر قال و بلغنا انه لا جمعة الا بخطبة فمن لم یخطب صلی اربعا . (سنن للبیهقی ،باب وجوب الخطبة وانه اذا لم یخطب صلی ظهرا اربعا،ج ثالث،ص ٢٧٨،نمبر٥٧٠٢/مصنف عبد الرزاق،باب الامام لا یخطب یوم الجمعة کم صلی،ج ثالث،ص٢٣٧،نمبر٥٢٠٨)اس اثر سے معلوم ہوا کہ اگر خطبہ نہیں پڑھا تو ظہر کی چار رکعت پڑھے گا۔

ترجمہ : (٧٨٤)[٥] جن لوگوں سے جمعہ ادا ہوتا ہو ان میں سے ایک شخص بھی خطبہ سننے کے لئے حاضر ہو۔

تشریح :جن لوگوں سے جمعہ قائم ہوتا ہو ان میں سے کم سے کم ایک آدمی خطبہ سننے کے لئے موجود ہو، پانچویں شرط یہ ہے۔

وجہ : (١)اس حدیث میں ہے، عن سمرة بن جندب ان النبی الله ﷺ قال احضروا الذکر و ادنوا من الامام فان الرجل لا یزال یتباعد حتی یؤخر فی الجنة و ان دخلها ۔(ابوداود شریف،باب الدنو من الامام عند الموعظة،

الصحيح(٧٨٥) والاذن العام (٧٨٦) والجماعة وهم ثلاثة رجال غير الامام ولو كانوا عبيدا او مسافرين او مرضىٰ والشرط بقاء هم مع الامام حتى يسجد فان انفرّوا بعد سجوده اتمّها وحده

ص ١٦٧، نمبر ١١٠٨) اس حدیث میں ہے کہ خطبہ کے وقت امام کے قریب ہو۔ (٢) اس آیت میں اس کا اشارہ ہے۔ و اذا رأوا تجارة أو لهوا أنفضوا اليها و تركوك قائما . (آیت ١١، سورة الجمعة ٦٢) اس آیت میں ہے کہ حضورؐ کو جمعہ کے وقت کھڑے ہوئے چھوڑ دیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ کچھ آدمی سننے والے بھی ہوں۔

ترجمہ: (٧٨٥) [٦] عام اجازت ہو۔

تشریح : جمعہ میں آنے کے لئے عام لوگوں کو اجازت ہو تب جمعہ ہوگا، یہ چھٹی شرط ہے۔

ترجمہ : (٧٨٦) [٧] اور جماعت ہو اور وہ تین مرد ہوں امام کے علاوہ، اگر چہ غلام ہوں، یا مسافر ہو، یا بیمار ہوں، اور شرط یہ ہے کہ وہ امام کے ساتھ سجدے تک باقی رہیں۔ پس اگر وہ سجدہ کرنے کے بعد جائیں تو امام اکیلا جمعہ پورا کرے، اور اگر امام کے سجدہ کرنے سے پہلے بھاگ جائیں تو جمعہ باطل ہو جائے گا۔

تشریح : جمعیت سے مشتق ہے اس لئے کم از کم تین مرد ہوں تو جمعہ قائم ہوگا، چاہے ایسے مرد ہوں جن پر جمعہ واجب نہیں ہے، مثلا غلام ہوں یا مسافر ہوں یا بیمار ہوں تب بھی جمعہ قائم ہو جائے گا، لیکن اگر عورت ہو، یا بچہ ہو تو اس سے جمعہ قائم نہیں ہوگا، اور یہ بھی شرط ہے کہ جمعہ قائم ہونے تک باقی رہیں، اور جمعہ پہلی رکعت کے سجدہ کرنے سے قائم ہوگا، اس لئے پہلی رکعت کے سجدے تک باقی رہیں تو جمعہ پڑھا جائے گا، اور اگر اس سے پہلے بھاگ جائیں، یا تین میں سے ایک کم ہو جائے تو جمعہ کے بجائے ظہر پڑھے۔

وجہ :(١) اس حدیث میں ہے ۔عن ام عبد الله الدوسية قالت سمعت رسول الله ﷺ يقول الجمعة واجبة على اهل كل قرية وان لم يكونوا الا ثلثة ورابعهم امامهم . (دار قطنی، باب الجمعة على اهل قرية ج ثانی ص ٧ نمبر ١٥٧٨) اس حدیث سے معلوم ہو کہ امام کے علاوہ تین آدمی ہوں تب جمعہ ہوگا۔ (٢) پہلی رکعت کے سجدہ تک باقی رہیں اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن ابی هريرة قال : أن النبی ﷺ قال : اذا ادرک أحدكم الركعتين من يوم الجمعة فقد أدرک الجمعة و اذا ادرک ركعة فليركع اليها أخرى ، و ان لم يدرک ركعة فليصل أربع ركعات ۔(دار قطنی، باب فیمن یدرک من الجمعة رکعة أولم یدرکھا، ج ثانی، ص ٩، نمبر ١٥٨٦) اس حدیث میں ہے کہ ایک رکعت پائے تو جمعہ پڑھے اور اس سے کم پائے تو چار رکعت ظہر پڑھے۔ (٣) اثر میں اسکا ثبوت ہے۔قال عبد الله [بن عمر] : من ادرک ركعة من الجمعة فليصل اليها أخرى و من لم يدرک الركوع فليصل أربعا ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب من قال اذا ادرک رکعة من الجمعة صلی الیھا أخری، ج اول، ص ٤٦١، نمبر ٥٣٣٢) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ایک رکعت یعنی رکوع تک ملے تو جمعہ کی نماز پڑھے، اور اس سے کم ملے تو ظہر کی نماز پڑھے۔ (٤) سجدہ سے پہلے ایک رکعت پوری نہیں ہوتی اور جب تک ایک رکعت نہ ہو تو جمعہ

جمعة وان نفروا قبل سجوده بطلت (٤٨٧) ولا تصح بامرأة او صبی مع رجلین (٤٨٨) وجاز للعبد والمریض ان یؤمّ فیها. (٤٨٩) والمصر کل موضع له مفت وامیر وقاض ینفِّذ الاحکام ویقیم

کا انعقاد نہیں ہوتا اسلئے ایک رکعت یعنی سجدہ تک تین آدمی رہنا ضروری ہے۔

ترجمہ : (٤٨٧) اور جمعہ صحیح نہیں ہے جب دو مرد کے ساتھ عورت ہو یا بچہ ہو۔

تشریح : تینوں مرد ہونا چاہئے، لیکن اگر دو مرد کے ساتھ ایک عورت ہو یا ایک بچہ ہو تو جمعہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ حدیث کے مطابق تین مرد نہیں ہوئے، اور عورت یا بچہ سے جمعہ قائم نہیں ہوتا۔

ترجمہ : (٤٨٨) اور غلام اور بیمار کو جمعہ کی امامت کرنا جائز ہے۔

تشریح : غلام اور بیمار پر جمعہ واجب نہیں ہے، لیکن یہ مرد ہیں اس لئے یہ جمعہ قائم کرنا چاہے تو کر سکتے ہیں، اس لئے یہ دونوں جمعہ کی نماز کی امامت کرنا چاہیں تو کر سکتے۔

وجہ : مسافر، مریض، اور غلام کی امامت کی دلیل یہ ہے کہ ان لوگوں پر جمعہ واجب اسلئے نہیں ہے کہ انکو آنے میں حرج ہوگا، لیکن جب آ ہی گئے تو جمعہ فرض اداء ہو جائے گا، اور جب فرض اداء ہو جائے گا تو امامت بھی کر سکتا ہے۔

ترجمہ : (٤٨٩) شہر وہ جگہ ہے جہاں مفتی ہو اور امیر ہو اور قاضی ہو، احکام کو نافذ کرتا ہو، اور حد قائم کرتا ہو، اور اس کی امارت منی کی طرح ہو ظاہر روایت میں۔

تشریح : شہر کی تعریف فرما رہے ہیں، کہ جہاں مفتی ہو اور قاضی ہو اور امیر ہو، اور وہ احکام نافذ کرتے ہوں اور حدود قائم کرتے ہوں، اور شہر کی عمارت منی کی طرح ہو تو وہ شہر ہے جہاں جمعہ قائم کر سکتے ہیں۔۔ اس زمانے میں منی میں دس بیس گھر تھے۔ یعنی خیمہ زن کی طرح لوگ منتقل ہونے والے نہ ہوں بلکہ مٹی پتھر کا گھر بنا کر مستقل رہائش پذیر ہوں، تو وہاں جمعہ جائز ہے۔

وجہ: (١) اس صحابی کے قول میں ہے کہ کوفہ اور بصرہ جیسا شہر بڑا شہر ہے۔ **عن علیؓ قال لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع، وکان یعد الامصار البصرة والکوفة والمدینة والبحرین.** (مصنف عبد الرزاق، باب القری الصغار، ج ثالث، ص ٧٠، نمبر ٥١٩١ / مصنف ابن ابی شیبة ٣٣١ من قال لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع، ج اول، ص ٤٣٩، نمبر ٥٠٥٩) اس اثر سے معلوم ہوا کہ بڑے شہر میں جمعہ جائز ہے (٢) امیر اور قاضی ہو اس کے لئے یہ تابعی کا قول ہے۔ **قلت لعطاء ما القریة الجامعة؟ قال ذات الجماعة والامیر والقصاص والدور المجتمعة غیر المفترقة الآخذ بعضها ببعض کهیئة جده** . (مصنف عبد الرزاق، باب القری الصغار ج ثالث ص ٧١ نمبر ٥١٩٣) / اس اثر سے معلوم ہوا کہ بڑی بستی اس کو کہتے ہیں جس میں امیر ہو، قصاص اور حدود نافذ کئے جاتے ہوں اور گھر قریب قریب ہوں، خیمہ زنوں کی طرح دور دور گھر نہ ہوں۔ (٣) لیکن صاحبینؒ کے یہاں شہر کی تعریف یہ ہے کہ شہر کی مسجد سب نمازی جمع ہو جائیں تو مسجد بھر جائے اس کو شہر کہتے ہیں، اس کے لئے یہ قول

الحدود وبلغت ابنيتُه منىٰ فی ظاهر الروایة .(٧٩٠) واذا کان القاضی او الامیر مفتیا اغنیٰ عن التعداد . (٧٩١) وجازت الجمعة بمنی فی الموسم للخلیفة او امیر الحجاز .(٧٩٢) وصح الاقتصار فی الخطبة علی نحو تسبیحة او تحمیدة مع الکراھة.

تابعی ہے۔ **سمعت عمر بن دینار یقول اذا کان المسجد یجمع فیه الصلوٰۃ فلتصل فیه الجمعة**(مصنف عبد الرزاق، باب القری الصغار، ج ثالث، ص ا۷، نمبر ۵۱۹۸)اس سے معلوم ہوا کہ اگر تمام آدمی جمع ہو کر ایک مسجد میں نماز پڑھتے ہوں تو اس میں جمعہ جائز ہے۔آج کل حنفیہ کے یہاں اسی تعریف کو مانتے ہیں اور اسی کی بنیاد پر دیہات میں جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں۔

ترجمہ : (۷۹۰) اور جب خود قاضی یا امیر مفتی ہو تو دوسرے مفتی کی ضرورت نہیں۔

تشریح : قاضی یا امیر مفتی نہ ہو تو شہر ہونے کے لئے ایک مفتی کی بھی ضرورت ہے،لیکن اگر خود مفتی بھی ہو تو ایک قاضی ہونا، یا ایک امیر ہونا شہر ہونے کے لئے کافی ہے۔اب الگ سے مفتی کی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمہ : (۷۹۱) اور موسمِ حج میں خلیفہ یا امیر حجاز کو منی میں جمعہ قائم کرنا درست ہے۔

وجہ : منی میں جمعہ جائز ہونے کی دو وجہ ہیں[۱] ایک تو یہ کہ منی میں مکانات بنے ہوئے ہیں، عام صحراء کی طرح نہیں ہے، اور حج کے زمانے میں پورا شہر بن جاتا ہے وہاں دکانیں بھی ہوتیں ہیں اور قاضی اور امیر بھی جمع ہو جاتے ہیں۔اور شہر میں جمعہ جائز ہے اسلئے منی میں جمعہ جائز ہوگا۔[۲] دوسری وجہ یہ ہے کہ منی مکہ مکرمہ کے فناء میں ہے۔کیونکہ آیت میں ہے ہدی کعبہ پہنچاؤ حالانکہ وہ ہدی منی میں ذبح کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ منی مکہ مکرمہ کے فناء میں ہے، اور فناء شہر میں جمعہ جائز ہے اسلئے منی میں بھی جمعہ جائز ہوگا۔ **یحکم به ذوا عدل منکم ھدیا بالغا الکعبة** (آیت ۹۵، سورۃ المائدۃ ۵)اس آیت میں ہے کہ ہدی کعبہ پہنچاؤ حالانکہ وہ منی میں ذبح ہوتی ہے جس سے معلوم ہوا کہ منی کعبہ کا فناء شہر ہے اسلئے وہاں جمعہ پڑھنا جائز ہوگا۔

نوٹ :۔اس وقت تو منی میں اتنے مکانات بن گئے ہیں کہ وہ پورا شہر بن گیا ہے، اور اب تو اسکو حدود مکہ میں داخل کر دیا گیا ہے اسلئے وہاں بلا اختلاف جمعہ جائز ہے۔

ترجمہ : (۷۹۲) اور خطبہ میں اکتفا کرنا صحیح ہے صرف سبحان اللہ یا الحمد للہ پر کراہیت کے ساتھ۔

تشریح : یوں تو خطبہ میں اللہ کا ذکر اور نصیحت ہونی چاہئے اور دو خطبے ہونے چاہئے، لیکن صرف سبحان اللہ، کہا، یا صرف صرف الحمد للہ، کہا تب بھی خطبہ ادا ہو جائے گا اور جمعہ پڑھنا جائز ہوگا، البتہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔کیونکہ حدیث کے خلاف کیا۔

وجہ : (۱) اسکی وجہ یہ ہے کہ قرآن میں خطبہ کو ذکر فرمایا ہے، جسکا مطلب یہ ہوا کہ صرف ذکر سے خطبہ اداء ہو جائے گا۔آیت یہ ہے ۔**یا ایھا الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر الله وذروا البیع** ۔(آیت ۹، سورۃ الجمعۃ

٦٢)اس آیت میں فاسعوا الی ذکر اللہ، کہا، اور ذکر اللہ سے یہاں خطبہ مراد ہے جس سے معلوم ہوا کہ صرف اللہ کا ذکر الحمد للہ سے خطبہ اداء ہو جائے گا۔ (۲) حضرت عثمانؓ جب خلیفہ بنائے گئے تو جمعہ کے خطبہ کے لئے اٹھے تو الحمد للہ، کہہ پائے اور کپکپی طاری ہو گئی اور نیچے اتر گئے اور اتنا ہی جملے سے خطبہ ہو گیا، وہاں کبار صحابہ موجود تھے کسی نے یہ نہیں کہا کہ اس سے خطبہ نہیں ہوا جس سے معلوم ہوا کہ صرف الحمد للہ، کہنے سے خطبہ ہو جائے گا۔(۳)اس حدیث میں بھی اسکا اشارہ ہے۔قال ابو وائل : خطبنا عمار فأوجز و أبلغ ، فلما نزل قلنا : يا أباليقظان ! لقد أبلغت و أوجزت فلو كنت تنفست ! فقال انى سمعت رسول الله ﷺ يقول : ان طول صلوة الرجل و قصر خطبته مئنة من فقهه فأطيلوا الصلوة و اقصروا الخطبة ، و ان من البيان سحرا ۔(مسلم شریف، باب تخفیف الصلوۃ والخطبۃ، ص۳۴۹، نمبر ۲۰۰۹/۸۶۹)اس حدیث میں ہے کہ خطبہ مختصر ہو تو بھی وہ خطبہ ہے(۴)عن جابر بن سمرة قال كانت خطبة النبى ﷺ قصدا و صلاته قصدا . (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب الخطبۃ تطول أو تقصر، ج اول، ص۴۵۰، نمبر ۵۱۹۸)اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ مختصر ہو۔ اسکے اشارے سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ذکر سے بھی خطبہ اداء ہو جائے گا (۵)اس کی دلیل یہ حدیث ہے حدثنا شعيب بن رزيق الطائفى ... فقام (رسول الله ﷺ) متوكئا على عصا او قوس فحمد الله واثنى عليه كلمات خفيفات طيبات مباركات (ابوداؤد شریف، باب الرجل یخطب علی قوس، ص۱۶۳، نمبر ۱۰۹۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ کا خطبہ بہت مختصر ہوتا تھا(۲)اثر میں ہے۔عن الشعبى قال يخطب يوم الجمعة ما قل او كثر (مصنف عبد الرزاق، باب وجوب الخطبۃ، ج ثالث، ص۲۲۲، نمبر ۵۴۱۲)اس اثر سے معلوم ہوا کہ کم خطبہ ہو تب بھی کافی ہو جائے گا۔

﴿وسنن الخطبة ثمانية عشر شيئا.﴾

خطبہ جمعہ کی ۱۸ سنتیں ایک نظر میں

اورخطبہ میں ۱۸۔اٹھارہ چیزیں سنت ہیں:

۱:......طہارت۔

۲:......سترِ عورت۔

۳:......خطبہ شروع کرنے سے پہلے ممبر پر بیٹھنا۔

۴:......خطیب کے سامنے اذان کہنا، جیسے خطبہ کے بعد اقامت کہنا۔

۵:......کھڑے ہوکر خطبہ پڑھنا۔

۶:......جوشہر سختی سے فتح کیا گیا ہو اس میں بائیں ہاتھ میں تلوار پر سہارا لے کر خطبہ پڑھنا۔

۷:......قوم کی طرف متوجہ ہونا۔

۸:......خدائے تعالی کے لائق اس پر حمد وثنا سے شروع کرنا۔

۹:......دونوں کلمۂ شہادت پڑھنا۔

۱۰:......رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنا۔

۱۱:......وعظ ونصیحت کرنا، اورقرآن مجید کی ایک آیت پڑھنا۔

۱۲:......دوخطبے پڑھنا۔

۱۳:......دونوں کے درمیان بیٹھنا۔

۱۴:......دوسرے خطبہ کے شروع میں حمد وثنا اور۔

۱۵:......درود دہرانا۔

۱۶:......اس میں مسلمانوں کے لئے استغفار کی دعا کرنا۔

۱۷:......قوم کو خطبہ سننا۔

۱۸:......طوالِ مفصل کی ایک سورت کے برابر دونوں خطبے ہلکے پڑھنا۔

☆☆☆

(۷۹۳)الطهارة وستر العورة (۷۹۴) والجلوس على المنبر قبل الشروع فى الخطبة والاذان بين

ترجمه : (۷۹۳) اورخطبہ میں اٹھارہ چیزیں سنت ہیں: [۱] طہارت۔[۲] سترِعورت۔

تشریح : ظہر کی نماز چار رکعت تھی اس کے بدلے میں جمعہ کی نماز دورکعت ہوگئی،اور دورکعت کے بدلے میں دوخطبے ہوگئے، اس لئے خطبہ نماز کے درجے میں ہے اورنماز میں طہارت اور سترعورت شرط ہیں اس لئے خطبہ میں بھی سنت ہوں گی۔

وجه: (۱)اس قول تابعی میں ہے. عن عطاء بن ابی رباح و غیره و عن سعید بن جبیر قال : كانت الجمعة أربعا فجعلت الخطبة مكان الركعتين ۔ (سنن للبیھقی ،باب وجوب الخطبۃ وانہ اذا لم یخطب صلی ظہرا اربعا،ج ثالث،ص ۲۷۸،نمبر ۵۷۰۳)اس اثر میں ہے کہ ظہر کی دورکعت کے بدلے میں جمعہ کے دوخطبے ہیں (۲) خطبہ کے لئے غسل بہتر ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔سمع عبد الله بن عمر يقول : سمعت رسول الله ﷺ يقول : من جاء منكم الجمعة فليغتسل ۔(بخاری شریف، باب ھل علی من لم یشھد الجمعۃ غسل من النساء والصبیان وغیرھم؟ ص۱۴۴،نمبر ۸۹۴ مسلم شریف، باب وجوب غسل الجمعۃ علی کل بالغ،ص ۳۴۱،نمبر ۸۴۶/۱۹۵۷) اس حدیث میں ہے کہ جمعہ کے لئے غسل کرنا چاہئے۔ (۳)عن ابی سعيد الخدریؓ أن رسول الله ﷺ قال : غسل يوم الجمعة واجب على كل محتلم ۔(بخاری شریف،باب ھل علی من لم یشھد الجمعۃ غسل من النساء والصبیان وغیرھم؟ ص۱۴۴،نمبر ۸۹۵ مسلم شریف، باب وجوب غسل الجمعۃ علی کل بالغ،ص ۳۴۱، نمبر ۸۴۶/۱۹۵۷)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے لئے غسل کرنا چاہئے ۔(۴)اوروضو بھی کافی ہوجائے گا اسکے لئے حدیث ہے. عن ابی هريرة قال : قال رسول الله ﷺ من توضأ فأحسن الوضوء ، ثم أتى الجمعة فاستمع و أنصت غفر له ما بينه و بين الجمعة ۔(مسلم شریف، باب فضل من استمع وأنصت فی الخطبۃ،ص ۳۴۵،نمبر ۸۵۷/۱۹۸۸)اس حدیث میں ہے کہ وضو کرے گا اور جمعہ میں جائے گا تب بھی کافی ہوجائے گا۔(۵)اورسترعورت ہو اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ يا بنى آدم خذوا زينتكم عند كل مسجد ۔(آیت ۳۱،سورۃ الاعراف ۷)اس آیت میں ہے کہ نماز کے وقت زینت اختیار کرو،اور خطبہ بھی نماز کا حصہ ہے اس لئے اس کے لئے بھی ستر ہونا چاہئے۔

ترجمه : (۷۹۴)[۳] خطبہ شروع کرنے سے پہلے ممبر پر بیٹھنا۔[۴]خطیب کے سامنے اذان کہنا، جیسے خطبہ کے بعد اقامت کہنا۔سنت ہے۔

تشریح :خطبہ شروع کرنے سے پہلے امام منبر پر بیٹھے یہ سنت ہے،اوراس وقت مؤذن خطیب کے سامنے اذان دے یہ بھی سنت ہے۔الاذان بین یدیہ کالاقامۃ : کہہ کر مصنف یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ، پہلے خطیب کے سامنے اذان دے، اور بعد میں نماز شروع ہونے سے پہلے اقامت بھی کہے۔اس طرح دو اذان اور ایک اقامت ہوجائے گی۔

وجه : (۱) خطیب منبر پر بیٹھے اوراس کے سامنے اذان کہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن السائب بن يزيد قال كان

یدیه کالاقامة (۷۹۵) ثم قیامه (۷۹۶) والسیف بیساره متکّئا علیه فی کل بلدة فتحت عنوة وبدونه

النداء یوم الجمعة اوله اذا جلس الامام علی المنبر علی عهد النبی ﷺ و ابو بکر و عمرؓ فلما کان عثمانؓ و کثر الناس زاد النداء الثالث علی الزوراء ۔(بخاری شریف باب الاذان یوم الجمعۃ ،ص۱۴۶،نمبر۹۱۲) اس حدیث میں ہے کہ اذان سے پہلے امام منبر پر بیٹھے۔اور بیٹھنے کے بعد خطیب کے سامنے اذان بھی کہے۔(۲)اس حدیث میں بھی ہے۔ عن ابن عمر قال کان النبی ﷺ یخطب خطبتین ، کان یجلس اذا صعد المنبر حتی یفرغ ۔أراه قال المؤذن ثم یقوم فیخطب ثم یجلس فلا یتکلم ثم یقوم فیخطب ۔(ابوداود شریف، باب الجلوس اذا صعد المنبر ،ص۱۶۵،نمبر۱۰۹۲) اس حدیث میں ہے کہ اذان سے پہلے منبر پر بیٹھے۔

ترجمہ : (۷۹۵)[۵] کھڑے ہوکر خطبہ پڑھنا۔

تشریح : پھر کھڑے ہوکر خطبہ دے یہ بھی سنت ہے۔

وجہ :حدیث میں اسکا ثبوت ہے(ا)عن ابن عمر قال کان النبی ﷺ یخطب قائماثم یقعد ثم یقوم کما یفعلون الآن . (بخاری شریف، باب الخطبۃ قائما ص ۱۲۵ نمبر ۹۲۰ رمسلم شریف باب ذکر الخطبتین قبل الصلاۃ و ما فیھما من الجلسۃ ،ص۲۸۳ کتاب الجمعہ نمبر۸۶۱/۱۹۹۴/ابوداؤدشریف، باب الخطبۃ قائما ص ۱۶۳ نمبر۱۰۹۴)اس سے معلوم ہوا کہ دو خطبے کھڑے ہوکر دے۔

ترجمہ : (۷۹۶)[۶] اور بائیں ہاتھ میں تلوار رکھنا اور اس پر ٹیک لگانا، ہر اس شہر میں جسکو سختی سے فتح کیا ہو،اور بغیر تلوار کے خطبہ دے جسکو صلح کے طور پر فتح کیا ہو۔

تشریح : جس ملک کو سختی سے فتح کیا ہو اور قریب کا زمانہ ہو وہاں خطبہ دیتے وقت تلوار ہاتھ میں رکھے تا کہ ضرورت پڑے تو اس سے کام لے،اور جو ملک صلح سے فتح ہوا ہو اس میں لکڑی ہاتھ میں رکھے۔۔اس دور میں فتح کیا ہوا ملک نہیں ہوتا اس لئے تلوار رکھنے کی ضرورت نہیں ہے، البتہ عام حالات میں عصا کا ذکر حدیث میں ہے اس لئے اس کو رکھ سکتا ہے۔

وجہ : (ا)اس حدیث میں ہے۔حدثنا شعیب بن زریق الطائفی .....فاقمنا بها ایاما شهدنا فیها الجمعة مع رسول الله ﷺ فقام متوکیا علی عصا ۔ اوقوس ۔ فحمد الله واثنی علیه ۔(ابوداودشریف، باب الرجل یخطب علی قوس،ص۱۶۵،نمبر۱۰۹۶)اس حدیث میں ہے کہ لکڑی پر یا کمان پر ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے۔(۲)قال حدثنی ابی عن ابائه ان رسول الله ﷺ کان اذا خطب فی الحرب خطب علی قوس و اذا خطب فی الجمعة خطب علی عصا ۔ (سنن بیہقی، باب الامام یعتمد علی عصی اوقوس اوما اشبھھما اذا خطب، ج ثالث،ص۲۹۲،نمبر۵۷۵۱) اس حدیث میں ہے کہ جنگ میں کمان پر اور عام حالت میں لکڑی پر ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے۔

لغت : السیف:تلوار۔یسار: بایاں ہاتھ۔متکیا: ٹیک لگا کر۔عنوۃ:غلبہ کرکے،سختی سے۔قوس:کمان،جس لکڑی سے تیر پھینکتے ہیں

فی بلدة فتحت صلحا(۷۹۷) واستقبال القوم بوجهه (۷۹۸) وبداء ته بحمد الله والثناء علیه بما هو اهله والشهادتان والصلوة علی النبی صلی الله علیه وسلم والعظة والتذکیر وقراء ة آیة من

اس کو، کمان، کہتے ہیں۔

ترجمه : (۷۹۷) [۷] قوم کی طرف متوجہ ہونا۔

تشریح : قوم کی طرف چہرہ کر کے خطبہ دے یہ سنت ہے، اس کی طرف پشت نہ کرے۔

وجه :عن البراء قال خرج النبی ﷺ یوم اضحی فصلی العید رکعتین ثم اقبل علینا بوجهه و قال: ان اول نسکنا فی یومنا هذا ان نبدأ بالصلاة ۔(بخاری شریف، باب استقبال الامام الناس فی خطبۃ العید، ص ۱۵۷، نمبر ۹۷۶) اس حدیث میں ہے کہ خطبہ میں امام قوم کی طرف متوجہ ہو۔

ترجمه : (۷۹۸) [۸] خدائے تعالی کے لائق اس پر حمد و ثنا سے شروع کرنا۔[۹] دونوں کلمۂ شہادت پڑھنا۔[۱۰] رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنا۔[۱۱] وعظ و نصیحت کرنا، اور قرآن مجید کی ایک آیت پڑھنا۔

تشریح : دونوں خطبے میں یہ چیزیں ہوں، یہ سنت ہیں۔ اللہ تعالی کی حمد ثنا سے خطبہ شروع کرے، دونوں کلمہ شہادت پڑھے ،حضور ﷺ پر درود شریف پڑھے، وعظ و نصیحت کرے، اور قرآن مجید کی آیت پڑھے۔

وجه : (۱) اس حدیث میں ہے۔ حدثنا شعیب بن زریق الطائفی .....فاقمنا بها ایاما شهدنا فیها الجمعة مع رسول الله ﷺ فقام متوکیا علی عصا ۔ اوقوس فحمد الله واثنی علیه کلمات خفیفات طیبات مبارکات ، ثم قال ایها الناس انکم لن تطیقوا او لن تفعلوا ۔(ابوداود شریف، باب الرجل یخطب علی قوس، ص ۱۶۵، نمبر ۱۰۹۶) اس حدیث میں ہے کہ حمد و ثنا سے خطبہ شروع کیا، اور بعد میں وعظ و نصیحت بھی کی۔(۲) عن ابن مسعود ان رسولالله ﷺ کان اذا تشهد قال الحمد لله نستعینه و نستغفره و نعوذ بالله من شرور انفسنا من یهده الله فلا مضل له و من یضلل فلاهادی له ، اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده و رسوله ۔(ابوداود شریف، باب الرجل یخطب علی قوس، ص ۱۶۵، نمبر ۱۰۹۷) اس حدیث میں دونوں کلمہ شہادت کا ذکر ہے۔(۳) عن جابر بن سمرة قال کانت للنبی ﷺ خطبتان یجلس بینهما یقرأ القرآن و یذکر الناس ۔(مسلم شریف باب ذکر الخطبتین قبل الصلاة وما فیهما من الجلسة، ص ۳۴۶، نمبر ۸۶۲/۱۹۹۵) اس حدیث میں ہے کہ خطبے میں قرآن کریم کی آیتیں پڑھے اور نصیحت فرماتے۔(۴) عن اخت لعمرة قالت اخذت ﴿ق و القرآن المجید﴾ من فی رسول الله ﷺ یوم الجمعة و هو یقرأ بها علی المنبر فی کل جمعة ۔(مسلم شریف باب تخفیف الصلاة والخطبة، ص ۳۴۹، نمبر ۸۷۲/۲۰۱۲) اس حدیث میں ہے کہ خطبے میں قرآن کریم کی آیتیں پڑھتے تھے۔(۵) عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ ما جلس قوم مجلسا لم یذکر وا

القرآن(۷۹۹) وخطبتان والجلوس بين الخطبتين(۸۰۰) واعادة الحمد والثناء والصلوة على النبى صلى الله عليه وسلم فى ابتداء الخطبة الثانية والدعاء فيها للمؤمنين والمؤمنات بالاستغفار لهم (۸۰۱) وان يسمع القوم الخطبة

فيه ربهم و لم يصلوا على نبيهم ﷺ الا كان ترة عليهم يوم القيامة ان شاء اخذهم الله و ان شاء عفا عنهم ۔(سنن بیہقی، باب مایستدل بہ علی وجوب ذکر النبی ﷺ فی الخطبۃ، ج ثالث، ص ۲۹۷، نمبر ۵۷۷۲)اس حدیث میں ہے کہ ہر مجلس میں حضورؐ پر درود شریف بھیجا جائے، اس لئے خطبہ میں بھی بھیجا جائے۔

ترجمہ : (۷۹۹) [۱۲]دو خطبے پڑھنا۔[۱۳] دونوں کے درمیان بیٹھنا۔

تشریح : دو خطبے پڑھنا سنت ہے، اور دونوں کے درمیان بیٹھنا بھی سنت ہے۔

وجہ : (۱) **عن عبد الله بن عمرؓ قال : كان النبى ﷺ يخطب خطبتين يقعد بينهما** ۔(بخاری شریف، باب القعدة بين الخطبتين يوم الجمعة، ص ۱۴۹، نمبر ۹۲۸ رمسلم شریف باب ذکر الخطبتين قبل الصلاة و ما فيهما من الجلسة، ص ۳۴۶، نمبر ۱۹۹۴/۸۶۱)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دو خطبے پڑھتے تھے اور دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھتے تھے۔

ترجمہ : (۸۰۰) [۱۴] دوسرے خطبہ کے شروع میں حمد وثنا اور۔[۱۵] درود دہرانا۔[۱۶]اس میں مسلمانوں کے لئے استغفار کی دعا کرنا۔

تشریح : دوسرا خطبہ بھی خطبہ ہے اس لئے اس میں بھی حمد وثنا ہوگا، درود شریف ہوگا اور مسلمانوں کے لئے استغفار ہوگا، دلائل پہلے گزر چکے ہیں۔

وجہ : (۱)**عن عمارة بن روية قال رأى بشير بن مروان رافعا يديه فقال قبح الله هاتين اليدين لقد رأيت رسول الله ﷺ ما يزيد على ان يقول بيده هكذا و اشار باصبعه المسبحة** ۔(سنن بیہقی، باب مایستدل بہ علی انہ يدعو فی خطبتہ، ج ثالث، ص ۲۹۷، نمبر ۵۷۷۴)اس حدیث کے اشارے میں ہے کہ حضورؐ خطبہ میں دعا فرمایا کرتے تھے۔(۲) **عن انس قال بينما النبى ﷺ يخطب يوم جمعة اذا قام رجل فقال يا رسول الله هلك الكراع و هلك الشاء فادع الله ان يسقينا ، فمد يديه و دعا** ۔(بخاری شریف، باب رفع اليدين فی الخطبۃ، ص ۱۴۹، نمبر ۹۳۲)اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے دعا کی۔

ترجمہ : (۸۰۱) [۱۷] قوم کو خطبہ سننا۔

تشریح : قوم بھی خطبہ سنے یہ سنت ہے۔

(۸۰۲) وتخفيف الخطبتين بقدر سورة من طوال المفصّل. (۸۰۳)ويكره التطويل وترک شیء من السنن (۸۰۴) ويجب السعی للجمعة وترک البيع بالاذان الاوّل فی الاصح

وجه : عن ابی هريرةؓ قال قال النبی ﷺ اذا كان يوم الجمعة وقفت الملائكة علی باب المسجد يكتبون الاول فالاول ....فاذا خرج الامام طووا صحفهم و يستمعون الذكر ۔(بخاری شریف، باب الاستماع الی الخطبۃ یوم الجمعۃ، ۱۴۹، نمبر ۹۲۹) اس حدیث میں ہے کہ فرشتے خطبہ سنتے ہیں اس لئے لوگ بھی خطبہ سنیں۔

ترجمه : (۸۰۲) [۱۸] ایک طوال مفصل سورت کی مقدار دو خطبے ہلکے پڑھنا۔

تشریح : دونوں خطبے بہت لمبے نہ ہوں بلکہ دونوں خطبے ایک طوال مفصل سورت کے برابر ہوں یہ سنت ہے۔

وجه : (۱) اس حدیث میں ہے۔عن جابر بن سمرة قال كنت اصلی مع رسول الله ﷺ فكانت صلاتة قصدا و خطبته قصدا ۔(مسلم شریف، باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ، ص ۳۴۷، نمبر ۸۶۶، نمبر ۲۰۰۳) اس حدیث میں ہے کہ خطبہ مختصر ہو ۔(۲) اس حدیث میں بھی ہے۔حدثنا شعيب بن زريق الطائفی .....فاقمنا بها اياما شهدنا فيها الجمعة مع رسول الله ﷺ فقام متوكيا علی عصا۔ اوقوس فحمد الله واثنی عليه كلمات خفيفات طيبات مباركات ، ثم قال ايها الناس انكم لن تطيقوا او لن تفعلوا ۔(ابو داود شریف، باب الرجل یخطب علی قوس، ص ۱۶۵، نمبر ۱۰۹۶) اس حدیث میں ہے کہ خطبہ مختصر ہو۔

ترجمه : (۸۰۳) اور لمبا کرنا مکروہ ہے۔اور سنت میں سے کسی ایک کو چھوڑنا مکروہ ہے۔

تشریح : خطبہ لمبا کرنا مکروہ ہے اور کسی سنت کو چھوڑنا بھی مکروہ ہے۔

ترجمه : (۸۰۴) اور اصح روایت کے موافق پہلی اذان سے جمعہ کے لئے سعی کرنا اور بیع کو چھوڑنا واجب ہے۔

وجه : (۱) عن الزهری قال كان الاذان عند خروج الامام فاحدث امير المؤمنين عثمن التاذينة الثالثة علی الزوراء ليجتمع الناس ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب الاذان یوم الجمعۃ، ج اول، ص ۴۷۰، نمبر ۵۴۳۹ / مصنف عبد الرزاق، باب الاذان یوم الجمعۃ، ج ثالث، ص ۹۹، نمبر ۵۳۵۷) اس قول تابعی میں ہے کہ پہلی اذان اس لئے دلوائی کہ لوگ جمع ہو جائے، اس لئے پہلی اذان پر سعی کرنا اور بیع چھوڑنا ضروری ہے (۲) عن السائب بن يزيد قال كان النداء يوم الجمعة اوله اذا جلس الامام علی المنبر علی عهد النبی ﷺ و ابی بكر و عمرؓ فلما كان عثمانؓ و كثر الناس زاد النداء الثالث علی الزوراء ۔(بخاری شریف، باب الاذان یوم الجمعۃ، ص ۱۴۶، نمبر ۹۱۲) اس حدیث میں ہے کہ دوسری اذان تھی اور پہلی اذان حضرت عثمانؓ نے جاری کی۔

(٨٠٥) واذا خرج الامام فلا صلوة ولا كلام ولا يردّ سلاما ولا يشمِّت عاطسا حتى يفرغ من صلوته

ترجمه : (٨٠٥) جب امام نکلے تو نہ نماز ہے اور نہ کلام ہے، اور نہ سلام کا جواب دے، اور نہ چھینک کا جواب دے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جائے۔

تشریح : جب امام خطبہ کے لئے نکل جائے تو حنفیہ کے نزدیک مقتدی نہ کلام کرے، نہ نماز پڑھے، اور نہ چھینک کا جواب دے، کیونکہ خطبہ نماز کھڑی ہونے کے درجے میں ہے۔

وجه : خطبہ کے وقت نماز نہ پڑھنے کی دلیل (۱) یہ آیت ہے **اذ قرء القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون ۔** (آیت ۲۰۴ سورۃ الاعراف ۷) اس آیت میں قرآن پڑھتے وقت چپ رہنے اور کان لگا کر سننے کے لئے کہا ہے اور خطبہ میں قرآن پڑھا جائے گا، اب لوگ نماز پڑھیں گے تو وہ خود قرآن پڑھیں گے اور چپ نہیں رہیں گے اس لئے نماز پڑھنے کی بھی ممانعت ہوگی (۲) **عن ابن عباس وابن عمر انهما كانا يكرهان الصلوة والكلام يوم الجمعة بعد خروج الامام** (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۳۶۰ فی الکلام اذا صعد الامام المنبر وخطب، ج اول، ص ۴۵۸، نمبر ۵۲۹۷) اس قول صحابی میں ہے کہ امام کے نکلنے کے بعد بات اور نماز مکروہ ہے (۳) **سألت قتادة عن الرجل يأتي والامام يخطب يوم الجمعة ولم يكن صلى أيصلي ؟فقال اما انا فكنت جالسا.** (مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یجیئ والامام یخطب، ج ثالث، ص ۱۳۰، نمبر ۵۵۳۶) اس اثر سے معلوم ہوا کہ خطبہ کے وقت نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔ (۴) کلام کی ممانعت کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **ان ابا هريرة اخبره ان رسول الله ﷺ قال اذا قلت لصحبک يوم الجمعة انصت والامام يخطب فقد لغوت .** (بخاری شریف، باب الانصات یوم الجمعۃ والامام یخطب ص ۱۵۰، نمبر ۹۳۴ رمسلم شریف، فصل فی عدم ثواب من تکلم والامام یخطب، ص ۲۸۱، نمبر ۸۵۱ر ۱۹۶۵) اس حدیث میں ہے کہ ساتھی سے بھی بات نہیں کرنی چاہئے۔ (۵) چھینک کا بھی جواب نہ دے اس کے لئے یہ قول تابعی ہے **.عن قتادة قال اذا عطش انسان فی الجمعة فحمدلله و انت تسمعه و تسمع الخطبة فلا تشمته و ان لم تسمع الخطبة ايضا فلا تشمته ۔** (مصنف عبد الرزاق، باب العطاس یوم الجمعۃ والامام یخطب، ج ثالث، ص ۱۱۶، نمبر ۵۴۵۱ر مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کرہ ان یرد السلام ویشمت العاطش، ج اول، ص ۴۵۵، نمبر ۵۲۶۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ خطبہ کے وقت چھینک کا جواب نہیں دینا چاہئے

نوٹ : خود امام کو بولنے کی ضرورت ہو تو وہ امر و نہی وغیرہ کے لئے بول سکتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن جابر قال لما استوى رسول الله ﷺ يوم الجمعة قال اجلسوا فسمع ذلک ابن مسعود فجلس على باب المسجد فرآه رسول الله ﷺ فقال تعال يا عبد الله بن مسعود** (ابو داؤد شریف، باب الامام یکلم الرجل فی خطبۃ، ص ۱۶۳، نمبر ۱۰۹۱) اس حدیث میں ہے کہ ضرورت پڑنے پر بات کرے، بلا وجہ امام بھی بات نہ کرے۔

(٨٠٦) وكره لحاضر الخطبة الاكل والشرب والعبث والالتفات (٨٠٧) ولا يسلِّم الخطيب على القوم اذا استوى على المنبر (٨٠٨) وكره الخروج من المصر بعد النداء مالم يصل (٨٠٩) ومن لا

ترجمہ :(٨٠٦) اورلوگوں کوخطبہ کے وقت کھانا اور پینا اور کھیلنا اور (منھ پھرا کر) اِدھرادھر دیکھنا مکروہ ہے۔

وجه : **عن شريح قال اذا كان يوم الجمعة اتى المسجد فان كان الامام لم يخرج صلى ركعتين و ان كان قد خرج لم يصل و احتبى و استقبل الامام و لم يلتفت يمينا و لا شمالا** ۔(مصنف عبدالرزاق، باب الرجل یجيئ والامام يخطب، ج ثالث، ص١٣٠، نمبر ٥٥٣٥) اس اثر سے معلوم ہوا کہ خطبہ کے وقت ادھرادھرنہیں دیکھنا چاہئے۔

ترجمہ : (٨٠٧) اورخطیب قوم پرسلام نہ کرے جب وہ منبر پر آئے۔

تشریح : جب خطیب منبر پر آئے تو سلام کرنا کوئی سنت نہیں ہے، کیونکہ صحاح ستہ میں اس کا ذکر نہیں ہے، لیکن اگر کرلے تو اس کی گنجائش ہے۔

وجه:(١) **عن جابر قال كان رسول الله ﷺ اذا صعد المنبر سلم** ۔(سنن بیہقی، باب الامام يسلم على الناس اذا صعد المنبر قبل ان يجلس، ج ثالث، ص٢٨٩، نمبر ٥٧٤١) (٢)**عن عطاء ان النبى ﷺ كان اذا سعد المنبر اقبل بوجهه على الناس فقال : السلام عليكم** (مصنف عبدالرزاق، باب تسليم الامام اذا صعد، ج ثالث، ص٨٨، نمبر ٥٢٩٦ رمصنف ابن ابي شيبة، باب الامام اذا جلس على المنبر يسلم، ج اول، ص٤٤٩، نمبر ٥١٩٥) ان دونوں حدیثوں میں ہے کہ خطیب سلام کرے

ترجمہ : (٨٠٨) اوراذان ہونے کے بعد نماز پڑھنے تک شہر سے نکلنا مکروہ ہے۔

تشریح : جب جمعہ کا وقت ہوگیا تو اس وقت جمعہ پڑھے بغیر شہر سے نکلنا مکروہ ہے، کیونکہ اس میں جمعہ سے اعراض ہے۔

وجه : (١)**عن مجاهد قال خرج قوم و قد حضرت الجمعة فاضطرم عليهم خباؤهم نارا من غير نار يرونها** ۔ (مصنف ابن ابي شيبة، باب من كره اذا حضرت الجمعة ان يخرج حتى يصلى، ج اول، ص٤٤٤، نمبر ٥١١٩ رمصنف عبد الرزاق، باب السفر يوم الجمعة، ج ثالث، ص١٣٤، نمبر ٥٥٥٣)(٢)**عن عائشة قالت اذا ادركت ليلة الجمعة فلا تخرج حتى تصلى الجمعة** ۔(مصنف ابن ابي شيبة، باب من كره اذا حضرت الجمعة ان يخرج حتى يصلى، ج اول، ص٤٤٤، نمبر ٥١١٤) اس قول صحابی میں تو یہاں تک ہے کہ رات سے ہی نہ نکلے۔ جب تک کہ جمعہ نہ پڑھ لے۔

ترجمہ : (٨٠٩) اورجن لوگوں پر جمعہ نہیں ہے اگر وہ جمعہ ادا کرلیں تو وقت کا فرض، یعنی ظہر کی ادائیگی ہوجائے گی۔

وجه : (١) جمعہ اگر چہ واجب نہیں ہے لیکن ظہر اور جمعہ میں سے ایک ان پر واجب ہے۔ اس لئے اگر جمعہ پڑھ لیا تو ظہر کے بدلے میں ادا ہوجائے گا۔(٢) یہ قول تابعی ان کی دلیل ہے .**عن الحسن قال ان جمعن مع الامام اجزأهن من صلوة الامام** . (مصنف ابن ابي شيبة، ١٣٤٠ المرأة تشهد الجمعة اتجزيُها صلوة الامام، ص٤٤٦، نمبر ٥١٥٦ رمصنف عبدالرزاق، باب من

جـمـعة عليه ان ادّاها جاز عن فرض الوقت(٨١٠) ومن لا عذر له لو صلى الظهر قبلها حرم (٨١١) فان سعىٰ اليها والامام فيها بطل ظهره وان لم يدركها

تجب علیہ الجمعۃ ۔ص ۴۷، نمبر ۵۲۱۹) (۳) روینا عن الحسن البصری انہ قال قد کن النساء یجمعن مع النبی ﷺ ۔ (سنن بیہقی ، باب من لا جمعۃ علیہ اذا شھد ھا صلاھا رکعتین ، ج ثالث ، ص ۲۶۵ ، نمبر ۵۶۵۰) اس حدیث میں ہے کہ عورت جمعہ پڑھے تو ظہر ادا ہو جائے گی ، حالانکہ اس پر جمعہ نہیں ہے ۔

ترجمہ : (۸۱۰) جنکو عذر نہیں ہے اگر جمعہ سے پہلے ظہر پڑھ لی تو حرام ہے ۔

تشریح : جسکو عذر نہیں ہے انکو جمعہ پڑھنا چاہئے ، لیکن جمعہ سے پہلے ظہر پڑھ لیا تو مکروہ ہے ۔ کیونکہ اس نے اصل سے احتراز کیا ۔ ھدایہ میں مکروہ لکھا ہے ۔

وجہ : (۱) مکروہ ہونے کی وجہ یہ حدیث ہے ۔ عن طارق بن شھاب عن النبی ﷺ قال الجمعة حق واجب علی کل مسلم فی جماعة (ابو داؤد شریف ، باب الجمعۃ للمملوک والمرأۃ ص ۱۶۰ نمبر ۱۰۶۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ ہر مسلمان پر بشرط مذکورہ واجب ہے ۔ اس لئے بغیر عذر کے ظہر کی نماز امام کی نماز سے پہلے پڑھی تو مکروہ ہے (۲) دوسری حدیث ہے عن ابی الجعد الضمری وکانت له صحبة ان رسول الله ﷺ قال من ترک ثلاث جمع تهاونا بها طبع الله علی قلبه (ابو داؤد شریف ، باب التشدید فی ترک الجمعۃ ص ۱۵۸ نمبر ۱۰۵۲) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ کوئی تین جمعہ بغیر عذر کے چھوڑ دے تو اللہ اس کے دل پر مہر لگا دیتے ہیں ۔ اس لئے بغیر عذر کے ظہر کی نماز امام سے پہلے پڑھ لی تو مکروہ ہے (۳) فاسعوا الی ذکر الله میں فاسعوا امر وجوب کے لئے ہے ۔ اور انہوں نے بغیر عذر کے امر کو چھوڑا اس لئے مکروہ ہے ۔ البتہ چونکہ اصل میں ظہر ہی ہے اس لئے ظہر کی ادائیگی ہو جائے گی ۔

ترجمہ : (۸۱۱) پس اگر جمعہ کی طرف سعی کی اور امام جمعہ میں ہے تو اس کا ظہر باطل ہو جائے گا ، اگر چہ جمعہ نہ پائے ۔

تشریح : ظہر پڑھنے کے بعد جمعہ کی طرف سعی کی ، اور امام جمعہ کی نماز میں تھے تو چاہے ظہر نہ پایا ہو تب بھی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ظہر باطل ہو جائے گا ، اب اگر جمعہ مل گیا تب تو وہ ادا ہو گیا ، اور جمعہ نہ ملا تو ظہر دوبارہ پڑھے ۔ اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ جمعہ مل گیا تب تو ظہر باطل ہوگا ، اور جمعہ نہ ملا تو صرف اس کی طرف سعی کرنے سے ظہر باطل نہیں ہوگا ۔

وجہ : (۱) امام ابو حنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ ابتداء شیء میں شریک ہونا گویا کہ اصل شیء میں شریک ہونا ہے ۔ اسی اصول پر یہ مسئلہ متفرع ہے ۔ وہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کی طرف سعی کرنا [چلنا] جمعہ کی خصوصیات میں سے ہے اور اس نے گھر سے چل کر سعی کی تو گویا کہ جمعہ کا ابتدائی حصہ پا لیا تو گویا کہ جمعہ میں شریک ہو گیا اور ابھی اوپر گزرا کہ جمعہ میں شریک ہو جائے تو ظہر باطل ہو جاتا ہے اسلئے جمعہ کی طرف سعی کرنے سے ظہر باطل ہو جائے گا ۔

(٨١٢) وکره للمعذور والمسجون اداء الظهر بجماعة فی المصر یومَها(٨١٣) ومن ادرکها فی

صاحبینؒ کا اصول یہ ہے کہ اصل پر پورے طور پر قادر ہوگا تب ہی فرع باطل ہوگا۔اب جمعہ کی طرف سعی اصل نہیں ہے یہ تو اصل سے بہت پہلے کی چیز ہے جمعہ اس کے کافی دیر بعد ہے اسلئے جمعہ کی طرف سعی کرنے سے ظہر باطل نہیں ہوگا، ہاں اصل جمعہ میں شریک ہو جائے تب ظہر باطل ہوگا، کیونکہ اصل پر قدرت سے بدل باطل ہو جاتا ہے۔۔اور ظہر کے باطل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کے دن ظہر چھوڑ کر جمعہ پڑھنے کے لئے کہا تو جمعہ اعلی ہوا، اسلئے اعلی پر قدرت کی وجہ سے ادنی باطل ہو جائے گا

اصول : امام ابو حنیفہؒ کے یہاں ابتداء شیء کو بعض مرتبہ اصل کا درجہ دے دیا جاتا ہے۔

اصول : صاحبینؒ کے یہاں بالکل اصل پر جب تک قدرت نہ ہو بدل باطل نہیں ہوگا۔

ترجمہ : (٨١٢) معذور اور قیدیوں کے لئے جمعہ کے دن شہر میں جماعت کے ساتھ ظہر ادا کرنا مکروہ ہے۔

تشریح : جمعہ کے دن جمعہ کی نماز پڑھنی چاہئے اس لئے اس کی اہمیت کے لئے معذور اور قیدیوں کے لئے بھی جماعت کے ساتھ ظہر پڑھنا مکروہ ہے۔تاہم پڑھ لی تو جائز ہے۔

وجہ : (۱) عن الحسن انه کان یکره اذا لم یدرک قوم الجمعة ان یصلوا الجماعة . (مصنف عبد الرزاق، باب القوم یأتون المسجد یوم الجمعۃ بعد انصراف الناس، ج ثالث ص ۱۲۰ نمبر ۵۴۷۳) (۲) اور مصنف ابن ابی شیبۃ میں ہے قال علی لا جماعة یوم الجمعة الا مع الامام ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ۳۷۴ فی القوم یجمعون یوم الجمعۃ اذا لم یشھدوھا، ج اول، ص ۴۶۶، نمبر ۵۳۹۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن معذورین کو جماعت کے ساتھ ظہر نہیں پڑھنا چاہئے۔(۳) اور قیدی لوگ جیل خانے میں جمعہ نہ پڑھ سکے اسکے لئے یہ اثر ہے. عن ابراهیم قال : لیس علی أهل السجون جمعة ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی اھل السجون، ج اول، ص ۴۸۴، نمبر ۵۵۷۸) اس اثر میں ہے کہ قیدیوں پر جمعہ نہیں ہے (۴) دوسری وجہ یہ ہے کہ قید میں اذن عام نہیں ہوتی اسلئے بھی وہاں جمعہ نہیں ہے۔۔(۵) لیکن دوسرے حضرات جیل میں جمعہ کے قائل ہیں، انکی دلیل یہ اثر ہے. عن ابن سیرین فی اهل السجون قال : یجمعوا الصلوة یوم الجمعة ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی اھل السجون، ج اول، ص ۴۸۴، نمبر ۵۵۷۷) اس اثر میں ہے کہ قید خانے میں جمعہ قائم کر سکتا ہے۔۔سجن : قیدی۔(۶) معذور جماعت نماز پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی اس کے لئے یہ دلیل ہے۔فذکر زرو التیمی فی یوم جمعة ثم صلوا الجمعة اربعا فی مکانهم وکانوا خائفین (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۳۷۴ فی القوم یجمعون یوم الجمعۃ اذا لم یشھدوھا ج اول ص ۴۶۶، نمبر ۵۳۹۵ / مصنف عبد الرزاق، باب القوم یأتون المسجد یوم الجمعۃ بعد انصراف الناس، ج ثالث، ص ۱۲۰، نمبر ۵۴۷۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ معذورین جماعت کے ساتھ ظہر پڑھے تو اتنی کراہیت نہیں ہے۔

ترجمہ : (٨١٣) جس نے جمعہ کو تشہد میں پایا، یا سجدہ سہو میں پایا تو وہ جمعہ پورا کرے۔واللہ اعلم۔

التشهد او سجود السهو اتمّ جمعة .والله اعلم

﴿باب العيدين﴾

(۸۱۴) صلوة العيد واجبة فى الاصح على من تجب عليه الجمعة

تشریح : جمعہ کو تشہد میں یا سجدہ سہو میں پایا، حاصل یہ کہ سلام سے پہلے امام کے ساتھ مل گیا تو اب اسی پر بنا کر کے جمعہ پڑھے گا ظہر نہیں پڑھے گا۔

وجه: (۱) دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابی هريرة عن النبى ﷺ قال اذا سمعتم الاقامة فامشوا الى الصلوة وعليكم السكينة والوقار ولا تسرعوا فما ادركتم فصلوا وما فاتكم فاتموا . (بخاری شریف، باب لایسعی الی الصلوۃ ولیاتھا بالسکینۃ والوقار، ص ۸۸، نمبر ۶۳۶/ مسلم شریف، باب استحباب اتیان الصلوۃ بوقار وسکینۃ، والنھی عن اتیانھا سعیا، ص ۲۴۳، نمبر ۱۳۵۹/۶۰۲) اس حدیث میں ہے کہ جتنا ملا وہ امام کے ساتھ پڑھو اور جتنا فوت ہو گیا اس کو اسی پر بنا کر لو، تو امام کے ساتھ سلام سے پہلے ملا تو اتنا امام کے ساتھ پڑھے گا اور باقی کا اسی پر بنا کرے گا۔ (۲) حدیث میں ہے۔ عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ من ادرك الامام جالسا قبل ان يسلم فقد ادرك الصلوة . (دار قطنی، باب فیمن یدرک من الجمعۃ رکعۃ اولم یدرکھا، ج ثانی، ص ۱۰، نمبر ۱۵۸۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام سے پہلے بھی امام کے ساتھ مل جائے تو گویا کہ اس نے جمعہ پالیا۔ اس لئے اب دو رکعت جمعہ ہی پڑھے گا۔ واللہ اعلم

﴿باب: عیدین کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ: عید کی نماز واجب ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں لوگ عید مناتے تھے۔ بعد میں اسلام میں بھی اس کو برقرار رکھا۔ (۱) اس کا ثبوت اس آیت سے ہے۔ ولتكملوا العدة ولتكبروا الله على ما هداكم ولعلكم تشكرون۔ (آیت ۱۸۵ سورۃ البقرۃ ۲) تفسیر طبری میں ہے کہ اس آیت میں عید الفطر میں تکبیر کہنے کا تذکرہ ہے۔ کیونکہ اسی آیت کے شروع میں روزے کا تذکرہ ہے۔ جس سے عید الفطر کا ثبوت ہوتا ہے۔ (۲) اور فصل لربك وانحر . (آیت ۲، سورۃ الکوثر ۱۰۸) اس آیت میں تذکرہ ہے کہ پہلے عید الاضحیٰ کی نماز پڑھو پھر جانور کی قربانی کرو۔ اس لئے دونوں آیتوں سے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا ثبوت ہوتا ہے۔

ترجمه : (۸۱۴) جس پر جمعہ واجب ہے اس پر عید کی نماز واجب ہے، اصح روایت میں۔

تشریح : جن لوگوں پر جمعہ کی نماز واجب ہے انہیں لوگوں پر عید کی نماز بھی واجب ہے، کیونکہ دونوں کی شرائط ایک ہی ہیں، مثلا مرد پر جمعہ واجب ہے تو عید بھی واجب ہے، اور عورت پر جمعہ نہیں ہے تو عید بھی نہیں ہے۔

(۸۱۵) بشرائطها سوی الخطبة فتصح بدونها مع الاسائة کما لو قُدِّمت الخطبة علی صلوة العید.

وجه :(۱) نماز عیدین کے وجوب کی دلیل یہ آیت ہے۔ **فصل لربک وانحر**. (آیت ۲، سورۃ الکوثر ۱۰۸) اس آیت میں، صلّ، امر کا صیغہ ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے، جس سے بقرعید کی نماز واجب ہونے کی دلیل ہے (۲) اس حدیث کی دلالت ہے ۔**عن ابی سعید الخدری قال کان النبی ﷺ یخرج یوم الفطر والاضحی الی المصلی فاول شیء یبدأ به الصلوة ثم ینصرف فیقوم مقابل الناس والناس جلوس علی صفوفهم فیعظهم ویوصیهم ویأمرهم** ۔(بخاری شریف، باب الخروج الی المصلی بغیر منبر ص ۱۳۱ نمبر ۹۵۶) اس حدیث میں ہے کہ آپؐ ہمیشہ ایسا کرتے تھے کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے لئے نکلا کرتے تھے، یہ استمرار اور ہمیشگی وجوب پر دلالت کرتی ہے۔ آپؐ نے کبھی عیدین کی نماز نہیں چھوڑی یہ وجوب کی دلیل ہے۔(۳) حدیث میں عورتوں کو بھی عیدگاہ آنے کی ترغیب دیتے تھے۔ **عن ام عطیة قالت : أمرنا نبینا ﷺ أن نخرج العواتق ذوات الخدور**. (بخاری شریف، باب خروج النساء والحیض الی المصلی، ص ۱۵۶، نمبر ۹۷۴ / مسلم شریف، باب ذکر اباحۃ خروج النساء فی العیدین الی المصلی، ص ۳۵۵، نمبر ۸۹۰ / ۲۰۵۴) اس حدیث میں جب عورتوں کو عید کے لئے نکلنے کا حکم دیا تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ عید کی نماز واجب ہے۔

ترجمه : (۸۱۵) جمعہ کی شرائط کے ساتھ سوائے خطبہ کے۔ پس بغیر خطبہ کے عید صحیح ہے کراہیت کے ساتھ، جیسے عید کی نماز پر خطبہ مقدم کر دے۔

تشریح : جو شرطیں جمعہ قائم کرنے کے لئے ہیں مثلا شہر ہو، قاضی ہو وہی شرطیں عید قائم کرنے کے لئے بھی ہیں، صرف دو فرق ہیں [۱] ایک یہ کہ جمعہ میں خطبہ پہلے ہے اور بعد میں نماز ہے، اور عید میں نماز پہلے ہے اور بعد میں خطبہ ہے، دوسری بات یہ ہے کہ جمعہ میں خطبہ شرط ہے، اگر خطبہ نہیں پڑھا تو ظہر کی نماز پڑھے، اور عید میں بغیر خطبہ کے بھی نماز پڑھی تو کراہیت کے ساتھ نماز ہو جائے گی۔

وجه : (۱) نماز کے بعد خطبہ دینے کی دلیل یہ حدیث ہے ۔**عن ابن عمر قال کان النبی ﷺ وابو بکر و عمر یصلون العیدین قبل الخطبة** (بخاری شریف، باب الخطبۃ بعد العید ص ۱۳۱ نمبر ۹۶۳ / مسلم شریف، باب کتاب صلاۃ العیدین، ص ۳۵۳، نمبر ۸۸۸ / ۲۰۴۴) اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ نماز کے بعد دیا جائے گا۔(۲) **سمعت ابن عباسؓ قال خرجت مع النبی ﷺ یوم فطر او اضحی فصلی العید ثم خطب ثم اتی النساء فوعظهن** (بخاری شریف، باب خروج الصبیان الی المصلی، ص ۱۳۲، نمبر ۹۷۵ / مسلم شریف، باب کتاب صلاۃ العیدین، ص ۳۵۴، نمبر ۸۸۴ / ۲۰۴۵) اس حدیث میں خطبے کا تذکرہ ہے، اور یہ بھی ہے کہ نماز کے بعد خطبہ دیا۔

﴿وندب فی الفطر ثلاثه عشر شیئا.﴾

(۸۱۶) ان یأکل وان یکون الماکول تمرا ووترا

﴿اورعیدالفطر میں تیرہ (۱۳) چیزیں مستحب ہیں:﴾

۱:......نماز سے پہلے طاق کھجوریں کھانا۔

۲:......غسل کرنا۔

۳:......مسواک کرنا۔

۴:......خوشبولگانا۔

۵:......اچھے کپڑے پہننا۔

۶:......صدقۂ فطرا گرواجب ہوتو نماز عید سے پہلے ادا کرنا۔

۷:......خوشی وخرمی ظاہر کرنا۔

۸:......اپنی طاقت کے موجب زیادہ صدقہ دینا۔

۹:......تبکیر یعنی صبح جلدی بیدار ہونا۔

۱۰:......ابتکار یعنی جلدی عیدگاہ کو جانا۔

۱۱:......نماز فجر اپنے محلّہ کی مسجد میں ادا کرکے۔

۱۲:......عیدگاہ کو پیدل آہستہ آہستہ تکبیر کہتے ہوئے جانا۔

۱۳:......دوسرے راستہ سے لوٹنا۔

☆☆☆

ترجمہ :(۸۱۶) [۱]سنت یہ ہے کہ کھائے،اور کھائی ہوئی چیز طاق کھجور ہو۔

تشریح : رمضان بھراس وقت روزہ رکھا ہے تو اب اس وقت میٹھی چیز کھانا سنت ہوئی،اور طاق کھجور کھانا سنت ہے۔

وجہ : (۱)عیدالفطر میں میٹھی چیز کھانا سنت ہے اسکے لئے حدیث یہ ہے۔عن انس بن مالک قال کان رسول اللہ ﷺ لا یغدویوم الفطر حتی یأکل تمرات .وفی حدیث آخر. حدثنی أنس عن النبی ﷺ و یأکلهن وترا. (بخاری شریف، باب الاکل یوم الفطرقبل الخروج ،ص ۱۳۰،نمبر ۹۵۳ ر ترمذی شریف، باب ما جاء فی الاکل یوم الفطرقبل الخروج ،ص ۱۴۲،نمبر ۵۴۲) حدیث سے معلوم ہوا کہ عیدگاہ جانے سے پہلے عیدالفطر میں کچھ میٹھی چیز کھانا چاہئے۔اور عیدالاضحیٰ میں نماز کے بعد

(٨١٧) ويغتسل ويستاک ويتطيّب ويلبس احسن ثيابه (٨١٨) ويؤدّی صدقة الفطر ان وجبت

کھانا مستحب ہے۔(٢) اس حدیث میں ہے۔عن عبد اللہ بن بریدة عن ابیه قال کان رسول الله لا یخرج یوم الفطر حتی یطعم و لا یأکل یوم النحر حتی یذبح. (سنن للبیھقی ، باب یترک الاکل یوم النحر حتی یرجع ، ج ثالث ،ص ۴۰۱، نمبر ۶۱۵۹/ ترمذی شریف ، باب ماجاء فی الاکل یوم الفطر قبل الخروج ،ص ۱۴۲، نمبر ۵۴۲)(٣) عن عبد الله بن بریدة عن ابیه قال کان النبی ﷺ لا یخرج یوم الفطر حتی یطعم ، و لا یطعم یوم الاضحی حتی یصلی (ترمذی شریف ، باب ماجاء فی الاکل یوم الفطر قبل الخروج ،ص ۱۴۲، نمبر ۵۴۲/ابن ماجۃ شریف ، باب فی الاکل یوم الفطر قبل ان یخرج ،ص ۲۵۰، نمبر ۱۷۵۶)اس حدیث میں ہے کہ عید الفطر میں نماز سے پہلے اور عید الاضحیٰ میں نماز کے بعد کھایا کرتے تھے۔

ترجمہ : (٨١٧)[٢] غسل کرنا۔[٣] مسواک کرنا۔[۴] خوشبو لگانا۔[۵] اچھے کپڑے پہننا۔سنت ہیں۔

تشریح : عیدین میں غسل کرنا،مسواک کرنا،خوشبو لگانا،اور اچھے کپڑے پہننا سنت ہیں۔

وجہ (١) یہ مجلس ہے اور خوشی کا دن ہے اس لئے یہ تمام چیزیں سنت ہوں گی۔(٢) غسل سنت ہے اسکے لئے حدیث یہ ہے۔ عن ابن عباس قال : کان رسول الله ﷺ یغتسل یوم الفطر و یوم الاضحی ۔(ابن ماجہ شریف ، باب ماجاء فی الاغتسال فی العیدین ،ص ۱۸۶، نمبر ۱۳۱۵)(٣) عن ابن عمر انه کان یغتسل فی العیدین اغتسالا من الجنابة .(سنن للبیھقی ، باب الاغتسال للاعیاد ،ج اول ،ص ۴۴۷، نمبر ۱۴۲۸/ مصنف ابن ابی شیبۃ، ۴۲۶ فی الغسل یوم العیدین ،ج ثانی ص ۵۵۰، نمبر ۵۷۷۰)(۴) عید جمعہ کی طرح ہے اس لئے جو چیزیں جمعہ میں سنت ہیں وہ چیزیں عید میں سنت ہوں گی ،اور جمعہ میں یہ چیزیں سنت ہیں۔ عن ابی سعید الخدری و ابی هریرة قالا قال رسول الله ﷺ من اغتسل یوم الجمعة و لبس من احسن ثیابه و مس من طیب ان کان عنده ثم اتی الجمعة. (ابوداؤد شریف ، باب الغسل للجمعۃ ص ۵۶ نمبر ۳۴۳)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن غسل کرے۔اچھے کپڑے پہنے اور خوشبو ملے (۵) اچھے کپڑے پہننے کی حدیث یہ ہے۔ان عبد الله بن عمر قال اخذ عمر جبة من استبرق تباع فی السوق فاخذها فاتی بها رسول الله فقال یا رسول الله ابتع هذه تجمل بها للعید و الوفود (بخاری شریف ، باب ماجاء فی العیدین والتجمل فیھما ،ص ۱۳۰، نمبر ۹۴۸) اس حدیث میں ہے تجمل بها للعید و الوفود جس سے معلوم ہوا کہ عید کے لئے اچھے کپڑے پہننا اور خوبصورت بننا سنت ہے

ترجمہ : (٨١٨) [٦] صدقۃ الفطر ادا کرے اگر واجب ہو۔

تشریح عیدگاہ جانے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرے تو بہتر ہے،اور اگر نہ کر سکا تو واجب ساقط نہیں ہوگا بلکہ بعد میں بھی ادا کرنا ہوگا

وجہ : عن ابن عمرؓ قال : فرض رسول الله ﷺ زکاة الفطر صاعا من تمر أو صاعا من شعیر علی العبد و الحر و الذکر و الانثی و الصغیر و الکبیر من المسلمین ، و أمر بها أن تؤدی قبل خروج الناس الی الصلاة

عـليـه (٨١٩) ويـظهر الفرح والبشاشة(٨٢٠) وكثرة الصدقة حسب طاقته (٨٢١) والتبكير وهو سرعة الانتباه والابتكار وهو المسارعة الى المصلى وصلوة الصبح فى مسجد حيّه

. (بخاری شریف، باب فرض صدقۃ الفطر، ص۲۴۴، نمبر۱۵۰۳ رمسلم شریف، باب الامر باخراج زکاۃ الفطر قبل الصلاۃ، ص۳۹۸، نمبر ۲۲۸۸/۹۸۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عیدگاہ جانے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرے۔

ترجمہ : (۸۱۹)[۷] خوشی وخرمی ظاہر کرنا۔

وجہ : عـن عـائشةؓ قـالـت دخل ابو بكر و عندى جاريتان من جوارى الانصار تغنيان مما تقاولت الانصار يوم بعاث ، قالت وليستا بمغنيتين فقال ابو بكر أ بمزامير الشيطان فى بيت رسول الله ﷺ، و ذالک فی يـوم عيد فقال رسول الله ﷺ يا ابا بكر ان لكل قوم عيدا و هذا عيدنا ۔(بخاری شریف، باب سنۃ العیدین لاھل الاسلام، ص۱۵۳، نمبر۹۵۱) اس حدیث میں خوشی کا اظہار کیا گیا ہے۔

ترجمہ : (۸۲۰)[۸] اپنی طاقت کے اعتبار سے زیادہ صدقہ کرنا۔

وجہ : (۱) اس حدیث میں ہے کہ عورتوں نے زیادہ سے زیادہ صدقہ کیا۔عـن جـابـر بـن عبد الله قال سمعته يقول قام النبى ﷺ يوم الفطر فصلى فبدأ بالصلاةثم خطب فلما فرغ نزل فأتى النساء فذكر هن و هو يتوكأ على يد بـلال و بـلال باسط ثوبه يلقى فيه النساء الصدقة قلت لعطاء زكاة يوم الفطر ؟ قال لا و لكن صدقة يتصدقن حيـنـئذ تلقى فتخها و يلقين ۔(بخاری شریف، باب موعظۃ الامام النساء یوم العید، ص۱۵۷، نمبر۹۷۸)اس حدیث میں ہے کہ عورتیں صدقہ کرتیں تھیں۔

ترجمہ : (۸۲۱)[۹] تبکیر یعنی صبح جلدی بیدار ہونا۔[۱۰] اورابتکار یعنی جلدی عیدگاہ کو جانا۔[۱۱] فجر کی نماز اپنے محلّہ کی مسجد میں ادا کرے۔

تشریح : عید کے دن جلدی بیدار ہونا سنت ہے۔اور جلدی عیدگاہ جانا یہ بھی سنت ہے۔اور فجر کی نماز اپنے محلے کی مسجد میں پڑھے، یہ بھی سنت ہے۔

وجہ :(۱)خـرج عـبـد الـلـه بـن بسر صاحب رسول الله ﷺ مع الناس فى يوم عيد فطر او اضحى فأنكر ابطاء الامام فقال انا كنا قد فرغنا ساعتنا هذه و ذالک حين التسبيح ۔(ابوداود شریف، باب وقت الخروج الی العید ،ص۱۷۰، نمبر۱۱۳۵ ر بخاری شریف، باب التکبیر للعید ،ص۱۵۵، نمبر۹۶۸) اس حدیث میں تسبیح سے مراد ہے اشراق کی نماز ہے، یعنی اشراق کی نماز کے وقت عید کی نماز سے فارغ ہو جاتے تھے۔(۲) اس عمل صحابی میں بھی ہے۔ کـان ابـن عـمـر يـصـلـى الـصـبح فى مسجد رسول الله ﷺ ثم يغدو كما هو الى المصلى ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب الساعۃ التی یتوجہ فیھا

(٨٢٢) ثم يتوجّه الى المصلّٰى ماشيا مكبرا سرّا فيقطعه اذا انتهى الى المصلّٰى فى رواية وفى رواية

الى العيدایۃ ساعۃ ، ج اول ،ص ۴۸۶،نمبر ۵۶۰۹) اس عمل صحابی میں ہے کہ نماز پڑھتے ہی عیدگاہ کی طرف جائے ۔اور یہ بھی ہے کہ اپنے محلے کی مسجد میں نماز پڑھتے ۔

ترجمه : (۸۲۲) [۱۲] پھر عیدگاہ کی طرف پیدل چلتے ہوئے جائے آہستہ سے تکبیر کہتے ہوئے ،اور جب عیدگاہ پہنچ جائے تو تکبیر منقطع کردے ،ایک روایت میں ،اور دوسری روایت میں ہے کہ جب نماز شروع کرے تو تکبیر ختم کرے۔

تشريح : عیدگاہ کی طرف پیدل چلے اور آہستہ آہستہ تکبیر کہتا جائے ،ایک روایت میں ہے کہ عیدگاہ پہنچتے ہی تکبیر ختم کردے ،اور دوسری روایت میں ہے کہ امام صاحب نماز شروع کرے تب تکبیر کہنا ختم کرے۔

وجه : (۱) آہستہ تکبیر کہے اس کے لئے یہ آیت ہے ۔**ادعوا ربكم تضرعا و خفية انه لا يحب المعتدين** ، (آیت ۵۵ سورۃ الاعراف ۷ ۔(۲) **أذكر ربك فى نفسك تضرعا و خيفة و دون الجهر من القول بالغدو و الاصال و لا تكن من الغافلين** ۔(آیت ۲۰۵،سورۃ الاعراف ۷) ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ ذکر آہستہ کہنا چاہئے ،اسلئے عید الفطر کی تکبیر بھی آہستہ کہے۔(۲) **عن شعبة قال كنت اقود ابن عباس يوم العيد فيسمع الناس يكبرون فقال ما شأن الناس قلت يكبرون قال يكبر الامام؟ قال لا قلت امجانين الناس** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۴۱۳ فی التکبیر اذا خرج الی العید، ج ثانی ،ص ۴۸۸،نمبر ۵۶۲۹) اس اثر میں حضرت ابن عباس نے زور سے تکبیر کہنے سے انکار کیا ہے ۔البتہ عید الاضحیٰ میں زور سے تکبیر بہت سی احادیث سے ثابت ہے ۔اس لئے وہاں زور سے تکبیر پڑھے گا ۔(۳) عیدگاہ تک تکبیر کہے اس کے لئے حدیث ہے ۔**ان عبد الله بن عمر اخبره ان رسول الله ﷺ كان يكبر يوم الفطر من حين يخرج من بيته حتى يأتى المصلى** ۔(دار قطنی ،کتاب العیدین ، ج ثانی ،ص ۳۴،نمبر ۱۶۹۸ رمستدرک للحاکم ،کتاب صلوۃ العیدین ، ج اول ،ص ۴۳۸،نمبر ۱۱۰۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عیدگاہ تک زور سے تکبیر پڑھے (۴) اور نماز کے لئے کھڑے ہونے تک تکبیر کہے اس کے لئے یہ حدیث ہے ۔**عن ابن عمر أنه اذا غدا يوم الاضحى و يوم الفطر يجهر بالتكبير حتى يأتى المصلى ، ثم يكبر حتى يأتى الامام** ۔(دار قطنی ،کتاب العیدین ، ج ثانی ،ص ۳۴،نمبر ۱۷۰۰ رمصنف ابن ابی شیبۃ ، باب ۴۱۳، فی التکبیر اذا خرج الی العید، ج اول ،ص ۴۸۷،نمبر ۵۶۱۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ دونوں کے راستے میں تکبیر زور سے کہی جائے گی ،اور امام کے نماز شروع کرنے تک تکبیر کہی جائے ۔

لغت : مصلی : عیدگاہ ۔سرا : آہستہ آہستہ ۔

ترجمه : (۸۲۳) [۱۳] دوسرے راستہ سے لوٹنا ۔

وجه : **عن جابر قال كان النبى ﷺ اذا كان يوم عيد خالف الطريق** ۔(بخاری شریف ،باب من خالف الطریق اذا

اذا افتتح الصلوة (۸۲۳) ویرجع من طریق آخر(۸۲۴) ویکرہ االتنفل قبل صلوۃ العید فی المصلّٰی والبیت وبعدها فی المصلّٰی فقط علی اختیار الجمھور (۸۲۵) ووقت صحة صلوۃ العید من ارتفاع

رجع یوم العید،ص ۱۵۸،نمبر ۹۸۶ رابوداود شریف، باب الخروج الی العید فی طریق ویرجع فی طریق،ص ۱۷۳،نمبر ۱۱۵۶) اس حدیث میں ہے کہ ایک راستے جائے اور دوسرے راستے سے واپس آئے۔

ترجمہ : (۸۲۴) نماز عید سے پہلے عیدگاہ میں اور گھر میں نفل پڑھنا مکروہ ہے، اور نماز کے بعد عیدگاہ میں صرف، جمہور کے اختیار پر۔

تشریح : نماز عید سے پہلے عیدگاہ میں بھی نفل پڑھنا مکروہ ہے اور گھر میں بھی نفل پڑھنا مکروہ ہے، اور نماز عید کے بعد عیدگاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے، گھر میں نفل پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ جمہور کا مذہب یہی ہے۔

وجہ : (۱) نفل میں مشغول ہوگا تو عید کی نماز پڑھنے میں دیر ہوگی حالانکہ اس کو سب سے پہلے کرنا ہے (۲) حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عباس ان النبی ﷺ خرج یوم الفطر فصلی رکعتین لم یصل قبلها ولا بعدها ومعه بلال** . (بخاری شریف، باب الصلوۃ قبل العید وبعدها،ص ۱۳۵،نمبر ۹۸۹ رمسلم شریف، باب ترک الصلاۃ قبل العید وبعدها فی المصلی ،ص ۳۵۶،نمبر ۸۸۴ ر ۲۰۵۷ رابوداؤد شریف، باب الصلوۃ بعد صلوۃ العید ص ۱۷۱ نمبر ۱۱۵۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عید کے پہلے اور بعد میں بھی نماز نفل نہیں پڑھنی چاہئے (۲) دوسری حدیث میں ہے کہ عیدگاہ میں نہ پڑھے، گھر میں پڑھے۔ حدیث یہ ہے۔ **عن ابی سعید الخدری قال : کان رسول اللہ ﷺ لا یصلی قبل العید شیئا فاذا رجع الی منزله صلی رکعتین** ۔(ابن ماجۃ شریف، باب ماجاء فی الصلاۃ قبل صلاۃ العید وبعدها،ص ۱۸۳،نمبر ۱۲۹۳) اس حدیث میں ہے کہ عید کے بعد گھر میں نفل پڑھ سکتا ہے ۔(۳) قول صحابی میں ہے۔ **عن ابن عباس کرہ الصلوۃ قبل العید**. (بخاری شریف، باب الصلوۃ قبل العید وبعدها ص ۱۳۵ نمبر ۹۸۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ عید سے پہلے تو نفل مکروہ ہے بعد میں نہیں۔

ترجمہ : (۸۲۵) عید کی نماز صحیح ہونے کا وقت آفتاب ایک یا دو نیزہ بلند ہونے سے لے کر زوال آفتاب تک ہے۔

تشریح : سورج ایک نیزہ یا دو نیزہ بلند ہوجائے اس وقت عید کی نماز کا وقت شروع ہوجاتا ہے، اور زوال تک رہتا ہے۔

لغت : رمح: نیزہ، بھالا، بھالا کے اگلے حصے میں دھاردار لوہا لگا ہوتا ہے اور اسکو پکڑ کر پھینکنے کے لئے پچھلے حصے میں تقریباً ساڑھے چار فٹ کی لاٹھی لگی ہوتی ہے اس طرح نیزے کی لمبائی پانچ فٹ ہوتی ہے، اور دو نیزے کی لمبائی دس فٹ ہوگی۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ سورج اُفق سے پانچ فٹ، یا دس فٹ اونچا ہوجائے تو عید کی نماز کا وقت شروع ہوگا۔ یوں تو سورج نکلنے کے پانچ منٹ بعد ہی جب اشراق کا وقت شروع ہوتا ہے اس وقت سے عید کا وقت بھی شروع ہوجاتا ہے۔

وجہ: (۱) سورج نیزہ تک بلند ہو تو نماز کا وقت شروع ہوگا اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن عمرو بن عنبسة السلمی**

الشمس قدر رمح او رمحين الى زوالها(٨٢٦) وكيفية صلوتهما ان ينوى صلوة العيد ثم يكبّر للتحريمة ثم يقرأ الثناء ثم يكبر تكبيرات الزوائد ثلاثا يرفع يديه فى كل منها

أنه قال قلت يا رسول الله ! أى الليل اسمع ؟ .....حتى تصلى الصبح ثم اقصر حتى تطلع الشمس فترتفع قيس رمح أو رمحين فانها تطلع بين قرنى شيطان و يصلى لها الكفار ، ثم صل ما شئت فان الصلاة مشهودة مكتوبة حتى يعدل الرمح ظله ثم اقصر فان جهنم تسجر و تفتح ابوابها ۔(ابوداود شریف، باب من رخص فیھما اذا كانت الشمس مرتفعة، ص١٩١، نمبر ١٢٧٧)(٢) دوسری حدیث میں ہے کہ ایک نیزہ بلند ہو تو نماز جائز ہے۔ سمعت عمر و بن عبسة يقول ....فدع الصلاة حتى ترتفع قيد رمح و يذهب شعاعها ثم الصلاة محضورة مشهودة حتى تعتدل الشمس اعتدال الرمح بنصف النهار (نسائی شریف، باب النهى عن الصلوة بعد العصر، ص٧٩، نمبر ٥٧٣)اس حدیث میں ہے کہ سورج ایک نیزہ تک بلند ہو جائے تو نماز حلال ہے اور زوال تک حلال رہے گا، یہی عید کی نماز کا وقت ہے۔ (٣) قال خرج عبد الله بن بسر صاحب رسول الله ﷺ مع الناس فى يوم عيد الفطر او اضحى فانكر ابطاء الامام فقال انا كنا قد فرغنا ساعتنا هذه و ذلک حين التسبيح. (ابوداؤد شریف، باب وقت الخروج الى العيد ص١٦٨ نمبر ١١٣٥) اس حدیث میں ہے کہ تسبیح یعنی اشراق کے وقت عید کی نماز پڑھے (٤) اس حدیث میں ہے کہ پہلے عید کی نماز پڑھی جائے گی۔عن البراء بن عازب قال قال سمعت النبى ﷺ يخطب فقال ان اول ما نبدأبه فى يومنا هذا ان نصلى ثم نرجع فننحر (بخاری شریف، باب سنة العيدين لاهل الاسلام، ص١٢١، نمبر ٩٥١)

ترجمه : (٨٢٦) ان دونوں عیدوں کی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ عید کی نماز کی نیت کرے، پھر تحریمہ کی تکبیر کہے، پھر ثنا پڑھے، پھر تین تکبیرات زوائد پڑھے، ان میں سے ہر ایک میں ہاتھ اٹھائے۔

تشريح : عید کی نماز بھی اور نمازوں کی طرح ہے، صرف اس میں پہلی رکعت میں ثنا کے بعد تین تکبیر زوائد ہیں، اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد تین تکبیر زوائد ہیں، یہ مل کر چھ تکبیر زوائد ہوئے۔

وجه: (١) اس حدیث میں ہے۔سأل ابو موسى الاشعرى و حذيفة بن اليمان كيف كان رسول الله يكبر فى الاضحى والفطر؟ فقال ابو موسى كان يكبر اربعا تكبيرة على الجنائز فقال حذيفة صدق (ابوداؤد شریف، باب التكبير فى العيدين ص١٧٠ نمبر ١١٥٣ رسنن للبيهقى، باب ذكر الخبر الذى روى فى التكبير اربعا، ج ثالث، ص٤٠٨، نمبر ٦١٨٣)اس حدیث میں تین تکبیر زوائد اور ایک تکبیر تحریمہ کا ثبوت ہے (٢) اس قول صحابی میں ہے۔ سل هذا لعبد الله ابن مسعود ، فسأله فقال ابن مسعود : يكبر اربعا ، ثم يقرأ ، ثم يكبر فيركع ، ثم يقوم فى الثانية فيقرأ ، ثم يكبر أربعا بعد القرأة ۔(مصنف عبد الرزاق، باب التكبير فى الصلوة يوم العيد، ج ثالث، ص١٦٧، نمبر ٥٧٠٤ رمصنف ابن ابى شيبة، باب ٤٢٠،

(۸۲۷) ثم یتعوّذ ثم یسمّی سرّا ثم یقرأ الفاتحة ثم سورة وندب ان تکون سبح اسم ربک الاعلی ثم یرکع (۸۲۸) فاذا قام للثانیة ابتدأ بالبسملة ثم بالفاتحة ثم بالسورة وندب ان تکون سورة

فی التکبیر فی العیدین واختلافھم فیہ، ج اول، ص ۴۹۴، نمبر ۵۷۰۴) اس قول صحابی میں تین تکبیر زوائد ہیں اور ایک تکبیر تحریمہ ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ دوسری رکعت میں تین تکبیر زوائد ہیں اور ایک تکبیر رکوع کی ہے، اور مجموعہ چار تکبیر ہیں۔ (۳) اور ہر ایک میں ہاتھ اٹھائے اس کی دلیل یہ قول تابعی ہے۔ عن ابن جریج قال : قلت لعطاء : یرفع الامام یدیه کلما کبر هذا التکبیر الزیادة فی صلوة الفطر ؟ قال : نعم و یرفع الناس أیضا . (مصنف عبد الرزاق، باب التکبیر بالیدین، ج ثالث، ص ۱۶۹، نمبر ۵۷۱۶) اس اثر میں ہے کہ تکبیر زوائد کے وقت ہاتھ بھی اٹھائے (۴) ان عمر بن الخطاب کان یرفع یدیه مع کل تکبیرة فی الجنازة و العیدین وهذا منقطع (سنن للبیھقی، باب رفع الیدین فی تکبیر العید ج ثالث ص ۴۱۲، نمبر ۶۱۸۹ / مصنف عبد الرزاق، باب التکبیر بالیدین، ج ثالث، ص ۱۶۹، نمبر ۵۷۱۶) اس سے معلوم ہوا کہ تکبیر زوائد کہتے وقت ہاتھ بھی کانوں تک اٹھائے گا۔

ترجمہ : (۸۲۷) پھر امام آہستہ سے اعوذ باللہ، اور، بسم اللہ پڑھے، پھر زور سے سورہ فاتحہ پڑھے، اور سورت ملائے، اور مستحب ہے کہ سورۂ سبح اسم ربک الاعلی، پڑھے، پھر رکوع کرے۔

تشریح : جس طرح عام نماز پڑھتے ہیں اسی طرح نماز عید بھی پڑھے۔ یعنی تکبیر زوائد کے بعد آہستہ سے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، پڑھے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، پڑھے، پھر زور سے سورہ فاتحہ پڑھے اور کوئی سورت ملائے، بہتر یہ ہے کہ سورہ سبح اسم ربک الاعلی، پڑھے، کیونکہ حضورؐ نے یہ پڑھی ہے۔ عیدین میں جمعہ کی طرح زور سے قرأت کرے گا۔

وجہ : سبح اسم ربک الاعلی [سورۃ ۸۷] اور ھل أتاک حدیث الغاشیة [سورۃ ۸۸] پڑھنا مستحب ہے، دوسری سورت بھی پڑھی گئی ہے۔ دلیل یہ حدیث ہے. عن النعمان بشیر قال کان رسول الله ﷺ یقرأ فی العیدین و فی الجمعة ب سبح اسم ربک الاعلی ، و هل أتاک حدیث الغاشیة ﴾ (مسلم شریف، باب ما یقرأ فی صلاۃ الجمعۃ، ص ۳۵۱، نمبر ۲۰۲۸/۸۷۸)

ترجمہ : (۸۲۸) اور جب دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو بسم اللہ سے شروع کرے پھر فاتحہ پڑھے پھر سورت پڑھے۔ اور مستحب یہ ہے کہ سورۂ غاشیہ پڑھے۔

تشریح : دوسری رکعت میں اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم نہ پڑھے، بلکہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کرے، پھر فاتحہ پڑھ کر سورت ملائے، مستحب یہ ہے کہ سورہ ھل اتاک حدیث الغاشیة [سورہ ۸۸] پڑھے، اس کے لئے حدیث اوپر گزر چکی ہے۔

ترجمہ : (۸۲۹) پھر تکبیر کہے تین تکبیر زوائد، اور اس میں ہاتھ اٹھائے جیسے پہلی رکعت میں اٹھایا۔ یہ زیادہ بہتر ہے کہ تکبیر

الغاشية (۸۲۹) ثم يكبر تكبيرات الزوائد ثلاثا ويرفع يديه فيها كما فى الاولى وهذا اولى من تقديم تكبيرات الزوائد فى الركعة الثانية على القراءة فان قدّم التكبيرات على القراءة فيها جاز (۸۳۰) ثم يخطب الامام بعد الصلوة خطبتين يعلّم فيهما احكام صدقة الفطر

زوائد دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے کرے، پس اگر تکبیر کو قرأت پر مقدم کرے تب بھی جائز ہے۔

تشریح : دوسری رکعت میں تکبیر زوائد قرأت کے بعد کرے، لیکن اگر قرأت سے پہلے کر لے تب بھی جائز ہے۔

وجه : (۱) اس قول صحابی میں ہے کہ پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد تکبیر زوائد کرے۔ سل هذا لعبد الله ابن مسعود، فسأله فقال ابن مسعود : يكبر اربعا، ثم يقرأ، ثم يكبر فيركع، ثم يقوم فى الثانية فيقرأ، ثم يكبر أربعا بعد القرأة ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب التکبیر فی الصلوۃ یوم العید ج ثالث ص ١٦٧ نمبر ۵۷۰۴ / مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۴۲۰، فی التکبیر فی العیدین واختلافھم فیہ، ج اول، ص ۴۹۴، نمبر ۵۷۰۴) (۲) اس اثر میں بھی ہے۔ فاسندوا امرهم الى ابن مسعود فقال تكبير اربعا قبل القراءة ثم تقرأ فاذا فرغت كبرت فركعت ثم تقوم فى الثانية فتقرأ فاذا فرغت كبرت اربعا. (سنن للبیھقی، باب ذکر الخبر الذی روی فی التکبیر اربعاج ثالث ص ۴۰۸، نمبر ۶۱۸۳ / مصنف عبد الرزاق، باب التکبیر فی الصلوۃ یوم العید، ج ثالث، ص ١٦٨، نمبر ۵۷۰۴) اس قول صحابی میں ہے پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے اور دوسری میں قرأت کے بعد تکبیر زوائد کہے۔

ترجمه : (۸۳۰) پھر نماز کے بعد امام دو خطبے دے اس میں صدقۃ الفطر کے احکام سکھلائے۔

وجه : (۱) نماز کے بعد خطبہ دینے کی دلیل یہ حدیث ہے ۔عن ابن عمر قال كان النبى ﷺ وابو بكر و عمر يصلون العيدين قبل الخطبة (بخاری شریف، باب الخطبۃ بعد العید ص ۱۳۱ نمبر ۹۶۳ / مسلم شریف، باب کتاب صلاۃ العیدین، ص ۳۵۳، نمبر ۲۰۴۴/۸۸۴) اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ نماز کے بعد دیا جائے گا۔ (۲) سمعت ابن عباسؓ قال خرجت مع النبى ﷺ يوم فطر او اضحى فصلى العيد ثم خطب ثم اتى النساء فوعظهن (بخاری شریف، باب خروج الصبیان الی المصلی، ص ۱۳۲، نمبر ۹۷۵ / مسلم شریف، باب کتاب صلاۃ العیدین، ص ۳۵۴، نمبر ۲۰۴۵/۸۸۴) اس حدیث میں خطبے کا تذکرہ ہے، اور یہ بھی ہے کہ نماز کے بعد خطبہ دیا۔ (۳) اور دو خطبے ہوں اسکی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن جابر قال : خرج رسول الله ﷺ يوم فطر أو أضحى فخطب قائما ثم قعد قعدة ثم قام . (ابن ماجۃ شریف، باب ماجاء فی الخطبہ فی العیدین، ص ۱۸۳، نمبر ۱۲۸۹) اس حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے عید میں دو خطبہ دئے۔ (۴) خطبے میں صدقہ فطرہ کے احکام بتلائے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن ابن عباس أن النبى صلى يوم الفطر ركعتين لم يصل قبلها و لا بعدها، ثم أتى النساء و

(۸۳۱) ومن فاتته الصلوة مع الامام لا يقضيها (۸۳۲) وتؤخّر بعذر الى الغد فقط (۸۳۳) واحكام الاضحٰی كالفطر لكنه فی الاضحٰی يؤخّر الاكل عن الصلوة ويكبّر فی الطريق جهرا و يعلم

معه بلال فأمرهن بالصدقة فجعلن يلقين ، تلقى المرأة خرصها و سخابها ۔(بخاری شریف، باب الخطبۃ بعد العید، ص ۱۵۵، نمبر ۹۶۴؍مسلم شریف، باب کتاب صلوۃ العیدین، ص ۳۵۴، نمبر ۸۸۴؍۲۰۴۵) اس حدیث میں نماز کے بعد صدقہ فطر کے احکام عورتوں کو بتایا۔

ترجمه : (۸۳۱) جس کی نماز امام کے ساتھ فوت ہو جائے تو اس کو قضا نہیں کرے گا۔

تشريح : امام کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکا تو اب الگ سے نماز نہیں پڑھے گا۔

وجه : (۱) نماز عید اجتماعیت کے ساتھ مشروع ہے اور جس کی نماز عید امام کے ساتھ چھوٹ گئی تو اب جماعت نہیں ہو سکے گی اس لئے اب نماز عید کو قضا نہیں کرے گا۔(۲) البتہ دو رکعت نفل کے طور پر پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے۔ دلیل یہ قول ہے۔ قال عطاء اذا فاته العيد صلى ركعتين (بخاری شریف، باب اذا فاتہ العید صلی رکعتین، ص ۱۳۴، نمبر ۹۸۷)(۳) قال عبد الله من فاته العيد فليصل اربعا (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۴۲۹ الرجل تفوتہ الصلوۃ فی العید کم یصلی، ج ثانی، ص ۴، نمبر ۵۷۹۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ جس کی نماز عید فوت ہو جائے وہ نفلی طور پر چار رکعت پڑھے۔

ترجمه : (۸۳۲) اور عذر کی وجہ سے صرف دوسرے دن تک مؤخر کر سکتا ہے۔

وجه (۱) حدیث یہ ہے۔ عن ابی عمیر بن انس عن عمومة له من اصحاب النبی ﷺ ان ركبا جاء وا الى النبی ﷺ يشهدون انهم روا الهلال بالامس فامرهم ان يفطروا واذا اصبحوا ان يغدوا الى مصلاهم (ابوداود شریف، باب اذا لم یخرج الامام للعید من یومہ یخرج من الغد، ص ۱۷۱، نمبر ۱۱۵۷؍ابن ماجۃ شریف، باب ما جاء فی الشھادۃ علی رؤیۃ الھلال، ص ۲۳۷، نمبر ۱۶۵۳) اس سے معلوم ہوا کہ زوال کے بعد چاند دیکھنے کی گواہی آئے تو اگلے دن نماز عید پڑھی جائے گی

ترجمه : (۸۳۳) اور عید الاضحیٰ کے احکام عید الفطر کی طرح ہیں، مگر یہ کہ عید الاضحیٰ میں کھانا نماز سے مؤخر کرے، اور راستے میں تکبیر زور سے کہے، اور خطبہ میں قربانی کے احکام اور تکبیر تشریق سکھلائے۔ اور عذر کی وجہ سے تین دن تک مؤخر کر سکتا ہے۔

تشريح : عید الاضحیٰ کے احکام عید الفطر کی طرح ہیں، البتہ ان چار احکام میں فرق ہے۔[۱] عید الفطر میں نماز سے پہلے کھانا سنت ہے، اور بقرعید میں نماز کے بعد کھانا سنت ہے [۲] عید الفطر میں راستے میں آہستہ تکبیر کہنا سنت ہے، اور بقرعید میں زور سے تکبیر کہنا سنت ہے۔[۳] عید الفطر میں خطبہ میں عید الفطر کے احکام سکھائے، اور بقرعید میں خطبہ میں قربانی کے احکام سکھائے [۴] عذر ہو تو عید الفطر میں نماز ایک دن مؤخر کر سکتا ہے اور بقرعید میں تین دن تک مؤخر کر سکتا ہے۔

وجه: (۱) عید الاضحیٰ میں نماز کے بعد کھانا سنت ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن عبد الله بن بريدة عن ابيه قال كان

الاضحيّة وتكبير التشريق فى الخطبة وتؤخر بعذر الى ثلاثة ايام (٨٣۴) والتعريف ليس بشیء (٨٣٥) ويجب التشريق من بعد فجر عرفة الى عصر العيد مرة فور كل فرض اُدِّیَ بجماعة

النبی ﷺ لا يخرج يوم الفطر حتی يطعم ، و لا يطعم يوم الاضحی حتی يصلی (ترمذی شريف،باب ماجاء فی الاكل يوم الفطرقبل الخروج ،ص١۴٢،نمبر ۵۴٢/ابن ماجة شريف ، باب فی الاكل يوم الفطرقبل ان يخرج ،ص٢۵٠،نمبر ١٧۵۶) اس حديث ميں ہے كہ عيدالفطر ميں نماز سے پہلے اور عيدالاضحیٰ ميں نماز کے بعدکھايا کرتے تھے۔ (٢)اورقربانی کے گوشت کو ہی کھائے اسکی دليل يہ حديث ہے۔**حدثنا عبد الله بن بريدة عن أبيه : أن النبی ﷺ كان لا يخرج يوم الفطر حتی يطعم ، و كان لا يأكل يوم النحر شيئا حتی يرجع فيأكل من أضحيته**(دارقطنی ،کتاب العيدين ج ثانی ص۴٣نمبر١۶٩٩/سنن للبيهقی ، باب يترک الاكل يوم النحر حتی يرجع ،ج ثالث،ص ۴٠١،نمبر۶١۶١) اس حديث سے معلوم ہوا کہ قربانی کے گوشت سے افطاری کرنا زيادہ بہتر ہے۔(٣)**عن ابن عمر أنه اذا غدا يوم الاضحی و يوم الفطر يجهر بالتكبير حتی يأتی المصلی ، ثم يكبر حتی يأتی الامام** ۔(دارقطنی ،کتاب العيدين ج ثانی ص۴٣نمبر١٧٠٠/مصنف ابن ابی شيبة ،باب ۴١٣،فی التكبير اذاخرج الی العيد، ج اول،ص ۴٨٧،نمبر ۵۶١٨)اس اثر سے معلوم ہوا کہ عيدالفطراورعيدالاضحیٰ دونوں کے راستے ميں تکبيرزورسے کہی جائے گی۔(۴) بقرعيد کے خطبے ميں قربانی کے احکام سکھلائے۔**عن البراء قال : خطبنا النبی ﷺ يوم النحر فقال ان اول ما نبدأ به فی يومنا هذا أن نصلی ثم نرجع فننحر ، فمن فعل ذالک فقد اصاب سنتنا** ۔(بخاری شريف ، باب التكبير للعيد ،ص ١۵۵،نمبر ٩۶٨/مسلم شريف ، باب کتاب الاضاحی ، باب وقتها ،ص ٨٧۵،نمبر١٩۶١/ ۵٠٧١)اس حديث ميں ہے کہ بقرعيد کے موقع پرخطبہ ديا تو قربانی کے احکام بيان فرمائے۔(۵)اورعذرکی بنا پرتين دن تک مؤخر اس لئے کرسکتا ہے کہ تين دن تک قربانی کرسکتا ہے تو تين دن تک نمازبھی پڑھ سکتا ہے۔

ترجمه : (٨٣۴) اورتعريف کرنا کوئی چيزنہيں ہے۔

تشريح : جس طرح حاجی لوگ عرفات ميں جاتے ہيں اسی طرح لوگ قربانی کا جانور لےکرميدان ميں جاتے تھے جسکو تعريف منانا کہتے ہيں۔اس کی کوئی حيثيت اس لئےنہيں ہے کہ يہ سب ميدان عرفات ميں عبادت ہيں دوسری جگہ ان کی کوئی حيثيت نہيں ہے۔

ترجمه : (٨٣۵) تکبيرتشريق واجب ہے يوم عرفہ کے فجر کے بعد سے عيد کے عصرتک ايک مرتبہ ہرفرض نماز کے بعد جومستحب جماعت کے ساتھ ادا کی گئی ہوامام پر جوشہر ميں مقيم ہواوراس پرجس نے اس کی اقتداء کی ہے۔چاہے مسافرہو، ياغلام ہو، يا عورت ہوامام ابوحنيفہؒ کےنزديک۔

تشريح : نويں ذی الحجہ کے فجر سے تيرہويں ذی الحجہ کے عصرتک جونمازمستحب جماعت کے ساتھ ادا کی گئی ہواس کے امام پراور

مستحبة على امام مقيم بمصر وعلى من اقتدى به ولو كان مسافرا او رقيقا او انثى عند ابى حنيفة رحمه الله (۸۳۶) وقالا يجب فور كل فرض على من صلاه ولو منفردا او مسافرا او قرويا الى

اس کے مقتدی پر ایک مرتبہ تکبیر تشریق کہے۔ چاہے مسافر ہو چاہے غلام ہو یا عورت ہو سب پر واجب ہے۔ اور اکیلا پڑھی ہو تو تکبیر پڑھنا واجب نہیں ہے۔

وجه: (۱) تکبیر تشریق کا ثبوت اس آیت میں ہے۔ **و یذکر وا اسم الله فی ایام معلومات علی ما رزقهم من بهیمة الانعام** ۔(آیت ۲۸، سورۃ الحج ۲۲) اس آیت میں جو اللہ کا ذکر کرنے کے لئے کہا گیا ہے اس میں تکبیر تشریق بھی ہے۔ (۲) اس قول صحابی میں بھی اس کا ذکر۔ **و کان عمرؓ یکبر فی قبة بمنی فیسمعه أهل المسجد فیکبرون و یکبر أهل الاسواق حتی ترتج منی تکبیرا و کان ابن عمر یکبر بمنی تلک الایام و خلف الصلوات** ۔(بخاری شریف، باب التکبیر أیام منی واذا غدا الی عرفة، ص ۱۵۶، نمبر ۹۷۰) اس اثر میں ہے کہ حضرت عمرؓ تکبیر تشریق کہا کرتے تھے۔ اور یہ مسافر تھے پھر بھی تکبیر کہی (۳) دسویں ذی الحجہ کے عصر تک تکبیر کہے اسکی دلیل یہ اثر ہے۔ **عن ابی وائل عن عبد الله [ابن مسعود] انه کان یکبر من صلوة الفجر یوم عرفة الی صلوة العصر من یوم النحر** ۔(مصنف بن ابی شیبة ۱۴ التکبیر من ای یوم هو الی ای ساعة ج اول، ص ۴۸۸ نمبر ۵۶۳۳ / للبیهقی ، باب من استحب ان یبتدئ بالتکبیر خلف صلوة الصبح من یوم عرفة، ج ثالث، ص ۴۳۹، نمبر ۶۲۷۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ذی الحجہ کی نویں تاریخ کے فجر سے یوم النحر یعنی دسویں ذی الحجہ کی عصر تک تکبیر تشریق کہی جائے گی۔ (۴) اور جماعت ہو اور شہر ہو تب ہی تکبیر تشریق واجب ہے اس کی دلیل حضرت علیؓ کا قول ہے ۔ **قال علیؓ : لا جمعة و لا تشریق و لا صلاة فطر و لا اضحی الا فی مصر جامع او مدینة عظیمة** ۔(مصنف ابن ابی شیبة، نمبر ۵۰۵۹ / مصنف عبد الرزاق، نمبر ۵۱۹۱) اس اثر میں ہے کہ شہر کے علاوہ پر تکبیر نہیں۔

ترجمه : (۸۳۶) اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ ہر نماز کے فورا بعد چاہے اکیلا پڑھی ہو، اور چاہے مسافر ہو، اور چاہے گاؤں میں ہو تیر ہویں ذی الحجہ کی عصر تک۔ اسی پر عمل ہے اور اسی پر فتوی ہے۔

تشریح : صاحبینؒ فرماتے ہیں چاہے جماعت کے ساتھ پڑھی ہو چاہے اکیلا پڑھی ہو، شہر میں پڑھی ہو چاہے دیہات میں پڑھی ہو ہر آدمی پر فرض نماز کے بعد تکبیر تشریق واجب ہے۔

وجه : (۱) تنہا نماز پڑھے تب بھی تکبیر کہے اسکی دلیل یہ اثر ہے۔ **عن عمرو عن الحسن قال : اذا صلی وحده أو فی جماعة أو تطوع کبر** ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب ۴۳۳، فی الرجل یصلی وحده یکبر ام لا؟، ج ثانی، ص ۶، نمبر ۲۸۲۹) اس اثر میں ہے کہ اکیلا نماز پڑھے تب بھی تکبیر کہے۔ (۲) اور عورت اکیلی نماز پڑھے تب بھی تکبیر کہے اسکی دلیل یہ اثر ہے۔ **عن ابراهیم قال یحب للنساء أن یکبر ن دبر الصلاة أیام التشریق** ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب ۴۳۷، فی النساء علیهن تکبیر أیام

عـصر الخامس من يوم عرفة وبه يعمل وعليه الفتوىٰ(٨٣٧) ولا بأس بالتكبير عقب صلوة العيدين والتكبير اَن يقول الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله والله اكبر الله اكبر ولله الحمد .

﴿باب صلوة الكسوف والخسوف والافزاع﴾

(٨٣٨) سُنَّ ركعتـان كهيئة النفل للكسوف بامام الجمعة او مامور السلطان بلا اذان ولا اقامة ولا

التشریق، ج ثانی، ص٩، نمبر٥٨٦٣)اس اثر میں ہے کہ عورتوں پر تکبیر ہے. **و كـانـت مـيـمـونـة تـكـبـر يوم النحر** ۔(بخاری شریف، باب التکبیر أیام منی واذا غدا الی عرفۃ، ص١٥٦، نمبر٩٧٠)اس اثر میں ہے کہ حضرت میمونہؓ تکبیر تشریق کہا کرتیں تھیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ تنہا عورت بھی تکبیر کہہ سکتی ہے۔

ترجمہ : (٨٣٧)اورعید کی نماز کے بعد تکبیر کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔اورتکبیراس طرح کہے: **الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله والله اكبر الله اكبر ولله الحمد**۔

تشریح : عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی نماز کے بعد تکبیر کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وجہ : (١) **عـمـر بـن حـفـص عن ابائهم عن اجدادهم ان رسول الله ﷺ كان يبدأ بالصلاة قبل الخطبة و كـان يـحـب ان يكبر التكبير بين اضعاف الخطبة** ۔(سنن بیہقی، باب التکبیر فی الخطبۃ فی العیدین، ج ثالث، ص٤٢٠، نمبر ٦٢١٤) اس حدیث میں ہے کہ خطبے میں تکبیر کہتے ،جس کا مطلب ہوا کہ نماز کے بعد تکبیر تشریق کہہ سکتا ہے۔(٢) **عن مسـروق قـال كـان عبـد الـلـه يـكـبـر فى العيدين تسعا تسعا يفتتح بالتكبير و يختم به** ۔(سنن بیہقی، باب التکبیر فی الخطبۃ فی العیدین، ج ثالث، ص٤٢٠، نمبر٦٢١٥) اس قول صحابی میں بھی خطبے میں نو نو مرتبہ تکبیر کا ذکر ہے۔اورتکبیراس طرح کہے: **الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله والله اكبر الله اكبر ولله الحمد**۔

﴿فصل: سورج گرہن اور چاند گرہن وغیرہ نماز کے بیان میں﴾

ترجمہ : (٨٣٨)سورج گرہن کے لئے دو رکعات سنت ہے نفل کی طرح جمعہ کا امام ہو یا بادشاہ کا مامور ہو۔بغیر اذان اور بغیر اقامت کے، بغیر جہری قرأت کے اور خطبہ نہ ہو، بلکہ **,الصلاة جامعة**، کا اعلان کرے۔

تشریح :سورج گرہن کی نماز نفل کی طرح نماز پڑھانے کا مطلب یہ ہے کہ ایک رکعت میں دو رکوع نہیں ہوں گے، بلکہ نفل کی طرح ایک ہی رکوع ہوگا۔امام شافعیؒ کے نزدیک حدیث کی بنا پر سورج گرہن کے ہر رکعت میں دو رکوع ہوں گے۔اوراس نماز کو امام یا سلطان کا جو مامور ہے وہ قائم کریں۔اس دور میں اکثر ملکوں میں سلطان نہیں ہے اس لئے مسجد کے امام نماز پڑھاتے ہیں۔اس

جهر ولا خطبة بل ينادی الصلوة جامعة

میں اذان بھی نہیں ہے اور اقامت بھی نہیں ہے، اور خطبہ بھی نہیں ہے، اور قرأت سری کرے جہری نہ کرے۔

وجه : (۱)۔عن ابی بکرة قال کنا عند النبی ﷺ فانکسفت الشمس فقام رسول الله یجر رداءہ حتی دخل المسجد فدخلنا فصلی بنا رکعتین حتی انجلت الشمس فقال النبی ﷺ ان الشمس والقمر لا ینکسفان لموت احد فاذا رأیتموها فصلوا وادعوا حتی ینکشف ما بکم. (بخاری شریف، باب الصلوۃ فی کسوف الشمس، ص ۱۴۱، نمبر ۱۰۴۰/ابوداؤد شریف، باب من قال اربع رکعات، ص ۱۷۵، نمبر ۱۱۸۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورج گرہن کے وقت نماز سنت ہے اور اس میں دو رکوع کا ذکر نہیں ہے اس لئے ایک رکعت میں دو رکوع نہیں ہوں گے۔اس میں اذان اور اقامت کا بھی ذکر نہیں ہے، اور جمعہ اور عیدین کی طرح باضابطہ خطبہ بھی نہیں (۲) عن قبیصة الهلالی قال کسفت الشمس علی عهد رسول الله فخرج فزعا یجر ثوبه وانا معه یومئذ بالمدینة فصلی رکعتین فاطال فیهما القیام ثم انصرف وانجلت فقال انما هذه الآیات یخوف الله عز و جل بها فاذا رأیتموها فصلو اکاحدث صلوة صلیتموها من المکتوبة . (ابوداؤد شریف، باب من قال اربع رکعات ص ۱۷۵ نمبر ۱۱۸۵/سنن للبیهقی باب من صلی فی الخسوف رکعتین ج ثالث ص ۴۶۴، نمبر ۶۳۳۳) اس حدیث میں ہے کہ فجر کی نماز میں جس طرح ایک رکوع کے ساتھ نماز پڑھی اسی طرح نماز سورج گرہن کی پڑھی جائیگی۔احدث صلوة من المکتوبة سے فجر کی نماز مراد ہے۔نیز اس حدیث میں دو مرتبہ رکوع کرنے کا تذکرہ نہیں ہے (۳) سمرۃ بن جندب کی لمبی حدیث ہے۔جس کا ٹکڑا اس طرح ہے۔ قال سمرة بینما أنا غلام من الانصار نرمی غرضین لنا .... فصلی فقام بنا کاطول ما قام بنا فی صلوة قط لا نسمع له صوتا قال ثم رکع بنا کاطول ما رکع بنا فی صلوة قط لا نسمع له صوتا قال ثم سجد بنا کاطول ما سجد بنا فی صلوة قط لا نسمع له صوتا ثم فعل فی الرکعة الاخری مثل ذلک. (ابوداؤد شریف، باب من قال اربع رکعات ص ۱۷۵ نمبر ۱۱۸۴) اس حدیث میں بھی اس بات کا تذکرہ ہے کہ ایک رکعت میں دو رکوع نہیں کئے۔جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سورج گرہن کی نماز میں ایک رکعت میں دو رکوع نہیں کریں گے۔اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ قرأت آہستہ کرے۔(۴) عن ابن عباسؓ قال : صلیت مع رسول الله ﷺ صلاة الکسوف فلم اسمع منه فیها حرفا من القرآن . (مسند احمد، باب مسند عبد اللہ ابن عباس، ج اول، ص ۴۸۳، نمبر ۲۶۶۸) اس حدیث میں ہے کہ قرآن کا ایک حرف بھی نہیں سنا، جسکا مطلب یہ ہے کہ سورج گرہن میں قرأت آہستہ پڑھی۔(۵) اور الصلوۃ جامعۃ، کہہ کر اعلان ہو اس کے لئے یہ حدیث ہے .عن عبد الله بن عمرؓ قال لما کسفت الشمس علی عهد رسول الله ﷺ نودی , ان الصلاة جامعة ،۔(بخاری شریف، باب النداء ب الصلاۃ جامعۃ فی الکسوف، ص ۱۶۸، نمبر ۱۰۴۵) اس حدیث میں ہے کہ الصلاۃ جامعۃ، کہے۔

(٨٣٩) وسُنَّ تطويلهما وتطويل ركوعهما وسجودهما (٨٤٠) ثم يدعو الامام جالسا مستقبل القبلة ان شاء او قائما مستقبل الناس وهو احسن ويؤمِّنون على دعائه حتى يكمل انجلاء الشمس

لغت : الکسوف: سورج گرہن کوکسوف کہتے ہیں،الخسوف،چاندگرہن کوخسوف کہتے ہیں الافزاع:خوف،گھبراہٹ۔اس وقت نماز سنت ہے۔

ترجمہ : (۸۳۹)مسنون ہے دونوں رکعتوں کولمبی کرنا اوراس کے رکوع کواور سجدوں کولمبا کرنا۔

تشریح : مسنون یہ ہے کہ سورج گرہن کی نماز لمبی ہو،رکوع اور سجدے دیر تک ہوں تا کہ سورج کھل جائے۔

وجہ: (۱)ان عائشة زوج النبی علیہ اخبرته ان رسول الله علیہ صلی یوم خسفت الشمس فقام فکبر فقرأ قراءة طویلة ثم رکع رکوعا طویلا ثم رفع رأسه فقال سمع الله لمن حمده وقام کما هو ثم قرأ قراءة طویلةوهی ادنی من القراءة الاولی ثم رکع رکوعا طویلا وهی ادنی من الرکعة الاولی ثم سجد سجودا طویلا ثم فعل فی الرکعة الآخرة مثل ذلک ثم سلم وقد تجلت الشمس (بخاری شریف،باب ھل یقول کسفت الشمس اوخسفت ،ص۱۴۲،نمبر۱۰۴۷رمسلم شریف،کتاب الکسوف،ص۲۹۵،نمبر۲۰۹۶)اس حدیث میں نماز لمبی ہونے کا ذکر ہے

ترجمہ : (۸۴۰) پھر امام بیٹھ کردعا کرے اگر چاہے تو قبلہ کی طرف رخ کرکے،اور چاہے تو کھڑا ہوکر لوگوں کی طرف چہرہ کرے،اور یہ زیادہ بہتر ہے،اور لوگ اس پر آمین کہیں،یہاں تک کہ سورج کھل جائے۔

تشریح : نماز کے بعد دعا کرے،پھر اس کی دوصورتیں ہیں[۱]یا تو بیٹھ کر قبلہ رخ کرکے لوگوں کے لئے دعا کرے،[۲] دوسری صورت یہ ہے کہ قوم کی طرف رخ کرے اور کھڑے ہوکر دعا کرے۔

وجہ : (۱)حدیث میں ہے .عن ابی موسی قال خسفت الشمس فی زمن النبی علیہ ....قال ان هذه الآیات التی یرسل الله لا تکون لموت احد و لا لحیاته و لکن الله یرسلها یخوف بها عباده فاذا رأیتم منها شیئا فافزعوا الی ذکره و دعائه و استغفاره ۔(مسلم شریف،باب ذکر النداء بصلاۃ الکسوف،الصلاۃ جامعۃ ،ص۳۶۹،نمبر۹۱۲ر۲۱۱۷)اس حدیث میں ہے کہ اس قسم کی خوف کی چیز ہوتو دعا اور استغفار میں مشغول ہونا چاہئے (۲)عن ابی هریرة...... فقال ان الشمس والقمر آیتان من آیت الله وانهما لایخسفان لموت احد فاذا کان ذلک فصلوا وادعوا حتی یکشف ما بکم ۔(بخاری شریف،باب الصلوۃ فی کسوف القمر ص۱۴۵نمبر۱۰۶۳رمسلم شریف،باب ذکر النداء بصلاۃ الکسوف، الصلاۃ جامعۃ ،ص۳۶۹،نمبر۹۱۵ر۲۱۲۲) اس حدیث میں ہے کہ نماز پڑھو اور اس وقت تک دعا کرتے رہو جب تک گرہن ختم نہ ہو

ترجمہ :(۸۴۱)اگر امام موجود نہ ہو تو لوگ اکیلے نماز پڑھیں۔

تشریح : امام نہ ہوتو الگ الگ پڑھنا واجب نہیں ہے،بلکہ یہ مصلحت کا تقاضا ہے،اس لئے اگر انتشار کا خطرہ نہ ہو تو یہ سب

(۸۴۱) وان لم يحضر الامام صلوا فرادیٰ (۸۴۲) كالخسوف والظلمة الهائلة نهارا والريح الشديدة والفزع.

﴿باب الاستسقاء﴾

نمازیں جماعت کے ساتھ بھی پڑھی جاسکتی ہیں۔

وجہ : (۱) امام نہیں ہونگے تو لوگ انتشار پھیلائیں گے اور شور کریں گے اس لئے امام ہو تو جماعت کے ساتھ نماز پڑھائے اور امام نہ ہو تو پھر الگ الگ نماز پڑھے (۲) سورج گرہن کے وقت حضورؐ نے نماز پڑھائی اس کا مطلب یہ ہے کہ امام نماز پڑھائیں گے۔

ترجمہ : (۸۴۲) اور چاند گرہن اور دن کی خوفناک تاریکی اور آندھی وغیرہ میں گھبراہٹ میں لوگ تنہا نماز پڑھیں۔

تشریح : چاند گرہن رات میں ہوتا ہے، اس لئے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جائے گی تو اندھیرے میں انتشار کا خطرہ ہے، اسی طرح خوفناک تاریکی میں یا آندھی میں لوگ کیسے جمع ہوں گے، اس لئے بہتر یہی ہے کہ اکیلے اکیلے نماز پڑھے۔

وجہ : (۱) حدیث میں ہے ۔عن ابی موسی قال خسفت الشمس فی زمن النبی ﷺ ....قال ان هذه الآيات التی يرسل الله لا تكون لموت احد و لا لحياته و لكن الله يرسلها يخوف بها عباده فاذا رأيتم منها شيئا فافزعوا الی ذكره و دعائه و استغفاره ۔(مسلم شریف، باب ذکر النداء بصلاۃ الکسوف، الصلاۃ جامعۃ ص۳۶۹، نمبر ۹۱۲/ ۲۱۱۷) اس حدیث میں ہے کہ اس قسم کی خوف کی چیز ہو تو دعا اور استغفار میں مشغول ہونا چاہئے ۔(۲) حدثنی ابی قال كانت ظلمة علی عهد انس بن مالک قال فأتيت انس بن مالک فقلت يا ابا حمزة هل كان يصيبكم مثل هذا علی عهد رسول الله ﷺ فقال معاذ الله ان كانت الريح لتشتد فنبادر الی المسجد مخافة القيامة ۔(سنن بیہقی، باب من استحب الفزع الی الصلاۃ فرادی عند الظلمۃ والزلزلۃ وغیرھا ما الایات، ج ثالث، ص ۴۷۷، نمبر ۶۳۷۸) اس حدیث میں ہے کہ آیات اور نشانیوں کے وقت تنہا نماز پڑھے۔

لغت : انجلاء: کھلنا۔ الھائلۃ: گھبرانے والی چیز۔ الفزع: گھبراہٹ۔

﴿باب: استسقاء کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ : استسقاء کے معنی ہیں بارش طلب کرنا، یہ سقی سے مشتق ہے، ملک میں قحط سالی ہو جائے اور بارش نہ ہو تو استسقاء کیا جاسکتا ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز پڑھنا کوئی ضروری نہیں ہے۔ صرف دعا سے بھی استسقاء ہو سکتا ہے اور نماز بھی

(۸۴۳) لـه صـلـوـة مـن غير جماعة وله استغفار (۸۴۴) ويستحبّ الخروج له ثلاثة ايام مشاة فی

پڑھ سکتا ہے۔اور صاحبین کے نزدیک نماز استسقاء مسنون ہے۔دونوں کی دلیلیں نیچے آرہی ہیں۔اس کی دلیل یہ آیت بھی ہے **فقلت استغفروا ربکم انه کان غفارا o یرسل السماء علیکم مدرارا o** (آیت ۱۰/۱۱ سورۂ نوح ۷۱)اس آیت میں ہے کہ اپنے اپنے گناہوں سے توبہ کروتا کہ اللہ تعالیٰ تم پر خوب بارش برسائے۔اور چونکہ نماز استسقاء میں اپنے گناہوں سے توبہ کرنا ہےاس لئے اس آیت سے استسقاء ثابت ہوتا ہے۔

ترجمہ : (۸۴۳) استسقاء کی نماز ہے بغیر جماعت کےاوراس کے لئے استغفار ہے۔

تشریح : امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جماعت کے ساتھ نماز استسقاء جائز ہے،البتہ بہتر یہ ہے کہ بغیر جماعت کے نماز استسقاء پڑھےاور دعااوراستغفار کرے،کیونکہ آیت میں استغفار کرنے کی ترغیب ہے۔

وجہ: (۱)اس آیت میں ہے کہ ۔ **فقلت استغفروا ربکم انه کان غفارا o یرسل السماء علیکم مدرارا o** (آیت ۱۰/۱۱ سورۂ نوح ۷۱)اس آیت میں ہے کہ بارش رک جائے تو استغفار کرو۔(۲) **عن انس بن مالک ان رجلا دخل المسجد یوم الجمعة ورسول الله ﷺ قائما یخطب ... فرفع رسول الله یدیه قال اللهم اغثنا .** (بخاری شریف، باب الاستسقاء فی خطبۃ الجمعۃ غیر مستقبل القبلۃ،ص ۱۳۸،نمبر ۱۰۱۴/مسلم شریف، کتاب الاستسقاء،ص ۱۹۳،نمبر ۸۹۷/ ۲۰۷۸/ابوداؤد شریف، باب رفع الیدین فی الاستسقاء،ص ۱۷۳،نمبر ۱۱۷۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپؐ نے اس کے لئے مستقل نماز نہیں پڑھی صرف دعا پر اکتفا کیا۔اس لئے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نماز ضروری نہیں،صرف دعا اور استغفار سے بھی استسقاء ہو جائے گا۔اور نماز پڑھ لے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے،کیونکہ وہ بھی حدیث سے ثابت ہے۔(۳) اگر نماز پڑھ لے اور جہری قرأت کرے تب بھی جائز ہے صاحبینؒ کا یہ مسلک ہے ۔اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ **عن عباد بن تمیم عن عمه قال خرج النبی ﷺ یستسقی فتوجه الی القبلة یدعو وحول رداء ه ثم صلی رکعتین یجهر فیهما بالقراء ة ۔** (بخاری شریف، باب الجہر بالقراءۃ فی الاستسقاء ص ۱۳۹ نمبر ۱۰۲۴/مسلم شریف، کتاب صلوۃ الاستقاء،ص ۲۹۳،نمبر ۸۹۴/۲۰۷۱/ ابوداؤد شریف، ابواب صلوۃ الاستسقاء،ص ۱۷۱،نمبر ۱۱۶۱)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام دورکعت نماز پڑھائیں گے۔اور قرأت جہری کریں گےاور چادر کو بھی نیک فالی کے لئے پلٹیں گے کہ یا اللہ جس طرح چادر پلٹ رہا ہوں اس طرح میری حالت کو بھی پلٹ دے۔اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دعا کے وقت قبلہ کی طرف استقبال کرے۔

ترجمہ : (۸۴۴) اوراس کے لئے تین دن تک نکلنا مستحب ہے پیدل پرانے دھلے ہوئے،یا پیوند دار کپڑے میں ذلیل بن کر عاجزی کرتے ہوئے،خدائے تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے،سر جھکائے ہوئے۔

تشریح : اگر پہلے دن بارش نہ ہو تو بہتر ہے کہ تین دن تک نکلے،پیدل ہو، پرانا کپڑا دھلا ہوا ہو یا پیوند لگا ہوا ہو،ذلیل بن کر،

ثیاب خلقة غسیلة او مرقّعة متذللین متواضعین خاشعین لله تعالی نا کسین رؤوسهم (۸۴۵) مقدّمین الصدقة کل یوم قبل خروجهم (۸۴۶) ویستحبّ اخراج الدواب والشیوخ الکبار

عاجزی کرتے ہوئے، اپنے سروں کو جھکائے ہوئے، اور اس حال میں نماز پڑھے اور رو رو کر اللہ تعالی سے استغفار کرے اور بارش کے لئے دعائیں کرے۔

وجه : (۱) اس حدیث میں ہے۔ **ارسلنی الی ابن عباس أسأله عن صلاة رسول الله ﷺ فی الاستسقاء فقال خرج رسول الله ﷺ مبتذلا متواضعا متضرعا حتی اتی المصلی۔ زاد عثمان فرقی علی المنبر ثم اتفقا۔ فلم یخطب خطبکم هذه و لکن لم یزل فی الدعاء و التضرع و التکبیر، ثم صلی رکعتین کما یصلی فی العید** ۔(ابوداود شریف، باب جماع ابواب صلاة الاستسقاء وتفریعها، ص۱۷۴، نمبر۱۱۶۵ر ترمذی شریف، باب ماجاء فی صلاة الاستسقاء، ص۱۴۶، نمبر ۵۵۸) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نیچے درجے کے کپڑے میں تواضع کے ساتھ روتے ہوئے باہر نکلے۔

ترجمه : (۸۴۵) اور ہر روز اپنے نکلنے سے پہلے صدقہ دیتے جائیں۔

وجه : **عن ابن بریدة عن ابیه قال قال النبی ﷺ ما نقض قوم العهد قط الا کان القتل بینهم و ما ظهرت فاحشة فی قوم قط الا سلط الله عز و جل علیهم الموت ، و لا منع قوم الزکوة الا حبس الله عنهم القطر ۔** (سنن بیہقی، باب الخروج من المظالم والتقرب الی اللہ تعالی بالصدقۃ ونوافل الخیر رجاء الاجابۃ، ج ثالث، ص۴۸۲، نمبر۶۳۹۷) اس حدیث میں زکوۃ دینے اور صدقہ دینے کی طرف اشارہ ہے۔ (۲) اس حدیث میں بھی ہے۔ **عن عائشة انها قالت خسفت الشمس فی عهد رسول الله ﷺ .....فاذا رأیتم ذالک فاذکروا الله و کبروا وصلوا و تصدقوا ۔**(بخاری شریف، باب الصدقۃ فی الکسوف، ص۱۶۷، نمبر۱۰۴۴) اس حدیث میں ہے کہ اس قسم کے حالات ہوں تو صدقہ کرو۔

ترجمه : (۸۴۶) اور مستحب ہے چوپایوں کو نکالنا، کمزور بوڑھوں کو نکالنا، اور بچوں کو نکالنا۔

تشریح : یہ لوگ روئیں گے تو اللہ تعالی کو زیادہ رحم آئے گا، اس لئے ان لوگوں کو ساتھ لے چلنا مستحب ہے۔

وجه : (۱) **مصعب ابن سعد عن ابیه انه ظن ان له فضلا علی من دونه من اصحاب النبی ﷺ فقال نبی الله ﷺ انما نصر الله عزوجل هذه الامة بضعیفها بدعوتهم و صلاتهم و اخلاصهم۔**(سنن بیہقی، باب استحباب الخروج بالضعفاء، والصبیان والعبید والعجائز، ج ثالث، ص۴۸۰، نمبر۶۳۸۹) (۲) **عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال مهلا عن الله مهلا فانه لولا شباب خشع و بهائم رتع و شیوخ رکع و اطفال رضع لصب علیکم العذاب صبا ۔** (سنن بیہقی، باب استحباب الخروج بالضعفاء، والصبیان والعبید والعجائز، ج ثالث، ص۴۸۰، نمبر۶۳۸۹) ان احادیث میں ہے کہ کمزوروں سے روزی ملتی ہے اس لئے کمزور لوگوں کو میدان میں لیجائے۔

والاطفال(٨٤٧) وفي مكة وبيت المقدس ففي المسجد الحرام والمسجد الاقصى يجتمعون و ينبغي ذلك ايضا لاهل مدينة النبى صلى الله عليه وسلم (٨٤٨) ويقوم الامام مستقبل القبلة رافعا

ترجمہ : (٨٤٧)اور مکہ معظّمہ ہوتو مسجد حرام میں اور بیت المقدس ہوتو مسجد اقصی میں جمع ہوں۔اور مدینہ والوں کو مسجد نبوی ﷺ میں مناسب ہے۔

تشریح : اوپر آیا کہ نماز استسقاء کے لئے میدان میں جائے تا کہ اس کی دعا قبول ہو،لیکن مکہ مکرمہ والوں کو بیت اللہ ہی میں نماز پڑھ کر دعا کرنی چاہئے ، کیونکہ یہ مقدس جگہ دعا قبول ہونے کے لئے بہت موزوں ہے۔اسی طرح بیت المقدس والے مسجد اقصی میں جمع ہوں،اور بہتر یہ ہے کہ مدینہ والے مسجد نبوی میں جمع ہو کر دعائیں کریں، کیونکہ یہ مقدس مسجدیں دعا قبول ہونے کے لئے بہت مناسب ہے۔یوں حضورؐ بعض مرتبہ استسقاء کے لئے مدینہ سے باہر بھی تشریف لے گئے ہیں۔

وجہ : (۲)مسجد نبوی میں استسقاء کے لئے دعا کی اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن انس بن مالک ان رجلا دخل المسجد يوم الجمعة ورسول الله ﷺ قائما يخطب ... فرفع رسول الله يديه قال اللهم اغثنا،اللهم اغثنا، اللهم اغثنا . (بخاری شریف، باب الاستسقاء فی خطبۃ الجمعۃ غیر مستقبل القبلۃ،ص ۱۶۳،نمبر ۱۰۱۴رمسلم شریف، کتاب الاستسقاء ،ص ۳۵۸،نمبر ۸۹۷/۲۰۷۸رابوداؤد شریف، باب رفع الیدین فی الاستسقاء،ص ۱۷۳،نمبر ۱۱۷۵)

ترجمہ : (٨٤٨) اور امام قبلے کے رخ کھڑا ہو دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے،اور لوگ قبلے کی طرف استقبال کئے ہوئے بیٹھے ہوں اور اس کی دعا پر آمین کہتے ہوں۔

تشریح : دعا کرتے وقت ان باتوں کی رعایت کرے،امام قبلہ رخ کھڑا ہو،دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے ہوں،مقتدی بھی قبلہ رخ ہوں لیکن بیٹھے ہوئے ہوں،اور امام کی دعا پر آمین کہے۔ استسقاء میں ہاتھ اتنا اونچا اٹھاتے تھے کہ اتنا کسی میں نہیں اٹھایا۔

وجہ : (۱)حدثنی عباد بن تميم ان عمه و كان من اصحاب النبى ﷺ ،اخبره ان النبى ﷺ خرج بالناس يستسقى لهم فقام فدعا الله قائما ثم توجه قبل القبلة و حول ردائه فاسقوا ۔(بخاری شریف، باب الدعاء فی الاستسقاء قائما،ص ۱۶۵،نمبر ۱۰۲۳رمسلم شریف، کتاب صلوۃ الاستقاء،ص ۳۵۸ نمبر ۸۹۴/۲۰۷۳) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے کھڑے ہو کر قبلہ کی جانب رخ کر کے دعا کی ۔(۲)عن انس ان نبى الله ﷺ كان لا يرفع يديه فى شىء من دعائه الا فى الاستسقاء حتى يرى بياض ابطيه ۔(مسلم شریف، باب رفع الیدین بالدعاء فی الاستسقاء،ص ۳۵۹ نمبر ۸۹۶/۲۰۷۶) اس حدیث میں ہے کہ ہاتھ بہت اونچا اٹھاتے تھے۔(۳)سمعت انس بن مالک قال اتى رجل اعرابى من اهل البدو الى رسول الله ﷺ يوم الجمعة فقال يا رسول الله هلكت الماشية هلك العيال هلك الناس فرفع رسول الله ﷺ يديه يدعو و رفع الناس أيديهم مع رسول الله ﷺ يدعون۔(بخاری شریف

يديه والناس قعود مستقبلين القبلة يؤمّنون على دعائه (٨٤٩) يقول اللهم اسقنا غيثا مغيثا هنيئا مريئا مريعا غدقا مجللا سحّا طبقا دائما وما اشبهه سرّا او جهرا (٨٥٠) وليس فی قلبُ رداء (٨٥١) ولا يحضره ذمّیٌّ.

،باب رفع الناس ایدیھم مع الامام فی الاستسقاء،ص ١٦٥،نمبر ١٠٢٩) اس حدیث میں ہے کہ دعا میں ہاتھ اٹھائے اور یہ بھی ہے کہ مقتدی بھی ہاتھ اٹھائے۔

ترجمه : (٨٤٩) امام یہ دعا یا اس کے مشابہ ہو آہستہ پڑھے یا زور سے پڑھے۔ دعا یہ ہے:

اللهم اسقنا غيثاً مغيثاً هنيئاً مريئاً مريعاً غدقاً مجللاً سحاً طبقاً دائماً۔

ترجمه : اے اللہ ہمیں سیراب کر دے ایسی بارش سے جو سختی سے چھڑا دینے والی ہو، مبارک خوشگوار ہو، شاداب کر دینے والی موسلا دھار ہو، چھا جانے والی تیز، زمین کو گھیرنے والی متواتر ہو۔

وجه : اس حدیث میں اوپر کی دعا ہے۔ **مرة بن كعب ۔ حدثنا حديثا سمعته من رسول الله ﷺ قال سمعت رسول الله ﷺ دعا على مضر فأتيته فقلت يا ر سول الله ان الله قد اعطاك و استجاب لك و ان قومك قد هلكوا فادع الله لهم فقال ((اللهم اسقنا غيثا مغيثا مريا مريعا غدقا طبقا عاجلا غير رائث نافعا غير ضار)) فما كان الا جمعة او نحوها حتى سقوا ۔** (سنن بیہقی، باب الدعا فی الاستسقاء، ج ثالث، ص ٤٩٦، نمبر ٦٤٤٠)۔

ترجمه : (٨٥٠) اور اس میں چادر پھیرانا سنت نہیں ہے۔

تشریح : حدیث میں ہے کہ استسقاء کی دعا مانگتے وقت حضورؐ نے چادر پلٹی تھی کہ اے اللہ میری حالت بھی اسی طرح پلٹ دے، اس لئے چادر پلٹنا جائز تو ہے، لیکن نماز استسقاء کی سنت میں سے نہیں ہے، چاہے تو کرے اور چاہے تو نہ کرے۔

وجه : (١) **حدثنی عباد بن تميم ان عمه و كان من اصحاب النبی ﷺ ،اخبره ان النبی ﷺ خرج بالناس يستسقی لهم فقام فدعا الله قائما ثم توجه قبل القبلة و حول ردائه فاسقوا ۔** (بخاری شریف، باب الدعاء فی الاستسقاء قائما، ص ١٦٥، نمبر ١٠٢٣ر مسلم شریف، کتاب صلوة الاستقاء، ص ٣٥٨ نمبر ٨٩٤/٢٠٧٣) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے چادر پلٹی ہے۔

ترجمه : (٨٥١) اور اس میں مشرکین حاضر نہ ہوں۔

تشریح : استسقاء میں ایسے لوگ حاضر ہوں جن سے دعا زیادہ قبول ہوتی ہے، اور ذمی پر اللہ کا غضب اترتا ہے اس لئے ان کو حاضر نہ کرے تو اچھا ہے۔

﴿باب صلوة الخوف﴾

(۸۵۲) ھی جائزۃ بحضور عدو وبخوف غرق او حرق

وجه : (۱) اس حدیث کے اشارۃ النص سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال مھلا عن اللہ مھلا فانه لولا شباب خشع و بھائم رتع و شیوخ رکع و اطفال رضع لصب علیکم العذاب صبا. (سنن بیہقی، باب استحباب الخروج بالضعفاء، والصبیان والعبید والعجائز، ج ثالث، ص ۴۸۰، نمبر ۶۳۸۹)، اس حدیث میں ان لوگوں کو لانے کے لئے کہا ہے جن سے دعا قبول ہوتی ہے اس لئے ذمی کو نہ لائیں تو بہتر ہے۔

﴿باب: نماز خوف کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ: نماز خوف کی صورت یہ ہے کہ تمام آدمی ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنا چاہتے ہوں تو امام دو جماعتیں بنا دیں گے۔اور ہر ایک جماعت کو آدھی آدھی نماز پڑھائیں گے۔لیکن اگر دو امام ہوں تو ہر ایک جماعت الگ الگ امام کے پیچھے پوری پوری نماز پڑھیں گے۔پھر آدھی آدھی نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔اس آیت میں صلاۃ خوف کا ذکر ہے۔ واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوۃ فلتقم طائفة منھم معک ولیأخذوا اسلحتھم فاذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم ولتأت طائفة اخری لم یصلوا فلیصلوا معک ولیأخذوا حذرھم واسلحتھم ۔(آیت ۱۰۲، سورۃ النساء ۴) اس آیت میں حضور کو خطاب ہے کہ آپ موجود ہوں تو لوگوں کو نماز خوف پڑھائیں۔

ترجمه : (۸۵۲) نماز خوف جائز ہے جبکہ دشمن سامنے ہو، یا ڈوبنے کا خوف ہو، یا جلنے کا خوف ہو۔

تشریح : اس بات کا خوف ہے کہ نماز میں مشغول ہوگا تو دشمن حملہ کر دے گا، یا پانی میں ڈوب جائیں گے، یا جل جائیں گے تو نماز خوف پڑھنا جائز ہے، اس کا طریقہ آگے آرہا ہے۔

وجه :(۱) واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوۃ فلتقم طائفة منھم معک ولیأخذوا اسلحتھم فاذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم ولتأت طائفة اخری لم یصلوا فلیصلوا معک ولیأخذوا حذرھم واسلحتھم ود الذین کفروا لو تغفلون عن اسلحتکم و أمتعتکم فیمیلون علیکم میلة واحدة ۔(آیت ۱۰۲، سورۃ النساء ۴) اس آیت سے ثابت ہوا کہ نماز خوف پڑھ سکتا ہے، اور یہ بھی پتہ چلا کہ کس طرح پڑھے۔ (۲) اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے ۔ان عبد اللہ بن عمر قال غزوت مع رسول اللہ ﷺ قبل نجد فوازینا العدو فصاففنا لھم فقام رسول اللہ یصلی لنا فقامت طائفة معه و اقبلت طائفة علی العدو وفرکع رسول اللہ ﷺ بمن معه و سجد سجدتین ثم انصرفوا

(۸۵۳) واذا تنازع القوم فی الصلوة خلف امام واحد فیجعلهم طائفتین واحدة بازاء العدو ویصلی

مکان الطائفة التی لم تصل فجاء وا فرکع رسول الله بهم رکعة و سجد سجدتین ثم سلم فقام کل واحد منهم فرکع لنفسه رکعة وسجد سجدتین ۔(بخاری شریف، ابواب صلوۃ الخوف، ص ۱۵۱، نمبر ۹۴۲ رابوداؤد شریف، باب من قال یصلی بکل طائفة رکعة ثم یسلم، ص ۱۸۴، نمبر ۱۲۴۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز خوف میں دو جماعتیں بنائے گا اور امام ہر جماعت کو ایک ایک رکعت پڑھائے گا۔ اور باقی ایک رکعت خود اپنے اپنے طور پر پڑھیں گے۔

ترجمہ : (۸۵۳) جب ایک امام پیچھے نماز پڑھنے کے بارے میں قوم جھگڑا کرنے لگے، تو امام انکو دو گروہ میں بانٹ دے، ایک دشمن کے مقابلے پر ہو اور دوسرے گروہ کو دو رکعت نماز میں سے ایک رکعت پڑھائے اور چار رکعت والی نماز اور مغرب کی نماز میں سے دو رکعت پڑھائے۔

تشریح : اگر قوم دو اماموں کے پیچھے نماز پڑھنا چاہتی ہے تب تو نماز خوف کی یہ شکل اختیار کرنے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن اگر ایک ہی امام کے پیچھے پوری قوم نماز پڑھنا چاہتی ہے تو امام قوم کو دو گروہوں میں بانٹ دے، ایک گروہ کو پہلے نماز پڑھائے، اور دوسرا گروہ دشمن کے سامنے کھڑا رہے، اگر دو رکعت والی نماز ہے، مثلا فجر کی نماز ہے تو پہلے گروہ کو ایک رکعت پڑھائے اور دوسرے گروہ کو دوسری رکعت پڑھائے۔ اور اگر چار رکعت والی نماز ہے، مثلا ظہر کی، عصر کی، اور عشاء کی نماز ہے تو پہلی جماعت کو دو رکعت پڑھائے، اور دوسری جماعت کو دوسری دو رکعت پڑھائے، اور اگر مغرب کی نماز ہے تو پہلی جماعت کو دو رکعت پڑھائے اور دوسری جماعت کو صرف ایک رکعت پڑھائے۔

وجہ : (۱) دو گروہ کر کے نماز پڑھائے اس کی دلیل اوپر آیت اور حدیث دونوں میں گزری (۲) اور چار رکعت والی نماز ہو تو دو رکعت پہلی جماعت کو اور دو رکعت دوسری جماعت کو پڑھائے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن جابر قال اقبلنا مع رسول الله ﷺ حتی اذا کنا بذات الرقاع .... قال فنودی با لصلاة فصلی بطائفة رکعتین ثم تأخروا فصلی بالطائفة الاخری رکعتین ، قال فکانت لرسول الله ﷺ أربع رکعات و للقوم رکعتان . (مسلم شریف، باب صلاۃ الخوف ص ۲۴۰، نمبر ۱۹۴۹/۸۴۳ رابوداود شریف، باب من قال یصلی بکل طائفة رکعتین، ص ۱۸۷، نمبر ۱۲۴۸) اس حدیث میں ہے کہ ظہر عصر کی نماز ہو اور امام مقیم ہو تو ہر جماعت کو دو دو رکعت نماز پڑھائے۔(۳) اور دو رکعت والی نماز ہو تو ہر جماعت کو ایک ایک رکعت پڑھائے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن عبد الله بن مسعودؓ قال صلی بنا رسول الله ﷺ صلاة الخوف فقاموا صفا خلف رسول الله ﷺ و صف مستقبل العدو ، فصلی بهم رسول الله ﷺ رکعة ، ثم جاء الآخرون فقاموا مقامهم و استقبل هؤلاء العدو فصلی بهم النبی ﷺ رکعة ثم سلم فقام هؤلاء فصلوا لأنفسهم رکعة ثم سلموا ثم ذهبو ا فقاموا مقام أولٓئک مسقبلی العدو و رجع أولئک الی مقامهم فصلوا لأنفسهم رکعة

بالاخرٰی رکعۃ من الثُّنائیّۃ ورکعتین من الرباعیّۃ اوالمغرب (۸۵۴) وتمضی ھذہ الی العدو مشاۃ(۸۵۵) وجاء ت تلک فصلّٰی بھم ما بقی وحدہ (۸۵۶) فذھبوا الی العدو(۸۵۷) ثم جاء ت

ثم سلموا ۔(ابوداودشریف، باب من قال یصلی بکل طائفۃ رکعۃ ثم یسلم ،ص ۱۸۶،نمبر۱۲۴۴) اس حدیث میں یہ ہے کہ ہر جماعت والے کوایک رکعت پڑھائے اور یہ بھی ہے کہ پہلی جماعت اپنی ایک رکعت پوری کرنے کے بعد، یادورکعت پوری کرنے کے بعدسلام نہیں پھیرے گی، بلکہ دشمن کے سامنے چلی جائے گی اوراپنی نماز بعد میں پوری کرے گی۔

ترجمہ : (۸۵۴)اور یہ گروہ چلتے ہوئے دشمن کے مقابلے پر جائے۔

تشریح : چلتے ہوئے دشمن کے مقابلے پراس لئے جائے کہ اگرسوار ہوگا تو عمل کثیر کی وجہ سے نماز ٹوٹ جائے گی اورامام کی نماز کے ساتھ بنانہیں کرسکے گا۔

ترجمہ : (۸۵۵) اوروہ دوسرا گروہ آئے،اورامام انکوجتنی باقی رہ گئی ہے وہ نماز پڑھائے،اوراکیلا سلام پھیردے۔

تشریح : دوسرا گروہ امام کے پیچھے آئے اورجتنی رکعتیں باقی رہ گئیں ہیں وہ پڑھائے،مثلاظہر کی نماز ہےاور پہلے گروہ کودو رکعت پڑھا چکے ہیں تواب دوسرے گروہ کو باقی دورکعت پڑھائے ،اورمغرب کی نماز ہے تو پہلے گروہ کودورکعت پڑھا چکے ہیں اس لئے اب دوسرے گروہ کوایک رکعت پڑھائے،اورفجر کی نماز ہےاور پہلے گروہ کوایک پڑھا چکے ہیں اس لئے دوسرے گروہ کو باقی ایک رکعت پڑھائے۔ اب چونکہ امام کی نماز پوری ہوچکی ہے،اورمقتدی کی نماز ابھی پوری نہیں ہوئی ہےاس لئے امام اکیلے سلام پھیر دے۔ان دونوں باتوں کے لئے حدیث اوپر گزرچکی ہے۔

ترجمہ : (۸۵۶) پھر یہ دوسرا گروہ دشمن کی طرف چلا جائے۔

تشریح : ایک صورت یہ ہے کہ دوسرا گروہ لگے ہاتھ اپنی پہلی رکعت پڑھ لے اورنماز پوری کرکے سلام پھیردےاوردشمن کی طرف جائے،تاکہ نماز کی حالت میں آنا جانا بھی نہ پڑے اورنماز فاسد ہونے کا خطرہ بھی نہ رہے،لیکن اس صورت میں پہلے گروہ کے ساتھ برابری نہیں رہے گی، کیونکہ اسکی نماز ابھی پوری نہیں ہوئی ہے،اوردوسرے گروہ کی پوری ہوگئی یہ ٹھیک نہیں اس لئے اچھا یہ ہے کہ یہ ابھی نماز پوری نہ کرے پہلے گروہ کے بعد پوری کرے۔اوراگرنماز پوری کرلی تب بھی جائز ہے۔

ترجمہ : (۸۵۷) پھر پہلا گروہ آئے اوراپنی نماز بغیر قرأت کے پوری کرےاورسلام پھیردےاوردشمن کی طرف چلا جائے

تشریح : پہلے گروہ کی پہلی رکعت امام کے پیچھے ہوئی ہےاس لئے وہ لاحق ہے،اورگویا کہ اس کے سامنے امام موجود ہےاس لئے جب یہ گروہ آئے تو بغیر قرأت کے نماز پوری کرےاورسلام پھیردےاوراس کے بعد دشمن کے سامنے جائے،تاکہ دوسرا گروہ آکراپنی نماز پوری کرے۔

ترجمہ : (۸۵۸) پھردوسرا گروہ آئے اگر چاہےاور باقی نماز قرأت کے ساتھ پوری کرے۔

الاولی واتمّوا بلا قراءة وسلموا ومضوا(٨٥٨) ثم جاءت الاخرٰی ان شاءوا صلوا ما بقی بقرائة(٨٥٩) وان اشتدّ الخوف صلوا رکبانا فرادی بالایماء الی ایّ جهة قدروا (٨٦٠) ولم تجز بلا حضور عدو (٨٦١) ویستحب حمل السلاح فی الصلوة عند الخوف

تشریح : دوسرا گروہ چاہےتو وہیں نماز پوری کرے جہاں وہ کھڑا ہے، اور چاہےتو امام کی جگہ پر آئے اور اپنی باقی نماز پوری کرے۔اور اس گروہ کی پہلی رکعت چھوٹی ہےاس لئے یہ مسبوق ہےاس لئے یہ اپنی باقی نماز قرأت کے ساتھ پوری کرے۔

ترجمہ :(٨٥٩) اور جب خوف زیادہ سخت ہوتو اکیلے سواری پر اشارہ سے جدھر ہو سکے نماز پڑھ لے۔

تشریح دشمن سامنے ہےاور خوف اتنا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مشکل ہےتو سواری پر رہتے ہوئے نماز پڑھے جس طرح نفل نماز سواری پر پڑھتے ہیں، اس صورت میں قبلہ رخ ہونا بھی ضروری نہیں سواری کا رخ جدھر ہو اسی طرف ہو کر نماز پڑھ لے

وجہ: (۱) اس کی دلیل یہ آیت ہے، ۔ا **فان خفتم فرجالا او رکبانا** ۔(آیت ۲۳۹،سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ خوف ہو تو سواری پر نماز پڑھ سکتے ہیں۔اور اس کے مطابق تمام رعایتیں مل جائیں گی (۲) حدیث میں ہے۔ **عن ابن عمر نحو من قول مجاهد اذا اختلطوا قیاما و زاد ابن عمر عن النبی ﷺ و ان کانوا اکثر من ذالک فلیصلوا قیاما و رکبانا** ۔(بخاری شریف، باب صلاۃ الخوف رجالا ورکبانا،ص ۱۵۱، نمبر ۹۴۳) اس حدیث میں ہے کہ سواری پر نماز پڑھی جا سکتی ہے ۔(۳) **عن ابن سیرین انه کان یقول فی صلوة المسایفة یومی ایماء حیث کان وجهه** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ۴۶۷ فی الصلاۃ عند المسایفۃ، ج ثانی، ص ۲۱۵، نمبر ۸۲۶۷) اس اثر میں موجود ہے کہ جس جانب چہرہ متوجہ ہو اسی جانب اشارہ کر کے نماز پڑھے گا۔

ترجمہ : (٨٦٠) اور یہ نماز دشمن کے حاضری کے بغیر جائز نہیں ہے۔

تشریح :اس نماز میں آدمی کو نماز کے درمیان ہی چلنا پڑتا ہے، قبلے سے رخ پھرتا ہے، اس لئے دشمن ہو تب ہی یہ نماز جائز ہے ورنہ نہیں۔

ترجمہ : (٨٦١) خوف کے وقت میں نماز میں ہتھیار اٹھانا مستحب ہے۔

تشریح : خوف ہو تو جو ہتھیار جسم پر باندھا ہوا ہےاسی کے ساتھ نماز پڑھنا مستحب ہے اکہ حملہ ہو تو بروقت مقابلہ کیا جا سکے۔البتہ اگر تلوار وغیرہ میں ناپاکی ہو تو اس کو صاف کر لیا جائے۔

وجہ :(۱) اس آیت میں ہتھیار اٹھانے کی ترغیب ہے۔ **واذا کنت فیهم فاقمت لهم الصلوة فلتقم طائفة منهم معک ولیأخذوا اسلحتهم فاذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم ولتأت طائفة اخری لم یصلوا فلیصلوا معک**

(۸۶۲) وان لم يتنازعوا في الصلوة خلف امام واحد فالافضل صلوة كل طائفة بامام مثل حالة الامن.

وليأخذوا حذرهم واسلحتهم ود الذين كفروا لو تغفلون عن اسلحتكم و أمتعتكم فيميلون عليكم ميلة واحدة ۔(آیت ۱۰۲، سورۃ النساء ۴) اس آیت میں ہتھیار ساتھ رکھنے کی ترغیب ہے۔

ترجمہ : (۸۶۲) اور اگر ایک امام کے پیچھے لوگ نماز پڑھنا ضروری نہ سمجھتے ہوں تو ہر گروہ کا اپنے اپنے امام کے ساتھ نماز پڑھ لینا افضل ہے، حالتِ امن کی طرح۔

تشریح : اگر ایک امام کے پیچھے تمام لوگ نماز پڑھنا ضروری نہ سمجھتے ہوں تو ایک جماعت ایک امام کے پیچھے حالت امن کی طرح پوری نماز پڑھ لے، پھر یہ دشمن کے سامنے آئے اور دوسری جماعت دوسرے امام کے ساتھ پوری نماز پڑھ لے، یہ افضل ہے۔

﴿باب احکام الجنائز﴾

(۸۶۳) یّسنُّ توجیه المحتضر للقبلة علی یمینه وجاز الاستسلقاء ویرفع رأسه قلیلا (۸۶۴) ویلقّن

﴿باب: احکامِ جنازہ کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ: جنائز جمع ہے جنازۃ کی۔جیم کے فتحہ کے ساتھ۔میت کو جنازہ کہتے ہیں۔نماز جنازہ کا ثبوت اس آیت سے ہوتا ہے۔لا تصل علی احد منهم مات ابدا ولا تقم علی قبره (آیت ۸۴ سورۃ التوبۃ) اس آیت میں منافق کی نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔جس سے معلوم ہوا کہ مومن کی نماز جنازہ پڑھنا چاہئے۔چنانچہ نماز جنازہ پڑھنی فرض کفایہ ہے۔

ترجمہ: (۸۶۳) جو مرنے کے قریب ہو اس کو داہنی کروٹ قبلہ رو کر دینا سنت ہے۔اور چت لٹا کر تھوڑا سر اونچا کر دینا بھی درست ہے۔

تشریح: احتضر: حضر سے مشتق ہے، اسکا ترجمہ ہے جب موت کا وقت حاضر ہو جائے۔جو آدمی مرنے کے قریب ہو اس کو دو طریقے سے لٹا سکتے ہیں[۱] ایک یہ کہ داہنی کروٹ پر لٹائے، اور قبلہ رخ کر دے۔یہ سنت ہے[۲] اور دوسری صورت یہ ہے کہ چت لٹائے اور پاؤں قبلہ کی طرف کر دے اور سر تھوڑا اونچا کر دے، گویا کہ وہ قبلہ کی طرف متوجہ ہے۔

وجہ: (۱) قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر سونا مستحب اور سنت ہے اس لئے موت کے وقت بھی قبلہ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ عن البراء بن عازب قال: قال لی النبی ﷺ اذا أتیت مضجعک فتوضأ وضوئک للصلاة ثم اضطجع علی شقک الأیمن ثم قل۔(بخاری شریف، باب فضل من بات علی الوضوء، ص ۴۵، نمبر ۲۴۷ رمسلم شریف، باب الدعاء عند النوم، ص ۱۱۷۷، نمبر ۲۷۱۰/۶۸۸۲) اس حدیث میں ہے کہ دائیں پہلو پر سوئے، چونکہ زندگی میں یہ بہتر ہے اسلئے مرنے کے بعد بھی یہی بہتر ہوگا (۲) حدیث میں ہے۔عن ابی قتادة عن ابیه ... فقالوا توفی و اوصی بثلثه لک یا رسول الله واوصی ای یوجهه الی القبلة لما احتضر فقال رسول الله اصاب الفطرة (سنن للبیہقی، باب مایستحب من توجیہہ نحو القبلۃ، ج ثالث، ص ۵۳۹، نمبر ۶۶۰۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ موت کے وقت میت کو قبلہ کی جانب متوجہ کر دینا چاہئے۔(۳) قول تابعی یہ ہے۔عن ابراهیم قال کانوا یستحبون أن یوجه المیت القبلة اذا حضر. (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۸، ما قالوا فی توجیہ المیت، ج ثانی، ص ۴۴۷، نمبر ۱۰۸۷۱ رمصنف عبد الرزاق، باب غسل المیت اذا حضرہ الموت وحروف المیت الی القبلۃ، ج ثالث، ص ۲۴۲، نمبر ۶۰۸۲) اس اثر میں ہے کہ موت کے وقت میت کو قبلہ کی طرف کر دینا چاہئے۔

لغت: المحتضر: حضر سے مشتق ہے، جس کے سامنے موت کا فرشتہ حاضر ہو جائے، جو موت کے قریب ہو جائے، اس کو محتضر، کہتے ہیں۔الحاح، اصرار کرنا۔

بذکر الشهادتین عنده من غیر الحاح ولا یؤمر بها(۸۶۵) وتلقینه فی القبر مشروع وقیل لا یلقّن

ترجمہ(۸۶۴)اوراس کے سامنے بغیرالحاح کےاوربغیرحکم دئے ہوئے شہادتین کی تلقین کرے،لیکن اس کو پڑھنے کاحکم نہ دے

تشریح: حدیث میں موتی سے مراد بالکل مراہوانہیں ہے، بلکہ وہ آدمی مراد ہے جومرنے کےقریب ہو،چونکہ مرنے کےقریب ہےاسلئے اسکوموتی کہہ دیا ہے۔موت کے وقت حاضرین مجلس کوچاہئے کہ دھیمی آواز میں کلمہ﴿ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ**﴾ پڑھے۔تاکہ میت کوبھی پڑھنے کی توفیق ہوجائے اورایمان پرخاتمہ ہو،اسی کومیت کوتلقین کرنا کہتے ہیں۔لیکن مرنے والےکو کلمہ پڑھنے پراصرارنہ کرے،اورنہ اس کوکلمہ پڑھنے کے لئے کہے،کیونکہ اس وقت وہ بیہوشی کے عالم میں ہوتاہےاس لئےممکن ہے کہ کلمہ پڑھنے سےانکارکرجائے جواچھی بات نہیں ہےاس لئےاس پراصرارنہ کیاجائے۔

وجہ : حدیث میں ہے۔ **عن ابی هریرة قال رسول الله لقنوا موتاکم لا اله الا الله.** (مسلم شریف،کتاب الجنائز،فصل فی تلقین المحتضر لا الہ الا اللہ،ص ۳۶۹،نمبر۲۱۲۵/۹۱۷/ابوداؤدشریف، باب فی التلقین ،ص ۴۵۷،نمبر۳۱۱۷)اس حدیث سےمعلوم ہواکہ میت کوتلقین کرناچاہئے۔(۲) **عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله ﷺ من کان آخر کلامه لا اله الا الله ، دخل الجنة.**(ابوداؤدشریف،باب فی التلقین،ص ۴۵۷،نمبر۳۱۱۶)اس حدیث میں ہے کہ آخری کلام کلمہ شہادت ہوتووہ جنت میں داخل ہوگا۔اس لئےکوشش کرے کہ مرنے والاآخری کلام کلمہ شہادت کہے۔

ترجمہ : (۸۶۵)اورقبرمیں رکھنے کے بعدبھی تلقین مشروع ہے،اوربعض کےنزدیک تلقین نہیں ہے،اوربعض کہتے ہیں کہ نہ تلقین کاحکم کیاجائے اورنہ اس سےمنع کیاجائے۔

تشریح : قبرمیں رکھنے کے بعدتلقین کرناجائز ہے یانہیں اس بارے میں تین جماعتیں ہیں[۱] ایک جماعت کی رائے ہے کہ تلقین جائز ہے،[۲] دوسری جماعت کی رائے ہے کہ تلقین جائزنہیں۔[۳] اورتیسری جماعت کی رائے ہے کہ نہ اس سےمنع کیا جائے نہ اس کی ترغیب دی جائے۔ یہاں تلقین کا مطلب یہ ہے کہ قبرمیں دفن کرنے کے بعدچپکے چپکےاس کے لئے ثابت قدم رہنے کی دعاکرے،اوریہ دعاکرے کہ وہ منکرنکیرکاجوب صحیح صحیح دےدے۔باقی قبرپرآذان دینا،اوردھمال کرنادرست نہیں ہے۔

وجہ : (۱)اس حدیث میں اس کاثبوت ہے۔**عن عثمان ابن عفان قال کان النبی ﷺ اذا فرغ من دفن المیت وقف علیه فقال استغفروا لاخیکم و اسألوا له بالتثبیت فانه الآن یسأل** ۔(ابوداودشریف،باب الاستغفارعندالقبر للمیت فی وقت الانصراف،ص ۴۷۰،نمبر۳۲۲۱) اس میں ہے کہ میت کے لئے ثابت قدم رہنے کی دعاکرے۔(۲)اس حدیث میں بھی ہے۔**اخبرنی ابو بکر عن غیر واحد منهم من اهل بلدهم ان النبی ﷺ وقف علی قبر سعد بن معاذ حین فرغ منه فدعا له و صلی علیه فمن هنالک اخذ ذالک** ۔(مصنف عبدالرزاق،باب الدعاللمیت حین یفرغ منہ، ج ثالث،ص ۳۳۰،نمبر۶۵۳۰)اس حدیث میں ہے کہ قبرپردعا فرمائی ۔(۳)اس قول تابعی میں بھی ہے۔**وقف ابن المنکدر**

وقیل لا یؤمر بہ لاینھی عنہ(۸۶۶) ویستحبّ لاقرباء المحتضر وجیرانہ الدخول علیہ (۸۶۷)ویتلون عندہ سورة یٰسٓ واستحسن سورة الرعد

علی قبر بعد ان فرغ منه فقال اللھم ثبته ھو الآن یسأل ۔(مصنف عبدالرزاق، باب الدعاء للمیت حین یفرغ منہ، ج ثالث،ص ۳۳۰،نمبر۶۵۳۱)اس قول تابعی میں ہے کہ دفن سے فارغ ہونے کے بعد ثابت قدم رہنے کی دعا کرے۔

ترجمہ : (۸۶۶)اور مرنے والے کے پاس اس کے رشتہ داروں اور ہمسایوں کا آنا مستحب ہے۔

تشریح : زمانہ جاہلیت میں کسی کی موت پر لوگ بہت دھمال کرتے تھے جسکو ,نعی المیت ، کہتے ہیں حدیث میں اس کو منع فرمایا ہے۔البتہ قریب کے رشتہ داروں کو اور دوستوں کو خبر دے اور تعزیت کرے تو جائز ہے۔ دونوں کی دلیل یہ ہے۔

وجہ : (۱)عن اسامة بن زید قال کنا عند النبی ﷺ فارسلت الیه احدی بناته تدعوہ و تخبرہ ان صبیا لھا او ابنا لھا فی الموت فقال للرسول ارجع الیھا فأخبرھا ان لله ما أخذ و له ما أعطی ۔(مسلم شریف، باب البکاء علی المیت،ص ۳۷۱،نمبر۲۱۳۵/۹۲۳)اس حدیث میں موت کے وقت بچے کے نانا حضورؐ کو بلوایا۔(۲) عن ابن عون محمد انه کان لا یری بأسا ان یوذن الرجل حمیمه و صدیقه بالجنازة ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من رخص فی الاذان بالجنازة ، ج ثانی ،ص ۴۷۶،نمبر ۱۱۲۱۸) اس قول صحابی میں ہے کہ اپنے مخصوص ساتھیوں اور رشتہ داروں کو خبر دینے کی گنجائش ہے۔(۳)اس حدیث میں ہے کہ عام دھمال کرنا اچھا نہیں ہے۔عن بلال بن یحی قال کان حذیفة اذا مات له المیت قال لا تؤذنو ا به احدا انی اخاف ان یکون نعیا انی سمعت رسول الله ﷺ باذنی ھاتین ینھی عن النعی ۔(ابن ماجۃ شریف، باب ما جاء فی النھی عن النعی ،ص ۲۱۱،نمبر ۱۴۷۶)اس حدیث میں ہے کہ موت کا عام اعلان جو دھمال کے درجے میں ہو جائز نہیں ہے۔نعی کا ترجمہ ہے موت کا بے پناہ اعلان۔(۴)تعزیت کرنا اچھا ہے۔عمر بن حزم یحدث عن ابیه عن جدہ عن النبی ﷺ انه قال ما من مؤمن یعزی اخاہ بمصیبة الا کساہ الله سبحانه من حلل الکرامة یوم القیامة .(ابن ماجۃ شریف، باب ما جاء فی ثواب من عزی مصابا،ص ۲۲۸،نمبر۱۶۰۱)اس حدیث میں ہے کہ تعزیت کرنی چاہئے۔

ترجمہ : (۸۶۷)اور اس کے سامنے''سورۂ یٰسین'' پڑھیں،اور''سورۂ رعد'' بھی مستحسن ہے۔

وجہ : (۱)اس حدیث میں ثبوت ہے کہ مرنے والے کے سامنے سورہ یٰسین پڑھے۔عن معقل بن یسار قال قال رسول الله ﷺ اقرؤا ﴿یٰس﴾ علی موتاکم ۔(ابو داود شریف، باب القراۃ عند المیت،ص ۴۵۷،نمبر۳۱۲۱)اس حدیث میں ہے کہ مرنے والے پر یا مرے ہوئے پر سورۂ یٰس، پڑھو۔(۲)عن عبد الرحمن بن العلاء بن اللجاج عن ابیه انه قال لبنیه اذا ادخلتمونی قبری فضعونی فی اللحد و قولوا باسم الله و علی سنة رسول الله ﷺ وسنو ا علی التراب سنا و اقرأوا عند رأسی اول البقرة و خاتمھا ، فانی رأیت ابن عمر یستحب ذالک ۔(سنن بیہقی، باب ماورد فی

(۸۶۸) واختلفوا فی اخراج الحائض والنفساء من عنده(۸۶۹) فاذا مات شُدّ لحیاه وغمّض عیناه و یقول مغمّضه بسم الله وعلی ملة رسول الله صلی الله علیه وسلم اللهم یسّر علیه امره وسهّل علیه ما بعده واسعده بلقاء ک واجعل ما خرج الیه خیرا مما خرج عنه

قرأة القرآن عند القبر، ج رابع،ص ۹۳،نمبر ۶۸ ۲۰ ۷)اس قول تابعی میں ہے کہ قبر کے سرہانے پر سورہ بقرہ پڑھے۔

ترجمہ : (۸۶۸) اوراس کے پاس سے حائضہ اور نفساء کو نکالنے میں اختلاف ہے۔

تشریح : بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ عورتیں ناپاک ہیں اس لئے انکا رہنا اچھا نہیں،اور بعض حضرات نے فرمایا کہ انکے رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے،تاہم وہ خود بخود نکل جائیں تو اچھا ہے۔

وجه : (۱)جن حضرات نے فرمایا کہ اچھا نہیں انکی دلیل یہ قول تابعی ہے۔ عن ابراهیم قال کانوا اذا حضر وا الرجل یموت اخرجوا الحیض ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب فی الحائض تحضر المیت،ج ثانی،ص ۴۴۶،نمبر ۱۰۸۵۴)(۲) جن لوگوں نے فرمایا کہ کوئی حرج کی بات نہیں ہے انکی دلیل یہ قول تابعی ہے۔عن الحسن انه کان لا یری بأسا ان تحضر الحائض المیت۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب فی الحائض تحضر المیت،ج ثانی،ص ۴۴۶،نمبر ۱۰۸۵۴)

ترجمہ : (۸۶۹)جب مرجائے تو اس کے دونوں جبڑے باندھ دیئے جائیں،اور دونوں آنکھیں بند کردی جائیں،اور بند کرنے والا یوں کہے:

''**بسم الله و علی ملة رسول الله ﷺ اللهم یسر علیه امره، و سهل علیه ما بعده، و اسعده بلقائک، واجعل ما خرج الیه خیرا مما خرج عنه**''۔

ترجمہ: اللہ کے نام پر اور رسول اللہ ﷺ کے دین پر،اے اللہ اس کے معاملہ کو آسان کردے،اوراس کے مابعد کو اس پر سہل کردے،اوراس کو اپنی دیدار کی سعادت عطا فرما،اور جس جانب وہ روانہ ہوا ہے اس کو اس سے بہتر کردے جہاں سے وہ نکلا ہے۔

وجه: (۱)انتقال کے وقت منہ کھلا رہ جاتا ہے جس کی وجہ سے دیکھنے والوں کو کراہیت ہوتی ہے اس لئے ڈاڑھی کو سر کے ساتھ لگا کر باندھ دیا جائے گا تو منہ کھلا ہوا نہیں رہے گا،اسی طرح موت کے وقت آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں جو بدنما معلوم ہوتی ہیں اس لئے آنکھیں بھی فورا بند کردی جائیں(۲)۔حدیث میں ہے۔ عن ام سلمة قالت دخل رسول الله علی ابی سلمة وقد شق بصره فاغمضه ثم قال ان الروح اذا قبض تبعه البصرفضج ناس من اهله فقال لا تدعوا علی انفسکم الا بخیر فان الملائکة یؤمنون علی ما تقولون ثم قال اللهم اغفر لابی سلمة و ارفع درجته فی المهدیین و اخلفه فی عقبه فی الغابرین و اغفر لنا و له یا رب العالمین !و افسح له فی قبره و نور له فیه ۔(مسلم شریف،

(۸۷۰) ویوضع علی بطنه حدیدة لئلا ینتفخ(۸۷۱) وتوضع یداه بجنبیه ولا یجوز وضعهما علی صدره (۸۷۲) وتکره قراءة القرآن عنده حتی یغسل

فصل فی القول الخیر عند المحتضر ،ص ۳۷۰ ،نمبر ۲۱۳۰/۹۲۰ /ابوداود شریف ، باب تغمیض المیت ،ص ۴۵۸ ،نمبر ۳۱۱۸)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ موت کے وقت میت کی آنکھیں بند کر دینی چاہئے ۔اوراس میں اس دعا کا بھی تذکرہ جو اس وقت کہی جاسکتی ہے۔(۳) عن بکر قال اذا اغمضت المیت فقل بسم الله و علی ملة رسول الله ﷺ ۔(مصنف ابن ابی شیبة ما یقال عند تغمیض المیت، ج ثانی ،ص ۴۴۸ ،نمبر ۱۰۸۷۸)اس قول تابعی میں ہے کہ بسم اللہ وعلی ملة رسول اللہ ﷺ ، کہے۔

لغت : غمض :آنکھ بند کرنا۔اسی سے ہے مغمض :آنکھ بند کرنے والا۔اسعد: سعد سے مشتق ہے، نیک کرے۔

ترجمہ : (۸۷۰) اوراس کے پیٹ پر کوئی لوہا رکھا جائے تا کہ نہ پھولے۔

وجہ : مات لانس بن مالک عند مغیب الشمس فقال انس ضعوا علی بطنه حدیدا ۔(سنن بیہقی ،باب ما یستحب من وضع شیء علی بطنہ ، ج ثالث ،ص ۵۴۱ ،نمبر ۶۶۱۰ / مصنف عبد الرزاق ، باب وضع السیف ، ج ثالث ،ص ۲۴۴ ،نمبر ۶۰۹۲)اس عمل صحابی میں ہے کہ پیٹ پر لوہا رکھا تا کہ پیٹ نہ پھولے ۔۔حدیدا: لوہا۔ینتفخ :نفخ سے مشتق ہے پھولنا

ترجمہ : (۸۷۱) اوراس کے دونوں ہاتھ دونوں پہلو میں رکھ دیئے جائیں،اور سینہ پر رکھنا ٹھیک نہیں۔

تشریح : موت کے بعد میت کے دونوں ہاتھ پہلو پر رکھ دئے جائیں یہ بہتر ہے،اور سینہ پر رکھنا ٹھیک نہیں ہے۔

ترجمہ : (۸۷۲) اور غسل دیئے بغیر اس کے پاس قرآن پڑھنا مکروہ ہے۔

تشریح : موت ہونے سے پہلے مرنے والے کے پاس قرآن شریف پڑھے،لیکن جب مر گیا تو جسم ایک قسم کا ناپاک ہو گیا، اس لئے اب اس کے پاس بیٹھ کر قرآن کریم نہ پڑھے جب تک کہ غسل نہ دے دیا جائے ، ہاں لاش سے دور ہو کر قرآن پڑھے یہ جائز ہے۔

وجہ : (۱)اس حدیث میں ثبوت ہے کہ میت پر سورہ یسین پڑھے۔عن معقل بن یسار قال قال رسول الله ﷺ اقرؤا ﴿یٰس﴾ علی موتاکم ۔(ابوداود شریف، باب القرأة عند المیت،ص ۴۵۷ ،نمبر ۳۱۲۱)اس حدیث میں ہے کہ میت پر سورۃ یٰس ، پڑھو۔(۲)عن عبد الرحمن بن العلاء بن اللجاج عن ابیه انه قال لبنیه اذا ادخلتمونی قبری فضعونی فی اللحد و قولوا باسم الله و علی سنة رسول الله ﷺ وسنوا علی التراب سنا و اقرأوا عند رأسی اول البقرة و خاتمها ، فانی رأیت ابن عمر یستحب ذالک ۔(سنن بیہقی، باب ماورد فی قرأة القرآن عند القبر ،ج رابع ،ص ۹۳، نمبر ۷۰۶۸)اس قول تابعی میں ہے کہ قبر کے سرہانے پر سورہ بقرہ پڑھے۔

(٨٧٣) ولا بأس باعلام الناس بموته (٨٧٤) ويُعجّل بتجهيزه (٨٧٥) فيوضع كما مات على

ترجمه : (٨٧٣) اور لوگوں کو اس کی موت کی اطلاع دینے میں کچھ حرج نہیں۔

تشریح : پہلے گزر چکا ہے کہ بہت دھمال جائز نہیں، لیکن دوستوں اور رشتہ داروں کو تھوڑا بہت اطلاع دینا جائز ہے۔

وجه : (۱) **عن ابن عون محمد انه كان لا يرى بأسا ان يوذن الرجل حميمه و صديقه بالجنازة** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من رخص فی الاذان بالجنازۃ، ج ثانی، ص ٤٧٦، نمبر ١١٢١٨) اس قول صحابی میں ہے کہ اپنے مخصوص ساتھیوں اور رشتہ داروں کو خبر دینے کی گنجائش ہے۔

ترجمه : (٨٧٤) اور اس کی تجہیز میں جلدی کی جائے۔

تشریح : تجہیز و تکفین میں جلدی نہیں کرے گا تو لاش کے پھولنے کا اور بدبودار ہونے کا خطرہ ہے اس لئے جلدی کرے۔

وجه : اس حدیث میں ہے۔ **ان طلحة بن البراء مرض فاتاه النبی ﷺ يعوده فقال انی لا اری طلحة الا قد حدث فيه الموت فأذنونی به و عجلوا ، فانه لا ينبغی لجيفة مسلم ان تحبس بين ظهرانی اهله** ۔(ابوداود شریف، باب تعجیل الجنازۃ و کراھیۃ حبسھا، ص ٤٦٢، نمبر ٣١٥٩) اس حدیث میں ہے کہ جنازہ میں جلدی کرے۔

ترجمه (٨٧٥) اور جیسے ہی مرے طاق مرتبہ دھونی لگائے ہوئے تخت پر رکھ دئے، اور اصح روایت یہ ہے کہ جیسا چاہے لٹادے

تشریح : آدمی کے مرنے کے بعد جس تخت پر رکھنا ہے اور غسل دینا ہے اس کو طاق مرتبہ دھونی دے تاکہ تخت خوشبودار ہو جائے اور میت کی بدبو محسوس نہ ہو۔ اور میت کو اس پر رکھ دیا جائے، میت کو تخت پر چت لٹائے یا کروٹ لٹائے اس کی کوئی قید نہیں ہے، جیسی سہولت ہو اس طرح لٹا کر غسل دے۔

وجه : (۱) تخت کو دھونی دینے سے تخت پر خوشبو ہوگی تاکہ میت کی بدبو محسوس نہ ہو۔ (۲) اثر میں موجود ہے۔ **عن اسماء بنت ابی بكر انها قالت لاهلها اجمرو ثيابی اذا انا مت ثم كفنونی ثم حنطو نی ولا تذروا علی كفنی حناطا** ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب المیت لا یتبع بالمجمرۃ، ج ثالث، ص ٢٦٢، نمبر ٦١٧٨ رمصنف ابن ابی شیبۃ،، باب فی الحنوط کیف یصنع بہ و این یجعل، ج ثانی، ص ٤٥٩، نمبر ١١٠٢٠) اس اثر سے معلوم ہوا کہ میت کے کپڑے کو لوبان کی دھونی دینی چاہئے۔ (٣) اس حدیث میں طاق مرتبہ دھونی دینے کا حکم ہے اسلئے طاق مرتبہ دھونی دینا سنت ہے . **عن جابر قال : قال رسول الله ﷺ اذا أجمرتم الميت فأوتروا** ۔ (سنن بیہقی، باب الحنوط للمیت، ج ثالث، ص ٥٦٨، نمبر ٦٧٠٢) اس حدیث میں ہے کہ طاق مرتبہ دھونی دے۔ (٤) اس حدیث میں بھی ہے۔ **عن ابی هريرة رواية قال : لله تسعة و تسعون اسما مائة الا واحدا ، من حفظها دخل الجنة و هو وتر يحب الوتر** ۔ (بخاری شریف، باب للہ مائۃ اسم غیر واحد، ص ١١١٣، نمبر ٦٤١٠ رمسلم شریف، باب فی أسماء اللہ تعالی و فضل من أحصاھا، ص ١١٦٦، نمبر ٦٨٠٩/٢٦٧٧) اس حدیث میں ہے کہ اللہ طاق ہے اور طاق کو پسند فرما

سریر مخمّر وترا و یوضع کیف اتفق علی الاصح (٨٧٦) ویستر عورته ثم جرّد عن ثیابه(٨٧٧) ووضِّئَ الا ان یکون صغیرا لایعقل الصلوۃ بلا مضمضۃ واستنشاق الا ان یکون جنبا

تے ہیں، اس لئے طاق مرتبہ غسل دینا اور دھونی دینا مستحب ہے۔

لغت : سریر: تخت۔ مجمر: جمر سے مشتق ہے، لوبان جلا کر کسی چیز کو دھونی دینا۔

ترجمہ : (٨٧٦) ستر عورت کو چھپا دیا جائے پھر اس کے کپڑے نکالے جائیں۔

تشریح : جس طرح زندگی میں ستر عورت کو کھولنا جائز نہیں اسی طرح مرنے کے بعد بھی کھولنا جائز نہیں ہے، اس لئے شرمگاہ وغیرہ پر کپڑا اڈال دیا جائے اس کے بعد اس کے بدن سے کپڑے نکالے جائیں۔

وجہ : (١) اس حدیث میں ہے کہ مردوں کا ستر غلیظہ نہیں دیکھنا چاہئے۔ **عن علی ان النبی ﷺ قال لا تبرز فخذک ولا تنظر الی فخذ حیّ ولا میت.** (ابوداؤد شریف، باب فی ستر المیت عند غسلہ، ص٤٦٠، نمبر ٣١٤٠) جس سے معلوم ہوا کہ غسل دیتے وقت میت کا ستر نہیں دیکھنا چاہئے (٢) **سمعت عائشۃ تقول لما ارادوا غسل النبی ﷺ ....أن اغسلوا النبی ﷺ و علیہ ثیابہ ، فقاموا الی رسول اللہ و فغسلوہ و علیہ قمیصہ یصبون الماء فوق القمیص و یدلکونہ بالقمیص دون ایدیھم .** (ابوداؤد شریف، باب فی ستر المیت عند غسلہ ص٤٦٠، نمبر ٣١٤١) اس حدیث میں ہے کہ حضور گو قمیص میں غسل دیا گیا تا کہ ستر نہ کھلے۔ (٣) قول تابعی میں ہے۔ **عن ایوب قال رأیتہ یغسل میتا فالقی علی فرجہ خرقۃ و علی وجھہ خرقۃ اخری ووضأہ وضوء الصلوۃ ثم بدأ بمیامنہ** (مصنف عبد الرزاق، باب غسل المیت ج ثالث ص ٢٤٧ نمبر ٦١٠٤ / مصنف ابن ابی شیبۃ ١٠، فی المیت یغسل من قال یستر ولا یجرد، ج ٢، ص ٤٤٨، نمبر ١٠٨٨٣) اس اثر سے معلوم ہوا کہ میت کے ستر پر چھوٹا کپڑا رکھنا چاہئے تا کہ اس کا ستر نظر نہ آئے۔

ترجمہ : (٨٧٧) اور وضو کرایا جائے، مگر یہ کہ چھوٹا بچہ ہو جو نماز نہ سمجھتا ہو [تو وضو نہ کرائے] بغیر مضمضہ اور استنشاق کے، مگر یہ کہ جنبی ہو۔ [تو ناک میں پانی ڈالنا اور کلی کرانا واجب ہے]

تشریح : یہاں تین باتیں ہیں [١] چھوٹا بچہ جو نماز نہ سمجھتا ہو وہ زندگی میں بھی نماز نہیں پڑھتا تھا اور نہ وضو کرتا تھا اس لئے موت کے بعد بھی اس کو وضو کرانا ضروری نہیں ہے۔ [٢] بڑے آدمی کے لئے زندگی میں غسل کرتے وقت وضو کرنا سنت ہے اسلئے مرنے کے بعد بھی یہ سنت رہے گی، اس لئے میت کو غسل کراتے وقت وضو کرایا جائے گا۔ البتہ اس وضو میں کلی نہیں کرایا جائے گا اور استنشاق یعنی ناک میں پانی ڈال کر چھڑکا یا نہیں جائے گا، کیونکہ میت کے منہ سے اور ناک سے پانی نکالنا مشکل کام ہے، ایسا کرنے کے لئے میت کو اوندھا کرنا ہوگا، جو مشکل ہے۔ [٣] آدمی اگر جنبی ہو یا حیض، یا نفاس والی عورت ہو تو کپڑا بھگو کر تھوڑا منہ کے اندر اور تھوڑا

(۸۷۸) وصبّ علیہ ماء مغلّی بسدر او حرض والا فالقراح وھو الماء الخالص(۸۷۹) ویغسل

ناک کے اندر پونچھا واجب ہے تاکہ زندگی کی طرح غسل مکمل ہوجائے۔

وجہ: (۱) قول تابعی میں ہے۔ **عن سعید بن جبیر قال یوضأ المیت وضوئه للصلوة الا انه لا یمضمض ولا یستنشق** (مصنف ابن ابی شیبة، ۱۲ ما اول مایبدأ به من غسل المیت، ج ثانی، ص ۴۴۹، نمبر ۱۰۸۹۷) اس اثر میں ہے کہ نماز کی طرح میت کو غسل کرایا جائے، البتہ کلی نہ کرایا جائے اور ناک میں پانی نہ ڈالا جائے (۲) اس حدیث میں وضو کا ثبوت ہے۔ **عن أم عطیةؓ قالت : قال رسول الله ﷺ فی غسل ابنته : ابدأن بمیامنها و مواضع الوضوء منها** ۔(بخاری شریف، باب یبدأ بمیامن المیت، ص ۲۰۱، نمبر ۱۲۵۵ / مسلم شریف، باب فی غسل المیت، ص ۳۷۸، نمبر ۲۱۷۵/۹۳۹) اس حدیث میں میت کے وضوء کا تذکرہ ہے۔ (۳) روئی سے منہ اور ناک بھگو دیا جائے اسکے لئے یہ اثر ہے۔ **عن ابراھیم قال لا یمضمض و لا یستنشق و لکن یؤخذ خرقة نظیفة فیمسح بها فمه و منخراه** ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب ۱۳، ما قالوا فی المیت کم یغسل مرة، ج ثانی، ص ۴۵۰، نمبر ۱۰۹۰۷) اس اثر میں ہے کہ کسی کپڑے کو بھگو کر اس سے منہ اور ناک کے اندر کا حصہ پونچھ دیا جائے

لغت: مضمضة: کا معنی ہے کلی کرنا۔ اور استنشاق: کا معنی ہے ناک میں پانی ڈال کر اسکو واپس پھینکنا۔

ترجمہ : (۸۷۸) اور بہایا جائے میت پر بیری یا اشنان کا جوش دیا ہوا پانی، اگر وہ نہ ہو قراح، وہ خالص پانی ہے۔

تشریح : بیری کی پتی یا اشنان گھاس سے پانی میں صفائی زیادہ ہوتی ہے اس لئے اس کو پانی میں ڈال کر جوش دیا جائے اور اس سے میت کو غسل دیا جائے، اور وہ نہ ہو تو صابون سے غسل دیا جائے، اور وہ بھی میسر نہ ہو تو خالص پانی کافی ہے۔

وجہ: (۱) حدیث میں ہے۔ **عن ام عطیة قالت دخل علینا رسول الله ﷺ حین توفیت ابنته فقال اغسلنها ثلاثا او خمسا او اکثر من ذلک ان رأیتن ذلک بماء وسدر واجعلن فی الآخرة کافورا او شیئا من کافور** (بخاری، نمبر ۱۲۵۳) **و فی حدیث اخری قال ابدأن بمیامنها و مواضع الوضوء منها** ۔ (بخاری شریف، باب غسل المیت ووضوءہ بالماء والسدر، ص ۲۰۱، نمبر ۱۲۵۴ / مسلم شریف، باب غسل المیت، ص ۳۷۸، نمبر ۲۱۶۸/۹۳۹) اس حدیث سے یہ باتیں معلوم ہوئیں۔ غسل طاق مرتبہ دے، غسل میں بیری کے پتے استعمال کرے، اخیر میں میت پر کافور ڈالے تاکہ خوشبو مہکتی رہے اور جلدی کیڑے نہ لگے، غسل دائیں جانب سے شروع کرے۔ اسی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ میت پر پورا پانی بہائے جس سے ہر جگہ پانی پہنچ جائے۔ (۲) **عن الحسن أنه قال فی المیت : اغسله بسدر فان لم یوجد سدر فخطمی فان لم یکن خطمی فبأشنان** ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب ۱۴، فی المیت اذا لم یوجد له سدر یغسل بغیرہ، خطمی او اشنان، ج ثانی، ص ۴۵۱، نمبر ۱۰۹۲۰) اس حدیث میں ہے کہ بیری کی پتی نہ ہو تو اشنان گھاس سے غسل دو (۳) کچھ نہ ہو تو خالص پانی کافی ہے اس کے لئے یہ قول تابعی ہے **عن ابراھیم قال : ان لم یکن سدر فلا یضرک** ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب ۱۴، فی المیت اذا لم یوجد له سدر

رأسه ولحيته بالخطمی (٨٨٠) ثم يضجع علی يساره فيغسل حتی يصل الماء الی ما يلی التخت منه ثم علی يمينه كذلك (٨٨١) ثم أُجلس مسندا اليه ومسح بطنه رفيقا وما خرج منه غسله ولم يعد

يغسل بغیرہ، خطمی او اشنان، ج ثانی ص ۴۵۱، نمبر ۱۰۹۱۸) اس اثر میں ہے کہ بیری کی پتی نہ ہو تو خالص پانی سے غسل دینا کافی ہوگا

لغت: صب: بہایا جائے۔ مغلی: غلی سے مشتق ہے، جوش دیا ہوا۔ سدر: بیری کی پتی۔ حرض: اشنان گھاس۔ اس ہاتھ صاف کرتے ہیں۔ القراح: خالص پانی۔

ترجمہ : (۸۷۹) اور سر کو اور داڑھی کو خطمی سے دھویا جائے۔

تشریح : خطمی ایک قسم کی گھاس ہے، جس سے صفائی زیادہ ہوتی ہے، اس سے میت کا سر اور داڑھی دھویا جائے تا کہ صفائی زیادہ ہو۔

وجہ: (۱) اثر میں ہے۔ عن الاسود قال قلت لعائشة يغسل رأس الميت بخطمی فقالت لا تعنتوا ميتكم. (مصنف ابن ابی شیبة ۱۴، فی المیت اذا لم یوجد لہ سدر یغسل بغیرہ خطمی او اشنان، ج ثانی ص ۴۵۱، نمبر ۱۰۹۱۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ میت کے سر کو خطمی سے دھونا مستحب ہے تا کہ صفائی ہو اور خوشبو بھی ہو۔ اور اگر ان چیزوں سے نہیں دھویا تو بھی غسل ہو جائے گا۔

ترجمہ :(۸۸۰) پھر بائیں پہلو لٹا کر یہاں تک دھویا جاوے کہ نیچے تک پانی پہونچ جائے۔ پھر داہنے پہلو پر اسی طرح کیا جائے۔

تشریح : حدیث میں ہے کہ پہلے دائیں جانب سے غسل دینا شروع کرے، اس لئے بائیں پہلو پر میت کو لٹائے تا کہ دایاں حصہ اوپر ہو جائے اور اس کو پہلے غسل دیا جا سکے، اور اتنا پانی بہائے کہ میت کے نیچے تک پہنچ جائے، پھر اس کو دائیں پہلو پر لٹائے تا کہ بایاں پہلو اوپر ہو جائے اور اس کو دھوئے۔

وجہ : (۱) حدیث میں ہے. عن ام عطية قالت دخل علينا رسول الله ﷺ حين توفيت ابنته فقال اغسلنها ثلاثا او خمسا او اكثر من ذلك ان رأيتن ذلك بماء وسدر واجعلن فی الآخرة كافورا او شيئا من كافور (نمبر ۱۲۵۳) و فی حديث اخری قال ابدأن بميامنها و مواضع الوضوء منها . (بخاری شریف، باب غسل المیت ووضوءہ بالماء والسدر، ص ۲۰۱، نمبر ۱۲۵۴/ مسلم شریف، باب غسل المیت، ص ۳۷۸، نمبر ۹۳۹/ ۲۱۷۵) اس حدیث میں ہے کہ دائیں جانب سے غسل شروع کرے۔

ترجمہ : (۸۸۱) پھر ٹیک لگا کر بٹھایا جائے اور اس کے پیٹ کو ہلکے سے ملے، اور جو نکلے اسے دھو ڈالے، اس کے غسل کے لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔

تشریح : دونوں پہلوؤں کی جانب سے غسل دینے کے بعد میت کو اپنی طرف سہارا دے کر بیٹھائے، اور اس کے پیٹ کو ہلکے

غُسله(۸۸۲) ثم ینشّف بثوب(۸۸۳) ویُجعل الحنوط علی لحیته ورأسه والکافور علی مساجده

سے ملے تا کہ پیٹ کے اندر سے کچھ نکلنا ہوتو ابھی ہی نکل جائے، اور جو کچھ نکلے اس کو دھوڈالے، لیکن دوبارہ اب غسل کو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے، البتہ لوٹائے تو کوئی حرج بھی نہیں ہے۔

وجه: (۱) اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن علی بن أبی طالب قال : لما غسل النبی ﷺ ذهب یلتمس منه ما یلتمس من المیت فلم یجده ، فقال : بأبی ، الطیب ، طبت حیا و طبت میتا۔** (ابن ماجہ، باب ماجاء فی غسل النبی ﷺ، ص۲۱۰، نمبر ۱۴۶۷) اس حدیث میں اشارہ ہے کہ حضرت علیؓ نے حضورؐ کے پیشاب پیخانہ کے مقام پر ہاتھ پھیرا کہ شاید کوئی نجاست نہ نکلی ہوتو دیکھا کہ وہاں کوئی نجاست نہیں تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیشاب اور پیخانے کے مقام پر ہاتھ پھیرا جائے گا ۔ (۲) بہتر یہ ہے کہ کپڑے کی تھیلی بنالی جائے اور اس میں ہاتھ ڈال کر پیشاب اور پیخانے کے مقام پر پونچھا جائے۔ اس کے لئے اثر یہ ہے ۔ **عن سلیمان بن موسی قال : غسل المتوفی ثلاث مرات ، فمن غسل میتا فلیلق علی وجهه ثوبا ثم لیبدأ فلیضّئه ، و لیغسل رأسه ، فاذا أراد أن یغسل مذاکیره فلا یفض الیها ، و لکن لیأخذ خرقة فلیلفها علی یده ، ثم لیدخل یده من تحت الثوب و لیمسح بطنه حتی یخرج منه الأذی .** (مصنف عبدالرزاق، باب غسل المیت، ج ثالث، ص ۲۴۷، نمبر ۶۱۰۲) اس اثر میں ہے کہ ہاتھ پر چھوٹا سا کپڑا باندھ لینا چاہئے اور اسکے بعد پیشاب اور پیخانہ کے مقام پر ڈالنا چاہئے۔ (۳) اثر میں ہے۔ **عن ابراهیم قال یعصر بطن المیت عصرا رقیقا فی الاولی والثانیة.** (مصنف ابن ابی شیبة ۱۷، فی عصر بطن المیت، ج ثانی ص ۴۵۲، نمبر ۱۰۹۳۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ میت کے پیٹ کو تھوڑا سا ملا جائے گا۔ اور غسل دینے کے بعد کوئی نجاست نکلے تو دوبارہ غسل کو لوٹایا نہ جائے۔ (۴) لیکن لوٹالے تو زیادہ بہتر ہے اس کے لئے یہ قول تابعی ہے۔ **و کان ابن سیرین یقول : یعاد علیه الغسل .** (مصنف ابن ابی شیبة ۱۶، فی المیت یخرج منه الشیء بعد غسله ج ثانی، ص ۴۵۲، نمبر ۱۰۹۲۷) اس اثر میں ہے کہ غسل کو دوبارہ لوٹائے۔

ترجمه : (۸۸۲) پھر ایک کپڑے سے پونچھ لیا جائے۔

تشریح : غسل کے بعد میت کو کپڑے سے پونچھ کے تا کہ کفن گیلا نہ ہوجائے۔

وجه: (۱) اس قول تابعی میں ہے. **عن عبد الله بن عمرو أن اباه أوصاه فقال : یا بنی اذا مت فاغسلنی غسلة بالماء ثم جففنی بثوب ثم اغسلنی الثانیة بماء قراح ثم جففنی بثوب فاذا ألبستنی الثیاب فأرونی .** (مصنف ابن ابی شیبة، باب ما قالوا فی المیت کم یغسل مرة، ج ثانی، ص ۴۵۰، نمبر ۱۰۹۰۹) اس اثر میں ہے کہ غسل کے بعد کپڑے سے خشک کیا جائے۔ ینشف کا معنی خشک کرنا۔

ترجمه : (۸۸۳) اور داڑھی اور سر پر خوشبو اور سجدوں کی جگہ پر کافور لگایا جائے۔

(۸۸۴) وليس فى الغسل استعمال القطن فى الروايات الظاهرة (۸۸۵) ولا يُقصّ ظفره وشعره ولا

تشريح : داڑھی اور سر پر خوشبو لگائی جائے تا کہ میت کی بد بو اثر انداز نہ ہو۔اور سجدوں کی جگہ پر،مثلا پیشانی پر، دونوں ہتھیلیوں پر،اور دونوں گھٹنوں پر،اور دونوں پاؤں پر یعنی سات جگہوں پر کافور ملا جائے،اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ جلدی کیڑا نہیں لگتا ہے۔

وجه : (۱) حنوط ایک قسم کی خوشبو ہے اس کو لگانے دلیل یہ قول تابعی ہے۔ عن ابراهيم فى حنوط الميت قال يبدأ بمساجده (مصنف ابن ابی شیبۃ ۳۳، فی الحنوط کیف یضع بہ واین یجعل ج ثانی ص ۴۶۰، نمبر ۱۱۰۲۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کافور اور حنوط میت کے سجدے کی جگہ پر ملا جائے گا۔(۲) کافور لگانے کا تذکرہ اس حدیث میں ہے (۱). عن ام عطية قالت دخل علينا رسول الله ﷺ حين توفيت ابنته فقال اغسلنها ثلاثا او خمسا او اكثر من ذلك ان رأيتن ذلك بماء وسدر واجعلن فى الآخرة كافورا او شيئا من كافور. (بخاری شریف، باب غسل المیت ووضوءہ بالماء والسدر، ص ۲۰۱، نمبر ۱۲۵۳ / مسلم شریف، باب غسل لمیت، ص ۳۷۸، نمبر ۹۳۹ / ۲۱۶۸) اس حدیث میں ہے کہ آخیر میں کافور لگاؤ (۲)۔اس قول صحابی میں ہے ۔عن ابن مسعود قال يوضع الكافور على موضع سجود الميت (مصنف ابن ابی شیبۃ ۳۳، فی الحنوط کیف یضع بہ واین یجعل، ج ثانی، ص ۴۶۰، نمبر ۱۱۰۲۱)

ترجمه : (۸۸۴) غسل میں روئی کا استعمال کرنا ضروری نہیں ہے، ظاہر روایت میں۔

تشريح : غسل کے بعد روئی کی ضرورت دو جگہ ہوتی ہے ایک پانی سکھانے میں،اور دوسرا منہ کھلا رہ جائے تو اس پر رکھنے میں، پس اگر مناسب ہو تو روئی استعمال کرے البتہ ضروری نہیں ہے۔

وجه : كان ايوب بعد ما يفرغ من غسل الميت يطبق وجهه بقطنة و كان محمد لا يفعل ذالك ـ(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی القطن یوضع علی وجہ لمیت، ج ثانی، ص ۴۶۰، نمبر ۱۱۰۲۴) اس قول تابعی میں یہ بھی ہے کہ روئی استعمال کرتے تھے اور یہ بھی ہے کہ نہیں کرتے تھے۔

ترجمه : (۸۸۵) اور میت کے ناخن اور بال نہ کاٹے جاویں۔اور اس کے سر اور ڈاڑھی میں کنگھی نہ کی جائے۔

تشريح : بالوں میں کنگھی کرنا اور ڈاڑھی میں کنگھی کرنا زینت کے لئے ہے اور میت کو زینت کی ضرورت نہیں ہے اب تو وہ پھولنے اور پھٹنے کے لئے تیار ہے اسلئے اب اس کو زینت کی ضرورت نہیں ہے اسلئے نہ بالوں میں کنگھی کی جائے اور نہ ڈاڑھی میں ،اور نہ بال ناخن کاٹے جائیں۔اس لئے جس طرح میت کا ختنہ نہیں کیا جائے گا اسی طرح بال ناخن بھی نہیں کاٹے جائیں گے۔

وجه: (۱) قول تابعی میں ہے ۔ عن ابراهيم أن عائشة رأت أمراة يكدون رأسها بمشط ، فقالت علام تنصون ميتكم ـ(مصنف عبد الرزاق، باب شعر المیت وأظفارہ، ج ثالث، ص ۴۷۵، نمبر ۶۲۵۸) اس اثر میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ کنگھی کر کے میت کی پیشانی کو خوبصورت کیوں بناتے ہو! .تنصون : ناصية سے مشتق ہے، پیشانی کو خوبصورت

يسرح شعره ولحيته(٨٨٦) والمرأة تغسل زوجها بخلافه كام الولد لا تغسل سيّدها (٨٨٧) ولو

بنانا۔(۲)اور بال اور ناخن کاٹے نہ جائیں اسکے لئے یہ قول تابعی ہے۔**عن ابن سيرين قال : لا يؤخذ من شعر ا لميت و لا من اظفاره** (مصنف عبدالرزاق، باب شعرالمیت وأظفارہ، ج ثالث،ص ۲۷۵،نمبر ۶۲۳۴) اس اثر میں ہے کہ میت کے بال اور ناخن نہ کاٹے جائیں ۔(۳) لیکن تھوڑی بہت زینت کردی جائے اور عورت کے بالوں کا تین جوڑا بنا دیا جائے یہ جائز ہے اسکے لئے یہ حدیث ہے۔**حدثنا أم عطيةؓ أنهن جعلن رأس بنت رسول الله ﷺ ثلاثة قرون نقضنه ثم غسلنه ثم جعلنه ثلاثة قرون** ۔(بخاری شریف، باب نقض شعرالمرأۃ،ص ۲۰۲،نمبر ۱۲۶۰رمسلم شریف، باب فی غسل المیت،ص ۳۷۸،نمبر ۹۳۹ر ۲۱۷۴)اس حدیث میں ہے کہ بالوں کا تین حصہ کیا اور پیچھے کی طرف ڈال دیا۔(۴) تھوڑا بہت کنگھی کرنا بھی جائز ہے، اس کے لئے یہ حدیث ہے. **و كان فيه أن أم عطية قالت و مشطنا ها ثلاثة قرون**.(بخاری شریف، باب مایستحب أن یغسل وترا،ص ۲۰۱،نمبر ۱۲۵۴رابوداود شریف، باب کیف غسل المیت،ص ۴۶۰،نمبر ۳۱۴۳)اس میں ہے کہ کنگھی کر کے تین جوڑے بنائے

لغت : قص: بال کاٹنا۔ظفر: ناخن۔سرح: بالوں میں کنگھی کرنا۔

ترجمہ : (۸۸۶)اور عورت اپنے خاوند کو غسل دے سکتی ہے۔بخلاف شوہر کے [یعنی خاوند اپنی عورت کو غسل نہ دیوے]۔جیسے امِ ولد اپنے مالک کو غسل نہ دیوے۔

تشریح : عام حالات میں عورت عورت کو غسل دیتی ہے، اور مرد مرد کو، لیکن اگر ضرورت پڑ جائے تو عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے، کیونکہ موت کے بعد بھی اس کی عدت میں ہے، اور من وجہ اس کی بیوی ہے۔اور شوہر عام حالات میں بیوی کو غسل نہ دے کیونکہ موت کے بعد وہ اجنبی ہو چکی ہے، لیکن اگر ضرورت پڑ جائے تو غسل دے سکتا ہے۔مصنف نے ایک مثال پیش کی کہ ام ولد کا سردار مر جائے تو وہ اجنبی بن گیا اس لئے وہ اپنے سردار کو غسل نہیں دے سکتی اسی طرح شوہر اپنی بیوی کو غسل نہ دے۔

وجہ : (۱) بیوی شوہر کو غسل دے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **سمعت عائشة يقول ....و كانت عائشة تقول لو استقبلت من امری ما استدبرت ما غسله الا نسائه** ۔(ابوداود شریف، باب فی ستر المیت عند غسلہ،ص ۴۶۰،نمبر ۳۱۴۱ر ابن ماجۃ شریف، باب ما جاء فی غسل الرجل امرأتہ و غسل المرأۃ زوجہا،ص ۲۰۹،نمبر ۱۴۶۴) اس حدیث میں ہے کہ بیوی نے حضورؐ[شوہر]کو غسل دیا۔(۲)**ان ابا بكرؓ اوصى اسماء بنت عميس ان تغسله** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الرجل یغسل امرأتہ، ج ثانی،ص ۴۵۶،نمبر ۱۰۹۸۲) اس عمل صحابی میں ہے کہ بیوی شوہر کو غسل دے سکتی ہے۔(۳)اور شوہر بیوی کو غسل دے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔**عن عائشة قالت رجع رسول الله ﷺ من بقيع .....ثم قال ما ضرك لو مت قبلى فقمت عليك فغسلتك و كفنتك و صليت عليك و دفنتك** ۔(ابن ماجۃ شریف، باب ماجاء فی غسل الرجل امرأتہ و غسل المرأۃ زوجہا،ص ۲۱۰،نمبر ۱۴۶۵) اس حدیث میں ہے کہ شوہر بیوی کو غسل دے۔(۴) شوہر بیوی کو غسل نہ دے

ماتت امرأة مع الرجال يمّموها كعكسه بخرقة(۸۸۸) وان وُجد ذو رحم محرم يُمِّم بلا خرقة وكذا الخنثٰى المشكل يّمِّم فى ظاهر الرواية.(۸۸۹) ويجوز للرجل والمرأة تغسيل صبى وصبيّة

اس کے لئے یہ قول تابعی ہے۔ عن الشعبی قال لا یغسل الرجل امراته و ھو رأی ابی حنیفةو سفیان ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب فی الرجل یغسل امراتہ، ج ثانی ،ص ۴۵٦ ،نمبر۱۰۹۸۲) اس اثر میں ہے کہ شوہر بیوی کو غسل نہ دے۔

ترجمہ (۸۸۷) اگر عورت مرجائے مردوں کے ساتھ تو یہ اس کو تیمّم کرائیں۔ جیسے اس کا الٹا ہے کپڑے کے ٹکڑے کے ساتھ

تشریح : اگر کوئی عورت مرجائے اور وہاں صرف اجنبی مرد ہوں تو وہ ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر اسے تیمّم کرالے۔اسی طرح مرد مر جائے اور وہاں صرف اجنبی عورتیں ہوں تو وہ بھی ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر تیمّم کرالیں اور اور اسی کپڑے کے ساتھ کفن پہنا کر دفن کر دیں۔

وجہ : (۱) کیونکہ یہ اجنبی مرد یا اجنبی عورتیں ہیں اس لئے انکے لئے ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے اس لئے یہ ہاتھ پر کپڑا باندھ کر تیمّم کرادیں۔(۲) اس قول تابعی میں اس کا ثبوت ہے۔عن سعید بن المسیب انه قال اذا ماتت المرأة مع الرجال لیس معھم امرأة قال ییممونھا بالصعید و لا یغسلونھا و اذا مات الرجل مع النساء فکذالک ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب ما قالوا فی الرجل یموت مع النساء، الخ، ج ثانی ،ص ۴۵۵ ،نمبر ۱۰۹٦۴ر مصنف عبد الرزاق ، باب الرجل یموت مع النساء و النساء مع الرجال، ج ثالث ،ص ۲۵۸ ،نمبر ٦۱۵۸) اس قول تابعی میں ہے کہ تیمّم کرا کر دفن کر دے۔(۳) دوسرے قول میں ہے کہ کپڑے کے اوپر سے پانی بہادے، پھر سوکھا کپڑا ڈال کر بھیگے کپڑے کو اس طرح کھینچے کہ نہ ستر نظر آئے اور نہ جسم کو ہاتھ لگے، اور اسی احتیاط کے ساتھ کفن پہنا کر دفن کرے۔اس کے لئے یہ قول تابعی ہے۔عن ابراھیم قال اذا ماتت المرأة فی الرجال لیس معھم امراة صب علیھا الماء فوق الثیاب صبا ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب ما قالوا فی الرجل یموت مع النساء، الخ، ج ثانی ،ص ۴۵۵ ،نمبر ۱۰۹٦۱ر مصنف عبد الرزاق ، باب الرجل یموت مع النساء والنساء مع الرجال ، ج ثالث ،ص ۲۵۸ ،نمبر ٦۱۵۷) اس میں ہے کہ کپڑے کے اوپر سے پانی بہائے۔

ترجمہ (۸۸۸) ہاں اگر کوئی محرم ہو تو بلا کپڑے کے تیمّم کرادے۔اور ایسے ہی خنثی مشکل کو تیمّم کرائے۔ظاہر روایت میں یہ ہے

تشریح : اگر کوئی ذی رحم محرم مرد ساتھ ہو تو کپڑے کے بغیر بھی تیمّم کرا سکتا ہے، کیونکہ اس کے لئے ہاتھ لگانا جائز ہے۔خنثی مشکل نہ مرد میں اس کا شمار ہے اور نہ عورت میں اس لئے اس کو مرد غسل دے یا عورت غسل دے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے، اس لئے اس کو بھی تیمّم کرا کر دفن کر دے، یہ ظاہر روایت ہے۔بہتر یہ ہے کہ اس کو کپڑے کے اوپر سے پانی بہادے۔

ترجمہ : (۸۸۹) مرد اور عورت دونوں کے لئے جائز ہے کہ ایسے بچے یا بچی کو غسل دے جو شہوت کی حد تک نہ پہونچے ہوں

تشریح : جو لڑکا یا لڑکی بالغ نہ ہوئے ہوں تو وہ بچہ کے درجے میں ہیں اس لئے انکو مرد بھی غسل دے سکتا ہے اور عورت بھی غسل دے سکتی ہے۔

لم يشتهيا (۸۹۰) ولا بأس بتقبيل الميت وعلى الرجل تجهيز امرأته ولو معسّرا فى الاصح (۸۹۱) ومن لا مال له فكفنه على من تلزمه نفقته وان لم يوجد من تجب عليه نفقته ففى بيت المال فان لم

ترجمه : (۸۹۰) میت کو بوسہ دینے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

تشریح :موت کے بعد اگر چہ ایک قسم کی کراہیت ہو جاتی ہے،لیکن شرعی طور پر جسم پاک ہے اس لئے بوسہ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے

وجه : (۱)عن عائشة و ابن عباس ؓ ان ابا بكر ؓ قبل النبى ﷺ بعد موته . (بخاری شریف، باب مرض النبی ووفاتہ، ص ۷۵۷،نمبر ۴۴۵۵)اس حدیث میں ہے کہ حضرت ابو بکر ؓ نے حضور ﷺ کا بوسہ لیا۔

ترجمه : شوہر پر اپنی بیوی کی تجہیز و تکفین ہے چاہے وہ تنگدست ہو، اصح روایت میں ۔

تشریح : اصل تو یہ ہے کہ عورت کی تجہیز و تکفین اس کے اپنے مال سے ہو، کیونکہ موت کے بعد وہ اس کی بیوی نہیں رہی، لیکن اگر عورت کے پاس مال نہ ہو تو شوہر کا اخلاقی فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے مال سے اس کا انتظام کرے، اور اگر وہ تنگدست ہے تب بھی کوئی انتظام کرے، کیونکہ بیوی زندگی میں اس کی خدمت میں رہی ہے، اور ابھی تک اس کا نان نفقہ شوہر کے ذمے تھا۔

وجه : (۱)میت کے اپنے مال سے کفن لازم ہے اس کا ثبوت اس قول تابعی میں ہے۔ قال ابراهيم يبدأ بالكفن ثم بالدين ثم بالوصية و قال سفيان اجر القبر و الغسل هو من الكفن ۔(بخاری شریف، باب الکفن من جمیع المال،ص ۲۰۳،نمبر ۱۲۷۴)(۲)اس حدیث میں ہے کہ تجہیز و تکفین اخلاقی فرض ہے، اس لئے شوہر پر لازم ہونا چاہئے۔حدیث یہ ہے۔عن البراء بن عازب ؓ قال امرنا رسول الله ﷺ بسبع و نهانا عن سبع ، أمرنا باتباع الجنائز ، و عيادة المريض و اجابة الداعى ، ونصر المظلوم و ابرار القسم و رد السلام و تشميت العاطش ۔(بخاری شریف، باب الکفن من جمیع المال،ص ۲۰۳،نمبر ۱۲۷۴) اس حدیث کے اشارے میں ہے کہ اگر عورت کے پاس مال نہ ہو تو شوہر پر اس کی تجہیز و تکفین ہے، کیونکہ یہ میت کے حق میں سے ہے۔

ترجمه : (۸۹۱) اور جس کے پاس مال نہیں ہے تو اس کا کفن اس پر ہے جس پر اس کا نفقہ لازم ہے۔اور جس پر نفقہ ہے وہ نہ ہو تو بیت المال پر، اور عاجز ہونے کی وجہ سے یا ظلم کی وجہ سے بیت المال بھی نہ دے تو لوگوں پر ہے، اور جو تجہیز پر قدرت نہ رکھتا ہو تو مانگے اپنے علاوہ سے [یعنی قدرت والے سے]

تشریح : کسی آدمی کے پاس کفن کی رقم نہ ہو تو جس پر اس کا نفقہ لازم تھا اس پر کفن لازم ہوگا، اور اس کے پاس بھی اتنا پیسہ نہیں ہے تو بیت المال سے دلوائے، اور وہ بھی نہ دے سکے تو عام لوگوں پر اس کا نفقہ لازم ہوگا اور صورت یہ بنے گی کہ جو صاحب قدرت ہیں ان سے مانگ کر کفن پورا کرے

یعط عجزا او ظلما فعلی الناس ویسأل له التجهیز من لا یقدر علیه غیره

(۸۹۲) .وکفن الرجل سنَّةً قمیص وازار ولفافة مما یلبسه فی حیوته

وجه : (۱) عن الزبیر قال لما انصرف المشرکون یوم احد جلس النبی ﷺ ناحیة و جائت امرأة تؤم القتلی فقال النبی ﷺ المرأة المرأة فلما توسمتها فاذا هی امی صفیة فقلت یا امه ارجعی فلدمت فی صدری و قالت لا ارض لک فقلت ان رسول الله ﷺ یعزم علیک قال فاعطتنی ثوبین فقالت کفنوا فی ھذین اخی قال فوجدنا الی جنب حمزة رجلا من الانصار لیس له کفن فوجدنا فی انفسنا غضاضة ان نکفن حمزة فی ثوبین والانصاری الی جنبه لیس له کفن قال فاقرعنا بینهم فی اجود الثوبین فکفننا کل واحد منهما فی الثوب الذی طار ۔(سنن بیہقی، باب الدلیل علی جواز التکفین فی ثوب واحد، ج ثالث، ص۵۶۳، نمبر۶۶۸۴) اس حدیث میں میت کے پاس کفن نہیں تھا تو دوسرے سے کفن لیا گیا۔(۲)عن عبد الله بن عمر انه قال وجد الناس و هم صادرون یعنی من الحج امرأة میتة بالبیداء یمرون علیها و لا یرفعون لها راسا حت مر بها رجل من بنی لیث یقال له کلیب مسکین فالقی علیها ثوبه ثم استعان علیها من یدفنها فدعا عمر عبد الله ۔ یعنی ابنه ۔فقال هل مررت بهذه الامراة المیتة ؟ فقال لا فقال عمر لو حدثتنی انک مررت بها لنکلت بک ثم قام عمر بین ظهرانی الناس فتغیظ علیهم فیها ۔(سنن بیہقی، باب وجوب العمل فی الجنائز الخ، ج ثالث، ص۵۴۳، نمبر۶۶۱۹)اس قول صحابی میں ہے کہ عورت کے لئے دوسروں سے کفن وغیرہ مانگا، کیونکہ مانگنے والا کلیب بھی مسکین تھا۔

لغت : من لایقدر علیہ غیرہ: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جو کفن دینے پر قدرت نہیں رکھتے وہ اپنے علاوہ سے مانگے، یعنی جو قدرت والے ہیں ان سے کفن کے پیسے مانگے۔

﴿مرد اور عورت کا کفن کتنا ہے﴾

ترجمه : (۸۹۲) مرد کا سنت کفن قمیص اور ازار اور چادر ہیں، جسکو وہ اپنی زندگی میں پہنا کرتے تھے۔

تشریح : مرد زندگی میں عموما تین کپڑے پہنا کرتے تھے اس لئے کفن بھی تین کپڑوں میں دیا جائے گا، اس سے پورا جسم ڈھک جائے گا۔لیکن قمیص اس طرح کا ہوگا کہ اس میں آستین نہیں ہوگی اور نہ دامن اور کلی ہوگی۔ بلکہ درمیان میں پھاڑ کر سر گھسانے کا بنا دیا جائے گا۔اور اس کو سیا بھی نہیں جائے گا۔اس طرح تین کپڑے پورے کر دیئے جائیں گے۔

وجه : (۱)اس حدیث میں ہے کہ تین کپڑے میں کفن دیا ۔ عن عائشة ان رسول الله ﷺ کفن فی ثلثة اثواب یمانیة بیض سحولیة من کرسف لیس فیهن قمیص ولا عمامة (بخاری شریف، باب الثیاب البیض للکفن، ص۲۰۲

(۸۹۳) وكفايةً ازار ولفافة (۸۹۴) وفضّل البياض من القطن

،نمبر ۱۲۶۴ ؍ابوداؤد شریف، باب فی الکفن، ص ۴۶۱، نمبر ۳۱۵۱ ؍مسلم شریف، باب الجنائز، ص ۳۰۵، نمبر ۲۱۷۹/۹۴۱) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا ہے۔(۲) قمیص کے لئے یہ حدیث ہے۔ ان عبد الله بن ابی لما توفی جاء ابنه الی النبی ﷺ فقال اعطنی قمیصک اکفنه فیه ۔(بخاری شریف، باب الکفن فی قمیص الذی یکف، ص ۲۰۲، نمبر ۱۲۶۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک ایسا کپڑا بھی کفن میں دیا جائے گا جس کو قمیص کہتے ہیں۔(۳) عن ابن عباسؓ قال : کفن رسول الله ﷺ فی ثلاثة اثواب نجرانیة : الحلة ثوبان و قمیصه الذی مات فیه ۔(ابوداودشریف، باب فی الکفن، ص ۴۶۱، نمبر ۳۱۵۳) اس حدیث میں ہے کہ آپ کو وہ قمیص دی گئی جس میں آپ کا انتقال ہوا۔(۴) عن عبد الله بن عمر و قال : یکفن المیت فی ثلاثة اثواب قمیص و ازار و لفافة . (مصنف ابن ابی شیبة، باب ۳۸، ما قالوا فی کم یکفن المیت، ج ثانی، ص ۴۶۳، نمبر ۱۱۰۵۸) اس اثر میں ہے کہ تین کپڑے : قمیص اور لنگی اور چادر ہونی چاہئے۔

ترجمه : (۸۹۳) اور ضرورت کے وقت لنگی اور چادر کافی ہے۔

تشریح : مجبوری کے درجے میں دو کپڑوں سے بھی کام چل جائے گا۔

وجه : (۱) حدیث یہ ہے . عن ابن عباس قال بینما رجل واقف بعرفة اذ وقع عن راحلته فوقصته او قال فاوقصته قال النبی ﷺ اغسلوه بماء و سدر و کفنوه فی ثوبین ولا تحنطوه ولا تخمروا رأسه فانه یبعث یوم القیامة ملبیا (بخاری شریف، باب الکفن فی ثوبین ص ۱۶۹ نمبر ۱۲۶۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرم آدمی کو صرف دو کپڑے دیئے گئے۔ اس لئے کفن میں دو کپڑے بھی کافی ہیں۔(۲) عن عائشة قالت : قال ابو بکر لثوبیه اللذین کان یمرض فیهما : اغسلوهما ، و کفنونی فیهما فقالت عائشة : ألا نشتری لک جدیدا ؟ قال لا ؛ ان الحی أحوج الی الجدید من المیت ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الکفن، ج ثالث، ص ۲۶۶، نمبر ۶۲۲۰ ؍مصنف ابن ابی شیبة، باب ۳۸، ما قالوا فی کم یکفن المیت، ج ثانی، ص ۴۶۴، نمبر ۱۱۰۷۸) اس اثر میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے لئے دو ہی کپڑا پسند فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ دو کپڑے بھی کافی ہیں۔

ترجمه :(۸۹۴) اور سفید سوتی کپڑا افضل ہے۔

وجه : (۱) اس حدیث میں ہے کہ تین کپڑے میں کفن دیا ۔ عن عائشة ان رسول الله ﷺ کفن فی ثلثة اثواب یمانیة بیض سحولیة من کرسف لیس فیهن قمیص ولا عمامة (بخاری شریف، باب الثیاب البیض للکفن، ص ۲۰۲ ،نمبر ۱۲۶۴ ؍ابوداؤد شریف، باب فی الکفن، ص ۴۶۱، نمبر ۳۱۵۱ ؍مسلم شریف، باب الجنائز، ص ۳۰۵، نمبر ۲۱۷۹/۹۴۱) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ کو سفید کپڑے جو سوتی کے تھے ان میں کفن دیا گیا۔(۲) عن سمرة بن جندب قال قال رسول الله ﷺ

(۸۹۵) وكل من الازار واللفافة من القرن الى القدم ولا يجعل لقميصه كمٌّ ولا دخريص ولا جيب ولا تكفّ اطرافه (۸۹۶) وتكره العمامة فى الاصح (۸۹۷) ولفّ من يساره ثم يمينه وعقد ان خيف

البسوا البياض فانها اطهر و اطيب و كفنوا فيها موتاكم ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی لبس البیاض،ص ۶۳۳،نمبر ۲۸۱۰)اس حدیث میں ہے کہ سفید کپڑے میں مردوں کو کفن دو۔

ترجمه : (۸۹۵) اور ہر ایک لنگی اور چادر سر سے پاؤں تک ہو۔اور قمیص میں آستین اور کلی اور گریبان نہ ہو۔اور اس کا اطراف سلا ہوا نہ جائے۔

تشریح : ازار : لنگی (یہ ایک کپڑا ہوتا ہے جو سر کے پاس سے پاؤں تک ہوتا ہے) قمیص : یہ زندہ لوگوں کی قمیص کی طرح نہیں ہوتا ، کیونکہ اس میں نہ آستین ہوتی ہے، اور نہ کلی ہوتی ہے، اور نہ گریبان ہوتا ہے یہ کپڑا آدمی کے قد سے دوگنا ہوتا ہے اور درمیان میں پھاڑ کر اس میں سر گھسا دیتے ہیں اور گردن سے پاؤں تک ہوتا ہے ۔اللفافۃ :لف کا معنی ہے لپیٹنا یہ کپڑا لمبی چادر کی طرح ہوتا ہے اور تمام کفن سے اوپر لپیٹا جاتا ہے، اسی لئے اس کو لفافہ کہتے ہیں۔

ترجمه :(۸۹۶) اور اصح روایت میں عمامہ مکروہ ہے۔

وجه :چونکہ حضورؐ کو عمامہ نہیں دیا گیا اس لئے مصنف نے اس کو مکروہ کہا ہے، حدیث یہ ہے۔ عن عائشة ان رسول الله ﷺ كفن فى ثلثة اثواب يمانية بيض سحولية من كرسف ليس فيهن قميص ولا عمامة (بخاری شریف، باب الثیاب البیض للکفن ،ص ۲۰۲ ،نمبر ۱۲۶۴ ؍ابو داؤد شریف ، باب فی الکفن ،ص ۴۶۱ ،نمبر ۳۱۵۱ ؍مسلم شریف ، باب الجنائز ،ص ۳۰۵ ،نمبر ۹۴۱ ؍ ۲۱۷۹)اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ کو عمامہ نہیں دیا گیا۔

ترجمه (۸۹۷) اور پہلے بائیں جانب سے لپیٹا جاوے، پھر داہنی طرف سے۔اور اگر کھل جانے کا خوف ہو تو گرہ لگائی جائے

تشریح: کفن دیتے وقت پہلے تخت پر چادر لفافہ پھیلائے گا۔اس کے اوپر ازار، اور ازار کے اوپر قمیص پھیلائے گا۔ پھر میت کو قمیص پر رکھ کر سر کو قمیص کی چیر میں گھسا دے۔اور قمیص کا اوپر کا حصہ میت پر ڈال دے، اور پھر قمیص پر ازار لپیٹے اور پھر لفافہ لپیٹے۔ پہلے بائیں طرف کو لپیٹے اور پھر دائیں طرف کو لپیٹے تاکہ دایاں کنارہ اوپر ہو جائے اور اخیر میں لپیٹا جائے۔ کیونکہ زندگی میں چادر اوڑھتے ہیں تو بائیں سرے کو پہلے دائیں کندھے پر ڈالتے ہیں، اور دائیں سرے کو بعد میں بائیں کندھے پر ڈالتے ہیں۔کفن میں اسی کا اعتبار کیا گیا ہے۔ اگر کفن کھل جانے کا خطرہ ہو تو اس میں گرہ لگا دے۔

وجه : (۱) کفن دائیں جانب سے ہو اس کے لئے یہ حدیث ہے. عن ام عطية قالت دخل علينا رسول الله ﷺ حين توفيت ابنته فقال اغسلنها ثلاثا او خمسا او اكثر من ذلك ان رأيتن ذلك بماء وسدر واجعلن فى الآخرة كافورا او شيئا من كافور (نمبر ۱۲۵۳)و فى حديث اخرى قال ابدأن بميامنها و مواضع الوضوء منها . (بخاری

انتشارہ(۸۹۸) وتزاد المرأة فی السنة خمارا لوجهها وخرقة لربط ثدييها(۸۹۹) وفی الکفاية

شریف، باب غسل المیت ووضوءہ بالماء والسدر،ص ۲۰۱،نمبر۱۲۵۴/مسلم شریف، باب غسل المیت،ص ۳۷۸،نمبر ۲۱۷۵/۹۳۹)اس حدیث میں ہے کہ دائیں جانب سے غسل شروع کرے۔(۲) کفن میں کون سا کپڑا پہلے دے اس کے بارے یہ حدیث ہے۔ ان لیلی بنت قانف الثقفية قالت كنت فيمن غسل ام كلثوم ابنة رسول الله ﷺ عند وفاتها فكان اول ما أعطانا رسول الله ﷺ: الحقاء ثم الدرع ثم الخمار ثم الملحفة ، ثم ادرجت بعد فی الثوب الآخر ، قالت و رسول الله ﷺ جالس عند الباب معه كفنها يناولنها ثو با ثوبا . (ابوداود شریف، باب فی کفن المرأة،ص ۴۶۲،نمبر ۳۱۵۷)اس حدیث میں ہے کہ آپؐ نے پہلے الحقاء دیا یعنی ازار دیا،[حقو کا معنی ہے کمر کے ساتھ چپکا ہوا کپڑا]، پھر قمیص دی، پھر اوڑھنی دی پھر چادر دی اور آخیر میں چادر میں لپیٹا۔ آپؐ نے پہلے اپنا ازار اس لئے دیا تا کہ برکت کے طور یہ کپڑا بیٹی کے جسم کے ساتھ چپکا رہے۔(۳)ورنہ حقیقت یہ ہے کہ کرتا پہلے ہو اور ازار اسکے بعد ہو۔ اسکے لئے یہ اثر ہے۔ عن قتادہ تكون خرقة الحقو فوق درعها ۔(مصنف عبدالرزاق، باب کفن المرأة، ج ثالث،ص ۲۷۴،نمبر ۶۲۴۵)اس اثر میں ہے کہ حقو یعنی ازار کرتے کے اوپر ہو۔

ترجمه : (۸۹۸)اور سنت کفن میں عورت کے لئے اوڑھنی زیادہ کی جائے گی، اور ایک ٹکڑا جو اس پستان کے باندھنے کے لئے

تشريح : عورت کے کفن میں پانچ کپڑے ہوتے ہیں[ا] کرتا[۲] اوڑھنی[۳] لنگی[۴] پستان بند[۵] چادر۔

وجه: (ا)عورت زندگی میں انہیں کپڑوں کو استعمال کرتی ہے کہ ازار قمیص اور چادر کے ساتھ اوڑھنی اور پستان بند استعمال کرتی ہے۔اس لئے کفن میں بھی اتنے ہی کپڑے دیئے جائیں(۲) ان ليلى بنت قانف الثقفية قالت كنت فيمن غسل ام كلثوم ابنة رسول الله ﷺ عند وفاتها فكان اول ما أعطانا رسول الله ﷺ: الحقاء ثم الدرع ثم الخمار ثم الملحفة ، ثم ادرجت بعد فی الثوب الآخر ، قالت و رسول الله ﷺ جالس عند الباب معه كفنها يناولنها ثو با ثوبا . (ابوداود شریف، باب فی کفن المرأة،ص ۴۶۲،نمبر ۳۱۵۷)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے لئے پانچ کپڑے ہیں(۳) قول صحابی میں ہے ۔عن عمر قال تكفن المرأة فی خمسة اثواب فی المنطق و فی الدرع و فی الخمار وفی اللفافة والخرقة التی تشد عليها (مصنف ابن ابی شیبۃ ۳۹، ما قالوا فی کم تکفن المرأة، ج ثانی،ص ۴۶۵،نمبر ۱۱۰۸۸)اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے کفن کے لئے پانچ کپڑے ہیں۔(۴) پستان بند سے پستان، پیٹ اور ران تینوں کو ڈھانپا جائے گا۔اور قمیص کے اوپر لپیٹا جائے گا۔اس کی دلیل یہ اثر ہے عن ابن سيرين قال توضع الخرقة على بطنها و تعصب بها فخذيها. (مصنف بن ابی شیبۃ ۴۰، فی الخرقۃ این توضع فی المرأة، ج ثانی،ص ۴۶۵،نمبر ۱۱۰۹۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ پستان بند پیٹ اور دونوں رانوں پر باندھا جائے گا۔

خمارا(۹۰۰) ویجعل شعرها ضفیرتین علی صدرها فوق القمیص(۹۰۱) ثم الخمار فوقه تحت

لغت: درع: کرتا،قمیص۔ازار: لنگی۔خمار: اوڑھنی، یہ خمر سے ہے، ڈھانکنا۔لفافہ: لف سے مشتق ہے، پورے طور پر لپیٹنا، مراد ہے چادر۔خرقۃ: چھوٹا سا کپڑا، چیتھڑا۔تربط: ربط سے مشتق ہے، باندھنا۔ثدی: پستان۔

ترجمہ: (۸۹۹)اور(ضرورت کے وقت)صرف سربند بھی کافی ہے۔

تشریح: اگر پانچ کپڑوں کی گنجائش نہ ہو تو پستان بند اور سربند دونوں کے بجائے صرف سربند بھی کافی ہے۔ اور قمیص نہ دے تب بھی کافی ہے، اس طرح مجبوری میں صرف تین کپڑے ہوں گے [۱] لنگی [۲] اوڑھنی [۳] اور چادر، کیونکہ زندگی میں بھی مجبوری میں اتنے ہی کپڑوں سے کام چلایا کرتی تھی۔

وجہ: تین کپڑے پر اکتفا کرنے کی دلیل یہ قول تابعی ہے ۔عن محمد انه کان یقول کفن المرأة التی حاضت فی خمسة اثواب او ثلاثة. (مصنف بن ابی شیبۃ ۳۹، ما قالوا فی کم تکفن المرأۃ، ج ثانی،ص ۴۶۵، نمبر ۱۱۰۸۵)اس اثر سے معلوم ہوا کہ تین کپڑوں پر اکتفا کرے تو جائز ہے۔

ترجمہ: (۹۰۰) اور عورت کے بالوں کی دو چوٹیاں کر کے سینہ پر قمیص کے اوپر رکھی جائیں۔

تشریح قمیص پہنانے کے بعد عورت کے بالوں کو دو حصے کر کے چوٹی کی طرح بنا لے اور دونوں کو قمیص کے اوپر سینے پر ڈال دے

وجہ: (۱)عن ام عطیة قالت :و ضفرنا رأسها ثلاثة قرون ثم ألقیناها خلفها مقدم رأسها و قرنیها ۔(ابوداؤد شریف، باب کیف غسل المیت ج ثانی ص ۹۲ نمبر ۳۱۴۴ر بخاری شریف، باب یلقی شعر المرأۃ خلفها،ص ۱۶۸، نمبر ۱۲۶۳)اس حدیث میں ہے کہ بال کے تین حصے کئے اور ایک حصہ پیچھے ڈالا، اور دو حصے دونوں طرف ڈال دئے۔(۲)حدثنا أم عطیةؓ أنهن جعلن رأس بنت رسول الله ﷺ ثلاثة قرون نقضنه ثم غسلنه ثم جعلنه ثلاثة قرون ۔(بخاری شریف، باب نقض شعر المرأۃ،ص ۲۰۲، نمبر ۱۲۶۰ر مسلم شریف، باب فی غسل المیت،ص ۳۷۸، نمبر ۹۳۹/۲۱۷۴)اس حدیث میں بھی ہے کہ بال کے تین حصے کئے جائیں۔۔ضفیرۃ: چوٹی۔

ترجمہ: (۹۰۱) پھر اوڑھنی قمیص کے اوپر چادر کے نیچے، پھر پستان بند اوڑھنی کے اوپر [پھر سب کے اوپر چادر]

تشریح: اس عبارت میں کفن پہنانے کا طریقہ بتا رہے ہیں کہ [۱] پہلے کرتا پہنائیں۔پھر بال کے دو حصے کریں۔اور کرتے کے اوپر دائیں بائیں سینے پر ڈال دیں [۲] پھر۔کرتی اور بالوں پر اوڑھنی لپیٹیں [۳] پھر۔میت پر لنگی یعنی ازار لپیٹیں [۴] پھر۔ازار کے اوپر پستان بند لپیٹیں [۵] پھر۔اسکے اوپر لفافہ یعنی لمبی چادر لپیٹیں۔

وجہ: (۱) زندگی میں جب اوڑھنی سر پر ڈالا کرتی تھی تو قمیص کے اوپر لٹکتی تھی۔اور چادر کے اندر ہوا کرتی تھی۔موت کے بعد بھی اسی کیفیت سے کفن دیا جائے گا۔اس کے لئے یہ اثر ہے۔سألت ام الحمید ابنة سیرین هل رأیت حفصة اذا غسلت

اللفافة ثم الخرقة فوقها (۹۰۲) وتجمّر الاکفان وترا قبل ان یدرج فیها

کیف تصنع بخمار المرأة؟ قالت نعم کانت تخمر ھا کما تخمر الحیة ثم یفضل من الخمار قدر ذراع فتفرشه فی مؤخرھا ثم تعطف تلک الفضلة فتغطی بھا وجھھا . (مصنف ابن ابی شیبة ۴۳، فی المرأة کیف تخمر، ج ثانی، ص۴٦٦، نمبر۱۱۱۰۷) اس سے معلوم ہوا کہ زندگی کی طرح اوڑھنی سر پر ڈالی جائے گی۔ باقی دلیل اوپر گزر چکی ہے۔

﴿مرد کو کفن پہنانے کا طریقہ﴾

نوٹ:۔سب کپڑوں کو پہلے بائیں سے لپیٹیں پھر دائیں سے لپیٹیں تاکہ دایاں حصہ اوپر ہو جائے

(۱)	پہلے کرتا پہنائیں ←	یہ کپڑا گردن سے لیکر پاؤں تک ہوتا ہے
(۲)	پھر۔میت پر لنگی یعنی ازار لپیٹیں ←	یہ کپڑا سر کے پاس سے لیکر پاؤں تک ہوتا ہے
(۳)	پھر۔اسکے اوپر لفافہ یعنی لمبی چادر لپیٹیں ←	یہ سر سے اور پاؤں سے بھی لمبا ہوتا ہے اور سب کپڑوں سے اوپر ڈھانپ دیا جاتا ہے

﴿عورت کو کفن پہنانے کا طریقہ﴾

(۱)	پہلے کرتا پہنائیں ←	یہ کپڑا گردن سے لیکر پاؤں تک ہوتا ہے
(۰)	پھر بال کے دو حصے کریں۔اور کرتے کے اوپر دائیں بائیں سینے پر ڈال دیں	
(۲)	پھر۔کرتی اور بالوں پر اوڑھنی لپیٹیں ←	اس سے سر،اور بال اور پستان کو ڈھانکے
(۳)	پھر۔میت پر لنگی یعنی ازار لپیٹیں ←	یہ کپڑا سر کے پاس سے لیکر پاؤں تک ہوتا ہے
(۴)	پھر۔ازار کے اوپر پستان بند لپیٹیں ←	اس سے پستان،اور پیٹ اور ران کو ڈھانکے
(۵)	پھر۔اسکے اوپر لفافہ یعنی لمبی چادر لپیٹیں ←	یہ سر سے اور پاؤں سے بھی لمبا ہوتا ہے اور سب کپڑوں کو اوپر سے ڈھانپ دیا جاتا ہے

ترجمہ : (۹۰۲) کفن میں لپیٹنے سے پہلے کفن کو طاق مرتبہ دھونی دی جائے۔

وجہ: (۱) اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن جابر قال قال رسول اللہ ﷺ اذا اجمر تم المیت فاوتروا وروی اجمروا کفن المیت ثلاثا . (سنن للبیھقی، باب الحنوط للمیت ج ثالث ص ۵٦۸، نمبر ۶۷۰۲ رمصنف ابن ابی شیبة، باب ۴٦، من کان یقول تجمر ثیابه وترا، ج ثانی، ص ۴٦۷، نمبر ۱۱۱۱۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تین مرتبہ کفن کو دھونی دینا چاہئے (۲) عن

(۹۰۳) وکفن الضرورۃ ما یوجد.

﴿فصل : فی الصلوۃ علی الجنائز﴾

(۹۰۴) الصلوۃ علیه فرض کفایة.

ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال تتبعن الجنازۃ بصوت و لا بنار. (۲ابوداود شریف، باب فی اتباع المیت بالنار، ص۴۶۳، نمبر۳۱۷۱ رسنن بیہقی، باب لایتبع المیت بنار، ج ثالث، ص۵۵۴، نمبر۲۶۵۳) اس اثر میں ہے کہ آگ کی چیز لیکر جنازے کے پیچھے چلنا اچھا نہیں ہے۔

لغت : الاجمار : اجمار: جمر سے مشتق ہے جسکا معنی ہے چنگاری، اور دھونی دینے میں چنگاری اڑتی ہے اسلئے اس کو جمر کہتے ہیں

ترجمہ : (۹۰۳) ضرورت کے وقت جتنا کفن پایا جائے وہ کافی ہے۔

تشریح : کفن ہے ہی نہیں تو جتنا بن سکے وہی کافی ہے، چاہے ایک چادر ہی کیوں نہ ہو۔

وجہ : (۱) حدیث یہ ہے ۔عن خباب بن الأرت قال ھاجرنا مع رسول اللہ ﷺ فی سبیل اللہ نبتغی وجہ اللہ .....منھم مصعب بن عمیر قتل یوم احد فلم یوجد لہ شیء کفن فیه الا نمرۃ فکنا اذا وضعناھا علی رأسه خرجت رجلاہ و اذاوضعناھا علی رجلیه خرج رأسه فقال رسول اللہ ﷺ ضعوھا مما یلی رأسه و اجعلوا علی رجلیه من الاذخر ۔(مسلم شریف، باب فی کفن المیت، ص۳۷۹، نمبر۹۴۰ ر۲۱۷۷ رابوداود شریف، باب کراھیۃ المغالاۃ فی الکفن، ص۴۶۱، نمبر۳۱۵۵) اس حدیث میں ہے کہ مجبوری کے موقع پر حضرت مصعب ابن عمیرؓ کو صرف ایک چادر میں کفن دیا گیا۔

﴿فصل: نمازِ جنازہ کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ : اس آیت کے اشارے سے نماز جنازہ کا ثبوت ہے۔ و لا تصل علی احد منھم مات ابدا و لا تقم علی قبرہ ۔(آیت ۸۴، سورۃ التوبۃ ۹)

ترجمہ : (۹۰۴) جنازہ پر نماز پڑھنا فرض کفایہ ہے۔

تشریح : فرض کفایہ کا مطلب یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے پڑھ لیا تو باقی کے ذمے سے ساقط ہو گیا۔

وجہ : (۱) عن عمران بن حصین قال قال لنا رسول اللہ ﷺ ان اخاکم النجاشی قد مات فقوموا فصلوا علیه فقمنا فصففنا کما یصف علی المیت و صلینا علیه کما یصلی علی المیت ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی صلوۃ النبی ﷺ علی النجاشی ص۲۰۱ نمبر۱۰۳۹ ربخاری شریف، باب الصلوۃ علی الجنائز بالمصلی والمسجد ص۱۷۷ نمبر۱۳۲۷) اس حدیث

(۹۰۵) وارکانها التکبیرات والقیام.

میں امر کا صیغہ, فقوموا فصلوا علیه کا لفظ ہے، جس سے فرض کفایہ ثابت ہوتا ہے۔(۲) اس حدیث سے بھی فرض کفایہ ثابت ہوتا ہے ۔ عن ابی هریرة ان اسود رجلا او امرأة کان یقیم المسجد فمات ولم یعلم النبی علیہ السلام بموته فذکره ذات یوم فقال ما فعل ذلک الانسان قالوا مات یا رسول الله قال افلا اذنتمونی فقالوا انه کان کذا کذا قصته قال وفحقروا شانه قال فدلونی علی قبره قال فاتی قبره فصلی علیه۔(بخاری شریف، باب الصلوۃ علی القبر بعد ما یدفن ص ۱۷۸ نمبر ۱۳۳۷ / ابو داؤد شریف، باب الصلوۃ علی القبر ج ثانی ص ۱۰۱ نمبر ۳۲۰۳) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے ایک عورت کی قبر پر نماز پڑھی ہے۔

ترجمه : (۹۰۵) اس کے ارکان چار تکبیریں اور قیام ہیں۔

تشریح : نماز جنازہ میں دو فرض ہیں [۱] ایک ہے تکبیر جو حنفیہ کے یہاں چار ہیں [۲] اور دوسرا فرض ہے کھڑا ہونا۔ باقی سب سنتیں ہیں۔

وجه : (۱) و لا تصل علی احد منهم مات ابدا و لا تقم علی قبره ۔(آیت ۸۴، سورۃ التوبۃ ۹) اس آیت میں ہے کہ کھڑے نہ ہو جس سے قیام فرض ہونے کو ثابت کرتا ہے (۲)۔ عن عمران بن حصین قال قال لنا رسول الله علیہ السلام ان اخاکم النجاشی قد مات فقوموا فصلوا علیه فقمنا فصففنا کما یصف علی المیت و صلینا علیه کما یصلی علی المیت ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی صلوۃ النبی علیہ السلام علی النجاشی ص ۲۰۱ نمبر ۱۰۳۹ / بخاری شریف، باب الصلوۃ علی الجنائز بالمصلی والمسجد ص ۱۷۷ نمبر ۱۳۲۷) اس حدیث میں امر کا صیغہ, فقوموا فصلوا علیه کا لفظ ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قیام فرض ہے۔(۳) اور چار تکبیر کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابی هریرة ان رسول الله علیہ السلام نعی النجاشی فی الیوم الذی مات فیه وخرج بهم الی المصلی فصف بهم وکبر علیه اربع تکبیرات. (بخاری شریف، باب التکبیر علی الجنازة اربعا ص ۱۷۸ نمبر ۱۳۳۳ / مسلم شریف، باب فی التکبیر علی الجنازة ص ۳۸۳، نمبر ۹۵۱/۲۲۰۴ / ابو داؤد شریف، باب الصلوۃ علی المسلم یموت فی بلاد المشرک ص ۱۰۱ نمبر ۳۲۰۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ میں چار تکبیر کہی جائے گی۔

﴿وشرائطها ستة.﴾

(۹۰۶) اسلام المیت(۹۰۷) وطهارته(۹۰۸) وتقدّمه(۹۰۹) وحضوره او حضور اکثر بدنه او

﴿نماز جنازہ کے لئے ۶ شرطیں ہیں: ایک نظر میں﴾

ا:......میت کا مسلمان ہونا۔

۲:......اس کا پاک ہونا۔

۳:......اس کے آگے ہونا۔

۴:......تمام نعش یا اس کا اکثر حصہ یا سر کے ساتھ نصف حصہ۔ سامنے ہو۔

۵:......اس پر نماز پڑھنے والا بلا عذر سوار نہ ہو۔

۶:......میت زمین پر ہو۔

☆☆☆

ترجمہ : (۹۰۶) [ا] میت کا مسلمان ہونا۔

تشریح : نماز جنازہ کے لئے شرطیں چھ ہیں، ان میں سے پہلی شرط یہ ہے کہ میت مسلمان ہو تب نماز جنازہ پڑھی جائے گی اگر وہ ظاہری طور بھی کافر ہے تو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔

وجہ : (ا) و لا تصل علی احد منهم مات ابدا و لا تقم علی قبره انهم کفروا بالله و رسوله و ماتوا و هم فاسقون ۔ (آیت ۸۴، سورۃ التوبۃ ۹) اس آیت میں ہے کہ منافق کافر ہیں اس لئے اس کی نماز نہ پڑھیں۔

ترجمہ : (۹۰۷) [۲] اس کا پاک ہونا۔

تشریح : اگر پتہ چل جائے کہ میت ناپاک ہے تو نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔

وجہ : (ا) حدیث میں ہے. عن ام عطية قالت دخل علینا رسول الله ﷺ حین توفیت ابنته فقال اغسلنها ثلاثا او خمسا او اکثر من ذلک ان رأیتن ذلک بماء وسدر واجعلن فی الآخرة کافورا او شیئا من کافور (بخاری، نمبر ۱۲۵۳) و فی حدیث اخری قال ابدأن بمیامنها و مواضع الوضوء منها . (بخاری شریف، باب غسل المیت ووضوءہ بالماء والسدر، ص ۲۰۱، نمبر ۱۲۵۴ر مسلم شریف، باب غسل المیت، ص ۳۷۸، نمبر ۲۱۶۸/۹۳۹) اس میں ہے کہ غسل دے

ترجمہ : (۹۰۸) [۳] اس کے آگے ہونا۔

تشریح : حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ میت سامنے ہو تو نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور وہ نہ ہو تو غائبانہ نماز نہیں پڑھی جائے گی۔ اور

نصفه مع رأسه (۹۱۰) وكون المصلي عليها غير راكب بلا عذر (۹۱۱) وكون الميت على

حضرت نجاشیؓ کی غائبانہ نماز پڑھی وہ بطور معجزہ تھی۔

وجه : (۱) غائبانہ نماز جائز ہوتی تو بہت سے صحابہ گزرے ہیں آج تک انکی نماز پڑھی جاتی، لیکن ایسا نہیں کرتے اس لئے ہمارے یہاں غائبانہ نماز نہیں ہے۔(۲) اس حدیث میں ہے۔عن انس بن مالک قال نزل جبرائیل علیه السلام فقال یا محمد مات معاویة بن معاویة المزنی أتحب ان تصلی علیه قال نعم قال فضرب جبرائیلؑ بجناحه فلم تبق شجرة و لا اکمة الا تضعضعت و رفع له سریره حتی نظر الیه و صلی علیه و خلفه صفان من الملائکة کل صف سبعون الف ملک ۔(سنن بیہقی، باب الصلاۃ علی المیت الغائب بالنیۃ، ج رابع،ص ۸۴،نمبر ۷۰۳۳)اس حدیث میں ہے کہ جنازہ آ کے نظروں کے سامنے کیا اور آپ نے نماز پڑھی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنازہ سامنے ہو۔

ترجمه : (۹۰۹)[۴] پوری نعش حاضر ہو، یا بدن کا اکثر حصہ حاضر ہو، یا سر کے ساتھ آدھا حصہ حاضر ہو۔

تشریح : یہاں یہ اصول بتا رہے ہیں کہ میت کی اتنی لاش موجود ہو جس سے محسوس ہوتا ہو کہ میت موجود ہے تب ہی اس پر نماز جنازہ ہوگی، مثلا ایک ٹانگ ہے یا ایک ہاتھ موجود ہے تو اس پر نماز نہیں ہوگی، کیونکہ اس کو میت نہیں کہتے۔اب اس کی تین صورتیں بتا رہے ہیں[۱] پوری نعش موجود ہو [۲] یا نعش کا اکثر حصہ موجود ہو۔[۳] آدھا حصہ موجود ہو لیکن اس کے ساتھ سر بھی ہو تو سر کو اصل مانا جاتا ہے اس لئے گویا کہ نعش موجود ہے اس لئے اب اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

وجه : آدھے کے ساتھ سر ہو تو نماز پڑھی جائے گی اس کے لئے یہ عمل صحابی ہے۔ عن خالد بن معدان ان ابا عبیدة صلی علی رؤوس ۔(سنن بیہقی، باب ما ورد فی غسل الاعضاء...والصلاۃ علیہ، ج رابع،ص ۲۷،نمبر ۶۸۲۶)

ترجمه : (۹۱۰)[۵] اس پر نماز پڑھنے والا بلا عذر سوار نہ ہو۔

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ نماز جنازہ ایک اعتبار سے صرف دعاء ہے اس لئے قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ سواری کی حالت میں بھی پڑھی جا سکتی ہے۔اور ایک اعتبار سے نماز ہے کیونکہ اس میں تحریمہ ہے، قیام ہے اس لئے سواری پر نہیں ہونی چاہئے ہاں عذر ہو تو اور بات ہے۔

وجه : قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ سواری پر نماز جنازہ جائز ہے اسکی دلیل یہ اثر ہے۔ قال رأیت الحسن یصلی علی جنازة أبی رجاء العطاردی علی حمار . (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۷۷، فی الرجل والمرأۃ یصلی علی الجنازۃ وھو راکب، ج ثانی، ص ۴۸۵،نمبر ۱۱۳۳۶)اس اثر میں ہے کہ گدھے پر سوار ہو کر جنازے کی نماز پڑھی۔(۲) سواری پر نماز پڑھے گا تو قیام کو چھوڑنا پڑے گا جو فرض ہے اس لئے بغیر عذر کے سواری پر نماز نہ پڑھے۔

ترجمه : (۹۱۱)[۶] میت زمین پر ہو۔پس اگر چوپائے پر ہو یا لوگوں کے ہاتھ پر ہو تو مختار مذہب کے مطابق نماز جائز نہیں

الارض فان كان على دابّة او على ايدى الناس لم تجز الصلوة على المختار الا من عذر .

﴿وسننها اربع﴾

(۹۱۲) قيام الامام بحذاء صدر الميت ذكرا كان او اُنثٰى(۹۱۳) والثناء بعد التكبيرة الاولى

ہوگی ،مگر عذر سے۔

تشریح : میت زمین پر ہو یا ایسی چیز پر ہو جو زمین کی طرح ہے تو نماز جائز ہے، چنانچہ اگر سواری پر ہو یا لوگوں کے ہاتھوں پر ہو تو مختار مذہب کے مطابق نماز جائز نہیں ہے۔ ہاں سواری پر رکھنے میں یا لوگوں کے ہاتھوں پر رکھنے میں عذر ہو تو جائز ہے۔

﴿نماز جنازہ میں چار سنتیں ہیں:﴾

ا:......میت خواہ مرد ہو یا عورت ہو امام اس کے سینے کے برابر کھڑا ہو۔

۲:......تکبیر اولی کے بعد ثنا پڑھنا۔

۳:......دوسری تکبیر کے بعد رسول اللہ ﷺ پر دورد پڑھنا۔

۴:......تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعا کرنا۔

☆☆☆

ترجمہ : (۹۱۲) [ا] میت خواہ مرد ہو یا عورت ہو امام اس کے سینے کے برابر کھڑا ہو۔

تشریح :نماز جنازہ میں چار سنتیں ہیں، ان میں سے ایک سنت یہ ہے کہ امام مرد کے اور عورت کے سینے کے برابر میں کھڑا ہو۔

حذاء: کا معنی ہے سامنے۔

وجہ: (ا) سینہ کے پاس کھڑے ہونے کی دلیل یہ اثر ہے ۔**عن عطاء قال اذا صلى الرجل على الجنازة قام عند الصدر** . (مصنف بن ابی شیبۃ ۱۰۲، فی المرأۃ این یقام منھا فی الصلوۃ والرجل علی الجنازۃ این یقام منہ ج ثالث ص ٦، نمبر ۱۱۵۵۱/ مصنف عبد الرزاق، باب این یقوم الامام من الجنازۃ ج ثالث ص ۳۳۰ نمبر ۶۳۸۱)اس اثر سے معلوم ہوا کہ میت کے سینہ کے پاس کھڑا ہونا چاہئے (۲)اس لئے بھی کہ سینہ میں نور ایمان ہے تو وہاں کھڑے ہو کر گویا کہ نور ایمان کی گواہی دینا ہے۔ اور اسکی شفارس کر رہا ہے۔(۳)اس حدیث میں ہے کہ عورت کے درمیان کھڑا ہو۔ **حدثنا سمرة بن جندب قال صليت وراء النبى** ﷺ **على امرأة ماتت فى نفاسها فقام عليها وسطها** (بخاری شریف، باب این یقوم من المرأۃ والرجل ص ۱۷۷ نمبر ۱۳۳۲/ مسلم شریف، باب این یقوم الامام من المیت للصلاۃ علیہ، ص ۳۸۸، نمبر ۹۶۴/ ۲۲۳۵/ ابو داود شریف، باب أین یقوم الامام

والصلوة علی النبی صلی الله علیه وسلم بعد الثانیة والدعاء للمیت بعد الثالثة (۹۱۴) ولا یتعیّن له شیء وان دعا بالماثور فهو احسن وابلغ ومنه ما حفظ عوف من دعاء النبی صلی الله علیه وسلم اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه واکرم نزله ووسّع مدخله واغسله بالماء الثلج والبرد ونقّه

من المیت اذا صلی علیہ،ص ۴۶۷،نمبر ۳۱۹۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے درمیان کھڑا ہوتا کہ عورت کے لئے امام سترہ بن جائے۔

ترجمہ : (۹۱۳) [۲] تکبیر اولی کے بعد ثنا پڑھنا۔[۳]۔دوسری تکبیر کے بعد رسول اللہ ﷺ پر دورد پڑھنا۔[۴] تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعا کرنا۔

تشریح: نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہی جاتی ہیں۔پہلی کے بعد ثنا پڑھے،دوسری کے بعد نبی ﷺ پر درود شریف پڑھے،تیسری کے بعد دعائے جنازہ پڑھے اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دے۔

وجہ: (۱) چار تکبیر کہنے کی دلیل یہ حدیث ہے۔**عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ نعی النجاشی فی الیوم الذی مات فیه وخرج بهم الی المصلی فصف بهم وکبر علیه اربع تکبیرات.** (بخاری شریف،باب التکبیر علی الجنازة اربعا ص ۱۷۸ نمبر ۱۳۳۳ رمسلم شریف،باب فی التکبیر علی الجنازة،ص ۳۸۳،نمبر ۹۵۱ ر۲۲۰۴ رابوداؤد شریف،باب الصلوة علی المسلم یموت فی بلاد المشرک ص ۱۰۱ نمبر ۳۲۰۴)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ میں چار تکبیر کہی جائے گی۔(۲) اس قول تابعی میں ہے کہ کس تکبیر کے بعد کیا پڑھے۔**عن الشعبی قال : التکبیرة الاولی علی المیت ثناء علی الله ، و الثانیة صلاة علی النبی ﷺ ، و الثالثة دعاء للمیت ، و الرابعة تسلیم** ۔(مصنف عبد الرزاق،باب القراءة والدعاء فی الصلوة علی المیت،ج ثالث،ص ۳۱۶،نمبر ۶۴۶۲ رمصنف ابن ابی شیبة ،باب ۸۴،ما یبدأ به بالتکبیر الاولی فی الصلاة علیه والثانیة والثالثة والرابعة، ج ثانی،ص ۴۹۰،نمبر ۱۱۳۷۵)اس اثر میں ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد ثناء ہو،دوسری تکبیر کے بعد درود شریف ہو اور تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعاء ہو اور چوتھی کے بعد سلام پھیرے۔ (۳) **سأل ابا هریرة کیف تصلی علی الجنازة فقال ابو هریرة انا لعمر الله اخبرک اتبعها مع اهلها فاذا وضعوها کبرت وحمدت الله و صلیت علی نبیه ثم اقول اللهم عبدک وابن عبدک الخ.** (مصنف عبد الرزاق،باب القراءة والدعاء فی الصلوة علی المیت،ج ثالث،ص ۳۱۴ نمبر ۶۴۵۳ رموطا امام مالک،باب ما یقول المصلی علی الجنازة ص ۲۰۹)اس اثر میں ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد ثنا،دوسری تکبیر کے بعد درود اور تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعا پڑھے۔

ترجمہ : (۹۱۴) اور اس کے لئے کوئی دعا مقرر نہیں ہے۔اگر دعاء ماثورہ ہو تو بہت اچھا ہے،جیسے حضرت عوف بن مالکؓ نے

من الخطايا كما ينقّى الثوب الابيض من الدنس وابدلُه دارا خيرا من داره واهلا خيرا من اهله وزوجا خيرا من زوجه وادخله الجنة واعذه من عذاب القبر وعذاب النار(٩١٥) ويسلّم بعد الركعة الرابعة

رسول اللہ ﷺ سے یہ دعایاد کر لی ہے:

''**اللهم اغفر له، وارحمه، وعافه واعف عنه، واكرم نزله، ووسع مدخله، واغسله بالماء والثلج والبرد، ونقه من الخطايا كما ينقى الثوب الابيض من الدنس، وابدله دارا خيرا من داره، واهلا خيرا من اهله، وزوجا خيرا من زوجه، وادخله الجنة، واعذه من عذاب القبر و عذاب النار**''۔(مسلم شریف، باب الدعاء للمیت فی الصلاۃ،ص ۳۸۷، نمبر۲۲۳۲/۹۶۳)

ترجمہ:اے اللہ اس کی مغفرت فرما اور رحم فرما' اس کو عافیت بخش' اس کی آمد کا انتظام عظیم الشان کر' اس کے مدخل (قبر) کو وسیع کردے' اس کو پانی سے اور برف سے اور اولے سے دھو ڈال' (گناہوں سے پاک وصاف کردے) اور اس کو تمام خطاؤں سے اس طرح پاک وصاف کردے' جیسے سفید کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہے' اور اس کو ایسا مکان بدلہ میں عطا فرما جو اس کے دنیا کے مکان سے بہتر ہو' اور ایسے اہل وعیال عطا فرما جو (دنیاوی) اہل وعیال سے بہتر ہوں' اس کو ایسا جوڑا عطا فرما جو اس کے (دنیاوی) جوڑے سے بہتر ہو' اس کو جنت میں داخل کر' اور عذاب قبر اور عذاب دوزخ سے اس کو پناہ دے۔

حنفیہ کے نزدیک تیسری تکبیر کے بعد عموما بڑوں کے لئے یہ دعا پڑھتے ہیں۔**عن ابی هريرة قال صلى رسول الله ﷺ على جنازة فقال اللهم اغفر لحينا وميتنا و صغيرنا و كبيرنا ، و ذكرنا وأنثانا ، و شاهدنا و غائبنا ، اللهم ! من أحييته منا فأحيه على الايمان، و من توفيته منا فتوفه على الاسلام الايمان ، اللهم ! لا تحرمنا أجره و لا تضلنا بعده** ۔(ابوداؤد شریف، باب الدعاء للمیت،ص ۴۶۸، نمبر۳۲۰۱/ترمذی شریف، باب مایقول فی الصلوۃ علی المیت،ص ۱۹۸، نمبر۱۰۲۴) اس حدیث میں وہ دعاء کی عبارت ہے جو نماز جنازہ کی تیسری تکبیر کے بعد پڑھتے ہیں۔۔اس کے علاوہ بھی دعاء پڑھے گا تو دعا ادا ہو جائے گی۔

ترجمہ : (۹۱۵) اور چوتھی تکبیر کے بعد ظاہر روایت میں بغیر دعا کے سلام پھیر دے۔

تشریح:میت کے لئے دعا تیسری تکبیر کے بعد ہو چکی ہے اس لئے چوتھی تکبیر کے بعد دعا نہیں کرے گا، اور نہ سورہ فاتحہ پڑھے گا

وجہ :(۱)**عن الشعبى قال : التكبيرة الاولى على الميت ثناء على الله ، و الثانية صلاة على النبى ﷺ ، و الثالثة دعاء للميت ، و الرابعة تسليم** ۔(مصنف عبدالرزاق، باب القراءۃ والدعاء فی الصلوۃ علی المیت، ج ثالث،ص ۳۱۶، نمبر۶۴۶۲/مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب ۸۴، مایبدأ بہ بالتکبیر الاولی فی الصلاۃ علیہ والثانیۃ والثالثۃ والرابعۃ ، ج ثانی ،ص ۴۹۰، نمبر ۱۱۳۷۵) اس اثر میں ہے کہ چوتھی کے بعد سلام پھیرے۔

من غیر دعاء فی ظاهر الروایة (۹۱۶) ولا یرفع یدیه فی غیر التکبیرة الاولی(۹۱۷) ولو کبّرالامام خمسا لم یُتبع ولکن ینتظر سلامه فی المختار(۹۱۸) ولا یستغفر لمجنون وصبی ویقول اللهم اجعله لنا فرطا واجعله لنا اجرا وذخرا واجعله لنا شافعا ومشفّعا.

ترجمه : (۹۱۶)اورتکبیراولی کے سواکسی دوسری تکبیر میں ہاتھ نہ اٹھائے۔

تشریح : پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھائے کیونکہ یہ تکبیر تحریمہ ہے،اس کے علاوہ تکبیر میں ہاتھ نہ اٹھائے۔

ترجمه : (۹۱۷)اوراگرامام پانچ تکبیریں کہہ دےتواس کی تابعداری نہ کی جائے،اورمختار مذہب کے موافق اس کے سلام کا انتظارکیاجائے۔

تشریح اکثراماموں کےنزدیک جنازے میں چارتکبیریں ہی ہیں،لیکن حدیث میں پانچویں تکبیر کا ثبوت بھی ہے،اس لئے حدیث کی وجہ سےکوئی پانچویں تکبیر کہہ لےتو نماز فاسد نہیں ہوگی،اوراس کی اتباع کر لی تب بھی کوئی حرج نہیں ہےالبتہ مذہب مختار یہ ہےکہ پانچویں تکبیر میں امام کی اتباع نہ کرے بلکہ اس کے سلام کا انتظارکرےاورجب وہ سلام کرےتواس کے ساتھ سلام کرے

وجه : (۱)تکبیر چارہی ہیں اس کے لئے یہ حدیث ہے۔**عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ نعی النجاشی فی الیوم الذی مات فیه وخرج بهم الی المصلی فصف بهم وکبر علیه اربع تکبیرات.** (بخاری شریف،باب التکبیر علی الجنازۃ اربعاص ۱۷۸نمبر۱۳۳۳رمسلم شریف،باب فی التکبیر علی الجنازۃ،ص۳۸۳،نمبر۲۲۰۴/۹۵۱رابوداؤدشریف،باب الصلوۃ علی المسلم یموت فی بلادالمشرک ص۱۰۱نمبر۳۲۰۴)اس حدیث میں ہے کہ چارتکبیر ہیں۔(۲)اس میں بھی ہے۔**عن ابی وائل قال : جمع عمرؓ الناس فاستشار هم فی التکبیر علی الجنازة فقال بعضهم کبر رسول الله ﷺ خمسا و قال : بعضهم کبر سبعا و قال بعضهم أربعا قال : فجمعهم علی أربع تکبیرات کأطول الصلوة.** (مصنف ابن ابی شیبۃ،باب۸۹،ما قالوافی التکبیر علی الجنازۃ من کبرأربعا،ج ثانی،ص۴۹۵،نمبر۱۱۴۴۵)اس عمل صحابی میں ہے کہ صحابہ کرام نے چارتکبیروں پراجماع فرمالیاہے۔(۳) پانچویں تکبیر کا ثبوت ہےاس حدیث میں ہے کہ اس لئے نماز فاسد نہیں ہوگی . **کان زید یعنی ابن ارقم یکبر علی جنائزنا أربعا ، و انه کبر علی جنازة خمسا ، فسألته ، فقال کان رسول الله ﷺ یکبرها .** (ابوداودشریف،باب التکبیر علی الجنازۃ،ص۴۶۷،نمبر۳۱۹۷رترمذی شریف،باب ماجاءفی التکبیر علی الجنازۃ،ص ۲۴۷،نمبر۱۰۲۳)۔

ترجمه :(۹۱۸)اوردیوانہ اوربچے کے لئے مغفرت نہ کی جائے،[کیونکہ یہ توبخشے ہوئے ہیں]بلکہ یوں کہے:'**اللهم اجعله لنا فرطا، واجعله لنا اجرا و ذخرا، واجعله لنا شافعا و مشفعا**''۔

﴿فصل :﴾

(۹۱۹) السلطان احقُّ بصلوته ثم نائبه ثم القاضی ثم امام الحیّ ثم الولی (۹۲۰) ولمن له حق

ترجمه:اے اللہ اس کو ہمارے لئے پیشگی اجر بنادے،اور اس کو ہمارے لئے ثواب اور خزانہ بنادے،اور اس کو ہمارے لئے ایسا سفارش کرنے والا بنادے جس کی سفارش قبول ہو۔

وجه :اس اثر میں اس کا کچھ حصہ ہے.(١) عن الحسن أنه كان اذا صلى على الطفل قال اللهم اجعله لنا فرطا، اللهم اجعله لنا اجرا ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الدعاء علی الطفل، ج ثالث،ص ۳۴۶،نمبر ۶۶۱۵) اس اثر میں بچے پر دعا پڑھنے کا ثبوت ہے۔(۲) بخاری شریف میں اثر اس طرح ہے . و قال الحسن : يقرأ على الطفل بفاتحة الكتاب و يقول اللهم اجعله لنا سلفا و فرطا و اجرا . (بخاری شریف، باب قرأة فاتحة الکتاب علی الجنازة،ص ۲۱۳،نمبر ۱۳۳۵)اس اثر میں ہے کہ بچے پر دعا کس طرح پڑھے۔

﴿فصل :امامت کا زیادہ حقدار کون ہے﴾

ترجمه : (۹۱۹) نماز جنازہ کے لئے زیادہ حقدار بادشاہ ہے، پھر اس کا نائب، پھر قاضی، پھر مسجد محلّہ کا امام، پھر ولی۔

تشريح :بادشاہ موجود ہو پھر بھی دوسرا آدمی نماز پڑھائے تو اس میں بادشاہ کی توہین ہے۔اس لئے بادشاہ کو نماز پڑھانے کا زیادہ حق ہے۔وہ نہ ہو تو قاضی،اور وہ بھی نہ ہو تو گاؤں کا امام، کیونکہ کہ زندگی میں اس کو اپنی نماز کا امام مانا ہے تو موت کے بعد بھی اپنی نماز کے لئے اسی پر راضی ہوگا۔اور وہ بھی نہ ہو تو اس کا ولی نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ حقدار ہے۔اور ولی میں بھی وراثت میں ولی عصبہ کی ترتیب ہوگی۔البتہ ولی اگر کسی اور کو نماز پڑھانے کی اجازت دے تو دے سکتا ہے۔

وجه : (ا)عن عمران بن حصين قال قال لنا رسول الله ﷺ ان اخاكم النجاشي قد مات فقوموا فصلوا عليه فقمنا فصففنا كما يصف على الميت و صلينا عليه كما يصلى على الميت ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء فی صلوة النبی ﷺ علی النجاشی ص ۲۰۱ نمبر ۱۰۳۹ ربخاری شریف، باب الصلوة علی الجنائز بالمصلی والمسجد ص ۱۷۷ نمبر ۱۳۲۷)اس حدیث سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ حضورؐ سب کے امیر تھے اس لئے آپ نے نجاشی پر نماز جنازہ پڑھی۔(۲) والی اور امیر نماز جنازہ کا زیادہ حقدار ہے اس کی دلیل یہ قول صحابی ہے۔ سمعت ابا حازم يقول انى لشاهد يوم مات الحسن بن على فرأيت الحسين ابن على يقول لسعيد بن العاص ويطعن فى عنقه تقدم فلولا انها سنة ما قدمت و كان بينهم شىء (سنن للبیہقی ، باب من قال الوالی احق بالصلوة علی المیت من الولی ج رابع ص ۴۶،نمبر ۶۸۹۴ رمصنف عبد الرزاق ، باب من اُحق

التقدّم ان يأذن لغيره (۹۲۱) فان صلی غيره اعاد ها ان شاء و لا يعيد معه من صلی مع غيره

بالصلوۃ علی المیت، ج ثالث، ص۳۰۲، نمبر۶۳۹۶) اس اثر میں حضرت حسینؓ حضرت حسنؓ کے ولی تھے۔ لیکن سعید بن عاص کو نماز جنازہ کے لئے آگے بڑھایا۔ کیونکہ وہ اس وقت والی اور امیر تھے۔ اور حضرت حسینؓ نے فرمایا یہ سنت ہے اس لئے والی اور امیر نماز پڑھانے کا ولی سے زیادہ حقدار ہیں۔ (۳) محلے کا امام زیادہ حقدار ہے اس کی یہ قول صحابی ہے۔ **عن علی قال الامام احق من صلی جنازۃ، ذھبت مع ابراھیم الی جنازۃ وھو ولیھا فارسل الی امام الحی فصلی علیھا** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۳۷، ما قالوا فی تقدم الامام علی الجنازۃ، ج ثانی، ص ۴۸۳، نمبر ۱۱۳۰۵/۱۱۳۰۶ر مصنف عبد الرزاق، باب من اُحق بالصلوۃ علی المیت، ج ثالث، ص۳۰۲، نمبر ۶۳۹۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ مسجد کا امام نماز کا حقدار ہے۔ (۴) امام کے بعد ولی نماز جنازہ کا زیادہ حقدار ہے اس کی دلیل یہ قول صحابی ہے۔ **عن عمر انہ قال الولی احق بالصلوۃ علیھا** (مصنف عبد الرزاق، باب من احق بالصلوۃ علی المیت، ج ثالث، ص ۳۰۲ نمبر ۶۴۰۰) اس اثر میں ہے کہ ولی زیادہ حقدار ہے۔

ترجمہ : (۹۲۰) اور جس کو آگے بڑھنے کا حق ہے وہ دوسرے کو اجازت دے سکتا ہے۔

تشریح : جو آدمی میت کی نماز کا زیادہ حقدار ہے وہ کسی دوسرے کو امامت کرنے کی اجازت دے جسکو آگے بڑھنے کا حق نہیں ہے تو جائز ہے۔ کیونکہ اس میں زیادہ حقدار والے کی توہین نہیں ہے، اور اس کی اجازت سے کام ہو رہا ہے۔

وجہ : **سمعت ابا حازم یقول انی لشاھد یوم مات الحسن بن علی فرأیت الحسین ابن علی یقول لسعید بن العاص ویطعن فی عنقہ تقدم فلولا انھا سنۃ ما قدمت وکان بینھم شیء** (سنن للبیھقی، باب من قال الوالی احق بالصلوۃ علی المیت من الولی ج رابع ص ۴۶، نمبر ۶۸۹۴ر مصنف عبد الرزاق، باب من اُحق بالصلوۃ علی المیت، ج ثالث، ص۳۰۲، نمبر ۶۳۹۶) اس عمل صحابی میں حضرت حسینؓ نے حضرت سعید بن العاص کو آگے بڑھایا۔

ترجمہ : (۹۲۱) اور اگر دوسرا نماز پڑھ لے تو حقدار چاہے تو نماز دہراوے اور دوسرے ان کے ساتھ جنہوں نے نماز پڑھ لی ہے وہ نہ دہراویں۔

تشریح : مثلا سلطان کو نماز پڑھانے کا حق تھا، لیکن مسجد کے امام نے نماز پڑھا دی تو سلطان چاہے تو نماز جنازہ دوبارہ پڑھے، کیونکہ حقدار نے نہیں پڑھی ہے، اور جن لوگوں نے ابھی تک نہیں پڑھی ہے وہ بھی سلطان کے ساتھ ہو کر پڑھ سکتا ہے، لیکن جن لوگوں نے امام کے ساتھ ایک مرتبہ پڑھ لی تو اب دوبارہ سلطان کے ساتھ نہ پڑھے، کیونکہ نماز جنازہ ایک ہی مرتبہ فرض ہے۔

وجہ : حضور سلطان تھے، اور انہوں نے نماز نہیں پڑھی تو آپ نے نماز پڑھی۔ **عن ابی ھریرۃ ان اسود رجلا او امرأۃ کان یقیم المسجد فمات ولم یعلم النبی ﷺ بموتہ فذکرہ ذات یوم فقال ما فعل ذلک الانسان قالوا مات یا رسول اللہ قال افلا اذنتمونی فقالوا انہ کان کذا کذا قصتہ قال وفحقروا شانہ قال فدلونی علی قبرہ قال**

(۹۲۲) ومن له ولاية التقدّم فيها احقُّ ممن اوصى له الميت بالصلوة عليه على المفتى به.(۹۲۳) وان دفن بلا صلوة صُلِّيَ على قبره وان لم يغسل مالم يتفسّخ

فاتى قبره فصلى عليه ۔(بخاری شریف، باب الصلوۃ علی القبر بعد ما یدفن،ص۲۱۳،نمبر۱۳۳۷/ابوداؤد شریف، باب الصلوۃ علی القبر،ص۴۶۸،نمبر۳۲۰۳)اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے دوبارہ نماز پڑھی ہے۔

ترجمہ : (۹۲۲) جسکو نماز میں آگے بڑھنے کی ولایت تھی،وہ زیادہ حقدار ہےاس سے جسکے لئے میت نے اس پر نماز پڑھانے کی وصیت کی۔مفتی بہ قول کے مطابق۔

تشریح : مثلا محلے کے امام کو نماز پڑھانے کا حق تھا،لیکن میت نے کسی رشتہ دار کے لئے وصیت کی وہ نماز جنازہ پڑھائے،تو مفتی بہ قول یہ ہے کہ امام کو نماز پڑھانے کا زیادہ حق ہے،جس کے لئے وصیت کی ہے اس کو زیادہ حق نہیں ہے، چنانچہ امام اپنا حق ساقط نہ کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔

وجہ : **عن محارب بن دثار قال ماتت ام المؤمنين اظنها ميمونةؓ فأوصت ان يصلى عليها سعيد بن زيد** ۔(سنن بیہقی، باب من قال الوصی بالصلاۃ علیہ اولی ان کان قد اوصی بھا الیہ، ج رابع،ص۴۶،نمبر۶۸۹۸)اس عمل صحابیہ میں ہے کہ جس کے لئے وصیت کی ہے وہ زیادہ بہتر ہے۔لیکن قاعدے کا تقاضا یہ ہے کہ جسکو شریعت نے حق دیا وہ زیادہ حقدار ہو۔تاہم کوئی بھی نماز پڑھادے گا تو نماز ہوجائے گی۔

ترجمہ : (۹۲۳)اور اگر کوئی بلا نماز کے دفن کیا جائے تو اس کی قبر پر نماز پڑھی جائے گی اگر چہ غسل نہ دیا گیا ہو جب تک نعش پھٹی نہ ہو۔

تشریح : اگر بغیر نماز کے دفن کر دیا گیا ہو تو ہر جگہ کے موسم کے اعتبار سے اندازہ لگایا جائے گا کہ نعش پھٹی ہے یا نہیں،اگر ابھی تک پھٹی نہیں ہوگی تو اس پر نماز پڑھی جائے گی،اور پھٹ گئی ہے تو نہیں پڑھی جائے گی۔

وجہ: ۔(۱)قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کی دلیل یہ حدیث ہے۔**عن ابی هريرة ان اسود رجلا او امرأة كان يقيم المسجد فمات ولم يعلم النبی ﷺ بموته فذكره ذات يوم فقال ما فعل ذلک الانسان قالوا مات يا رسول الله قال افلا اذنتمونی فقالوا انه كان كذا كذا قصته قال وفحقروا شانه قال فدلونی على قبره قال فاتى قبره فصلى عليه** ۔(بخاری شریف، باب الصلوۃ علی القبر بعد ما یدفن،ص۲۱۳،نمبر۱۳۳۷/ابوداؤد شریف، باب الصلوۃ علی القبر،ص۴۶۸،نمبر ۳۲۰۳)اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے ایک عورت کی قبر پر نماز پڑھی ہے۔(۲)اس حدیث سے اندازہ لگتا ہے کہ پھٹنے سے پہلے نماز پڑھے،کیونکہ تین دن میں نماز پڑھی ہے۔**عن ابن عباس أن رسول الله ﷺ صلى على ميت بعد موته بثلاث** ۔(سنن للبیھقی، باب الصلوۃ علی القبر بعد ما یدفن المیت، ج رابع،ص۷۵،نمبر۷۰۰۳)اس حدیث میں ہے کہ تین دن کے بعد حضورؐ

(۹۲۴) واذا اجتمعت الجنائز فالافراد بالصلوة لكل منها اولى ويقدم الافضل فالافضل(۹۲۵) وان اجتمعن وصُلِّيَ عليها مرة جعلها صفا طويلا يلى القبلة بحيث يكون صدر كل قدّام الامام وراعى الترتيب فيجعل الرجال مما يلى الامام ثم الصبيان بعدهم ثم الخناثى ثم النساء (۹۲۶) ولو دفنوا

نے نماز ہ پڑھی۔(۳) اس عمل صحابی میں بھی ہے ۔ توفى عاصم بن عمر وابن عمر غائب فقدم بعد ذلك قال ايوب احسبه قال بثلاث قال فقال ارونی قبر اخى فاروه فصلى عليه . (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۶۲، فی المیت یصلی علیہ بعد دفن من فعلہ، ج ثالث، ص ۴۴، نمبر ۱۱۹۳۹ رسنن للبیھقی ، باب الصلوۃ علی القبر بعد ما یدفن المیت، ج رابع، ص ۸۱، نمبر ۷۰۲۵) اس اثر میں تین دن کا اشارہ ہے۔

ترجمه : (۹۲۴) اور جب زیادہ جنازے جمع ہو جائیں تو ہر ایک کے لئے علیحدہ نماز پڑھنا اولی ہے۔ اور افضل فالافضل مقدم کئے جائیں۔

تشريح : مثلا دس جنازے جمع ہو گئے تو بہتر یہ ہر ایک کے لئے الگ الگ نماز پڑھے، اور پہلے افضل کی نماز پڑھے، مثلا مرد کی پہلے پڑھے پھر بچے کی پھر عورت کی نماز پڑھے، یا جو زیادہ بزرگ ہو اس کی نماز پہلے پڑھے۔

ترجمه : (۹۲۵) اور اگر بہت سے جمع ہو جائیں اور اس پر ایک نماز پڑھنی ہو تو سب کی ایک لمبی صف قبلہ کی جانب اس طرح کی جائے کہ ہر ایک کا سینہ امام سے آگے رہے۔ اور اس میں اس طرح ترتیب کی رعایت کی جاوے کہ امام کے متصل مرد رکھے جائیں، پھر بچے، پھر خنثی، پھر عورتیں رکھیں جائیں۔

تشريح : اگر مثلا دس جنازے ہوں اور سب پر ایک ہی نماز پڑھنی ہو تو اس کی صورت یہ ہو کہ جو افضل ہے اس کو امام کے سامنے رکھے اس کے بعد اس سے کم افضل کو، اس کے بعد اس سے کم افضل کو۔ اور اگر مرد اور عورت اور بچے ہیں تو مرد کو امام کے سامنے رکھے، پھر بچے کو رکھے، پھر عورت کو رکھے، تا کہ امام سے عورت دور ہو۔

وجه : عن ابن عباس قال اتى بهم رسول الله ﷺ يوم احد فجعل يصلى على عشرة عشرة و حمزة هو كما هو يرفعون و هو كما هو موضوع ۔(ابن ماجۃ شریف، باب ما جاء فی الصلاۃ علی الشہداء ودفنھم ،ص ۲۱۶، نمبر ۱۵۱۳) اس حدیث میں ہے کہ حضرت حمزہ افضل تھے انکو حضورؐ نے بار بار اپنے سامنے رکھا۔

ترجمه : (۹۲۶) اور اگر ایک ہی قبر میں دفن کرنا ہو تو اس کا الٹا رکھے۔

تشريح : اگر مرد اور عورت اور بچوں کے جنازے ہوں اور ایک ہی قبر میں سب کو دفن کرنا ہو تو قبلے کی جانب پہلے مرد کو رکھے، پھر بچوں کو رکھے، پھر عورت کو رکھے۔ یہ مطلب ہے, وضعوا على عكس هذا، کا۔ اور کی حدیث میں اس کا ثبوت گزر چکا ہے۔

بقبر واحد وضعوا على عكس هذا (۹۲۷) ولا يقتدى بالامام من وجده بين تكبيرتين بل ينتظر تكبير الامام فيدخل معه ويوافقه فى دعائه ثم يقضى ما فاته قبل رفع الجنازة

وجه : اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ان جابر بن عبد اللهؓ اخبره ان رسول الله كان يجمع بين الرجلين من قتلى احد فى ثوب واحد ثم يقول ايهم اكثر آخذا للقرآن فاذا اشير له الى احد قدمه فى اللحد ۔(بخاری شریف، باب من قتل من المسلمین یوم احد، ص ۶۹۱، نمبر ۴۰۷۹/ابن ماجۃ شریف، باب ماجاء فی الصلاۃ علی الشہداء ودفنھم، ص ۲۱۶، نمبر ۱۵۱۳) اس حدیث میں افضل کو آگے رکھا۔

ترجمه : (۹۲۷) اوراس امام کی اقتداء نہ کرے جس کو دو تکبیر کے درمیان پائے بلکہ امام کی اگلی تکبیر کا انتظار کرے اوراس کے ساتھ داخل ہو اوراس کی دعاء میں اتباع کرے، پھر جو فوت ہو گیا اس کی قضا کرے جنازہ اٹھنے سے پہلے۔

تشریح : یہاں دو صورتیں ہیں [۱] اگر امام نے تکبیر تحریمہ کہہ چکا ہو، اوراگلی تکبیر ابھی نہیں کہی ہو اور کوئی آدمی آیا تو فوراً تکبیر کہہ کر نماز میں شریک ہو جائے، اس وقت اگلی تکبیر کا انتظار نہ کرے۔[۲] دوسری صورت یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد دو تکبیروں کے درمیان آدمی آیا تو، مثلا درود شریف پڑھ رہے تھے کہ آدمی آیا تو ابھی تکبیر کہہ کر شامل نہ ہو، بلکہ اگلی تکبیر [یعنی دعا کی تکبیر] کا انتظار کرے، اور جب امام دعا کی تکبیر کہے تب یہ آدمی تکبیر کہہ کر نماز میں شامل ہو۔اور جب امام دعا پڑھے تو یہ بھی دعا پڑھے اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی باقی تکبیر اور نماز پوری کرے، بشرطیکہ جنازہ وہاں موجود ہو۔

وجه : (۱) اسکی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ جنازے کی چار تکبیریں گویا کہ چار رکعتیں ہیں، اور دو تکبیریں چھوٹ گئیں تو گویا کہ دو رکعتیں چھوٹ گئیں، اور یہ آدمی مسبوق ہو گیا، اور مسبوق کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ پہلی رکعت شروع نہیں کرتا بلکہ امام جس رکعت میں ہوتا ہے اسی رکعت میں شامل ہوتا ہے ، اس مثال میں امام دوسری تکبیر، یعنی دوسری رکعت میں ہے اسلئے تیسری رکعت شروع کرنے کا انتظار کرے تا کہ زید تیسری رکعت میں شامل ہو سکے، اور پہلی اور دوسری تکبیر امام کے فارغ ہونے کے بعد ادا کرے، کیونکہ مسبوق امام کے سلام پھیرنے کے بعد باقی رکعتیں ادا کرتا ہے، ایسے ہی زید امام کے فارغ ہونے کے بعد باقی تکبیر ادا کرے گا۔تکبیر افتتاح بھی ایک رکعت کے درجے میں ہے اسلئے تکبیر افتتاح بھی پہلے نہیں کرے گا بعد میں ادا کرے گا۔(۲) اثر میں ہے. عن الحارث أنه كان يقول اذا انتهى الرجل الى الجنازة و قد سبق ببعض التكبير لم يكبر حتى يكبر الامام . (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۹۶، فی الرجل ینتھی الی الامام وقد کبر أیدخل معہ أو ینتظر حتی یبتدأ بالتکبیر، ج ثانی، ص ۴۹۹، نمبر ۱۱۴۸۸) اس اثر میں ہے کہ آنے والا آدمی تکبیر نہیں کہے گا جب تک کہ امام اگلی تکبیر نہ کہے۔(۳) اور جنازہ اٹھانے سے پہلے قضا کرے اس کی دلیل یہ قول تابعی ہے۔عن ابراهيم قال اذا فاتتک تكبيرة او تكبيرتان على الجنازة فبادر فكبر ما فاتك قبل ان ترفع ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب، فی الرجل یفوتہ التکبیر علی الجنازۃ یقضیہ ام لا وما ذکر فیہ، ج ثانی، ص ۴۹۸، نمبر ۱۱۴۸۱) اس اثر میں ہے

(٩٢٨) ولا ينتظر تكبير الامام من حضر تحريمه(٩٢٩) ومن حضر بعد التكبيرة الرابعة قبل السلام فاتته الصلوة في الصحيح.(٩٣٠) وتكرة الصلوة عليه في مسجد الجماعة وهو فيه او

کہ جنازہ اٹھنے سے پہلے قضا کرے۔

ترجمه : (۹۲۸) اور جو تحریمہ کے وقت حاضر ہوا وہ امام کی اگلی تکبیر کا انتظار نہ کرے۔

تشریح : یہ اوپر کی پہلی صورت ہے کہ امام تحریمہ کی تکبیر کہہ چکا ہے اس وقت ایک آدمی حاضر ہوا تو یہ اگلی تکبیر کا انتظار نہیں کرے گا بلکہ تکبیر کہہ کر تحریمہ میں شریک ہو جائے گا، کیونکہ ابھی نماز شروع ہی ہوئی ہے، گویا کہ ابھی پہلی رکعت میں ہے اس لئے تکبیر کہہ کر شامل ہو سکتا ہے۔

وجه : عن الحسن في الرجل ينتهي الى الجنازة و هم يصلون عليها قال : يدخل معهم بتكبيرة ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۹۶، فی الرجل ینتھی الی الامام وقد کبرأیدخل معہ أو ینتظر حتی یبتدأ بالتکبیر، ج ثانی، ص ۴۹۹، نمبر ۱۱۴۸۹) اس قول تابعی میں ہے کہ ایک تکبیر افتتاح کہے اور امام کے ساتھ داخل ہو جائے۔نوٹ :۔ یہ سب اختلاف استحباب کا ہے اس لئے درمیان میں بھی داخل ہو جائے گا تو نماز ہو جائے گی۔

ترجمه : (۹۲۹) اور جو چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے حاضر ہو جائے صحیح روایت میں اس کی نماز فوت ہو گئی۔

تشریح : چوتھی تکبیر کے بعد کوئی چیز پڑھنی نہیں ہے، بلکہ فورا سلام ہے اس لئے جو آدمی چوتھی تکبیر کے بعد آیا اسکی رکعت فوت ہو گئی، اس لئے اب وہ شامل نہیں ہو سکتا، اس کی نماز جنازہ فوت ہو گئی۔

ترجمه : (۹۳۰) اور مسجد جماعت میں نماز جنازہ مکروہ ہے، خواہ جنازہ مسجد میں ہو خواہ خارج ہو، اور خواہ بعض لوگ مسجد میں ہوں، مختار روایت میں۔

تشریح : مسجد میں جنازہ پڑھنے کی [۱] ایک شکل یہ ہے کہ جنازہ بھی مسجد میں ہو اور امام اور مقتدی بھی مسجد میں ہوں۔[۲] دوسری شکل یہ ہے کہ میت تو مسجد سے باہر ہو اور امام اور مقتدی مسجد میں ہ ہوں تب بھی نماز جائز نہیں ہے۔ [۳] تیسری شکل یہ ہے کہ میت، اور امام اور کچھ مقتدی مسجد سے باہر ہوں، اور اکثر مقتدی مسجد میں ہوں یہ صورت جائز ہونی چاہئے۔

وجه : (۱) میت مسجد میں رکھی جائے تو ممکن ہے کہ مسجد کے تلویث ہونے کا خطرہ ہو۔اس لئے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔البتہ پڑھ لیا تو ہو جائے گی (۲) حدیث میں ہے۔عن ابی هريرة قال قال رسول الله من صلى على جنازة في المسجد فليس له شيء . (ابن ماجہ شریف، باب ماجاء فی الصلاۃ علی الجنائز فی المسجد، ص ۲۱۶، نمبر ۱۵۱۷؍سنن للبیھقی، باب الصلوۃ علی الجنازۃ فی المسجد ج رابع ص ۸۶، نمبر ۷۰۴۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں نماز پڑھنے سے ثواب نہیں ملے گا (۳)

خارجه وبعض الناس فی المسجد علی المختار

خود مدینہ طیبہ میں نماز جنازہ کے لئے الگ جگہ تھی اسکے لئے حدیث یہ ہے۔ عن ابی ھریرۃؓ أن رسول اللہ ﷺ نعی النجاشی فی الیوم الذی مات فیہ و خرج بھم الی المصلی فصف بھم و کبر علیہ أربع تکبیرات. (بخاری شریف، باب التکبیر علی الجنازۃ أربعا، ص۲۱۳، نمبر۱۳۳۳) اس حدیث میں ہے کہ نماز جنازہ پڑھنے کے لئے مسجد سے باہر عیدگاہ گئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا اچھا نہیں ہے (۴) قول تابعی میں ہے۔ عن کثیر بن عباس قال : لأعرفن ما صلیت علی جنازۃ فی المسجد . (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۱۶۷، من کرہ الصلاۃ علی الجنازۃ فی المسجد، ج ثالث، ص ۴۷، نمبر ۱۱۹۷۲ / مصنف عبد الرزاق، باب الصلاۃ علی الجنازۃ فی المسجد، ج ثالث، ص ۳۴۴، نمبر ۶۶۰۷) اس اثر میں ہے کہ مجھے معلوم ہے کہ کبھی میں نے مسجد میں جنازہ کی نماز نہیں پڑھی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے اچھا نہیں ہے۔

فائدہ: امام شافعیؒ کے یہاں مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ ترمذی شریف میں یہ عبارت ہے۔ و قال الشافعیؒ یصلی علی المیت فی المسجد ، و احتج بھذا الحدیث۔ (ترمذی شریف، باب ما جاء فی الصلاۃ علی المیت فی المسجد، ص ۲۵۰، نمبر ۱۰۳۳) اس عبارت میں ہے کہ امام شافعیؒ کے یہاں مسجد میں جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

وجہ: ان کی دلیل یہ حدیث ہے (۱) عن عائشۃ انھا لما توفی سعد بن ابی وقاص ... فبلغھن ان الناس عابوا ذلک و قالوا ما کانت الجنائز یدخل بھا المسجد فبلغ ذالک عائشۃ فقالت ما اسرع الناس الی ان یعیبوا مالا علم لھم بہ! ،عابوا علینا ان یمر بجنازۃ فی المسجد! وما صلی رسول اللہ علی سھیل بن بیضاء الا فی جوف المسجد. (مسلم شریف، ابواب الجنائز، فصل فی جواز الصلوۃ علی المیت فی المسجد، ص ۳۹۱ نمبر ۹۷۳/۲۲۵۳ / ابو داؤد شریف، باب الصلوۃ علی الجنازۃ فی المسجد، ص ۴۶۶، نمبر ۳۱۹۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔
(۲) عن ھشام بن عروۃ قال رأی أبی الناس یخرجون من المسجد لیصلوا علی الجنازۃ فقال : ما یصنع ھؤلاء ؟ ما صلی علی ابی بکر الا فی المسجد ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الصلاۃ علی الجنازۃ فی المسجد، ج ثالث، ص ۳۴۴، نمبر ۶۶۰۳ / مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۱۶۶، فی الصلاۃ علی المیت فی المسجد من لم یر بہ بأسا، ج ثالث، ص ۴۷، نمبر ۱۱۹۶۶) اس اثر میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی گئی۔

نوٹ: لیکن حدیث کے انداز ہی سے پتہ چلتا ہے کہ عام صحابہ نے مسجد میں میت لانے سے کراہیت کا اظہار فرمایا تھا۔ اور یہی حنفیہ کا مذہب ہے۔ خاص طور پر میت مسجد کے باہر ہو تو کراہیت نہیں ہونی چاہئے، یا بارش وغیرہ کی مجبوری ہو تو بھی کراہیت میں تخفیف ہو جائے گی۔

لغت: مسجد الجماعۃ: جماعت والی مسجد وہ ہے جس میں پنج وقتہ جماعت ہوتی ہو، اور باضابطہ مسجد ہو، دوسری ہے گھر کی مسجد، جو

(٩٣١) ومن استهلّ سُمِّيَ وغسل وصُلِّيَ عليه وان لم يستهلَّ غسل فی المختار اُدرج فی خرقة ودُفن ولم یصل علیه (٩٣٢) کصبی سُبِیَ مع احد ابویه

باضابطہ مسجد نہیں ہے، بلکہ صرف گھر میں نماز کے لئے مصلی ہے اس میں نماز جنازہ جائز ہے۔عید گاہ اور مدرسے میں نماز جنازہ جائز ہوگی، کیونکہ وہاں پنج وقتہ جماعت نہیں ہوتی۔

ترجمہ : (٩٣١) اور جس بچے نے آواز نکالی تو نام رکھا جائے گا اور غسل دیا جائے گا اور اس پر نماز پڑھی جائے گی،۔اور اگر نہ روئے تو مختار مذہب میں غسل دیا جائے اور ایک کپڑے میں لپیٹ دیا جائے اور دفن کر دیا جائے اور اس پر نماز نہ پڑھی جائے۔

تشریح بچہ پیدا ہونے کے بعد کوئی ایسی علامت ظاہر ہو کہ وہ زندہ پیدا ہوا تھا، مثلا روئے، یا حرکت کرے، یا سانس چل رہی ہو، تو وہ زندہ آدمی ہے اس لئے اس کا نام بھی رکھا جائے گا تا کہ قیامت کے دن اس نام سے پکارا جائے، اور اس کو غسل دیا جائے گا اور اس پر نماز بھی پڑھی جائے گی اور اگر زندگی کی کوئی علامت نہیں ہے تو یہ مردہ پیدا ہوا ہے اور گوشت کا لتھڑا ہے اس لئے احترام کے طور پر غسل دیا جائے گا اور تھوڑا سا کفن بھی دیا جائے گا اور دفن بھی کیا جائے گا، البتہ چونکہ زندہ نہیں تھا اس لئے نماز نہیں پڑھی جائے گی

وجہ : (١) حدیث یہ ہے. **عن جابر عن النبی ﷺ قال : الطفل لا یصلی علیه و لا یرث و لا یورث حتی یستهل** . (ترمذی شریف، باب ماجاء فی ترک الصلوۃ علی الطفل حتی یستھل، ص ٢٤٩، نمبر ١٠٣٢/ ابن ماجۃ، باب ماجاء فی الصلاۃ علی الطفل، ص ٢١٥، نمبر ١٥٠٨) اس حدیث میں ہے کہ روئے تو نماز پڑھی جائے ورنہ تو نہیں۔

لغت : استہل : ہلال سے مشتق ہے، نیا چاند نکلنا، یہاں مراد ہے بچے کا رونا، زندگی کی کوئی علامت۔ادرج: درج سے مشتق ہے، لپیٹنا۔خرقۃ: کپڑے کا ٹکڑا۔

ترجمہ : (٩٣٢) جیسے کوئی بچہ اپنے ماں باپ میں سے کسی ایک کے ساتھ قید کیا جائے تو اس پر نماز نہ پڑھی جائے۔

تشریح : قاعدہ یہ ہے [١] کہ بچہ ماں باپ کے تابع ہوتا ہے اور اسی پر اسکے دین کا فیصلہ ہوتا ہے۔اب والدین میں سے ایک کے ساتھ قید ہوا ہے، اور وہ کافر ہے اس لئے اس کے تابع ہو کر بچہ کافر شمار کیا جائے، اور کافر پر نماز جنازہ نہیں ہے اس لئے اس بچے پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔

وجہ :(١) **عن حماد قال : اذا کان الصبی من السبی أو غیرهم بین أبویه ، و هما مشرکان فانه لا یصلی علیه ، و ان لم یکن بین أبویه فانه مسلم اذا مات و هو صبی یصلی علیه ، قال : و قال حماد : اذا ملکت الصبی فهو مسلم** . (مصنف عبد الرزاق، باب الصلاۃ علی الصبی، ج ثالث، ص ٣٥٤، نمبر ٦٦٦١) اس اثر میں ہے کہ ماں باپ کافر ہوں اور قید ہو کر آئے ہوں تو بچے کو اسکے تابع کر کے نماز نہیں پڑھی جائے گی، اور اسی میں ہے کہ تنہا بچہ قید ہوا ہو تو اسلام دار ہونے

(۹۳۳) الا ان یسلّم احدهما او هو او لم یُسب احدهما معه(۹۳۴) وان کان لکافر قریب مسلم

کی وجہ سے مسلمان شمار کیا جائے گا۔ (۲) کافر پر نماز جنازہ نہ پڑھنے کی ممانعت اس آیت میں ہے۔**و لا تصل علیٰ أحد منهم مات أبدا و لا تقم علی قبره انهم کفروا بالله و رسوله و ما توا و هم فاسقون**۔(آیت۸۴،سورۃ التوبۃ ۹)

ترجمه : (۹۳۳) مگر یہ کہ ماں باپ میں سے ایک اسلام لے آئے، یا بچہ خود اسلام لائے، یا والدین میں سے کوئی بچے کے ساتھ قید نہ ہوا ہو۔[تو نماز پڑھی جائے گی]

تشریح : یہاں تین صورتیں ہیں[۱] پہلی صورت ہے کہ ماں باپ میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے تو افضل دین کے تابع بنا کر بچے کو مسلمان سمجھا جائے گا، اور نماز پڑھی جائے گی۔[۲] دوسری صورت یہ ہے کہ بچہ سمجھدار ہو اور وہ خود مسلمان ہو جائے تو اس پر نماز پڑھی جائے گی۔[۳] تیسری صورت یہ ہے کہ ماں باپ میں سے کوئی قید نہ ہوا ہو تو دار الاسلام ہونے کی وجہ سے بچہ دار الاسلام کے تابع ہو کر مسلمان شمار کیا جائے گا اور نماز پڑھی جائے گی۔

وجه : (۱)اور بچہ خیر الابوین کے تابع ہوتا ہے اسکی دلیل یہ حدیث ہے۔**کان ابن عباسؓ مع أمه من المستضعفین و لم یکن مع ابیه علی دین قومه ، و قال : الاسلام یعلو و لا یعلی** ۔(بخاری شریف، باب اذا أسلم الصبی فمات هل یصلی علیه؟ ،ص ۲۱۶،نمبر ۱۳۵۴) اس حدیث میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے والد حضرت عباسؓ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے وہ کافر تھے بعد میں مسلمان ہوئے، اور اسکی والدہ مسلمان ہو چکی تھیں، تو حدیث میں حضرت ابن عباسؓ کو ماں کے تابع کر کے مستضعفین کہا ۔(۲) بچہ خود مسلمان ہو جائے تو وہ مسلمان سمجھا جائے گا اس کے لئے یہ حدیث ہے۔**عن أنسؓ قال کان غلام یهودی یخدم النبی ﷺ فمرض فأتاه النبی ﷺ یعوده فقعد عند رأسه فقال له : أسلم ، فنظر الی أبیه و هو عنده فقال له أطع أبا القاسم ﷺ فأسلم فخرج النبی ﷺ و هو یقول : الحمد لله الذی أنقذه من النار** .(بخاری شریف، باب اذا أسلم الصبی فمات هل یصلی علیه؟ ،ص ۲۱۶،نمبر ۱۳۵۴) اس حدیث میں یہودی کے بچے نے اسلام لایا تو حضورؐ نے اس کو قبول فرمایا۔(۳)اور تنہا بچہ قید ہو تو وہ دار الاسلام کے تابع ہو کر مسلمان سمجھا جائے گا۔ **قال : و قال حماد : اذا ملکت الصبی فهو مسلم** . (مصنف عبد الرزاق، باب الصلاۃ علی الصبی ، ج ثالث ،ص ۳۵۴،نمبر ۶۶۶۱)اس اثر میں ہے کہ مسلمان آدمی بچے کا مالک ہوا تو بچہ مسلمان شمار کیا جائے گا۔(۴) ہر بچہ اپنی فطرت کے اعتبار سے مسلمان پیدا ہوتا ہے اسکی دلیل یہ حدیث اور آیت ہیں۔ **عن ابا هریرةؓ کان یحدث قال النبی ﷺ ما من مولود الا یولد علی الفطرة ،فأبواه یهودانه أو ینصرانه أو یمجسانه ....ثم یقول ابو هریرة ﴿فطرت الله التی فطر الناس علیها﴾**.(آیت ۳۰، سورۃ الروم ۳۰)۔ (بخاری شریف، باب اذا أسلم الصبی فمات هل یصلی علیه؟ ،ص ۲۱۷،نمبر ۱۳۵۸) اس حدیث میں ہے کہ ہر بچہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے، اور آیت میں بھی اس کا اشارہ ہے۔

غسله کغسل خرقة نجسة و کفّنه فی خرقة والقاه فی حفرة او دفعه اهل ملته(۹۳۵) ولا یصلی علی باغ وقاطع طریق قُتل فی حالة المحاربة (۹۳۶) وقاتل بالخنق غِیلةً ومکابرٍ فی المصر لیلا بالسلاح

ترجمہ : (۹۳۴)اوراگرکسی کافر کا مسلمان رشتہ دار ہو تو اس کو ایک ناپاک کپڑے کی طرح دھولے اور ایک کپڑے میں کفن دے کر اس کو ایک گڑھے میں ڈال دے، یا اس کے اہل ملت کو دے دے۔

تشریح : کافر رشتہ دار کا انتقال ہوا، مثلا باپ کا انتقال ہوا تو چونکہ وہ کافر مرا ہے اس لئے اس پر نماز نہیں پڑھی جائے گی اور اس کو مسلمان کی طرح کفن بھی نہیں دیا جائے گا، اور نہ مسلمان کی طرح غسل دیا جائے گا، البتہ ایک ناپاک کپڑے کی طرح دھولے اور ایک کپڑے میں لپیٹ کر گڑھے میں ڈال دے، یا جو اس کے کافر رشتہ دار ہوں انکو حوالہ کردے۔

وجه :(۱) اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ **عن علیؓ قال قلت للنبی ﷺ ان عمک الشیخ الضال قد مات ، قال : اذهب فوار أباک ثم لا تحدثن شیئا حتی تأتینی . فذهبت فواریته و جئته فأمرنی فاغتسلت و دعا لی .** (ابو داود شریف، باب الرجل یموت لہ قرابۃ مشرک، ص ۴۶۹، نمبر ۳۲۱۴ نسائی شریف، باب مواراۃ المشرک، ص ۲۸۲، نمبر ۲۰۰۸) (۲) کافر کی نماز نہیں پڑھی جائے گی اس کے لئے آیت یہ ہے ۔**و لا تصل علیٰ أحد منهم مات أبدا و لا تقم علی قبره انهم کفروا بالله و رسوله و ما توا و هم فاسقون**۔(آیت ۸۴، سورۃ التوبۃ ۹) اس آیت میں ہے کہ کافر کی نماز نہ پڑھی جائے۔

لغت: ۔خرقۃ: کپڑے کا ٹکڑا۔ حفرۃ: گڑھا۔

ترجمہ : (۹۳۵) بغاوت کرنے والے پر نماز نہیں پڑھی جائے گی، اور ڈاکہ زن جو مقابلے میں مارا جائے اس پر نماز نہیں پڑھی جائے گی۔

تشریح :جس نے حکومت عدل کے خلاف بغاوت کی اور مقابلے کے وقت مارا گیا، یا ڈاکہ زن ڈاکہ زنی کرتے وقت، یا مقابلے کے وقت مارا جائے تو جزرا اور توبیخ کے طور پر اس پر امام نماز نہ پڑھے، باقی دوسرے لوگ پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ وہ مسلمان ہے۔

وجه : (۱)اس حدیث میں حضورؐ نے حد لگائے ہوئے پر نماز نہیں پڑھی ۔**عن جابر بن عبد الله ان رجلا من اسلم جاء الی رسول الله.....فادرک فرجم حتی مات فقال له النبی ﷺ خیرا و لم یصل علیه** ۔(ابوداود شریف، باب رجم ماعز بن مالک، ص ۶۲۳، نمبر ۴۴۳۰)

ترجمہ : (۹۳۶)اور فریب سے گلا گھونٹ کر مارنے والے پر، اور رات میں شہر میں ہتھیار سے لڑائی کرنے والے پر، اور تعصب کے مقتول پر نماز نہ پڑھی جاوے۔ ہاں غسل دیئے جائیں۔

تشریح :فریب اور دھوکا دیکر لوگوں کا گلا گھونٹ کر مارتا ہے، یا رات میں شہر میں ہتھیار سے لوگوں کو مارتا ہے، یا قومی تعصب میں

ومقتول عصبيّة وان غسلوا (۹۳۷) وقاتل نفسه يغسل ويصلی عليه لا علی قاتل احد ابويه عمدا.

﴿فصل : (فی حملها و دفنها﴾

(۹۳۸) يّسنُّ لحملها اربعة رجال

لڑائی کررہا ہے اور مارا گیا، توان لوگوں پر بھی جزروتوبیخ کے طور نماز نہ پڑھے، البتہ غسل دیا جائے گا۔ دلیل اوپر کی حضرت ماعزؓ والی حدیث ہے۔ **حدثنی جابر بن سمرة قال مرض رجل ....فانطلق الی النبی ﷺ فاخبره انه قد مات قال و ما يدريک ؟ قال رأيته ينحر نفسه بمشاقص معه قال انت رأيته قال نعم قال اذا لا اصلی عليه۔** (ابوداود شریف، باب الامام لا یصلی علی من قتل نفسہ، ص ۴۶۵، نمبر ۳۱۸۵) اس حدیث میں ہے کہ جس نے خود کو قتل کیا اس پر نماز نہیں پڑھی۔

لغت : باغ: بغاوة سے مشتق ہے، بغاوت کرنا۔ قطاع الطریق: راستہ کاٹنے والا، مراد ہے ڈاکہ زن۔ محاربۃ: جنگ، مقابلہ کرتے ہوئے۔ الخنق: گلا گھونٹنا۔ غیلۃ: اچانک ہلاکت۔ مکابر: کبر سے مشتق ہے جو شہر میں رات میں قتال کرتا ہو۔ عصبیۃ: تعصب کے طور پر۔

ترجمہ : (۹۳۷) اپنے آپ کو قتل کرنے والے کو غسل دیا جائے گا، اور اس پر نماز پڑھی جائے گی لیکن اپنے والدین میں سے کسی ایک کو جان کر قتل کرنے والے پر نماز نہیں پڑھی جائے گی۔

تشریح : اپنے آپ کو قتل کرنے والا گنہگار ہے لیکن ظالم نہیں ہے اور، مسلمان ہے اس لئے نماز پڑھی جائے گی۔ اور والدین کو قتل کرنے والا ظالم ہے اس لئے اس پر نماز نہیں پڑھی جائے گی۔

﴿فصل: جنازہ اٹھانے اور دفن کے بیان میں﴾

ترجمہ : (۹۳۸) جنازہ کو اٹھانے کے لئے چار مرد مسنون ہیں۔

تشریح : جنازہ جس چارپائی پر رکھا جاتا ہے اس کا چار کونہ ہوتا ہے اس لئے چار آدمی اٹھائیں گے تو چاروں کونہ برابر ہوں گے، اس لئے چار آدمی مسنون ہے، اس سے زیادہ ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

وجہ : (۱) اس حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔ **قال عبد الله بن مسعود من اتبع جنازة فليحمل بجوانب السرير كلها فانه من السنة ثم ان شاء فليتطوع و ان شاء فليدع** (ابن ماجہ شریف، باب ما جاء فی شهود الجنائز ص ۲۱۱، نمبر ۱۴۷۸) اس حدیث میں ہے کہ چاروں پایوں کو پکڑنا چاہئے اس لئے کہ وہ سنت ہے۔ (۲) اور قول صحابی میں ہے۔ **رأيت ابن عمر فی جنازة فحملوا بجوانب السرير الاربع فبدأ بالميامن ثم تنحی عنها** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۶۸، بای جوانب السریر یبدأ فی الحمل، ج ثانی، ص ۴۸۰، نمبر ۱۱۲۷۷ / مصنف عبد الرزاق، باب صفۃ حمل النعش، ج ثالث، ص ۳۳۳، نمبر

(۹۳۹) و ینبغی حملها اربعین خطوة (۹۴۰) یبدأ بمقدّمها الایمن علی یمینه ویمینها ما کان جهة یسار الحامل ثم مؤخرها الایمن علیه ثم مقدمها الایسر علی یساره ثم یختم الایسر علیه. (۹۴۱) ویستحب الاسراع بها بلا خبب وهو ما یؤدّی الی اضطراب المیت

۶۵۴۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ چاروں پایوں کو پکڑنا چاہئے۔

ترجمه : (۹۳۹) اور مناسب ہے کہ چالیس قدم تک اٹھائے۔

تشریح : مناسب یہ ہے کہ جنازے کو کندھا دے تو چالیس قدم تک اس کے ساتھ چلے۔

ترجمه : (۹۴۰) اور شروع کرے جنازے کے اگلے داہنی جانب کو اپنے دائیں مونڈھے پر۔ اور جنازے کا دایاں وہ ہے جو اٹھانے والے کی بائیں جانب ہو۔ پھر جنازے کی پچھلی دائیں جانب اٹھانے والے کے دائیں مونڈھے پر۔ پھر جنازے کی اگلی بائیں جانب کو اپنے بائیں مونڈھے پر، پھر ختم کرے بائیں کو اپنے بائیں پر۔

تشریح [۱] چارپائی کے اگلے حصے جو دائیں جانب ہے اس کو پہلے دائیں کندھے پر اٹھائے، [۲] پھر اسی دائیں جانب کا جو پچھلا حصہ ہے، یعنی پاؤں کی طرف کا جو حصہ ہے اس کو اپنے دائیں کندھے پر اٹھائے [۳] پھر چارپائی کی جو بائیں جانب ہے اس کے اگلے حصے کو اپنے بائیں کندھے پر رکھے۔ [۴] پھر اسکے پچھلے حصے کو اپنے بائیں کندھے پر رکھے اور اٹھانے کو اس طرح ختم کر دے

وجه :(۱) دائیں جانب سے شروع کرنے کی حدیث کئی مرتبہ گزر چکی ہے، اور یہ عمل بھی ہے۔ رأیت ابن عمر فی جنازة فحملوا بجوانب السریر الاربع فبدأ بالمیامن ثم تنحی عنها (مصنف ابن ابی شیبة ۶۸، بای جوانب السریر یبدأ فی الحمل، ج ثانی، ص ۴۸۰، نمبر ۱۱۲۷۷ رمصنف عبد الرزاق، باب صفة حمل النعش، ج ثالث، ص ۳۳۳، نمبر ۶۵۴۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ چاروں پایوں کو پکڑنا چاہئے۔ اور میت کی دائیں جانب سے پکڑنا شروع کرنا چاہئے۔ (۲) چاروں پاؤں کو پکڑنے کا طریقہ اس عمل صحابی میں ہے۔ انه کان مع سعید بن جبیر فی جنازة ، فحمل سعید فبدأبمقدم العود الذی یلی الرأس فجعله علی عاتقه الأیمن ثم رجع الی طرفه الذی یلی الرجل فحمله علی عاتقه الأیسر ، ثم جاء طرفه الذی یلی الرأس فجعله علی عاتقه الأیسر ، ثم انصرف علی یمینه و قال هکذا حمل الجنائز (عبد الرزاق، باب صفة حمل النعش، ج ثالث، ص ۳۳۲، نمبر ۶۵۴۱) اس عمل صحابی میں چاروں پایوں کو پکڑنے کا وہی طریقہ بتایا ہے جو اوپر متن میں گزرا

ترجمه : (۹۴۱) اور مستحب ہے تیز چلنا بغیر جھٹکے ہوئے، اور خبب وہ جو میت کے حرکت کی طرف پہنچائے۔

تشریح : خبب کا ترجمہ ہے دوڑنا، اور بلا خبب: کا ترجمہ ہوگا کہ تیز تو چلے لیکن دوڑے نہیں۔ میت کو قبرستان کی طرف لیجانے میں بہت آہستہ بھی نہ ہو اور بہت زیادہ دوڑنا بھی نہ ہو جس سے میت کو جھٹکا لگے۔ یہ مستحب ہے۔

(۹۴۲) والمشی خلفها افضل من المشی امامها کفضل صلوة الفرض علی النفل. (۹۴۳) ویکره رفع الصوت بالذکر(۹۴۴) والجلوس قبل وضعها

وجه :(۱) جلدی کرنے کے لئے یہ حدیث ہے ۔عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال اسرعوا بالجنازۃ فان تک صالحۃ فخیر تقدمونھا وان تک سوی ذلک فشر تضعونه عن رقابکم۔(بخاری شریف، باب السرعۃ بالجنازۃ، ص ۲۱۰، نمبر ۱۳۱۵) اس حدیث میں ہے کہ جنازے کو تیز لیکر چلے (۲) بہت نہ دوڑے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن ابن مسعود قال سألنا نبینا ﷺ عن المشی مع الجنازۃ فقال مادون الخبب (ابوداؤد شریف، باب الاسراع بالجنازۃ، ص ۴۶۵، نمبر ۳۱۸۴ رترمذی شریف، باب ماجاء فی المشی خلف الجنازۃ، ص ۲۴۴، نمبر ۱۰۱۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنازہ کو تیزی سے قبرستان کی طرف لے جانا چاہئے۔لیکن دوڑنا نہیں چاہئے۔

ترجمہ : (۹۴۲) اور جنازہ کے پیچھے چلنا آگے چلنے سے ایسا افضل ہے جیسے فرض نماز کی نفل پر فضیلت ہے۔

تشریح : جنازے کے پیچھے چلنا زیادہ افضل ہے، جس طرح فرض نماز پڑھنا نفل نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

وجه :(۱) عن ابن مسعود قال سألنا نبینا ﷺ عن المشی مع الجنازۃ فقال مادون الخبب....و الجنازۃ متبوعۃ و لا تتبع ، لیس معھا من تقدمھا (ابوداؤد شریف، باب الاسراع بالجنازۃ، ص ۴۶۵، نمبر ۳۱۸۴ رترمذی شریف، باب ماجاء فی المشی خلف الجنازۃ، ص ۲۴۴، نمبر ۱۰۱۱) اس حدیث میں ہے کہ جنازہ آگے رہے۔(۲) آگے چلنے کی حدیث یہ ہے۔ عن سالم عن ابیه قال رأیت النبی ﷺ و ابا بکر و عمر یمشون امام الجنازۃ۔(ابوداؤد شریف، باب المشی امام الجنازۃ، ص ۴۶۴، نمبر ۳۱۷۹ رترمذی شریف، باب ماجاء فی المشی امام الجنازۃ، ص ۲۴۴، نمبر ۱۰۰۸)

ترجمہ : (۹۴۳)۔اور جنازہ کے ساتھ زور سے ذکر کرنا مکروہ ہے۔

تشریح : زور سے ذکر کرنا مکروہ ہے، البتہ آہستہ آہستہ ذکر کرسکتا ہے۔

وجه : عن قیس بن عباد قال کان اصحاب رسول اللہ ﷺ یکرھون رفع الصوت عند الجنائز و عند القتال و عند الذکر ۔(سنن بیہقی، باب کراہیۃ رفع الصوت فی الجنائز والقدر الذی لا یکرہ منہ، ج رابع، ص ۱۲۴، نمبر ۷۱۸۲) اس حدیث میں ہے کہ زور سے ذکر کرنا مکروہ ہے

ترجمہ : (۹۴۴) اور جنازہ رکھنے سے پہلے بیٹھنا مکروہ ہے۔

وجه: (۱) عن ابی سعید الخدری عن أبیه قال : قال رسول اللہ ﷺ اذا تبعتم الجنازۃ فلا تجلسوا حتی توضع دوسری روایت میں ہے۔ حتی توضع بالارض ۔(ابوداود شریف، باب القیام للجنازۃ، ص ۴۶۴، نمبر ۳۱۷۳ ربخاری شریف، باب من تبع جنازۃ فلا یقعد حتی توضع عن مناکب الرجال، فان قعد أمر بالقیام، ص ۲۱۰، نمبر ۱۳۱۰) اس حدیث میں ہے کہ

(۹۴۵) ویحفر القبر نصف قامة او الی الصدر و ان زید کان حسنا ویلحد و لا یشقّ الا فی ارض

زمین پر رکھنے سے پہلے نہ بیٹھے۔(۲) اس کی دلیل یہ قول صحابی ہے۔ عن ابی هریرة انه لم یکن یقعد حتی یوضع السریر ،و عن ابی سعید قال اذا کنتم فی جنازة فلا تجلسوا حتی یوضع السریر. (مصنف ابن ابی شیبة ۹۹، فی الرجل یکون مع الجنازة من قال لا تجلس حتی یوضع ج ثالث، ص۳، نمبر ۱۱۵۱۰/۱۱۵۱۱) اس سے معلوم ہوا کہ جنازہ کے رکھنے سے پہلے نہیں بیٹھنا چاہئے۔

ترجمہ : (۹۴۵) اور قبر نصف قد یا سینہ برابر کھودی جائے، اور اس سے زیادہ ہو تو اچھا ہے۔ اور بغلی بنائی جائے۔ اور شق نہ بنائی جائے مگر نرم زمین میں۔

تشریح : قبر لحد بنائی جائے، اور اس کو آدمی کے آدھے جسم تک کھودا جائے، یا سینے تک کھودا جائے، اور اس سے بھی زیادہ کھودے تو زیادہ اچھا ہے، اگر نرم زمین ہو تو شق بھی بنا سکتا ہے۔ دونوں جائز ہیں، البتہ حنفیہ کے نزدیک لحد زیادہ اچھا ہے۔

لغت :اللحد : قبر دو طرح سے کھودی جاتی ہے۔ ایک لحد یعنی سیدھی کھود کر پھر دائیں جانب کنارہ کھود کر میت کو رکھنے کی جگہ بنائی جائے اور اس میں میت کو رکھ کر کنارہ پر کچی اینٹ رکھ دی جائے۔ اور دوسری شکل شق کی ہے یعنی سیدھی کھودی جائے اور گہرا کر کے اس میں میت کو رکھا جائے اور اوپر سے لکڑی ڈال کر پاٹ دی جائے۔ دونوں قسم جائز ہے۔ اور مٹی کی حالت دیکھ کر قبر کھودی جاتی ہے۔ البتہ لحد زیادہ بہتر ہے اور اس میں خرچ بھی کم ہے۔ البتہ شق بھی جائز ہے۔۔ ہمارے جھارکھنڈ میں شق قبر بنائی جاتی ہے۔

وجہ : (۱) عن هشام بن عامر قال جائت الانصار الی رسول الله یوم احد فقالوا اصابنا قرح و جهد فکیف تأمرنا ؟ قال احفروا و اوسعوا و اجعلوا الرجلین و الثلاثة فی القبر ۔(ابوداود شریف، باب فی تعمق القبر ،ص۴۶۹، نمبر ۳۲۱۵) اس حدیث میں ہے کہ قبر گڑھا کھودو۔(۲) لحد مسنون ہونے کی وجہ یہ حدیث ہے۔ عن ابن عباس قال النبی ﷺ اللحد لنا و الشق لغیرنا ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء فی قول النبی اللحد لنا والشق لغیرنا، ص۳۰۳، نمبر ۱۰۴۵/ ابوداود شریف، باب فی اللحد ج ثانی ص۱۰۲ نمبر ۳۲۰۸) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ لحد مسنون ہے۔(۳) دوسری میں حدیث ہے۔ ان سعد بن وقاص قال فی مرضه الذی هلک فیه الحدوا لی لحدا و انصبوا علی اللبن نصبا کما صنع برسول الله ﷺ ۔(مسلم شریف، کتاب الجنائز، فصل فی استحباب اللحد ،ص۳۱۱ نمبر ۹۶۶/۲۲۴۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لحد زیادہ بہتر ہے اور سنت ہے۔(۴) شق قبر بھی جائز ہے اسکی دلیل یہ حدیث ہے۔عن أنس بن مالک ؓ قال : لما توفی النبی ﷺ کان بالمدینة رجل یلحد و آخر یضرح فقالوا نستخیر ربنا و نبعث الیهما فأیهما سبق ترکناه فأرسل الیهما فسبق صاحب اللحد فلحدوا للنبی ﷺ ۔(ابن ماجة شریف، باب ما جاء فی الشق ،ص۲۲۲، نمبر ۱۵۵۷) اس حدیث میں ہے کہ مدینہ طیبہ میں شق کا طریقہ بھی رائج تھا، جس سے معلوم ہوا کہ شق بھی جائز ہے، البتہ بہتر لحد ہے۔

رخوة (۹۴۶) ویدخل المیت من جهة القبلة (۹۴۷) ویقول واضعه بسم الله وعلی ملة رسول الله صلی الله علیه وسلم(۹۴۸) ویوجّه الی القبلة علی جنبه الایمن

ترجمه : (۹۴۶) میت کوقبر میں قبلے کی جانب سے داخل کی جائے۔

تشریح : میت کوقبر میں داخل کرنے کی دوشکلیں ہیں (۱) ایک یہ کہ میت کوقبر کے قبلہ کی جانب رکھی جائے اور وہاں سے قبر میں داخل کرے۔یہی حنفیہ کے یہاں مستحب ہے۔(۲) اور دوسری شکل یہ ہے کہ میت کوقبر کی پا تانے کی طرف رکھی جائے اور وہاں سے سر کا کر قبر میں داخل کیا جائے۔

وجه: (۱)عن ابن عباس ان النبی ﷺ دخل قبرا لیلا فاسرج لی سراج فاخذه من قبل القبلة. (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الدفن باللیل ص۲۰۴ نمبر ۱۰۵۷/ابن ماجۃ شریف، باب ماجاء فی ادخال المیت القبر ،ص ۲۲۱ ،نمبر ۱۵۵۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبلہ کی جانب سے میت کوقبر میں داخل کیا جائے۔

ترجمه : (۹۴۷) اور رکھنے والا ''بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ ﷺ'' کہے۔

وجه: (۱) عن ابن عمر ان النبی ﷺ اذا ادخل المیت القبر.... قال مرة بسم الله وبالله و علی ملة رسول الله وقال مرة وباسم الله و بالله وعلی سنه رسول الله ﷺ ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء مایقول اذا ادخل المیت قبر،ص ۲۰۲ نمبر ۱۰۴۶/ابوداؤد شریف، باب فی الدعاء للمیت اذا وضع فی قبرہ ج ثانی ص ۱۰۲ نمبر ۳۲۱۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبر میں رکھنے والا بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ پڑھے۔

ترجمه : (۹۴۸) اور داہنے پہلو پر قبلہ کی طرف متوجہ کیا جائے

وجه: (۱) زندگی میں قبلہ کی طرف نماز پڑھتا رہا اب موت کے بعد بھی قبلہ ہی کی طرف چہرہ ہو (۲) حدیث یہ ہے۔ان رجلا سأله فقال یا رسول الله ﷺ ما الکبائر ؟ قال هن تسع فذکر معناه وزاد وعقوق الوالدین المسلمین واستحلال البیت الحرام قبلتکم احیاء و امواتا. (ابوداؤد شریف، باب ماجاء فی التشدید فی اکل مال الیتیم ج ثانی ص ۴۱ نمبر ۲۸۷۵/سنن للبیہقی ،باب ماجاء فی استقبال القبلۃ بالموتی، ج ثالث ،ص ۵۷۳ ،نمبر ۶۷۲۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کو بھی قبلہ کی طرف لٹایا جائے۔(۳) زندگی میں سوتے وقت یہ مستحب تھا کہ دائیں کروٹ ہوکر قبلہ کی طرف منہ کرکے سوئے اب موت کے بعد ہمیشہ کے لئے سونا ہے تو اس میں بھی قبلہ ہی کی طرف منہ کرکے سوئے، حدیث یہ ہے۔ عن البراء بن عازب قال : قال لی النبی ﷺ اذا أتیت مضجعک فتوضأ وضوئک للصلاة ثم اضطجع علی شقک الأیمن ثم قل۔ (بخاری شریف، باب فضل من بات علی الوضوء، ص ۴۵ ،نمبر ۲۴۷/مسلم شریف، باب الدعاء عند النوم، ص ۱۱۷۷، نمبر ۶۸۸۲/۲۷۱۰) اس حدیث میں ہے کہ دائیں پہلو پر سوئے، چونکہ زندگی میں یہ بہتر ہے اسلئے مرنے کے بعد بھی یہی بہتر ہوگا۔

(۹۴۹) وتُحلّ العقد(۹۵۰) ویسوّی اللبن علیه والقصب وکره الآجرّ والخشب

ترجمہ :(۹۴۹)اور گرہیں کھول دی جائیں۔

تشریح:کفن دیتے وقت کھلنے کا خطرہ ہوتو گرہ لگانے کے لئے کہا تھا۔اب قبر میں میت کولٹانے کے بعد کفن کے گرہ کھول دے، اس لئے کہ اب کفن کھلنے کا خطرہ نہیں رہا۔

وجہ: (۱)اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔حدثنا مولاہ معقل بن یسار لما وضع رسول اللہ ﷺ نعیم بن مسعود فی القبر نزع الأخلة بفیہ ۔(نمبر۶۷۱۴)مات ابن لسمرة و ذکر الحدیث قال : فقال : انطلق به الی حفرته فاذا وضعته فی لحده فقل بسم الله و علی سنة رسول الله ﷺ ثم أطلق عقد رأسه و عقد رجلیه ۔(سنن بیہقی ، باب عقد الاکفان عند خوف الانتشار وحلہا اذا أدخلوہ القبر ، ج ثالث ،ص ۵۷۱،نمبر۶۷۱۵)اس حدیث میں ہے کہ گرہ کھول دے۔(۳)اس قول تابعی ہے۔عن ابراهیم قال اذا ادخل المیت القبر حل عنه العقد کلها (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۲۰، ما قالوا فی حل العقد عن المیت، ج ثالث ،ص ۱۷،نمبر۱۱۶۲۹)اس اثر سے معلوم ہوا کہ کفن کی گرہ کھول دی جائے۔

ترجمہ : (۹۵۰) قبر پر برابر رکھ دئے جائیں کچی اینٹ اور بانس۔اور مکروہ ہے پختہ اینٹ،اور لکڑی۔

تشریح : قبر بوسیدہ ہونے کے لئے ہے،اور بوسیدہ قبر پر رحمت زیادہ اترتی ہے قبر کے اندر کچی اینٹ اور بانس سے منہ پاٹ دیا جائے ،اور اعلی قسم کی مضبوط سے پاٹنا یا پکی اینٹ سے پاٹنا مکروہ ہے، کیونکہ اس سے قبر کو مضبوط کرنا ہے۔

وجہ: (۱) کچی اینٹ ڈالنے کی حدیث یہ ہے۔ ان سعد بن ابی وقاص قال فی مرضه الذی هلک فیه الحدوا لی لحدا وانصبوا علی اللبن نصبا کما صنع برسول الله ﷺ (مسلم شریف، کتاب الجنائز، باب فی اللحد ونصب اللبن علی المیت ص ۳۸۹ نمبر۹۶۶/۲۲۴۰) (۲) قال علی بن ابی طالب ؓ غسلت رسول الله ﷺ .....و لحد رسول الله ﷺ لحدا و نصب علیه اللبن نصبا ۔(مستدرک للحاکم ،کتاب الجنائز ،ج اول ،ص ۵۱۵،نمبر۱۳۳۹)ان حدیثوں میں ہے کہ حضورؐ کی قبر پر کچی اینٹ ڈالی گئی (۳) پکی اینٹ مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن جابر قال نهی رسول الله ﷺ ان یجصص القبر وان یقعد علیه وان یبنی علیه(مسلم شریف، کتاب الجنائز، فصل فی النہی عن تجصیص القبور،ص ۳۸۹،نمبر۹۷۰/۲۲۴۵/ابوداؤد شریف ، باب فی البناء علی القبر ،ص ۴۷۰،نمبر ۳۲۲۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبر پر پکی اینٹ اور تختہ نہ دیا جائے ،اس پر کوئی بنیاد نہ بنائی جائے ،اور نہ چونے گچ سے مضبوط کی جائے (۲)۔عن ابراهیم قال کانوا یستحبون اللبن و یکرهون الآجر ویستحبون القصب ویکرهون الخشب ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۳۷، فی تجصیص القبر والآجر یجعل لہ ج ثالث ص ۲۷،نمبر ۱۱۷۶۹)اس اثر سے بھی مسئلہ کی تائید ہوتی ہے۔

لغت:اللبن : کچی اینٹ ۔الآجر: پکی اینٹ، خشب :لکڑی، القصب : بانس۔

(٩٥١) وان يسجّىٰ قبرها لا قبره (٩٥٢) ويهال التراب ويسنّم القبر ولا يربّع(٩٥٣) ويحرم البناء

ترجمه : (٩٥١) اورعورت کی قبر پر پردہ کیا جاوے، مرد کی قبر پر نہیں۔

تشریح : عورت دنیا میں پردہ کے ساتھ رہا کرتی تھی اس لئے دفن کرتے وقت اس کے قبر پر پردہ کردے تو بہتر ہے تاکہ اجنبی اس کو نہ دیکھے۔ مرد کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ۔سجی قبر کو پردہ کرنا۔

وجه : (١) اس اثر میں اس کا ثبوت ہے ۔عن ام جعفر ان فاطمة بنت رسول الله ﷺ قالت يا اسماء انى قد استقبحت ما يصنع بالنساء انه يطرح على المرأة الثوب فيصفها ....ان هذه الخثعمية تحول بينى و بين ابنة رسول الله ﷺ و قد جعلت لها مثل هودج العروس ؟ ۔(سنن بیہقی، باب ماورد فی النعش للنساء، ج رابع، ص ٥٦، نمبر ٦٩٣٠) اس میں ہے کہ عورت کے لئے ھودج کی پردہ بنایا۔ (٢) اس اثر میں بھی ہے۔عن ابی اسحاق قال شهدت جنازة الحارث فمدوا على قبره ثوبا فكشفه عبد الله بن يزيد قال : انما هو رجل . (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ١١٩، ما قالوا فی مد الثوب علی القبر ، ج ثالث، ص ١٧، نمبر ١١٦٦٣ر مصنف عبد الرزاق، باب ستر الثوب علی القبر ، ج ثالث، ص ٣٢٣، نمبر ٦٥٠٣) اس اثر میں ہے کہ مرد کی قبر کو پردہ نہیں کیا جائے گا۔اور اس کے اشارے سے معلوم ہوا کہ عورت کی قبر کو پردہ کیا جائے گا

ترجمه : (٩٥٢) قبر پر مٹی ڈالی جائے اور کوہان نما بنائی جائے اور چوکور نہ بنائی جائے۔

وجه : (١) عن سفيان التمار ، أنه حدثه أنه رأى قبر النبى ﷺ مسنما. (بخاری شریف، باب ما جاء فی قبر النبی ﷺ وابوبکر وعمر ص ١٨٦ نمبر ١٣٩٠ر مصنف ابن ابی شیبۃ ١٣٠، ما قالوا فی القبر یسنم ج ثالث، ص ٢٣، نمبر ١١٧٣٣) اس اثر میں ہے کہ آپ کی قبر مبارک کوہان نما ہے۔ (٢) قبر اونچی نہ ہو اس کی دلیل یہ حدیث ہے ۔ قال لى على الا ابعثک على ما بعثنى عليه رسول الله ﷺ ان لا تد ع تمثالا الا طمسته ولا قبرا مشرفا الا سويته .(مسلم شریف، کتاب الجنائز، فصل فی طمس التمثال وتسویۃ القبر المشرف ص ٣١٢ نمبر ٢٢٤٣/٩٦٩ر ابو داود شریف، باب فی تسویۃ القبر ، ص ٤٧٠، نمبر ٣٢١٨) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بہت ابھری ہوئی قبر کو نیچی کی جائے۔

لغت: یھال : مٹی ڈالی جائے، یسنم :کوہان نما بنائی جائے۔ یربع : چوکور، زمین کی سطح سے ملی ہوئی۔

ترجمه : (٩٥٣) اور زینت کے لئے اس پر عمارت بنانا حرام ہے۔اور دفن کے بعد مضبوطی کے لئے مکروہ ہے۔

تشریح : یہاں دو باتیں ہیں [١] اگر قبر پر عمارت زینت کے لئے بناتا ہے تو حرام ہے۔ [٢] اور زینت کے لئے نہیں بناتا بلکہ قبر کو مضبوط بنانے کے لئے بناتا ہے تو مکروہ ہے، اس لئے کہ قبر بوسیدہ ہونے کے لئے ہے، اور اس طرح پکی تعمیر ہوتی رہے گی تو لوگوں کو قبر کی جگہ نہیں ملے گی۔

وجه: (١) حدیث میں ہے ۔عن جابر قال نهى رسول الله ﷺ ان يجصص القبر وان يقعد عليه وان يبنى عليه

علیہ للزینة ویکرہ للاحکام بعد الدفن(۹۵۴) ولا بأس بالکتابة علیه لئلا یذهب الاثر ولا یمتهن(۹۵۵) ویکرہ الدفن فی البیوت لاختصاصه بالانبیاء علیهم الصلوة والسلام (۹۵۶) ویکرہ

(مسلم شریف، کتاب الجنائز، فصل فی النہی عن تجصیص القبور، ص ۳۸۹، نمبر ۹۷۰/۲۲۴۵/ابوداؤد شریف، باب فی البناء علی القبر، ص ۴۷۰، نمبر ۳۲۲۵) اس حدیث میں دونوں باتیں ہیں [۱] ایک ہے چونہ اور گچ سے قبر سے مضبوط کرنا، حضورؐ نے اس سے بھی منع فرمایا۔[۲] دوسرا ہے اس پر زینت کے لئے تعمیر کرنا، حضورؐ نے اس سے بھی منع فرمایا۔(۲) ۔قال لی علی ابن ابی طالبؓ الا ابعثک علی ما بعثنی علیه رسول الله ﷺ ان لا تدع تمثالا الا طمسته ولا قبرا مشرفا الا سویته . (مسلم شریف، کتاب الجنائز، فصل فی طمس التمثال وتسویۃ القبر المشرف، ص ۳۸۹، نمبر ۹۶۹/۲۲۴۳/ابوداود شریف، باب فی تسویۃ القبر، ص ۴۷۰، نمبر ۳۲۱۸) اس حدیث میں بھی اونچی قبر سے منع فرمایا ہے۔

ترجمہ : (۹۵۴) اور کوئی حرج کی بات نہیں ہے اس پر لکھنے میں تاکہ اثر نہ چلا جائے اور اہانت نہ کرے۔

تشریح : قبر پر کوئی ایسی علامت رکھے یا کچھ لکھ دے جس سے قبر پہچانا جائے، اور اس کی اہانت نہ کرے اس کی گنجائش ہے، البتہ اس کو ترفع اور بلندی کی چیز بنانا جائز نہیں۔

وجہ : قال المطلب قال الذی یخبرنی ذالک عن رسول الله ﷺ قال کانی انظر الی بیاض ذراعی رسول الله ﷺ حین حسر عنهما ثم حملها فوضعها عند راسه و قال اتعلم بها قبر اخی و ادفن الیه من مات من اهلی ۔(ابوداود شریف، باب فی جمع الموتی فی قبر والقبر یعلم، ص ۴۶۸، نمبر ۳۲۰۶) اس حدیث میں ہے کہ قبر کے پاس علامت رکھی تاکہ پہچانا جائے۔(۲) لیکن زینت کے لئے لکھنا مکروہ ہے، اس کے لئے یہ حدیث ہے. نهی رسول الله ﷺ ان تجصص القبور و ان یکتب علیها و ان یبنی و ان توطأ ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراہیۃ تجصیص القبور والکتابۃ علیہا، ص ۲۵۴، نمبر ۱۰۵۲)

ترجمہ : (۹۵۵) اور گھروں میں دفن کرنا مکروہ ہے، اس لئے کہ یہ انبیاء علیہم السلام کے لئے مخصوص ہے۔

تشریح : گھر میں دفن کرنا ایک قسم کی خصوصیت ہے، اس لئے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے، اس لئے عام لوگوں کو گھر میں دفن کرنا مکروہ ہے۔

وجہ :(۱) عن عمر بن میمون قال جئت و اذا عمر واقف علی حذیفة و عثمان بن حنیف.....و ان لم تأذن فردنی الی مقابر المسلمین ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ماجاء فی خلافۃ عمر بن الخطاب، ج سابع، ص ۴۳۶، نمبر ۳۷۰۴۸) اس قول صحابی میں ہے کہ مجھے عام قبرستان میں لوٹا دو۔ جس سے معلوم ہوا کہ عام لوگوں کے لئے عام قبرستان بہتر ہے۔

الدفن فی الفساقی (۹۵۷) ولا بأس بدفن اکثر من واحد فی قبر للضرورة ویحجز بین کل اثنین بالتراب(۹۵۸) ومن مات فی سفینة وکان البر بعیدا او خیف الضرر غسل وکفّن وصُلی علیه

(۲)انبیاء کی خصوصیت کے لئے یہ حدیث ہے۔عن عائشة قالت لما قبض رسول الله ﷺ اختلفوا فی دفنه فقال ابو بکر سمعت من رسول الله ﷺ شیئا ما نسیته قال ما قبض الله نبیا الا فی الموضع الذی یحب ان یدفن فیه فدفنوه فی موضع فراشه ۔(ترمذی شریف، باب این یدفن الانبیاء،ص ۲۴۶،نمبر ۱۰۱۸)اس حدیث میں ہے کہ حضور گھر میں دفن کئے گئے۔یہ نبی کی خصوصیت ہے۔

ترجمه : (۹۵۶)اور فساقی میں دفن کرنا مکروہ ہے۔

تشــریح :مصنف کے زمانے میں پختہ تعمیر کا گھر ہوتا تھا جس پر گنبد ہوتا تھا،اس میں بہت سے مرد عورتوں کو دفن کرتے تھے جسکو, فساقی، کہتے تھے،عموما مالدار لوگ اس قسم کا تاج محل بناتے تھے۔اس میں مکروہ ہونے کی وجہ یہ ہیں۔

وجه :(۱) یہ پختہ گھر ہوتا ہے،جس سے اوپر حدیث میں منع فرمایا۔[۲] بغیر ضرورت کے صرف ریاء ونمود کے لئے اجتماعی قبر ہوتا ہے،اور عموما مرد اور عورت کی قبر ساتھ ساتھ ہوتی ہے اس لئے یہ مکروہ ہے۔

تــرجـمـه : (۹۵۷)اور کوئی حرج کی بات نہیں ہے ایک قبر میں ایک سے زیادہ دفن کرنے سے ضرورت کے وقت،لیکن ہر دو آدمیوں کے درمیان مٹی حائل کردی جائے۔

تشــریح :عام حالات میں ہر آدمی کے لئے الگ الگ قبر ہو تو زیادہ بہتر ہے،لیکن اگر بہت سے آدمیوں کا ایک ساتھ انتقال ہوا ہے اور ہر ایک کے لئے قبر کھودنا مشکل ہے تو ایک قبر میں دو چار میت رکھ سکتے ہیں،لیکن میت کے درمیان مٹی حائل کردی جائے۔۔ یحجز :حجز سے مشتق ہے،حائل کرنا۔

وجه : (۱)عن هشام بن عامر قال جائت الانصار الی رسول الله یوم احد فقالوا اصابنا قرح و جهد فکیف تأمرنا ؟ قال احفروا و اوسعوا و اجعلوا الرجلین و الثلاثة فی القبر ۔(ابو داود شریف،باب فی تعمق القبر ،ص ۴۶۹، نمبر ۳۲۱۵)اس حدیث میں ہے کہ تین چار شہداء احد کو ایک قبر میں رکھا۔

تــرجـمـه : (۹۵۸) اور کوئی کشتی میں مر جائے اور خشکی وہاں سے دور ہو یا نقصان کا اندیشہ ہو تو غسل دے اور کفن دے اور اس پر نماز پڑھے اور دریا میں چھوڑ دے۔

وجــه : (۱)اگر دریا میں نہیں ڈالے گا تو میت سڑ گل جائے گی اس لئے اس کو دریا میں ڈال دے۔(۲) اس قول تابعی میں ہے ۔عن الحسن البصری انه قال یغسل و یکفن و یصلی علیه و یطرح فی البحر ۔(سنن بیہقی الانسان یموت فی البحر، ج رابع ،ص ۱۰،نمبر ۶۷۷۴)اس قول صحابی میں ہے کہ سمندر میں ڈال دیا جائے گا۔

وأُلقی فی البحر (۹۵۹) ویستحب الدفن فی محل مات به او قتل فان نقل قبل الدفن قدر میل او میلین لا بأس به و کره نقله لاکثر منه (۹۶۰) ولا یجوز نقله بعد دفنه بالاجماع الا ان تکون الارض

ترجمہ : (۹۵۹) اور ہرایک کواس کے مرنے اورقتل کی جگہ دفن کرنا مستحب ہے۔اوردفن سے پہلے ایک دو میل نقل کرنے میں بھی کچھ حرج نہیں۔ہاں اس سے زیادہ نقل کرنا مکروہ ہے۔

تشریح : جہاں انتقال ہوا ہےاس کے آس پاس کےقبرستان میں دفن کرنا مستحب ہے،البتہ ایک دو میل تک منتقل کیا جائے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے،کیونکہ اس میں نعش پھولے پھٹے گی نہیں،اورزیادہ دورتک منتقل کرنے میں نعش پھولے پھٹے گی اوردفن کرنے میں بھی تاخیر ہوگی،جبکہ حدیث میں کہ جلدی دفن کرو،اس لئے مکروہ ہے۔

وجہ : (۱)جلدی دفن کرےاس کے لئے یہ حدیث ہے۔ ان طلحة بن البراء مرض فاتاه النبی ﷺ یعوده فقال انی لا اری طلحة الا قد حدث فیه الموت فأذنونی به و عجلوا ، فانه لا ینبغی لجیفة مسلم ان تحبس بین ظهرانی اهله ۔(ابوداودشریف،باب تعجیل الجنازة وکراهیة حبسها،ص۴۶۲،نمبر۳۱۵۹)اس حدیث میں ہے کہ جنازہ میں جلدی کرے۔(۲)دورتک منتقل کرناممنوع ہےاس کے لئے یہ حدیث ہے۔سمعت جابر بن عبد الله یقول ان رسول الله ﷺ امر بقتلی احد ان یردوا الی مصارعهم و کانوا نقلوا الی المدینة ۔(ابن ماجة شریف،باب ماجاء فی الصلاة علی الشهداء ودفنهم،ص۲۱۶،نمبر۱۵۱۶)اس حدیث میں ہے کہ جس جگہ موت ہوئی ہواسی کے آس پاس دفن کرنا چاہئے۔(۳)اس قول صحابیہ میں بھی ہے۔قالت مات اخ لعائشةؓ بوادی الحبشة فحمل من مکانه فأتیناها نعزیها فقالت ما اجد فی نفسی او یحزننی فی نفسی الا انی وددت انه کان دفن فی مکانه .(سنن بیہقی،باب من کره نقل الموتی من ارض الی ارض،ج رابع،ص۹۴،نمبر۷۲۰۲)(۴)تھوڑی دورتک منتقل کرسکتے ہیں،یا مجبوری کے موقع پرمنتقل کرنا جائز ہےاس کے لئے یہ عمل صحابی ہے۔عن الزهری قال قد حمل سعد بن ابی وقاص من العقیق الی المدینة و حمل اسامة بن زیدؓ من الجرف ۔(سنن بیہقی،باب من لم یری باسا وان کان الاختیار فیما مضٰی،ج رابع،ص۹۵،نمبر۷۲۰۴)اس عمل صحابی میں ہے کہ منتقل کرسکتے ہیں۔

ترجمہ : (۹۶۰)اوردفن کے بعد بالاجماع منتقل کرنا جائز نہیں۔مگرہاں اگرغصب کی زمین ہو یاحق شفعہ سے لے لی جائے[تو بعددفن کے بھی منتقل کرنا جائز ہے]

تشریح : دفن سے پہلے تو ایک جگہ سے دوسری جگہ تک منتقل کرنے کی کچھ گنجائش تھی لیکن دفن کے بعداس کومنتقل کرنے میں لاش کی توہین ہوگی اور بدبو بھی آئے گی اس لئے یہ مجبوری کے بغیر جائز نہیں ہے،ہاں غصب کی زمین دفن کیا ہوتو منتقل کرنے کی گنجائش ہے،یا جس زمین میں دفن کیا تھا حق شفعہ کی وجہ سے وہ دوسروں کی نکلی تو اب یہ زمین وارث کی نہیں رہی اس لئے منتقل کرنے کی

مغصوبة او اخذت بالشفعة(۹٦۱) وان دفن فی قبر حفر لغیره ضمن قیمة الحفر ولا یخرج منه (۹٦۲) و یُنبش لمتاع سقط فیه ولکفن مغصوب ومال مع المیت(۹٦۳) ولا ینبش بوضعه لغیر القبلة او علی یساره .والله اعلم.

مجبوری ہے اس لئے جائز ہوگا۔

وجه : (۱) کسی خاص مجبوری میں منتقل کرنے کی گنجائش ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن جابرؓ قال دفن مع ابی رجل فلم تطب نفسی حتی اخرجته فجعلته فی قبر علی حدة** ۔(بخاری شریف، باب هل یخرج المیت من القبر واللحد لعلة، ص۲۱٦، نمبر۱۳۵۲) اس حدیث میں ہے کہ صحابی نے اپنے باپ کو دوسری قبر میں منتقل کیا۔

ترجمه : (۹٦۱) اور اگر دفن کیا گیا ہو ایسی قبر میں جو دوسرے کے لئے کھودی گئی تھی تو کھودنے کی قیمت کا ضامن ہوگا، اور میت کو اس سے نکالی نہیں جائے گی۔

تشریح : ایسی جگہ دفن کیا گیا تھا جس میں اس میت کو دفن ہونے کا حق تھا، مثلا عام قبرستان میں، لیکن یہ قبر کسی اور کے لئے کھودی گئی تھی تو قبر کھودنے کی اجرت دے دے تاہم لاش کو نہ نکالے، کیونکہ اس میں لاش کی توہین ہے۔

ترجمه : (۹٦۲) اور قبر کھودی جائے گی کسی سامان کی وجہ سے جو اس میں گر جائے، یا غصب شدہ کفن کی وجہ سے، یا میت کے ساتھ مال کی وجہ سے۔

تشریح : یہاں تین مسئلے اس اصول پر ہیں کہ قبر میں کوئی ایسی چیز رہ جائے جو اہم ہو تو اس کی وجہ سے قبر کھود کر وہ چیز نکالی جا سکتی ہے، لیکن کسی استحباب پر عمل نہ ہوا تو اس پر عمل کرنے کے لئے دوبارہ قبر نہیں کھودی جائے گی۔ اب کوئی اہم سامان قبر میں گر گیا ہو، یا میت کے ساتھ کوئی اہم سامان رہ گیا ہو، تو قبر کھود کر نکالا جا سکتا ہے۔ یا غصب کیا ہوا کفن میں کفن دیا گیا ہو تو چونکہ یہ مال دوسرے کا ہے اس لئے اس کے لئے قبر کھود کر کفن بدلا جا سکتا ہے۔ نبش: قبر کھودنا۔

وجه : قبر میں ڈالنے کے بعد نکالا گیا اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن جابر بن عبد اللهؓ قال اتی رسول الله ﷺ عبد الله بن ابی بعد ما ادخل حفرته فأمر به فاخرج فوضعه علی رکبتیه و نفث علیه من ریقه و البسه قمیصه** ۔(بخاری شریف، باب هل یخرج المیت من القبر واللحد لعلة؟ ص۲۱۵، نمبر۱۳۵۰)

ترجمه : (۹٦۳) ہاں اگر غیر قبلہ یا بائیں جانب پر رکھا گیا ہو تو نہ نکالی جاوے۔

تشریح : میت کو قبر میں قبلے کی جانب منہ کر کے نہیں رکھا، یا دائیں جانب کے بجائے بائیں جانب رکھ دیا تو یہ مستحب ہے اس لئے اس پر عمل کرنے کے لئے قبر نہیں کھودی جائے گی۔

﴿فصل : (فی زیارة القبور﴾

(٩٦٤) ندب زیارتها للرجال والنساء علی الاصح

﴿فصل: زیارت قبور کے بیان میں﴾

ترجمه : (٩٦٤) اصح روایت کے موافق مرد وعورت کو زیارت قبور مستحب ہے۔

تشریح : صحیح روایت میں یہ ہے کہ مرد کے لئے بھی اور عورت کے لئے بھی قبر کی زیارت مستحب ہے کیونکہ اس سے آخرت یاد آتی ہے، لیکن عورت کے لئے چار شرطوں کے ساتھ جائز ہے [۱] پردے کے ساتھ ہو [۲] قبر کو سجدہ نہ کرتی ہو اور نہ اس پر چراغ جلاتی ہو اور نہ خرافات کرتی ہو، شریعت میں جتنا کرنے کا ہے اتنا ہی کر کے واپس آجائے [۳] اس پر بلا وجہ نہ روتی ہو [جسکو جزع فزع، کہتے ہیں] [۴] اور چوتھی شرط یہ ہے کہ کبھی کبھار جائے، جوان عورت کے بار بار جانے سے کبھی خواہشات نفس میں مبتلاء ہونے کا خطرہ ہے۔ دل بھر آئے اور خود بخود آنسو نکل آئے تو گناہ نہیں ہے۔ اس کے لئے حدیث ہے۔

وجه : (۱) زیارت کے لئے جانے کی حدیث یہ ہے۔ عن ابن بریدة عن ابیه قال قال رسول الله ﷺ کنت نهیتکم عن زیارة القبور فزوروها ۔ (مسلم شریف، باب استئذان النبی ﷺ ربہ، ص۳۹۲، نمبر ۹۷۶/۲۲۵۸/ ابو داود شریف، باب زیارة القبور، ص۴۷۲، نمبر ۳۲۳۵) اس حدیث میں ہے کہ قبر کی زیارت کیا کرو۔ (۲) عورت بلا وجہ روتی ہو تو ممنوع ہے اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ عن انس بن مالک ؓ قال مر النبی ﷺ بامرأة تبکی عند قبر فقال اتقی الله و اصبری، قالت الیک عنی فانک لم تصب بمصیبتی و لم تعرفه فقیل لها انه النبی ﷺ فأتت باب النبی ﷺ فلم تجد عنده بوابین فقالت لم اعرفک فقال : انما الصبر عند الصدمة الاولی ۔ (بخاری شریف، باب زیارة القبور، ص ۲۰۵، نمبر ۱۲۸۳) اس حدیث میں ہے کہ صبر کے ساتھ رہے۔ (۳) پردے کے ساتھ جائے۔ اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ سمعت عائشة تحدث فقالت ...فجعلت درعی فی رأسی و اختمرت و تقعنت ازاری ثم انطلقت علی اثره .....فقال ان ربک یأمرک ان تأتی اهل البقیع فتستغفر لهم قالت قلت کیف اقول لهم ؟ یا رسول الله ! قال قولی السلام علی اهل الدیار من المومنین و المسلمین و یرحم الله المستقدمین من و المستاخرین و انا ان شاء الله بکم لاحقون ۔ (مسلم شریف، باب مایقال عند دخول القبور والدعاء لاهلها، ص ۳۹۱، نمبر ۹۷۴/۲۲۵۵) اس حدیث میں ہے کہ عورت پردے کے ساتھ قبرستان جائے اور مذکورہ دعا پڑھے۔ (۴) قبر پر چراغ جلاتی ہو یا سجدہ کرتی ہو تو ممنوع ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن ابن عباس قال لعن رسول الله ﷺ زائرات القبور و المتخذین علیها المساجد و السرج ۔ (ابو داود شریف، باب فی زیارة النساء القبور، ص۴۷۲، نمبر ۳۲۳۶) اس حدیث

(۹۶۵) ویستحب قراء ة یٰسٓ لِمَا ورد انه من دخل المقابر وقرأ یٰسٓ خفّف الله عنهم یومئذ وکان له بعدد ما فیها حسنات(۹۶۶) ولا یکره الجلوس للقرائة علی القبر فی المختار(۹۶۷) وکره القعود علی القبور لغیر قراء ة ووطؤها والنوم وقضاء الحاجة علیها

میں ہے کہ ایسی عورت جو قبر پر سجدہ کرتی ہے، اور چراغ جلاتی ہے اس پر لعنت کی۔

ترجمہ : (۹۶۵)اور سورۂ یٰسین شریف پڑھنا بھی مستحب ہے، اس لئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو قبرستان میں داخل ہو کر سورۂ یٰسین پڑھے تو اللہ تعالی اس روز ان سے (عذاب) تخفیف کر دیتا ہے۔ اور بے شمار وہاں کے اموات کے اس کو ثواب ہوگا۔

وجہ : (۱)اس حدیث میں ثبوت ہے کہ مرنے والے کے سامنے سورہ یٰسین پڑھے۔ **عن معقل بن یسار قال قال رسول الله ﷺ اقرؤا ﴿یٰس﴾ علی موتاکم** ۔(ابوداود شریف، باب القرأة عند المیت، ص ۴۵۷، نمبر ۳۱۲۱)اس حدیث میں ہے کہ مرنے والے پر یا مرے ہوئے پر سورۃ یٰس، پڑھو۔ (۲)اس حدیث میں بھی یٰس شریف کی فضلیت ہے۔ **عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ من قرأ یٰس فی لیلة ابتغاء وجه الله غفر له فی تلک الیلة** ۔(دارمی شریف، باب فی فضل یٰس، ج ثانی، ص ۵۴۹، نمبر ۳۴۱۷)

ترجمہ : (۹۶۶)اور مختار روایت میں پڑھنے کے لئے قبر پر بیٹھنا مکروہ نہیں ہے۔

تشریح : خود قبر پر بیٹھنا مکروہ ہے، البتہ قرآن پڑھنے کے لئے قبر کے پاس بیٹھنا مکروہ نہیں ہے۔

وجہ :(۱) اس قول صحابی سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ **عن عبد الرحمن بن العلاء بن اللجاج عن ابیه انه قال لبنیه اذا ادخلتمونی قبری فضعونی فی اللحد و قولوا باسم الله و علی سنة رسول الله ﷺ وسنوا علی التراب سنا و اقرأوا عند رأسی اول البقرة و خاتمها، فانی رأیت ابن عمر یستحب ذالک** ۔(سنن بیہقی، باب ماورد فی قرأة القرآن عند القبر، ج رابع، ص ۹۳، نمبر ۷۰۶۸)اس قول تابعی میں ہے کہ قبر کے سرہانے پر سورہ بقرہ پڑھے۔

ترجمہ :(۹۶۷)اور بغیر قرأت کے قبر پر بیٹھنا، اور اس کو روندنا، اور اس پر سونا، اور قضائے حاجت کرنا مکروہ ہے۔

تشریح :قبر کے پاس قرآن نہ پڑھے بلکہ اس طرح بیٹھے جیسے اس کی پوجا کر رہا ہو تو مکروہ ہے، یا اس کو روندے، اس پر سوئے، یا اس پر پیشاب پیخانہ کرے یہ سب مکروہ ہیں

وجہ : (۱)اس حدیث میں ہے کہ قبر کے اوپر بیٹھنا اور اس کو روندنا مکروہ ہے۔ **عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ لان یجلس احدکم علی جمرة فتحرق ثیابه حتی تخلص الی جلده خیر له من ان یجلس علی قبر** ۔(ابوداود شریف، باب فی کراہیة القعود علی القبر، ص ۴۷۱، نمبر ۳۲۲۸)اس حدیث میں ہے کہ قبر پر نہ بیٹھے۔ (۲)اس حدیث میں ہے کہ قبر پر

(٩٦٨) وقلع الحشيش والشجر من المقبرة ولا بأس بقلع اليابس منهما.

﴿باب احكام الشهيد﴾

بیٹھنا یا اس کی طرف سجدہ کرنا ممنوع ہے۔سمعت ابا مرثد الغنوی یقول قال رسول الله ﷺ لا تجلسوا علی القبر و لا تصلوا الیها ۔(ابوداود شریف، باب فی کراہیۃ القعود علی القبر، ص ۴۷۱، نمبر ۳۲۲۹) اس حدیث میں ہے کہ قبر پر نہ بیٹھے اور نہ اس کی طرف سجدہ کرے۔(۳) اس حدیث میں ہے کہ قبر کو روندنا مکروہ ہے۔عن بشیر مولی رسول الله ﷺ ..... قال بینما انا أماشی رسول الله ﷺ مر بقبور المشرکین فقال لقد سبق ھؤلاء خیرا کثیرا ثلاثا ثم مر بقبور المسلمین فقال لقد ادرک ھؤلاء خیرا کثیرا ثم حانت من رسول الله ﷺ نظرۃ فاذا رجل یمشی فی القبور فقال یا صاحب السبتیتین ! ویحک الق سبتیتیک، فنظر الرجل فلما عرف رسول الله ﷺ خلعھما فرمی بھما (ابوداود شریف، باب المشی بین القبور فی النعل، ص ۴۷۱، نمبر ۳۲۳۰) اس حدیث میں یہ ہے کہ دو قبروں کے درمیان چلے، اور یہ بھی ہے کہ جوتا پہن کر قبر کے اوپر چلنا اچھا نہیں ہے۔

ترجمہ:(۹۶۸) اور قبر سے تر گھاس اور تر درخت اکھاڑنا مکروہ ہے، اور کوئی حرج نہیں ہے دونوں کے خشک کے اکھیڑنے میں

تشریح : تر گھاس اور گیلا درخت تسبیح بیان کرتی ہے اس لئے اس کو نہ کاٹے، اور خشک گھاس میں یہ بات نہیں ہے اس لئے اس کو کاٹ سکتا ہے۔

وجه : عن ابن عباسؓ مر النبی ﷺ علی قبرین ثم اخذ عودا رطبا فکسرہ باثنین ثم غرز کل واحد منھما علی قبر ثم قال لعلہ یخفف عنھما ما لم ییبسا ۔(بخاری شریف، باب عذاب القبر من الغیبۃ والبول، ص ۲۲۱، نمبر ۱۳۷۸) اس حدیث میں ہے کہ تر شاخ جب تک خشک نہ ہو جائے عذاب میں تخفیف ہوگی، لیکن اس سے قبر پر پھول رکھنا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس میں صاحب قبر کی تعظیم ہے، بلکہ مجاور کی تجارت کا فروغ ہے۔

﴿باب، شہید کے احکام کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ: شہید کا تذکرہ اس آیت میں ہے۔ و لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل الله اموات بل أحیاء و لکن لا تشعرون (آیت ۱۵۴، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں شہید کا تذکرہ ہے۔اس شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا جو شہدائے احد کی طرح ہو۔یعنی کافروں نے ظلما قتل کیا ہو یا کافروں سے جنگ میں زخم لگنے کے بعد دنیا سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا ہو اور انتقال ہو گیا ہو۔یا کسی مسلمان نے ہی قتل کیا ہو لیکن اس کے قتل کی وجہ سے دیت، یا عوض مالی یا کوئی معاوضہ بھی نہ لیا جا سکا ہو تا کہ مکمل مظلوم ہو کر مرے۔ایسا

(۹۶۹) الشهید المقتول میّت باجله عندنا اهل السنة.(۹۷۰) والشهید من قتله اهل الحرب او

شہید کامل شہید ہے۔اس کے یہ احکام ہیں جو آگے آرہے ہیں۔

ترجمه :(۹۶۹) ہمارے اہل سنت والجماعت کے نزدیک شہید مقتول اپنی موت سے مرتا ہے۔

تشریح معتزلہ کا عقیدہ تھا کہ ابھی عمر باقی تھی لیکن قاتل نے اس کو مار دیا، اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ موت کا وقت آچکا تھا جس سے وہ مرا ہے، البتہ قتل اس کا ایک سبب ہے، اس لئے دنیا میں قاتل سے قصاص وغیرہ لیا جاتا ہے تاکہ امن عامہ برقرار رہے

وجه :(۱) **و الله یحی و یمیت و الله بما تعملون بصیر** ۔(آیت ۱۵۶،سورۃ آل عمران ۳)اس آیت میں ہے کہ اللہ ہی مارتا ہے۔(۲)**قل لو کنتم فی بیوتکم لبرز الذین کتب علیهم القتل الی مضاجعهم و لیبتلی الله ما فی صدورکم و لیمحص ما فی قلوبکم و الله علیم بذات الصدور** ۔(آیت ۱۵۴،سورۃ آل عمران ۳)اس آیت میں ہے کہ جس پر قتل متعین ہے وہ ضرور موت کی جگہ تک جائے گا۔جس سے معلوم ہوا کہ موت کے وقت ہی قتل ہوتا ہے۔

ترجمه (۹۷۰) شہید وہ ہے جسکو حربی کافر، یا اہل بغاوت، یا ڈاکو، یا گھر میں چور مار ڈالے رات میں چاہے بھاری چیز سے ہو

تشریح : یہاں چھ قسم کے مقتول کا ذکر ہے جو شہدائے کی طرح ہیں، اس لئے اگر غسل کی ضرورت نہ ہوا اور زخم لگنے کے بعد دنیا سے فائدہ نہ اٹھایا ہو تو اس کو غسل نہیں دیا جائے گا اسی خون اور کپڑوں میں نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا جائے گا۔[۱] پہلا وہ مقتول ہے کہ میدان جنگ میں حربیوں نے قتل کیا ہو۔[۲] دوسرا باغیوں نے قتل کیا ہو۔[۳] تیسرا ڈاکوؤں نے قتل کیا ہو۔[۴] رات میں گھر میں چور نے قتل کیا ہو، تو چاہے تلوار اور دھار دار چیز سے قتل کرے، یا کسی بھاری چیز سے مار کر ختم کر دے، یہ سب کامل مظلوم ہیں اس لئے ان کو بغیر غسل کے دفن کیا جائے گا۔

وجه : (۱) حربیوں نے قتل کیا ہو تو وہ شہید ہے، اس کے لئے یہ آیت ہے۔ **و لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل الله اموات بل أحیاء و لکن لا تشعرون** (آیت ۱۵۴،سورۃ البقرۃ ۲)اس آیت میں ہے کہ اللہ کے راستے میں قتل ہوا ہو تو وہ شہید ہے ۔(۲) حربیوں نے قتل کیا ہو تو وہ شہید ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔**عن ابن عباس قال امر رسول الله ﷺ بقتلی احد ان ینزع عنهم الحدید و الجلود و ان یدفنوا بدمائهم و ثیابهم** (ابوداؤد شریف، باب فی الشہید یغسل ج ثانی ص ۹۱ نمبر ۳۱۳۴) شہداء احد کو حربیوں نے قتل کیا تھا۔(۳) باغی نے قتل کیا ہو تو وہ شہید ہے اس کے لئے یہ قول صحابی ہے۔**قال زید بن صوحان یوم الجمل : ارمسونی فی الارض رمسا و لا تغسلوا عنی دما و لا تنزعوا عنی ثوبا الا الخفین فانی محاج احاج** . (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۲۹، فی الرجل یقتل أو یستشهد یدفن کما ھو أو یغسل، ج ثانی، ص ۴۵۷، نمبر ۱۰۹۹۷/ سنن بیہقی، باب ما ورد فی المقتول بسیف اہل البغی، ج رابع، ص ۲۶، نمبر ۶۸۲۴) جنگ جمل میں دونوں طرف صحابہ تھے اسکے باوجود زید ابن صوحان نے کہا کہ مجھے غسل مت دو جس سے معلوم ہوا کہ باغی بھی قتل کرے تو غسل نہیں دیا جائے گا ۔(۴) اس قول صحابی

اهل البغی او قطاع الطریق او اللصوص فی منزله لیلا ولو مثقّل(۹۷۱) او وُجد فی المعرکة وبه اثر او قتله مسلم ظلما عمدا بمحدّد (۹۷۲) وکان مسلما بالغا خالیا عن حیض ونفاس وجنابة

میں بھی ہے۔ عن یحی بن عابس و عن عمار قال ادفنونی فی ثیابی فانی مخاصم ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۲۹، فی الرجل یقتل أو یستشهد یدفن کما ھو أو یغسل، ج ثانی، ص ۴۵۶، نمبر ۱۱۰۰۱ رسنن بیہقی، باب ماورد فی المقتول بسیف اھل البغی، ج رابع، ص ۲۶، نمبر ۶۸۲۳) حضرت عمارؓ نے جنگ جمل میں فرمایا کہ باغی نے مجھے قتل کیا ہے اس لئے میرے کپڑے میں دفن کردو ۔(۵) چور نے قتل کیا ہو تو شہید ہے اس کے لئے یہ . عن عامر فی رجل قتلته اللصوص قال : یدفن فی ثیابه و لا یغسل . (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۲۹، فی الرجل یقتل أو یستشهد یدفن کما ھو أو یغسل، ج ثانی، ص ۴۵۸، نمبر ۱۱۰۰۴ رمصنف عبد الرزاق، باب الصلاۃ علی الشہید وغسلہ، ج ثالث، ص ۳۵۷، نمبر ۶۶۷۷) اس اثر میں ہے کہ چور نے قتل کیا ہو تو غسل نہیں دیا جائے گا، اس لئے ڈاکوؤں نے قتل کیا ہو تو غسل نہیں دیا جائے گا۔

ترجمه : (۹۷۱) یا میدان جنگ میں پایا جائے اور اس پر زخم کا نشان ہو۔ یا مسلمان نے ظلم کرتے ہوئے جان کر دھار دار چیز سے قتل کیا ہو، تو وہ شہید ہے۔

تشریح : [۵] یہ پانچویں قسم ہے کہ میدان جنگ میں مردہ پایا گیا ہو اور اس پر زخم کا نشان ہو تو سمجھا جائے گا کہ ظلما قتل ہوا ہے، اور اگر زخم کا نشان نہ ہو تو ہو سکتا ہے کہ خود ڈر سے مر گیا ہو شہید شمار نہیں کیا جائے گا۔ یا کوئی ایسی علامت ہو جس سے پتہ چلتا ہو کہ ظلما قتل کیا گیا ہے تو شہید شمار ہوگا۔[۶] چھٹی شکل یہ ہے کہ مسلمان نے ہی قتل کیا ہو لیکن دھار دار چیز سے قتل کیا ہو اور ظلم کے طور پر قتل کیا ہو جس سے قصاص لازم آتا ہو دیت لازم نہ آتا ہو تو شہید شمار کیا جائے گا۔

وجه :(۱) قتل مسلمان نے ہی کیا ہے لیکن قتل اس انداز سے کیا ہے کہ اس کی وجہ سے دیت اور مال لازم نہیں آتا ہے بلکہ قصاص لازم آتا ہے۔ اگر دیت اور مال لازم آتا تو دیت لینے کی وجہ سے ظلم میں کمی واقع ہوگئی اس لئے مکمل مظلوم نہیں رہا اور نہ مکمل شہید ہوا اس لئے اس کو غسل دیا جائے گا۔ لیکن اگر دیت لازم نہیں ہوئی ہو تو مال نہ لینے کی وجہ سے مکمل مظلوم ہوا۔ اس لئے اب وہ شہدائے احد کے درجہ میں ہوا اس لئے اس کو غسل نہیں دیا جائیگا۔ (۲) اسکے لئے یہ قول تابعی ہے ۔عن ابی اسحاق أن رجلا من اصحاب عبد الله قتله العدو و قد دفناه فی ثیابه ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۲۹، فی الرجل یقتل أو یستشهد یدفن کما ھو أو یغسل، ج ثانی، ص ۴۵۷، نمبر ۱۰۹۹۵) اس اثر میں ہے کہ دشمن نے ظلما قتل کیا تو غسل نہیں دیا گیا۔

لغت :معرکۃ: میدان جنگ۔ بہ اثر: یہاں اثر سے مراد کوئی کاری زخم ہے، یا کوئی علامت ہے جس سے پتہ چلتا ہو کہ یہ ظلما میدان جنگ میں مارا گیا ہے۔ محدد: حد سے مشتق ہے، دھار دار چیز۔

ترجمه : (۹۷۲) مسلمان ہو اور بالغ ہو تو، حیض و نفاس و جنابت سے خالی ہو۔

(٩٧٣) ولم یرتثّ بعد انقضاء الحرب

تشـــریح : کافر پر نماز ہی کا سوال نہیں ہے اس لئے مسلمان ہو پس اگر بالغ ہے تو ایسا ناپاک نہ ہو جس سے غسل واجب ہو تو غسل نہیں دیا جائے گا، مثلا اگر شہید جنبی ہو یا حیض، یا نفاس کی حالت میں مرا ہو تو حنفیہ کے نزدیک اس کو غسل دیا جائے گا۔ متن میں بالغ کی قید لگائی، کیونکہ اگر بچہ شہید ہوا ہو تو اس کو غسل دیا جائے گا۔

وجہ: (۱)۔حدیث میں ہے **حدثنی یحیی بن عباد بن عبداللہ ... حنظلة بن ابی عامر قال فقال رسول اللہ ان صاحبکم تغسله الملائکة فاسئلوا صاحبته فقالت خرج وھو جنب لما سمع الھائعة فقال رسول اللہ ﷺ لذلک غسلته الملائکة** (سنن للبیھقی، باب الجنب یستشھد فی المعرکة ج رابع ص۲۲، نمبر۶۸۱۴، کتاب الجنائز/ مستدرک حاکم ، ذکر مناقب حنظلة بن عبداللہ، ج ثالث، ص ۲۲۵، نمبر ۴۹۱۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت حنظلہ جنبی تھے اور فرشتوں نے ان کو غسل دیا اسلئے حنفیہ کے نزدیک جنبی شہید کو غسل دیا جائے گا۔(۲) اس قول تابعی میں دو غسل واجب ہونے کا تذکرہ ہے. **عن الحسن قال : اذا مات الجنب قال : یغسل غسلا لجنابته و یغسل غسل المیت و کذالک قوله فی الحائض اذا طھرت ثم ما تت قبل أن تغسل** . (مصنف ابن ابی شیبة، باب ۳۲، فی الجنب والحائض یموتان ما یصنع بھما، ج ثانی، ص ۴۵۹، نمبر ۱۱۰۱۷) اس اثر میں ہے کہ جنبی اور حائضہ اور نفساء پر دو غسل ہیں، ایک جنابت کی وجہ سے اور دوسری موت کی وجہ سے۔اس لئے شہادت کی وجہ سے موت غسل ساقط ہو گیا ہے، لیکن جنابت کا غسل واجب ہو گا۔

ترجمہ : (۹۷۳) اور جنگ کے ختم ہونے کے بعد زیادہ فائدہ نہ اٹھایا ہو۔

تشریح :ارتثاث: کا معنی ہے فائدہ اٹھانا، زخم لگنے کے بعد شہید ہونے والا آدمی ہوش کی حالت میں کھانا نہ کھایا ہو، دوا وغیرہ نہ کی ہو تو وہ کامل مظلوم ہے اس کو غسل نہیں دیا جائے گا، لیکن اگر زخم لگنے اور جنگ ختم ہونے کے بعد دنیا سے فائدہ اٹھایا ہو تو وہ شہداء احد کی طرح کامل مظلوم نہیں ہے اس لئے اس کو غسل دیا جائے گا۔۔ارتثاث: رث سے مشتق ہے، زخمی کو میدان جنگ سے لانا۔

وجہ : (۱) اس کی دلیل یہ قول صحابی ہے۔**عن عمر بن میمون فی قصة قتل عمر حین طعنه قال فطار العلج بالسکین ذات طرفین لا یمر علی احد یمینا و لا شمالا الا طعنه وفی ذلک دلالة علی انه قتل بمحدد ثم غسل و کفن وصلی علیه** (سنن للبیھقی، باب المرتث الخ، ج رابع، ص ۲۵، نمبر ۶۸۲۰) اس اثر میں حضرت عمر کو زخم لگنے کے بعد انہوں نے کھایا پیا ہے، اس لئے ان کو غسل دیا گیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ زخم لگنے کے بعد جس نے دنیا سے فائدہ اٹھایا اس کو غسل دیا جائے گا۔(۲)**عن ابراھیم قال : اذا رفع القتیل دفن فی ثیابه و ان رفع به رمق صنع به ما صنع بغیره** (مصنف ابن ابی شیبة، باب ۲۹، فی الرجل یقتل أو یستشھد یدفن کما ھو أو یغسل، ج ثانی، ص ۴۵۸، نمبر ۱۱۰۰۳)(۳). **عن الحسن و حماد و الحکم عن ابراھیم قال : اذا مات فی المعرکة دفن و نزع ما کان علیه من خف أو نعل ، و اذا رفع**

(۹۷۴) فیکفّن بدمه وثیابه و یصلّٰی علیه بلا غسل(۹۷۵) وینزع عنه ما لیس صالحا للکفن

به رمق ثم مات یصنع به ما یصنع با لمیت . (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۲۹، فی الرجل یقتل أو یستشهد یدفن کما ھو أو یغسل ، ج ثانی، ص ۴۵۸، نمبر ۱۱۰۰۷) ان دونوں اثروں میں ہے کہ میدان جنگ سے زندہ اٹھالیا گیا ہو،[اور فائدہ اٹھایا ہو] تو اور میت کی طرح غسل دیا جائے گا۔

ترجمہ :(۹۷۴) کفن دیا جائے گا اسی خون اور اسی کپڑے میں اور اس پر بغیر غسل کے نماز پڑھی جائے گی[اور دفن کر دیا جائے گا

تشریح : حاصل یہ ہے کہ ظلم کامل کے ساتھ قتل کیا گیا ہو، اور جنبی وغیرہ نہ ہو، اور زخم لگنے کے بعد دنیا سے فائدہ نہ اٹھایا ہو تو وہ دنیا کے اعتبار سے شہید ہے اس کو اسی کپڑے اور خون میں لپیٹا جائے گا اور بغیر غسل دئے اس پر نماز پڑھی جائے گی اور دفن کر دیا جائے گا ۔شہداء احد کے ساتھ ایسا ہی کیا گیا تھا۔

وجہ:(۱) کفن دیا جائے گا اور غسل نہیں دیا جائے گا اس کی دلیل یہ حدیث ہے ۔**عن جابر قال النبی ﷺ ادفنوھم فی دمائھم یعنی یوم احد ولم یغسلھم.** (بخاری شریف، باب من لم یر غسل الشھید ص ۱۷۹ نمبر ۱۳۴۶ /ابوداؤد شریف، باب فی الشھید یغسل ج ثانی ص ۹۱ نمبر ۳۱۳۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا، اور اسی خون میں دفن کیا جائے گا۔(۲) اور اس پر نماز پڑھی جائے گی اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن ابن عباس قال اتی بھم رسول اللہ ﷺ یوم احد فجعل یصلی علی عشرۃ عشرۃ و حمزۃ ھو کما ھو یرفعون وھو کما ھو موضوع.** (ابن ماجہ شریف، باب ماجاء فی الصلوۃ علی الشھداء و دفنھم ص ۲۱۶، نمبر ۱۵۱۳/ سنن للبیھقی ، باب من زعم ان النبی ﷺ صلی علی شھداء احد، ج رابع ص ۱۸، نمبر ۶۸۰۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شہداء احد پر آپؐ نے نماز پڑھی (۳) نماز ترقی درجات کے لئے اور استغفار کے لئے ہے۔ اور یہ بچوں اور نبی کے لئے بھی جائز ہے۔ اس لئے شہید کے لئے بھی کیا جائے (۴) خود بخاری میں اس حدیث میں موجود ہے۔ **عن عقبۃ بن عامر ان النبی ﷺ خرج یوما فصلی علی اھل احد صلواتہ علی المیت ثم انصرف الی المنبر** (بخاری شریف، باب الصلوۃ علی الشھید ص ۱۷۹ نمبر ۱۳۴۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شہید پر نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ مصنف عبدالرزاق، باب الصلوۃ علی الشھید وغسلہ ج ثالث ص ۶۵۳ نمبر ۶۶۶۷/ ۶۶۶۶ میں شہید پر نماز پڑھنے کے بارے میں تفصیل موجود ہے. **فلیراجع !** (۵) **عن عقبة بن عامر الجھنی : أن النبی ﷺ صلی علی قتلی أحد صلاته علی المیت .** (مستدرک حاکم، کتاب الجنائز، ج اول، ص ۵۲۰، نمبر ۱۳۵۲) اس حدیث میں ہے کہ میت پر جس طرح نماز پڑھتے ہیں اسی طرح شہداء احد پر نماز جنازہ پڑھی۔

ترجمہ : (۹۷۵) اور اس سے نکالی جائے گی وہ چیز جو کفن کے قابل نہ ہو، مثلا پوستین اور گودڑی اور ہتھیار اور زرہ۔ اور اس کپڑے میں سنت کفن کے موافق کم وبیش کر دیا جائے۔

كالفرء والحشو والسلاح والدرع ويزاد ويُنقص فی ثیابه (٩٧٦) وکره نزع جمیعها(٩٧٧) ويغسل ان قُتل صبيّا او مجنونا او حائضا او نفساء او جنبا

تشریح: شہید کے جسم پر جو چیزیں کفن کے قابل نہیں ہیں وہ نکال دی جائے گی، اور سنت کفن ہونے میں کمی ہے تو وہ زیادہ کر دیا جائے تاکہ سنت کے موافق کفن ہو جائے۔

وجه: (۱) اس حدیث میں ہے۔ **عن ابن عباس قال امر رسول الله ﷺ بقتلی احد ان ينزع عنهم الحديد والجلود وان يدفنوا بدمائهم و ثيابهم** (ابوداؤد شریف، باب فی الشہید یغسل، ص ۴۵۹، نمبر ۳۱۳۴ / ابن ماجۃ شریف، باب ما جاء فی الصلاۃ علی الشھداء ودفنھم، ص ۲۱۶، نمبر ۱۵۱۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفن کے لائق جو کپڑے یا چیزیں نہ ہوں ان کو نکال دیئے جائیں اور جو کپڑے کفن کے لائق ہوں وہ ان کے ساتھ ہی رکھے جائیں۔ (۲) اگر کفن کم ہو تو زیادہ کیا جائے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن خباب بن الأرت قال هاجرنا مع رسول الله ﷺ في سبيل الله نبتغي وجه الله .....منهم مصعب بن عمير قتل يوم احد فلم يوجد له شيء كفن فيه الا نمرة فكنا اذا وضعناها على رأسه خرجت رجلاه و اذا وضعناها على رجليه خرج رأسه فقال رسول الله ﷺ ضعوها مما يلي رأسه و اجعلوا على رجليه من الاذخر** ۔ (مسلم شریف، باب فی کفن المیت، ص ۳۷۹، نمبر ۹۴۰ / ۲۱۷۷ / ابوداود شریف، باب کراھیۃ المغالاۃ فی الکفن، ص ۴۶۱، نمبر ۳۱۵۵) اس حدیث میں کفن کم تھا بلکہ تھا ہی نہیں تو چادر کفن کے لئے دی گئی۔

لغت: ینزع: نزع سے مشتق ہے، نکال لیا جائے، کھینچ لیا جائے۔ الفرو: چمڑے کا لباس، الحشو: ایسا لباس جس میں روئی بھری ہو، کوٹ وغیرہ، السلاح: ہتھیار۔ الدرع: زرہ۔

ترجمه: (۹۷۶) ہاں اس کے تمام کپڑے نکال ڈالنا مکروہ ہے۔

تشریح: جو کپڑے کفن کے لائق ہیں انکو شہید سے نکالنا مکروہ ہے، کیونکہ وہ انہیں خون آلود کپڑوں کے ساتھ قیامت میں حاضر ہوگا اور محاجہ کرے گا۔

وجه: (۱) **قال زيد بن صوحان يوم الجمل: ارمسوني في الارض رمسا و لا تغسلوا عني دما و لا تنزعوا عني ثوبا الا الخفين فاني محاج احاج** . (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۲۹، فی الرجل یقتل أو یستشھد یدفن کما ھو أو یغسل، ج ثانی، ص ۴۵۷، نمبر ۱۰۹۹۷ / سنن بیہقی، باب ما ورد فی المقتول بسیف اھل البغی، ج رابع، ص ۲۶، نمبر ۶۸۲۴)

ترجمه: (۹۷۷) اور غسل دیا جائے گا اگر بچہ یا دیوانہ یا حائضہ یا نفاس والی یا جنبی قتل کیا جائے۔

تشریح: بچہ اور دیوانہ قتل کیا گیا تو انکو غسل دینے کی بنیاد یہ ہے کہ قتل اسکو پاک کرتا ہے جس پر گناہ ہو اور بچہ اور دیوانہ پر کوئی گناہ نہیں ہے اس لئے انکو پاک نہیں کرے گا، اس لئے انکو غسل دیا جائے گا۔ اور حائضہ اور نفساء اور جنبی کو غسل دینے کی بنیاد یہ ہے کہ ان

(۹۷۸) او ارتثّ بعد انقضاء الحرب بان أكل او شرب او نام او تداوى او مضى وقت الصلوة وهو يعقل او نقل من المعركة لا لخوف وطئ الخيل او اَوْصى او باع او اشترى او تكلّم بكلام

پر غسل فرض ہے اس لئے ان کو غسل دیا جائے گا۔

وجه: (۱)۔حدیث میں ہے حدثنی یحیی بن عباد بن عبدالله ... حنظلة بن ابی عامر قال فقال رسول الله ان صاحبکم تغسله الملائکة فاسئلوا صاحبته فقالت خرج وھو جنب لما سمع الھائعة فقال رسول الله ﷺ لذلک غسلته الملائکة (سنن للبیهقی ، باب الجنب یستشھد فی المعرکة ج رابع ص ۲۲، نمبر ۶۸۱۴، کتاب الجنائز، مستدرک حاکم ، ذکر مناقب حنظلة بن عبدالله، ج ثالث، ص ۲۲۵، نمبر ۴۹۱۷) اس حدیث میں حضرت حنظلہؓ جنبی کو غسل دیا گیا ہے۔(۲) اس اثر میں دو غسل واجب ہونے کا تذکرہ ہے. عن الحسن قال : اذا مات الجنب قال : یغسل غسلا لجنابته و یغسل غسل المیت و کذالک قوله فی الحائض اذا طھرت ثم ما تت قبل أن تغسل . (مصنف ابن ابی شیبة ، باب ۳۲، فی الجنب والحائض یموتان ما یصنع بھما، ج ثانی، ص ۴۵۹، نمبر ۱۱۰۱۷) اس اثر میں ہے کہ جنبی اور حائضہ اور نفساء پر دو غسل ہیں، ایک جنابت کی وجہ سے اور دوسری موت کی وجہ سے۔اس لئے جنابت کا غسل دیا جائے گا۔

ترجمه : (۹۷۸) یا جنگ کے ختم ہو جانے کے بعد فائدہ اٹھایا ہو، مثلا، کھائے پیئے یا سوئے، یا دوا کرے، یا ہوش وحواس کی حالت میں ایک وقت کی نماز کا وقت گذر جائے، یا میدان جنگ سے منتقل کیا جائے بشرطیکہ گھوڑے کے روندنے کا خوف نہ ہو، یا وصیت کرے یا خرید وفروخت کرے، یا زیادہ کلام کرے تو ان سب کو غسل دیا جاوے گا۔

تشریح : رث: کا معنی ہے زخمی کو میدان جنگ سے منتقل کرنا، یہاں ہے زخم لگنے کے بعد فائدہ اٹھانا۔ یہاں ارتثاث کی ۱۰ شکلیں بیان کی ہیں۔اصول یہ ہے کہ ظلم کامل ہو تو غسل نہیں دیا جائے گا، اور زخم لگنے کے بعد ہوش وحواس کی حالت میں دنیا سے کسی قسم کا فائدہ اٹھایا تو ظلم کامل نہ رہا اس لئے اس کو غسل دیا جائے گا، اوپر فائدہ اٹھانے کی دس صورتیں بیان کی ہیں۔ہوش کی حالت میں نماز کا وقت گزر جائے تو اس پر نماز فرض ہو جائے گی، تو گویا کہ اس نے فائدہ اٹھایا۔میدان جنگ سے اس لئے زندہ منتقل کیا کہ گھوڑے زخمی کو روند نہ دے تو یہ ارتثاث نہیں ہے، لیکن راحت اور آرام کے لئے زخمی کو میدان سے منتقل کیا تو یہ بھی ارتثاث ہے اس لئے غسل دیا جائے گا۔باقی صورتیں آسان ہیں۔

وجه : (۱) اس کی دلیل یہ قول صحابی ہے۔عن عمر بن میمون فی قصة قتل عمر حین طعنه قال فطار العلج بالسکین ذات طرفین لا یمر علی احد یمینا ولا شمالا الا طعنه وفی ذلک دلالة علی انه قتل بمحدد ثم غسل و کفن وصلی علیه (سنن للبیهقی ، باب الرتث الخ ، ج رابع ، ص ۲۵، نمبر ۶۸۲۰) اس اثر میں حضرت عمر کو زخم لگنے کے بعد انہوں نے کھایا پیا ہے، اس لئے ان کو غسل دیا گیا۔جس سے معلوم ہوا کہ زخم لگنے کے بعد جس نے دنیا سے فائدہ اٹھایا اس کو غسل

کثیر(۹۷۹) وان وجد ما ذُکر قبل انقضاء الحرب لا یکون مرتثّا (۹۸۰) ویُغسل من قُتل فی

دیا جائے گا۔(۲)عن ابراھیم قال : اذا رفع القتیل دفن فی ثیابہ و ان رفع بہ رمق صنع بہ ما صنع بغیرہ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۲۹، فی الرجل یقتل أو یستشھد یدفن کما ھو أو یغسل، ج ثانی، ص ۴۵۸، نمبر ۱۱۰۰۳)(۳). عن الحسن و حماد و الحکم عن ابراھیم قال : اذا مات فی المعرکۃ دفن و نزع ما کان علیہ من خف أو نعل، و اذا رفع بہ رمق ثم مات یصنع بہ ما یصنع با لمیت . (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۲۹، فی الرجل یقتل أو یستشھد یدفن کما ھو أو یغسل، ج ثانی، ص ۴۵۸، نمبر ۱۱۰۰۷) ان دونوں اثروں میں ہے کہ میدان جنگ سے زندہ اٹھالیا گیا ہو، [اور فائدہ اٹھایا ہو] تو اور میت کی طرح غسل دیا جائے گا۔(۴) بغیر پانی پیئے ہوئے جان دینے کا اثر یہ ہے۔ حدثنی حبیب بن ابی ثابت ان الحارث بن ھشام و عکرمۃ بن ابی جھل و عیاش بن ابی ربیعۃ یوم الیرموک فدعا الحارث بماء یشربہ فنظر الیہ عکرمۃ فقال الحارث : ادفعوا بہ الی عکرمۃ فنظر الیہ عیاش بن ابی ربیعۃ فقال عکرمۃ ادفعوہ الی عیاش فما وصل الی عیاش و لا الی أحد منھم حتی ما توا و ما ذاقوہ . (بیہقی فی شعب الایمان، باب فی الزکوۃ، فصل فیما جاء فی الایثار، ج ثالث، ص ۲۶۰، نمبر ۳۴۸۴) اس اثر میں ہے کہ شہادت میں کمی نہ آجائے اس لئے تینوں میں سے کسی نے پانی نہیں پیا ۔عطاش: پیاسے، کأس: پیالہ۔تدار: دار سے مشتق ہے، گھومانا۔

اصول : مکمل مظلوم مقتول شہید کامل ہے۔

ترجمہ : (۹۷۹) اور اگر ماقبل کی چیزیں جنگ ختم ہونے سے پہلے پائی جائیں تو فائدہ اٹھانے والا نہیں شمار کیا جائے گا۔

تشریح : مثلا ایک آدمی جنگ کے شروع میں زخمی ہوا اس کے بعد کھایا، پیا، سویا، لیکن ابھی جنگ چل ہی رہی تھی کہ اس کا انتقال ہو گیا تو یہ شہید شمار کیا جائے گا، اور کھانا پینا ارتثاث میں شمار نہیں ہوگا۔

وجہ :جنگ ختم ہو جانے کے بعد فائدہ اٹھائے تو اس کو ارتثاث کہتے ہیں لیکن میدان جنگ ختم ہونے سے پہلے جو فائدہ اٹھایا وہ ارتثاث میں شامل نہیں ہے، کیونکہ زخمی ابھی بھی گویا کہ حالت جنگ میں ہے۔

ترجمہ : (۹۸۰) اور غسل دیا جائے گا جو شہر میں قتل کیا گیا ہو اور یہ معلوم نہ ہو کہ دھار دار چیز سے ظلما قتل کیا ہے، یا حد میں یا قصاص میں قتل کیا گیا ہے اور اس پر نماز پڑھی جائے گی۔

تشریح : شہر میں مقتول آدمی پایا گیا اور یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ دھار دار چیز سے ظلما قتل کیا گیا ہے یا نہیں، اور یہ بھی پتہ نہیں ہے کہ حد میں یا قصاص میں قتل کیا گیا ہے یا نہیں، تو ایسے آدمی کو غسل بھی دیا جائے گا اور نماز بھی پڑھی جائے گی۔

وجہ: (۱) کیونکہ جو آدمی شہر میں قتل ہو اور کسی چوراہے پر پایا جائے اور قاتل کا پتہ نہ چلے تو اس محلے والے کے پچاس آدمیوں سے قسم لی جاتی ہے جسکو قسامہ، کہتے ہیں اور اس محلے والے پر دیت واجب کر دی جاتی ہے، اور پہلے گزر چکا ہے کہ جس قتل میں دیت

المصر ولم يعلم انه قُتل ظلما او قُتل بحدّ او قود ويُصلّٰى عليه.

واجب ہوتی ہے اس شہید کو غسل دیا جائے گا۔ کیونکہ ظلم میں کمی واقع ہوگئی۔(٢) **عن سهل بن ابی حثمة و رافع بن خديج ان محيصة ابن مسعود .....فقال رسول الله ﷺ يقسم خمسون منكم على رجل منهم فليدفع برمته** ۔(ابو داود شریف، باب القسامۃ ،ص ۶۳۹ ،نمبر ۴۵۲۰ / بخاری شریف ، باب القسامۃ ،ص ۱۱۸۸،نمبر ۶۸۹۸) اس حدیث میں ہے کہ پچاس آدمیوں سے قسم لی جائے اور محلے والوں پر دیت واجب کردی جائے۔

اصول :جس قتل میں مال واجب ہوتی ہے اس کے ظلم میں کمی آگئی اس لئے غسل دیا جائے گا۔

لغت: محدد: حد سے مشتق ہے، دھاردار چیز۔حد: زناوغیرہ کی حد۔قود: قصاص۔

﴿كتاب الصوم﴾

(۹۸۱) هو الامساک نهارا عن ادخال شیء عمدا او خطأ بطنا او ما له حکم الباطن وعن شهوة

﴿کتاب الصوم﴾

ضروری نوٹ: صوم کے معنی رکنا ہے۔روزہ میں کھانے، پینے اور جماع سے رکنا ہے اس لئے اس کو صوم کہتے ہیں۔روزہ فرض ہونے کی دلیل یہ آیت ہے۔(۱) یا ایها الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ۔(آیت ۱۸۳، سورۃ البقرۃ ۲)(۲) شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن هدی للناس و بینٰت من الهدی و الفرقان فمن شهد منکم الشهر فلیصمه ۔(آیت ۱۸۵، سورۃ البقرۃ ۲)(۳) اور حدیث میں ہے۔ان اعرابیا جاء الی رسول الله ﷺ ... فقال اخبرنی ماذا فرض الله علی من الصیام فقال شهر رمضان الا ان تطوع شیئا (بخاری شریف، کتاب الصوم، باب وجوب صوم رمضان، ص ۲۵۴، نمبر ۱۸۹۱ر مسلم شریف، باب بیان الصلوات التی ھی أحد أرکان الاسلام، ص ۲۷، نمبر ۱۰۰/۱۱) اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان کے روزے فرض ہیں۔

ترجمہ: (۹۸۱) روزہ نام ہے جان بوجھ کر یا بھولے سے دن کے وقت کسی چیز کو پیٹ میں یا جو پیٹ کا حکم رکھتا ہو (جیسے دماغ) داخل کرنے سے اور شرمگاہ کی شہوت سے رکنے کا، (اس شرط پر کہ یہ رکنا) نیت کے ساتھ ہو ایسے شخص کا جو نیت کا اہل ہو۔

تشریح: یہاں سے روزہ کی تعریف، اس کا رکن، اس کی شرطیں اور اس کا حکم بیان کیا جا رہا ہے۔اس عبارت میں روزہ کی تعریف ہے۔کہ روزے کی نیت کی ہو اور کھانے پینے اور جماع سے دن میں رکنے کا نام روزہ ہے، البتہ یہ شرط ہے کہ وہ روزہ کی نیت کرنے کا اہل ہو، چنانچہ کافر روزے کا اہل نہیں ہے اس لئے وہ روزے کی نیت کرے گا تب بھی روزہ نہیں ہوگا۔

وجہ: (۱) کھانے سے رکے اس کے لئے یہ آیت ہے۔و کلوا اشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ثم اتموا الصیام الی اللیل ۔(آیت ۱۸۷، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ دن بھر کھانے سے رکے ۔(۲) جماع سے رکے اس کے لئے یہ آیت ہے۔احل لکم لیلة الصیام الرفث الی نسائکم ۔(آیت ۱۸۷، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ رات میں جماع جائز ہے اور دن میں نہیں۔(۳) جماع سے رکنے کے لئے یہ حدیث بھی ہے۔ان ابا هریرة قال بینما نحن جلوس عند النبی ﷺ اذا جائه رجل فقال یا رسول الله هلکت قال ما لک ؟ قال وقعت علی امراتی و انا صائم فقال رسول الله ﷺ هل تجد رقبة تعتقها ؟ (بخاری شریف، باب اذا جامع فی رمضان ولم یکن لہ شیء فتصدق علیہ فلیکفر، ص ۳۱۱، نمبر ۱۹۳۶) اس حدیث میں ہے کہ دن میں جماع کرے گا تو کفارہ لازم ہوگا، اس لئے شرمگاہ کی شہوت سے بچنا ضروری ہے۔(۴) نیت ضروری ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن حفصة زوج النبی ﷺ

الفرج بنيّة من اهله.(۹۸۲) وسبب وجوب رمضان شهود جزء منه (۹۸۳) وكل يوم منه سببٌ لوجوب ادائه (۹۸۴) وهو فرض اداءً وقضاءً

ان رسول الله ﷺ قال من لم يجمع الصيام قبل الفجر فلا صيام له۔(ابوداود شریف، باب النیۃ فی الصوم،ص ۳۵۵،نمبر ۲۴۵۴رترمذی شریف، باب ماجاء لا صیام لمن لم یعزم من اللیل،ص ۱۸۵،نمبر ۷۳۰)اس میں ہے کہ روزے کی نیت کرے

ترجمہ : (۹۸۲)اور روزۂ رمضان کے واجب ہونے کا سبب رمضان کے جز (یعنی دن) کا آجانا ہے۔

تشریح :رمضان کا روزہ فرض ہونے کا سبب رمضان کا مہینہ پالے یا اس کا کوئی حصہ پالے تو رمضان کا روزہ فرض ہو جائے گا، مثلا کوئی آدمی پندرہ رمضان کو بالغ ہوا تو پندرہ رمضان کے بعد کا روزہ فرض ہوگا، کیونکہ اس سے پہلے کا وقت نہیں پایا۔

وجہ : اس آیت میں ہے کہ جو رمضان کا مہینہ پائے وہ روزہ رکھے۔ فمن شهد منكم الشهر فليصمه ۔(آیت ۱۸۵، سورۃ البقرۃ ۲)

ترجمہ : (۹۸۳)اور رمضان کا ہر دن روزے کی ادائیگی کے وجوب کا سبب ہے۔

تشریح :اس عبارت میں بتلانا چاہتے ہیں کہ رمضان کا مہینہ روزے کا سبب ہے اور اس کا ہر دن اس دن کا روزہ فرض ہونے کے لئے سبب ہے، چنانچہ کوئی کافر پندرہ رمضان کو مسلمان ہوا، یا کوئی بچہ پندرہ رمضان کو بالغ ہوا تو پندرہ کے بعد جو دن ہیں وہ روزہ فرض ہونے کے لئے سبب بنے ہیں اور اس سے پہلے کے دن سبب نہیں بن سکے اس لئے پندرہ کے بعد ہی کا روزہ فرض ہوگا۔ پہلے کا نہیں۔

وجہ : (۱)حدیث میں ہے۔ عطية بن ربيعة الثقفي قال قدم وفدنا من ثقيف على النبي ﷺ فضرب لهم قبة واسلموا فى النصف من رمضان فامرهم رسول الله فصاموا منه ما استقبلوا منه ولم يأمر هم بقضاء ما فاتهم (سنن للبیہقی، باب الرجل یسلم فی خلال شہر رمضان ج رابع ص ۴۴۸،نمبر ۸۳۰۸)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آگے کی قضا کرے ما مضی کی نہیں۔

ترجمہ : (۹۸۴)اور روزہ فرض ہے ادا' اور (اگر ادا نہ ہو سکے تو) قضا کے طور پر۔

تشریح :روزہ اس طرح ہے کہ مثلا رمضان کا وقت ہو تو ادا کرو، اور وقت گزر گیا تو ساقط نہیں ہوگا بلکہ دوسرے وقت میں اس کی قضا کرنی پڑے گی۔

وجہ : (۱)ادا فرض ہونے کی دلیل یہ آیت ہے۔ فمن شهد منكم الشهر فليصمه و من كان مريضا او على سفر فعدة من ايام اخر يريد الله بكم اليسر و لا يريد بكم العسر ۔(آیت ۱۸۵،سورۃ البقرۃ ۲)اس آیت میں ادا اور قضا دونوں واجب ہونے کی دلیل ہے(۲)اس حدیث میں بھی ہے۔ان اعرابيا جاء الى رسول الله ﷺ ... فقال اخبرني ماذا فرض الله على من الصيام فقال شهر رمضان الا ان تطوع شيئا (بخاری شریف، باب وجوب صوم رمضان،

(۹۸۵) علی من اجتمع فيه اربعة اشياء. الاسلام والعقل والبلوغ والعلم بالوجوب لمن اسلم بدار

ص ۳۰۴،نمبر ۱۸۹۱/مسلم شریف، باب بیان الصلوات التی ھی أحد أرکان الاسلام، ص ۲۷،نمبر ۱۰۰/۱۱) اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان کے روزے فرض ہیں۔(۳) قضا کرنے کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن عائشةؓ تقول كان يكون على الصوم من رمضان فما استطيع اناقضيه الا فی شعبان قال یحی الشغل من النبی ﷺ او بالنبی ۔(بخاری شریف، باب متی یقضی رمضان، ص ۳۱۳،نمبر ۱۹۵۰)اس حدیث میں ہے کہ بعد میں رمضان کی قضا کرے۔

ترجمہ :(۹۸۵) ہر اس شخص پر جس میں چار چیزیں جمع ہوں، اسلام، اور عقل، اور بالغ ہونا، اور جو شخص دار الحرب میں اسلام لائے اس کے لئے وجوب کا علم، یا دار الاسلام میں قیام۔

تشریح : روزے کی ادا یا قضا اس پر ہوگی جس میں یہ چار شرطیں پائی جائیں [۱] مسلمان ہو چنانچہ کافر پر روزہ نہ فرض ہے اور نہ اس کی قضا ہے [۲] آدمی عاقل ہو، مجنون پر روزہ نہیں ہے۔[۳] بالغ ہو، بچے پر روزہ نہیں ہے، اگر وہ رکھے گا تو نفلی روزہ ہوگا ۔[۴] مثلا ۲۰۰۹ء میں دار الحرب میں کوئی آدمی مسلمان ہو گیا اور اس کو روزہ فرض ہونے کا علم نہیں تھا تو اس پر پچھلے زمانے کا نہ ادا واجب ہے اور نہ قضا۔ اب ۲۰۱۱ء میں روزہ فرض ہونے کا علم ہوا تو جس وقت سے علم ہوا اس وقت سے روزہ رکھنا فرض ہوگا اس سے پہلے کا نہیں۔کیونکہ دار الحرب میں ہوسکتا ہے کہ اسلامی فرائض جاننے کا کوئی راستہ نہ ہو اس لئے نہ جاننے کا عذر قبول کیا جائے گا ۔ یا دار الاسلام میں مسلمان ہوا ہو تو چاہے اس کو روزہ فرض ہونے کا علم نہیں ہو پھر بھی روزہ فرض ہوگا، اور ادا نہ رکھ سکا تو اس کی قضا لازم ہوگی، کیونکہ دار الاسلام میں فرائض کے علوم ہر جگہ شائع ہوتے ہیں اور ہر آدمی کو معلوم ہوتا ہے اس لئے فرضیت کو نہ جاننا عذر نہیں ہے۔

وجه : (۱) روزہ فرض ہونے کے لئے مسلمان ہونا ضروری ہے اس کے لئے یہ آیت ہے۔يا ايها الذين آمنوا كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم لعلكم تتقون ۔(آیت ۱۸۳،سورة البقرة ۲) اس آیت میں ہے کہ مؤمن پر روزہ فرض کیا گیا ہے۔(۲) دار الحرب میں روزہ فرض ہونے کا علم ہونا ضروری ہے اس کے لئے اس حدیث کے اشارۃ النص سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ان اعرابيا جاء الى رسول الله ﷺ ... فقال اخبرنی ماذا فرض الله علی من الصيام فقال شهر رمضان الا ان تطوع شيئا (بخاری شریف، باب وجوب صوم رمضان، ص ۳۰۴،نمبر ۱۸۹۱/مسلم شریف، باب بیان الصلوات التی ھی أحد أرکان الاسلام، ص ۲۷،نمبر ۱۰۰/۱۱) اس حدیث میں آنے والے آدمی نے حضورؐ سے فرض ہونا معلوم کیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ دار الحرب میں فرض ہونے کا علم ہو تو فرض ہوگا ورنہ نہیں۔

ترجمہ : (۹۸۶) اور شرط لگائی جاتی ہے روزہ کی ادائیگی کے لئے بیماری سے سالم ہونا، اور حیض و نفاس (سے پاک ہونا) اور مقیم ہونا۔

الحرب اوالكون بدار الاسلام.(٩٨٦) ويُشترط لوجوب ادائه الصحة من مرض وحيض ونفاس والاقامة .(٩٨٧) ويُشترط لصحة ادائه ثلاثة النيّة والخلوُّ عمّا ينافيه من حيض ونفاس وعمّا يفسده .

تشریح : یہ چار شرطیں پائی جائیں تو روزہ ادا کرنا فرض ہے، اوران میں سے کوئی ایک نہ ہوتو ادا کرنا ضروری نہیں ہے روزے کی قضا کرے، کیونکہ اس کے لئے روزہ مؤخر کرنے کی گنجائش ہے۔[۱] آدمی بیمار نہ ہو صحتمند ہو، چنانچہ بیمار کے لئے قضا کرنے کی گنجائش ہے۔[۲] حیض [۳] اور نفاس نہ ہو، کیونکہ حائضہ اور نفساء عورت بعد میں قضا کرے گی۔[۴] مقیم ہو مسافر نہ ہو، کیونکہ مسافر آدمی کے لئے مؤخر کرنے کی اجازت ہے۔

وجه (۱) بیمار اور مسافر کے لئے مؤخر کرنے کی گنجائش اس آیت میں ہے۔ **فمن شهد منكم الشهر فليصمه و من كان مريضا او على سفر فعدة من ايام اخر يريد الله بكم اليسر و لا يريد بكم العسر** ۔(آیت ۱۸۵، سورۃ البقرۃ ۲)(۲) حیضہ اور نفساء ادا روزہ نہیں رکھے گی اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن ابی سعید الخدری** ؓ **قال قال النبی** ﷺ **الیس اذا حاضت لم تصلی و لم تصم فذالک نقصان دینها** ۔(بخاری شریف، باب الحائض تترک الصوم والصلاۃ، ص ۳۱۴، نمبر ۱۹۵۱ / ترمذی شریف، باب ماجاء فی قضاء الحائض الصیام دون الصلاۃ ص ۱۹۷، نمبر ۷۸۷) اس حدیث میں ہے کہ حائضہ عورت ادا روزہ نہیں رکھے گی، اور اسی پر نفساء کو قیاس کیا جائے گا۔

ترجمه : (۹۸۷) روزہ ادا ہونے کے صحیح ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں، نیت ہو، اور اس چیز سے خالی ہو جو روزے کے منافی ہے، مثلا حیض اور نفاس، اور اس چیز سے خالی جو روزے کو فاسد کرتی ہے [مثلا کھانا پینا] لیکن جنابت سے خالی شرط نہیں۔

تشریح : روزہ صحیح ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں [۱] پہلی شرط یہ ہے کہ روزے کی نیت ہو، پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ بغیر نیت کے دن بھر کھانا پینا نہیں کیا تب بھی روزہ نہیں ہوگا۔[۲] دوسری شرط یہ ہے کہ روزے کے جو منافی ہو وہ نہ ہو، مثلا حیض اور نفاس کا زمانہ نہ ہو، کیونکہ اس زمانے میں روزے کی نیت بھی کرے گی اور کھانا پینا چھوڑ دے گی تب بھی روزہ نہیں ہوگا۔[۳] تیسری شرط یہ ہے کہ روزے کو جو چیز فاسد کرنے والی ہو وہ بھی نہ ہو، مثلا دن میں کھانا کھالیا، یا پانی پی لیا، یا جماع کر لیا تو روزہ نہیں ہوگا، بلکہ ٹوٹ جائے گا۔[۴] چوتھی بات یہ بتا رہے ہیں کہ جنابت سے خالی ہونا ضروری نہیں مثلا فجر کے وقت میں جنبی حالت میں تھا، یا دن میں انزال ہو گیا تب بھی روزہ برقرار رہے گا۔۔ دلیل سب کی گزر چکی ہے۔

وجه :(۱) جنابت سے روزہ فاسد نہیں ہوگا اس کے لئے یہ حدیث ہے . **عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله** ﷺ: **ثلاث لا يفطرن الصائم : الحجامة و القيء و الاحتلام** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الصائم یذرعہ القیئ ص ۱۵۲ نمبر ۷۱۹ / ابوداؤد شریف، فی الصائم یحتلم نھارا فی شھر رمضان ص ۳۳۰ نمبر ۲۳۷۶ / بخاری شریف، باب الحجامۃ والقیئ للصائم، نمبر ۱۹۳۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احتلام ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

ولا يشترط الخلوُّ عن الجنابة. (٩٨٨) وركنُه الكفُّ عن قضاء شهوتى البطن والفرج وما اُلْحِقَ بهما. (٩٨٩) وحكمه سقوط الواجب عن الذمة والثواب فى الآخرة .والله اعلم.

لغت : جنابت اور جماع میں فرق ہے، مرد کی شرمگاہ عورت کی شرمگاہ میں داخل ہو اس کو جماع کہتے ہیں، اگر یہ دن میں پایا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اور رات میں جماع کیا تھا اور ابھی غسل نہیں کیا تھا اور جنبی اور ناپاک حالت میں فجر کے وقت تھا تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، یا دن میں سویا ہوا تھا کہ احتلام ہو گیا، اور آدمی جنبی ہو گیا اس جنبی ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

ترجمہ : (٩٨٨) اور روزہ کا رکن ہے پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت پوری کرنے سے رکنا، اور جو ان دونوں کے ساتھ لاحق کیا ہو اس سے بھی رکنا۔

تشریح : نیت کے علاوہ روزے کے تین فرائض ہیں۔ [١] ایک تو یہ ہے کہ پیٹ کی شہوت پوری کرنے سے رکے، مثلا کھانے پینے اور دوا سے رکے۔ [٢] دوسرا فرض یہ ہے کہ شرمگاہ کی شہوت پوری کرنے سے رکے، مثلا جماع نہ کرے۔ [٣] تیسرا فرض یہ ہے کہ جو پیٹ یا شرمگاہ کے ساتھ ملحق مانا ہو اس سے بھی رکے، مثلا پیٹ کے ساتھ دماغ کو لاحق کیا گیا ہے، چنانچہ دماغ میں بھی دوا پہنچے گی تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اس لئے روزے کی حالت میں دماغ میں دوائی پہونچانے سے رکے۔ اسی طرح شرمگاہ کے ساتھ دبر کو لاحق کیا گیا ہے، چنانچہ دبر میں دخول کرے گا اور انزال ہوگا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اس لئے ان ملحقات سے بھی رکے۔

وجہ : (١) کھانے سے رکے اس کے لئے یہ آیت ہے۔ **و کلوا اشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ثم اتموا الصیام الی اللیل** ۔ (آیت ١٨٧، سورۃ البقرۃ ٢) اس آیت میں ہے کہ دن بھر کھانے سے رکے ۔ (٢) جماع سے رکے اس کے لئے یہ آیت ہے۔ **احل لکم لیلة الصیام الرفث الی نسائکم** ۔ (آیت ١٨٧، سورۃ البقرۃ ٢) اس آیت میں ہے کہ رات میں جماع جائز ہے اور دن میں نہیں۔ (٣) اور دماغ پیٹ کے ساتھ لاحق کیا گیا ہے اس کے لئے یہ قول صحابی ہے۔ **قال ابن عباس و عکرمة الصوم مما دخل ولیس مما خرج.** (بخاری شریف، باب الحجامۃ والقیئ للصائم ص ٢٦٠ نمبر ١٩٣٨ رسنن للبیہقی، باب الافطار بالطعام وبغیر الطعام اذا ازدردہ عامدا او بالسعوط والاحتقان وغیر ذلک مما یدخل جوفہ باختیارہ، ج رابع، ص ٤٣٥، نمبر ٨٢٥٣) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کوئی چیز داخل ہو جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور داخل ہونے کا مطلب پیٹ میں یا دماغ میں داخل ہونا ہے جو اصل ہیں۔

ترجمہ : (٩٨٩) اور روزہ کا حکم ہے ذمہ سے واجب کا ساقط ہونا، اور آخرت کا ثواب، واللہ اعلم۔

تشریح : ادا کرنے کا حکم یہ ہے کہ آدمی کے ذمے سے روزہ ساقط ہو جائے گا، اور آخرت میں ثواب ملے گا۔

﴿فصل :﴾

ينقسم الصوم الى ستة اقسام.فرض و واجب ومسنون ومندوب ونفل ومكروه.

(۹۹۰) اما الفرض فهو صوم رمضان اداءً وقضاءً وصوم الكفارات والمنذور فى الاظهر.

﴿فصل:(روزہ کی قسمیں﴾

روزہ کی ۶ قسمیں ہیں:

(۱) فرض....جیسے رمضان کا روزہ

(۲) واجب....جیسے منت کا روزہ

(۳) سنت....جیسے دسویں محرم کا روزہ

(۴) مندوب....جیسے صوم داود علیہ السلام

(۵) نفل....جیسے شعبان کا روزہ

(۶) مکروہ....عیدین کا روزہ

ترجمہ : (۹۹۰)[۱] فرض: رمضان کا روزہ ہے، ادا ہو یا قضا، اور کفارات کے روزے، اور ظاہری روایت کے اعتبار سے منت کا روزہ ہیں۔

تشریح : کس کس روزے کو فرض روزہ کہتے ہیں اس کی تفصیل ہے۔[۱] رمضان کا روزہ ادا ہو یا قضا فرض روزہ ہے۔[۲] کفارہ کا روزہ فرض ہے۔[۳] اور ظاہر روایت میں یہ ہے کہ منت کا روزہ بھی فرض ہے۔یعنی روزہ رکھنے کی زبان سے منت مانے تو یہ نذر قولی ہے اس کا پورا کرنا فرض ہے۔بعض حضرات نے منت کے روزے کو واجب کہا ہے۔۔اور اگر زبان سے نذر نہ مانے، بلکہ نفلی روزہ رکھ کر توڑ دیا تو یہ نذر فعلی ہے [یعنی عمل سے نذر ماننا] اس کا پورا کرنا واجب ہے۔اگلے مسئلے میں اس کا ذکر آرہا ہے۔

وجہ : (۱) رمضان کا روزہ فرض ہے چاہے ادا ہو یا قضا اس کے لئے یہ آیت ہے۔ **فمن شهد منكم الشهر فليصمه و من كان مريضا او على سفر فعدة من ايام اخر يريد الله بكم اليسر و لا يريد بكم العسر** ۔(آیت ۱۸۵، سورۃ البقرۃ ۲)(۲) کفارات کے روزے فرض ہیں اس کے لئے یہ آیت ہے۔ **و تحرير رقبة مؤمنة فمن لم يجد فصيام شهرين متتابعين توبة من الله** ۔(آیت ۹۲، سورۃ النساء۴) اس آیت میں کفارہ قتل کے ساٹھ روزے کا ذکر ہے جو فرض ہیں۔(۳) **فمن لم يجد فصيام شهرين متتابعين من قبل ان يتماسا** ۔(آیت ۴، سورۃ المجادلۃ ۵۸) اس آیت میں کفارہ ظہار کے ساٹھ

(۹۹۱) واما الواجب فهو قضاء ما افسد من صوم نفل. (۹۹۲) واما المسنون فهو صوم يوم

روزے فرض ہیں۔(۴) نذر فرض ہے اس کے لئے یہ آیت ہے۔ **ثم ليقضوا تفثهم وليوفوا نذورهم** (آیت۲۹،سورۃ الحج ۲۲) اس آیت میں ہے کہ نذر پوری کیا کرو۔(۵) نذر کے بارے میں اس آیت سے بھی استدلال کر سکتے ہیں۔ **و أوفوا بعهد الله اذا عهدتم و لا تنقضوا الايمان بعد توكيدها و قد جعلتم الله عليكم كفيلا ان الله يعلم ما تفعلون** ۔(آیت۹۱،سورۃ النحل ۱۶)اس آیت میں ہے کہ عہد پورا کیا کرو جس میں نذر بھی آتی ہے۔

ترجمہ : (۹۹۱) [۲]اورواجب: وہ قضا روزہ ہے جو نفل (روزہ رکھ کر) فاسد کر دیا ہو۔

تشریح : نفل جب تک شروع نہ کرے وہ نفل ہے، تبرع ہے۔لیکن شروع کرنے کے بعد وہ ایک قسم کی عملا نذر کی طرح ہوجاتی ہے اور نذر کو پوری کرنا ضروری ہے۔اس لئے نفل شروع کرنے کے بعد توڑ دے تو اس کو قضا کرنا واجب ہوگا۔

وجہ: (۱) نذر پوری کرنے کی دلیل یہ آیت ہے۔**ثم ليقضوا تفثهم وليوفوا نذورهم**۔(آیت۲۹،سورۃ الحج ۲۲)اس آیت سے معلوم ہوا کہ نذر پوری کرنا چاہئے(۲)۔دوسری آیت میں ہے کہ عمل کو باطل نہیں کرنا چاہئے اس لئے نفل کی جب نیت باندھ لی تو وہ ایک عمل بن گیا۔اس لئے اس کو باطل نہیں کیا جائے گا۔اور توڑ دیا تو اس کی قضا لازم ہوگی۔آیت میں ہے **يا ايها الذين آمنوا اطيعو االله واطيعواالرسول ولا تبطلوا اعمالكم**۔(آیت۳۳،سورۂ محمد۴۷)اس آیت سے معلوم ہوا کہ اعمال کو باطل نہیں کرنا چاہئے اور باطل کر دیا تو اس کی قضا کرے۔(۳)اس حدیث سے بھی استدلال ہے۔ **عن عائشة قالت كنت انا و حفصة صائمتين فعرض لنا طعام اشتهينا ه فاكلنا منه فجاء رسول الله فبدرتنى اليه حفصة و كانت ابنة ابيها فقالت يا رسول الله ﷺ انا كنا صائمتين فعرض لنا طعام اشتهيناه فاكلنا منه قال اقضيا ﷺ يوما آخر مكانه**۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی ایجاب القضاء علیہ،ص۱۸۶،نمبر۷۳۵)اس میں ہے کہ روزہ توڑنے پر قضا لازم ہوگی

ترجمہ : (۹۹۲)[۳]اور سنت: روزہ وہ عاشورہ کا روزہ ہے (دسویں محرم) کا نویں کے ساتھ۔

تشریح : دسویں محرم کا روزہ سنت ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ اس کے ساتھ نویں محرم یا گیارویں محرم کا روزہ رکھ لے تا کہ یہود کی مخالفت ہو جائے۔

وجہ : (۱)حدیث یہ ہے. **عن ابن عباس ؓ قال قدم النبى ﷺ المدينة فرأى اليهود تصوم يوم عاشورة فقال ما هذا ؟ قالوا هذا يوم صالح هذا يوم نجى الله بنى اسرائيل من عدوهم فصامه موسى قال انا أحق بموسى منكم فصامه و امر بصيامه**۔(بخاری شریف، باب صوم یوم عاشوراء،ص۳۲۱،نمبر۲۰۰۴)اس حدیث میں ہے کہ عاشورہ کے دن کا خود بھی روزہ رکھا اور دوسرے کو بھی حکم فرمایا جس سے یہ روزہ سنت ہے۔(۲) دسویں کے ساتھ نویں کا بھی روزہ رکھے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔**سمعت عبد الله بن عباس يقول حين صام النبى ﷺ يوم عاشورة و امرنا بصيامه قالوا يا**

عاشوراء مع التاسع. (۹۹۳) واما المندوب فهو صوم ثلاثة من كل شهر ويندب كونها الايام البيض وهي الثالث عشر والرابع عشر والخامس عشر وصوم ستٍّ من شوّال (۹۹۴) ثم قيل الافضل

رسول الله !انه يوم توعظمه اليهود و النصارى فقال رسول الله ﷺ فاذا كان العام المقبل صمنا يوم التاسع فلم يأت العام المقبل حتى توفى رسول الله ﷺ ۔(ابوداود شریف، باب ماروی ان عاشوراء الیوم التاسع، ص ۳۵۴، نمبر ۲۴۴۵) اس حدیث میں ہے کہ نویں کا بھی روزہ رکھے۔

ترجمہ: (۹۹۳) [۴] اور مندوب: ہر مہینے کے تین روزے ہیں۔ اور مستحب ہے کہ یہ تین دن ایام بیض ہوں، اور وہ چاند کی ۱۳/۱۴/۱۵ تاریخ ہیں۔ اور پیر و جمعرات کا روزہ۔ اور شوال کے چھ روزے۔

تشریح: یہاں پانچ قسم کے روزے ہیں جو مندوب ہیں، یعنی شریعت میں اس کی اہمیت سنت روزوں سے کم اور نفلی روزوں سے زیادہ ہے۔ [۱] ہر مہینے کے ایام بیض کے تین روزے۔ [۲] پیر اور جمعرات کے روزے۔ [۳] شوال کے چھ روزے۔ [۴] اور صوم داود علیہ السلام، یعنی ایک روز روزہ رکھے اور ایک روز افطار کرے۔ [۵] پندرہویں شعبان کا روزہ۔

وجہ: (۱) ایام بیض کے روزے کے لئے حدیث یہ ہے۔ **عن ابی هريرةؓ قال اوصاني خليلي ﷺ بثلاث: صيام ثلاثة ايام من كل شهر و ركعتي الضحى وان اوتر قبل ان انام** ۔(بخاری شریف، باب صیام البیض ثلاث عشرة واربع عشرة وخمس عشرة، ص ۳۱۹، نمبر ۱۹۸۱/مسلم شریف، باب استحباب صیام ثلاثة ایام من کل شهر، ص ۴۷۶، نمبر ۱۱۶۰/۲۷۴۴) اس حدیث میں ہے کہ ایام بیض کا روزہ رکھنا چاہئے۔ (۲) ہر ماہ کے تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کو روزہ رکھے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن ابن ملحان القيسي عن ابيه قال كان رسول الله ﷺ يأمرنا ان نصوم البيض ثلاث عشرة و اربع عشرة و خمس عشرة قال و قال هن كهيئة الدهر.** (ابوداود شریف، باب فی صوم الثلاث من کل شهر، ص ۳۵۵، نمبر ۲۴۴۹) (۳) پیر اور جمعرات کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن ابی قتادة الانصاریؓ ان رسول الله ﷺ سئل عن صوم الاثنين؟ فقال فيه ولدت و فيه انزل علي** ۔(مسلم شریف، باب استحباب صیام ثلاثة ایام من کل شہر، ص ۴۷۸، نمبر ۱۱۶۲/۲۷۵۰) اس حدیث میں پیر کے روز روزہ رکھنے کی فضیلت ہے۔ (۴) **عن حفصة قالت كان رسول الله ﷺ يصوم ثلاثة ايام من الشهر الاثنين و الخميس و الاثنين من الجمعة الاخرى.** (ابوداود شریف، باب من قال الاثنین والخمیس، ص ۳۵۵، نمبر ۲۴۵۱) اس حدیث میں ہے کہ پیر اور جمعرات کا روزہ رکھے۔ (۵) شوال کے چھ روزے کے لئے حدیث یہ ہے۔ **عن ابی ايوب الانصاریؓ انه حدثه ان رسول الله ﷺ قال من صام رمضان ثم اتبعه ستا من شوال كان كصيام الدهر** ۔(مسلم شریف، باب استحباب صوم ستة ایام من شوال اتباعا لرمضان، ص ۴۷۹، نمبر ۱۱۶۴/۲۷۵۸/ابوداود شریف، باب فی صوم ستة ایام من شوال، ص ۳۵۳، نمبر ۲۴۳۳) اس حدیث میں ہے کہ شوال کے چھ روزے رکھنے چاہئے۔ (۶) صوم داود علیہ السلام کے لئے

وصلها وقيل تفريقها.(٩٩٥) وكل صوم ثبت طلبه والوعد عليه بالسنة كصوم داود عليه السلام كان يصوم يوما ويُفطر يوما وهو افضل الصيام واحبّه الى الله تعالى. (٩٩٦) واما النفل فهو ما سوى

یہ حدیث ہے۔ سمعت عبد الله بن عمرو بن العاصؓ قال قال لی النبی ﷺ انک لتصوم الدهر... قال فصم صوم داود علیه السلام کان یصوم یوما و یفطر یوما . ۔(بخاری شریف، باب صوم داود علیہ السلام،ص ۳۱۸، نمبر ۱۹۷۹رمسلم شریف، باب النھی عن صوم الدھر لمن تضرر بہ،ص ۴۷۲،نمبر ۲۷۲۹/۱۱۵۹) اس حدیث میں ہے کہ ایک دن روزہ رکھے اور ایک دن افطار کرے یہ صوم داود علیہ السلام ہے۔(۷) پندرہویں شعبان کے روزے کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن ابی طالب قال قال رسول الله ﷺ اذا کان لیلة النصف من شعبان فقوموا لیلتها و صوموا یومها فان الله تعالی یقول الا من مستغفر فأغفر له الا من مسترزق فارزقه الا من سائل فأعطیه الا کذا حتی یطلع الفجر ۔(شعب الایمان للبیہقی ، باب ما جاء فی لیلة النصف من شعبان، ج ثالث،ص ۳۷۹،نمبر ۳۸۲۲)اس حدیث میں ہے کہ پندرہویں شعبان کو روزہ رکھے اور اس کی رات کو قیام کرے۔

ترجمه : (۹۹۴) پھر کہا گیا کہ (یعنی ایک قول یہ ہے کہ) ان چھ روزوں میں افضل ایک ساتھ رکھنا ہے،اور ایک قول یہ ہے کہ متفرق طور پر رکھے۔

تشریح : ان چھ روزوں کو مسلسل رکھے یہ بھی ایک قول ہے،اور دوسرا قول یہ ہے کہ ایک ساتھ رکھے یا شوال کے پورے مہینے میں تھوڑا تھوڑا کر کے رکھے دونوں کی گنجائش ہے۔

ترجمه : (۹۹۵)اور ہر وہ روزہ جس کا (شریعت میں) مطالبہ ہو اور اس پر حدیث سے ثواب کا وعدہ ثابت ہو، جیسے صوم داؤد علیہ السلام کہ (آپ علیہ السلام) ایک دن روزہ رکھتے تھے ایک دن افطار فرماتے ۔اور صوم داؤد تمام روزوں میں افضل اور اللہ تعالی کے نزدیک بہت محبوب ہیں۔

تشریح : مندوب روزہ کون سا ہے اس کا ایک قاعدہ بیان فرما رہے ہیں ۔جس روزے کو شریعت نے طلب کیا ہو اور حدیث سے اس پر ثواب کا وعدہ ثابت ہو وہ سب مندوب روزے، ہیں، جیسے حضرت داود علیہ السلام کا روزہ، حدیث میں اس روزے کو افضل روزہ اور محبوب روزہ، کہا گیا ہے اور اس پر ثواب کا وعدہ ہے اس لئے یہ مندوب روزہ ہے۔

ترجمه : (۹۹۶) [۵]اور نفل روزے ان بیان کئے گئے روزوں کے علاوہ ہیں جن کی کراہت ثابت نہ ہو۔

تشریح :نفلی روزے کسکو کہتے ہیں،اس کی تعریف ہے کہ،اوپر جتنے روزوں کا تذکرہ ہوا انکے علاوہ جو روزے ہیں وہ نفلی روزے ہیں، بشرطیکہ حدیث سے اس کی کراہیت ثابت نہ ہو، مثلا عید روز کا روزہ مکروہ ہے اس لئے اس دن روزہ رکھنا نفلی روزہ نہیں ہے، ہاں

ذلک مـمّـا لـم يثبـت كـراهيّته .(۹۹۷) واما المكروه فهو قسمان مكروه تنزيها ومكروه تحريما. الاول كصوم عاشوراء منفردا عن التاسع(۹۹۸) والثانی صوم العيدين و ايام التشريق

شعبان کا روزہ، یا کسی دن کا روزہ نفلی ہے کیونکہ یہ فرض، واجب، اور مندوب کے علاوہ ہیں، اور مکروہ بھی نہیں ہیں۔

وجه : سمع عائشةؓ تقول كان احب الشهور الى رسول الله ﷺ ان يصومه شعبان ثم يصله برمضان ۔(ابوداود شریف، باب فی صوم شعبان، ص۳۵۳، نمبر۲۴۳۱)

ترجمه : (۹۹۷)[۶] اور مکروہ کی دو قسمیں ہیں: مکروہ تنزیہی، اور مکروہ تحریمی۔ پہلی (تنزیہی) جیسے صرف دسویں محرم کا اکیلا روزہ رکھنا نویں تاریخ کے بغیر۔

تشریح : مکروہ کی دو قسمیں [۱] ایک مکروہ تنزیہی، یعنی کم مکروہ۔ [۲] دوسرا مکروہ تحریمی ہے، جس میں کراہیت کی زیادتی ہے اور حرام کے قریب قریب ہے۔ مکروہ تنزیہی، جیسے یہود کی مخالفت کے لئے نویں محرم کا بھی روزہ رکھنا چاہئے، لیکن اس نے صرف دسویں محرم کا روزہ رکھا اور یہود کی مخالفت نہیں کی تو یہ روزہ رکھنا مکروہ تنزیہی ہوا۔

وجه : اس حدیث میں ہے۔ سمعت عبد الله بن عباس يقول حين صام النبی ﷺ يوم عاشورة و امرنا بصيامه قالوا يا رسول الله !انه يوم توعظمه اليهود و النصارى فقال رسول الله ﷺ فاذا كان العام المقبل صمنا يوم التاسع فلم يأت العام المقبل حتى توفی رسول الله ﷺ ۔(ابوداود شریف، باب ما روی ان عاشوراء الیوم التاسع، ص۳۵۴، نمبر۲۴۴۵) اس حدیث میں ہے کہ نویں کا بھی روزہ رکھے۔

ترجمه : (۹۹۸) دوسری (تحریمی) عیدین اور ایام تشریق (ذی الحجۃ کی: ۱۱/۱۲/۱۳) کے روزے۔

تشریح : دوسرا مکروہ تحریمی روزہ ہے۔ جیسے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روزے، اور ایام تشریق، یعنی ۱۱، ۱۲، ۱۳، ذی الحجہ کے روزے مکروہ تحریمی ہیں، کیونکہ ان دنوں میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے میزبانی ہوتی ہے اور ان دنوں میں قربانی کا گوشت کھانا چاہئے۔

وجه : (۱) عیدین میں روزہ مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ شهدت العيد مع عمر بن الخطابؓ فقال هذان يومان نهى رسول الله عن صيامهما يوم فطركم من صيامكم و اليوم الآخر تأكلون فيه من نسككم ۔(بخاری شریف، باب صوم یوم الفطر، ص۳۲۰، نمبر۱۹۹۰/ ابوداود شریف، باب صوم العیدین، ص۳۵۰، نمبر۲۴۱۶) (۲) عن ابی هريرة قال ينهى عن صيامين و بيعتين : الفطر و النحر ، و الملامسة و المنابذة ۔(بخاری شریف، باب صوم یوم النحر، ص۳۲۰، نمبر۱۹۹۳) اس حدیث میں ہے کہ ایام عید میں روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ (۳) ایام تشریق میں روزہ مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن ابن عمرؓ قالا لم يرخص فی ايام التشريق ان يصمن الا لمن لم يجد الهدى ۔(بخاری شریف، باب صیام ایام التشریق، ص۳۲۱، نمبر۱۹۹۶/ ابوداود شریف، باب صیام ایام التشریق، ص۳۵۰، نمبر۲۴۱۸) اس حدیث میں ہے

(۹۹۹) وكره افراد يوم الجمعة وافراد يوم السبت ويوم النيروز او المهرجان الا ان يوافق عادته

(۱۰۰۰) وكره صوم الوصال ولو يومين وهو ان لا يفطر بعد الغروب اصلا حتى يتّصل صوم الغد

کہ ایام تشریق میں روزہ نہیں رکھنا چاہئے۔

ترجمہ : (۹۹۹)اور تنہا جمعہ اور سنیچر کے دن اور نوروز ومہرجان کا (روزہ) مکروہ ہے، مگر عادت کے دن آجائے۔

تشریح : تنہا جمعہ کا روزہ رکھنے سے یہود کی طرح اس دن کی بہت عظمت کا خدشہ ہے اس لئے اس کے روزے سے روک دیا گیا۔اسی طرح یہود سنیچر کا بہت احترام کرتے ہیں اس لئے اس کے روزے سے روک دیا گیا۔نوروز، اور مہرجان ایرانیوں کے تہوار کا دن ہے اس لئے اس کے روزے سے بھی روک دیا گیا، ہاں مثلا کسی کی ایام بیض روزے کی عادت تھی اور اس دن نوروز، مہرجان پڑ گیا تو اس کا روزہ رکھ سکتا ہے، کیونکہ یہ یہود کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اپنی عادت کی وجہ سے روزہ رکھا ہے۔

وجہ : (۱)**عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ لا يصم احدكم يوم الجمعة الا ان يصوم قبله او يصوم بعده** ۔(مسلم شریف، باب کراھیۃ افراد یوم الجمعۃ بصوم لا یوافق عادتہ، ص ۴۶۶، نمبر ۲۶۸۳/۱۱۴۴/ترمذی شریف، باب ما جاء فی کراھیۃ صوم یوم الجمعۃ وحدہ، ص ۱۸۸، نمبر ۷۴۳) اس حدیث میں ہے کہ اکیلا جمعہ کا روزہ نہیں رکھنا چاہئے (۲) روزے کی عادت ہو تو روزہ رکھ سکتا ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔**عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال لا تختصوا ليلة الجمعة بقيام من بين الليالی و لا تخصوا بصيام من بين الايام الا ان يكون فی صوم احدكم** ۔ (مسلم شریف، باب کراھیۃ افراد یوم الجمعۃ بصوم لا یوافق عادتہ، ص ۴۶۶، نمبر ۲۶۸۴/۱۱۴۴)(۳) تنہا سنیچر کے دن روزہ کی ممانعت اس حدیث میں ہے۔ **عن عبد الله بن بسر عن اخته ان رسول الله ﷺ قال لا تصوموا يوم السبت الا فيما افترض الله عليكم فان لم يجد احدكم الا لحاء عنبة او عود شجرة فليمضغه...قال ابو عيسى و معنى الكراهية فی هذا ان يختص الرجل يوم السبت بصيام لان اليهود يعظمون يوم السبت** ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء فی یصوم یوم السبت، ص ۱۸۸، نمبر ۷۴۴) اس حدیث میں ہے کہ سنیچر کا روزہ نہیں رکھنا چاہئے اس لئے کہ یھود اس کی تعظیم کرتے ہیں۔(۳) نیروز کا روزہ مکروہ ہے اس کے لئے یہ قول تابعی ہے۔**عن الحسن انه سئل عن صوم النيروز فكرهه و قال يعظمونه** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما قالوا فی صوم النیروز، ج ثانی، ص ۹۷۳۹) نیروز کا روزہ مکروہ ہے۔

ترجمہ : (۱۰۰۰)اور صوم وصال بھی مکروہ ہے چاہے دو ہی دن ہو۔اور صوم وصال وہ ہے کہ غروب کے بعد بھی بالکل افطار نہ کرے یہاں تک کہ دوسرے دن کا روزہ گذشتہ دن سے مل جائے۔

تشریح : صوم وصال کا مطلب یہ ہے کہ مغرب کے بعد بھی افطار نہ کرے اور مسلسل دو روز چار روز تک روزہ رکھتا جائے، یہ روزہ مکروہ ہے، کیونکہ اس میں جان کی ہلاکت ہے۔

بالامس(١٠٠١) وكره صوم الدهر.

﴿فصل : (فيما يشترط تبييت النية وتعيينها فيه ومالا يشترط﴾

(١٠٠٢) امّا القسم الذى لا يشترط فيه تعيين النية ولا تبييتها فهو اداء رمضان والنذر المعيّن زمانه

وجه : (١)اس حدیث میں صوم وصال سے منع کیا ہے۔عن انس عن النبی ﷺ قال لا تواصلوا قالوا انک تواصل قال لست کاحد منکم انی أُطعم و أُسقی او انی ابیت و اسقی ۔(بخاری شریف، باب الوصال،ص ۳۱۵،نمبر ۱۹۶۱ر مسلم شریف، باب النھی عن الوصال،ص ۴۴۸،نمبر ۲۵۶۳/۱۱۰۲) اس حدیث میں صوم وصال کو منع فرمایا ہے۔(۲)اس آیت میں ہے کہ رات میں افطار کرلیا کرو جس کا مطلب یہ ہوگا کہ صوم وصال نہ رکھا کرو۔ ثم اتموا الصیام الی اللیل . (آیت ۱۸۷، سورۃ البقرۃ ۲)

لغت: صوم وصال اور صوم دہر میں فرق یہ ہے کہ صوم وصال مثلا دو روز رکھے اور مغرب کے بعد بھی افطار نہ کرے۔اور صوم الدھر: یہ ہے کہ مغرب کے بعد افطار کرے لیکن ہر روز روزہ رکھے،اور زمانے تک روزہ رکھتا جائے۔

ترجمہ : (۱۰۰۱)اور صوم دہر(روزانہ روزہ رکھنا)مکروہ تنزیہی ہے۔

وجہ :(۱) صوم الدھر کی ممانعت کے لئے یہ حدیث ہے۔ سمعت عبد الله بن عمرو بن العاص ؓ قال قال لی النبی ﷺ انک لتصوم الدھر وتقوم اللیل ؟ فقلت نعم قال انک اذا فعلت ذالک ھجمت له العین و نفھت له النفس لا صام من صام الدھر ۔(بخاری شریف، باب صوم داود علیہ السلام،ص ۳۱۸،نمبر ۱۹۷۹ر مسلم شریف، باب النھی عن صوم الدھر لمن تضرر بہ،ص ۴۷۲،نمبر ۲۷۲۹/۱۱۵۹) اس حدیث میں صوم الدھر رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

﴿فصل: جن روزوں میں رات سے نیت کرنا اور متعین کرنا شرط ہے اور جن میں شرط نہیں ہے ان کا بیان﴾

ترجمہ : (۱۰۰۲)(روزوں کی وہ)قسم جس میں نیت کا رات سے کرنا اور متعین کرنا شرط نہیں وہ رمضان کی ادا اور وہ منت جس کا زمانہ معین ہو،اور نفل روزے ہیں۔پس یہ(تینوں قسم کے روزے)اصح قول کے مطابق رات سے نصف نہار کے پہلے تک نیت کر لینے سے صحیح ہوجاتے ہیں۔

تشریح : تین قسم کے روزوں کی نیت دوپہر سے پہلے کرے گا تب بھی روزہ ہوجائے۔[۱] پہلا ہے رمضان میں رمضان کا روزہ، کیونکہ اس کے لئے پہلے سے وقت متعین ہے،اس لئے دوپہر سے پہلے پہلے تک کھایا پیا نہیں ہے اور روزے کی نیت کرلی تو روزہ ادا ہوجائے گا۔[۲] دوسرا ہے نذر معین کا روزہ،مثلا جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی نذر مانی تو یہ دن پہلے سے روزے کے لئے متعین

والنفل فيصح بنية من الليل الى ما قبل نصف النهار على الاصح.(١٠٠٣) ونصف النهار من طلوع

ہےاس لئے جمعہ کے دن دوپہر سے پہلے پہلے روزے کی نیت کرے گا تو نذر معین کا روزہ ہوجائے گا۔[٣] اور تیسرا ہے نفلی روزہ، اس روزے کے لئے پہلے سے دن متعین نہیں ہے، لیکن ہر دن نفلی روزے کا دن ہے اس لئے دوپہر سے پہلے پہلے تک نیت کرے گا تو روزہ ہوجائے گا۔اور رات سے نیت کرے گا تو بدرجہ اولی روزہ ہوگا۔

وجہ : (١) رمضان کا روزہ، نذر معین کا روزہ، یا نفلی روزہ میں آدھے دن سے پہلے بھی نیت کرے گا تو روزہ ہوجائے گا، اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔**عن سلمة بن اکوعؓ انه قال : بعث رسول الله ﷺ رجلا من أسلم يوم عاشوراء ، فأمره أن يؤذن في الناس (من كان لم يصم فليصم ، و من كان أكل فليتم صيامه الى الليل .** (مسلم شریف، باب من أکل فی عاشوراء فلیکف بقیة یومه، ص٤٦٤، نمبر ١١٣٥/٢٦٦٨ / بخاری شریف، باب اذا نوی بالنهار صوما، ص ٢٥٧، نمبر ١٩٢٤) اس حدیث میں ہے کہ صبح صادق کے بعد بھی جس نے نہیں کھایا ہے تو روزے کی نیت کرکے روزہ رکھ سکتا ہے۔(٢) **عن عائشةؓ قالت كان النبي ﷺ اذا دخل على قال : هل عندكم طعام ؟ فاذا قلنا لا ، قال : اني صائم** ۔(ابوداؤد شریف، باب فی الرخصة فیه [ای فی النیة]ص ٣٤٠ نمبر ٢٤٥٥ / ترمذی شریف، باب صیام المتطوع بغیر تبییت، ص ١٨٦، نمبر ٧٣٣) اس حدیث میں ہے کہ دن میں کھانا نہیں کھایا تھا تو آپؐ نے روزے کی نیت کرلی، جس سے معلوم ہوا کہ دوپہر سے پہلے روزے کی نیت کرسکتا ہے، یہ حکم نفلی روزے کے بارے میں ہے، لیکن فرض روزے کو بھی اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔(٣) اس اثر میں صراحت ہے کہ نصف النہار، یعنی آدھے دن سے پہلے نیت کرنے کا اختیار ہے، اس کے بعد نہیں، اثر یہ ہے. **عن الحارث أن علياؓ قال : هو بالخيار الى نصف النهار ما لم يطعم الطعام أو يكون قد فرضه من الليل** ۔(مصنف عبد الرزاق، باب افطار التطوع وصومه اذا لم یبیته، ج رابع، ص ٢١٠، نمبر ٧٨٠٩) اس اثر میں ہے کہ آدھے دن سے پہلے پہلے تک نیت کرے،(٤) اس اثر میں بھی ثبوت ہے۔ **قال ابن مسعود : انت بالخيار الى نصف النهار** ۔(مصنف عبد الرزاق، باب افطار التطوع وصومه اذا لم یبیته، ج رابع ص ٢١١، نمبر ٧٨١٤) اس اثر میں بھی ہے کہ آدھے دن تک روزے کی نیت کرنے کا اختیار ہے۔

لغت : النذر المعین زمانہ: کوئی آدمی نذر مانے کہ مثلا جمعہ کے دن روزہ رکھوں گا تو چونکہ جمعہ کا دن روزہ رکھنے کے لئے متعین کیا اس لئے یہ نذر معین ہوئی۔

ترجمہ : (١٠٠٣) نصف نہار طلوع فجر سے ضحوۂ کبری تک ہوتا ہے۔

تشریح : نصف النہار [آدھا دن] دو قسم کے ہوتے ہیں [١] روزہ صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور مغرب پر ختم ہوتا ہے اس لئے صبح صادق سے مغرب تک کے درمیانی وقت میں نصف النہار ہوگا یعنی ١١ بجے دن کو ہی نصف النہار ہوجائے گا، اسی کو عربی میں، الضحوة الكبرى، کہتے ہیں، یعنی چاشت کا وقت۔[٢] اور ظہر کی نماز کے لئے سورج طلوع ہونے کے وقت سے مغرب تک کے

الفجر الی وقت الضحوة الکبریٰ (١٠٠۴) ويصح ايضا بمطلق النية وبنية النفل ولو كان مسافرا او مريضا فی الاصح.(١٠٠۵) ويصح اداء رمضان بنية واجب آخر لمن كان صحيحا مقيما (١٠٠٦) بخلاف المسافر فانه يقع عمّا نواه من الواجب(١٠٠٧) واختلف الترجيح فی المريض اذا نوی

وقت دن کہتے ہیں،اس لئے اس کا نصف النہار ۱۲ بجے ہوگا جسکو زوال کا وقت کہتے ہیں اس لئے دونوں کے نصف النہار میں فرق ہے

ترجمہ : (۱۰۰۴)اور نیز مطلق (روزے کی) نیت سے اور نفل کی نیت سے بھی (یہ تینوں قسم کے روزے) صحیح ہو جاتے ہیں، اگر چہ وہ مسافر ہو یا بیمار ہو، اصح قول یہی ہے۔

تشریح : رمضان کے اندر رمضان کے روزے کے بارے میں [۱] اس طرح نیت کی کہ فرض روزہ رکھتا ہوں، تو فرض روزہ ہوگا [۲] مطلق روزے کی نیت کرے گا تب بھی فرض روزہ ادا ہوگا [۳] اور نفلی روزہ کی نیت کی تب بھی فرض روزہ ادا ہوگا، کیونکہ فرض اہم ہے اور یہ وقت رمضان کے روزے کا ہے، اس لئے مسافر اور مریض کو یہ تو گنجائش ہے کہ روزہ ہی نہ رکھے لیکن اگر رکھ لیا تو نفل کی نیت سے بھی فرض ہی ادا ہوگا۔ نذر معین میں بھی مثلا جمعہ کا دن روزہ رکھنے کے لئے متعین کیا تو نذر کی نیت سے بھی نذر ہوگی، اور مطلق نیت سے بھی نذر ہوگی، اور نفل کی نیت سے بھی نذر ہی کا روزہ ہوگا، کیونکہ جمعہ کا دن پہلے سے نذر کے لئے متعین تھا۔ اسی طرح عام دنوں میں نفلی روزے کی نیت کرے گا تو نفل ادا ہوگا، اور مطلق روزے کی نیت کرے گا تو بھی نفلی روزہ ہوگا، کیونکہ یہ اس کا دن ہے

ترجمہ : (۱۰۰۵) اور صحیح ہوتا ہے رمضان کا ادا روزہ دوسرے واجب کی نیت سے اس کے لئے جو تندرست اور مقیم ہو۔

تشریح : کوئی مقیم ہو اور تندرست ہو وہ رمضان کے مہینے میں دوسرے واجب کی نیت کرے تب بھی دوسرا واجب ادا نہیں ہوگا بلکہ رمضان ہی ادا ہوگا۔

وجہ : (۱) کیونکہ یہ مقیم ہے اور تندرست بھی ہے اس لئے اس پر رمضان کا روزہ ہی فرض ہے اس لئے کسی روزے کی نیت کرے گا تو فرض ہی روزہ ادا ہوگا۔ (۲) آیت میں ہے۔ **فمن شهد منكم الشهر فليصمه** ۔ (آیت ۱۸۵، سورۃ البقرۃ ۲) کہ رمضان کا مہینہ پائے تو رمضان کا ہی روزہ رکھے۔

ترجمہ : (۱۰۰٦) بخلاف مسافر کے اس لئے کہ مسافر جس واجب کی نیت کرے وہی شمار ہوگا۔

وجہ : مسافر کے لئے گنجائش ہے کہ رمضان کا روزہ نہ رکھے، اس لئے اس کے لئے یہ بھی گنجائش ہے کہ دوسرے واجب کی نیت کرے، کیونکہ وہ بھی اس پر فرض ہے۔

ترجمہ : (۱۰۰۷) اور بیمار رمضان میں دوسرے واجب کی نیت کرے تو ترجیح میں اختلاف ہے۔

تشریح : بیمار آدمی کو رمضان کا روزہ نہ رکھنے کی گنجائش ہے اس لئے اگر اس نے دوسرے واجب کی نیت کر لی تو اس بارے میں

واجبا آخر فی رمضان (١٠٠٨) ولا يصح المنذور المعيّن زمانه بنية واجب غيره بل يقع عمّا نواه من الواجب فيه .(١٠٠٩) وامّا القسم الثانی وهو ما يشترط فيه تعيين النية وتبييتها فهو قضاء رمضان وقضاء ما اَفْسده من نفل وصوم الكفارات بانواعها والمنذور المطلق كقوله ان شَفَی الله مريضی

اختلاف ہے۔بعض حضرات نے فرمایا کہ دوسرا واجب ادا ہو جائے گا،اور بعض حضرات نے فرمایا کہ دوسرا واجب ادا نہیں ہوگا، بلکہ رمضان کا ہی ادا ہوگا۔

وجہ : بیمار کے لئے روزہ چھوڑنے کی اس لئے گنجائش ہے کہ وہ آرام کرے،پس آرام نہیں کیا تو وہ تندرست کی طرح ہو گیا اس لئے رمضان کا روزہ ہی ادا ہوگا۔

اصول : رمضان میں رمضان کا روزہ ہی اہم ہے۔

ترجمہ : (۱۰۰۸) اور وہ منت کا روزہ جس کا زمانہ متعین ہے،دوسرے واجب کی نیت سے صحیح نہیں، بلکہ جس واجب کی نیت کی ہے وہی شمار ہوگا۔

تشریح : مثلا جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی منت مانی اور جمعہ کے دن دوسرے واجب کی نیت کر لی تو دوسرا واجب ادا ہو جائے گا۔

وجہ : جمعہ کے دن جتنی اہمیت نذر کی ہے اتنی ہی اہمیت دوسرے واجب کی ہے، کیونکہ دونوں ہی واجب ہیں اس لئے دوسرے واجب کی نیت کرے گا تو دوسرا واجب ادا ہو جائے گا۔

ترجمہ : (۱۰۰۹) اور دوسری قسم جس میں نیت کا متعین کرنا اور رات سے نیت کرنا شرط ہے وہ رمضان کی قضا ہے،اور وہ نفل روزہ جو فاسد کر دیا تھا۔اور کفاروں کے تمام قسم کے روزے،اور مطلق منت کے روزے (جن میں کسی دن کی تعیین نہ ہو) جیسے یہ کہا کہ اگر اللہ نے میرے بیمار کو شفا دی تو میرے ذمہ ایک روزہ ہے پھر شفا ہو گئی۔

تشریح :یہاں چار قسم کے روزے ہیں جنکے لئے زوال سے پہلے پہلے نیت کرنا کافی نہیں ہے، بلکہ رات سے ہی نیت کرنی ہوگی اور اس روزے کا تعین کرنا بھی ضروری ہوگا جس کا صبح روزہ رکھنا ہے۔مثلا رات ہی میں یہ نیت کرنا ہوگا کہ میں صبح قضا روزہ رکھ رہا ہوں،اور اگر اس نے روزے کا تعین نہیں کیا تو مطلق نیت سے نفلی روزہ ہو جائے گا۔وہ چار قسم کے روزے یہ ہیں [۱] رمضان کی قضا۔[۲] نفلی روزہ توڑ دیا ہو اس کی قضا۔[۳] جتنے بھی کفارات ہیں انکے روزے۔[۴] نذر مطلق ،یعنی جس نذر میں دن متعین نہ کیا ہو،مثلا یوں کہے کہ اگر اللہ تعالی نے مرض سے شفاء دی تو میں کسی بھی دن دو روزے رکھوں گا، پھر اللہ تعالی نے شفاء دے دی اور اس پر دو روزے واجب ہو گئے،تو اس کے لئے رات سے ہی نیت کرنی ہوگی،اور اس روزے کا تعین کرنا ہوگا۔

وجہ : ان روزوں کے لئے وہ دن پہلے سے متعین نہیں ہے،کسی بھی دن یہ روزے ادا کر سکتے ہیں،اس لئے اس روزے کے لئے

فعليَّ صوم يوم فحصل الشفاء.

﴿فصل : (فيما يثبت به الهلال وفی صوم یوم الشک وغیره﴾

(۱۰۱۰) يثبت رمضان برؤية هلاله او بعدِّ شعبان ثلاثين ان غُمَّ الهلال (۱۰۱۱) ويوم الشكّ هو

وہ دن متعین کرنا ہوگا (۲) رات سے نیت کرنے کی ضرورت ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن حفصة زوج النبی علیہ السلام ان رسول الله قال من لم يجمع الصيام قبل الفجر فلا صيام له (ابوداؤد شریف، باب فی النیۃ فی الصوم ص ۳۴۰ نمبر ۲۴۵۴ / ترمذی شریف، باب ما جاء لا صیام لمن لم یعزم من اللیل ص ۱۴۵ نمبر ۷۳۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رات سے روزے کی نیت کرنی چاہئے۔

﴿فصل: چاند کے ثبوت اور یوم شک وغیرہ روزوں کے بیان میں﴾

ترجمه : (۱۰۱۰) ثابت ہوگا رمضان چاند کے دیکھنے سے یا تیس شعبان پورا کرنیسے اگر چاند چھپ جائے۔

تشریح :رمضان دو طرح سے ثابت ہوتا ہے [۱] ایک شعبان کی انتیسویں تاریخ کو چاند نظر آ جائے تو رمضان شروع ہو جائے گا ۔[۲] دوسری صورت یہ ہے کہ چاند نظر نہیں آیا تو شعبان کی تیس تاریخ کے بعد رمضان شروع ہو جائے گا، کیونکہ اسلامی مہینہ ۳۰ سے زیادہ کا نہیں ہوتا۔

وجه: (۱) اس کے لئے حدیث یہ ہے ۔عن عبد الله بن عمر ان رسول الله علیہ السلام قال الشهر تسع و عشرون ليلة فلا تصوموا حتى تروه فان غم عليكم فاكملوا العدة ثلثين (بخاری شریف، باب قول النبی علیہ السلام اذا رایتم الھلال فصوموا واذا رایتموہ فافطروا، ص ۲۵۶، نمبر ۱۹۰۷ / مسلم شریف، باب وجوب صوم رمضان لرویۃ الھلال، ص ۳۴۷، نمبر ۱۰۸۱ / ۲۵۱۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھنا چاہئے اور انتیس کو چاند نظر نہ آئے تو تیس پورے کرے۔ سمعت أبا هريرة يقول : قال النبي علیہ السلام ۔ او قال : قال ابو القاسم علیہ السلام ۔ صوموا لرؤيته و افطروا لرويته فان أغمى عليكم فأكملوا عدة شعبان ثلاثين . (بخاری شریف، باب قول النبی علیہ السلام اذا رایتم الھلال فصوموا واذا رایتموہ فافطروا، ص ۲۵۶، نمبر ۱۹۰۹ / مسلم شریف، باب وجوب صوم رمضان لرویۃ الھلال ص ۳۴۷ نمبر ۱۰۸۱ / ۲۵۱۷) اس حدیث میں بھی ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور اگر نظر نہ آئے تو تیس دن پورا کرو۔ غم علیکم : چاند چھپ جائے، چاند نظر نہ آئے۔

ترجمه : (۱۰۱۱) اور ۲۹ شعبان سے جو دن ملا ہے وہ یوم شک ہے (یعنی ۳۰ شعبان) اور اس میں چاند کے ہونے نہ ہونے کا علم اور عدم علم برابر ہو اس طرح کہ چاند مشتبہ ہو۔

تشریح :اس عبارت میں ,یوم الشک ، کی توضیح ہے۔ ۳۰ شعبان کو یوم الشک ، کہتے ہیں، کیونکہ یہ معلوم نہیں ہے کہ ۲۹ شعبان کی

ما يلى التاسع والعشرين من شعبان وقد استوىٰ فيه طرف العلم والجهل بان غُمَّ الهلال(۱۰۱۲) وكره فيه كل صوم الا صوم نفل جزم به بلا ترديد بينه و بين صوم آخر .وان ظهر انه من رمضان اَجُزأ عنه ما صامه(۱۰۱۳) وان ردّد فيه بين صيام و فطر لا يكون صائما (۱۰۱۴) وكره صوم يوم

شام کوکسی کو چاند نظر آیا ہے یا نہیں، اور یہ شک کی کیفیت دو پہر تک رہتی ہے، دو پہر سے پہلے پہلے تک گواہی ہوگئی کہ کل چاند نظر آیا تھا تو آج پہلی رمضان ہے، اور گواہی نہیں ہوئی تو آج ۳۰ شعبان ہے، اب اس شک کی حالت میں روزہ رکھے یا نہیں، اور رکھے تو رمضان کی نیت کرے یا نفلی روزے کی! آگے اس کی تفصیل ہے۔

ترجمه :(۱۰۱۲)اور شک کے دن میں ہر طرح کا روزہ مکروہ ہے، مگر وہ یقینی نفل روزہ جس میں نفل اور دوسرا روزہ (مثلا رمضان کا) کے درمیان شک نہ ہو۔ پس اگر یہ ظاہر ہو جائے کہ رمضان ہے تو جو روزہ رکھا ہے وہ رمضان کے لئے کافی ہے۔

تشریح : یہ عبارت پیچیدہ ہے۔ دو طرح کی نیت ہے[۱] ۳۰ شعبان کی رات کو یہ نیت کی کہ میں حتمی طور پر نفلی روزہ رکھوں گا تو یہ روزہ مکروہ نہیں ہے۔ پس اگر ۳۰ شعبان ظاہر ہوا تو نفلی روزہ ہوگا، اور اگر گواہی سے یکم رمضان طے ہو گیا تو پہلے گزر چکا ہے کہ نفل کی نیت سے بھی رمضان میں رمضان کا روزہ ہی ہوگا اس لئے رمضان کا روزہ ادا ہو جائے گا۔[۲] اور اگر اس طرح کی اگر رمضان ہوگا تو رمضان کا روزہ رکھوں گا، اور رمضان نہ ہوا تو نفلی روزہ رکھوں گا، مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ صورت مکروہ ہے۔

ترجمه : (۱۰۱۳)(اور اگر شک کے دن میں) روزہ اور افطار کے درمیان میں شک ہے تو وہ روزہ رکھنے والا شمار نہیں ہوگا۔

تشریح : اس طرح نیت کی کہ اگر رمضان ہوا تو روزے سے رہوں گا، اور رمضان نہیں ہوا تو روزہ ہی نہیں رکھوں گا، اس صورت میں روزہ رکھنے اور نہ رکھنے میں تردد ہے اس لئے روزے کی نیت ہی نہیں ہوئی اس لئے رمضان ہوا تب بھی رمضان کا روزہ نہیں ہوگا، اور رمضان نہیں ہوا تو نفل کا روزہ بھی نہیں ہوگا، کیونکہ نیت ہی نہیں ہے۔

ترجمه : (۱۰۱۴) اور شعبان کے اخیر میں ایک یا دو دن کے روزے مکروہ ہیں، اور (اخیر کے ایک دو دن سے) اوپر کے روزے میں کراہت نہیں۔

تشریح : شعبان کے آخیر میں ایک دو روزے رکھنے کے دو طریقے ہیں[۱] رمضان کی نیت سے رکھے تو بالکل جائز نہیں ہے کیونکہ یہود نے فرض روزے میں اضافہ کیا اور بعد میں تمام روزے چھوڑ دئے، اسی طرح مسلمان بھی رمضان سے پہلے اضافہ کر لے اس لئے جائز نہیں ہے۔[۲] دوسرا طریقہ یہ ہے کہ نفل کی نیت سے روزہ رکھے، اس میں بھی اضافہ کی مشابہت ہے اس لئے یہ بھی مکروہ ہے۔ ہاں جس آدمی کی عادت ہو کہ ہر مہینے کے آخیر میں ایک دو روزے رکھتے ہوں اس کے لئے گنجائش ہے کہ وہ یہ روزے رکھ لے۔ دو دن سے زیادہ نفلی روزہ ہر آدمی رکھ سکتا ہے، کیونکہ اس میں اضافہ کا شبہ نہیں ہے۔

او يومين من آخر شعبان لا يكره ما فوقها (١٠١٥) ويؤمر المفتى العامّة بالتّلوّم يوم الشكّ ثم بالافطار اذا ذهب وقت النية ولم يتعيّن الحال (١٠١٦) ويصوم فيه المفتى والقاضى. ومن كان من الخواصّ وهو ما يتمكّن من ضبط نفسه عن التردّد فى النية وملاحظة كونه عن الفرض. (١٠١٧) ومن رأى هلال رمضان او الفطر وحده وردّ قوله لزمه الصيام

وجه: (۱) اس حدیث میں ہے۔عن ابی هريرةؓ عن النبی ﷺ أنه قال : لا يتقدمن أحدكم رمضان بصوم يوم أو يومين الا أن يكون رجل كان يصوم صوما فليصم ذالك اليوم . (بخاری شریف، باب لا یتقدم رمضان بصوم یوم و لا یومین، ص ۳۰۷، نمبر ۱۹۱۴ر مسلم شریف، باب لا تقدموا رمضان بصوم یوم ولا یومین، ص ۴۴۱، نمبر ۱۰۸۲/۲۵۱۸) اس حدیث میں ہے کہ رمضان سے ایک دن پہلے جو شک کا دن ہوتا ہے اس دن رمضان کا روزہ نہ رکھے، البتہ کسی کو مہینے کے آخیر میں نفلی روزہ رکھنے کی عادت ہو تو اس کو اجازت ہے۔(۲) یوم الشک میں عام لوگوں کے لئے روزہ رکھنا مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن صلة قال كنا عند عمار فى اليوم الذى يشك فيه فأتى بشاة فتنحى بعض القوم فقال عمار : من صام هذا اليوم فقد عصى أبا القاسم ﷺ (ابوداود شریف، باب کراہیۃ صوم یوم الشک، ص ۳۴۰، نمبر ۲۳۳۴ر ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراھیۃ صوم یوم الشک، ص ۱۷۵، نمبر ۶۸۶) اس حدیث میں ہے کہ شک کے دن روزہ رکھے تو حضورؐ کی نافرمانی ہوگی۔

ترجمہ: (۱۰۱۵) اور مفتی یوم شک میں عام لوگوں کو انتظار کا حکم دے گا، پھر جب نیت کا وقت ختم ہو جائے اور کوئی حالت متعین نہ ہو تو افطار (کا حکم دیں)

تشریح: ۳۰ شعبان کی صبح کو جو شک کا دن ہے اور شک کا وقت ہے مفتیان کرام عام لوگوں کو انتظار کا حکم دیں تاکہ دو پہر تک کوئی گواہ آجائے تو رمضان کا روزہ رکھے اور دو پہر تک نہ آئے تو افطار کا حکم دیں۔

ترجمہ: (۱۰۱۶)۔اور یوم شک میں مفتی، قاضی اور خواص روزہ رکھیں۔اور (خواص وہ ہیں جو) نیت میں تردد اور شک سے اپنے نفس پر قابو رکھیں، اور اس بات کا بھی لحاظ رکھیں کہ روزہ کس صورت میں فرض ہو جائے گا۔

تشریح: ۳۰ شعبان کو یوم الشک میں مفتی اور خواص لوگ نفلی روزہ رکھ سکتے ہیں۔کیونکہ یہ لوگ نفلی روزے کو رمضان کے ساتھ نہیں ملائیں گے۔خواص کون لوگ ہیں؟ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جنکو اس مسئلے کا پتہ ہو کہ نیت میں تردد اور شک کیسے ہوتا ہے، اور اس مسئلے کا بھی پتہ ہو کہ روزہ کس صورت میں فرض ہو جائے گا۔حاصل یہ ہے کہ جنکو روزے کے تفصیلی مسئلے کا علم ہو وہ خواص ہیں۔

ترجمہ: (۱۰۱۷) اور جس شخص نے تنہا رمضان یا عید کا چاند دیکھا اور اس کی بات نہ مانی گئی (یعنی گواہی قبول نہ کی گئی) اس کو روزہ رکھنا لازم ہے،

(۱۰۱۸) ولا يجوز له الفطر بتيقّنه هلال شوّال

تشریح : یہاں دومسئلے ہیں [۱] ایک آدمی نے رمضان کا چاند دیکھا لیکن قاضی نے اس کی بات نہیں مانی اور عام لوگوں نے روزہ نہیں رکھا پھر بھی اس چاند دیکھنے والے کو روزہ رکھ لینا چاہئے ، کیونکہ چاند دیکھنے کی وجہ سے اس کے حق میں رمضان ثابت ہو گیا ہے ، تاہم اگر روزہ نہیں رکھا تو اس پر کفارہ نہیں ہوگا ، کیونکہ قاضی کے نہ ماننے کی وجہ سے اس کے ذہن میں رمضان مشکوک ہو گیا ہے ۔[۲] دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک آدمی نے عید کا چاند دیکھا اور قاضی نے اس کی بات نہیں مانی تو اس کے لئے افطار کرنا لازم نہیں ہے روزہ ہی رکھنا ضروری ہے ، اس کی وجہ یہ ہے کہ عید کا فیصلہ قاضی کی وجہ سے ہوتا ہے تا کہ اجتماعی عید پڑھی جائے ، اس لئے قاضی نے فیصلہ نہیں کیا تو اس کے لئے بھی عید نہیں ہوئی رمضان ہی رہا اس لئے یہ روزہ رکھے گا ، تاہم اگر روزہ توڑ دیا تو کفارہ لازم نہیں ہوگا ، کیونکہ اس کے چاند دیکھنے کی وجہ اس کے حق میں رمضان مشکوک ہو گیا ۔ یہ تمام بحثیں اس وقت ہیں جبکہ واقعی چاند دیکھا ہو ، جھوٹی گواہی نہ دے رہا ہو ۔

وجه :(۱) چاند دیکھ لے تو روزہ رکھنے کی دلیل یہ حدیث ہے ۔ سمعت أبا هريرة يقول : قال النبي ﷺ ۔ او قال : قال ابو القاسم ﷺ ۔ صوموا لرؤيته و افطروا لرويته فان غُبِي عليكم فأكملوا عدة شعبان ثلاثين . (بخاری شریف ، باب قول النبی ﷺ اذا رایتم الهلال فصوموا واذا رايتموه فافطروا ، ص ۲۵۶ ، نمبر ۱۹۰۹ / مسلم شریف ، باب وجوب صوم رمضان لرؤیۃ الہلال ص ۴۷ ۳ نمبر ۱۰۸۱ / ۲۵۱۷) اس حدیث میں ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو ، اور اس آدمی نے چونکہ چاند دیکھ لیا ہے اس لئے وہ اکیلا بھی روزہ رکھے گا ۔ (۲) اور لوگوں کے ساتھ عید کرے اس کی دلیل یہ حدیث ہے ۔ عن ابی هريرة أن النبي ﷺ قال : الصوم يوم تصومون ، و الفطر يوم تفطرون ، و الاضحىٰ يوم تضحون ۔ (ترمذی شریف ، باب الصوم یوم تصومون ، والفطر یوم تفطرون ، والاضحیٰ یوم تضحون ، ص ۱۷۷ ، نمبر ۶۹۷ / ابو داود شریف ، باب اذا أخطاء القوم الهلال ، ص ۳۳۸ ، نمبر ۲۳۲۴) اس حدیث میں ہے کہ لوگوں کے ساتھ رمضان ، اور عید اور بقر عید کرو ۔ (۳) اس قول تابعی میں بھی ہے کہ لوگوں کے ساتھ عید کرے ۔ عن الحسن أنه يقول في الرجل يرى الهلال وحده قبل الناس قال : لا يصوم الا مع الناس و لا يفطر الا مع الناس ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب من کان یقول : لا یجوز الا بشهادة رجلین ، ج ثانی ، ص ۳۲۱ ، نمبر ۹۴۷۱ / مصنف عبد الرزاق ، باب کم یجوز من الشھود علی رؤیۃ الھلال ، ج رابع ، ص ۱۳۰ ، نمبر ۷۳۷۹) اس اثر میں ہے کہ اگر چہ اس نے چاند دیکھا ہے لیکن عام لوگوں کے ساتھ ہی روزہ رکھے اور عام لوگوں کے ساتھ ہی افطار کرے ۔

اصول : خود کسی بات پر یقین کرتا ہو تو اس کو کرنا چاہئے ، لیکن دوسروں پر لازم نہیں کر سکتا جب تک کہ قضاء قاضی یا شہادت ملزمہ نہ ہو

ترجمه : (۱۰۱۸) اور اس کے لئے افطار جائز نہیں ہے شوال کے چاند (کے دیکھنے کے) یقین پر

تشریح : اس عبارت کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے ۔ یعنی جس نے عید کا چاند دیکھا اور قاضی نے نہیں مانا تو اپنے دیکھنے اور یقین

(١٠١٩) وان اَفْطر فی الوقتین قضٰی ولا کفارة علیه ولو کان فِطْرُه قبل ما ردّه القاضی فی الصحیح(١٠٢٠) واذا کان بالسماء علّة من غیم او غبار او نحوه قُبِلَ خبر واحد عدل او مسرور فی الصحیح

کرنے کی وجہ سے یہ آدمی روزہ نہ توڑے، بلکہ روزہ رکھے اور اگلے دن سب کے ساتھ عید کرے کیونکہ عید سب کے ساتھ ہوتی ہے۔

ترجمہ : (۱۰۱۹) اور اگر دونوں وقتوں (رمضان وعید کا چاند دیکھ کر) افطار کرلیا تو اس پر قضا ہے کفارہ نہیں اگرچہ اس نے افطار کرلیا قاضی کے رد کرنے سے پہلے، صحیح مسلک میں۔

تشریح : رمضان کا چاند دیکھنے والے کو رمضان کا روزہ رکھنا چاہئے، اسی طرح عید کے چاند دیکھنے والے کو بھی عام لوگوں کے ساتھ روزہ رکھنا چاہئے، لیکن نہیں رکھا تو کفارہ لازم نہیں ہوگا صرف قضا لازم ہوگی، چاہے قاضی کے رد کرنے سے پہلے ہی روزہ توڑ دے تب بھی صحیح مسلک یہی ہے، کیونکہ اس کے حق میں مشکوک ہوگیا۔

لغت : فی وقتین : سے مراد رمضان کا وقت، اور عید کا وقت ہے۔

ترجمہ : (۱۰۲۰) اور جب آسمان میں بادل یا غبار اس کے مانند کوئی علت ہو تو صحیح روایت میں ایک عادل اور مستور الحال کی خبر قبول کرلی جائے گی۔

تشریح : آسمان میں علت یعنی افق پر غبار ہو، کہرا ہو یا بادل ہو تو ممکن ہے کہ کسی کو چاند نظر آجائے اور کسی کو نظر نہ آئے اس لئے ایک آدمی کی گواہی بھی قبول ہوگی۔ معاملات کی گواہی کی طرح دو آدمی ہونا ضروری نہیں، البتہ عادل ہو یا مستور الحال ہو کیونکہ دینی امور میں فاسق کی گواہی قابل قبول نہیں ہے۔

وجہ : (۱) چاند دیکھنے کا معاملہ امر دینی ہے۔ معاملات نہیں ہے اس لئے ایک آدمی کی گواہی بھی قابل قبول ہے۔ اور تکمیل شہادت یعنی دو گواہی کی ضرورت نہیں (۲) **عن ابن عمر قال تراءی الناس الهلال فأخبرت رسول الله ﷺ أنی رأیته فصام و أمر الناس بصیامه** (ابوداؤد شریف، باب فی شهادة الواحد علی رویة هلال رمضان، ص ۳۴۱، نمبر ۲۳۴۲) اس حدیث میں ایک آدمی کی گواہی پر رمضان کا فیصلہ فرمایا۔ (۳) حدیث میں ہے۔ **عن ابن عباس قال جاء اعرابی الی النبی ﷺ فقال انی رایت الهلال قال الحسن فی حدیثه یعنی رمضان فقال اتشهد ان لااله الا الله؟ قال نعم قال اتشهد ان محمدا رسول الله قال نعم قال یا بلال اذن فی الناس فلیصوموا غدا** (ابوداؤد شریف، باب فی شهادة الواحد علی رویة هلال رمضان، ص ۳۴۱، نمبر ۲۳۴۰ / ترمذی شریف، باب ماجاء فی الصوم بالشهادة، ص ۱۷۶، نمبر ۶۹۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان کے ثبوت کے لئے ایک آدمی کی گواہی کافی ہے۔

(۱۰۲۱[الف]) ولو شهد علی شهادة واحد مثله ولو کان انثیٰ او رقیقا او محدودا فی قذفٍ تاب لرمضان. ولا یشترط لفظ الشهادة ولا الدعویٰ(۱۰۲۱[ب]) وشُرِط لهلال الفطر اذا کان بالسماء

ترجمہ :(۱۰۲۱[الف) اگر چہ اس نے اپنے جیسے ایک آدمی کی گواہی پر شہادت دی ہو، چاہے عورت ہو یا غلام یا جس پر تہمت کی وجہ سے حد لگی ہو اور اب توبہ کر چکا ہو، اور شہادت کے لفظ اور دعوی دائر کرنے کی شرط نہیں۔

تشریح : چاند کی گواہی امور دینیہ میں سے ہے اس لئے اس میں چھ قسم کی وسعت دے رہے ہیں [۱] شہادت علی الشہادت دی تب بھی قبول کی جائے گی۔[۲] عورت کی گواہی بھی چل جائے گی مرد ہونا ضروری نہیں۔[۳] غلام کی گواہی بھی مقبول ہے، آزاد ہونا ضروری نہیں۔[۴] کسی آدمی پر زنا کی تہمت کی وجہ سے حد قذف لگی ہو لیکن اب وہ اس تہمت سے رجوع کر چکا ہو اور توبہ کر چکا ہو تب بھی اس کی گواہی قبول کی جائے [۵] شہادت کے الفاظ سے گواہی دینا ضروری نہیں دوسرے الفاظ سے بھی بھی چاند گواہی دی تو قبول کی جائے گی۔[٦] معاملات میں دعوی دائر کرے تب گواہی قبول کی جائے گی، چاند کی گواہی دینے میں دعوی دائر کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

﴿گواہی اور خبر کی ۸ قسمیں ہیں جسکی ترتیب یہ ہے﴾

نمبر	کس گواہی میں کتنے آدمی ہوں	کس طرح کا آدمی ہو
(۱)	زنا کی گواہی۔۔جس میں چار مرد گواہ ہوں	عادل ہوں
(۲)	قتل کی گواہی۔۔جس میں دو مرد گواہ ہوں	عادل ہوں
(۳)	معاملات کی گواہی۔۔جس میں دو مرد گواہ ہوں۔ یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہوں	عادل ہوں
(۴)	نکاح کی گواہی۔۔جس میں دو مرد گواہ ہوں۔۔ یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہوں	عادل ہوں، اس میں فاسق بھی چلے گا
(۵)	ہلال عید کی گواہی۔۔جس میں دو مرد گواہ ہو۔ یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہوں	عادل ہوں
(٦)	ہلال رمضان کی گواہی۔۔جس میں ایک آدمی مرد ہو یا ایک عورت گواہ ہو	عادل ہو، یا مستور الحال ہو
(۷)	ولادت وغیرہ جہاں مرد مطلع نہ ہو سکتا ہو۔۔ایک عورت کی گواہی مقبول ہے	عادلہ ہو
(۸)	ھدیہ وغیرہ کی خبر۔۔بچہ اور باندی کی خبر بھی کافی ہے	عادل ہو یا مستور الحال ہو

نوٹ : گواہی کی اس ترتیب میں عید کی گواہی پانچویں نمبر پر اور رمضان کی گواہی چھٹے نمبر پر ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جھوٹی گواہی قبول کر لی جائے۔

ترجمہ : (۱۰۲۱[ب]) جب آسمان پر علت ہو تو عید کے چاند کے لئے دو آزاد مرد، یا ایک آزاد مرد اور دو آزاد عورتوں کی طرف

علّة لفظ الشهادة من حرّين او حرّ وحرّتين بلا دعوٰی (١٠٢٢) وان لم يكن بالسماء علّة فلا بدّ من جمع عظيم لرمضان والفطر ومقدار الجمع العظيم مفوّض لرأى الامام فى الاصح.

سے لفظ شہادت کی شرط ہوگی، بغیر دعوی کے۔

تشریح : اگر آسمان پر غبار، کہر یا بادل ہو تو عید الفطر اور بقرعید کے چاند کی گواہی دینے کے لئے دو آزاد مرد ہوں، یا ایک آزاد مرد ہو اور دو آزاد عورتیں ہو، اور شہادت کے الفاظ سے گواہی دے تب اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

وجه :(۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ علت کی وجہ سے رؤیت عامہ کا حکم نہیں دے سکتے لیکن روزہ توڑنا اور افطار کروانا عبادت کو چھوڑنا ہے اس لئے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ کم سے کم دو آدمی کی گواہی ہو تا کہ رؤیت مضبوط ہو جائے پھر عبادت کو توڑنے کا حکم دیا جائے۔(۲) چونکہ اس میں بندوں کا نفع ہے کہ روزے کو چھوڑنا ہے اس لئے یہ معاملات کی طرح ہو گیا۔(۳) اس حدیث میں ہے کہ دو آدمیوں کی گواہی پر عید کا فیصلہ کیا گیا۔ **عن ربعی بن حراش عن رجل من اصحاب النبی ﷺ قال اختلف الناس فی آخر یوم من رمضان فقدم اعرابيان فشهدا عند النبی ﷺ بالله لا هلا الهلال امس عشية فامر رسول الله ﷺ الناس ان يفطروا** (ابو داؤد شریف، باب شہادة رجلین علی رویۃ ہلال شوال ص ۳۲۶ نمبر ۲۳۳۹ / ابن ماجۃ شریف، باب ماجاء فی الشہادۃ علی رؤیۃ الھلال، ص ۲۳۷، نمبر ۱۶۵۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عید الفطر کے چاند کے لئے دو گواہ ضروری ہیں، (۴) دار قطنی میں ہے۔ **قالا و كان رسول الله ﷺ لا يجيز شهادة الافطار الا بشهادة رجلين** (دار قطنی، کتاب الصوم ج ثانی ص ۱۳۷ نمبر ۲۱۲۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آسمان پر علت ہو تو عید کے لئے دو گواہوں سے عید کا فیصلہ کریں گے اس سے کم میں نہیں۔

ترجمه : (۱۰۲۲) اور جب آسمان پر کوئی علت نہ ہو (یعنی صاف ہو) تو رمضان اور عید کے لئے بڑی جماعت کی (گواہی کی) ضرورت ہے، اور صحیح قول کے بموجب بڑی جماعت کی مقدار امام کی رائے پر موقوف ہے۔

تشریح : آسمان صاف ہو تو رمضان میں اور عیدین میں ایک دو آدمی کی گواہی پر فیصلہ نہیں کیا جائے گا بلکہ جم غفیر دیکھے تب چاند کا فیصلہ کیا جائے گا، اور جم غفیر کا مطلب یہ ہے کہ ہر محلے کے ایک دو آدمی دیکھ لے، یا اتنا آدمی دیکھے کہ قاضی کو اطمینان ہو جائے کہ واقعی ان لوگوں نے چاند دیکھا ہے جھوٹ نہیں بول رہے ہیں۔

وجه : (۱) اگر آسمان پر بادل، غبار، کہرا، دھواں وغیرہ کوئی چیز نہیں ہے اور چاند نظر آنے کے قابل ہو گیا ہے تو ہر ڈھونڈنے والے کو نظر آئے گا اور کافی آدمی اس کو دیکھیں گے۔ لیکن اس کے باوجود ایک دو آدمیوں نے دیکھنے کا دعوی کیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ اور محال عادی ہے اس لئے ایک دو آدمیوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ بلکہ اتنے آدمی دیکھیں کہ اس کی خبر سے علم یقینی ہو اور جھوٹ پر محمول نہ کیا جا سکے (۲)۔ اثر میں ہے **قلت لعطاء ارايت لو ان رجلا راى هلال رمضان قبل**

(۱۰۲۳) واذا اتمّ العدد بشهادة فرد ولم ير هلال الفطر والسماء مصحيّة لا يحل له الناس بليلة ايصوم قبلهم ويفطر قبلهم ؟ قال لا الا ان راه الناس اخشى يكون شبه عليه (مصنف عبدالرزاق، باب کم یجوز من الشھو دعلی رویۃ الھلال ج رابع ص ۱٦۷ نمبر ۷۳٤۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ رویت عامہ ہو تب قبول کیا جائے گا۔

(۳) اس حدیث کے اشارۃ النص سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مطلع صاف ہونے پر ایک بڑی جماعت دیکھے تب چاند کا فیصلہ کرے۔ عن ابی هريرة أن النبى ﷺ قال : الصوم يوم تصومون ، و الفطر يوم تفطرون ، و الاضحىٰ يوم تضحون ۔(ترمذی شریف، باب الصوم یوم تصومون، والفطر یوم تفطرون، والاضحیٰ یوم تضحون، ص ۱۷۷، نمبر ٦۹۷/ابو داود شریف، باب اذا أخطاء القوم الھلال، ص ۳۳۸، نمبر ۲۳۲٤) اس حدیث میں ہے کہ جس دن سب لوگ رمضان اور عید کریں اس دن کرو، تو اس کے اشارہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اور بہت سے لوگ چاند دیکھیں تب روزہ رکھیں اور عید کریں، جس سے رویت عامہ ثابت ہوتی ہے۔

تجربہ: زمانے کا تجربہ یہ ہے کہ جب چاند دیکھنے کے قابل ہو جاتا ہے اور مطلع صاف ہو تو ہر آدمی کو نظر آتا ہے۔ لیکن دکھنے کے قابل نہ ہو تو کسی کو نظر نہیں آتا۔ ایسے موقع پر ایک دو گواہی گزرتی ہے اور وہ جھوٹی گواہی ہوتی ہے۔ اس وقت چاند آسمان پر ہلال ہی بنا نہیں ہوتا۔ چاند نیومون سے اٹھارہ گھنٹے کے بعد دیکھنے کے قابل ہوتا ہے۔ جو لوگ اس سے قبل دیکھنے کا دعوی کرتے ہیں وہ جھوٹ بولتے ہیں۔

نوٹ :عرب کے علماء نے ایک گواہی اور دو گواہی پر چاند ہونے کا فیصلہ دیا اور رویت عامہ کا اعتبار نہیں کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں کیلنڈر ایک دن مقدم اور ڈیڑھ دن مقدم تاریخ پر بنائی گئی۔ اور اسی پر ایک دو گواہی لیکر رویت کا اعلان کرتے ہیں۔ اور ساڑھے ستائیس پر یا اٹھائیس پر گواہی لیتے ہیں۔ اور اعلان رویت کر لیتے ہیں، ان کا کبھی بھی حقیقت میں انتیس اور تیس پورے نہیں ہوتے۔ صرف مقدم کیلنڈر کا انتیس اور تیس پورا کرتے ہیں جو قطعا جائز نہیں ہے۔ اور ایک روز فرض روزہ ضائع کرتے ہیں۔ العیاذ والحفیظ! اس لئے مطلع صاف ہو تو رویت عامہ پر رویت کا فیصلہ کرنا چاہئے۔

ترجمہ : (۱۰۲۳) اور جب تیس کی عدد ایک آدمی کی گواہی سے پوری ہو جائے۔ اور پھر بھی عید کا چاند نظر نہیں آیا اور آسمان صاف ہے پھر بھی اس کے لئے روزہ چھوڑنا حلال نہیں ہے۔

تشریح : رمضان کے چاند کے لئے ایک آدمی نے گواہی دی، امام نے اس کو قبول کر لیا، جس کی وجہ سے لوگوں نے روزہ رکھا اور تیس دن پورے ہو گئے، اور آسمان صاف ہونے کے باوجود چاند نظر نہیں آیا تو اب تیس دن پورے ہونے کے بعد عید منا لیں یا نہیں، تو اس بارے میں امام ابو حنیفہؒ کی روایت حضرت حسن بن زیاد سے یہ ہے کہ افطار نہ کرے، یعنی عید نہ منائے، بلکہ اکتیس روزے رکھ کر عید منائے۔۔ فطر: کا ترجمہ ہے افطار کر کے عید کر لینا۔

وجہ : (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ ان روزے کا سبب ابتداء میں ایک گواہی ہے، اور پیچھے گزرا کہ ایک گواہی پر عید نہیں کر سکتے، اس

الفطر(١٠٢٤) واختلف الترجيح فيما اذا كان بشهادة عدلين (١٠٢٥) ولا خلاف فی حلّ الفطر اذا كان بالسماء علّة ولو ثبت رمضان بشهادة الفرد (١٠٢٦) وهلال الاضحٰى كالفطر.

کے لئے دو گواہی چاہئے، اس لئے تیس روزے ہونے کے باوجود عید نہ کرے، ہاں اگر اس کی تیس پر چاند نظر آجائے تو عید کر سکتے ہیں، اور (٢) دوسری وجہ یہ ہے کہ احتیاط اسی میں ہے کہ عید نہ کرے، کیونکہ بہت ممکن ہے کہ اس ایک آدمی نے دیکھنے میں غلطی کی ہو۔ (٣) فلکی تجربہ یہ ہے کہ مطلع صاف ہونے کے باوجود تیس تاریخ کو چاند نظر نہیں آیا تو یقینی طور پر یا اس نے جان کر جھوٹ بولا ہے، یا مطلع پر چاند تھا ہی نہیں اس کو چاند ہونے کا شبہ ہوا ہے۔

ترجمہ : (١٠٢٤) ترجیح کے بارے میں اختلاف کیا ہے جبکہ دو عادل گواہی سے رمضان ثابت کیا ہو۔

تشریح : رمضان دو عادل گواہوں کے ذریعہ ثابت کیا تھا اب تیس دن پورے ہونے کے بعد بھی چاند نظر نہیں آیا تو اب عید کرے یا نہ کرے تو اس بارے میں اختلاف ہے۔ کچھ حضرات نے فرمایا کہ عید کر لی جائے، اور وجہ یہ بتاتے ہیں کہ دو گواہوں سے عید کا چاند ثابت ہو جاتا ہے اس لئے یہاں رمضان دو گواہوں سے ثابت ہوا ہے تو اس کی بنیاد پر عید بھی دو گواہوں سے ثابت ہو جائے گی۔ اور دوسرے حضرات نے فرمایا کہ آسمان صاف ہے اس لئے یہاں رویت عامہ ہونی چاہئے اور رمضان رویت عامہ سے ثابت نہیں ہوا ہے اس لئے اس کی بنیاد پر عید ثابت نہیں کی جائے گی، اور یہ کہا جائے گا کہ چاند دیکھنے والے کو شبہ ہوا ہے۔

اصول : رویت عامہ کی ضرورت ہو تو اس کی بنیاد گواہی پر نہیں رکھ سکتے۔

ترجمہ : (١٠٢٥) اور کوئی اختلاف نہیں ہے عید کے حلال ہونے میں جب کہ آسمان میں علت ہو، چاہے رمضان کا ثبوت ایک آدمی کی گواہی پر ہوا ہو۔

تشریح : ٣٠ رمضان پورا ہو گیا اور آسمان صاف نہیں ہے تو قاعدے کے اعتبار سے دو گواہی سے عید ثابت ہو جائے گی رویت عامہ کی ضرورت نہیں ہے، اس لئے اگر رمضان ایک گواہی سے بھی ثابت ہوئی ہو تو ٣٠ کے بعد عید کرنا حلال ہے۔

وجہ : آسمان صاف نہیں ہے کہ رویت عامہ کی ضرورت نہیں ہے گواہی پر اس کا مدار ہے اور رمضان میں ایک گواہی کافی ہے اس لئے اس پر بنیاد رکھ کر رمضان کے ٣٠ پورا کرنے کے بعد عید کرنا حلال ہو جائے گا

اصول : گواہی کی ضرورت ہو تو اس کی بنیاد گواہی پر رکھ سکتے ہیں۔

ترجمہ : (١٠٢٦) عید الاضحٰی کے چاند کا حکم عید الفطر جیسا ہے۔

تشریح : عید الفطر کے چاند کے لئے مطلع صاف نہ ہو تو دو مرد گواہ ہوں آزاد اور عادل، یا ایک مرد ہو اور دو عورتیں ہوں آزاد اور عادل، اور مطلع صاف ہو تو رویت عامہ ہو اسی طرح بقر عید کے لئے مطلع صاف ہو تو دو گواہ ہوں مرد آزاد اور عادل، یا ایک مرد ہو اور دو عورتیں ہوں آزاد اور عادل، اور مطلع صاف ہو تو رویت عامہ چاہئے۔ کیونکہ اس میں بھی جلدی کرانے میں آدمی کو حج وغیرہ کا فائدہ

(۱۰۲۷) ويشترط لبقيّة الاهلّة شهادة رجلين عدلين او حرّ و حرّتين غير محدودين في قذف. (۱۰۲۸) واذا ثبت في مطلع قُطرٍ لزم سائر الناس في ظاهر المذهب وعليه الفتوٰى واكثر

ہے اس لئے یہ بھی عید الفطر کی طرح ہو گیا۔

ترجمہ : (۱۰۲۷) اور شرط لگائی جاتی ہے باقی چاند کے لئے دو عادل مرد یا ایک آزاد مرد اور دو آزاد عورتیں جس پر تہمت کی وجہ سے حد نہ لگائی گئی ہو۔

تشریح : باقی ۹ مہینوں کا حکم عید الفطر کا حکم ہے۔ یعنی مطلع ابر آلود ہو تو کے چاند کے ثبوت کے لئے دو آزاد آدمی ہوں جو آزاد ہوں عادل ہوں اور تہمت زنا میں حد پایا ہوا نہ ہو، یا ایک مرد ہو اور دو عورتیں ہوں جو آزاد ہوں عادلہ ہوں اور تہمت زنا میں حد پائی ہوئی نہ ہوں۔ اور مطلع صاف ہو تو رویت عامہ ہو۔ یہاں عبارت میں کمی ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہی مصنفؒ کا مطلب ہے۔

وجہ : رمضان کو آسانی سے اس لئے ثابت کر دیا گیا کہ زیادہ دن ہونے میں زیادہ عبادت ہوگی اور باقی مہینوں میں یہ بات نہیں ہے اس لئے وہ عام معاملات کی طرح ہوں گے۔

ترجمہ : (۱۰۲۸) اگر کسی قطر کے مطلع پر چاند ثابت ہو جائے تو ظاہری مذہب میں تمام لوگوں پر لازم ہے اور اسی پر فتوی ہے اور اکثر مشائخ ہیں۔

تشریح : کسی ملک کے ایک شہر میں شرعی دلائل سے چاند کا ثبوت ہو گیا تو پورے ملک پر اس کا ماننا ضروری ہے، تا کہ ایک ہی ملک میں دو عید یا دو رمضان نہ ہو جائے، کیونکہ یہ چیزیں اجتماعی کرنے کی ہیں۔ مثلا دہلی میں چاند ثابت ہو جائے تو پورے ہندوستان پر یہی تاریخ ہونی چاہئے۔ لیکن پاکستان الگ ملک ہے اس لئے اس پر اس کا نفاذ نہیں ہوگا وہ اپنی رویت کریں گے تب نفاذ ہوگا، یا پھر وہ یقین کر لیں کہ ہندوستان کی رویت صحیح ہے اور اس پر اپنا فیصلہ صادر کر لیں تب اس کا نفاذ ہوگا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ صحیح رویت ہو جھوٹی گواہی نہ ہو۔ اس وقت پورے عالم میں صورت حال یہ ہے کہ تمام قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ آسمان پر چاند ہے ہی نہیں لیکن دو جھوٹی گواہی کھڑی کر کے چاند ثابت کر لیتے ہیں، اس چاند کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

وجہ : (۱) اس حدیث میں ہے کہ سب ایک ساتھ تاریخ شروع کریں۔ عن ابی هريرة أن النبی ﷺ قال : الصوم يوم تصومون ، و الفطر يوم تفطرون ، و الاضحىٰ يوم تضحون ۔ (ترمذی شریف، باب الصوم یوم تصومون، والفطر یوم تفطرون، والاضحیٰ یوم تضحون، ص ۱۷۷، نمبر ۶۹۷ / ابو داود شریف، باب اذا أخطاء القوم الھلال، ص ۳۳۸، نمبر ۲۳۲۴) اس حدیث میں ہے کہ جس دن سب لوگ رمضان اور عید کریں اس دن کرو۔

ترجمہ : (۱۰۲۹) اور کوئی اعتبار نہیں دن میں چاند دیکھنے کا، چاہئے زوال سے پہلے دیکھے یا بعد میں وہ آئندہ رات کا شمار ہوگا، مختار مذہب یہی ہے۔

المشائخ (١٠٢٩) ولا عبرة برؤية الهلال نهارا سواء كان قبل الزوال او بعده وهو الليلة المستقبلة في المختار.

تشریح: کوئی آدمی دن کو چاند دیکھے تو چاہے زوال سے پہلے دیکھے یا بعد میں دیکھے یہ اگلے دن کا چاند شمار ہوگا، مختار مذہب یہی ہے

نوٹ: پہلے دن کا چاند اتنا باریک ہوتا ہے اور اتنی کم روشنی ہوتی ہے کہ وہ کسی حال میں کسی کو دن میں نظر نہیں آسکتا ہے، وہ تو بالکل سورج کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے اس لئے اس کی تیز روشنی میں نظر کیسے آئے گا! ۔ یہ اصل میں سورج گرہن ہوتا ہے جو دن میں ہلالی شکل میں نظر آتا ہے، لیکن دیکھنے والے کو سورج گرہن ہونے کا علم نہیں ہے اس لئے وہ اس کو پہلی کا چاند سمجھ رہا ہے۔ سورج گرہن ٹھیک نیومون کے وقت ہوتا ہے۔

وجه: عن يحى بن ابى اسحاق قال رأيت الهلال الفطر قريبا من صلاة الظهر فافطر ناس فأتينا انس بن مالک فذكرنا له روية الهلال و افطار من افطر قال و اما انا فمتم يومى هذا الى الليل ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الھلال یری نھارا أیفطر ام لا؟ ج ثانی ،ص ۳۱۹،نمبر ۹۴۴۹) اس قول صحابی میں ہے کہ اگلے دن کا چاند شمار ہوگا۔ یہاں دیکھنے والے تابعی کو چاند کا دھوکا لگا ہے، یہ چاند نہیں ہے سورج گرہن ہے جو دن کے وقت ہوا ہے۔

﴿باب ما لا یُفسد الصوم﴾(وھو اربعة و عشرون شیئا.)

﴿باب: جو چیزیں روزہ کو نہیں توڑتیں﴾

روزہ نہ توڑنے والی ۲۴۔ چیزیں ایک نظر میں

۱:......بھولے سے کھالیا۔

۲:......پی لیا۔

۳:......جماع کرلیا۔

۴:......یا دیکھنے سے انزال ہوجائے۔

۵:......یا خیال کرنے سے (انزال ہو) اگرچہ برابر دیکھتا یا خیال کرتا رہا ہو۔

۶:......یا تیل لگانا۔

۷:......یا سرمہ لگانا، چاہے حلق میں اس کا مزہ پاوے۔

۸:......یا پچھنا لگانا۔

۹:......یا غیبت کرنا۔

۱۰:......یا افطار کی نیت کر کے افطار نہ کرے۔

۱۱:......یا اس کے حلق میں بغیر اس کے فعل کے دھواں چلا جا گیا۔

۱۲:......یا غبار چلا جائے اگرچہ چکی کا (غبار) ہو۔

۱۳:......یا مکھی چلی گئی۔

۱۴:......یا دواؤں کے مزہ کا اثر چلا جائے اور اس کو روزہ یاد ہو۔

۱۵:......یا صبح کی جنبی کی حالت میں اگرچہ پورا دن ناپاکی میں گذار دیا ہو۔

۱۶:......یا ذکر میں دوا ڈالی۔(۱۷) یا تیل ڈالا۔

۱۸:......یا نہر میں غوطہ کی وجہ سے اس کے کان میں پانی داخل ہوگیا۔

۱۹:......یا لکڑی سے اپنے کان میں کھجلایا اور اس میں میل نکلا پھر اس بار بار کان میں داخل کیا۔

۲۰:......یا ناک آیا اور جان کر اوپر چڑھا لیا، یا نگل لیا۔

۲۱:......یا کسی کو قے ہوگئی اور بے اختیار واپس لوٹ گئی اگر منھ بھر کے ہو، صحیح مذہب میں۔

(۱۰۳۰) مالو اكل او شرب او جامع ناسيا (۱۰۳۱) وان كان للناسی قدرة علی الصوم يذكّره به من رآه يأكل وكره عدم تذكيره وان لم يكن له قوّة فالاولی عدم تذكيره (۱۰۳۲) اوانزل بنظر او

۲۲:...... یا اپنے اختیار سے قے کی اور منھ بھر سے کم ہو۔

۲۳:...... یا دانتوں کے درمیان کی چیز کو کھالیا اور وہ چنے سے چھوٹی ہو۔

۲۴:...... یا تل جیسی (چھوٹی سی) چیز کو چبایا خارج منھ سے اٹھا کر یہاں تک کہ وہ گھل مل گئی اور اس کا مزہ حلق میں محسوس نہ ہوا۔

☆☆☆

ترجمہ : (۱۰۳۰) [۱] بھولے سے کھالیا۔[۲] یا پی لیا۔[۳] یا جماع کرلیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

تشریح : بھول کا مطلب یہ ہے کہ یہ یاد ہی نہیں تھا کہ میں روزہ ہوں اور کھا پی لیا، تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ اور غلطی کا مطلب یہ ہے کہ روزہ تو یاد تھا لیکن غلطی سے کھالیا، یا روزہ یاد تھا اور منہ میں پانی ڈالا اور غلطی سے پیٹ میں چلا گیا تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا

وجہ : (۱) بھول کر کھانے، پینے اور جماع کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ بھول چوک معاف ہے (۲) حدیث میں ہے۔ **عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال اذا نسی فاكل او شرب فليتم صومه فانما اطعمه الله وسقاه** (بخاری شریف، باب الصائم اذا اکل او شرب ناسیا، ص ۲۵۹، نمبر ۱۹۳۳/ ابو داؤد شریف، باب من اکل ناسیا، ص ۳۳۳، نمبر ۲۳۹۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بھول سے کھایا یا پیا تو روزہ نہیں ٹوٹا اس کو پورا کرے (۳) **عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال من افطر فی شهر رمضان ناسيا فلا قضاء عليه ولا كفارة وليتم صومه** (دار قطنی ۳ کتاب الصوم، ج ثانی ص ۱۵۸ نمبر ۲۲۲۳) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ بھول سے کھایا پیا تو روزہ نہیں ٹوٹا اور نہ اس کی قضا کرنے کی ضرورت ہے۔ اور نہ کفارہ دینے کی ضرورت ہے۔ (۴) اور بھول کر جماع کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا اس کے لئے یہ قول تابعی ہے۔ **عن مجاهد قال : لو وطی رجل امرأته و هو صائم ناسيا فی رمضان لم يكن عليه فيه شیء** ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یأکل ویشرب ناسیا، ج رابع، ص ۱۳۵، نمبر ۷۴۰۵) اس اثر میں ہے کہ بھول کر جماع کرلے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

ترجمہ : (۱۰۳۱) اگر بھولنے والے میں روزہ کی قدرت ہو تو جو شخص اس کو کھاتا دیکھے یاد دلادے، اور یاد نہ دلانا مکروہ ہے، اگر قدرت نہ ہو تو بہتر ہے کہ یاد نہ دلاوے۔

تشریح : جسکو روزے پر قدرت ہے اور وہ بھول کر کھا رہا ہے تو اس کو یاد دلادے کہ تم کھا رہے ہو تاکہ اصل پر عمل کر کے عبادت پوری کرے، اور اگر ایسا نہیں کیا تو مکروہ ہے اور اگر قدرت نہ ہو تو اس کو کھانے دے یا کہ وہ کمزور نہ ہو جائے۔

ترجمہ: (۱۰۳۲) [۴] یا دیکھنے سے انزال ہو جائے۔[۵] یا خیال کرنے سے (انزال ہو) اگرچہ برابر دیکھتا یا خیال کرتا رہا ہو

تشریح : عورت کی شرمگاہ دیکھا یا مسلسل دیکھتا رہا جس سے انزال ہو گیا، یا اس کے بارے میں خیال کیا، یا مسلسل کرتا رہا

فکر و ان ادام النظر و الفکر(۱۰۳۳) او ادّھن او اکتحل ولو وجد طعمه فی حلقه

جسکی وجہ سے انزال ہو گیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

وجہ : (۱)اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس میں نہ صورۃ جماع پایا گیا اور نہ معنی جماع پایا گیا اس لئے اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، اس کے لئے قول صحابی یہ ہے۔قال ابن عباس و عکرمة الصوم مما دخل ولیس مما خرج (بخاری شریف، باب الحجامۃ والقیئ للصائم ص۲۶۰ نمبر ۱۹۳۸)اس اثر سے معلوم ہوا کہ کوئی چیز داخل ہونے سے روزہ ٹوٹتا ہے کسی چیز کے نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔البتہ جماع میں منی نکلتی ہے پھر بھی اس لئے ٹوٹتا ہے کہ اس میں لذت کاملہ ہوتی ہے۔جس کے ٹوٹنے کے بارے میں حدیث ہے۔(۲)دوسری وجہ یہ ہے کہ پیٹ یا دماغ میں داخل ہونے سے روزہ ٹوٹتا ہے، یہاں خارج ہونا پایا گیا اور صورت جماع بھی نہیں ہے اس لئے نہیں ٹوٹے گا۔(۳) اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔و قال جابر ابن زید : ان نظر فأمنی یتم صومه ۔(بخاری شریف، باب المباشر للصائم، ص۳۰۹،نمبر ۱۹۲۷)اس اثر میں ہے کہ عورت کو دیکھنے سے انزال ہو جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔(۴) یہ احتلام کی طرح ہے اور احتلام میں روزہ نہیں ٹوٹتا۔احتلام کی حدیث یہ ہے. عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ: ثلاث لا یفطرن الصائم : الحجامة و القیء و الاحتلام (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الصائم یذرعہ القیئ، ص۱۵۲،نمبر ۷۱۹/ابوداؤد شریف، فی الصائم یحتلم نھارا فی شھر رمضان، ص۳۳۰،نمبر ۲۳۷۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احتلام ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

ترجمه : (۱۰۳۳)[۶] یا تیل لگانا۔[۷] یا سرمہ لگانا، چاہے حلق میں اس کا مزہ پاوے۔

تشریح : جسم پر تیل لگایا تو یہ دماغ، یا پیٹ میں نہیں گیا اس لئے اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔اور سرمہ لگایا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا چاہے دوا سرمہ کا مزہ حلق میں محسوس ہوتا ہو۔

وجه : (۱)شریعت کا اصول یہ ہے کہ ظاہری طور پر سوراخ نظر آتا ہو اور اس سے دوائی یا کوئی چیز پیٹ میں یا دماغ میں چلا جائے تو روزہ ٹوٹے گا، ورنہ نہیں اور آنکھ اور حلق کے درمیان ظاہری سوراخ نہیں ہے اس لئے اس میں سرمہ یا دوائی ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔اور کان میں ظاہری سوراخ ہے، چاہے اندر تک سوراخ نہ جاتا ہو اس لئے اس میں تیل یا دوائی ڈالنے سے روزہ ٹوٹے گا، کیونکہ شریعت ظاہر کا اعتبار کرتی ہے(۲) حدیث میں ہے. عن انس بن مالک قال جاء رجل الی النبی ﷺ قال : اشتکت عینی أفأکتحل و أنا صائم ؟ قال نعم ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی الکحل للصائم ص۱۵۴ نمبر ۷۲۶)اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے روزے دار کو آنکھ میں سرمہ لگانے کی اجازت دی جسکا مطلب یہ ہے کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔(۳) سرمہ لگانے سے روزہ نہ ٹوٹنے کی یہ حدیث ہے .عن عائشة قالت ربما اکتحل النبی ﷺ وھو صائم (سنن للبیھقی، باب الصائم یکتحل ج رابع ص۴۳۷،نمبر ۸۲۵۹)(۴)اس اثر میں بھی اس کا ثبوت ہے۔عن انس بن مالک انه کان

(۱۰۳۴) او احتجم او اغتاب(۱۰۳۵) او نوی الفطر ولم یفطر(۱۰۳۶) او دخل حلقه دخان

یکتحل وھو صائم (ابوداؤدشریف، باب فی الکحل عندالنوم، کتاب الصائم ص۳۳۰ نمبر ۲۳۷۸) اس حدیث اوراثر سے معلوم ہوا کہ سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

لغت: ادھن: دہن سے مشتق ہے، تیل لگانا۔ اکتحل: کحل سے مشتق ہے سرمہ لگایا۔

نوٹ: ڈاکٹری تحقیق یہ ہے کہ آنکھ کا ڈھیلا الگ ہے اور کھوپڑی کی ہڈی الگ ہے لیکن دونوں اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہیں کہ اس میں سے سوراخ نظر نہیں آتا اور پانی یا دوائی کا ڈروپ آنکھ میں ڈالیں تو یہ براہ راست دماغ میں نہیں پہنچتا، البتہ اس کا اثر دماغ میں پہنچ سکتا ہے، چونکہ سرمہ یا دوائی براہ راست دماغ تک نہیں پہنچتا اس لئے اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ اور آنسو جو آنکھ سے ٹپکتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ دماغ سے نہیں آتا بلکہ آنکھ کے پیچھے ایک گلٹی سی ہوتی ہے جسکو Lacrimal Gland کہتے ہیں اس سے آنسو بہتا ہے۔ البتہ آنکھ اور ناک کے درمیان سوراخ ہوتا ہے، اسی وجہ سے آنکھ میں دوائی یا سرمہ ڈالو تو وہ ناک کے ذریعہ حلق میں پہنچ جاتا ہے اور حلق میں اس کا مزہ محسوس ہوتا ہے۔

ترجمہ: (۱۰۳۴)[۸] یا پچھنا لگایا۔ [۹] یا غیبت کی۔

تشریح: پچھنا لگوانے سے خون نکلتا ہے، جسم کے اندر داخل نہیں ہوتا اس لئے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ اور غیبت سے بھی جسم میں کوئی چیز داخل نہیں ہوتی اس لئے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

وجہ: (۱) عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله ﷺ: ثلاث لا یفطرن الصائم: الحجامة و القیء و الاحتلام (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الصائم یذرعہ القیئ ص۱۵۲ نمبر ۷۱۹ / ابوداؤد شریف، فی الصائم یحتلم نھارا فی شھر رمضان ص۳۳۰ نمبر ۲۳۷۶ / بخاری شریف، باب الحجامۃ والقیئ للصائم، نمبر ۱۹۳۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پچھنا لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (۳) عن ابن عباسؓ قال: احتجم النبی ﷺ و ھو صائم۔ (بخاری شریف، باب الحجامۃ والقیئ للصائم، ص۳۱۲، نمبر ۱۹۳۹) اس حدیث میں بھی کہ حضورؐ نے روزے کی حالت میں پچھنا لگوایا۔ (۴) غیبت کرنےسے روزہ نہیں ٹوٹے گا اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابی ھریرة قال قال رسول الله ﷺ من لم یدع قول الزور و العمل به فلیس لله حاجة ان یدع طعامه و شرابه۔ (ابوداود شریف، باب الغیبۃ للصائم، ص۳۴۳، نمبر ۲۳۶۲) اس حدیث میں غیبت چھوڑنے کی تاکید کی ہے لیکن روزہ ٹوٹنے کا حکم نہیں لگایا۔

ترجمہ: (۱۰۳۵)[۱۰] یا افطار کی نیت کرکے افطار نہ کرے۔

تشریح: روزہ رکھا ہوا تھا اس دوران روزہ توڑنے کی نیت کی لیکن ابھی تک کھایا پیا نہیں تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ بغیر کھائے پیئے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

بلا صنعه او غبار ولو غبار الطاحون وذباب(١٠٣٧) او اثر طعم الادوية فيه وهو ذاكر

ترجمه : (١٠٣٦)[١١] یا اس کے حلق میں بغیر اس کے فعل کے دھواں چلا جا گیا۔[١٢] یا غبار چلا جائے اگر چہ چکی کا (غبار) ہو۔[١٣] یا مکھی چلی گئی۔

تشریح : ایک ہے دھویں کا حلق کے اندر خود بخود چلا جانا اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ اس کا فعل نہیں ہے، لیکن اگر سگریٹ، یا بیڑی پی اور دھواں دماغ میں یا پیٹ میں چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، کیوں کہ یہ نشہ کی چیز ہے جسکو اپنے فعل سے حلق میں داخل کیا۔غبار حلق میں چلا جائے یا مکھی چلی جائے تو یہ کھانے کی چیز نہیں ہیں، اور خود بخود گئی ہیں اس لئے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ ۔الطاحون : طحن سے مشتق ہے، پیسنا، مراد ہے چکی۔ذباب: مکھی۔

وجه:(١) مکھی کے بارے میں یہ اثر ہے۔**عن ابن عباس فی الرجل یدخل حلقه الذباب قال لا یفطر**۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب فی الصائم یدخل حلقه الذباب، رابع، ص ٣٤٩، نمبر ٩٧٩٣) اس اثر میں ہے کہ حلق میں اچانک مکھی گھس جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

ترجمه : (١٠٣٧)[١٤] یا دواؤں کے مزہ کا اثر چلا جائے اور اس کو روزہ یاد ہو۔

تشریح :اگر دوا براہ راست پیٹ میں یا دماغ میں چلی جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، لیکن اگر دواء نہیں گئی، صرف اس کا مزا حلق میں پہنچا، یا پیٹ یا دماغ میں تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

وجه : (١) کوئی بھی کھانے پینے کی چیز یا دوا کی چیز دماغ تک یا آنت تک پہنچ جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔اوپر کی صورت (٢) قول صحابی میں ہے ۔**قال ابن عباس و عکرمة الصوم مما دخل ولیس مما خرج**. (بخاری شریف، باب الحجامة والقیئ للصائم، ص ٣١٢، نمبر ١٩٣٨/سنن للبیهقی، باب الافطار بالطعام وبغیر الطعام اذا ازدرده عامدا او بالسعوط والاحتقان وغیر ذلک مما یدخل جوفه باختیاره، ج رابع، ص ٤٣٥، نمبر ٨٢٥٣) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کوئی چیز داخل ہو جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور داخل ہونے کا مطلب پیٹ میں یا دماغ میں داخل ہونا ہے جو اصل ہیں۔(٢) حقنہ کے بارے میں اثر موجود ہے ۔**عن الثوری قال یفطر الذی یحتقن بالخمر ولا یضرب الحد**(مصنف عبد الرزاق، باب الحقنة فی رمضان والرجل یصیب اهله ج رابع ص ١٥٤ نمبر ٧٥٠٨) (٣) **عن عطاء کره ان یستدخل الانسان شیئا فی رمضان بالنهار فان فعل فلیبدل یوما ولا یفطر ذلک الیوم** (مصنف عبد الرزاق، باب الحقنة فی رمضان والرجل یصیب اهله ص ١٥٣ نمبر ٧٥٠٧/مصنف ابن ابی شیبة، باب الحقنة للصائم ماذکر فیها، ج ثانی، ص ٣٠٦، نمبر ٩٢٩١) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کوئی چیز بدن میں داخل کرنے سے دوسرے دن روزہ قضا رکھے۔(٤) ناک میں دوا ٹپکانے کے بارے یہ اثر موجود ہے . **عن الحسن أنه کره للصائم یستسعط** ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب الصائم یستسعط، ج ثانی، ص ٣٠٤، نمبر ٩٢٦٤) اس اثر میں ہے کہ روزہ

لصومه(۱۰۳۸) او اصبح جنبا ولو استمرّ یوما بالجنابة (۱۰۳۹) او صبّ فی احلیله ماء او دهنا(۱۰۴۰) او خاض نهرا فدخل الماء اُذُنه (۱۰۴۱) او حکّ اُذُنه بعود فخرج علیه درن ثم اَدْخله مرارا الی اُذُنه (۱۰۴۲) او دخل انفه مُخاط فاستنشقه عمدا او ابتلعه وینبغی اِلقاء النخامة

دار کے لئے ناک میں دوا ٹپکانا مکروہ ہے، اس لئے کہ اس سے اصلاح بدن بھی ہے جو معنوی افطار ہے۔

اصول : غذا یا دوا پیٹ میں یا دماغ میں داخل ہونے سے روزہ ٹوٹے گا۔

ترجمہ : (۱۰۳۸)[۱۵] یا صبح کی جنبی کی حالت میں اگر چہ پورا دن ناپاکی میں گذار دیا ہو۔

تشریح : رات میں جنبی ہوا اور اسی حال میں روزہ رکھا، اور پورا دن جنبی رہا تب بھی روزہ صحیح ہے، روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ روزے کی حالت میں کوئی چیز نکلنا نہیں پایا گیا۔ البتہ جنابت کی حالت میں پورا دن رہنا مکروہ تنزیہی ہے۔

وجہ :**ان عائشة زوج النبی ﷺ قالت قد کان رسول الله ﷺ یدرکه الفجر فی رمضان و هو جنب من غیر حلم فیغتسل و یصوم**۔(مسلم شریف، باب صحۃ صوم من طلع علیہ الفجر وھو جنب ،ص ۴۵۲، نمبر ۲۵۹۰/۱۱۰۹/ابوداود شریف، باب من اصبح جنبا فی شھر رمضان ،ص ۳۴۶، نمبر ۲۳۸۹)اس حدیث میں ہے کہ جنبی کی حالت روزہ درست ہے ۔یغتسل ویصوم سے پتہ چلا کہ پورا دن جنابت کی حالت میں رہنا مکروہ ہے۔

ترجمہ : (۱۰۳۹)[۱۶] یا ذکر میں دوا ڈالی۔[۱۷] یا تیل ڈالا۔

تشریح :ذکر سے لیکر آنت تک کوئی سوراخ نہیں ہے اس لئے اس میں دوا، یا تیل ڈالے گا تو آنت تک نہیں جائے گا اس لئے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔۔احلیل: پیشاب نکلنے کا سوراخ۔دھن: تیل۔

ترجمہ : (۱۰۴۰)[۱۸] یا نہر میں غوطہ کی وجہ سے اس کے کان میں پانی داخل ہو گیا۔

تشریح : کان میں ظاہری سوراخ ضرور ہے، لیکن کان میں خود بخود پانی چلا گیا ہے اس لئے آدمی کا اس میں عمل دخل نہیں ہے اس لئے روزہ نہیں ٹوٹے گا، اور جان کر ڈالا تب بھی نہیں ٹوٹے گا اس لئے یہ عموم بلوی ہے۔۔خاض: پانی میں گھسنا۔

ترجمہ (۱۰۴۱)[۱۹] یا لکڑی سے اپنے کان میں کھجلایا اور اس میں میل نکلا پھر اس (میل والی لکڑی کو) بار بار کان میں داخل کیا

وجہ : میل والی لکڑی کو کان میں بار بار داخل کیا تو یہ میل دماغ تک نہیں پہونچی، کیونکہ درمیان میں کوئی سوراخ نہیں ہے اس لئے اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔۔ حک: رگڑنا۔کھجلانا۔درن: میل۔

ترجمہ : (۱۰۴۲)[۲۰] یا ناک آیا اور جان کر اوپر چڑھا لیا، یا نگل لیا، اور مناسب ہے کہ (نیٹ آجائے تو) کھنکار کر باہر نکال دے تا کہ اس کا روزہ امام شافعیؒ کے قول کے مطابق بھی فاسد نہ ہو۔

حتی لا یفسد صومه علی قول الامام الشافعی رحمه الله (۱۰۴۳) او ذرعه القیء وعاد بغیر صنعه ولو ملأ فاه فی الصحیح(۱۰۴۴) او استقاء اقلَّ من مِلأ فیه علی الصحیح ولو اعاده فی

تشریح : دماغ سے ناک کا نیٹا [رینٹ] ناک میں آیا اور اس آدمی نے اس کو اوپر چڑھالیا، یا اس کو نگل گیا تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ جب تک منہ سے باہر نہ آئے اس کا حکم اندر کا حکم ہے، اس لئے گویا کہ اندر کی چیز اندر ہی رہ گئی، باہر سے کوئی چیز اندر نہیں گئی، اس لئے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ بہتر یہ ہے کہ اس نیٹے کو کھنکار کر باہر نکال دے۔ تا کہ امام شافعیؒ کے مسلک پر روزہ نہ ٹوٹے۔

وجہ : (۱) رینٹ کا حکم تھوک کا حکم ہے اور تھوک نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اس لئے رینٹ نگلنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (۲) اس حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔ **عن عائشة ان النبی ﷺ کان یقبلها و هو صائم و یمص لسانها** ۔(ابوداود شریف ، باب الصائم یبلغ الریق، ص ۳۴۶، نمبر ۲۳۸۶) اس حدیث میں ہے کہ روزے کی حالت میں حضورؐ اپنی بیوی کی زبان چوستے تھے

لغت: مخاط: رینٹ، ناک کا نیٹا۔ استنشقه: نشق سے مشتق ہے، ناک میں پانی چڑھانا۔ ابتلع: نگل جانا۔ النخامة: نیٹا، رینٹ۔

ترجمہ : (۱۰۴۳) [۲۱] یا کسی کو قے ہوگئی اور بے اختیار واپس لوٹ گئی اگر منہ بھر کے ہو، صحیح مذہب میں۔

تشریح : کسی کو قے ہوگئی اور بغیر اختیار کے واپس بھی ہوگئی تو صحیح مذہب یہ ہے کہ منہ بھر کے ہو تب بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ اندر داخل کرنے میں اس کا اختیار نہیں ہے۔

وجہ : (۱) حدیث یہ ہے۔ **عن ابی هریرة ان النبی ﷺ قال من ذرعه القیئ فلیس علیه قضاء و من استقاء عمدا فلیقض** (ترمذی شریف، باب ما جاء فی من استقاء عمدا، ص ۱۸۲، نمبر ۷۲۰/ ابوداؤد شریف، باب الصائم یستقی عامدا ص ۳۳۱ نمبر ۲۳۸۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خود بخود قے ہوئی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ کوئی چیز نکلی ہے داخل نہیں ہوئی ہے۔ لیکن جان کر قے باہر نکالی تو چونکہ ان کو قے کرنے میں دخل ہے اس لئے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

لغت: ذرع القی ء: خود بخود قے ہونا۔ اور استقاء: کا ترجمہ ہے جان کر قے کی۔ صنع: اپنے عمل سے۔

ترجمہ : (۱۰۴۴) [۲۲] یا اپنے اختیار سے قے کی اور منھ بھر سے کم ہو، صحیح قول یہی ہے، اگر چہ اس کو لوٹا لیا ہو۔

تشریح : اپنے اختیار سے قے کی لیکن منہ بھر سے کم ہے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ اور اس منہ بھر سے کم قے کو اپنے اختیار سے واپس حلق میں لوٹا لیا تب بھی صحیح مذہب یہ ہے کہ روزہ نہیں ٹوٹیگا، انکے یہاں قے کرنے اور قے واپس لوٹانے میں منہ بھر کے ہو تب روزہ ٹوٹے گا، ورنہ نہیں ۔ بعض حضرات کے یہاں منہ بھر سے کم لوٹائے گا تب بھی روزہ ٹوٹ جائے گا۔

وجہ : قے پیٹ کے اندر کی چیز ہے اور کھانے کی چیز نہیں ہے اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ منہ بھر کر ہو تب ہی روزہ توڑا جائے

ترجمہ : (۱۰۴۵) [۲۳] یا دانتوں کے درمیان کی چیز کو کھالیا اور وہ چنے سے چھوٹی ہو۔ [۲۴] یا تل جیسی (چھوٹی سی) چیز کو چبایا خارج منھ سے اٹھا کر یہاں تک کہ وہ گھل مل گئی اور اس کا مزہ حلق میں محسوس نہ ہوا۔

الصحيح(۱۰۴۵) او اكل ما بين اسنانه وكان دون الحمّصة او مضغ مثل سمسمة من خارج فمِه حتى تلاشتُ ولم يجد لها طعما فى حلقه.

تشریح : دانت کے درمیان جو گوشت کا ریشہ پھنسا ہوتا ہے اسکو نگل گیا تو اگر چنے کے برابر سے کم ہے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، یا تل جیسی کوئی چھوٹی چیز ہوئی اس کو چبالیا اور وہ تھوک کے اندر گھل مل گئی اور حلق کے اندر نہ پہونچی تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، اس لئے کے حلق کے نیچے کوئی چیز نہیں گئی۔ اور اگر چنے سے بڑا ہے تو اس کا اعتبار ہے عرف میں اس کو بڑا کہتے ہیں اس لئے اس کے نگلنے سے روزہ ٹوٹے گا

وجه : . **عن ابراهيم أنه رخص فى مضغ العلک للصائم ما لم يدخله حلقه .** (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من رخص فی مضغ العلک للصائم، ج ثانی، ص ۲۹۷، نمبر ۹۱۷۹ رمصنف عبد الرزاق، باب العلک للصائم، ج رابع، ص ۱۵۷، نمبر ۷۵۳۰) اس اثر میں ہے کہ گوند چبا سکتا ہے لیکن حلق میں نہ جائے، جس سے معلوم ہوا کہ گوند حلق میں جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

لغت: الحمصۃ: چنا۔ مضغ: چبانا۔ سمسمۃ: تل۔ تلاشت: گھل مل گیا۔ طعم: مزا۔

﴿باب ما يَفسُد به الصوم وتجب به الكفارة مع القضاء (وهو اثنان وعشرون شيئا.)﴾

قضااور کفارہ کے ۲۲۔اسباب ایک نظر میں

۱:......دونوں راستوں (قبل ودبر) میں سے کسی ایک میں جماع کرنا۔

۲:......کھانا۔

۳:......پینا، برابر ہے اس میں کہ وہ چیز غذا کے کام آتی ہو یا دوا کے۔

۴:......بارش کے قطرے کو نگل لینا جب اس کے منہ میں داخل ہو جائے۔

۵:......کچا گوشت کھانا، مگر یہ کہ اس میں کیڑے پڑ جائیں۔

۶:......چربی کھانا، فقیہ ابو الیثؒ کے مختار مذہب میں، اور سوکھا گوشت کھانا بالاتفاق۔

۷:......گیہوں کھانا۔

۸:......اور اس کا چبانا، مگر یہ کہ ایک دانہ گیہوں کا چبایا اور وہ گھل مل گیا۔

۹:......گیہوں کا ایک دانہ نگل لینا۔

۱۰:......اور خارج منھ سے تل یا اس کے مانند کوئی دانہ نگل لیا، مختار قول میں۔

۱۱:......مطلق ارمنی مٹی کھانا۔

۱۲:......اور ارمنی مٹی کے علاوہ کوئی اور مٹی کھا لینا،

۱۳:......اور مختار مسلک کے اعتبار سے قلیل نمک (موجب کفارہ ہے)۔

۱۴:......اور زوجہ کا تھوک نگلنا۔

۱۵:......یا اپنے دوست (کا تھوک نگلنا)

۱۶:......اور عمداً کھا لینا غیبت کے بعد۔

۱۷:......یا پچھنا لگانے کے بعد۔

۱۸:......یا شہوت سے (عورت کو) چھو لینے۔

۱۹:......یا بوسہ لینے کے بعد۔

۲۰:......یا انزال کے بغیر مضاجعت کے بعد۔

۲۱:......یا مونچھ کو تیل لگانے کے بعد کھانا کھا لیا

۲۲:......اور کفارہ واجب ہے اس عورت پر جو اتباع کرے مکرہ کی۔

(١٠٤٦) اذا فعل الصائم شيئا منها طائعا متعمدا غير مضطر لزمه القضاء والكفارة (١٠٤٧) وهي الجماع في احد السبيلين على الفاعل والمفعول به

ترجمہ : (١٠٤٦) ایسے بائیس اعمال ہیں، جب روزہ داران میں سے کسی ایک کوخوشی سے جان بوجھ کر بغیر کسی جبر کے کرے تو اس کے لئے قضاو کفارہ (دونوں) لازم ہوں گے۔

تشریح : بائیس اعمال کی تفصیل آگے آرہی ہے، لیکن کفارہ لازم ہونے کے لئے سب میں چھ شرطیں ہیں۔[۱] ایک تو یہ ہے کہ خوشی سے کرے، چنانچہ کسی نے زبرستی کی اور جماع کیا یا کھانا کھایا تو قضالازم ہوگی لیکن کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ یا بیماری یا مجبوری کی وجہ سے روزہ توڑا تو قضالازم ہوگی، کفارہ لازم نہیں ہوگا۔[۲] دوسری شرط یہ ہے کہ جان کر کرے، چنانچہ بھول کر کیا تو روزہ ٹوٹے گا ہی نہیں اس لئے نہ قضالازم ہوگی اور نہ کفارہ لازم ہوگا۔[۳] تیسری شرط ہے کہ رمضان کا روزہ ہو، چنانچہ غیر رمضان کا روزہ توڑے گا تو صرف قضالازم ہوگی، کفارہ لازم نہیں ہوگا۔[۴] اور چوتھی شرط یہ ہے کہ رمضان میں توڑے، چنانچہ رمضان کے علاوہ میں رمضان کا ہی روزہ رکھا تھا اور توڑ دیا تو کفارہ لازم نہیں ہوگا صرف قضالازم ہوگی۔[۵] اور پانچویں شرط یہ ہے کہ روزہ رکھ کر توڑے تو کفارہ لازم ہوگا، چنانچہ اگر رات سے روزے ہی کی نیت نہیں کی اور دن میں کھا پی لیا تو قضالازم ہوگی، کفارہ نہیں۔[٦] اور چھٹی شرط یہ ہے کہ اس دن شام تک روزہ کو توڑنے والا کوئی عذر نہ پیش آجائے، مثلا روزہ توڑا تھا اور اسی دن شام کو حیض آگیا، یا سفر میں چلا گیا تو کفارہ ساقط ہو جائے گا۔

وجہ (۱) دلیل یہ حدیث ہے۔ **ان ابا هريرة قال بينما نحن جلوس عند النبي ﷺ اذ جاءه رجل فقال يا رسول الله هلكت قال مالك؟ قال: وقعت على امرأتي وانا صائم فقال رسول الله ﷺ هل تجد رقبة تعتقها قال لا قال فهل تستطيع ان تصوم شهرين متتابعين قال لا قال فهل تجد اطعام ستين مسكينا قال لا قال فمكث الخ.** (بخاری شریف، باب اذا جامع فی رمضان ولم یکن لہ شیء فتصدق علیہ فلیکفر ص ۳۱۱، نمبر ۱۹۳۶/مسلم شریف، باب تغلیظ تحریم الجماع فی نہار رمضان علی الصائم ووجوب الکفارۃ الکبری فیہ وبیانہا ص ۴۵۳، نمبر ۱۱۱۱/۲۵۹۵/ابوداؤد شریف، کفارۃ من اتی اہلہ فی رمضان، ص ۳۴۷، نمبر ۲۳۹۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان کے دنوں میں جماع کر کے روزہ توڑے تو اس پر کفارہ لازم ہے۔

ترجمہ (۱۰۴۷)[۱] دونوں راستوں (قبل ودبر) میں سے کسی ایک میں جماع کرنا فاعل ومفعول (دونوں) پر قضا اور کفارہ ہے

تشریح : رمضان کے دنوں میں روزہ رکھکر بغیر کسی مجبوری کے جان کر شرمگاہ میں جماع کیا، یا پیچھے کے راستے میں جماع کیا تو کرنے والے پر اور جس کے ساتھ کیا دونوں پر اس کی قضا بھی لازم ہے اور کفارہ بھی لازم ہے۔

نوٹ : جہاں صرف کفارہ بولا جائے وہاں قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہوتے ہیں

(۱۰۴۸) والاكل والشرب سواء فيه ما يتغذى به او يُتداوى به (۱۰۴۹) وابتلاء مطر دخل الى فمه

وجه (۱) دلیل یہ حدیث ہے ۔ان ابا هريرة قال بينما نحن جلوس عند النبی ﷺ اذ جاء ه رجل فقال یا رسول الله هلكت قال مالک؟ قال: وقعت على امرأتی وانا صائم فقال رسول الله ﷺ هل تجد رقبة تعتقها قال لا قال فهل تستطيع ان تصوم شهرين متتابعين قال لا قال فهل تجد اطعام ستين مسكينا قال لا قال فمكث الخ. (بخاری شریف، باب اذا جامع فی رمضان ولم یکن لہ شیء فتصدق علیہ فلیکفر ،ص ۳۱۱،نمبر ۱۹۳۶رمسلم شریف، باب تغليظ تحريم الجماع فی نهار رمضان علی الصائم ووجوب الکفارة الکبری فیہ وبیانہا ،ص ۴۵۳،نمبر ۱۱۱۱/۲۵۹۵رابوداؤدشریف، کفارة من اتی اہلہ فی رمضان ،ص ۳۴۷،نمبر ۲۳۹۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان کے دنوں میں جماع کر کے روزہ توڑے تو اس پر کفارہ لازم ہے ۔(۲) اس آیت میں اس کا اشارہ ہے ۔والذين يظاهرون من نسائهم ثم يعودون لما قالوا فتحرير رقبة من قبل ان يتمآسا ذالكم توعظون به و الله بما تعملون خبير ٥ فمن لم يجد فصيام شهرين متتابعين من قبل ان يتماسا فمن لم يستطع فاطعام ستين مسكينا ۔(آیت ۳۔۴،سورة المجادلة ۵۸) اس آیت میں ہے کہ ظہار کر لے تو غلام آزاد کرے، وہ نہ ہو سکے تو مسلسل دو مہینے روزے رکھے، اور وہ نہ ہو سکے ساٹھ مسکین کو کھانا کھلائے ۔اسی پر قیاس کر کے روزہ توڑنے کا کفارہ بھی معلوم کیا جا سکتا ہے ۔

ترجمه : (۱۰۴۸)[۲] کھانا ۔[۳] پینا، برابر ہے اس میں کہ وہ چیز غذا کے کام آتی ہو یا دوا کے ۔

تشریح :رمضان کے مہینے میں روزہ رکھکر بغیر کسی مجبوری کے کھا لیا یا پی لیا، چاہے وہ چیز غذا کے کام آتی ہو یا دوا کے تو اس سے بھی قضا لازم ہوگی اور کفارہ بھی لازم ہو جائے گا ۔

وجه : (۱) کھانے پینے کو جماع پر قیاس کیا گیا ہے ۔(۲) اس حدیث میں کھانے کی صراحت ہے ۔عن ابی هريرة ان رجلا اكل فی رمضان فامره النبی ﷺ ان يعتق رقبة أو يصوم شهرين أويطعم ستين مسكينا. (دار قطنی ،باب القبلة للصائم ج ثانی ،ص ۱۷۰،نمبر ۲۲۸۴) اس حدیث میں ہے کہ رمضان میں کھانا کھا کر روزہ توڑا تو اس پر کفارہ لازم کیا ۔(۳) اس حدیث میں ہے کہ روزہ توڑے گا تو کفارہ لازم ہوگا اس لئے کھا، اور پی کر بھی روزہ توڑا تو کفارہ لازم ہوگا ۔عن ابی هريرة ان رجلا افطر فی رمضان فامره رسول الله ﷺ ان يعتق رقبة او يصوم شهرين متتابعين او يطعم ستين مسكينا الخ ۔(ابوداؤد شریف، باب کفارة من اتی اهلہ فی رمضان ،ص ۳۴۷،نمبر ۲۳۹۲رمسلم شریف ،نمبر ۱۱۱۱/۲۵۹۹) اس حدیث میں ہے کہ ایک آدمی نے رمضان کا روزہ توڑا تو اس پر کفارہ لازم فرمایا ۔

ترجمه : (۱۰۴۹)[۴] بارش کے قطرے کو نگل لینا جب اس کے منہ میں داخل ہو جائے ۔

تشریح : بارش کا قطرہ منہ میں گرا اور بغیر اس کے عمل کے حلق کے اندر نہیں گیا، بلکہ منہ میں جمع ہوا اور پھر حلق کے اندر داخل کیا،

(۱۰۵۰) واکل اللحم النی ء الا اذا دوّد(۱۰۵۱) واکل الشحم فی اختیار الفقیه ابی اللیث وقدید اللحم بالاتفاق(۱۰۵۲) واکل الحنطة وقضمها الا ان یضمغ قمحة فتلاشت(۱۰۵۳)

تو قضااور کفارہ لازم ہوگا۔۔ابتلع: نگلنا۔

وجه : اس میں راضی خوشی سے پانی کا پینا پایا گیااس لئے کفارہ لازم ہوگا۔

ترجمه : (۱۰۵۰)[۵] کچا گوشت کھانا،مگر یہ کہ اس میں کیڑے پڑ جائیں۔

تشریح : آگے کے مسائل اس اصول پر ہیں کہ اگر وہ غذا، یا دوا میں استعمال کی چیز ہے تب تو اس کو کھانے سے کفارہ لازم ہوگا، اور اگر وہ اتنی خراب چیز ہے کہ آدمی عام حالت میں غذا میں یا دوا میں استعمال نہیں کر سکتا تو اس کے کھانے سے قضا تو لازم ہو سکتی ہے، لیکن کفارہ لازم نہیں ہوگا، کیونکہ ارتفاق کامل[پورا فائدہ حاصل کرنے سے کفارہ لازم ہوتا ہے۔تشریح مسئلہ: یہ ہے کہ کچا گوشت کھانے کی چیز ہے۔بعض لوگ کچا گوشت کھاتے ہیں۔اس لئے روزے کی حالت میں کھائے گا تو قضااور کفارہ لازم ہوگا۔ہاں اگر گوشت میں کیڑا ہو گیا ہے تو اب خوشی سے کھانے کی چیز نہیں رہی اس لئے اس سے کفارہ لازم نہیں ہوگا۔۔النیء: کچا گوشت۔

اصول : کھانے یا دواء کی چیز کھانے سے کفارہ لازم ہوگا۔

وجه : (۱) گوشت میں کیڑا پڑ جائے تو اس کو کھانے سے کفارہ لازم نہیں ہوگا۔اس کی دلیل اس قول صحابی میں ہے۔ عن ابن عباس فی الرجل یدخل حلقه الذباب قال لا یفطر ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الصائم یدخل حلقہ الذباب، رابع،ص ۳۴۹،نمبر ۹۷۹۳)مکھی کھائی جانی والی چیز نہیں ہے اس لئے اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا،اسی طرح گوشت میں کیڑا پڑ جائے تو کھانے کی چیز نہیں رہی اس لئے اس کے کھانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

ترجمه : (۱۰۵۱)[۶] چربی کھانا،فقیہ ابو الیثؒ کے مختار مذہب میں۔اور سوکھا گوشت کھانا بالاتفاق۔

تشریح :فقیہ ابو اللیث کے مذہب میں یہ ہے کہ چربی بھی کھائی جاتی ہے اس لئے چربی کھانے سے بھی کفارہ لازم ہوگا۔اور سوکھا گوشت بھی کھایا جاتا ہے اس لئے بالاتفاق اس سے کفارہ لازم ہوگا۔

ترجمه : (۱۰۵۲)[۷] گیہوں کھانا۔[۸] اور اس کا چبانا،مگر یہ کہ ایک دانہ گیہوں کا چبایا اور وہ گھل مل گیا۔[۹] گیہوں کا ایک دانہ نگل لینا۔

تشریح : یہاں تین مسئلے ہیں[۱] گیہوں بھی کھایا جاتا ہے اس لئے اس کے کھانے سے کفارہ لازم ہوگا۔[۲] اگر گیہوں کا ایک دانہ چبایا اور وہ تھوک کے ساتھ گھل مل گیا اور حلق میں نہیں گیا تو نہ روزہ ٹوٹے گا اور نہ کفارہ لازم ہوگا کیونکہ چنے کی مقدار کوئی چیز حلق میں نہیں گئی۔[۳] گیہوں کا دانہ نگل گیا تو کھائے جانے والی چیز چنے کی مقدار حلق میں گئی اس لئے روزہ بھی ٹوٹے گا اور کفارہ بھی لازم ہوگا۔

وابتلاع حبّة حنطة وابتلاع حبّة سمسمة او نحوها من خارج فمه فی المختار(۱۰۵۴) واکل الطین الارمنیّ مطلقا والطین غیر الارمنیّ کالطفل ان اعتاد اکله(۱۰۵۵) والملح القلیل فی المختار (۱۰۵۶) وابتلاع بزاق زوجته او صدیقه لا غیرهما (۱۰۵۷) واکله عمدا بعد غیبة او

لغت: قضم: چبانا۔ مضغ: چبانا۔ قمحة: گیہوں۔ لاش: چبانے کی وجہ سے گھل مل جانا۔

وجه: (۱) عن ابراهیم أنه رخص فی مضغ العلک للصائم ما لم یدخله حلقه. (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من رخص فی مضغ العلک للصائم، ج ثانی، ص ۲۹۷، نمبر ۹۱۷۹ رمصنف عبد الرزاق، باب العلک للصائم، ج رابع، ص ۱۵۷، نمبر ۷۵۳۰) اس اثر میں ہے جب تک کوئی چیز حلق میں نہ جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

ترجمه: (۱۰۵۳) [۱۰] اور خارج منھ سے تل یا اس کے مانند کوئی دانہ نگل لیا، مختار قول میں۔

تشریح: اوپر گزرا کہ منہ کے باہر سے تل کے برابر کھایا تو اس سے روزہ بھی ٹوٹے گا اور کفارہ بھی لازم ہوگا، کیونکہ کھانا پایا گیا۔

ترجمه: (۱۰۵۴) [۱۱] مطلق ارمنی مٹی کھانا۔ [۱۲] اور ارمنی مٹی کے علاوہ کوئی اور مٹی کھا لینا، جیسا کہ بچے کو کھانے کی عادت پڑ جاتی ہے۔

تشریح: ارمنی مٹی کو لوگ کھاتے ہیں اس لئے اس کے کھانے سے کفارہ لازم ہوگا، اسی طرح کسی اور مٹی کھانے کی عادت پڑ گئی تو اس کے کھانے سے بھی کفارہ لازم ہوگا، کیونکہ کھانا پایا گیا۔

ترجمه: (۱۰۵۵) [۱۳] اور مختار مسلک کے اعتبار سے قلیل نمک (موجب کفارہ ہے)

تشریح: نمک بھی کھانے کی چیز ہے اس لئے اس کے کھانے سے بھی کفارہ لازم ہوگا۔

ترجمه: (۱۰۵۶) [۱۴] اور زوجہ کا تھوک نگلنا۔ [۱۵] یا اپنے دوست (کا تھوک نگلنا) ان دونوں کے علاوہ (کسی دوسرے کا تھوک نگلنے سے قضا اور کفارہ لازم) نہیں۔

تشریح: بیوی کا تھوک لوگ چوستے ہیں، اسی طرح دوست کا تھوک لوگ چوستے ہیں اس لئے یہ بھی کھانا پایا گیا اس لئے اس سے کفارہ لازم ہوگا۔ لیکن حدیث اس کے خلاف میں ہے۔

وجه: عن عائشة ان النبی ﷺ کان یقبلها و هو صائم و یمص لسانها۔ (ابو داود شریف، باب الصائم یبلغ الریق، ص ۳۴۶) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ روزے کی حالت میں بیوی کی زبان چوستے تھے۔

ترجمه: (۱۰۵۷) [۱۶] اور عمداً کھا لینا غیبت کے بعد۔ [۱۷] پچھنا لگانے کے بعد۔ [۱۸] یا شہوت سے (عورت کو) چھو لینے کے بعد۔ [۱۹] یا بوسہ لینے کے بعد۔ [۲۰] یا انزال کے بغیر مضاجعت کے بعد۔ [۲۱] یا مونچھ کو تیل لگانے کے بعد، یہ گمان

بعد حجامة او بعد مسّ او قُبلة بشهوة او بعد مضاجعة من غير انزال او بعد دهن شاربه ظانّا انه افطر بذلک (١٠٥٨)الا اذا افتاه فقيه او سمع الحديث ولم يعرف تاويله على المذهب وان عرف تاويله وجبت عليه الكفارة (١٠٥٩)وتجب الكفارة على من طاوعت مكرها.

کرتے ہوئے کہ ان چیزوں سے روزہ ٹوٹ گیا۔

تشریح :ان چھ مسئلوں میں روزہ ٹوٹتا نہیں ہے البتہ حدیث میں ہے کہ روزہ ٹوٹ جائے گا، یعنی ٹوٹنے کے قریب ہو جائے گا، اس لئے یہ گمان کر کے کہ روزہ ٹوٹ گیا دوبارہ جان کر کھا لیا تو اب روزہ ٹوٹا اس لئے کفارہ لازم ہوگا۔ مسئلے کی تشریح یہ ہے کہ [١٦] غیبت کی جس سے خیال ہوا کہ روزہ ٹوٹ گیا ہے اس کے بعد جان کر کھا لیا۔ [١٧] پچھنا لگانے کے بعد خیال ہوا کہ روزہ ٹوٹ گیا اس لئے کھا لیا۔ [١٨] یا شہوت سے عورت کو چھو لیا اور سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا اس کے بعد جان کر کھا لیا تو کفارہ لازم ہوگا [١٩] یا بوسہ لیا اور سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا اور پھر کھا لیا تو کفارہ لازم ہوگا۔ [٢٠] صرف انزال ہو جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، لیکن اس نے سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا، پھر جان کر کھا لیا تو کفارہ لازم ہوگا، کیونکہ اب جان کر روزہ توڑا ہے [٢١] یا مونچھ کو تیل لگانے لگانے کے بعد، یہ گمان کیا کہ روزہ ٹوٹ گیا اور جان کر کھا لیا تو اب روزہ توڑا ہے اس لئے کفارہ لازم ہوگا۔

لغت : غیبۃ :غیبت کرنا۔ حجامۃ : پچھنا لگوانا۔ مس: چھونا۔ قبلۃ :بوسہ لینا۔ مضاجعۃ :عورت کے ساتھ لیٹنا۔ شارب: مونچھ۔

ترجمہ : (١٠٥٨) مگر یہ کہ کسی فقیہ نے فتوی دیا، یا کوئی حدیث سنی اور اس کی تاویل (اپنے) مذہب میں معلوم نہ ہو، اور اگر اس کی کوئی تاویل جانتا تھا تو اس پر کفارہ واجب ہے۔

تشریح کسی فقیہ نے عام آدمی کو فتوی دیا کہ اوپر کی چھ چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اس لئے اس نے اوپر کے کام کر کے سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا اس لئے پھر جان کر کھا لیا تو اس پر قضا ہے کفارہ نہیں ہے، کیونکہ وہ فقیہ کے فتوی سے معذور ہے۔ یا مثلا حدیث پڑھی کہ پچھنا لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس کو اس کی تاویل معلوم نہیں تھی کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کمزوری کی وجہ سے روزہ توڑنے قریب ہو جاتا ہے، اس لئے بعد میں کھا لیا تو کفارہ لازم نہیں ہوگا، کیونکہ تاویل معلوم نہ ہونے کی وجہ سے وہ معذور ہے۔ ہاں اگر اس کو حدیث کی تاویل کا پتہ تھا پھر بھی کھا لیا تو اب یہ معذور نہیں ہے اس لئے کفارہ لازم ہوگا۔ پچھنا والی حدیث یہ ہے ۔**عن اسامة بن زيد قال قال رسول الله ﷺ افطر الحاجم و المحجوم** (سنن بیہقی، باب الحدیث الذی روی فی الافطار بالحجامۃ رابع، ص ٤٤١، نمبر ٨٢٧٧) اس حدیث میں ہے کہ پچھنا لگوانے والے اور پچھنا لگانے والے دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا

ترجمہ : (١٠٥٩) [٢٢] اور کفارہ واجب ہے اس عورت پر جو اتباع کرے مکرہ کی (یعنی مرد کو جماع پر مجبور کیا اور عورت خوشی سے تیار ہو گئی)۔

﴿فصل : (فى الكفارة وما يسقطها عن الذمة.﴾

(١٠٦٠) تسقط الكفارة بطروّ حيض ونفاس او مرض مُبيح للفطر فى يومه (١٠٦١) ولا تسقط عمّن سوفر به كرها بعد لزومها عليه فى ظاهر الرواية(١٠٦٢) والكفارة تحرير رقبة ولو كانت غير مؤمنة فان عجز عنه صام شهرين متتابعين ليس فيهما يوم عيد ولا ايام التشريق فان لم يستطع

تشریح : مثلا زید کو جماع پر مجبور کیا اس لئے اس نے جماع کیا، اوراس کی بیوی ہندہ روزے سے تھی اس کو جماع پر مجبور نہیں کیا بلکہ وہ خوشی سے جماع کے لئے تیار ہوئی تو ہندہ پر قضا اور کفارہ لازم ہوگا، اور زید پر کفارہ لازم نہیں ہوگا، صرف قضا لازم ہوگی۔ کیونکہ ہندہ نے خوشی سے جماع کرایا۔

﴿فصل: کفارہ اور جو کفارہ کو ذمہ سے ساقط کردے اس کا بیان﴾

ترجمہ : (۱۰۶۰) حیض یا نفاس یا ایسی بیماری جس سے افطار جائز ہو جائے لاحق ہوگئی اس دن (جس دن کسی وجہ سے روزہ توڑنے سے قضا و کفارہ لازم ہوگیا تھا) تو کفارہ ساقط ہو جائے گا۔

تشریح :مثلا زید نے رمضان کا روزہ رکھا تھا اور دن کو جان کر کھا کر روزہ توڑ دیا، تو اس پر کفارہ لازم تھا۔ پھر اسی دن شام ہونے سے پہلے ایسا بیمار ہوا جس روزہ توڑنا حلال ہو جاتا ہے تو اس بیمار ہونے کی وجہ سے لازم شدہ کفارہ ساقط ہو جائے گا۔ یا ہندہ نے روزہ رکھا اور کھا کر اس کو توڑ دیا، تو اس کو کفارہ لازم تھا، لیکن شام ہونے سے پہلے اس کو حیض آ گیا یا نفاس والی ہوگئی تو اس کی وجہ سے کفارہ ساقط ہو جائے گا۔

وجہ : (۱) دن کے شروع حصے میں روزہ توڑا لیکن شام ہونے سے پہلے اس کے لئے مرض کی وجہ سے روزہ توڑنا مباح ہوگیا تو یوں سمجھا جائے گا کہ پہلے سے روزہ توڑنا حلال ہوگیا ہے اس لئے کفارہ ساقط ہو جائے گا (۲) آیت میں ہے کہ دن کے کسی حصے میں بھی مریض ہوگیا تو کفارہ ساقط ہو جائے گا۔ ومن كان مريضا او على سفر فعدة من ايام اخر يريد الله بكم اليسر و لا يريد بكم العسر ۔ (آیت ۱۸۵، سورۃ البقرۃ ۲)

ترجمہ : (۱۰۶۱) اور (کفارہ) ساقط نہیں ہوگا اس سے جس کو جبرا سفر میں لے جایا گیا ہو کفارہ لازم ہونے کے بعد، ظاہر روایت میں۔

تشریح : رمضان کے مہینے میں روزہ رکھکر کھا نا لیا جس کی وجہ سے کفارہ لازم تھا اب اس کو زبردستی سفر میں لے گیا تو اس سے کفارہ ساقط نہیں ہوگا، کیونکہ یہ نا گہانی مصیبت نہیں ہے، اسی طرح اپنے اختیار سے سفر میں چلا گیا تب بھی کفارہ ساقط نہیں ہوگا۔

ترجمہ : (۱۰۶۲) اور کفارہ ایک غلام آزاد کرنا ہے اگر چہ مسلمان نہ ہو۔ اور اگر اس سے عاجز ہے تو دو مہینے کے مسلسل روزے

الصوم اَطْعم ستّین مسکینا (۱۰۶۳) یُغدّیهم ویُعشّیهم غداء وعشاء مشبعین او غداء ین او عشاء ین

رکھے جن میں عیداور ایام تشریق نہ آویں۔اور روزہ کی طاقت بھی نہ ہوتو ساٹھ مسکین کو کھانا کھلاوے۔

تشریح : ایک روزے کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا ہے، وہ نہ کر سکے تو مسلسل دوماہ روزہ رکھے، اور وہ بھی نہ کر سکے تو ساٹھ مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔روزہ رکھنے کے درمیان یہ ضروری ہے کہ مکروہ روزہ نہ ہواس لئے ان دوماہ کے درمیان عید، بقرعید اور ایام تشریق کے روزے نہ ہو کیونکہ ان دنوں کا روزہ مکروہ ہے۔حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ ساٹھ مسکین کو آدھا آدھا صاع گیہوں ہاتھ میں دے دے۔لیکن اگر صبح کو اور شام کو کھلا دے تب بھی ادا ہو جائے گا، کیونکہ دونوں وقت میں تقریبا آدھا صاع کھالے گا

وجه (۱) دلیل یہ حدیث ہے ۔**ان ابا هريرة قال بينما نحن جلوس عند النبی ﷺ اذ جاءه رجل فقال يا رسول الله هلكت قال مالک؟ قال: وقعت على امرأتي وانا صائم فقال رسول الله ﷺ هل تجد رقبة تعتقها قال لا قال فهل تستطيع ان تصوم شهرين متتابعين قال لا قال فهل تجد اطعام ستين مسكينا قال لا قال فمكث عند النبی ﷺ فبينا نحن على ذالک أتى النبي ﷺ بعرق فيها تمر ۔ و العرق : المكتل ۔ قال اين السائل ؟ فقال أنا ، قال : خذ هذا فتصدقبه فقال الرجل : على افقر مني يا رسول الله ؟ فوالله ما بين لابتيها ۔ يريد الحرتين ۔أهل بيت أفقر من أهل بيتي ، فضحک النبي حتى بدت أنيابه ثم قال أطعمه اهلک**

(بخاری شریف، باب اذا جامع فی رمضان ولم یکن لہ شیء فتصدق علیہ فلیکفر، ص۳۱۱، نمبر ۱۹۳۶ر مسلم شریف، باب تغلیظ تحریم الجماع فی نھار رمضان علی الصائم و وجوب الکفارۃ الکبری فیہ و بیانھا، ص۴۵۳، نمبر ۱۱۱۱ر ۲۵۹۵ر ابو داؤد شریف، کفارۃ من اتی اہلہ فی رمضان، ص ۳۴۷، نمبر ۲۳۹۰) اس حدیث میں کفارے کی تفصیل ہے۔اور اطعام کے لفظ سے پتہ چلتا ہے کہ کھانا کھلائے۔اور بعرق فیھا تمر: سے پتہ چلتا ہے کہ کھجور دے دینا بھی کافی ہے۔(۲) اس آیت میں اس کا اشارہ ہے۔**والذين يظاهرون من نسائهم ثم يعودون لما قالوا فتحرير رقبة من قبل ان يتمآسا ذالكم توعظون به و الله بما تعملون خبير ○ فمن لم يجد فصيام شهرين متتابعين من قبل ان يتماسا فمن لم يستطع فاطعام ستين مسكينا**۔(آیت ۳۔۴، سورۃ المجادلۃ ۵۸) اس آیت میں ہے کہ ظہار کر لے تو غلام آزاد کرے، وہ نہ ہو سکے تو مسلسل دو مہینے روزے رکھے، اور وہ نہ ہو سکے ساٹھ مسکین کو کھانا کھلائے۔اسی پر قیاس کر کے روزہ توڑنے کا کفارہ بھی معلوم کیا جا سکتا ہے۔

ترجمه : (۱۰۶۳) ان مسکینوں کو دن میں دن کا اور رات میں رات کا کھانا کھلاوے پیٹ بھر۔یا دو دن دن کا اور دو دن رات کا، یا رات کا اور سحری کا۔

تشریح : اصل یہ ہے کہ دو وقت کھلائے، اس لئے [۱] ایک دن صبح اور شام دو وقت کھلا دے [۲] دو رات، رات میں کھلا دے [۳] یا دو دن صبح کو کھلا دے، یا عشاء کے وقت کھلا دے اور سحری کے وقت کھلا دے تب بھی چل جائے گا۔

او عشاء وسحورا (۱۰۶۴) او یُعطی کل فقیر نصف صاع من برّ او دقیقه او سویقه او ساع تمر او شعیر(۱۰۶۵) او قیمته

لغت : یعشیھم: شام کا کھانا کھلادے۔غداء: صبح کے وقت کھلادے۔مشبعین: شبع ، سے مشتق ہے۔ پیٹ بھر کر۔سحورا: سحری

ترجمه : (۱۰۶۴) یادے دے ہر فقیر کو آدھا صاع گیہوں یا اس کا آٹا یا اس کا ستو، یا ایک صاع کھجور یا جَو۔

تشریح : روزے کا کفارہ صدقۃ الفطر کی طرح ہے اور صدقۃ الفطر میں یہ سب دینے کی گنجائش ہے اس لئے کفارے میں بھی یہ سب ادا کرنا جائز ہے۔ گیہوں کا آٹا اور ستو بھی گیہوں کی طرح ہے، اس لئے کہ اسی جنس سے ہے۔

وجه :(۱) اس حدیث میں اس کی تفصیل ہے۔ **انه سمع ابا سعید الخدری**ؓ **یقول کنا نخرج زکاۃ الفطر صاعا من طعام او صاعا من شعیر او صاعا من تمر او صاعا من اقط او صاعا من زبیب** .(بخاری شریف، باب صدقۃ الفطر صاع من طعام، ص ۲۴۵، نمبر ۱۵۰۶) اس حدیث میں ہے کہ صدقۃ الفطر ایک صاع گیہوں، ایک صاع جو، یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع پنیر، یا ایک صاع کشمش ادا کرے۔(۲) اور آدھا صاع گیہوں کافی ہے اس کی دلیل یہ قول صحابی ہے۔ **عن ابی سعید الخدری**ؓ **قال کنا نعطیها فی زمان النبی** ﷺ **صاعا من طعام او صاعا من تمر او صاعا من شعیر او صاعا من زبیب فلما جاء معاویة و جائت السمراء قال اری مدا من هذا یعدل مدین** ۔(بخاری شریف، باب صاع من زبیب ، ص ۲۴۵، نمبر ۱۵۰۸) اس قول صحابی میں ہے کہ اچھا گیہوں آدھا صاع بھی کافی ہے۔ادھا صاع گیہوں 1.769 کیلو ہوتا ہے اس لئے اس کو ساٹھ سے ضرب دیں تو مجموعہ 106.14 کیلو ہوگا، یعنی ایک سو چھ کیلو اور چودہ گرام گیہوں ہوگا۔ حساب یہ ہے

1.769 کیلو	×	60روزے	106.14 کیلو گیہوں ہوگا

ترجمه : (۱۰۶۵) یا اس کی قیمت۔

تشریح : جتنا گیہوں لازم ہوگا اس کی قیمت بھی دے سکتا ہے۔ یا جتنا جو لازم ہوگا اس کی قیمت بھی دے سکتا ہے۔

وجه :(۱) اس آیت کے اشارۃ النص سے قیمت کا پتہ چلتا ہے۔ **یا ایها الذین آمنوا لا تقتلوا الصید وانتم حرم ومن قتله منکم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم به ذوا عدل منکم هدیا بالغ الکعبة أو کفارة طعام مساکین أو عدل ذالک صیاما لیذوق وبال امره** (آیت ۹۵، سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت میں ہے کہ دو انصاف کرنے والے آدمی فیصلہ کریں، اور ظاہر ہے کہ قیمت لگا کر ہی فیصلہ کریں گے اس لئے جانور کی قیمت کا فیصلہ کیا جائے گا تو کفارے کی قیمت کا بھی فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔(۲) **ان ابا بکر**ؓ **کتب له فریضة الصدقة التی امر الله رسوله** ﷺ . **من بلغت عنده من الابل صدقة الجذعة و لیست عنده جذعة و عنده حقة فانها تقبل منه الحقة و یجعل معها شاتین ان**

(١٠٦٦) وكفت كفارة واحدة عن جماع واكل متعدّد فى ايام لم يتخلّله تكفير ولو من رمضانين على الصحيح فان تخلّل التكفير لا تكفى كفارة واحدة فى ظاهر الرواية.

استيسر تا له ، أو عشرين درهما . و من بلغت عنده صدقة الحقة و ليست عنده الحقة و عنده الجذعة فانها تقبل منه الجذعة ، و يعطيه المصدق عشرين درهما أو شاتين (بخاری شریف، باب من بلغت عنده صدقة بنت مخاض ولیست عندہ ص ۱۹۵ نمبر ۱۴۵۳/ابوداؤدشریف، باب زکوۃ السائمۃ ص ۲۲۵ نمبر ۱۵۶۷،) اس حدیث میں ہے کہ مالک پر جذعہ واجب ہوا اور وہ اس کے پاس نہ ہو تو حقہ دے دے اور بیس درہم بھی دے دے۔ اور حقہ واجب تھا اور اس کے پاس جذعہ ہے تو جذعہ دے دے اور مصدق سے بیس درہم لے لے، جس سے معلوم ہوا کہ زکوۃ میں سامان کی قیمت دے دے تب بھی جائز ہے۔ (۳) عن ابى وائل عن معاذ ان النبى ﷺ لما وجهه الى اليمن امره ان ياخز من كل حالم يعنى محتلما دينارا او عدله من المعافرى ثياب تكون باليمن ۔ (ابوداودشریف، باب اخذ الجزیۃ، ص ۴۴۵، نمبر ۳۰۳۸) اس حدیث میں دینار کے بدلے کپڑا لینے کے لئے کہا گیا۔ (۴) عن كعب بن عجرة ان النبى ﷺ قضى فى بيض نعام اصابه محرم بقدر ثمنه (دار قطنی، کتاب الحج، ج ثانی، ص ۲۱۸، نمبر ۲۵۲۸/سنن للبیھقی، باب بیض النعام یصیبھا المحرم، ج خامس، ص ۳۴۰ نمبر ۱۰۰۲۱) اس حدیث میں حضورؐ نے شتر مرغ کے انڈے کی قیمت لگائی ہے جس سے معلوم ہوا کہ شکار کی قیمت لگائی جائے گی۔ اسی پر قیاس کر کے کفارے کی بھی قیمت لگائی جاسکتی ہے۔ (۵) آیت کی اس تفسیر میں بھی درہم سے قیمت لگائی گئی ہے۔ عن ابن عباس فى قوله آيت ﴿فجزاء مثل ما قتل من النعم﴾ قال اذا اصاب المحرم الصيد يحكم عليه جزاءه فان كان عنده جزاءه ذبحه وتصدق بلحمه فان لم يكن عنده جزاءه قوم جزاءه دراهم ثم قومت الدراهم طعاما فصام مكان كل نصف صاع يوما وانما اريد بالطعام الصيام انه اذا وجد الطعام وجد جزاءه (سنن للبیھقی، باب من عدل صیام یوم بمدین، ج خامس، ص ۳۰۴، نمبر ۹۸۹۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ قیمت لگانے کے بعد یا ہدی خریدے یا کھانا خرید کر آدھا آدھا صاع گیہوں مساکین پر تقسیم کرے۔

ترجمہ : (۱۰۶۶) اور ایک کفارہ کافی ہے چند دنوں میں جان کر متعدد مرتبہ جماع کرنے اور کھانے سے بشرطیکہ درمیان میں کفارہ ادا نہ کیا ہو، اگر چہ یہ کام دو رمضانوں میں کئے ہوں، صحیح مسلک کے اعتبار سے۔ اگر درمیان میں کفارہ ادا کر دیا تو ظاہر روایت میں ایک کفارہ کافی نہیں۔

تشریح : مثلا رمضان کے مہینے میں چار روز تک جماع کرتا رہا، یا چار روز تک کھانا کھاتا رہا اس لئے اس کو چار کفارہ لازم ہونا چاہئے اور درمیان میں ابھی تک کفارہ ادا نہیں کیا ہے تو سب کفارہ ایک ساتھ مل کر تداخل ہو جائے گا اور ایک ہی کفارہ لازم ہوگا، چنانچہ غلام دینا چاہے تو چاروں کی جانب سے ایک غلام آزاد کرنا کافی ہوگا۔ روزہ رکھنا چاہے تو دو مہینے ہی کافی ہیں، آٹھ مہینے ضروری

﴿باب ما يفسد الصوم من غير كفارة﴾(وهو سبعة و خمسون شيئا.)

(١٠٦٧) اذا اكل الصائم ارزًّا نيّا او عجينا او دقيقا او ملحا كثيرا دفعة

نہیں، دوسری صورت یہ ہے کہ ایک رمضان میں دو روز کھانا کھایا تھا، اور دوسرے رمضان میں دو روز کھانا کھایا تھا اور دونوں کو ملا کر چار کفارے تھے، لیکن درمیان میں کفارہ ادا نہیں کیا تو دونوں میں تداخل ہو جائیں گے اور ایک ہی کفارہ لازم ہوگا۔ صحیح روایت یہی ہے۔ لیکن اگر درمیان میں کفارہ ادا کر دیا تو آگے والے کے لئے دوسرا کفارہ لازم ہوگا، مثلا دو دن کے بعد ایک کفارہ ادا کر دیا، تو اگلے دو دنوں کے لئے دوسرا کفارہ ادا کرنا ہوگا، تداخل نہیں ہوگا۔ ظاہر روایت یہی ہے۔

﴿باب: روزے کو فاسد کرنے والی وہ چیزیں جن سے قضا واجب ہے اور کفارہ نہیں﴾

اور ایسی ۵۷ ستاون چیزیں ہیں:

اصول: ان تمام مسئلوں کا اصول یہ ہے۔ ایسی چیزیں کھا لے یا پی لے جو عام طور پر کھانے کی نہیں ہیں تو اس سے قضا لازم ہوگی، کفارہ نہیں کیونکہ ارتفاق کامل نہیں ہے۔ یعنی پورا پورا فائدہ نہیں اٹھایا۔ یا دوائی کے طور پر کھایا، یا کسی سوراخ سے دماغ یا پیٹ میں کوئی چیز گئی تو اس سے روزہ تو ٹوٹے گا لیکن کفارہ لازم نہیں ہوگا، کیونکہ ارتفاق کامل نہیں ہوا۔ یا مرض کی وجہ سے دوا پی تب بھی کفارہ ساقط ہو جائے گا۔ اس آیت میں ہے۔ **ومن كان مريضا او على سفر فعدة من ايام اخر يريد الله بكم اليسر و لا يريد بكم العسر**۔ (آیت ۱۸۵، سورۃ البقرۃ ۲)

ترجمہ: (۱۰۶۷) جب روزہ دار کچا چاول، یا گوندھا ہوا آٹا، یا (سوکھا) آٹا یا ایک ہی دفعہ بہت سارا نمک کھایا تو قضا لازم ہوگی

تشریح: کچا چاول کھانے کا رواج نہیں ہے، لیکن کھانے کی چیز ہے اس لئے روزہ ٹوٹے گا، لیکن رواج نہیں ہے اس لئے کفارہ لازم نہیں ہوگا، کیونکہ اس سے ارتفاق کامل نہیں ہوا۔ یہی حال گوندھا آٹا، اور سوکھا آٹا کا ہے کہ اس کے کھانے کا رواج نہیں ہے، بہت سا نمک بھی کھانے کا رواج نہیں ہے اس لئے اس کے کھانے سے قضا لازم ہوگی کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

وجه: (۱) **عن اسماء بنت ابى بكر قالت افطرنا يوما فى رمضان فى غيم فى عهد رسول الله ﷺ ثم طلعت الشمس قال ابو أسامة قلت لهشام أمروا بالقضاء؟ قال و بد من ذالک؟** ۔ (ابو داود شریف، باب الفطر ابل غروب الشمس، ص ۳۴۳، نمبر ۲۳۵۹) اس حدیث میں ہے کہ بے وقت روزہ توڑ دیا تو قضاء لازم ہوئی کفارہ لازم نہیں ہوا۔ (۲) اس قول صحابی سے استدلال ہے۔ **عن الثورى قال يفطر الذى يحتقن بالخمر ولا يضرب الحد** (مصنف عبد الرزاق، باب الحقنة فی رمضان والرجل یصیب اہلہ ج رابع ص ۲۱۵ نمبر ۷۵۰۸) (۳) **عن عطاء كره ان يستدخل الانسان شيئا**

(١٠٦٨) او طينا غير ارمنيّ لم يعتد اكله او نواة او قطنا او كاغذا او سفرجلا ولم يطبخ او جوزة رطبة (١٠٦٩) او ابتلع حصاة او حديدا او ترابا او حجرا (١٠٧٠) او احتقن او استعطا واوجر

فی رمضان بالنهار فان فعل فليبدل يوما ولا يفطر ذلک اليوم (مصنف عبد الرزاق، باب الحقنۃ فی رمضان والرجل یصیب اہلہ ص۱۵۳ نمبر ۷۵۰۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کوئی چیز بدن میں داخل کرنے سے دوسرے دن روزہ قضا رکھے۔

ترجمہ : (۱۰۶۸) یا ارمنی مٹی کے علاوہ کوئی مٹی جسے کھانے کی عادت نہ ہو، یا گٹھلی، یا روئی، یا کاغذ، یا بغیر پکی ہوئی سفرجل، یا ہرا اخروٹ کھالے۔

تشریح : ارمنی مٹی لوگ کھاتے ہیں اس لئے اس کے کھانے سے کفارہ لازم ہوگا، لیکن اس کے علاوہ کوئی مٹی ہو جسکے کھانے کی عادت نہ ہو اس کے کھانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اس لئے قضا لازم ہوگی، لیکن کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ گٹھلی، یا روئی، یا کاغذ، کھانے کی چیز نہیں ہیں اس لئے ان کے کھانے سے قضا لازم ہوگی، کفارہ نہیں۔ سفرجل سیب کے مانند ہوتا ہے اور کڑوا پھل ہوتا ہے اس کو کوئی کھانا نہیں چاہتا اس لئے اس کو کھائے گا تو قضا لازم ہوگی، کفارہ نہیں۔ اخروٹ پکنے کے بعد کھایا جاتا ہے، اس لئے کچے میں کھائے گا تو کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ : (۱۰۶۹) یا کنکر، یا لوہا، یا مٹی، یا پتھر نگل جائے۔

تشریح : یا کنکر، یا لوہا، یا مٹی، یا پتھر کھانے کی چیز نہیں ہے، لیکن کھا لیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اس لئے قضا لازم ہوگی، کفارہ نہیں۔

وجہ :(۱) اس قول تابعی سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ عن ابراهيم أنه رخص فی مضغ العلک للصائم ما لم يدخله حلقه . (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من رخص فی مضغ العلک للصائم، ج ثانی، ص ۲۹۷، نمبر ۹۱۷۰ / مصنف عبد الرزاق، باب العلک للصائم، ج رابع، ص ۱۵۷، نمبر ۷۵۳۰) اس اثر میں ہے جب تک کوئی چیز حلق میں نہ جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، اس لئے چلے جانے سے روزہ ٹوٹے گا۔

ترجمہ : (۱۰۷۰) یا حقنہ (یعنی پاخانہ کے راستہ سے دوا پہنچانا) لے، یا ناک میں دوا ڈالی، یا حلق میں کوئی چیز ڈال کر دوا پہنچائی، اصح قول یہی ہے۔ کہ قضا لازم ہوگی کفارہ نہیں۔

تشریح : پاخانہ کے راستے سے دوا پہونچائے، اور وہ دوا آنت تک پہنچ جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے، البتہ غیر فطری طریقہ ہے اس لئے کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ اسی پر قیاس کرتے ہوئے انجکشن کے ذریعہ پیٹ میں دوائی گئی تو روزہ ٹوٹے گا، لیکن کفارہ لازم نہیں ہوگا۔، ناک میں دوا ڈالی، یا حلق میں کوئی چیز ڈال کر انت تک دوا پہونچائی تو یہ غیر فطری طریقہ ہے اس لئے کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ اور اگر حلق کے ذریعہ بغیر شدید بیماری کے دوا پی تو کفارہ بھی لازم ہوگا۔

وجہ :(۱) اس قول صحابی سے استدلال ہے۔ عن الثوری قال يفطر الذی يحتقن بالخمر ولا يضرب الحد (مصنف

بصبّ شيء في حلقه على الاصح(۱۰۷۱) او اَقطر في اُذُنه دهنا او ماء في الاصح(۱۰۷۲) او داوى جائفة او آمّة بدواء ووصل الى جوفه او دماغه(۱۰۷۳) ودخل حلقه مطر او ثلج في الاصح

عبدالرزاق، باب الحقنة في رمضان والرجل يصيب اہلہ، ج رابع، ص۱۵۴، نمبر۷۵۰۸) اس قول تابعی میں ہے کہ حقنہ سے روزہ ٹوٹے گا۔(۲) **عن عطاء کره ان يستدخل الانسان شيئا في رمضان بالنهار فان فعل فليبدل يوما ولا يفطر ذلك اليوم** (مصنف عبدالرزاق، باب الحقنة في رمضان والرجل يصيب اہلہ، ج رابع، ص۱۵۳، نمبر۷۵۰۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کوئی چیز بدن میں داخل کرنے سے دوسرے دن روزہ قضا رکھے۔

ترجمہ : (۱۰۷۱) تیل یا پانی کا قطرہ کان میں ڈالا، اصح قول کے مطابق۔

تشریح : پانی خود بخود کان میں چلا گیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔لیکن اگر جان کر ڈالا یا تیل ڈالا تو کان میں ظاہری طور پر سوراخ ہے اس لئے گویا کہ دماغ میں تیل یا پانی پہنچ گیا اس لئے روزہ ٹوٹے گا، لیکن کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ڈاکٹری تحقیق یہ ہے کہ سوراخ اور دماغ کے درمیان میں کان کا پردہ حائل ہے۔

وجہ : .**عن ابراهيم قال : لا بأس بالسعوط للصائم و كره الصب في الآذان** (مصنف ابن ابی شیبة، باب الصائم يستسعط، ج ثانی، ص۳۰۴، نمبر۹۲۶۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کان میں دوا ٹپکانا مکروہ ہے۔

اصول : شریعت ظاہر کا اعتبار کرتی ہے۔

ترجمہ : (۱۰۷۲) یا پیٹ یا دماغ کے زخم پر دوا لگائی اور وہ پیٹ یا دماغ تک پہنچ گئی۔

تشریح : پہلے اصول گزر چکا ہے کہ دماغ کے اندر دوا پہنچ جائے یا پیٹ کے اندر دوا یا غذا پہنچ جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا، لیکن باضابطہ کھانا نہیں پایا گیا اس لئے، اور دوا کی مجبوری بھی ہے اس لئے اس پر کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

وجہ : (۱) اس اثر میں ہے۔**عن عطاء کره ان يستدخل الانسان شيئا في رمضان بالنهار فان فعل فليبدل يوما ولا يفطر ذلك اليوم** (مصنف عبدالرزاق، باب الحقنة في رمضان والرجل يصيب اہلہ ص۱۵۳ نمبر۷۵۰۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کوئی چیز بدن میں داخل ہوئی تو روزہ ٹوٹ جائے گا، یہاں پیٹ کے اندر یا دماغ کے اندر دوا داخل ہوئی اس لئے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

لغت : جائفہ: جوف سے مشتق ہے لفظی ترجمہ ہے اندر یہاں مراد وہ زخم جو آنت تک پہونچنے والا ہو۔آمۃ: دماغ کا وہ زخم جو دماغ کے بھیجے تک پہونچا ہوا ہو۔

ترجمہ : (۱۰۷۳) یا حلق میں بارش (کی بوند) یا برف داخل ہو گیا، اصح مذہب میں، بشرطیکہ اسے اپنے اختیار سے نہ نگلا ہو۔

تشریح : اگر بارش کی بوند گری اور اچھا خاصا پانی منہ میں جمع ہو گیا اور حلق میں خود بخود داخل ہو گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا

ولم يبتلعه بصنعه (١٠٧٤) او افطر خطأ بسبق ماء المضمضة الى جوفه او افطر مكرها ولو بالجماع او أُكرهت على الجماع (١٠٧٥) او افطرت خوفا على نفسها من ان تمرض من الخدمة امة كانت او منكوحة (١٠٧٦) او صبّ احد فى جوفه ماء وهو نائم

لیکن چونکہ جان کرحلق میں داخل نہیں کیا ہےاس لئے کفارہ لازم نہیں ہوگا۔اسی طرح منہ میں برف گری اوراچھا خاصا پانی ہوگیااور خود بخود حلق میں داخل ہوگیا تو روزہ ٹوٹ گیااس لئے قضا لازم ہوگی ،اور جان کرحلق کے اندر داخل نہیں کیا ہےاس لئے کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ ۔:لم یبتلعہ بصنعہ :اپنے اختیار سے نگلا نہ ہو۔

ترجمہ : (۱۰۷۴)یاغلطی سے روزہ ٹوٹ گیااس طور پر کہ کلی کا پانی اندر چلا گیا، یاجبراروزہ توڑا اگر چہ جماع سے ہو، یاعورت کو جماع پر مجبور کیا۔

تشریح : ان تمام صورتوں میں جان کرروزہ نہیں توڑا ہے بلکہ خود بخود ٹوٹ گیا ہےاس لئے قضا لازم ہوگی کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ مثلاکلی کا پانی خود بخود حلق میں چلا گیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔یاکسی نے شوہر کو جماع کرنے پر مجبور کیا۔یاعورت کو جماع کرانے پر مجبور کیا تو ان صورتوں میں جان کرروزہ نہیں توڑا ہےاس لئے کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ : (۱۰۷۵) یاعورت نے افطار کرلیااپنے نفس پرخوف کی وجہ سے کہ خدمت سے بیمار ہوجائے گی، باندی ہو چاہے منکوحہ۔

تشریح : باندی ہو یا بیوی ہو وہ اتنی سخت خدمت کررہی تھی کہ خوف ہوگیا کہ بیمار ہوجائے گی اس لئے اس مجبوری میں رمضان کا روزہ رکھکر توڑ دیا تو کفارہ لازم نہیں ہوگا۔اس لئے کہ وہ خدمت کی وجہ سے مجبور ہے۔

وجہ :(۱)اس آیت سے استدلال کیا جاسکتا ہے کہ وہ ابھی بیمار تو نہیں ہوئی ہے لیکن بیمار ہونے کا خوف ہے۔**ومن كان مريضا او على سفر فعدة من ايام اخر يريد الله بكم اليسر و لا يريد بكم العسر** ۔(آیت ۱۸۵،سورۃ البقرۃ ۲)(۲)جس طرح حاملہ اور دودھ پلانے والی روزہ توڑسکتی ہے اسی طرح خدمت کی وجہ سے بھی روزہ توڑسکتی ہے ،حدیث یہ ہے۔ **عن انس بن مالك رجل من بنى عبد الله بن كعب ... احدثك عن الصوم او الصيام ان الله وضع عن المسافر شطر الصلوة وعن الحامل او المرضع الصوم او الصيام قالهما النبى ﷺ كليهما او احدهما.** (ترمذی شریف ، باب ماجاء فی الرخصۃ فی الافطار للحبلی والمرضع ،ص ۱۸۱،نمبر ۷۱۵/ابوداؤد شریف ، باب من قال ھی مثبتۃ للشیخ والحبلی ،ص ۳۲۴،نمبر ۲۳۱۸)

ترجمہ : (۱۰۷۶)یاکسی نے سوئے ہوئے روزہ دار کے پیٹ میں پانی پہنچادیا۔

(۱۰۷۷) او اكل عمدا بعد اكله ناسيا ولو علم الخبر على الاصح او جامع ناسيا ثم جامع عامدا(۱۰۷۸) او اكل بعد ما نوى نهارا ولم يبيّت نيته(۱۰۷۹) او اصبح مسافرا فنوى الاقامة ثم

تشریح : آدمی سویا ہوا تھا اور کسی نے پیٹ میں پانی پہنچادیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا،لیکن کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ : (۱۰۷۷) یا بھول کر کھانے کے بعد جان کر کھانا کھالیا اگر چہ وہ حدیث (جس میں ہے کہ بھول کر کھا لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا) کو جانتا ہو،اصح قول یہی ہے، یا بھول کر جماع کرنے کے بعد جان کر جماع کیا ہو۔

تشریح : بھول کر کھانا کھایا بھول کر جماع کیا تھا جس سے روزہ نہیں ٹوٹا، پھر جان کر کھالیا یا جان کر جماع کرلیا تو اب روزہ ٹوٹ گیا،لیکن اس سے صرف قضا لازم ہوگی کفارہ لازم نہیں ہوگا، کیونکہ اس کے دل میں خیال آیا کہ روزہ ٹوٹ چکا ہے، چاہے اس حدیث کا مفہوم جانتا ہو کہ بھول کر کھانے یا بھول کر جماع کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

وجہ : (۱)اس حدیث میں ہے کہ غلطی سے روزہ ٹوٹ جائے تو قضا لازم ہوگا کفارہ نہیں. عن أسماء بنت ابی بکر قالت افطرنا یوما فی رمضان فی غیم فی عهد رسول الله ﷺ ثم طلعت الشمس قال ابو اسامة : قلت لهشام : أمروا بالقضاء ؟ قال : بدٌّ من ذالک ۔(ابوداؤد شریف، باب الفطر قبل غروب الشمس،ص ۳۴۳،نمبر ۲۳۵۹ ر بخاری شریف، باب اذا افطر فی رمضان ثم طلعت الشمس،ص ۳۱۵،نمبر ۱۹۵۹) اس حدیث میں ہے کہ روزہ یاد تھا اور مغرب سے پہلے کھانا نہیں چاہتے تھے لیکن غلطی سے غروب سے پہلے کھالیا تو قضا لازم ہوا کفارہ لازم نہیں ہوا۔(۲)عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ : من ذرعه قیء و هو صائم فلیس علیه قضاء وان استقاء فلیقض ۔(ابوداؤد شریف، باب الصائم یستقی ء عامدا ،ص ۳۴۵،نمبر ۲۳۸۰) اس حدیث میں ہے کہ اس کو معلوم نہیں تھا کہ قے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے لیکن جان کر قے کی تو روزہ ٹوٹ گیا اور اس پر قضاء لازم ہوئی۔

ترجمہ : (۱۰۷۸)،کھالیا دن کو نیت کے بعد اور رات سے نیت نہ کی تھی۔

تشریح : رمضان میں رات سے روزہ کی نیت نہیں کی تھی،اب دن میں مثلا دس بجے دن کو روزے کی نیت کی پھر گیارہ بجے کھانا کھالیا تو قضا لازم ہوگی،کفارہ نہیں۔

وجہ : کیونکہ رات سے نیت نہیں تھی،تو گویا کہ رات سے روزہ نہیں ہوا اس لئے چند گھنٹے کا روزہ توڑا ہے پورے دن کا روزہ نہیں توڑا اس لئے کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ : (۱۰۷۹)،یا صبح کو مسافر تھا پھر اقامت کی نیت کرلی،اور کھالیا،یا صبح کے وقت مقیم تھا پھر سفر پر نکل پڑے اور کھالیا۔تو کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ دن کے کسی وقت بھی روزہ توڑنا مباح ہوجائے تو کفارہ لازم نہیں ہوتا ہے۔تشریح مسئلہ۔صبح

اكل او سافر بعد ما اصبح مقيما فاكل(١٠٨٠) او امسک بلا نية صوم ولا نية فطر (١٠٨١)او تسحّر او جامع شاكّا فی طلوع الفجر وهو طالع او افطر بظنّ الغروب والشمس باقية

کومسافر تھااس لئے اس کے لئے روزہ رکھنا ضروری نہیں تھا، اب اقامت کی نیت کر لی تو نہیں کھانا چاہئے تھا لیکن کھالیا تو کفارہ لازم نہیں ہوگا، کیونکہ شروع دن میں اس کے لئے روزہ توڑنا مباح تھا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ صبح کو مقیم تھا، لیکن اب مسافر بن گیا اور کھا لیا تو چونکہ اس کے لئے کھانا حلال ہو گیا ہے اس لئے کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

اصول: صبح سے شام تک مرض یا حیض، نفاس، یا سفر کی وجہ سے روزہ توڑنا مباح نہ ہوا اور روزہ توڑ دے تب کفارہ لازم ہوتا ہے۔

وجه : یہ اصول اس آیت سے مستنبط ہے۔ **ومن كان مريضا او على سفر فعدة من ايام اخر يريد الله بكم اليسر و لا يريد بكم العسر** ۔ (آیت ۱۸۵، سورۃ البقرۃ ۲)

ترجمه : (۱۰۸۰) یا بغیر روزہ وافطار کی نیت کے رکا رہا۔

تشریح : رات یا دن میں روزے کی نیت نہیں کی اور بغیر کھائے پیئے رکا رہا تو قضا لازم ہوگی، کفارہ نہیں کیونکہ روزہ توڑا نہیں ہے

ترجمه : (۱۰۸۱) یا طلوع فجر کے شک کی حالت میں سحری کی یا جماع کیا، یا غروب کے گمان پر افطار کر لیا اور ابھی دن باقی تھا۔

تشریح : شک تھا کہ صبح صادق ہوئی یا نہیں اس حال میں کھانا کھا لیا یا جماع کر لیا، اور بعد میں پتہ چلا کہ صبح صادق ہو چکی ہے تو کفارہ لازم نہیں ہوگا، کیونکہ جان کر روزہ نہیں توڑا ہے۔ اسی طرح گمان ہوا کہ سورج ڈوب گیا ہے اس لئے روزہ توڑ دیا بعد میں پتہ چلا کہ ابھی سورج ڈوبا نہیں ہے تو کفارہ لازم نہیں ہوگا، صرف قضا لازم ہوگی۔

وجه: (۱) **عن اسماء بنت ابی بکر قالت افطرنا علی عهد النبی ﷺ فی یوم غیم ثم طلعت الشمس قیل لهشام فامروا بالقضاء ؟قال بد من قضاء.** (بخاری شریف، باب اذا افطر فی رمضان ثم طلعت الشمس، ص ۲۶۳، نمبر ۱۹۵۹/ ابوداؤد شریف، الفطر قبل غروب الشمس ص ۳۲۹ نمبر ۲۳۵۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورج غروب ہونے سے پہلے افطار کر لیا تو اس دن کی قضا کرے گا۔ البتہ بھول سے کیا ہے اس لئے کفارہ لازم نہیں ہوگا اور اسی پر صبح صادق طلوع ہونے کے بعد سحری کرنے کے مسئلہ کو قیاس کر لیں (۲) اثر میں ہے **فقال عمر ... من كان افطر فان قضاء يوم يسير.... الا انه قال : قال عمر أتموا يومكم هذا ثم اقضوا يو ما** (مصنف عبد الرزاق، باب الافطار فی یوم مغیم ج رابع ص ۱۷۸ نمبر ۷۳۹۲ رنمبر ۷۳۹۴ رسنن بیہقی، باب من أکل وھو یری أن الشمس قد غربت ثم بان أنھا لم تغرب، ج رابع، ص ۳۶۷، نمبر ۸۰۱۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ایک دن کی قضا کرنا آسان ہے اور کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ اور یہ بھی ہے کہ اس دن کھانے سے رکے رہیں ۔ (۳) اور دن کے باقی حصے میں نہ کھائے اس کے لئے یہ اثر ہے۔ **عن ابراهيم انه كان يقول في مسافر يقدم مفطرا او حائض تطهر من آخر يومها قال : لا يأكلان حتى يمسيان** ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب المسافر یقدم فی بعض النهار والحائض تطهر

(١٠٨٢)او انزل بوطئ ميتة او بهيمة او بتفخيذ او بتبطين او قبلة او لمس (١٠٨٣)او افسد صوم

فی بعضہ ، ج رابع ،ص ۱۳۲،نمبر۷۳۸۴)اس اثر میں ہے کہ حائضہ اور مسافر باقی دن کھانے سے رکے رہیں ۔اسی پر قیاس کر کے روزہ توڑنے والا بھی دن کے باقی حصے میں نہ کھائے ۔

ترجمہ : (۱۰۸۲)یاانزال ہوگیامردہ یا جانور سے وطی کرنے یاران و پیٹ کے مس کرنے یابوسہ یا چھونے سے ۔

تشریح :ان سب صورتوں میں مکمل جماع نہیں ہےاس لئے کفارہ لازم نہیں ہوگا،البتہ روزہ ٹوٹ چکا ہےاس لئے قضالازم ہوگی ۔یہاں انزال کرنے کی چھ صورتیں ہیں جن میں کفارہ نہیں ہے[۱] مردہ عورت سے وطی کی ۔[۲] جانور سے وطی کی[۳]عورت کی ران میں وطی کر کے انزال کیا[۴] پیٹ میں گھس کرانزال کیا۔[۵] بوسہ دیااورانزال ہوگیا[۶] عورت کو چھویااورانزال ہوگیا۔ان صورتوں میں مکمل فائدہ اٹھانانہیں ہے[یہ ارتفاق کامل نہیں ہے]اس لئے کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

وجہ : (۱) **عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ من اتی بهيمة فاقتلوه و اقتلوها معه** ،اوردوسری روایت میں اثر ہے۔ **عن ابن عباس قال ليس على الذى يأتى البهيمة حد.** (ابوداؤدشریف،باب فیمن اتی بھیمۃ ،ص ۲۶۵،نمبر ۴۴۶۴/۴۴۶۵ رترمذی شریف، باب ماجاء فیمن یقع علی البھیمۃ ۃ ص ۲۶۹ نمبر ۱۴۵۵)اس حدیث اوراثر سے معلوم ہوا کہ جانور سے وطی کرنے والے کوتعزیر کے طور پر قتل کردے ۔البتہ اس پر زنا کی طرح حد نہیں ہے۔اس لئے اس پر کفارہ صوم بھی نہیں ہے ۔ (۲)منی نکلنے سے قضالازم ہوگی اس کی دلیل یہ قول تابعی ہے۔ **عن الحسن فی الرجل يقبل نهارا فی رمضان او يباشر او يعالج فيمذی ؟ قال ليس عليه شئی ، و بئس ما صنع فان خرج منه الماء الدافق فهو بمنزلة الغشيان ، وقال قتادة ان خرج منه الدافق فليس عليه الا ان يصوم يوما.** (مصنف عبدالرزاق،باب الرفث واللمس وھوصائم ج رابع ص ۱۴۸نمبر ۷۴۸۰)(۲)**عن ميمونة مولاة النبی ﷺ ان النبی ﷺ سئل عن صائم قبل فقال افطر** (مصنف ابن ابی شیبۃ ،۶۰ من کرہ القبلۃ للصائم ولم یرخص فیھا ج ثانی ص ،۳۱۷،نمبر ۹۴۲۶)ان آثاراورحدیث سے معلوم ہوا کہ بوسہ لینے سے انزال ہوجائے توروزہ ٹوٹ جائے گا۔کفارہ لازم نہیں ہوگا۔(۳) **عن الحسن قال اذا قبل او لمس و هو صائم فامنى فهو بمنزلة المجامع**۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ،۶۹ ما قالوافی الصائم یفطرحین یمنی ص ،۳۲۲،نمبر ۹۴۷۹)اس قول تابعی میں ہے کہ بوسہ دینے سے منی نکل جائے تو جماع کرنے کی طرح ہے،یعنی روزہ ٹوٹ جائے گا۔

لغت :بھیمۃ:چوپایہ . **تفخيذ : فخذ** سے مشتق ہے،ران میں ڈال کرانزال کرنا۔تبطین بطن سے مشتق ہے، پیٹ میں گھس کرانزال کرنا۔قبلۃ:بوسہ۔لمس: چھونا۔

ترجمہ : (۱۰۸۳)یارمضان کے اداء کے علاوہ کسی روزہ کوفاسد کر دیا۔

تشریح :رمضان کاروزہ رمضان میں رکھکر فاسد کرنے سے کفارہ لازم ہوتا ہے،دوسرے روزے کے توڑنے میں صرف قضا

غير اداء رمضان (١٠٨٤)او وطئت وهي نائمة (١٠٨٥)او اقطرت في فرجها على الاصح (١٠٨٦)او ادخل اصبعه مبلولة بماء او دهن في دبره او ادخلته في فرجها الداخل في المختار(١٠٨٧) او ادخل قطنة في دبره او فرجها الداخل وغيّبها

لازم ہوتی ہے۔

۔(۳)اس حدیث میں ہے کہ نفلی روزہ توڑنے سے صرف قضا لازم ہوتی ہے۔ **عن عائشة قالت كنت انا و حفصة صامتين فعرض لنا طعام اشتهينا ه فاكلنا منه فجاء رسول الله فبدرتني اليه حفصة و كانت ابنة ابيها فقالت يا رسول الله ﷺ انا كنا صائمتين فعرض لنا طعام اشتهيناه فاكلنا منه قال اقضيا ﷺ يوما آخر مكانه** ۔(ابوداود شریف ،باب ما جاء فی ایجاب القضاء علیہ،ص ۱۸۶،نمبر ۲۴۵۷)اس حدیث میں ہے کہ نفلی روزہ توڑنے پر قضا لازم ہوگی۔

ترجمہ : (۱۰۸۴) یا سوئی ہوئی عورت سے وطی کر لی۔

تشریح : عورت سوئی ہوئی ہے اس لئے اس کا عمل نہیں ہے اس لئے اس پر کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ : (۱۰۸۵) یا عورت نے اپنی شرمگاہ میں کوئی چیز ڈالی، اصح مذہب میں۔

تشریح : عورت نے اپنی شرمگاہ میں پانی یا تیل ڈالا تو قضا لازم ہوگی کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

اصول : شرمگاہ ہو یا پاخانے کا راستہ یہ کھلے ہوئے سوراخ ہیں اس لئے شریعت کا نظریہ ہے کہ ان دونوں میں کوئی تر چیز ڈالنے سے گویا کہ آنت تک پہنچ گئی، یا جماع کے مشابہ ہو گیا اس لئے روزہ ٹوٹے گا لیکن صراحت کے ساتھ جماع نہیں ہے اس لئے کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ : (۱۰۸۶) یا (مرد نے) پانی یا تیل میں تر انگلی اپنی دبر میں داخل کی، یا عورت نے اسے اندرونِ شرمگاہ داخل کیا۔ تو قضا لازم ہوگی کفارہ نہیں۔

تشریح : مرد نے تیل میں بھیگی ہوئی انگلی، یا پانی میں بھیگی ہوئی انگلی اپنے پاخانے کے راستے میں ڈالا، عورت نے بھیگی ہوئی انگلی فرج داخل میں ڈالی تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا، لیکن یہ جماع کی شکل نہیں ہے اس لئے کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

وجہ :(۱) یہ مسئلہ بھی اوپر کے اصول پر متفرع ہے کہ یہ راستے کھلے ہوئے سوراخ ہیں اس لئے تیل یا پانی سے بھیگی ہوئی انگلی پیخانے کے راستے میں، یا فرج داخل میں داخل کیا تو گویا کہ وہ پانی آنت تک پہنچ گئی اور روزہ ٹوٹ گیا۔(۲) یا اس مسئلے کو حقنہ لگانے پر قیاس کیا گیا ہے، اور حقنہ لگانے میں دوائی پاخانہ کے راستے سے آنت تک چڑھائی جاتی ہے جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اسی پر قیاس کر کے تھوڑا سا بھی پانی، یا تیل پاخانہ کے راستے میں چلا گیا، یا فرج داخل میں چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

(۱۰۸۸) او ادخل حلقه دخانا بصنعه(۱۰۸۹) او استقاء ولو دون مِلأ الفم فی ظاهر الروایة

ترجمہ : (۱۰۸۷)یا (مرد نے) اپنے دبر میں یا (عورت نے) اپنی شرمگاہ کے اندرون میں روئی داخل کی اور اسے غائب کردیا۔

تشریح : مرد نے اپنے پاخانے کے راستے میں روئی اندر ڈال دیا کہ وہ نظروں سے غائب ہوگئی تو گویا کہ جسم کے اندر کوئی چیز داخل ہوئی، اسی طرح عورت نے اپنی شرمگاہ میں روئی اتنا اندر داخل کردیا کہ وہ نظروں سے غائب ہوگئی تو گویا کہ جسم کے اندر کوئی چیز داخل کی اس لئے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

وجہ : (۱) اس اثر میں ہے۔ عن عطاء کرہ ان یستدخل الانسان شیئا فی رمضان بالنہار فان فعل فلیبدل یوما ولا یفطر ذلک الیوم (مصنف عبدالرزاق، باب الحقنة فی رمضان والرجل یصیب اہلہ ص ۱۵۳ نمبر ۷۵۰۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کوئی چیز بدن میں داخل ہوئی تو روزہ ٹوٹ جائے گا، یہاں فرج داخل کے اندر اور دبر کے اندر روئی داخل کی گئی اس لئے روزہ ٹوٹے گا۔ (۲) اس قول صحابی سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے۔ قال ابن عباس و عکرمة الصوم مما دخل ولیس مما خرج (بخاری شریف، باب الحجامة والقیئ للصائم ص ۲۶۰ نمبر ۱۹۳۸) کہ جسم میں کوئی چیز داخل ہونے سے روزہ ٹوٹا۔

ترجمہ : (۱۰۸۸) یا اپنے اختیار سے گلے میں دھواں داخل کیا۔

تشریح : بڑی پی یا سگریٹ پیا اور اپنے اختیار سے گلے میں دھواں داخل کیا تو یہ جسم میں داخل کرنا پایا گیا اس لئے اس سے روزہ ٹوٹے گا۔ اور اس لئے بھی کہ اس سے دماغ کو اور جسم کو سکون ملتا ہے اس لئے روزہ ٹوٹے گا۔ لیکن کفارہ لازم نہیں ہوگا، کیونکہ باضابطہ کسی چیز کا کھانا نہیں پایا گیا۔

ترجمہ : (۱۰۸۹) یا (اپنے اختیار سے) قے کی چاہے منھ بھر سے کم ہو، ظاہری روایت میں، امام ابو یوسفؒ نے منھ بھر ہونے کی شرط لگائی ہے، اور یہی صحیح ہے۔

تشریح : قے کی چار صورتیں ہیں [۱] خود بخود قے نکل آئی، چاہے منہ بھر کر ہو یا اس سے کم ہو روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ قے کرنے میں آدمی کا دخل نہیں ہے۔ [۲] جان کر قے کی تو منہ بھر سے کم ہو تب بھی امام محمدؒ کے نزدیک ٹوٹے گا، کیونکہ اس کو قے نکالنے میں عمل دخل ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک منہ بھر کر ہو تو ٹوٹے گا ورنہ نہیں، کیونکہ منہ بھر سے کم میں وضو نہیں ٹوٹتا تو روزہ بھی نہیں ٹوٹے گا۔ [۳] قے ہونے کے بعد خود بخود حلق کے اندر چلی گئی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ اس کو عمل دخل نہیں ہے، گویا کہ تھوک باہر آئی اور اندر چلی گئی۔ [۴] جان کر قے پیٹ کے اندر نگلی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک منہ بھر کر ہو تو روزہ ٹوٹے گا اور منہ بھر سے کم ہو تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، اور امام محمدؒ کے نزدیک منہ بھر سے کم ہو تب بھی روزہ ٹوٹ جائے گا۔

وجہ : (۱) حدیث یہ ہے۔ عن ابی ہریرة ان النبی ﷺ قال من ذرعه القیئ فلیس علیه قضاء ومن استقاء

وشرط ابو يوسف ملأ الفم وهو الصحيح (١٠٩٠) او اعاد ما ذرعه من القيء و كان ملء الفم و هو ذاكرا لصومه (١٠٩١) او اكل ما بين اسنانه وكان قدر الحمّصة (١٠٩٢) او نوى الصوم نهارا

عمدا فليقض (ترمذی شریف، باب ما جاء فی من استقاء عمدا ص ۱۵۳ نمبر ۲۰ ۷/ابوداؤد شریف، باب الصائم یستقی عامدا ص ۳۳۱ نمبر ۲۳۸۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خود بخود قے ہوئی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ اور جان کر قے باہر نکالی تو چونکہ ان کو قے کرنے میں دخل ہے اس لئے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (۲) اور قلیل اور کثیر میں فرق کے لئے یہ قول تابعی ہے۔۔ **عن حماد فی القلس اذا کان یسیرا فلیس فیه وضوء، واذا کان کثیرا ففیه الوضوء۔** (مصنف ابن ابی شیبة، ۴۹ من کان یری فی القلس وضوء، ج اول، ص ۴۵ نمبر ۴۴۲) اس اثر میں ہے کہ قے منہ بھر کر ہو تب وضو ٹوٹے گا۔

اصول : امام ابو یوسفؒ کا اصول یہ ہے کہ منہ بھر قے ہونا گویا کہ منہ سے باہر ہو جانا ہے، اور باہر سے پیٹ میں واپس جانا روزہ توڑ دیتا ہے۔

لغت : استقاء: قیء سے مشتق ہے باب استفعال سے، جان کر قے کیا، جان کر قے کو پیٹ سے باہر نکالا۔ ملء الفم: منہ بھر کر۔ ذرعه القیء: خود قے ہوگئی، یہ ذراع سے مشتق ہے جس کا معنی ہے، ہاتھ۔

ترجمہ : (۱۰۹۰) یا جو قے خود آئی اسے لوٹا لیا، اور وہ منہ بھر تھی اور روزہ یاد بھی تھا۔

تشریح : یہ قے کی چوتھی صورت ہے۔ قے ہوئی اس کو جان کر دوبارہ منہ میں داخل کر لیا تو منہ بھر کر ہو تو روزہ ٹوٹے گا، بشرطیکہ کہ روزہ یاد ہو، کیونکہ اگر روزہ یاد نہ ہو تو بھول میں کھایا، اور بھول کر کھانے سے رزہ نہیں ٹوٹتا، اس لئے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ البتہ باضابطہ کھانا نہیں ہے اس لئے کفارہ لازم نہیں ہوگا

ترجمہ : (۱۰۹۱) یا چنے کے برابر دانتوں کے درمیان کی چیز کو کھا لیا۔

تشریح ؛ دانت کے درمیان کوئی چیز چنے کے برابر تھی اس کو کھا لیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، لیکن باضابطہ کھانا نہیں ہے اس لئے کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ چنے سے چھوٹا ہو تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

وجہ :(۱). **عن ابراهيم أنه رخص فی مضغ العلک للصائم ما لم يدخله حلقه .** (مصنف ابن ابی شیبة، باب من رخص فی مضغ العلک للصائم، ج ثانی، ص ۲۹۷، نمبر ۹۱۷۹/مصنف عبد الرزاق، باب العلک للصائم، ج رابع، ص ۱۵۷، نمبر ۷۵۳۰) اس اثر میں ہے کہ گوند چبا سکتا ہے لیکن حلق میں نہ جائے، جس سے معلوم ہوا کہ گوند حلق میں جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (۲) اس اثر میں بھی ہے. **عن ابن عباس قال لا بأس أن يذوق الخل أو الشيء ما لم يدخل حلقه و هو صائم** ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب فی الصائم یتطعم بالشیء، ص ۳۰۵ نمبر ۹۲۷۷) اس اثر کے اشارہ میں ہے کہ حلق میں کوئی چیز باہر سے داخل ہو جائے تو روزہ ٹوٹے گا۔

بعد ما اکل ناسیا قبل ایجاد نیته من النهار(۱۰۹۳) او اُغمی علیه ولو جمیع الشهر الا انه لا یقضی

ترجمہ : (۱۰۹۲) یا دن کو روزہ کی نیت کی اس کے بعد کہ کچھ بھول کر کھالیا تھا دن میں نیت کو وجود میں لانے سے پہلے۔

تشریح : اصول یہ ہے کہ رات سے روزے کی نیت نہ کی ہو اور دن میں گیارہ بجے سے پہلے پہلے نیت کرنی ہو تو شرط یہ ہے کہ ابھی تک نہ بھول کر کھایا ہو نہ جان کر کھایا ہو، اس لئے اگر بھول کر کھالیا اور اس کے بعد روزے کی نیت کی تو یہ روزہ نہیں ہوگا، پس اگر یہ رمضان کا دن تھا تو اس دن کی قضا واجب ہوگی، یا نذر معین کا دن تھا تو چونکہ نذر معین کا روزہ نہیں رکھ سکا اس لئے اس روزے کی قضا کرنی ہوگی۔ البتہ کفارہ لازم نہیں۔

وجہ : (۱) **عن عائشة قالت کان النبی ﷺ اذا دخل علی قال : هل عندکم طعام ؟ فاذا قلنا لا ، قال : انی صائم** ۔(ابوداؤد شریف، باب فی الرخصة فیه [ای فی النیة] ص۳۴۰ نمبر ۲۴۵۵ / ترمذی شریف، باب صیام المتطوع بغیر تبییت، ص ۱۸۶، نمبر ۷۳۳) اس حدیث میں ہے کہ ابھی تک نہیں کھایا تب روزے کی نیت کرنا صحیح ہوا چاہے بھول کر نہ کھایا ہو چاہے جان کر ۔(۲) اس قول صحابی میں بھی ہے۔ **عن الحارث أن علیا قال : هو بالخیار الی نصف النهار ما لم یطعم الطعام أو یکون قد فرضه من اللیل** ۔(مصنف عبد الرزاق، باب افطار التطوع وصومه اذا لم یبیته، ج رابع، ص ۲۱۰، نمبر ۷۸۰۹) اس اثر میں ہے کہ نہ کھایا ہو تو روزہ رکھ سکتا ہے ورنہ نہیں۔

ترجمہ : (۱۰۹۳) یا اس پر بیہوشی طاری ہوگئی اگر چہ پورے مہینہ رہی ہو، مگر اس دن کی قضا نہیں ہے جس دن غشی آئی یا جس دن کی رات میں شروع ہوئی۔

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ ہر دن الگ الگ روزے کی نیت کرے گا تو روزہ ہوگا، اور نہیں کی تو روزہ ادا نہیں ہوگا ۔صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک آدمی رمضان کے پہلے دن بیہوش ہوا، اور پورا مہینہ بیہوش رہا تو جس دن بیہوش ہوا اس دن کی قضا لازم نہیں ہوگی باقی دنوں کی قضا لازم ہوگی۔ اور اگر رمضان سے پہلے سے بیہوش تھا تو پورے رمضان کی قضا کرے گا، کیونکہ بیہوشی کی وجہ سے رمضان کے پہلے دن بھی روزے کی نیت نہ کر سکا۔

اصول: یہاں تین اصول ہیں [۱] ایک اصول یہ ہے کہ اگر پورے رمضان بھی بیہوش رہا تو پورے رمضان کی قضاء کرنا ہوگی، کیونکہ عقل موجود ہے صرف چھپ گئی ہے۔ [۲] اور دوسرا اصول یہ ہے کہ جس دن یا رات میں نیت پائی گئی اس دن کا روزہ ادا ہو گیا اور جس دن میں نیت نہیں پائی گئی اس دن کی قضاء لازم ہوگی۔ [۳] اور تیسرا اصول یہ ہے کہ روزے کے لئے ہر دن الگ الگ نیت ضروری ہے کیونکہ ہر دن کے درمیان رات ہے جو روزے کا وقت نہیں ہے اس لئے ہر دن الگ الگ عبادت ہے اور ہر دن کے لئے الگ الگ نیت ضروری ہے۔

وجہ :(۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ بیہوشی کے عالم میں جو کچھ کھلایا یا پلایا اس سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ گویا کہ بھول کر کھایا یا

اليوم الذى حدث فيه الاغماء او حدث فى ليلته (۱۰۹۴) او جُنَّ غير ممتدّ جميع الشهر(۱۰۹۵)

پیا۔اوررات سے روزے کی نیت ہے، کیونکہ ایک مومن آدمی کے بارے میں یہی گمان کیا جا سکتا ہے کہ اس نے روزے کی نیت کی ہوگی۔اور رمضان کے باقی دنوں میں روزے کی نیت نہیں ہے، کیونکہ بیہوشی کی حالت میں نیت کیسے کرے گا اس لئے باقی دنوں کا روزہ ادا نہیں ہوا اس لئے اس کی قضا لازم ہوگی، کفارہ نہیں۔(۲) نیت کرنے کی حدیث۔**انما الاعمال بالنیات** پہلے گزر چکی ہے۔(۳) اثر میں ہے۔ **عن نافع قال كان ابن عمر يصوم تطوعا فيغشى عليه فلا يفطر، قال الشيخ هذا يدل على ان الاغماء خلال الصوم لايفسده.** (سنن للبیہقی، باب من اغمی علیہ فی ایام من اشہر رمضان ج رابع ص ۳۹۶، نمبر ۸۱۱۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ بیہوشی سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔جیسے سونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے۔۔اغماء: بیہوشی ہونا۔

ترجمه : (۱۰۹۴) یا ایسا جنون ہوا جو مہینہ بھر نہ رہا ہو۔

تشریح : بیہوشی اور جنون میں فرق یہ ہے کہ بیہوشی میں عقل موجود رہتی ہے، جیسے سونے کی حالت میں عقل موجود رہتی ہے، اس لئے اس پر شریعت کے تمام احکام جاری ہوتے ہیں، اور جنون میں عقل ختم ہو جاتی ہے اس لئے اس پر شریعت کا حکم جاری نہیں رہتا۔اب ایک آدمی پورا مہینہ مجنون رہا تو اس پر پورے مہینے کی قضا لازم نہیں ہوگی، کیونکہ ایک دن بھی اس پر ایسا نہیں گزرا کہ رمضان کا حکم اس پر نافذ ہو۔لیکن اگر کچھ دن افاقہ رہا تو رمضان کا حکم جاری ہو گیا اس لئے جن دنوں میں افاقہ ہوا ان دنوں میں روزہ رکھے یا اس کی قضا کرے، اور جن دنوں میں جنون سے افاقہ نہیں رہا ان دنوں کی قضا بعد میں کرے۔

وجه :(۱) ایک دن افاقہ ہونے سے بھی پورے رمضان کا حکم نافذ ہو جاتا ہے۔اس آیت میں اس کا اشارہ ہے۔ **فمن شهد منكم الشهر فليصمه** ۔(آیت ۱۸۵، سورۃ البقرۃ ۲) کہ جس کو رمضان کا مہینہ ملا وہ روزہ رکھے۔(۲) اور جنونیت سے عقل ختم ہو جاتی ہے وہ شریعت کا مخاطب نہیں رہتا اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن ابن عباس قال مر علی بمجنونة بنی فلان قد زنت وهی ترجم فقال علی لعمر يا امير المؤمنين امرت برجم فلانة قال نعم قال اما تذكر قول رسول الله رفع القلم عن ثلاث عن النائم حتى يستيقظ وعن الصبى حتى يحتلم وعن المجنون حتى يفيق قال نعم فامر بها فخلى عنها** (ابو داؤد شریف، باب فی المجنون یسرق او یصیب حدا ج ثانی ص ۲۵۶ نمبر ۴۴۰۱ سنن للبیہقی، باب الصبی لا یلزمہ فرض الصوم حتی یبلغ ولا المجنون حتی یفیق ج رابع ص ۴۴۸، نمبر ۸۳۰۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مجنون پر جنونیت کے زمانے کے روزے فرض نہیں ہے۔

ترجمه : (۱۰۹۴) اور قضا لازم نہیں ہوگی رات یا دن میں افاقہ ہونے سے نیت کا وقت فوت ہونے کے بعد، صحیح روایت میں۔

تشریح : رمضان کے پہلے سے مجنون رہا اور تیس رمضان کو ظہر کے بعد افاقہ ہوا تو اس پر پورے رمضان کا روزہ نہیں ہوگا، کیونکہ روزے کی نیت کرنے کا وقت تیس رمضان کو گیارہ بجے دن سے پہلے پہلے تک ہے، اور اس کو افاقہ ظہر کے بعد ہوا ہے اس لئے ایک

و لا يلزمه قضاء ه بافاقته ليلا او نهارا بعد فوات وقت النية فی الصحیح.

﴿فصل :﴾

(١٠٩٦) يجب الامساک بقية اليوم علی من فسد صومه وعلی حائض ونفساء طهر تابعد طلوع

روزے کی نیت کرنے کا بھی وقت نہیں ملا تو گویا کہ اس کو رمضان ملا ہی نہیں اس لئے اس پر کچھ بھی قضا لازم نہیں ہوگی۔ ہاں ١١ بجے دن سے پہلے پہلے افاقہ ہوتا تو کم سے کم ایک روزے کی نیت کرنے کا وقت مل جاتا اور یہ وقت پورے رمضان کے واجب ہونے کا سبب بن جاتا۔

اصول : رمضان میں نیت کرنے کا تھوڑا سا وقت پورے رمضان کے واجب ہونے کا سبب بنے گا۔

﴿فصل، بقیہ دن رکنے کا بیان﴾

ترجمہ : (١٠٩٦)(رمضان میں) دن کے بقیہ حصہ (میں کھانے پینے) سے رکے رہنا واجب ہے اس شخص پر جس نے روزہ توڑ دیا ہو۔ اور اس حیض ونفاس والی عورت پر جو صبح صادق کے طلوع کے بعد پاک ہوئی ہو، اور اس بچہ پر جو بالغ ہوا ہو، اور اس کافر پر جو اسلام لایا ہو۔

تشریح: مثلا حائضہ عورت دوپہر کو پاک ہوئی یا مسافر دوپہر کو گھر آیا تو اب دوپہر سے شام تک رمضان کے احترام میں کھانا نہیں کھانا چاہئے، پانی نہیں پینا چاہئے۔ تا کہ رمضان کا احترام باقی رہے۔ چونکہ دن کے شروع حصے میں روزہ کا اہل نہیں ہے اس لئے روزہ تو نہیں رکھ سکتی البتہ جب حائضہ پاک ہو کر اہل ہوئی تو اس وقت سے کھانا پینا نہیں کھائے گی۔ اسی طرح مسافر مثلا دوپہر کو گھر پہونچا تو اس وقت سے شام تک کھانا نہ کھائے۔ یہ آٹھ قسم کے لوگ ہیں جن کے لئے ہے کہ وہ دن کے باقی حصے میں مفطرات صوم سے رکے رہیں [١] مسافر گھر آئے [٢] حائضہ پاک ہو جائے [٣] نفساء پاک ہو جائے [٤] کافر مسلمان ہوا [٥] بچہ بالغ ہوا [٦] مریض تندرست ہوا [٧] روزہ دار تھا جان کر کھا لیا [٨] روزہ دار تھا بھول کر کھا لیا۔ تو ان لوگوں کو چاہئے کہ دن کے باقی حصوں میں مفطرات صوم سے رکے رہیں۔

وجہ: (١) **عن سلمة بن اكوع قال امر النبی ﷺ رجلا من اسلم ان اذن فی الناس ان من کان اکل فليصم بقية يومه ومن لم يكن اكل فليصم فان اليوم يوم عاشوراء .** (بخاری شریف، باب صیام یوم عاشوراء، ص ٣٢٢، نمبر ٢٠٠٧) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایسے لوگ جو درمیان دن میں روزے کے اہل ہوئے ہوں وہ روزے کے احترام میں باقی دن کھانا نہ کھائے۔ (٢) اثر میں ہے۔ **عن ابراهيم انه كان يقول فی مسافر يقدم مفطرا او حائض تطهر من آخر**

الفجر وعلی صبیّ بلغ و کافر اسلم (۱۰۹۷) وعلیهم القضاء الا الاخیرین.

یومها قال : لا یأکلان حتی یمسیان ۔(مصنف عبد الرزاق، باب المسافر یقدم فی بعض النهار والحائض تطهر فی بعضه، ج رابع ،ص۱۳۲، نمبر۷۳۸۴ رمصنف ابن ابی شیبة، باب فی المرأة تحیض فی رمضان أول النهار، ج ثانی، ص۳۱۰، نمبر۹۳۴۰) اس اثر میں بھی ہے کہ حائضہ اور مسافر باقی دن کھانے سے رکے رہیں۔

ترجمه : (۱۰۹۷) اوراخیر کے دو کے علاوہ (بچہ اورنومسلم) سب پر قضا ہے۔

تشریح : مثلا کافر ۱۵ رمضان میں گیارہ بجے سے پہلے مسلمان ہوا، یا بچہ گیارہ بجے سے پہلے بالغ ہوا تو ان دونوں پر ۱۵ رمضان کی قضا نہیں اور نہ اس سے پہلے کے روزے کی قضا ہے، کیونکہ اس سے پہلے یہ روزے کے اہل نہیں تھے، ہاں ۱۵ کے بعد جتنے روزے ہیں وہ فرض ہوں گے یا اس وقت ادا کرے یا بعد میں قضا کرے۔اوران دو کے علاوہ جتنے لوگ ہیں ان پر پہلے کے روزے بھی فرض ہیں اور جس دن روزہ رکھنے کے اہل ہوئے اس دن کے روزہ بھی واجب ہے،، کیونکہ یہ لوگ پہلے سے روزہ واجب ہونے کے اہل چلے آرہے ہیں صرف خارجی مجبوری کی وجہ سے ابھی روزہ نہیں رکھ سک رہے ہیں اس لئے بعد میں قضا کرے۔

وجه :(۱) اور ۱۵ رمضان کا روزہ اس لئے فرض نہیں ہوگا کہ اس کی صبح صادق کے وقت کافر مسلمان نہیں تھا اور بچہ بالغ نہیں تھا، اور گویا کہ یہ دن اول وقت میں روزہ فرض ہونے کے اہل نہیں تھے۔(۲) کافر روزہ رکھنے کا اہل نہیں ہے اس کی دلیل یہ آیت ہے ۔(۱) یا ایها الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ۔(آیت ۱۸۳، سورة البقرة ۲) اس آیت میں ہے کہ مومن پر روزہ فرض ہے اس لئے کافر پر فرض نہیں ہوگا۔ (۳) اسلام لانے سے پہلے کا روزہ قضا کرنا واجب نہیں اور بعد کی قضا کرنا واجب ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن سفیان بن عطیة بن ربیعة الثقفی قال قدم وفدنا من ثقیف علی النبی ﷺ فضرب لهم قبة و اسلموا فی النصف من رمضان فامرهم رسول الله ﷺ فصاموا منه ما استقبلوا منه و لم یامرهم بقضاء ما فاتهم ۔(سنن بیهقی، باب الرجل یسلم فی خلال شهر رمضان، ج رابع، ص۴۴۸، نمبر۸۳۰۸)

فصل : فيما يكره للصائم وفيما لا يكره وما يستحب.

(كره للصائم سبعة اشياء)

(۱۰۹۸) .ذوق شيء ومضغه بلا عذر(۱۰۹۹) ومضغ العلك

فصل: روزہ دار کے لئے مکروہ وغیر مکروہ ومستحب چیزوں کے بیان میں

روزہ دار کے لئے ۷ چیزیں مکروہ ہیں: ایک نظر میں

ا:......بغیر عذر کسی چیز کا چکھنا۔

۲:......اور چبانا۔

۳:......اور علک (ایک قسم کا زرد گوند جو پستے کے درخت سے نکلتا ہے) کا چبانا۔

۴:......بوسہ دینا۔

۵:......اور بیوی سے لپٹنا، اگر ان دونوں کو امن نہ ہو۔

۶:......اور منھ میں تھوک کو جمع کرنا پھر اسے نگل لینا۔

۷:......اور ہر اس چیز کے گمان سے جو اسے کمزور کردیں، جیسے فصد اور حجامت کروانا۔

روزہ دار کے لئے سات چیزیں مکروہ ہیں:

ترجمہ : (۱۰۹۸)[ا] بغیر عذر کسی چیز کا چکھنا۔[۲] اور چبانا۔

تشریح : مجبوری ہوتو کسی چیز کا چکھنا یا چبانا جائز ہے، مثلا شوہر تند مزاج ہے تو سالن چکھے یا بچے کو کھانا چبا کر دینے کی مجبوری ہوتو ماں چبا کر دے سکتی ہے، بشرطیکہ کہ حلق کے اندر نہ جائے ورنہ روزہ ٹوٹ جائے گا۔اور یہ مجبوری نہیں ہے تو روزہ دار کے لئے اس کا چکھنا یا چبانا مکروہ ہے۔

وجہ : (ا) قول تابعی میں ہے۔عن ابراهيم قال لا بأس ان تمضغ المرأة لصبيها وهى صائمة مالم تدخل حلقها (مصنف ابن ابی شیبۃ ،۵۰ فی الصائمۃ تمضغ لصبیھا ج ثانی ص ۳۰۶،نمبر ۹۲۹۳ رمصنف عبد الرزاق ، باب المرأۃ تمضغ لصبیھا وھی صائمۃ وتذوق الشیء ، ج رابع ،ص ۱۵۹، نمبر ۷۵۴۱) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ضرورت پڑے تو عورت اپنے بچے کے لئے کھانا چبا سکتی ہے، بشرطیکہ اس کے حلق میں کھانا نہ پہنچے۔

ترجمہ : (۱۰۹۹)[۳] اور علک کا چبانا۔

تشریح : علک ایک قسم کا گوند ہے جو دانت صاف کرنے کے لئے عورتیں چباتی ہیں۔اس لئے اگر صرف دانت صاف کرنے

(١١٠٠) والقُبلة والمباشرة ان لم يامن فيهما على نفسه الانزال او الجماع فى ظاهر الرواية

(١١٠١) وجمع الريق فى الفم ثم ابتلاعه

کے لئے چبا کر پھینک دیا اور حلق میں اس کا دانہ نہیں گیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ پیٹ میں کوئی چیز نہیں گئی لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے

وجه : (۱) اثر میں ہے عن ابراهيم انه رخص فى مضغ العلک للصائم مالم يدخله حلقه (مصنف ابن ابی شیبۃ ،۳۱ من رخص فی مضغ العلک للصائم ، ج جلد ثانی ،ص ۲۹۷ ،نمبر ۹۱۷۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ علک چبانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا بشرطیکہ کوئی چیز حلق میں نہ جائے (۲) بغیر ضرورت کے چبانا مکروہ ہے اس کی دلیل یہ قول تابعی ہے . عن ام حبيبة زوج النبى ﷺ أنها كرهت مضغ العلک للصائم ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ،۳۲ من کرہ مضغ العلک للصائم ، ج جلد ثانی ،ص ۲۹۸ ،نمبر ۹۱۸۶ رسنن بیہقی ، باب من کرہ مضغ العلک للصائم ، ج رابع ،ص ۴۴۷ ،نمبر ۸۳۰۶) اس اثر میں ہے کہ روزہ دار کے لئے علک چبانا مکروہ ہے۔

اصول : یہی ہے کہ پیٹ میں گوند پہونچے تو روزہ ٹوٹے گا ورنہ نہیں۔

لغت :مضغ : چبانا ۔العلک : چبانے کا گوند۔

ترجمه : (۱۱۰۰) [۴] بوسہ دینا۔ [۵] اور بیوی سے لپٹنا ،اگر ان دونوں میں اپنی ذات پر انزال ہونے کا یا جماع کر ڈالنے سے امن نہ ہو تو مکروہ ہے۔ظاہر روایت میں۔

تشريح : اگر اس بات کا خطرہ ہو کہ بیوی کو بوسہ دینے سے یا لپٹنے سے انزال ہو جائے گا ، یا آگے جماع کر ڈالے گا تو بوسہ لینا اور لپٹنا مکروہ ہے ،لیکن اگر اس کا خطرہ نہیں ہے ، مثلا آدمی بوڑھا ہے تو بوسہ لینے ، یا لپٹ جانے کی گنجائش ہے۔

وجه: (۱) عن عائشةؓ قالت كان النبى ﷺ يقبل و يباشر و هو صائم و كان أملككم لاربه (بخاری شریف ، باب المباشر للصائم ،ص ۳۰۹ ،نمبر ۱۹۲۷) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے روزے کی حالت میں بوسہ لیا ہے۔ (۲) حدیث میں ہے۔ عن ابى هريرة ان رجلا سال النبى ﷺ عن المباشرة للصائم فرخص له واتاه آخر فنهاه فاذا الذى رخص له شيخ و الذى نهاه شاب ۔(ابوداؤد شریف ، باب کراہیۃ للشاب ص ۳۳۱ نمبر ۲۳۸۷) حدیث میں جوان کو روکنے کی وجہ یہی تھی کہ اس کو نفس پر قابو نہیں ہے ۔اس لئے مکروہ ہوگا۔

لغت: مرد عورت کی شرمگاہ میں داخل نہ کرے صرف اوپر اوپر سے ملائے تو اس کو مباشرت فاحشہ کہتے ہیں ۔۔قبل : بوسہ لینا۔

ترجمه : (۱۱۰۱) [۶] اور منہ میں تھوک کو جمع کرنا پھر اسے نگل لینا۔

تشريح : منہ میں تھوک جمع کرے اور اس کو نگل جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا ، کیونکہ اندر کی چیز ہے ،لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے

وجه :و قال ابن عمر يستاک اول النهار و آخره و لا يبلع ريقه ۔(بخاری شریف ، باب اغتسال الصائم ،ص ۳۱۰ ،نمبر

(١١٠٢) وما ظنّ انه يضعّفه كالفصد والحجامة .

١٩٣٠) اس قول صحابی میں ہے کہ تھوک نہیں نگلتے۔

ترجمہ : (١١٠٢) [۷]اور ہر اس چیز کے گمان سے جو اسے کمزور کردیں، جیسے فصد اور حجامت۔

تشریح : جس چیز سے روزہ رکھنے میں کمزوری آجائے وہ کام کرنا مکروہ ہے، مثلا پچھنا لگوانے سے یا فصد کھلوانے سے آدمی کو کمزوری ہوجاتی ہے، اور ممکن ہے کہ روزہ توڑ دے اس لئے یہ کام کرنا مکروہ ہے۔

وجہ : (١) پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ پچھنا لگوانے سے خون نکلتا ہے بدن میں داخل نہیں ہوتا اس لئے اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا ،حدیث یہ گزری ہے۔ عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ: ثلاث لا یفطرن الصائم : الحجامة و القیء و الاحتلام (ترمذی شریف، باب ما جاء فی الصائم یذرعہ القیئ ص ١٥٢ نمبر ٧١٩ / ابوداؤد شریف، فی الصائم یحتلم نھارا فی شھر رمضان ص ٣٣٠ نمبر ٢٣٧٦ / بخاری شریف، باب الحجامۃ والقیئ للصائم، نمبر ١٩٣٨) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پچھنا لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (٢) عن ابن عباسؓ قال : احتجم النبی ﷺ و ھو صائم ۔ (بخاری شریف، باب الحجامۃ والقیئ للصائم، نمبر ١٩٣٩) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے روزے کی حالت میں پچھنا لگوایا، جس سے معلوم ہوا کہ روزہ نہیں ٹوٹا۔ (٣) لیکن دوسری حدیث ہے کہ پچھنا لگوانے سے روزہ ٹوٹے جائے گا، حدیث یہ ہے۔ عن ثوبان عن النبی ﷺ قال: أفطر الحاجم و المحجوم (ابوداؤد شریف، فی الصائم یحتلم نھارا فی شھر رمضان ص ٣٣٠ نمبر ٢٣٦٧ / ترمذی شریف، باب ما جاء فی کراھیۃ الحجامۃ للصائم، ص ١٩٤، نمبر ٧٧٤ / بخاری شریف، باب الحجامۃ والقیئ للصائم، نمبر ١٩٣٨) یعنی روزہ ٹوٹنے کے قریب ہوگیا، اس لئے یہ مکروہ ہے۔

لغت : الفصد : پچھلے زمانے میں رگ کاٹ کر مردہ خون نکالتے تھے اس کو فصد کہتے ہیں۔ الحجامۃ: گردن کے اندر سوراخ کر کے منہ سے خون چوستے اور اس کو نکالتے تھے اس کو حجامت کہتے ہیں۔

(وتسعة اشياء لا تكره للصائم)

(١١٠٣) القُبلة والمباشرة مع الامن (١١٠٤) ودهن الشارب والكحل

﴿اور ۹ چیزیں روزہ دار کے لئے مکروہ نہیں ہیں: ایک نظر میں﴾

ا:......بوسہ دینا۔

۲:......بیوی سے لپٹنا، جب کہ امن کا اطمینان ہو۔

۳:......مونچھ پر تیل لگانا۔

۴:......سرمہ۔

۵:......پچھنا۔

۶:......فصد۔

۷:......اور شام تک مسواک کرنا، بلکہ وہ سنت ہے۔

۸:......بغیر وضو کے کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا۔

۹:......ٹھنڈک کے لئے غسل کرنا یا تر کپڑوں میں لپٹنا۔

☆☆☆

ترجمہ : (۱۱۰۳) [ا] بوسہ دینا۔[۲] بیوی سے لپٹنا، جب کہ امن کا اطمینان ہو۔

تشریح :اگر ذات پر قابو ہو کہ بوسہ دینے سے یا لپٹ جانے سے انزال نہیں ہوگا تو بوسہ دینا یا بیوی کے ساتھ لپٹ جانا مکروہ نہیں ہے۔حدیث گزر چکی ہے۔

ترجمہ : (۱۱۰۴)[۳]مونچھ پر تیل لگانا۔[۴] سرمہ لگانا مکروہ نہیں ہے۔

وجہ : (۱)سرمہ لگانا جائز ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن انس بن مالک قال جاء رجل الی النبی ﷺ قال : اشتکت عینی أفأکتحل و أنا صائم ؟ قال نعم** ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء فی الکحل للصائم ص ۱۵۴ نمبر ۷۲۶)۔(۲) سرمہ لگانے سے روزہ نہ ٹوٹنے کی یہ حدیث ہے ۔**عن عائشة قالت ربما اکتحل النبی ﷺ وهو صائم** (سنن للبیهقی، باب الصائم یکتحل ج رابع ص ۴۳۷، نمبر ۸۲۵۹)(۳)اس اثر میں بھی اس کا ثبوت ہے۔**عن انس بن مالک انه کان یکتحل وهو صائم** (ابوداؤد شریف، باب فی الکحل عند النوم، کتاب الصائم ص ۳۳۰ نمبر ۲۳۷۸)اس حدیث اور اثر سے معلوم ہوا کہ سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔(۴)اور تیل لگانا مستحب ہے اس کے لئے یہ اثر ہے۔ **عن قتادة قال : یستحب**

(۱۱۰۵) والحجامة والفصد (۱۱۰۶) والسواک آخر النهار بل هو سنّة کاوّله ولو کان رطبا او

للصائم أن یدهن حتی تذهب عنه غبرة الصائم ۔(مصنف عبدالرزاق، باب الدھن للصائم، ج رابع ،ص۲۴۳،نمبر ۷۹۴۲)اس اثر میں ہے کہ روزہ دار کو تیل لگانا چاہئے تا کہ خوبصورت لگے۔

ترجمہ : (۱۱۰۵)[۵]پچھنا۔[۶]فصد۔

تشریح : اگر کمزور ہونے کا خطرہ نہ ہوتو پچھنا لگوانا اور فصد کھلوانا مکروہ نہیں ہے۔

وجہ : (۱) روزے کی حالت میں پچھنا لگوانا مکروہ نہیں ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن ابن عباس ؓ قال : احتجم النبی ﷺ و هو صائم ۔(بخاری شریف، باب الحجامة والقیئ للصائم ،نمبر۱۹۳۹)اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے روزے کی حالت میں پچھنا لگوایا۔

ترجمہ (۱۱۰۶) [۷]اور شام تک مسواک کرنا، بلکہ وہ سنت ہے شروع دن کی طرح ،اگر چہ مسواک گیلی ہو یا پانی میں بھیگی ہو۔

تشریح :روزے کی حالت میں مسواک کرنا سنت ہے، چاہے گیلی ہو یا پانی سے بھگو کر گیلی کی گئی ہو،اور صبح بھی جائز ہے اور شام کو بھی مسواک کرنا جائز ہے۔

وجہ : (۱)اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے. عن عامر بن ربیعة قال رأیت رسول الله ﷺ یستاک و هو صائم . زاد مسدد : ما لا أعد و لا أحصی . (ابوداود شریف، باب السواک للصائم ،ص۳۴۴،نمبر۲۳۶۴ رترمذی شریف، باب ما جاء فی السواک للصائم ،ص۱۸۴،نمبر۷۲۵ ربخاری شریف ، باب سواک الرطب والیابس للصائم ،ص۳۱۰،نمبر۱۹۳۴)اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ روزے کی حالت میں مسواک کیا کرتے تھے۔(۲)۔عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ من خیر خصال الصائم السواک ۔(ابن ماجة شریف، باب ما جاء فی السواک والکحل للصائم ،ص۲۴۰،نمبر۱۶۷۷)اس حدیث میں ہے کہ روزہ دار کی بہترین خصلت یہ ہے کہ وہ مسواک کرے،اور اس میں یہ نہیں ہے کہ شام کو مسواک کرے یا صبح کو کرے اس لئے شام کو بھی کرنا بہتر رہے گا۔(۳) سالت عاصم الاحول أیستاک الصائم ؟ قال نعم قلت : برطب السواک و یابسه ؟ قال نعم ، قلت اول النهار و آخره ؟ قال نعم قلت : عن من ؟ قال عن انس بن مالک عن النبی ﷺ . (دار قطنی ، باب السواک للصائم ،ج ثانی ،ص۱۸۲،نمبر۲۳۴۱ رسنن بیہقی ، باب السواک للصائم ج رابع ،ص۴۵۲،نمبر۸۳۲۷) اس حدیث میں ہے کہ دن کے شروع حصے میں بھی مسواک کرسکتا ہے اور دن کے آخیر حصے میں بھی مسواک کرسکتا ہے۔(۴) و قال ابن عمر یستاک اول النهار و آخره و لا یبلع ریقه۔(بخاری شریف، باب اغتسال الصائم ،ص۳۱۰،نمبر۱۹۳۰) اس قول صحابی میں ہے کہ دن کے اول حصے میں مسواک کرتے اور آخر حصے میں بھی۔

ترجمہ : (۱۱۰۷)[۸]بغیر وضو کے کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا۔[۹]ٹھنڈک کے لئے غسل کرنا یا تر کپڑوں میں لپٹنا، مفتی بہ

مبلولا بالماء(۱۱۰۷) والمضمضة والاستنشاق لغیر وضوء والاغتسال والتلفّف بثوب مبتلّ للتبرّد علی المفتٰی بہ. (۱۱۰۸) ویستحبّ له ثلاثة اشیاء السحور وتاخیره وتعجیل الفطر فی غیر یوم

قول میں۔

تشریح :وضونہیں کررہاہےاورصرف ناک میں پانی ڈالتاہے،یاکل کرتاہےتب بھی جائز ہے،بعض مرتبہ منہ تر کرنے کے لئے ایسا کرناپڑتاہے۔ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئےغسل کرنا،یا کپڑا بھگا کرجسم پررکھنا جائز ہے۔

وجہ : (۱)قال الحسن لا بأس بالمضمضة و التبرد للصائم ۔(بخاری شریف،باب اغتسال الصائم،ص۳۱۰،نمبر ۱۹۳۰) اس قول تابعی میں ہے کہ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے کلی کرنا جائز ہے۔(۲)عن ابیہ لقیط بن صبرة قال قال رسول اللہ ﷺ بالغ فی الاستنشاق الا ان یکون صائما ۔(ابوداودشریف،باب الصائم یصب علیہ الماء من العطش و یبالغ فی الاستنشاق،ص۳۴۴،نمبر۲۳۶۶) اس حدیث میں ہے کہ روزہ دار ناک میں پانی ڈال سکتا ہے،لیکن مبالغہ نہ کرے ۔(۳)غسل کرنا جائز ہےاس کے لئے یہ حدیث ہے۔قالت عائشة ؓ کان النبی ﷺ یدرکه الفجر جنبا فی رمضان من غیر حلم فیغتسل و یصوم . (بخاری شریف،باب اغتسال الصائم،ص۳۱۰،نمبر۱۹۳۰)(۴) ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے سر پر پانی ڈالنا جائز ہےاس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن ابی بکر بن عبد الرحمن عن بعض اصحاب النبی ﷺ قال رأیت النبی ﷺ امر الناس فی سفره عام الفتح بالفطر و قال تقووا لعدوکم ، و صام رسول الله ﷺ قال ابوبکر قال الذی حدثنی لقد رأیت رسول الله ﷺ بالعرج یصب علی رأسه الماء و هو صائم من العطش او من الحر ۔(ابوداودشریف،باب الصائم یصب علیہ الماء من العطش و یبالغ فی الاستنشاق،ص۳۴۴،نمبر۲۳۶۵)اس حدیث میں ہے کہ روزہ دار سر پر پانی ڈال سکتا ہے۔

لغت:تلفف:لف سے مشتق ہے،لپیٹنا۔مبتل:بل سے مشتق ہے،تر ہونا۔

ترجمہ : (۱۱۰۸)روزہ دار کے لئے تین چیزیں مستحب ہیں:

۱:......سحری۔

۲:......اوراس کومؤخر کرنا۔

۳:......اورافطار میں جلدی کرنا جس دن بادل نہ ہو۔

تشریح : سحری کرنااوراس کوصبح صادق کے قریب کھانا،یہ مستحب ہے تاکہ روزے پرقوت حاصل کرسکے۔اورجس دن بادل نہ ہوتوافطار میں جلدی کرنا مستحب ہے،اور بادل ہوتو تودیر کرے تاکہ ایسانہ ہوکہ سورج ڈوبنے سے پہلے ہی افطار کرلیا۔

وجہ : (۱)۔سمعت انس بن مالک ؓ قال قال النبی ﷺ تسحروا فان فی السحور برکة . (بخاری شریف،

غيم.

باب برکۃ السحور من غیر ایجاب، ص ۳۰۹، نمبر ۱۹۲۳ر مسلم شریف، باب فضل السحور وتأکید استحبابہ، ص ۴۴۷، نمبر ۱۰۹۵/۲۵۴۹) اس حدیث میں ہے کہ سحری کرو اس میں برکت ہے ۔(۲) تاخیر سے سحری کرے اور جلدی افطار کرے اس کی دلیل یہ حدیث ہے ۔قال دخلنا علی عائشة فقلنا یا أم المؤمنین ان فینا رجلین من أصحاب النبی ﷺ أما أحدهما فیعجل الافطار و یؤخر السحور و أما الآخر فیؤخر الافطار و یعجل السحور فقالت من هذا الذی یعجل الافطار و یؤخر السحور قلنا ابن مسعود قالت کذالک کان یفعل رسول الله ﷺ . (سنن بیہقی، باب مایستحب من تعجیل الفطر وتأخیر السحور، ج رابع، ص ۴۴۰، نمبر ۸۱۲۲) اس حدیث میں ہے کہ سحری کو تاخیر سے کرنا بہتر ہے، لیکن اتنی تاخیر نہ کرے کہ صبح صادق ہو جائے ۔(۳) عن عائشةؓ أن بلالا کان یؤذن بلیل فقال رسول الله ﷺ : کلوا و اشربوا حتی یؤذن ابن ام مکتوم فانه لا یؤذن حتی یطلع الفجر قال القاسم و لم یکن بین اذانهما الا أن یرقی 'ذا و ینزل ذا ۔(بخاری شریف، باب قول النبی ﷺ لا یمنعنکم من سحورکم اذان بلال، ص ۳۰۸، نمبر ۱۹۱۸ر مسلم شریف، باب بیان ان الدخول فی الصوم یحصل بطلوع الفجر، الخ، ص ۴۴۵، نمبر ۱۰۹۲/۲۵۳۸) اس حدیث میں ہے کہ فجر طلوع ہونے تک سحری کر سکتا ہے ۔ (۴) عن ابی درداء قال : من أخلاق النبیین :التبکیر فی الافطار و الابلاغ فی السحور و وضع الیمین علی الشمال فی الصلوة . (مصنف ابن ابی شیبة، باب فی تعجیل الافطار وماذکر فیہ، ج ثانی، ص ۲۷۹، نمبر ۸۹۵۷ر مصنف عبد الرزاق، باب تأخیر السحور، ص ۱۷۸، نمبر ۷۶۴۵) اس اثر میں ہے کہ افطار جلدی کرنا اور سحری میں تاخیر کرنا نبیوں کے اخلاق میں سے ہے۔

﴿فصل : (فی العوارض﴾

(۱۱۰۹) لمن خاف زیادۃ المریض او بطء البرء (۱۱۱۰) ولحامل ومرضع خافت نقصان العقل

﴿فصل:(روزہ نہ رکھنے کے)عوارض کے بیان میں﴾

ترجمہ : (۱۱۰۹) جسے بیماری کے بڑھ جانے کا خوف ہو،یا صحت کے مؤخر ہونے کا ،تو اس کے لئے جائز ہے کہ روزہ نہ رکھے

تشریح : یہاں چار صورتیں ہیں [۱] ایسی بیماری لاحق ہے کہ روزہ رکھنے سے جان جانے کا خطرہ ہے۔[۲]عضو کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے [۳] بیماری بڑھ جانے کا خطرہ ہے، مثلا روزہ رکھے گا تو شوگر کی بیماری بڑھ جانے کا خطرہ ہے [۴] یا بیماری تو نہیں بڑھے گی، لیکن خطرہ ہے کہ روزہ رکھنے سے جو صحت دس روز میں ٹھیک ہوتی اس کے ٹھیک ہونے میں پندرہ دن لگ جائیں گے تو اس آدمی کے لئے گنجائش ہے کہ روزہ ابھی نہ رکھے اور بعد میں قضا کرے۔

وجہ: (۱) یہ آیت ہے۔ **فمن شهد منكم الشهر فليصمه ومن كان مريضا او على سفر فعدة من ايام اخر يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر** ۔(آیت ۱۸۵ سورۃ البقرۃ ۲) آیت سے معلوم ہوا کہ مرض ہو یا سفر ہو تو روزہ توڑے گا اور دوسرے دنوں میں اس کی قضا کرے (۲) حدیث میں ہے. **عن ابن عباس** ؓ **أن رسول الله** ﷺ **خرج الى مكة فى رمضان فصام فلما بلغ الكديد أفطر فأفطر الناس** . (بخاری شریف، باب اذا صام أیاما من رمضان ثم سافر، ص ۳۱۲، نمبر ۱۹۴۴/ ابوداود شریف، باب التاجر یفطر، ص ۳۴۹، نمبر ۲۴۰۴) اس حدیث میں ہے کہ سفر میں روزہ توڑ دیا، حالانکہ ہلاکت کا خطرہ نہیں ہوتا ہے صرف پریشانی ہوتی ہے پھر بھی روزہ توڑنے کی گنجائش ہے۔(۳) **عن ابن عباس** ﴿ **و على الذين يطيقونه فدية طعام مسكين** ﴾ **قال : كانت رخصة للشيخ الكبير و المرأة الكبيرة و هما يطيقان الصيام أن يفطرا و يطعما مكان كل يوم مسكينا و الحبلى و المرضع اذا خافتا** ۔(ابوداود شریف، باب من قال هی مثبتة للشیخ والحبلی، ص ۳۳۸، نمبر ۲۳۱۸) اس حدیث میں ہے کہ بوڑھے یا دودھ پلانے والی عورت کو پریشانی ہو تو روزہ توڑ سکتی ہے، چاہے جان کی ہلاکت کا خطرہ نہ ہو۔(۴) اور ہلاکت کا خطرہ ہو تو روزہ رکھنا اچھا نہیں ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن جابر بن عبد الله : ان النبى** ﷺ **رأى رجلا يظلل عليه و الزحام عليه ، فقال ليس من البر الصيام فى السفر** ۔(ابوداود شریف، باب اختیار الفطر، ص ۳۴۹، نمبر ۲۴۰۷/ مسلم شریف، باب جواز الصوم فی شهر رمضان للمسافر ص ۳۵۶ نمبر ۱۱۱۵/۲۶۱۲) اس حدیث میں ہے سفر میں روزہ رکھا جس سے بیہوش ہو گیا تو آپ ؐ نے فرمایا کہ سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔

ترجمہ : (۱۱۱۰)، اور حمل والی، اور دودھ پلانے والی جب عقل کی کمی اور ہلاکت یا بیماری کا خوف کرے اپنے نفس پر، یا بچہ کی ذات پر (بچہ) نسبی ہو چاہے رضاعی۔

والهلاک او المرض علی نفسهمااو علی ولدها نسبا کان او رضاعا (۱۱۱۱) والخوف المعتبر ما

تشریح : یہاں چار صورتیں ہیں[۱] حمل والی کو یہ خطرہ ہے کہ روزہ رکھے گی تو بچے کے عقل کی کمی ہو جائے گی، یا بچہ ہلاک ہوگا، یا بچے کو بیماری لگ جائے گی تو روزہ توڑنے کی گنجائش ہے[۲] دودھ پلانے والی کو یہ خطرہ ہے کہ روزہ رکھے گی تو بچے کے عقل کی کمی ہو جائے گی، یا بچہ ہلاک ہوگا، یا بچے کو بیماری لگ جائے گی تو روزہ توڑنے کی گنجائش ہے[۳] حمل والی کو یہ خطرہ ہے کہ روزہ رکھے گی تو خود اپنی ذات کے عقل کی کمی ہو جائے گی، یا خود ہلاک ہوگی، یا خود کو بیماری لگ جائے گی تو روزہ توڑنے کی گنجائش ہے۔[۴] دودھ پلانے والی کو یہ خطرہ ہے کہ روزہ رکھے گی تو خود اپنی ذات کے عقل کی کمی ہو جائے گی، یا خود ہلاک ہوگی، یا خود کو بیماری لگ جائے گی تو روزہ توڑنے کی گنجائش ہے۔ اپنا بچہ ہو تب بھی یہی حکم ہے اور رضاعی بچہ ہو تب بھی یہی حکم ہے۔

وجه : (۱) دلیل یہ آیت بھی ہے **وعلی الذین یطیقونه فدیة طعام مسکین.** (آیت ۱۸۴ سورۃ البقرۃ) آیت سے معلوم ہوا کہ جو طاقت نہ رکھتے ہوں وہ فدیہ دیں گے۔ اس آیت میں شیخ فانی داخل ہیں۔ لیکن ابن عباس کے قول کے مطابق حاملہ اور مرضعہ بھی داخل ہیں۔ **عن ابن عباس ﴿وعلی الذین یطیقونه فدیة طعام مسکین﴾ قال کانت رخصة للشیخ الکبیر والمرأة الکبیرة وهما یطیقان الصیام ان یفطرا ویطعما مکان کل یوم مسکینا والحبلی والمرضع اذا خافتا.** (ابوداؤد شریف، باب من قال ھی مثبتۃ للشیخ والحبلی، ص ۳۳۸، نمبر ۲۳۱۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ حاملہ اور مرضعہ بھی ہر دن کے روزے کے بدلے فدیہ دیں گی۔ تاہم اتنی بات معلوم ہوئی کہ وہ روزہ چھوڑ سکتی ہے۔ (۲) حدیث میں ہے۔ **عن انس بن مالک رجل من بنی عبد الله بن کعب ... احدثک عن الصوم او الصیام ان الله وضع عن المسافر شطر الصلوة وعن الحامل او المرضع الصوم او الصیام قالهما النبی ﷺ کلیهما او احدهما.** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الرخصۃ فی الافطار للحبلی والمرضع، ص ۱۸۱، نمبر ۷۱۵ / ابوداؤد شریف، باب من قال ھی مثبتۃ للشیخ والحبلی، ص ۳۳۸، نمبر ۲۳۱۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتوں پر روزہ نہیں ہے۔ (۳) اور بعد میں قضا کرے گی اور فدیہ نہیں دے گی۔ اس کی وجہ یہ قول صحابی ہے۔ **عن ابن عباس قال تفطر الحامل والمرضع فی رمضان وتقضیان صیاما ولا تطعمان.** (مصنف ابن عبد الرزاق، باب الحامل والمرضع، ج رابع، ص ۱۶۸، نمبر ۷۵۹۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ وہ فدیہ نہیں دیگی بلکہ قضا کرے گی۔

ترجمه : (۱۱۱۱) اور خوف وہ معتبر ہے جو غلبۂ ظن، یا تجربہ، یا مسلمان ماہر طبیب کے بتلانے سے حاصل ہو۔

تشریح : اس بات کا غالب گمان ہو کہ روزہ رکھنے سے بیماری بڑھ جائے گی، یا دیر تک بیماری رہ جائے گی، اس گمان کے بارے میں[۱] یا تو بار بار کا تجربہ ہو کہ بیماری بڑھ جائے گی[۲] یا ماہر مسلمان طبیب ہو وہ کہے کہ بیماری بڑھ جائے گی، یا بیماری دیر تک رہے گی تو اس کی بات مانی جائے گی، خالی خولی گمان کافی نہیں ہے۔

كان مستندا الغلبة الظنّ بتجربة او اخبار طبيب مسلم حاذق عدل (۱۱۱۲) ولمن حصل له عطش شديد او جوع يخاف منه الهلاك. (۱۱۱۳) وللمسافر الفطر وصومه احبُّ ان لم يضرّه ولم تكن

وجه: (۱) اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ حکیم تجربہ کار ہو تب ہی عذر قبول کیا جائے گا ۔ عن انس ؓ ان ناسا اجتووا فی المدینة فامرهم النبی ﷺ ان یلحقوا براعیه یعنی الابل فیشربوا من البانها و ابوالها فلحقوا براعیه فشربوا من البانها و ابوالها حتی صلحت ابدانهم فقتلوا الراعی و ساقوا الابل (بخاری شریف، باب الدواء بابوال الابل، ص ۱۰۰۶، نمبر ۵۶۸۶) اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضورؐ نے پیشاب پینے کا اشارہ فرمایا، کیونکہ آپ متجرب حکیم تھے

ترجمه : (۱۱۱۲) جس کو سخت پیاس یا بھوک لگی ہو کہ جس سے ہلاکت کا خوف ہو (اس کے لئے بھی افطار جائز ہے)

تشریح : سخت پیاس لگی ہو، یا سخت بھوک لگی ہو کہ ہلاکت کا خطرہ ہو تو روزہ توڑنا جائز ہے، اس پر قضا لازم ہوگی، کفارہ نہیں۔ اسی طرح شوگر کا سخت مریض ہو، دمے کا سخت مریض ہو، یا اس قسم کی سخت بیماری ہو تو روزہ رکھکر بھی توڑنا جائز ہے، اور یہ بھی جائز ہے کہ رات سے ہی روزہ نہ رکھے، لیکن شرط ہے کہ مرض سخت ہو۔

وجه: سخت پیاس میں آپؐ نے روزہ توڑنے کا مشورہ دیا۔ عن جابر ابن عبد الله ؓ قال کان رسول الله ﷺ فی سفر فرأی زحاما و رجلا قد ظلل علیه فقال ما هذا؟ فقالوا صائم فقال لیس من البر الصوم فی السفر ۔ (بخاری شریف، باب قول النبی ﷺ لمن ظلل علیه واشتد الحر لیس من البر الصیام فی السفر، ص ۳۱۳، نمبر ۱۹۴۶) (۲) عن ابن عباس ؓ قال خرج رسول الله ﷺ من المدینة الی مکة فصام حتی بلغ عسفان ثم دعا بماء فرفعه الی یدیه لیراه الناس فافطر حتی قدم مکة، و ذالک فی رمضان و کان ابن عباس یقول قد صام رسول الله ﷺ و افطر فمن شاء صام و من شاء افطر. (بخاری شریف، باب من افطر فی السفر لیراه الناس، ص ۳۱۳، نمبر ۱۹۴۸ / ابوداود شریف، باب التاجر یفطر، ص ۳۴۹، نمبر ۲۴۰۴) اس حدیث میں ہے کہ سخت پیاس کی وجہ سے روزہ توڑ دیا۔ (۳) اور سخت مرضوں سے روزہ توڑ سکتا ہے اس کی دلیل یہ قول تابعی ہے۔ قلت لعطاء: من ای وجع یفطر فی رمضان؟ قال منه کله قلت یصوم حتی اذا ..... افطر؟ قال نعم کما قال الله۔ (مصنف عبد الرزاق، باب ما یفطر منه من الوجع، ج رابع، ص ۱۶۹، نمبر ۷۵۹۸) اس قول تابعی میں ہے کہ ہر بیماری سے افطار کر سکتا ہے۔

ترجمه : (۱۱۱۳) اور مسافر کے لئے روزہ نہ رکھنا جائز ہے، اور روزہ رکھنا پسندیدہ ہے اگر اسے نقصان نہ ہو، اور اس کے زیادہ ساتھی افطار کرنے والے نہ ہوں، اور نہ خرچ میں مشترک ہوں، پس اگر ساتھی خرچ میں مشترک ہوں، یا زیادہ ساتھی افطار کرنے والے ہوں تو اس کے لئے افطار کرنا افضل ہے تا کہ جماعت کی موافقت حاصل ہو جائے۔

تشریح : مسافر کے لئے روزہ رکھنا بھی جائز ہے اور افطار کرنا بھی جائز ہے۔ لیکن اگر روزہ رکھنے میں زیادہ مشقت نہ ہو تو روزہ

عـامّة رفـقتـه مُـفطرين و لا مشتر كين فی النفقة فان كانوا مشتر كين او مفطرين فالافضل فطره موافقة للـجـمـاعة.(۱۱۱۴) ولا يـجـب الايصاء علی من ما ت قبل زوال عذره بمرض و سفر ونحوه كما

رکھنا بہتر ہے۔اور اگر جماعت کے ساتھ سفر کر رہا ہو اور اکثر ساتھی روزہ رکھ رہے ہوں تو اس کو بھی روزہ رکھنا چاہئے تا کہ جماعت کی موافقت ہو جائے۔اور اگر اکثر ساتھی روزہ نہ رکھ رہے ہوں تو اس کو بھی روزہ نہ رکھنا چاہئے تا کہ جماعت کی موافقت ہو جائے۔ اور تیسری صورت یہ ہے کہ سب کا کھانا ایک ساتھ ہے، اور اکثر ساتھی روزہ نہیں رکھ رہے ہیں تو اس کو بھی روزہ نہ رکھنا چاہئے، تا کہ وہ جب کھائیں تو انکے ساتھ یہ بھی کھالیں اس کے لئے الگ سے سحری کا انتظام نہ کرنا پڑے۔

اصول : مسافر کے لئے دونوں کی گنجائش ہے لیکن مصلحت کا تقاضا کیا ہے وہ کرے۔

وجه: (۱) یہ آیت ہے۔ **فـمـن شهـد مـنـكم الشهر فليصمه و من كان مريضا او علی سفر فعدة من ايام اخر يـريـد الـلـه بـكم اليسر و لا يريد بكم العسر** ۔(آیت ۱۸۵ سورۃ البقرۃ ۲) آیت سے معلوم ہوا کہ مرض ہو یا سفر ہو تو روزہ توڑے گا اور دوسرے دنوں میں اس کی قضا کرے (۲) حدیث میں ہے۔ **عـن ابـن عبـاس ؓ أن رسـول الله ﷺ خرج الی مكة فی رمضان فصام فلما بلغ الكديد أفطر فأفطر الناس** . (بخاری شریف، باب اذا صام أیاما من رمضان ثم سافر، ص ۳۱۲، نمبر ۱۹۴۴/ ابو داود شریف، باب التاجر یفطر، ص ۳۴۹، نمبر ۲۴۰۴) اس حدیث میں ہے کہ مشقت نہ ہو تو سفر میں روزہ رکھے، اور یہ بھی پتہ چلا کہ مصلحت ہو تو روزہ توڑ دے۔

تـرجـمـه : (۱۱۱۴) اور (فدیہ کی) وصیت کرنا واجب نہیں ہے اس کے لئے جو بیماری یا سفر کے عذر کے زائل ہونے سے پہلے مر جائے، جیسا پہلے گذر۔

تشريح : مثلا ایک آدمی پندرہ رمضان تک بیمار رہا جسکی قضا بعد میں کرتا، ابھی صحتیاب بھی نہیں ہوا کہ وہ مر گیا تو جتنا دن بیمار رہا ان دنوں کی قضا کی وصیت کرنا، یا فدیہ دینے کی وصیت کرنا واجب نہیں، یا پندرہ رمضان تک سفر میں رہا، جسکی قضا بعد میں کرتا، ابھی گھر بھی نہیں آیا تھا کہ اس کا انتقال ہو گیا تو ان پندرہ دنوں کی قضا کی وصیت کرنا، یا اس کا فدیہ دینے کی وصیت کرنا واجب نہیں ہے۔

وجه :(۱) اوپر کی آیت۔ **فمن شهد منكم الشهر فليصمه و من كان مريضا او علی سفر فعدة من ايام اخر يريد الـلـه بـكـم اليسر و لا يريد بكم العسر** ۔(آیت ۱۸۵ سورۃ البقرۃ ۲) سے پتہ چلتا ہے کہ بیمار اور مسافر کے لئے صحت یاب ہونے اور مقیم ہونے تک روزہ موخر کر دیا گیا ہے، اس سے پہلے اس پر واجب ہی نہیں ہے اس لئے اس کی قضا، یا فدیہ کی وصیت کرنا بھی واجب نہیں ہے۔ (۲) اس قول تابعی میں ہے۔ **عـن عـطـاء قـال : اذا مرض الرجل فی رمضان فلم يصح حتی مـات فـلـيـس عليه شیء غلب علی امره و قضائه** (مصنف عبد الرزاق، باب المریض فی رمضان وقضاءہ ج رابع ص ۱۸۲ نمبر ۷۶۶۵) اس اثر میں ہے کہ رمضان میں بیمار ہوا اور قضاء کا موقع نہیں ملا تو اس پر قضاء لازم نہیں ہے۔

تقدّم (۱۱۱۵) وقضوا ما قدروا علی قضاءہ بقدر الاقامة والصحة.(۱۱۱۶) ولا یشترط التتابع فی

اصول: قضا کا وقت نہ ملے تو قضا کرنا لازم نہیں ہے۔

ترجمہ:(۱۱۱۵)اور مقیم ہونے اور تندرست ہونے کی حالت میں جتنے روزوں کی قضا پر قدرت ہوا اتنے روزوں کی (بیمار ومسافر) قضا کریں۔

تشریح: مثلا مرض کی حالت میں دس روز رمضان کے روزے چھوٹے تھے۔اب وہ پانچ روز صحت یاب ہوا اور روزہ قضا کرسکتا تھا لیکن قضا نہیں کیا اور انتقال ہو گیا تو پانچ روز کی قضا لازم ہے، کیونکہ اتنا وقت اس نے پایا ہے۔لیکن موت کے بعد قضا نہیں کرسکتا تو ورثہ پر ان پانچ روزوں کا فدیہ دینا لازم ہوگا۔یہی حال مسافر کا ہے۔

وجہ: (۱) آیت میں ہے۔ ومن کان مریضا او علی سفر فعدة من ایام اخر. (آیت ۱۸۵ سورة البقرة ۲) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان میں روزہ نہ رکھ سکے تو جب فرصت ہو تو روزہ رکھے۔ (۲) حدیث میں ہے۔عن عبادة بن نسی قال قال النبی ﷺ من مرض فی رمضان فلم یزل مریضا حتی مات لم یطعم عنه وان صح فلم یقضه حتی مات اطعم منه (مصنف عبد الرزاق، باب المریض فی رمضان وقضاءہ ج رابع ص ۱۸۲ نمبر ۷۶۶۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پہلے رمضان کی قضا کرنا چاہئے۔اور نہ کرسکا تو ورثہ اس کا فدیہ دیں گے۔کیونکہ قضا کا وقت ملا تھا۔

ترجمہ : (۱۱۱۶) اور قضا میں لگاتار روزہ رکھنے کی شرط نہیں ہے، پس اگر دوسرا رمضان آجائے تو اس کے روزے کو قضا پر مقدم کرے، اور (دوسرے رمضان تک) مؤخر کرنے سے فدیہ (واجب) نہیں

تشریح: مثلا دس روز رمضان کے روزے قضا ہوئے تھے تو یہ بھی جائز ہے کہ مسلسل دس روز روزے رکھ کر پورے کرے اور یہ بھی جائز ہے کہ دو روز رکھے پھر کچھ دنوں کے بعد چار روزے رکھے اور تفریق کر کے دس روز پورے کرے۔کیونکہ آیت میں مطلق ہے کہ مریض اور مسافر بعد میں پورا کرے، البتہ مسلسل رکھ کر جلدی پورا کرے تو بہتر ہے تاکہ واجب جلدی سے ساقط ہو جائے۔اور اگر موخر کرتے کرتے دوسرا رمضان آگیا تو دوسرے رمضان کا روزہ پہلے رکھے تاکہ یہ بھی قضا نہ ہو جائے، اور پہلے رمضان کے روزے کو اس کے بعد رکھے، اور موخر کرنے کی وجہ سے کوئی فدیہ وغیرہ نہیں ہے، البتہ غیر معمولی تاخیر کرنے پر استغفار کرے۔

وجہ: (۱) عن ابن عمر ان النبی ﷺ قال فی قضاء رمضان ان شاء فرق وان شاء تابع (دار قطنی، باب القبلة للصائم، ج ثانی، ص ۱۷۴ نمبر ۲۳۰۵/۲۳۰۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تفریق کر کے اور مسلسل رکھ کر قضا کرنا دونوں کی گنجائش ہے۔(۲) تاخیر کرسکتا ہے اس کے لئے حدیث یہ ہے .سمعت عائشةؓ تقول کان یکون علی الصوم من رمضان فما استطیع أن اقضیه الا فی شعبان ۔(بخاری شریف، باب متی یقضی قضاء رمضان؟ ص ۳۱۳ نمبر ۱۹۵۰/ ابوداؤد شریف، باب تاخیر قضاء رمضان ص ۳۴۸ نمبر ۲۳۹۹) (۳) اور تاخیر کرنے پر فدیہ لازم نہیں ہوگا اس کے لئے یہ اثر ہے۔ و قال ابراهیم : اذا

القضاء فان جاء رمضان آخر قدّم على القضاء ولا فدية بالتاخير اليه(١١١٧) ويجوز الفطر لشيخ فانٍ عجوز فانية و تلزمها الفدية لكل يوم نصف صاع من برّ

فرط حتى جاء رمضان آخر يصومهما ، و لم ير عليه اطعاما . و يذكر عن ابى هريرة مرسلا ، و عن ابن عباس : انه يطعم و لم يذكر الله تعالى انما قال ﴿فعدة من ايام آخر﴾ ۔(بخاری شریف، باب متی یقضی قضاء رمضان؟ص۳۱۳نمبر۱۹۵۰)اس اثر میں ہے کہ اتنی تاخیر ہوئی کہ دوسرا رمضان آ گیا تب بھی فدیہ نہیں ہے،اور بعض اثر میں جو اس کا ذکر ہے وہ بطور استحباب کے ہے۔(۴)البتہ مسلسل روزہ رکھ کر جلدی فرض سے سبکدوش ہونا زیادہ بہتر ہے،حدیث میں ہے ۔عن ابی هریرة قال رسول الله ﷺ من كان عليه صوم من رمضان فليسرده ولا يقطعه. (دارقطنی،باب القبلۃ للصائم ج ثانی،ص۱۷۱نمبر۲۲۸۹)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ منقطع نہ کرے بلکہ مسلسل روزہ رکھ کر جلدی اس کو پورا کرے۔

ترجمہ: (۱۱۱۷)اور شیخ فانی اور فانیہ بڑھیا کے لئے افطار جائز ہے،اور ان دونوں پر فدیہ دینا لازم ہے ہر دن (کے روزے کے بدلے میں) آدھا صاع گیہوں۔

تشریح : ایسا بوڑھا یا بوڑھی جو روزہ نہیں رکھ سکتا ہو اور آئندہ بھی رکھنے کی امید نہ ہو تو اس پر روزہ واجب ہے لیکن نہ رکھنے کی وجہ سے اس پر فدیہ لازم کیا گیا ہے کہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔کیونکہ اب رکھنے کی امید ہی نہیں ہے۔۔اسی کو فانی بوڑھا،اور فانیہ بوڑھی، کہتے ہیں۔

وجہ: (۱) آیت میں ہے۔وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين فمن تطوع خيرا فهو خير له و ان تصوموا خير لكم ان كنتم تعلمون (آیت۱۸۴،سورۃ البقرۃ۲)،اوراس کا معنی یہ فرمایا کہ روزے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔(۲) قول صحابی میں ہے.سمع ابن عباس يقول ﴿ وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين﴾قال ابن عباس ليست بمنسوخة ، هو الشيخ الكبير و المرأة الكبيرة لا يستطيعان أن يصوما ، فليطعمان مكان كل يوم مسكينا .(بخاری شریف، باب قولہ تعالی ایاما معدودات فمن کان منکم مریضا الخ،ص۵۲۶،نمبر۴۵۰۵/ابوداؤد شریف، باب من قال ھی مثبتۃ للشیخ والحبلی،ص۳۳۸،نمبر۲۳۱۸)اس اثر سے معلوم ہوا کہ شیخ فانی قضا نہیں کرے گا۔اور ہر دن کے بدلے آدھا صاع گیہوں مسکین کو فدیہ دے گا۔(۳)عن ابن عباس انه كان يقرأها﴿ وعلى الذين يطيقونه﴾ ويقول هو الشيخ الكبير الذى لا يستطيع الصيام فيفطر ويطعم عن كل يوم مسكينا نصف صاع من حنطة (مصنف عبد الرزاق،باب الشیخ الکبیر،ج رابع،ص۱۷۰،نمبر۷۰۶۴)اس اثر سے معلوم ہوا کہ شیخ فانی قضا نہیں کرے گا۔اور ہر دن کے بدلے آدھا صاع گیہوں مسکین کو فدیہ دے گا۔

آدھا صاع گیہوں 1.769 کیلو ہوتا ہے،اس لئے 30 دن روزے کا فدیہ 53.07 کیلو ہوگا۔یعنی تیرپن کیلو اور سات گرام

(۱۱۱۸) كمن نذر صوم الابد فضعُف عنه لاشتغاله بالمعيشة يُفطر ويفدى فان لم يقدر على الفدية لعُسرته يستغفر الله تعالى ويستقيله .(۱۱۱۹) ولو وجبت عليه كفارة يمين او قتل فلم يجد ما يكفّر به من عتق وهو شيخ فانٍ او لم يصم حتى صار فانيا لا يجوز له الفدية لان الصوم هنا بدل عن غيره.

گیہوں ہوگا۔

صاع	کتنا کیلو ہوگا
ایک صاع	3.538 کیلو ہوتا ہے
آدھا صاع	1.769 کیلو ہوتا ہے
30 دن روزے کا	53.07 کیلو ہوتا ہے

ترجمہ: (۱۱۱۸) اس طرح کہ جس شخص نے ہمیشہ روزہ رکھنے کی منت مان لی تھی پھر رزق کی مشغولی کی وجہ سے عاجز ہو گیا تو وہ افطار کرے اور فدیہ دیتا رہے، اگر افلاس کی وجہ سے فدیہ سے بھی عاجز ہو گیا تو استغفار کرتا رہے اور معافی مانگتا رہے۔

تشریح: یہ ایک مثال ہے۔ کسی نے ہمیشہ روزہ رکھنے کی منت مان لی، لیکن روزی وغیرہ کی تلاش کی وجہ سے منت پوری نہ کر سکا، اور روزہ نہ رکھ سکا تو یہ روزہ نہ رکھے اور ہر دن کے بدلے آدھا صاع گیہوں دیتا رہے، اور گیہوں بھی نہیں دے سکتا ہو تو اب استغفار کرے اور معافی مانگتا رہے۔

لغت: یستقیل: اقالہ سے مشتق ہے، اقالہ کرے، یعنی معافی مانگے۔

ترجمہ: (۱۱۱۹) اگر کسی پر قسم یا قتل کی وجہ سے کفارہ واجب ہوا تھا اور اب اتنی طاقت نہیں ہے کہ غلام آزاد کر کے کفارہ ادا کر سکے، اور یہ شیخ فانی بھی ہے، یا (کفارہ واجب ہونے کے وقت روزہ کی طاقت تھی اور) روزے نہ رکھے یہاں تک کہ بوڑھا ہو گیا تو اس کے لئے فدیہ جائز نہیں، اس لئے کہ روزہ یہاں اپنے غیر کا (غلام آزاد کرنے یا صدقہ کا) بدلہ ہے۔

تشریح: ایک آدمی پر قتل کا کفارہ تھا، یا قسم کا کفارہ تھا، اور اس کو طاقت تھی کہ غلام آزاد کرے، لیکن اس نے غلام آزاد نہیں کیا۔ یا جس وقت کفارہ لازم ہوا تھا اس وقت روزہ رکھ سکتا تھا، لیکن بعد میں شیخ فانی ہو گیا تو اب غلام کے بدلے، یا روزے کے بدلے فدیہ نہیں دے گا، بلکہ موت کے وقت وارثین کو غلام آزاد کرنے کی وصیت کرے، پس اگر وراثت کے تہائی مال سے غلام خرید سکتا ہو تو غلام خرید کر آزاد کرے اور نہ کر سکتا ہو تو وہ معذور ہے۔

وجہ: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ کفارے کے وقت کوئی چیز واجب ہو گئی تو بعد میں اس کے بدلے فدیہ نہیں دے سکتا۔ لیکن اس اصول کے لئے کوئی حدیث یا قول صحابی نہیں ملا۔

(١١٢٠) ویجوز للمتطوّع الفطر بلا عذر فی روایة (١١٢١)والضیافة عذر علی الاظهر للضیف والمُضیف وله البشارة بهذه الفائدة الجلیلة (١١٢٢)واذا افطر علی ایّ حال علیه القضاء

ترجمہ: (۱۱۲۰) ایک روایت میں نفل روزہ رکھنے والے کے لئے بلا عذر بھی افطار جائز ہے۔

تشریح : نفلی روزہ والے کے لئے جائز ہے کہ بغیر کسی عذر کے بھی روزہ توڑ دے۔

وجہ :(۱)۔ قال کنت اسمع سماک بن حرب یقول احد بنی ام هانی ء.....فقال رسول الله ﷺ : الصائم المتطوع أمین نفسه ان شاء صام و ان شاء أفطر (ترمذی شریف، باب ماجاء فی افطار الصائم المتطوع ص ۱۸۵ نمبر ۷۳۲)اس حدیث میں ہے کہ نفلی روزہ رکھنے والا چاہے تو روزہ رکھے چاہے تو توڑ دے، اس لئے بغیر عذر کے بھی توڑ سکتا ہے۔ (۲)عن ام هانی قالت لما کان یوم الفتح ... فقالت یا رسول الله لقد افطرت و کنت صائمة فقال لها اکنت تقضین شیئا؟ قالت: لا، قال فلا یضرک ان کان تطوعا. (ابوداؤد شریف، باب فی الرخصة فیہ ای فی الصوم ص ۳۴۰ نمبر ۲۴۵۶ رترمذی شریف، باب ماجاء فی افطار الصائم المتطوع ص ۱۵۵ نمبر ۷۳۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفلی روزہ ہو تو توڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے

ترجمہ: (۱۱۲۱) مہمانی کرنا عذر ہے مہمان کے لئے بھی اور میزبان کے لئے بھی ظاہری روایت، اس بڑے فائدے کی وجہ سے مہمان کو بشارت ہے۔

تشریح : مہمانی کرنا اتنی بڑی چیز ہے کہ اس کے لئے نفلی روزہ توڑنا جائز ہے، مہمان کے لئے یہ بہت بڑی بشارت ہے۔

وجہ :(۱).صنع ابو سعید الخدری طعاما فدعا النبی ﷺ و اصحابه فقال رجل من القوم انی صائم فقال له رسول الله ﷺ : صنع لک اخوک و تکلف لک أخوک ، أفطر و صم یو ما مکانه -(دارقطنی، باب، ج ثانی، کتاب الصوم، ص ۱۵۷، نمبر ۲۲۱۸ رسنن للبیھقی، باب التخییر فی القضاء ان کان صومہ تطوعا، ج رابع، ص ۴۶۲، نمبر ۸۳۶۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ضیافت اور مہمانی کی وجہ سے بھی نفلی روزہ توڑا جا سکتا ہے (۲) محفل میں شریک ہونے کی دعوت دے تو قبول کرلے اور شریک ہو جائے، پھر جی چاہے تو کھائے، ورنہ دعا کرتا رہے۔ اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ : اذا دعی أحدکم فلیجب فان کان مفطرا فلیطعم و ان کان صائما فلیصل . قال هشام و الصلاة الدعاء . (ابوداؤد شریف، باب فی الصائم یدعی الی ولیمة، ص ۳۵۶ نمبر ۲۴۶۰)

ترجمہ: (۱۱۲۲)اور کسی حالت میں بھی (نفلی روزہ) توڑ دیا اس کی قضا واجب ہے۔

وجہ :(۱) آیت یہ ہے۔یاایها الذین آمنوا أطیعوا الله و اطیعوا الرسول و لا تبطلوا اعمالکم (آیت ۳۳، سورۃ محمد ۴۷)اس آیت میں ہے کہ اپنے عمل کو باطل نہ کرو۔اور نفلی روزہ رکھنا بھی عمل ہے اس لئے اس کو باطل نہ کرے اور کیا تو اس کی قضا

(۱۱۲۳)الا اذا شرع متطوّعا فی خمسة ایام یومی العیدین وایام التشریق فلا یلزمه قضائها بافسادها فی ظاهر الروایة .والله اعلم.

لازم ہے۔ (۲)نفل شروع کرنے سے پہلے پہلے نفل رہتا ہے۔شروع کرنے کے بعد وہ نذر نفلی ہو جاتا ہے۔اور نذر کو پورا کرنا واجب ہےاس لئے وہ واجب ہوجاتا ہے(۳)حدیث میں ہے۔عن عائشة قالت اهدی لی ولحفصة طعام وکنا صائمتین فافطرنا ثم دخل رسول الله فقلنا له یا رسول الله انا اهدیت لنا هدیة فاشتهیناها فافطرنا فقال رسول الله لا علیکما صوما مکانه یوما آخر (ابوداؤدشریف،باب من رای علیہ القضاء،ص۳۵۶،نمبر۲۴۵۷رترمذی شریف،باب ماجاء فی ایجاب القضاء علیہ،ص۱۸۶،نمبر۷۳۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفلی روزہ توڑ دے تو اس کے بدلے میں روزہ رکھے کیونکہ گویا کہ نذر نفلی کو توڑا۔حدیث میں بتایا گیا ہے کہ اس کی جگہ دوسرا روزہ رکھو۔(۴)قول تابعی میں ہے۔عن الحسن و ابراهیم قالا ان بیت الصیام من اللیل ثم افطر فعلیه القضاء . (مصنف عبدالرزاق،باب افطار التطوع و صومہ اذالم یبیتہ،ج رابع،ص۲۱۱،نمبر۷۸۱۹)اس اثر میں ہے کہ نفلی روزہ توڑے گا تو اس کی قضاء لازم ہوگی۔

ترجمہ (۱۱۲۳)مگر یہ کہ نفلی روزہ عیداور ایام تشریق کے پانچ دنوں میں شروع کیا تو ظاہر روایت میں اس کی قضا نہیں۔واللہ اعلم

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جس دن شریعت نے روزہ رکھنے سے روکا ہے اس دن نفلی روزے کی نیت کرے گا تب بھی روزہ منعقد نہیں ہوگا،اس لئے اس کی قضا بھی واجب نہیں ہوگی۔اب کسی نے عید الفطر کے دن،یا بقرعید کے دن اور اس کے تین روز بعد تک یعنی تیرہوں ذی الحجہ تک نفلی روزہ رکھا تو اس کی قضا لازم نہیں ہوگی۔

وجہ : (۱)قضا واجب کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ان دنوں میں روزہ رکھنا مضبوط قرار دیا جائے،اور شریعت میں روزہ منع فرمایا ہے اس لئے ان دنوں کی قضا ہی لازم نہیں کی جائے گی۔(۲)روزہ منع ہے اس کی حدیث یہ ہے۔ شهدت العید مع عمر بن الخطابؓ فقال هذان یومان نهی رسول الله ﷺ عن صیامهما یوم فطرکم من صیامکم و الیوم الآخر تأکلون فیه من نسککم ۔(بخاری شریف،باب صوم یوم الفطر،ص۳۲۰،نمبر۱۹۹۰رمسلم شریف،باب تحریم صوم یومی العیدین، ص۴۶۴،نمبر۱۱۳۷ر۲۶۷۱)(۳) دوسری حدیث میں ہے ۔ عن نبیشة الهذلی قال قال رسول الله ﷺ ایام التشریق أیام أکل و شرب (مسلم شریف،باب تحریم صوم یومی العیدین،ص۴۶۴،نمبر۱۱۴۱ر۲۶۷۷ربخاری شریف،باب صیام ایام التشریق،ص۳۲۱،نمبر۱۹۹۷) اس حدیث میں ہے کہ عید بقرعید اور ایام تشریق کے دن کھانے پینے کا دن ہیں۔

﴿باب ما یلزم الوفاء به من منذور الصوم والصلوة ونحوهما﴾

(۱۱۲۴) اذا نذر شيئا لزمه الوفاء به اذا اجتمع فيه ثلاثة اشراط. ان يكون من جنسه واجب وان

﴿باب: نذر کے روزے اور نماز اور ان جیسے امور جن کا پورا کرنا لازم ہے﴾

منت کے لئے ۳۔تین شرطیں،ایک نظر میں

ا:......اس کی جنس کی کوئی واجب (عبادت) ہو۔

۲:......اور وہ (ہم جنس عبادت) مقصود (بالذات) ہو۔

۳:......اور یہ کہ (منت کے بغیر خود) واجب نہ ہو۔

ترجمہ : (۱۱۲۴) جب کسی چیز کی منت مان لی تو اس پر اس کو پورا کرنا لازم ہے جب کہ اس میں تین شرط جمع ہوں: [ا] اس کی جنس کی کوئی واجب (عبادت) ہو۔ [۲] اور وہ مقصود بالذات ہو [۳] اور یہ کہ منت کے بغیر خود واجب نہ ہو۔ اس لئے وضو کی نذر سے وضو لازم نہیں ہوگا،، اور نہ سجدہ تلاوت، اور نہ مریض کی عیادت، اور نہ واجبات واجب ہوں گے اس کی نذر ماننے سے۔

تشریح : یہ تین شرطیں ہوں تو اس کی منت ماننا درست ہے ورنہ نہیں [ا] پہلی شرط یہ ہے کہ جس چیز کی منت مان رہا ہے اس کی کوئی قسم واجب ہو، مثلا بیمار پرسی کرنے کی منت مانتا ہے تو منت صحیح نہیں ہے، کیونکہ بیمار پرسی کی کوئی قسم بھی آدمی پر فرض نہیں ہے۔

[۲] دوسری شرط یہ ہے کہ جس چیز کی منت مان رہا ہے وہ چیز مقصود بالذات ہو، مثلا وضو کرنے کی منت مانے تو منت درست نہیں ہے، کیونکہ وضو کرنا مقصود بالذات نہیں ہے، بلکہ اس کا مقصد وضو کر کے نماز پڑھنی ہے، اس لئے وضو کی منت ماننا صحیح نہیں ہے۔

[۳] تیسری شرط یہ ہے کہ جس چیز کی منت مان رہا ہو وہ چیز پہلے سے واجب نہ ہو، مثلا سجدہ تلاوت کرنے کی منت مانی تو صحیح نہیں ہے ، کیونکہ اگر آیت سجدہ پڑھی تو اس پڑھنے کی وجہ سے ہی اس پر سجدہ واجب ہو جائے گا، اس کے لئے منت ماننا ضروری نہیں، اور بغیر آیت سجدہ پڑھے یہ سجدہ واجب نہیں ہوتا، اس لئے سجدہ تلاوت کی منت ماننا صحیح نہیں ہے۔ یا مثلا ظہر کی نماز آدمی پر فرض ہے، پس کوئی منت مانے کہ میرا بیٹا تندرست ہو جائے گا تو میں ظہر کی نماز پڑھوں گا، یہ منت صحیح نہیں ہے، کیونکہ ظہر کی نماز تو اس پر پہلے سے فرض ہے۔۔مثال دینے میں آگے پیچھے ہے، ذرا سمجھ کر مثالیں فٹ کریں۔

وجہ : (ا) اس آیت میں نذر کا تذکرہ ہے۔ثم لیقضوا تفثھم و لیوفوا نذورھم ولیطوفوا بالبیت العتیق ۔(آیت ۲۹، سورۃ الحج ۲۲) اس آیت میں ہے کہ نذر کو پوری کرو۔ (۲) اس حدیث میں ہے کہ نذر سے یمین مراد لی تو اس کے ٹوٹنے پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا. عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ قال : ....ومن نذر نذرا لا یطیقه فکفارته کفارة یمین و من نذر نذرا اطاقه فلیف به (ابوداود شریف، باب من نذر نذرا لا یطیقه، ص۴۸۴، نمبر ۳۳۲۲/ابن ماجۃ شریف، باب من نذر نذرا

يكون مقصودا وان يكون ليس واجبا فلا يلزم الوضوء بنذره ولا سجدة التلاوة ولا عيادة المريض ولا الواجبات بنذرها(۱۱۲۵) ويصح بالعتق والاعتكاف والصلوة غير المفرضة والصوم(۱۱۲۶)

لم یسمہ ،ص ۳۰۵،نمبر ۲۱۲۸)اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نذر کا کفارہ بھی قسم کے کفارے کی طرح ہے۔(۳) اگر نذر کے ساتھ قسم بھی ہے تو نذر پوری نہ کرنے پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا۔قسم کا کفارہ یہ ہے۔**لا يواخذكم الله باللغو فى ايمانكم ولكن يواخذكم بما عقدتم الايمان فكفارته اطعام عشرة مساكين من اوسط ما تطعمون اهليكم او كسوتهم او تحرير رقبة فمن لم يجد فصيام ثلاثة ايام ذلك كفارة ايمانكم اذا حلفتم** (آیت ۸۹ سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت میں ہے کہ قسم ٹوٹنے پر دس مسکین کو کھانا کھلائے ، یا غلام آزاد کرے اور وہ نہ ہو سکے تو تین دن روزے رکھے۔

لغت :الوضوء: یہ دوسری شرط کی مثال ہے، جو عبادت مقصود بذاتہ نہ ہو اس کی نذر نہیں مان سکتے ، وضو مقصود بالذات نہیں ہے ۔سجدۃ التلاوۃ: یہ تیسری شرط کی مثال ہے، کہ سجدہ تلاوت آیت تلاوت کرنے سے خود بخود واجب ہوتی ہے،اس لئے یہ پہلے سے واجب ہے،اس لئے اس کی منت ماننا صحیح نہیں ہے۔عیادۃ المریض : یہ پہلی شرط کی مثال ہے کہ جس کی کوئی قسم واجب نہیں بلکہ صرف مستحب ہو اس کی نذر ماننا درست نہیں ہے، بیمار پرسی کی تمام قسمیں مستحب ہیں اس لئے اس کی نذر ماننا درست نہیں ہے۔واجبات بنذرھا: یہ تیسری شرط کی مثال ہے، کہ جو واجبات پہلے سے واجب ہوں اس کی نذر ماننا صحیح نہیں ہے۔

ترجمہ : (۱۱۲۵)اور صحیح ہے(منت ماننا)غلام آزاد کرنے کی اور اعتکاف کی اور ایسی نمازوں کی جو فرض نہیں ہیں اور روزے کی

تشریح : غلام آزاد کرنے کی منت ماننا درست ہے، کیونکہ اس کا ایک جز کفارے میں غلام آزاد کرنا فرض ہے،اور یہ عبادت مالی ہے۔اعتکاف کرنے کی منت ماننا درست ہے، کیونکہ روزے میں اعتکاف کرنا سنت موکدہ ہے، جو واجب کے درجے میں ہے،اور یہ عبادت بدنی ہے۔دو رکعت نماز کی منت ماننا درست ہے، کیونکہ اس کا ایک حصہ ظہر وغیرہ کی نماز فرض ہے،اور یہ عبادت بدنی ہے ۔روزے کی منت ماننا درست ہے، کیونکہ اس کا ایک حصہ رمضان کا روزہ فرض ہے،اور یہ عبادت بدنی ہے۔نوٹ: جو نماز فرض ہے ،مثلا ظہر کی نماز ، یا جو روزہ فرض ہے، مثلا رمضان کا روزہ اس کے کرنے کی منت نہیں مان سکتا ، کیونکہ یہ پہلے سے فرض ہیں۔

وجہ :اعتکاف کی نذر ماننے کے لئے یہ حدیث ہے۔**عن ابن عمر ان عمر قال يا رسول الله ! انى نذرت فى الجاهلية ان اعتكف ليلة فى المسجد الحرام ، قال فوف بنذرك** ۔(مسلم شریف، باب نذر الکافر و مایفعل فیہ اذا اسلم،ص ۷۲۸،نمبر ۴۲۹۲/۱۶۵۶) اس حدیث میں ہے کہ اعتکاف کی نذر پوری کرے۔

ترجمہ : (۱۱۲۶) پس اگر مطلق منت مانی، یا کسی شرط کے ساتھ معلق (منت مانی)اور وہ شرط پائی گئی تو اس کا پورا کرنا لازم ہوگا

تشریح : مطلق منت کی صورت یہ ہے کہ مثلا یہ کہے کہ مجھ پر دو روز کا روزہ ہے، یا دو رکعت نماز ہے، یا دس درہم صدقہ کرنا ہے۔ تو اس سے منت منعقد ہوگی ،اور اس پر دو روزہ رکھنا واجب ہوگا ، یا دو رکعت نماز واجب ہوگی ، یا دس درہم صدقہ کرنا واجب ہوگا،

فان نذر نذرا مطلقا او معلّقا بشرط ووُجِد لزمه الوفاء به (١١٢٧) وصحّ نذر صوم العيدين وايام التشريق في المختار ويجب فطرها وقضاؤها وان صامها اجزأه مع الحرمة (١١٢٨) واَلْغينا تعيين الزمان والمكان والدرهم والفقير فيُجزئه صوم رجب عن نذره صوم شعبان ويُجزئه صلوة ركعتين بمصر نذر اداء هما بمكة والتصدق بدرهم عيَّنه له والصرف لزيد نالفقير بنذره لعمر

کیونکہ اس نے نذر مانی ہے البتہ وقت کے ساتھ متعین نہیں ہے اس لئے کسی وقت بھی کر سکتا ہے۔ اور کسی شرط کے ساتھ معلق کی صورت یہ ہے کہ اگر میرا بیٹا تندرست ہو گیا تو دو روز روزہ رکھوں گا، یا دو رکعت نماز پڑھوں گا، یا دس درہم صدقہ کروں گا تو اس شرط کے پائے جانے پر یعنی بیٹا تندرست ہونے پر دو روز روزہ رکھنا واجب ہوگا، یا دو رکعت نماز واجب ہوگی، یا دس درہم صدقہ کرنا واجب ہوگا، لیکن اگر بیٹا تندرست نہیں ہوا تو کچھ لازم نہیں ہوگا، کیونکہ شرط نہیں پائی گئی۔

ترجمہ : (١١٢٧)، اور مختار مذہب میں عید اور ایام تشریق میں روزے کی منت ماننا صحیح ہے، اور (ان ایام میں روزہ) کو توڑنا اور اس کی قضا کرنا واجب ہے، اور اگر کسی نے ان دنوں میں منت کے روزے رکھ ہی لئے تو کراہت تحریمی کے ساتھ کافی ہو سکتے ہیں۔

تشریح : ان پانچ دنوں میں روزہ رکھنا ممنوع ہے اس لئے ان دنوں میں روزہ رکھنے کی منت نہیں ماننی چاہئے، لیکن اگر کسی نے مان لی تو نذر ہو جائے گی، اس لئے ان دنوں میں روزہ نہ رکھے، اور بعد میں انکی قضا کرے، مناسب یہی ہے، لیکن اگر کسی نے ان دنوں میں روزہ رکھ ہی لیا تو نذر کا روزہ ادا ہو جائے گا، کیونکہ ناقص نذر مانی تھی اس لئے ناقص ہی ادا کر دی گئی۔

وجہ :(١) اس دن اس لئے روزہ نہ رکھے کہ حضورؐ نے اس دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے کہ اس دن اللہ تعالی کے یہاں دعوت ہوتی ہے، حدیث یہ ہے۔ **شهدت العيد مع عمر بن الخطابؓ فقال هذان يومان نهى رسول الله ﷺ عن صيامهما يوم فطركم من صيامكم و اليوم الآخر تأكلون فيه من نسككم** ۔(بخاری شریف، باب صوم یوم الفطر، ص ٣٢٠، نمبر ١٩٩٠ رمسلم شریف، باب تحریم صوم یومی العیدین، ص ٤٦٤، نمبر ١١٣٧/٢٦٧١) اس حدیث میں ہے کہ عید کے دن اور بقرعید کے دن روزہ نہیں رکھنا چاہئے۔(٢) اس حدیث میں ہے کہ نذر تو ہو جائے گی لیکن بعد میں اس کی قضاء کرے، حدیث یہ ہے۔ **جاء رجل الى ابن عمرؓ فقال رجل نذر أن يصوم يوما قال اظنه قال الاثنين فوافق ذالك يوم عيد فقال ابن عمر أمر الله بوفاء النذر و نهى النبى ﷺ عن صوم هذا اليوم.** (بخاری شریف، باب صوم یوم النحر، ص ٣٢٠، نمبر ١٩٩٣)

ترجمہ : (١١٢٨) اور وقت، جگہ، درہم اور فقیر کی تعیین کو ہم لغو کہتے ہیں، چنانچہ شعبان کے روزے کی منت مانی تو رجب کے روزے رکھ لینا کافی ہے، اور مکہ میں دو رکعت کی منت مانی تو مصر میں ادا کر لینا، اور کسی بھی درہم کا صدقہ کرنا معین درہم کے بدلے،

(۱۱۲۹) وان علّق النذر بشرط لا يجزئه عنه ما فعله قبل وجود شرطه.

اورعمرو(نامی)فقیر پرخرچ کی منت مانی تھی توزید(نامی)فقیر پرخرچ کرنا کافی ہے۔

تشریح : یہاں چار مثالیں دی ہیں[۱] کسی نے وقت کا تعین کر کے نذر مانی تو اسی وقت میں کرے تو بہتر ہے،لیکن اگر دوسرے وقت میں اس کو ادا کیا تب بھی نذر پوری ہوجائے گی،مثلا نذر مانی کہ شعبان میں تین روزے رکھے گا،اور نذر کی نیت سے رجب میں تین روزے رکھ لئے تو شعبان کی نذر پوری ہو جائے گی۔[۲] جگہ کا تعین کیا کہ مکہ میں دو رکعت نماز پڑھوں گا،اور نذر کی نیت سے مصر میں دو رکعت نماز پڑھ لی تو نذر پوری ہوجائے گی۔[۳] درہم کا تعین کیا،کہ یہ دس درہم صدقہ کروں گا،اور نذر کی نیت سے دوسرا دس درہم صدقہ کر دیا تو نذر پوری ہوجائے گی۔[۴] فقیر کا تعین کیا،مثلا نذر مانی کہ زید پر دس درہم خرچ کروں گا،اور نذر کی نیت سے عمر پر خرچ کر دیا تب بھی نذر پوری ہوجائے گی۔

وجه :(۱)اس حدیث مرسل سے معلوم ہوا کہ متعینہ جگہ پر نذر پوری کرنا ضروری نہیں ہے۔**عن عطاء بن ابی رباح قال جاء الشريد الى رسول الله ﷺ فقال يا رسول الله ، انى نذرت ان الله فتح عليك ان اصلى فى بيت المقدس فقال النبى ﷺ هاهنا فصل** ۔(مصنف عبد الرزاق،باب النذر بالمشی الی بیت المقدس،ج ثامن،ص ۳۹۶،نمبر ۱۶۱۷۱) اس حدیث میں ہے کہ بیت المقدس کی نذر مانی تو مکہ مکرمہ میں نماز پڑھنے کا حکم دیا۔(۲) اس قول صحابی میں ہے کہ مسجد اقصی میں اعتکاف کرنے کی نذر مانی تو حضرت سعید ابن مسیّب نے فرمایا کہ مسجد نبوی میں اعتکاف کر لینا کافی ہے۔**عن ابن المسيب قال : من نذر ان يعتكف فى مسجد ايلياء فاعتكف فى مسجد النبى ﷺ بالمدينة اجزأعنه ، و من نذر ان يعتكف فى مسجد النبى ﷺ فاعتكف فى المسجد الحرام اجزأ عنه ، و من نذر انيعتكف على رؤس الجبال فانه لا ينبغى له ذالك ليعتكف فى مسجد جماعة** ۔(مصنف عبد الرزاق،باب النذر بالمشی الی بیت المقدس، ج ثامن،ص ۳۹۵،نمبر ۱۶۱۶۹)

ترجمه : (۱۱۲۹)اگر منت کو کسی شرط کے ساتھ معلق کیا تو شرط کے پائے جانے سے پہلے منت کو پورا کرنا کافی نہیں۔(شرط پوری ہونے کے بعد منت پوری کرنی ہوگی)۔

تشریح : نذر کو کسی شرط پر معلق کیا،مثلا نذر مانی کہ بیٹا تندرست ہوگا دو روزے رکھوں گا،ابھی تندرست بھی نہیں ہوا تھا کہ دو روزے رکھ لئے تو یہ کافی نہیں ہوگا،بلکہ تندرست ہونے کے بعد اس پر روزے واجب ہوں گے اور دوبارہ دو روزے رکھنا ہوگا۔

وجه:(۱)حدیث میں ہے کہ حانث پہلے ہوا ہو اور کفارہ بعد میں ادا کرے۔**عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ من حلف على يمين فراى غيرها خيرا منها فليأت الذى هو خير وليكفر عن يمينه** ۔(مسلم شریف،باب ندب من حلف یمینا فرای غیرھا خیرا منھا ان یاتی الذی ھو خیر ویکفر عن یمینہ،ص ۷۲۵،نمبر ۱۶۵۰/۴۲۷۳/ بخاری شریف،باب قول اللہ تعالی لا

﴿باب الاعتکاف﴾

(١١٣٠) هو الاقامة بنيته فی مسجد تقام فيه الجماعة بالفعل للصلوات الخمس فلا يصح فی مسجد لا تقام فيه الجماعة للصلوة علی المختار. (١١٣١) وللمرأة الاعتکاف فی مسجد بيتها

یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ص۹۸۰ نمبر۶۶۲۱ر ترمذی شریف، باب ما جا فیمن حلف علی یمین فرأی غیرھا خیرا منھا ص۲۷۹ نمبر۱۵۲۹) اس حدیث میں حانث پہلے ہوا ہے اور کفارہ بعد میں ادا کرنے کا حکم ہے۔ اس لئے شرط پہلے پوری ہو اور جزا بعد میں ادا کرے۔

﴿اعتکاف کا بیان﴾

ضروری نوٹ: الاعتکاف : عکف سے مشتق ہے کسی جگہ ٹھہرنا اور لازم پکڑنا، مسجد میں روزے کے ساتھ ٹھہرنے کو یہاں اعتکاف کہا ہے۔ چار باتوں کے مجموعے کا نام اعتکاف ہے [١] ٹھہرنا [٢] مسجد ہونا [٣] اعتکاف کی نیت ہو [۴] روزہ ہو۔ اعتکاف کرنے کی دلیل یہ آیت ہے۔ **ولا تباشروهن وانتم عاكفون فی المساجد تلک حدود الله فلا تقربوها.** (آیت ۱۸۷ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں اعتکاف کرنے کی دلیل ہے۔ اعتکاف سنت ہے اس کی دلیل آگے آرہی ہے۔

ترجمہ : (۱۱۳۰) (اعتکاف کی) نیت سے ایسی مسجد میں قیام کرنا جس میں اس وقت پانچوں نمازوں کی جماعت ہوتی ہوں اعتکاف ہے۔ پس مختار مذہب میں ایسی مسجد میں (اعتکاف) صحیح نہیں جس میں نماز کی جماعت نہ ہوتی ہو۔

تشریح : یہ اعتکاف کی تعریف ہے، کہ جس مسجد میں پانچوں وقتوں کی جماعت ہوتی ہو اس میں اعتکاف کی نیت سے ٹھہرنے کو اعتکاف، کہتے ہیں۔ چنانچہ جس مسجد میں اس وقت جماعت سے نماز نہ ہوتی ہو اس میں اعتکاف کرنا صحیح نہیں ہے۔

وجہ :(ا) **عن عائشة انها قالت السنة علی المعتکف ان لا یعود مریضا ولا یشهد جنازة ولا یمس امرأة ولا یباشرها ولا یخرج لحاجة الا لما لا بد منه ولا اعتکاف الا بصوم ولا اعتکاف الا فی مسجد جامع** (ابو داؤد شریف، المعتکف یعود المریض ص۳۴۲ نمبر۲۴۷۳ر دار قطنی، باب الاعتکاف ج ثانی ص۱۸۱ نمبر۲۳۳۹) اس حدیث میں ہے کہ جماعت والی مسجد میں اعتکاف ہوگا۔ (۲) دوسری حدیث میں ہے۔ **عن حذيفة قال سمعت رسول الله ﷺ يقول كل مسجد له مؤذن و امام فالاعتكاف فيه يصلح** (دار قطنی، باب الاعتکاف، ج ثانی، ص۱۷۹، نمبر۲۳۳۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایسی مسجد میں جس میں پنج وقتہ نماز ہوتی ہو اس میں اعتکاف جائز ہے (۳) چونکہ جماعت کے ساتھ معتکف کو نماز پڑھنی ہوگی اس لئے جس مسجد میں پنج وقتہ نماز نہ ہوتی ہو وہاں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں دقت ہوگی۔

ترجمہ : (۱۱۳۱) اور عورت کا اعتکاف اپنے گھر کی مسجد میں ہے، اور (گھر کی مسجد) وہ جگہ ہے جس کو نماز کے لئے معین کرلیا ہو

وهو محل عيَّنتُه للصلوة فيه (۱۱۳۲) والاعتكاف على ثلاثة اقسام واجب فى المنذور وسنة كفاية مؤكّدة فى العشر الاخير من رمضان ومستحبّ فيما سواه (۱۱۳۳) والصوم شرط لصحة المنذور

تشریح : عورت اپنے گھر میں جہاں پنج وقتہ نماز پڑھتی ہے جسکو عورت کے لئے مسجد کا نام دیا جاسکتا ہے اس جگہ میں بیٹھ کر اعتکاف کرے، اور اگر پہلے سے کوئی ایسی جگہ متعین نہیں ہے تو ایک جگہ متعین کرلے اور اس میں اعتکاف کرے۔

وجه :(۱) عورت اعتکاف کرے گی اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن عائشة زوج النبی ﷺ ان النبی ﷺ کان یعتکف العشر الاواخر من رمضان حتی توفاه الله ثم اعتکف ازواجه من بعده** (بخاری شریف، باب الاعتکاف فی العشر الاواخر ص ۲۷۱ نمبر ۲۰۲۶ مسلم شریف، کتاب الاعتکاف ص ۳۷۱ نمبر ۱۱۷۲/۲۷۸۴) اس حدیث میں ہے کہ حضور کے بعد بھی ازواج مطہرات اعتکاف کیا کرتی تھیں۔(۲) اور گھر میں مسجد بنائے گی اس کے لئے یہ حدیث ہے. **عن انس بن مالک أن جدته مليكة دعت رسول الله ﷺ لطعام صنعته له فأكل منه ثم قال : قوموا فلأصلى لكم ...فصلى لنا رسول الله ﷺ ركعتين ثم انصرف** ۔(بخاری شریف، باب الصلوۃ علی الحصیر، ص ۶۸، نمبر ۳۸۰) اس حدیث میں ہے کہ عورت کی نماز کی جگہ متعین کرنے کے لئے حضورؐ نے نماز پڑھی (۳) اس حدیث میں بھی ہے. **أن عتبان ابن مالک ....وددت يا رسول الله ﷺ ! أنک تأتينى فتصلى فى بيتى فأتخذه مصلى قال فقال له رسول الله ﷺ سأفعل ان شاء الله** (بخاری شریف، باب المساجد فی البیوت، ص ۶۷، نمبر ۴۲۵) اس حدیث میں ہے کہ معذور آدمی جو مسجد نہ جاسکتا ہو اسکے لئے گھر میں مسجد بنانے کے لئے نماز پڑھی۔ (۵) اس قول تابعی میں ہے کہ گھر کی مسجد میں اعتکاف کرے . **عن عامر قال ان شاء اعتكف فى مسجد بيته** (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من اعتکف فی مسجد قومہ ومن فعلہ، ج ثانی، ص ۳۳۷، نمبر ۹۶۶۸) اس اثر میں ہے کہ گھر کی مسجد میں اعتکاف کرے۔

ترجمه : (۱۱۳۲) اعتکاف تین قسم پر ہیں:

۱:......واجب، منت مانی ہوئی صورت میں۔

۲:......سنت کفایہ مؤکدہ، رمضان کے اخیری عشرہ کا۔

۳:......مستحب اس کے علاوہ ہیں۔

ترجمه : (۱۱۳۳) صرف منت کے روزے کے لئے روزہ شرط ہے۔

تشریح : اگر نذر مانی کہ ایک دن کا اعتکاف کروں گا تو نذر کے اعتکاف کے ساتھ روزہ رکھنا بھی ضروری ہے۔

وجه : (۱) **عن عائشة ان النبی ﷺ قال لا اعتكاف الا بصيام** (دار قطنی، باب الاعتکاف ج ثانی ص ۱۷۹ نمبر ۲۳۳۱) اس حدیث میں ہے کہ روزے کے بغیر اعتکاف نہیں ہے۔(۲) اس حدیث میں ہے، **عن ابن عمر أن عمر قال**

فقط (۱۱۳۴) واقلّه نفلا مدة يسيرة ولو كان ماشيا على المفتٰى به (۱۱۳۵) ولا يخرج منه الا

للنبی ﷺ انی نذرت أن أعتكف يو ما قال : اعتكف و صم (دارقطنی، باب الاعتکاف ج ثانی ص۱۸۰ نمبر۲۳۳۶/ سنن بیہقی، باب المعتکف یصوم، ج رابع، ص۵۲۰، نمبر۸۵۷۶) اس حدیث میں ہے کہ اعتکاف کی نذر مانی تو فرمایا کہ اعتکاف کرو اور روزہ بھی رکھو۔

ترجمہ : (۱۱۳۴)، اور نفل اعتکاف کی قلیل مقدار تھوڑی سی مدت ہے اگر چہ چلتے ہوئے ہو، مفتی بہ قول میں۔

تشریح : نفلی اعتکاف کی دو صورتیں ہیں [۱] ایک یہ کہ روزے کے ساتھ پورے ایک دن کا روزہ رکھے۔ [۲] اور دوسری صورت یہ ہے کہ چند منٹ کا اعتکاف کرے چاہے چلتے ہوئے ہو، اس صورت میں روزہ رکھنا شرط نہیں ہے، بلکہ مسجد میں کھڑا ہو کر اعتکاف کی نیت کرلے تب بھی اعتکاف ادا ہو جائے گا۔ مفتی بہ قول یہی ہے۔

وجہ : (۱) اس اثر میں ہے کہ نفلی اعتکاف ایک لمحے کے لئے بھی ہوسکتا ہے۔ عن يعلى بن امية انه كان يقول لصاحبه انطلق بنا الى المسجد فنعتكف فيه ساعة (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۸۷ ما قالوا فی المعتکف یاتی اہلہ بالنہار، ج ثانی، ص۳۳۶، نمبر۹۶۵۲) اس اثر میں ایک ساعت کے اعتکاف کے لئے کہا گیا ہے (۲) اس اثر میں ہے کہ نفلی اعتکاف کے لئے روزے کی شرط نہیں ہے. عن على و عبد اللهؓ قالا : المعتكف ليس عليه صوم الا أن يشترط ذالک علی نفسه (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من قال: لا اعتکاف الا بصوم، ج ثانی، ص۳۳۴، نمبر۹۶۲۴) اس اثر میں ہے کہ روزے کی شرط لگائی ہو تب تو روزہ لازم ہوگا، اور شرط نہ لگائی ہو تو اعتکاف کرنے والے پر روزہ ضروری نہیں۔

ترجمہ : (۱۱۳۵) اور معتکف نہ نکلے اپنی اعتکاف گاہ سے سوائے شرعی ضرورت کے، جیسے نماز جمعہ کے لئے یا طبعی ضرورت' جیسے پیشاب کے لئے۔

تشریح : معتکف اپنی اعتکاف کی جگہ سے نہ نکلے، اگر نکل گیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا، ہاں شرعی ضرورت ہو مثلا جمعہ کی نماز کے لئے جامع مسجد جانا ہو تو جائز ہے، یا طبعی ضرورت ہو، مثلا پیشاب، پیخانہ کے لئے جانے کی ضرورت ہو تو نکلنے سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا۔

وجہ: (۱) انسانی ضرورت کے لئے نکلے اس کے لئے حدیث یہ ہے ۔ان عائشة زوج النبی ﷺ قالت ... وكان لا يدخل البيت الا لحاجة اذا كان معتكفا (بخاری شریف، باب المعتکف لا یدخل البیت الا لحاجۃ ص۲۷۲ نمبر۲۰۲۹/ ترمذی شریف، باب المعتکف یخرج لحاجتہ ام لا ص۱۶۵ نمبر۸۰۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معتکف ضرورت انسانی کے لئے نکل سکتا ہے۔ اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا۔ (۲) عن عائشة انها قالت السنة على المعتكف ان لا يعود مريضا ولا يشهد جنازة ولا يمس امرأة ولا يباشرها ولا يخرج لحاجة الا لما لا بد منه. (ابوداؤد شریف، المعتکف یعود

لحاجة شرعية كالجمعة او طبعيّة كالبول(١١٣٦) اوضروريّة كانهدام المسجد واخراج ظالم كرها وتفرّق اهله وخوف على نفسه او متاعه من المكابرين فيدخل مسجدا غيره من ساعته (١١٣٧) فان خرج ساعة بلا عذر فسد الواجب وانتهى به غيره

المریض،ص ۳۴۲،نمبر ۲۴۷۳ ردار قطنی ، باب الاعتکاف ج ثانی ص ۱۸۱نمبر ۲۳۳۹) اس حدیث میں ہے کہ ایسی حاجت جسکے بغیر کوئی چارہ نہیں اس کے لئے معتکف نکلے گا (۳) اس حدیث میں ہے۔ عن عائشة قال النفيلي قالت كان النبي ﷺ يمر بالمريض وهو معتكف فيمر كما هو ولا يعرج يسأل عنه. (ابوداؤد شریف، المعتکف یعود المریض ص ۳۴۲ نمبر ۲۴۷۲) اس حدیث میں حضور لوگوں کی عیادت کرتے جاتے اور چلتے جاتے، کہیں ٹھہرتے نہیں تھے اس کا مطلب یہ نکلا کہ بغیر ضرورت کے نہ نکلے۔

ترجمه : (۱۱۳۶) یا کسی اضطراری ضرورت کے لئے ، جیسے مسجد منہدم ہو جائے یا کوئی ظالم جبرا نکال دے یا اس (مسجد کے) رہنے والے متفرق ہو جائیں، اور ظالموں کی طرف سے اپنے جان یا مال کا خطرہ ہو تو، اسی وقت دوسری مسجد میں داخل ہو جائے۔

تشریح : یہاں اضطراری ضرورت کی پانچ مثالیں دے رہے ہیں۔کوئی مجبوری آجائے تب بھی معتکف کے لئے مسجد سے نکلنا جائز ہے [۱] مثلا مسجد گر جائے تو معتکف کے لئے اس مسجد سے نکلنا جائز ہے، لیکن نکل کر فورا دوسری مسجد کی طرف روانہ ہو جائے، پس اگر کسی دوسرے کام میں مشغول ہوا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ [۲] یا کوئی ظالم معتکف کو جبرا مسجد سے نکال دے۔ [۳] یا مسجد کے پاس رہنے والے ایسے بکھر گئے کہ جماعت کی نماز نہیں ہوتی۔ [۴] یا ظالموں کی جانب سے جان کا خطرہ ہے، یا مال چوری ہونے کا خطرہ ہے تو ایسی مجبوری میں مسجد سے نکلنا جائز ہے، لیکن اسی وقت دوسری مسجد میں چلا جائے۔

وجه :اس حدیث میں ہے کہ مجبوری سے آپ ﷺ مسجد سے باہر نکلے۔ عن ابن المعلى ان النبي ﷺ كان معتكفا في المسجد فاجتمع نساؤه اليه ثم تفرقن فقال لصفية ابنة حيي اقلبك لى بيتك فذهب معها حتى ادخلها بيتها و هو معتكف (مصنف عبد الرزاق، باب خروج النبی ﷺ فی اعتکافہ، ج رابع ،ص ۲۷۷، نمبر ۸۰۹۶)

لغت : ضروریۃ : جو ضرورت کسی مجبوری سے پیش آجائے۔انھدام: گر جانا۔تفرق: فرق سے مشتق ہے، بکھر جانا۔مکابر: کبر سے مشتق ہے، تکبر کرنے والے، ظالم لوگ۔

ترجمه : (۱۱۳۷) اگر ایک ساعت کے لئے بھی بلا کسی عذر مسجد سے نکلا تو واجب اعتکاف فاسد ہو جائے گا، اور اس کے علاوہ اعتکاف ختم ہو جائے گا۔

تشریح : بغیر انسانی ضرورت یا مجبوری کے ایک گھڑی بھی مسجد سے نکلے گا تو اعتکاف ختم ہو جائے گا۔البتہ صاحبینؒ کی رائے

ہے کہ آدھا دن بغیر انسانی ضرورت کے مسجد سے نکلے گا تب اعتکاف فاسد ہوگا (ھدایہ، باب الاعتکاف، مسئلہ نمبر ۹۹۹)

لغت : فسد الواجب: مثلا ایک ماہ اعتکاف کرنے کی منت مانی اور بیس دن میں باہر نکل گیا تو پورا ہی اعتکاف فاسد ہوگیا نذر پوری نہیں ہوئی اس لئے اب شروع سے ایک ماہ کا اعتکاف کرے، یہی مطلب ہے فسد الواجب، کا۔ انتھی بہ غیرہ: کا مطلب یہ ہے کہ واجب نہیں تھا، مثلا رمضان کے آخیر عشرے کا سنت اعتکاف تھا اور چھ روز کے بعد مسجد سے باہر نکل گیا تو چھ روز سنت اعتکاف ہوا اور باقی آگے کا اعتکاف ختم ہوگیا، اب اگر باقی چار روز اعتکاف کرے گا تو وہ الگ چار روز ہوجائے گا، پہلے چھ روز کے ساتھ شامل نہیں ہوگا، اور آخیر عشرے کا سنت مؤکدہ اعتکاف ادا نہیں ہوگا۔ انتھی بہ غیرہ، کا مطلب یہ ہے۔ یا مثلا پورے رجب کے مہینے کے اعتکاف کی نذر مانی، اور بیس دن کے بعد مسجد سے باہر نکل گیا جس کی وجہ سے اعتکاف فاسد ہوگیا، اب باقی دس دن کا اعتکاف کرے گا تو رجب کا اعتکاف ہوجائے گا اور نذر تو پوری ہوجائے گی، لیکن اعتکاف فاسد ہونے کی وجہ سے تسلسل ختم ہوگیا۔

وجہ : (۱) اعتکاف کا ترجمہ ہے مسجد میں رہنا اور یہ بغیر ضرورت کے مسجد سے باہر چلا گیا تو یہ اعتکاف کے منافی ہوگیا اس لئے قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اعتکاف فاسد ہوجائے۔ (۲) **عن عائشة قال النفيلي قالت كان النبي ﷺ يمر بالمريض وهو معتكف فيمر كما هو ولا يعرج يسأل عنه.** (ابوداؤد شریف، المعتکف یعود المریض ص ۳۴۲ نمبر ۲۴۷۲) اس حدیث میں ہے کہ حضور لوگوں کی عیادت کرتے جاتے اور چلتے جاتے، کہیں ٹھہرتے نہیں تھے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ زیادہ دیر ٹھہرنا ٹھیک نہیں ہے۔ اور اسی سے امام ابو حنیفہ نے استدلال کیا کہ بغیر ضرورت کے زیادہ ٹھہرنے سے اعتکاف فاسد ہوجائے گا۔ (۳) اس حدیث کے اشارہ سے بھی استلال کیا جاسکتا ہے۔ **عن عائشة انها قالت السنة على المعتكف ان لا يعود مريضا ولا يشهد جنازة ولا يمس امرأة ولا يباشرها ولا يخرج لحاجة الا لما لا بد منه.** (ابوداؤد شریف، المعتکف یعود المریض ص ۳۴۲ نمبر ۲۴۷۳ / دار قطنی، باب الاعتکاف ج ثانی ص ۱۸۱ نمبر ۲۳۳۹) اس حدیث میں ہے کہ ضرورت کے علاوہ کے لئے نہ نکلے، اس کا مطلب یہ ہے کہ بغیر ضرورت کے نکلے گا تو اعتکاف فاسد ہوجائے گا۔ (۴) **أخبرني علي بن الحسين** رض **أن صفية زوج النبي ﷺ أخبرته أنها جائت الى رسول الله ﷺ تزوره في اعتكافه في المسجد في العشر الاواخر من رمضان فتحدثت عنده ساعة ثم قامت تنقلب فقام النبي ﷺ معها يقلبها حتى اذا بلغت باب المسجد عند باب ام سلمة. الخ.** (بخاری شریف، باب ھل یخرج المعتکف لحوائجہ الی باب المسجد؟ ص ۳۲۶، نمبر ۲۰۳۵) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ مسجد کے دروازے تک ہی گئے جس کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ بغیر ضرورت کے اس سے باہر جانے سے اعتکاف فاسد ہوسکتا تھا۔ (۵) اس اثر میں ہے. **قالت كانت عائشة في اعتكافها اذا خرجت الى بيتها لحاجتها، تمر بالمريض فتسأل عنه و هي مجتازة لا تقف.** (مصنف عبد الرزاق، باب سنة الاعتکاف، ج رابع، ص ۲۷۴،

(۱۱۳۸) واكل معتكف وشربه ونومه وعقدة البيع لما يحتاجه لنفسه او عياله فى المسجد

نمبر۸۰۸۵)اس اثر میں ہے کہ حضرت عائشہؓ مریض کے پاس ٹھہرتی نہیں تھیں جس کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ اس سے اعتکاف فاسد ہوسکتا تھا۔

ترجمه : (۱۱۳۸)اور معتکف کا کھانا' پینا' سونا' اور اس بیع کا معاملہ جو اپنے لئے یا اہل وعیال کے لئے ضروری ہے مسجد میں ہوگا

تشريح : معتکف چونکہ رات دن مسجد میں قیام کرے گا اس لئے اس کا کھانا ، پینا ،سونا ،اور اپنے اہل وعیال کے لئے جو تجارت بہت ضروری ہو وہ سب مسجد میں ادا کرے گا۔

وجه : (۱) مسجد میں سوسکتا ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **اخبرنی عبد الله بن عمر أنه كان ينام و هو شاب أعزب لا أهل له فى مسجد النبى** ﷺ (بخاری شریف ، باب نوم الرجال فی المسجد ،ص ۷۶ ،نمبر ۴۴۰) اس حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بغیر اعتکاف کے مسجد میں سویا کرتے تھے تو اعتکاف کے ساتھ بدرجہ اولی مسجد میں سو سکتے ہیں ۔(۲) اس حدیث میں بھی ہے ۔**عن عائشةؓ قالت كان النبى** ﷺ **يصغى الى رأسه و هو مجاور فى المسجد فأرجله و أنا حائض** (بخاری شریف ، باب الحائض ترجل رأس المعتکف ،ص ۳۲۵ ،نمبر ۲۰۲۸) اس حدیث میں ہے کہ اعتکاف کی حالت میں مسجد میں حضرت عائشہ حضورؐ کا سر مبارک دھویا کرتی تھی ،جس سے معلوم ہوا کہ معتکف مسجد میں کھا پی بھی سکتا ہے ۔(۳) وقت ضرورت تجارت کا کام مسجد میں کرسکتا ہے اس کے لئے حدیث ہے۔ **عن عائشة قالت أتتها بريرة تسألها فى كتابتها ....فقال النبى** ﷺ **ابتاعيها فأعتقيها فان الولاء لمن اعتق ثم قام رسول الله** ﷺ **على المنبر ـ و قال سفيان مرة ـ فصعد رسول الله** ﷺ **على المنبر ـفقال ما بال أقوام يشترطون شروطا ليس فى كتاب الله** ـ(بخاری شریف ،باب ذکر البیع و الشراء علی المنبر فی المسجد ،ص ۹۷ ،نمبر ۴۵۶) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے بیع کی شرطوں کے سلسلے میں مسجد میں بات کی اس لئے معتکف بھی خرید وفروخت کی بات کرسکتا ہے ۔(۴) **عن كعب : انه تقاضى ابن أبى حدرد دينا كان له عليه فى المسجد فارتفعت اصواتهما حتى سمعها رسول الله** ﷺ **و هو فى بيته** ـ(بخاری شریف ، باب التقاضی والملازمۃ فی المسجد ،ص ۹۷ ،نمبر ۴۵۷) اس حدیث میں ہے کہ مسجد میں اپنا قرض وصول کرنے کی بات کی جس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں قرض وصول کیا جا سکتا ہے ،اس لئے ضرورت پڑے تو معتکف بھی ایسی بات کرسکتا ہے ،البتہ اس کو مشغلہ بنانا اچھا نہیں ۔(۵) اس اثر میں بھی ہے .**قلت لعطاء ... فاتى مجاوره ايبتاع فيه ويبيع ؟قال لا بأس بذلك** (مصنف عبد الرزاق ، باب المعتکف وابتیاعہ وطلب الدنیا ، ج رابع ،ص ۲۷۸ ،نمبر ۸۱۰۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ معتکف کے لئے خریدنے بیچنے کی گنجائش ہے ۔البتہ غیر معتکف کے لئے یہ اچھا نہیں ہے اس کی دلیل آگے آرہی ہے۔

ترجمه : (۱۱۳۹) بیع کی چیز کا مسجد میں لانا مکروہ ہے ۔اور بغیر ضرورت کے تجارت کی چیزوں کا معاملہ کرنا مکروہ ہے۔

(١١٣٩) وكره احضار المبيع فيه وكره عقد ما كان للتجارة (١١٤٠) وكره الصمت ان اعتقده قربة والتكلم الا بخير (١١٤١) وحرم الوطئ و دواعيه

تشریح : معتکف کے لئے مسجد میں بیع کے سامان کالانا مکروہ ہے، کیونکہ اس سے اعتکاف کے بجائے تجارت کا ماحول بن جائے گا۔اور ضرورت نہ ہو تو خرید و فروخت کی بات کرنا بھی مکروہ ہے۔

وجه : (۱) حدیث میں ہے۔ عن واثلة بن الاسقع أن النبی ﷺ قال : جنبوا مساجدكم صبيانكم، و مجانينكم، و شراركم، و بيعكم، و خصوماتكم، و رفع اصواتكم، و اقامة حدود كم، و سل سيوفكم، و اتخذوا على ابوابها المطاهر، و جمروها فی الجمع ۔(ابن ماجة شریف، باب ما یکرہ فی المساجد، ص ۱۰۷، نمبر ۷۵۰) اس حدیث میں ہے کہ اپنے بیع وشراء سے مسجدوں کو پاک رکھو اس لئے اس کو مشغلہ بنانا اچھا نہیں ہے۔(۲) دوسری حدیث میں ہے۔ عن عمرو ابن شعيب عن ابيه عن جده أن رسول الله ﷺ نهی عن الشراء و البيع فی المسجد ۔(ابوداود شریف، باب التحلق یوم الجمعة قبل الصلوة، ص ۱۶۳، نمبر ۱۰۷۹ / ترمذی شریف، باب ما جاء فی کراهية البيع والشراء وانشاد الضالة والشعر فی المسجد، ص ۸۸، نمبر ۳۲۲) اس حدیث میں بھی ہے مسجد میں بیع وشراء نہیں کرنا چاہئے۔اس لئے سامان تجارت کو لانا بھی مکروہ ہے۔

ترجمه : (۱۱۴۰) اور (معتکف) کا چپ بیٹھے رہنا مکروہ ہے جب کہ اسے عبادت سمجھتا ہو۔اور خیر کے سوا دوسری بات کرنا (بھی مکروہ ہے)۔

تشریح مستقل چپ رہنا اسلام میں عبادت نہیں ہے اس لئے عبادت کے طور پر چپ رہنا مکروہ ہے۔خیر کی بات کرنی چاہئے۔

وجه: (۱) حدیث میں ہے ۔أخبرنی علی بن الحسينؓ أن صفية زوج النبی ﷺ أخبرته أنها جائت الی رسول الله ﷺ تزوره فی اعتكافه فی المسجد فی العشر الاواخر من رمضان فتحدثت عنده ساعة ثم قامت تنقلب فقام النبی ﷺ معها يقلبها حتى اذا بلغت باب المسجد عند باب ام سلمة. الخ. (بخاری شریف، باب هل يخرج المعتكف لحوائجه الى باب المسجد؟، ص ۳۲۶، نمبر ۲۰۳۵ / ابو داؤد شریف، المعتكف يدخل البيت لحاجته ص ۳۴۱ / ۳۴۲ نمبر ۲۴۷۰) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے حضرت صفیہ سے اعتکاف کی حالت میں بات کی جس سے معلوم ہوا کہ خیر کی بات کرے۔

ترجمه : (۱۱۴۱) اور (حالت اعتکاف میں) وطی اور دواعی وطی حرام ہیں۔

تشریح : اعتکاف کی حالت میں وطی کرنا، یا دواعی وطی یعنی عورت کو چھونا بوسہ لینا حرام ہے، اور اعتکاف رات میں بھی ہوتا ہے اس لئے رات میں بھی ایسا کرنا حرام ہے۔

وجه: (۱) آیت یہ ہے۔ ولا تباشروهن وانتم عاكفون فی المساجد. (آیت ۱۸۷ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے

(١١٤٢) وبطل بوطئه وبالانزال بدواعيه (١١٤٣) ولزمته الليالی ایضا بنذر اعتکاف ایام(١١٤٤)

کہ اعتکاف کی حالت میں مباشرت مت کرو۔ (٢)عن عائشة انها قالت السنة علی المعتکف ان لا یعود مریضا ولا یشهد جنازة ولا یمس امرأة ولا یباشرها. (ابوداؤد شریف، باب المعتکف یعود المریض ص٣٤٢ نمبر ٢٤٧٣ ر دار قطنی، باب الاعتکاف ج ثانی ص ١٨١ نمبر ٢٣٣٩) اس حدیث میں ہے کہ معتکف عورت کو چھوئے بھی نہیں اور صحبت بھی نہ کرے۔(٢) عن ابراهیم قال : لا یقبل المعتکف و لا یباشر ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب فی المعتکف یقبل و یباشر، ج ثانی، ص ٣٣٩، نمبر ٩٦٨٩) اس اثر میں ہے کہ معتکف نہ بوسہ لے اور نہ صحبت کرے۔

ترجمہ : (١١٤٢) اور اعتکاف باطل ہو جائے گا' وطی سے اور دواعی وطی سے انزال ہو جانے سے۔

تشریح :وطی کر لے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا، یا دواعی وطی سے انزال ہو جائے تب بھی اعتکاف ٹوٹ جائے گا، مثلا بوسہ لیا جس سے انزال ہوا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

وجہ :(١) آیت میں ہے۔ولا تباشروهن وانتم عاکفون فی المساجد .(آیت ١٨٧ سورة البقرة ٢) اس آیت سے معلوم ہوا کہ اعتکاف کی حالت میں مباشرت کرنے سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔(٢) قول صحابی میں ہے۔عن ابن عباس قال اذا جامع المعتکف ابطل اعتکافه واستأنف. (مصنف ابن ابی شیبة ٩٢ ما قالوا فی المعتکف یجامع ما علیہ فی ذلک ج ثانی ص ٣٣٨، نمبر ٩٦٨٠) معتکف جماع کرے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا اب پھر سے اعتکاف کرے۔(٣) عن ابن عباس قال اذا وقع المعتکف علی امرأته استأنف اعتکافه. (مصنف عبد الرزاق، باب وقوعہ علی امرأتہ، ج رابع، ص ٢٧٩، نمبر ٨١١١ ر مصنف ابن ابی شیبة ٩٢ ما قالوا فی المعتکف یجامع ما علیہ فی ذلک ج ثانی ص ٣٣٨، نمبر ٩٦٨٠) اس اثر میں ہے کہ بیوی سے جماع کیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا اور دوبارہ اعتکاف شروع کرے۔

ترجمہ : (١١٤٣) دنوں کے (اعتکاف کی) منت سے راتوں کا (اعتکاف بھی) لازم ہو جائے گا۔

تشریح :کسی نے دن کے اعتکاف کی نذر مانی تو اس کی رات میں بھی اعتکاف کرنا ہوگا۔ مثلا چھ دنوں کا اعتکاف اپنے اوپر لازم کیا تو ان کی چھ راتوں کا اعتکاف بھی لازم ہوگا، ہاں نذر مانتے وقت رات کا باضابطہ انکار کیا تو اب رات کا اعتکاف لازم نہیں ہوگا۔

وجہ: (١) محاورے میں دن بولتا ہے تو اس میں رات بھی شامل ہوتی ہے۔اس لئے نیت کرنے والوں نے دن بولا تو اس کی رات بھی شامل ہوگی۔اس لئے جتنے دنوں کی نیت کی ہے اس کی راتوں کا اعتکاف بھی لازم ہوگا (٢) روزہ متفرق طور پر ہوتا ہے۔ کیونکہ روزہ صرف دن میں ہوتا ہے اس کے بعد رات آتی ہے جس میں روزہ نہیں ہے اور دونوں کے درمیان فاصل ہے۔اس لئے روزہ متفرق طور پر ہوگا۔لیکن اعتکاف رات اور دن دونوں میں ہوتا ہے اس لئے وہ مسلسل ہوتا ہے۔ اس لئے اعتکاف میں تسلسل ہے۔چاہے تسلسل کی نیت نہ کی ہو(٣) اثر میں ہے۔عن عطاء فی المعتکف یشترط ان یعتکف بالنهار ویأتی اهله

ولزمته الایام بنذر اللیالی متتابعة. وان یشترط التتابع فی ظاهر الروایة (۱۱۴۵) ولزمته لیلتان بنذر یومین (۱۱۴۶) وصح نیة النُّهُر خاصّة دون اللیالی(۱۱۴۷) وان نذر اعتکاف شهر و نوا النُّهُر

باللیل قال لیس ھذا باعتکاف (مصنف ابن ابی شیبۃ ۸۷ ما قالوافی المعتکف یأتی اہلہ بالنھار، ج ثانی، ص ۳۳۶، نمبر ۹۶۴۹)

اس اثر سے معلوم ہوا کہ دن کے ساتھ رات بھی شامل ہوگی۔ اور جب رات شامل ہوگی تو پے در پے ہو جائے گی۔

ترجمہ : (۱۱۴۴) اور راتوں کی منت سے دنوں کا لازم ہو جائے گا، لگا تار اگر چہ تتابع کی شرط نہ لگائی ہو، ظاہری روایت میں۔

تشریح : کسی نے پانچ راتوں کے اعتکاف کی منت مانی تو انکے درمیان جو پانچ دن ہیں ان کا اعتکاف بھی لازم ہو جائے گا، اور ظاہری روایت میں پیدر پے کرنا ہوگا۔ لیکن یہ اس صورت میں ہے جبکہ باضابطہ پیدر پے کا انکار نہ کیا ہو۔ اس لئے اگر نذر مانتے وقت پیدر پے کا انکار کیا تو پھر پیدر پے لازم نہیں ہوگا۔

وجہ : اوپر گزرا کہ محاورے میں دن کے ساتھ رات بھی لازم ہوتا ہے، اس لئے رات کیساتھ دن بھی لازم ہوگا۔

ترجمہ : (۱۱۴۵) دو دن کی منت سے دو رات کا (اعتکاف بھی) لازم ہوگا۔

تشریح : دو دنوں کے اعتکاف کی منت مانی تو اس کے ساتھ دو راتیں بھی لازم ہوں گیں، کیونکہ محاورے میں دن کے ساتھ رات بھی آتی ہے۔

ترجمہ : (۱۱۴۶) اور خاص دن کی نیت رات کی نیت کے بغیر بھی صحیح ہے۔

تشریح : دن میں اعتکاف کی نذر مانتے وقت باضابطہ رات کے اعتکاف کا انکار کیا تو یہ صحیح ہے، اور اب صرف دن ہی کا اعتکاف لازم ہوگا۔ یوم کا معنی اگر چہ دن رات کے مجموعے کا ہے، لیکن یہاں رات کو باضابطہ خارج کیا اس لئے اب رات کا اعتکاف لازم نہیں ہوگا۔۔ :النھر : نہار کی جمع ہے، دن۔

ترجمہ : (۱۱۴۷) اگر ایک مہینہ کے اعتکاف کی منت مانی اور خاص طور پر دن کی یا مخصوص طور پر رات کی نیت کی تو یہ نیت مفید نہیں، مگر یہ کہ صراحۃً استثناء کر دے۔

تشریح : ایک مہینہ کے لفظ میں رات اور دن دونوں آتے ہیں اس لئے اس سے صرف دن مراد لی، یا صرف رات مراد لی تو نہیں مانی جائے گی اور رات اور دن دونوں میں اعتکاف لازم ہوگا۔ لیکن اگر یہاں بھی باضابطہ رات کا انکار کر دے کہ میں رات میں اعتکاف نہیں کروں گا تو رات میں اعتکاف لازم نہیں ہوگا۔ یا دن کا انکار کر دے کہ دن میں اعتکاف نہیں کروں گا تو صرف رات کا اعتکاف لازم ہوگا۔

اصول : مہینے کے لفظ میں رات اور دن دنوں شامل ہیں، البتہ صراحت کے ساتھ انکار کرنے سے انکار ہو جائے گا۔

ترجمہ (۱۱۴۸) اور اعتکاف کی مشروعیت کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ وہ اشرف اعمال میں سے ہے جب کہ اخلاص سے ہو

خاصّة او الليالی خاصّة لا تعمل نيته الا ان يصرّح بالاستثناء.(۱۱۴۸) والاعتكاف مشروع بالكتاب والسنّة وهو من اشرف الاعمال اذا كان عن اخلاص(۱۱۴۹) ومن محاسنه ان فيه تفريغ القلب من امور الدنيا وتسليم النفس الى المولى وملازمة عبادته فی بيته والتحصّن بحصنه وقال عطاء رحمه الله مَثَل المعتكف مَثَل رجل يختلف على باب عظيم لحاجة .فالمعتكف يقول لا ابرح حتى يغفر لی وهذا ما تيسّر للعاجز الحقير بعناية مولاه القوی القدير الحمد لله الذی هدانا لهذا وماكنّا لنهتدی لولا ان هدانا الله وصلى الله على سيدنا ومولانا محمد خاتم الانبياء وعلى آله وصحبه وذريّته ومن والاه ونسأل الله سبحانه متوسّلين ان يجعله خالصا لوجه الكريم وان ينفع به النفع العميم ويجزل به الثواب الجسيم .

تشریح :اعتکاف کا مطلب یہ ہے کہ بس اللہ کے دروازے پر پڑ گئے کہ یا تو دو یا جاوں گا نہیں، اور تمام غموں سے دل کو فارغ کر کے اللہ کے گھر میں بیٹھنا ہے اس لئے یہ عمل بہت افضل ہے۔

وجه :(۱)اس آیت سے اعتکاف ثابت ہے۔ولا تباشروهن وانتم عاكفون فی المساجد تلك حدود الله فلا تقربوها. (آیت ۱۸۷ سورۃ البقرۃ ۲)(۲)و عهدنا الى ابراهيم و اسماعيل ان طهرا بيتی للطائفين و العاكفين و الركع السجود ۔(آیت ۱۲۵،سورۃ البقرۃ ۲)اس آیت میں اعتکاف کرنے کی دلیل ہے۔(۳)اس حدیث میں بھی اعتکاف کرنے کی دلیل ہے۔ عن عائشة زوج النبی ﷺ ان النبی ﷺ كان يعتكف العشر الاواخر من رمضان حتى توفاه الله ثم اعتكف ازواجه من بعده . (بخاری شریف، باب الاعتکاف فی العشر الاواخر،ص ۲۷۱ نمبر ۲۰۲۶ مسلم شریف، کتاب الاعتکاف ص ۳۷۱ نمبر ۲۷۸۴/۱۱۷۲) اس حدیث میں ہے کہ حضور ہمیشہ اعتکاف کرتے رہے۔

ترجمه(۱۱۴۹)اوراعتکاف کے محاسن میں سے یہ ہے کہ اس میں دل کو فارغ کرنا ہے، اورنفس کو مالک کے سپرد کرنا ہے، اوراللہ کی عبادت کا التزام اسی کے گھر میں کرنا اوراسی کے قلعہ میں محفوظ ہوجانا ہے۔عطاءؒ نے فرمایا: معتکف کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی آدمی کسی ضرورت کو لے کر بڑے کے دروازے پر پڑ جائے، معتکف کہتا ہے کہ جب تک میری مغفرت نہ ہو اس وقت تک نہ ہٹوں گا

وجه : اس قول تابعی میں اس کا ثبوت ہے. عن عثمان بن عطا عن ابيه قال ان مثل المعتكف مثل المحرم القى نفسه بين يدی الرحمان فقال و الله لا ابرح حتى ترحمنی ۔(شعب الایمان للبیہقی، باب فی الاعتکاف،ج ثالث، ص ۴۲۶،نمبر ۳۹۷۰)اس قول تابعی میں ہے کہ معتکف مثال احرام باندھنے والے کی طرح ہے کہ اپنے آپ کو رحمٰن کے سامنے ڈال دیا کہ جب تک آپ رحم نہیں کریں گے میں نہیں جاوں گا۔

﴿كتاب الزكوة﴾

(١١٥٠) هي تمليک مال مخصوص لشخص مخصوص(١١٥١) فُرضت علی حرّ مسلم

﴿کتاب الزکوة﴾

ضروری نوٹ: زکوۃ کے معنی پاکی ہیں اور چونکہ زکوۃ دینے سے مال پاک ہوتا ہے اس لئے اس کو زکوۃ کہتے ہیں۔ یا زکوۃ کے معنی بڑھنا ہیں اور چونکہ زکوۃ دینے سے مال بڑھتا ہے اس لئے اس کو زکوۃ کہتے ہیں۔ اس کا ثبوت بہت سی آیتوں میں ہے۔ مثلا **یقیمون الصلوة و یؤتون الزکوة و یطیعون الله ورسوله** (آیت ۷۱، سورۂ توبہ۹) اسی آیت سے زکوۃ دینا فرض ثابت ہوتا ہے۔

ترجمہ : (۱۱۵۰) مخصوص شخص کو مخصوص مال کا مالک بنانا (زکوۃ کہلاتا) ہے۔

تشریح :زکوۃ کا مال مخصوص مال ہے، اور جو زکاۃ کا مصرف ہے، یعنی غریب، اور مسکین وہ مخصوص شخص ہیں۔ تو گویا کہ زکوۃ کے مال کو زکوۃ کی نیت سے غرباء و مساکین کو دینے کا نام زکوۃ ہے۔ یہاں مصنف نے زکوۃ کی تعریف کی ہے۔

ترجمہ : (۱۱۵۱) زکوۃ ہر آزاد مسلمان، مکلّف پر فرض ہے جو نقد نصاب کا مالک ہو۔

تشریح: زکوۃ عبادت مالیہ ہے۔ اس لئے کافر پر زکوۃ واجب نہیں اس سے جو کچھ لیا جائے گا وہ ٹیکس لیا جائے گا۔ چنانچہ ھدایہ کے متن میں زکوۃ واجب ہونے کے لئے سات [۷] شرطیں بیان فرما رہے ہیں۔ [۱] آزاد ہو۔ [۲] عاقل ہو۔ [۳] بالغ ہو۔ [۴] مسلمان ہو [۵] نصاب کا مالک ہو۔ [۶] نصاب پر مکمل ملک ہو [۷] نصاب پر سال گزر چکا ہو۔۔ ہر ایک کی تفصیل اور دلائل یہ ہیں

[۱] آزاد ہو، اس لئے غلام اور مکاتب پر زکاۃ واجب نہیں ہے۔ کیونکہ یہ مال اس کے مولی کا ہے۔ غلام کا نہیں ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے (۱) **عن جابر قال قال رسول الله لیس فی مال المکاتب زکوة حتی یعتق** (دار قطنی ۱۰، باب لیس فی مال المکاتب زکوۃ حتی یعتق ج ثانی ص ۹۳ نمبر ۱۹۴۱ / سنن للبیھقی، باب من قال لیس فی مال العبد زکوۃ، ج رابع، ص ۱۸۲، نمبر ۷۳۴۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکاتب کے مال میں زکوۃ نہیں ہے۔ کیونکہ وہ آزاد نہیں ہے، (۲) دوسری بات یہ ہے کہ مال کا پورا مالک بننا ضروری ہے اور غلام کا مال نہیں ہے اس کے ہاتھ میں جو کچھ ہے وہ اس کے مولی کا مال ہے۔

[۲] دوسری شرط یہ ہے کہ عاقل ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بالغ ہو چکا ہے لیکن مجنون ہے اس پر زکوۃ نہیں ہے۔ بچے اور مجنون پر زکوۃ نہ ہونے کی دلیل ایک ہی ہے کہ دونوں کو عقل نہیں ہے اس لئے دونوں کے دلائل بچے پر زکوۃ واجب نہ ہونے کے تحت میں آرہے ہیں۔

[۳] تیسری شرط بالغ ہونا ہے۔ چنانچہ بچے کے مال میں زکوۃ واجب نہیں ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے (۱)۔ **عن علی عن النبی**

مکلّف مالک لنصاب من نقد

ﷺ قال رفع القلم عن ثلثة عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یحتلم وعن المجنون حتی یعقل . (ابو داؤد شریف ، باب فی المجنون یسرق او یصیب حداج ثانی ص ۲۵۶ کتاب الحدود ،نمبر ۴۴۰۳/ابن ماجہ شریف ، باب طلاق المعتوہ والصغیر والنائم ، کتاب الطلاق ص ۲۹۲،نمبر ۲۰۴۲)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچے ،اور مجنون کے اوپر کوئی ذمہ داری نہیں ہے تو زکوۃ بھی اس کے مال میں واجب نہیں ہوگی ۔(۲) اثر میں ہے۔عن ابن عباس قال : لا یجب علی مال الصغیر زکاۃ حتی تجب علیه الصلاۃ ۔(دارقطنی ، باب استقراض الوصی من مال الیتیم ، ج ثانی ، ص ۹۷ ،نمبر ۱۹۶۲)اس اثر سے معلوم ہوا کہ بچے کے مال پر زکاۃ نہیں ہے ۔(۳) اثر میں ہے۔عن ابراھیم قال لیس فی مال الیتیم زکوۃ حتی یحتلم. (مصنف ابن ابی شیبۃ ۴۳، من قال لیس فی مال الیتیم زکوۃ حتی یبلغ ج ثانی ،ص ۳۷۹ ،نمبر ۱۰۱۲۶)اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ بچے کے مال میں زکوۃ واجب نہیں ہے ۔(۴) عن ابن مسعودؓ أنه کان یقول أحص ما یجب فی مال الیتیم من الزکوۃ ، فاذا بلغ و أؤنس منه رشدا فادفعه الیه ، فان شاء زکاہ و ان شاء ترکه (مصنف ابن ابی شیبۃ ۴۳، من قال لیس فی مال الیتیم زکوۃ حتی یبلغ ج ثانی ،ص ۳۷۹ ،نمبر ۱۰۱۲۵ /)اس اثر میں ہے کہ یتیم چاہے تو بالغ ہونے کے بعد بچپنے کی زکوۃ ادا کرے اور چاہے تو ادا نہ کرے ،جس سے معلوم ہوا کہ بچے کے مال میں زکوۃ واجب نہیں ہے ۔

[۴] چوتھی شرط مسلمان ہونا ہے ۔(۱) زکوۃ عبادت مالیہ ہے اور فرض ہے ،اور فرض مسلمان پر ہی ہوتا ہے ،ورنہ کافر سے جو کچھ لیا جاتا ہے وہ عبادت کے طور پر نہیں بلکہ ٹیکس کے طور پر ،اس میں کافر کو آخرت میں کوئی ثواب نہیں ہے ، کیونکہ اس پر تو اسکو یقین ہی نہیں ہے۔ (۲) اس آیت میں زکوۃ دینے کے لئے مسلمان کی شرط ہے۔ الذین یقیمون الصلوۃ و یؤتون الزکوۃ و ھم بالآخرۃ ھم یوقنون ۔(آیت ۳ ،سورۃ النمل ۲۷) اس آیت میں ہے کہ وہ آخرت پر یقین رکھتا ہو یعنی مسلمان ہو تب زکوۃ فرض ہو گی (۳) و المؤمنون و المؤمنات بعضھم أولیاء بعض یأمرون بالمعروف و ینھون عن المنکرو یقیمون الصلوۃ و یؤتون الزکوۃ و یطیعون اللہ ورسوله أولئک سیرحمھم اللہ ان اللہ عزیز حکیم (آیت ۷۱ سورۃ توبہ ۹) اس آیت میں بھی زکوۃ دینے کے لئے مسلمان ہونے کی شرط ہے۔

[۵] پانچویں شرط ہے کہ نصاب کا مکمل مالک ہو ۔(۱) کیونکہ تھوڑے سے مال کا مالک ہوگا اور اس میں زکوۃ دے گا تو آج زکوۃ دے گا اور کل لوگوں سے زکوۃ مانگے گا ۔اس لئے شرط لگائی کہ نصاب کا مالک ہو۔اور نصاب یہ ہے کہ سال بھر کھا پی کر دو سو درہم بچے ، یا بیس مثقال سونا بچے تو اس میں چالیسواں حصہ زکوۃ ہے یعنی چالیس درہم میں ایک درہم لازم ہوگا ۔اور اونٹ ، گائے ، بکری اور کاشتکاروں کا نصاب الگ الگ ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے ۔(۲) دلیل اس حدیث میں ہے۔سمعت ابا سعید الخدری قال: قال رسول اللہ ﷺ لیس فیما دون خمس ذود صدقۃ من الابل، ولیس فیمادون خمس اواق صدقۃ،ولیس

(۱۱۵۲) ولو تبرا او حليا او آنية او ما يساوى قيمته من عروض تجارة

فيما دون خمسة اوسق صدقة (بخاری شریف، باب زکوۃ الورق ص ۱۹۴ کتاب الزکوۃ نمبر ۱۴۴۷/ مسلم شریف، باب لیس فیما دون خمسة أوسق صدقة، ص ۳۹۳، نمبر ۹۷۹/۲۲۶۳/ ابوداؤد شریف، باب ما تجب فیہ الزکوۃ ص ۲۲۴ نمبر ۱۵۵۸) ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے تو پانچ اوقیہ دوسو درہم ہوئے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسو درہم سے کم میں زکوۃ واجب ہے ہی نہیں۔ اسی طرح پانچ اونٹ سے کم میں زکوۃ واجب نہیں ہے۔ اس حدیث میں بہت سی چیزوں کا نصاب بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اس نصاب سے کم کا مالک ہو تو اس پر زکوۃ فرض ہی نہیں۔ اور اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ پانچ وسق سے کم غلہ پیدا ہو تو زکوۃ یعنی عشر نہیں ہے۔ البتہ دوسری حدیث کی وجہ سے حنفیہ کا اس بارے میں اختلاف ہے جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

[۶]۔ ملک تام کی قید اس لئے لگائی کہ مکاتب چیز کا مالک ہوتا ہے لیکن اس کی ملکیت اس پر تام نہیں ہے اس لئے اس پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔ حدیث یہ ہے۔ عن جابر قال قال رسول الله ليس فى مال المكاتب زكوة حتى يعتق (دار قطنی ۱۰، باب ليس فى مال المكاتب زكوة حتى يعتق ج ثانی ص ۹۳ نمبر ۱۹۴۱/ سنن للبیھقی، باب من قال ليس فى مال العبد زكوة، ج رابع ص ۱۸۲، نمبر ۷۳۴۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکاتب کے مال میں زکوۃ نہیں ہے۔ کیونکہ وہ مال کا پورا مالک نہیں ہے، آج ہی غلامیت کی طرف لوٹ جائے گا تو اس مال کا مالک اس کا مولی ہو جائے گا۔

[۷] ساتویں شرط یہ ہے کہ اس مال پر سال گزرے۔ (۱) اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن علی عن النبی ﷺ ببعض اول الحديث قال فاذا كانت لک مائتا درهم و حال عليه الحول ففيها خمسة دراهم وليس عليک شیء يعنى فى الذهب حتى يكون لک عشرون دينارا فاذا كانت لک عشرون دينارا و حال عليه الحول ففيها نصف دينار فما زاد فبحساب ذلک (ابوداؤد شریف، باب فی زکوۃ السائمة ص ۲۲۸ نمبر ۱۵۷۳، نمبر ۱۵۷۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نصاب پر سال گزر جائے تب زکوۃ واجب ہوگی، اس سے پہلے نہیں، لیکن کوئی ادا کردے تو ادا ہو جائے گی۔ [۲] عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ لا زكوة فى مال امرئ حتى يحول عليه الحول (دار قطنی، باب وجوب الزکوۃ بالحول ج ثانی ص ۷۶ نمبر ۱۸۷۰) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ زکوۃ مال نصاب پر سال گزرنے کے بعد واجب ہوتی ہے۔ یہ اجمالی دلائل ہوئے جو ھدایہ میں ذکر ہوئے ہیں۔ معلومات کے لئے یہاں بھی ذکر کرتے ہیں۔

ترجمه : (۱۱۵۲) چاہے سونا چاندی ہو، چاہے زیور، برتن یا تجارت کے سامان کی کوئی ایسی چیز ہو جو (نصاب کی) قیمت کے برابر ہو۔

تشریح : سونا اور چاندی جس شکل میں بھی ہو، چاہے سونے اور چاندی کی ڈلی ہو، چاہے روپے کی شکل میں ہو، یا زیور ہو، یا برتن ہو، نصاب پورا ہونے سے اس پر زکوۃ واجب ہے۔ اور تجارت کے سامان کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی، یا ساڑھے سات

(۱۱۵۳) فارغ عن الدَّين وعن حاجته الاصليّة نامٍ

تولہ سونے کے برابر ہوتو اس پر زکوۃ واجب ہے، مثلا تاجر کے پاس بیچنے کے لئے کتابیں ہیں، تو ان کتابوں کی قیمت نصاب کے برابر ہو اور سال گزر جائے تو ان پر زکوۃ ہے۔ لیکن آلات کسب پر زکوۃ واجب نہیں ہے، مثلا درزی کے پاس دس ہزار پونڈ کی سلائی مشین ہے تو اس سلائی مشین کی قیمت پر زکوۃ واجب نہیں، اس سلائی میں جو آمدنی ہوگی وہ سال بھر کھا پی کر بچ جائے اور نصاب کو پہنچ جائے تو اس پر زکوۃ ہے۔

وجه : (۱) تجارت کے لئے ہو تب زکوۃ واجب ہوگی اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن سمرة بن جندب قال اما بعد فان رسول الله ﷺ كان يأمرنا ان نخرج الصدقة من الذى نعد للبيع۔ (ابوداؤد شریف، باب العروض اذا كانت للتجارة هل فيها زكوة، ص ۲۳۰، نمبر ۱۵۶۲) اس حدیث میں ہے کہ تجارت کے لئے ہو تب زکوۃ واجب ہوگی۔ (۲) اور زیور ہو تو زکوۃ واجب ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان امراة اتت رسول الله ﷺ و معها ابنة لها و فى يد ابنتها مسكتان غليظتان من ذهب فقال لها اتعطين زكاة هذا؟ قالت لا قال أيسرك ان يسورك الله بهما يوم القيامة سوارين من نار؟ قال فخلعتهما الى النبى ﷺ و قالت هما لله و لرسوله۔ (ابوداؤد شریف، باب الكنز ما هو؟ وزكوة الحلى، ص ۲۳۰، نمبر ۱۵۶۳) اس حدیث میں ہے کہ زیور میں زکوۃ ہے۔

ترجمه : (۱۱۵۳)، (یہ نصاب) قرض اور حاجت اصلیہ سے فارغ ہو۔

تشریح : یہ نصاب قرض سے بھی فارغ ہو، اور سال بھر تک کھانے پینے سے بھی بچا ہوا ہو تب زکوۃ واجب ہوگی، مثلا آدمی کے پاس دس ہزار پونڈ ہے لیکن اس پر چار ہزار پونڈ قرض ہے تو اس کو منہا کر کے صرف چھ ہزار پر زکوۃ واجب ہوگی۔ آج کل پچیس سال تک قرض بینک سے لیتے ہیں، اور اس کو قسط وار ادا کرتے ہیں، اس لئے علماء نے فرمایا کہ ایک سال میں جتنا قرض دینا ہے اس سال کی آمدنی سے اتنا کم کیا جائے گا، مثلا اس کے پاس دو ہزار پونڈ بچا ہوا ہے اور اس سال بینک کو پانچ سو پونڈ دینا ہے تو ڈیڑھ ہزار پونڈ پر زکوۃ واجب ہوگی، کیونکہ اس سال کا قرض اتنا ہی ادا کرنا ہے۔

وجه: (۱) قول صحابی میں ہے۔ سمعت عثمان يخطب و هو يقول : ان هذا شهر زكوتكم، فمن كان عليه دين فليؤده، ثم ليؤد زكاة ما فضل۔ (مصنف عبد الرزاق، باب لا زكاة الا فى فضل، ج رابع، ص ۴۷، نمبر ۷۱۱۶ / موطا امام مالک، الزكوة فى الدين، ص ۲۸۴ / سنن للبيهقى، باب الدين مع الصدقة ج رابع، ص ۲۴۹، نمبر ۷۶۰۶) اس اثر سے معلوم ہوا کہ قرض ادا کر کے جو باقی بچے اگر وہ نصاب تک پہنچے اور اس پر سال گزر جائے تو اس باقی ماندہ مال میں زکوۃ ہے ورنہ نہیں (۲) قول صحابی میں ہے۔ عن ابن عباس و ابن عمر فى الرجل يستقرض فينفق على ثمرته و على اهله قال قال ابن عمر يبدأ بما استقرض فيقضيه و يزكى ما بقى، قال: و قال ابن عباس يقضى ما انفق على الثمرة ثم يزكى ما بقى (سنن

(۱۱۵۴) ولو تقديرا.

للبیھقی ، باب الدین مع الصدقة ج رابع ص ۲۴۹،نمبر ۷۶۰۸، کتاب الزکوة) اس اثر سے معلوم ہوا کہ پہلے قرض ادا کرے گا پھر جو بچے گا اگر وہ نصاب تک پہنچ جائے تو اس میں زکوة واجب ہوگی۔اور اگر وہ نصاب تک نہ پہنچ سکا مثلا قرض ادا کرنے کے بعد ایک سو نوے درہم ہی رہتا ہے اور ایک سو نوے درہم نصاب سے کم ہے اس لئے اس پر زکوة فرض نہیں ہوگی۔(۳) حاجت اصلیہ سے فارغ ہو اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ سمع ابا هريرة عن النبی ﷺ قال خير الصدقة ما كان عن ظهر غنى وابدأ بمن تعول (بخاری شریف، باب لاصدقة الا عن ظہر غنی ،ص۱۹۲،نمبر ۱۴۲۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ضرورت سے زیادہ ہونے کے بعد زکوة واجب ہوگی۔(۴)عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال ليس على المسلم صدقة فی عبده ولا فی فرسه (بخاری شریف،باب لیس علی المسلم فی عبدہ صدقة ،ص ۲۳۷،نمبر ۱۴۶۴/مسلم شریف ، باب لا زکوة علی المسلم فی عبدہ وفرسہ،ص ۳۱۶نمبر ۲۲۷۳/۹۸۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خدمت کے غلام اور سواری کے گھوڑے میں زکوة نہیں ہے۔اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ چیزیں لوگوں کی ضرورت کی چیزیں ہیں۔انہیں پر اوپر کی تمام ضروریات کی چیزوں کو قیاس کرلیں (۵) حدیث میں ہے عن على قال زهيرا حسبه عن النبی ﷺ ... وفی البقر فی كل ثلاثين تبيع والاربعين مسنّة وليس على العوامل شیء (ابو داؤد شریف، باب فی زکوة السائمة ص ۲۲۸ نمبر ۱۵۷۲) اس حدیث میں ہے کہ جو جانور کھیتی کے کام آتا ہو اس میں زکوة واجب نہیں ہے(۶)عن عمر و ابن شعيب عن ابيه عن جده عن النبی ﷺ قال ليس فی الابل العوامل صدقة (دار قطنی ، باب لیس فی العوامل صدقة ، ج ثانی ،ص ۸۸،نمبر ۱۹۲۱) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ وہ جانور جو روزمرہ کے کام آتے ہیں اور ضرورت کی چیز ہیں مثلا ہل جوتنا اور سواری کرنا اس میں زکوة واجب نہیں ہے۔

اصول: حاجت اصلیہ کی چیزوں میں زکوة واجب نہیں ہے۔

ترجمه : (۱۱۵۴)، نامی ہو اگر چہ تقدیراً۔

تشریح : نامی کا مطلب یہ ہے کہ وہ مال بڑھنے والا ہو۔ بڑھنے کی تین شکلیں ہیں [۱] اونٹ وغیرہ چر کر بڑھنے والا ہے۔[۲] تجارت کا مال تجارت کی وجہ سے بڑھنے والا ہے۔[۳] اور سونا چاندی تجارت میں لگائے تو بڑھے گا [۴] اور برتن یا زیور کی شکل میں ہو یا درہم اور دنانیر گھر میں رکھا ہو تب بھی اس کو بڑھنے والا مان لیا گیا ہے، اس لئے یہ تقدیری طور پر بڑھنے والا ہے، اس لئے تقدیری طور پر بڑھنے والا ہو تب بھی اس پر زکوة واجب ہے، لیکن اگر تقدیری طور پر بھی بڑھنے والا نہ ہو تو اس پر زکوة واجب نہیں ہے، مثلا جو جانور گھر پر کھا کر بڑا ہو رہا ہے وہ تقدیری طور پر بھی بڑھنے والا نہیں ہے کیونکہ گھر کا کھا کر بڑھ رہا ہے اس لئے اس میں زکوة نہیں ہے

وجه : عن بهز بن حكيم عن ابيه عن جده ان رسول الله ﷺ قال فی كل سائمة ابل فی اربعين بنت لبون ۔(ابو داؤد شریف، باب فی زکوة السائمة ص ۲۳۳،نمبر ۱۵۷۵) اس حدیث میں سائمة [چرنے والا] سے پتہ چلتا ہے کہ مال نامی ہو

(۱۱۵۵) وشرط وجوب ادائها حولان الحول علی النصاب الاصلیّ(۱۱۵٦) واما المستفاد فی اثناء الحول فیضمّ الی مجانسه ویزکّی بتمام الحول الاصلیّ سواء استفید بتجارة او میراث او

تب زکوۃ واجب ہوگی۔

لغت : حاجۃ اصلیۃ: آدمی کی زندگی گزارنے کے لئے جوضروری چیزیں ہیں انکو حاجت اصلیہ کہتے ہیں۔ نام: نمو سے مشتق ہے، بڑھنے والی چیز۔

ترجمہ :(۱۱۵۵) اورزکوۃ کی ادائیگی کے وجوب کے لئے اصلی نصاب پر سال گذرنا شرط ہے۔

تشریح : ایک نصاب ہے اصلی، اوردوسرا نصاب ہوتا ہے مستفاد۔[۱] نصاب اصلی۔ مثلا زید کے پاس پہلے دوسو درہم سے کم تھا ،شوال میں دوسو درہم ہوا، تو یہ نصاب اصلی ہے اس پر سال گزرے تو اگلے سال شوال میں زکوۃ واجب ہوگی[۲] آگے محرم میں ایک سو درہم اور کمایا تو اس کو مال مستفاد، کہتے ہیں، اس مال مستفاد پر سال گزرنا ضروری نہیں ہے، شوال میں اصلی نصاب کے ساتھ اس کی زکوۃ بھی واجب ہوگی۔

وجہ :(۱) سال گزرنے کی دلیل یہ حدیث ہے ۔عن علی عن النبی ﷺ ببعض اول الحدیث قال فاذا کانت لک مائتا درھم و حال علیہ الحول ففیھا خمسة دراھم ولیس علیک شیء یعنی فی الذھب حتی یکون لک عشرون دینارا فاذا کانت لک عشرون دینارا و حال علیہ الحول ففیھا نصف دینار فما زاد فبحساب ذلک (ابوداؤد شریف، باب فی زکوۃ السائمۃ ،ص۲۳۳،نمبر۱۵۷۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نصاب پر سال گزر جائے تب زکوۃ واجب ہوگی۔[۲] عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ لا زکو ۃ فی مال امرئ حتی یحول علیہ الحول (دار قطنی، باب وجوب الزکوۃ بالحول، ج ثانی ،ص ٧٦،نمبر ۱۸۷۰) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ زکوۃ مال نصاب پر سال گزرنے کے بعد واجب ہوتی ہے۔

ترجمہ : (۱۱۵٦) اور جو مال سال کے درمیان میں حاصل ہوا ہو اسے اس کے ہم جنس (نصاب) میں ملا دیا جائے گا، اور اصلی سال کے ختم پر تمام مال کی زکوۃ دی جائے گی، چاہے وہ مال تجارت، یا میراث، یا کسی اور صورت سے حاصل ہوا ہو۔

تشریح : مثلا دوسو درہم شوال سے اس کے پاس تھا، محرم میں ایک سو درہم تجارت سے یا وراثت سے یا کسی صورت سے آیا تو اصل نصاب کے ساتھ شوال میں اس ایک سو درہم کی بھی زکوۃ واجب ہوگی۔ یا مثلا شوال میں بیس اونٹ تھے، اور محرم میں دس اونٹ اور ہوئے، اونٹنی کا بچہ ہوا یا تجارت سے آیا یا وراثت میں ملا تو شوال میں ان دس اونٹوں کی بھی زکوۃ واجب ہوگی، حاصل یہ ہے کہ مال مستفاد کسی بھی طرح سے آئے اس کی جنس کے ساتھ ملا کر اصل نصاب پر سال گزرتے ہی سب کی زکوۃ واجب ہوگی۔

وجہ: (۱) قول تابعی میں ہے ۔عن الزھری انه کان یقول اذا استفاد الرجل ما لا فاراد ان ینفقه قبل مجیء

غيره(١١٥٧) ولو عجّل ذو نصاب لسنين صحّ. (١١٥٨) وشرط صحة ادائها نيّة مقارنة لادائها

شهر زكوته فليزكه ثم لينفقه وان كان لايريد ان ينفق فليزكه مع ماله ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ۴۹ من قال یزکیہ اذا استفادہ، ج ثانی، ص ۳۸۷، نمبر ۱۰۲۲۷/ مصنف عبد الرزاق، باب وجوب الصدقۃ فی الحول، ج رابع، ص ۳۲، نمبر ۶۸۷۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ مال مستفاد میں مال نصاب کے ساتھ زکوۃ واجب ہے۔(۲) دوسری حدیث بھی موجود ہے کہ مال مستفاد پر جب تک سال نہ گزرے زکوۃ واجب نہیں ہوگی، حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ من استفاد مالا فلا زكوة عليه حتى يحول عليه الحول** (ترمذی شریف، باب ماجاء لا زکوۃ علی المال المستفاد حتی حال علیہ الحول ص ۱۳۷ نمبر ۶۳۱/ دار قطنی ۱، باب وجوب الزکوۃ بالحول ج ثانی ص ۷۷ نمبر ۱۸۷۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب تک خود مال مستفاد پر سال نہ گزر جائے اس پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔

لغت: اثناء: درمیان۔ جنس: ایک ہی نسل کی چیز۔ یزکی: زکوۃ دے گا۔

ترجمه : (۱۱۵۷) اگر صاحب نصاب چند سالوں کی زکوۃ پہلے ہی سے دینا چاہے تو جائز ہے۔

تشریح : ایک آدمی نصاب کا مالک ہے اور ایک سال گزرا ہے اور تین سالوں کا دینا چاہتا ہے تو جائز ہے۔ یا اس نصاب پر سال نہیں گزرا ہے اور وہ ابھی زکوۃ ادا کر دینا چاہتا ہے تو جائز ہے۔

وجه : (۱) مال نصاب اصل سبب ہے اور وہ پایا گیا تو گویا کہ سبب پایا گیا اس لئے زکوۃ کی ادائیگی ہو جائیگی (۲) حدیث میں ہے۔ **عن علی ان العباس سأل النبی ﷺ فی تعجيل الصدقة قبل ان تحل فرخص له فی ذلک قال مرة فاذن له فی ذالک** . (ابوداؤد شریف، باب فی تعجیل الزکوۃ، ص ۲۴۱، نمبر ۱۶۲۴/ ترمذی شریف، باب ماجاء فی تعجیل الزکوۃ ص ۱۴۳، نمبر ۶۷۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سال گزرنے سے پہلے زکوۃ ادا کر سکتا ہے کیونکہ حضرت عباس ؓ کو اس کی اجازت دی تھی۔

ترجمه : (۱۱۵۸) اور نیت زکوۃ کی ادائیگی کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے۔ اور یہ نیت۔ متصل ہونی چاہئے فقیر کو دیتے وقت، یا وکیل کو دیتے وقت، یا واجب مقدار کی علاحدگی کے وقت۔

تشریح : زکوۃ ادا ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ ادا کرتے وقت زکوۃ دینے کی نیت ہو، اب نیت کرنے کی چار صورتیں ہیں [۱] فقیر کو دیتے وقت نیت ہو۔ [۲] یا اپنے وکیل کو رقم حوالہ کرتے وقت نیت ہو۔ [۳] جس وقت زکوۃ کا مال اپنے مال سے الگ کر رہا تھا اس وقت نیت ہو۔ [۴] یا ان تینوں وقتوں میں نیت نہ کر سکا اور مال دے دیا تو جب تک یہ مال فقیر کے ہاتھ میں ہے ابھی اس کو خرچ نہیں کیا ہے اس وقت تک زکوۃ کی نیت کر لے تب بھی اس نیت کا اعتبار ہوگا، اور زکوۃ کی ادائیگی ہو جائے گی۔

وجه: (۱) پہلے گزر چکا ہے کہ عبادت اصلیہ اس وقت ادا ہوگی جب عبادت کی نیت کی ہو۔ اور زکوۃ عبادت ہے اس لئے اس کی ادائیگی کے وقت بھی نیت ہونی چاہئے (۲) حدیث میں ہے۔ **سمعت عمر بن الخطاب ؓ على المنبر قال : سمعت**

للفقير او وكيله او لعزل ما وجب (١١٥٩) ولو مقارنة حكميّة كما لو دفع بلا نية ثم نوى والمال قائم بيد الفقير.(١١٦٠) ولا يشترط علم الفقير انها زكوة على الاصح حتى لو اعطاه شيئا وسمّاه هبة او قرضا ونوى به الزكوة صحّت(١١٦١) ولو تصدّق بجميع ماله ولم ينو الزكوة سقط عنه

رسول الله ﷺ يقول انما الاعمال بالنيات الخ (بخاری شریف، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ، ص ٢ ،نمبر ١) اس حدیث کی وجہ سے تمام عبادات اصلیہ کی ادائیگی کے لئے عبادت کے ساتھ ہی نیت کرنا ضروری ہے۔(٣) ان چاروں موقعوں پر اس لئے نیت کافی ہے کہ یہ اوقات زکوۃ ادا کرنے کا وقت ہیں۔

لغت:۔مقارنۃ : کا معنی ہے ملی ہوئی۔عزل: الگ کرنا۔

ترجمہ : (١١٥٩) اگر چہ حکمی طور پر نیت متصل ہو، جیسے کہ بغیر نیت کے دے دیا پھر نیت کی اس حال میں کہ مال فقیر کے ہاتھ میں قائم ہے۔

تشریح : حکمی طور پر نیت زکوۃ ادا کرنے کے متصل ہو اس کی صورت یہ ہے کہ فقیر کے ہاتھ میں مال دیتے وقت کوئی نیت نہیں تھی ، یا مثلا قرض کی نیت تھی، اور ابھی فقیر کے پاس وہ مال موجود ہے اور زکوۃ کی نیت کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔اس صورت میں گویا کہ فقیر خود صاحب زکوۃ کی جانب سے قبضہ کرنے کا وکیل بن گیا۔دوسری صورت یہ ہے کہ مثلا زید نے خالد فقیر کو قرض کے طور پر دوسو پونڈ دئے ،اب وہ ادا نہیں کر پا رہا ہے، تو ایسا کرے کہ خالد کو کہے کہ وہ کہیں سے دوسو پونڈ کا انتظام کرے اور زید کو دے دے، پھر اب زکوۃ کی نیت سے خالد کو دوسو درہم دے تو اب زید کی زکوۃ ادا ہو جائے گی، کیونکہ اب دوسو درہم دیتے وقت زکوۃ کی نیت ہے۔

ترجمہ : (١١٦٠) اصح قول کے مطابق فقیر کو یہ جاننا کہ یہ زکوۃ کی رقم ہے شرط نہیں، یہاں تک کہ اگر (فقیر) کو کوئی چیز دی ہدیہ یا قرض کے نام سے اور اس سے زکوۃ کی نیت کر لی تو صحیح ہے۔

تشریح : بعض مرتبہ رشتہ دار زکوۃ کے نام سے مال نہیں لینا چاہتے ہیں تاکہ بعد میں زکوۃ کھانے کا طعنہ نہ سننا پڑے، حالانکہ وہ فقیر اور مسکین ہوتے ہیں اس لئے ان کو ہدیہ یا قرض کے نام سے دے دے، اور دل میں زکوۃ کی نیت کر لے تو زکوۃ کی ادائیگی ہو جائے گی، کیونکہ اس کو یہ بتانا کہ یہ زکوۃ کا مال ہے ضروری نہیں ہے۔

ترجمہ : (١١٦١) اگر کسی نے اپنا تمام مال صدقہ کر دیا اور زکوۃ کی نیت نہ کی تو زکوۃ کی فرضیت ساقط ہو جائے گی۔

تشریح: تمام مال کو صدقہ کی نیت سے دیدیا لیکن اس میں زکوۃ کی نیت نہیں کی تو جتنا مال زکوۃ میں دینا تھا اس کی ادائیگی ہوگئی اور فرض ساقط ہو گیا۔قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ زکوۃ کی نیت نہیں کی ہے اس لئے زکوۃ ادا نہیں ہونی چاہئے لیکن تمام مال صدقہ کرنے کی وجہ سے اسکے تحت میں زکوۃ بھی ادا ہو جائے گی۔

فرضها.(١١٦٢) وزكوة الدَّين على اقسام فانه قويٌّ ووسطٌ وضعيفٌ(١١٦٣) فالقويُّ وهو بدل القرض ومال التجارة اذا قبضه وكان على مقرّ ولو مُفلّسا او على جاحد عليه بنية زكّاه لما مضٰى.

وجه: تمام مال کے صدقۂ نافلہ میں فرض داخل ہو گیا اس لئے الگ سے نیت کرنے کی ضرورت نہیں رہی زکوۃ کی ادائیگی ہو جائے گی

ترجمه : (۱۱۶۲) قرض کی زکوۃ کی چند قسمیں ہیں، قوی، متوسط، ضعیف۔

تشريح : کسی کو پونڈ قرض دیا اب اس پر قبضے کی تین صورتیں ہیں [۱] اگر قبضہ مضبوط ہے تو ابھی زکوۃ واجب ہوگی۔[۲] اگر قبضہ متوسط ہے تو نصاب کے برابر [دوسو درہم] قبضہ کرے گا تب زکوۃ واجب ہوگی۔ اور قبضہ سے پہلے ایک سال کا اعتبار ہوگا [۳] اور اگر قبضہ ضعیف ہے تو نصاب کے برابر قبضہ کرنے کے بعد اس پر سال گزرے گا تب زکوۃ واجب ہوگی۔

وجه : (۱) اس قول صحابی میں اس کا ثبوت ہے۔ عن ابن عمر قال زكوا ما كان فى ايدكم و ما كان من دين فى ثقة فهو بمنزلة ما فى ايديكم ، و ما كان من دين ظنون فلا زكوة فيه حتى يقبضه ۔ (سنن بیہقی، باب زكاة الدين اذا كان علی معسر أو جاحد، ج رابع، ص ۲۵۲، نمبر ۷۶۲۴ / مصنف ابن ابی شیبۃ، باب وما كان لا يستقر يعطيه اليوم ويأ خذ الى يومين فليزكه، ج ثانی، ص ۳۸۹، نمبر ۱۰۲۵۱) اس اثر میں ہے کہ جو مال قابل اعتماد کے پاس ہو اسکی زکوۃ دو، اور جو مال ظنون یعنی جسکے پاس سے قرض وصول ہونے میں پورا شک ہو اس قرض کے وصول ہونے کے بعد زکوۃ شروع ہوگی۔ (۲) أن عمر بن عبد العزيزؒ كتب فى مال قبضه بعض الولاة ظلما يأمر برده الى أهله و تؤخذ زكاته لما مضى من السنين ثم اعقب بعد ذالک بكتاب أن لا تؤخذ منه الا زكاة واحدة فانه كان ضمارا ثم قال أبو عبيد : يعنى الغائب الذى لا يرجى . (سنن بیہقی، باب زكاة الدين اذا كان علی معسر أو جاحد، ج رابع، ص ۲۵۳، نمبر ۷۶۲۶) اس قول تابعی میں ہے کہ حضرت عمر ابن عبد العزیز صرف اس سال کی زکوۃ لیتے تھے جس سال ظلم سے لیا ہوا مال واپس آیا ہو، پچھلے سالوں کا نہیں۔ کیونکہ یہ مال ضمار کی طرح ہے ۔(۳) حضرت علیؓ کے قول میں ہے۔ قال ابو عبيد فى حديث عليؓ فى الرجل يكون له الدين الظنون قال يزكيه لما مضى اذا قبضه ان كان صادقا ۔ (سنن بیہقی، باب زكاة الدين اذا كان علی معسر أو جاحد، ج رابع، ص ۲۵۲، نمبر ۷۶۲۳ / مصنف ابن ابی شیبۃ، باب وما كان لا يستقر يعطيه اليوم ويأ خذ الى يومين فليزكه، ج ثانی، ص ۳۹۰، نمبر ۱۰۲۵۶) اس اثر میں ہے کہ شک والے قرض کا آدمی سچا ہو تو پچھلے سالوں کی زکوۃ ادا کرو، اور سچا نہ ہو تو ادا نہ کرو۔

اصول: جو مال مال ضمار کی طرح ہو اس میں پچھلے سالوں کی زکوۃ نہیں ہے۔ مال ہاتھ آنے کے بعد زکوۃ شروع ہوگی۔

ترجمه : (۱۱۶۳) قوی وہ قرض کا بدلہ ہے، اور مال تجارت کا بدلہ ہے جب اس پر قبضہ کر لے۔ اور قرض کے اقرار کرنے والے پر ہو چاہے مفلس ہو، یا انکار کرنے والے پر ہو اور اس پر گواہ ہو تو گزرے ہوئے کی زکوۃ واجب ہوگی۔

تشريح قوی قرض کی دو صورتیں ہیں [۱] قرض کا اقرار کرتا ہو تو چاہے وہ مفلس ہو جب اس پر قبضہ ہو جائے تو پچھلے سالوں کی

(۱۱۶۴) ويتراخى وجوب الاداء الى ان يقبض اربعين درهما ففيها درهم لان ما دون الخمس من النصاب عفو لا زكوة فيه وكذا فيما زاد بحسابه .(۱۱۶۵) والوسط وهو بدل ما ليس للتجارة

بھی زکوۃ واجب ہوگی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ قرض کا انکار کرتا ہو لیکن قرض دینے والے کے پاس گواہ موجود ہو تو گویا کہ وہ قرض مضبوط ہے اس لئے چالیس درہم پر قبضہ ہونے پر پچھلے سالوں کی زکوۃ واجب ہوگی۔ مثلا ۲۰۰۹ء میں پانچ سو درہم قرض دیا، اس نے ۲۰۱۱ء میں واپس کیا تو قرض دینے والے پر دو ہزار نو سے ہی زکوۃ واجب ہوگی، البتہ قرض واپس ملنے کے بعد زکوۃ ادا کرنا واجب ہوگا

وجہ : (۱) چونکہ مقروض اقرار کرتا ہے، یا انکار کرتا ہے لیکن قارض کے پاس گواہ موجود ہے تو گویا کہ یہ رقم قارض کے پاس ہی موجود ہے، کیونکہ جب چاہے مقروض سے رقم واپس لے سکتا ہے۔ اور قارض کے پاس رقم موجود ہو تو اس پر نصاب پورے ہونے کے وقت سے زکوۃ ہوتی ہے، اسی طرح اس قرض پر بھی زکوۃ واجب ہوگی۔ (۲) اس قول صحابی میں اس کا ثبوت ہے. **عن ابن عمر قال زكوا ما كان في ايدكم و ما كان من دين في ثقة فهو بمنزلة ما في ايديكم ، و ما كان من دين ظنون فلا زكوة فيه حتى يقبضه** ۔(سنن بیہقی، باب زکاۃ الدین اذا کان علی معسر أو جاحد، ج رابع، ص ۲۵۲، نمبر ۷۶۲۴ رمصنف ابن ابی شیبۃ، باب وما کان لا یستقر یعطیہ الیوم ویأ خذ الی یومین فلیز کہ، ج ثانی، ص ۳۸۹، نمبر ۱۰۲۵۱) اس اثر میں ہے کہ جو مال قابل اعتماد کے پاس ہو اسکی زکوۃ دو، اور جو مال ظنون یعنی جسکے پاس سے قرض وصول ہونے میں پورا شک ہو اس قرض کے وصول ہونے کے بعد زکوۃ شروع ہوگی

ترجمہ : (۱۱۶۴) اور آدائیگی مؤخر ہوگی چالیس درہم قبضہ کرنے تک۔ پس چالیس درہم میں ایک درہم ہے، اس لئے کہ نصاب کے پانچویں حصے سے کم معاف ہے، اس میں زکوۃ نہیں ہے، اور ایسے ہی اس سے زیادہ میں اس کے حساب سے۔

تشریح : اس قوی قرض پر چالیس درہم قبضہ ہو جائے تو اس میں ایک درہم واجب ہوگی۔ اس لئے کہ اس سے کم ہو تو اس پر زکوۃ نہیں ہے، اور چالیس سے زیادہ ہو مثلا اسی درہم ہو تو اس پر دو درہم زکوۃ واجب ہے ۔

وجہ : خود قارض کے پاس چالیس درہم سے کم ہوتی تو زکاۃ واجب نہیں ہے اس لئے قرض ملنے کے بعد چالیس درہم سے کم ہے تو زکوۃ واجب نہیں ہوگی

ترجمہ : (۱۱۶۵) اور متوسط قرض، یہ ہے کہ مال تجارت کا بدلہ نہ ہو، جیسے استعمالی کپڑے کی قیمت، اور خدمت کے غلام کی قیمت، اور رہنے کے گھر کی قیمت، اس میں زکوۃ واجب نہیں ہوگی جب تک نصاب پر قبضہ نہ کرے۔

تشریح : جو چیز تجارت کی نہیں ہے اس پر زکوۃ نہیں ہے، ہاں بیچنے کے بعد اس کی قیمت تجارت کی بنے گی، اور بکنے کے بعد سے سال پورا ہوا ہو اور نصاب تک یعنی دو سو درہم تک پہنچا ہو تو اس پر بکنے کے دن سے زکوۃ واجب ہوگی، البتہ پورے نصاب پر قبضہ کے بعد زکوۃ واجب ہوگی۔

كثمن ثياب البذلة وعبد الخدمة ودار السكنٰى لا تجب الزكوة فيه ما لم يقبض نصابا(١١٦٦) ويعتبر لما مضٰى من الحول من وقت لزومه لذمّة المشترى فى صحيح الرواية .(١١٦٧) والضعيف وهو بدل ما ليس بمال كالمهر والوصيّة وبدل الخلع والصلح عن دم العمد والديّة وبدل الكتابة والسعاية لا تجب فيه الزكوة ما لم يقبض نصابا ويحول عليه الحول بعد القبض وهذا عند

لغت : ثیاب البذلۃ: بذل کا معنی ہے سخاوت کرنا، ثیاب البذلۃ: استعمال کے کپڑے۔ عبد الخدمۃ: خدمت کا غلام۔ دار السکنی: رہنے کا گھر، یہ سب تجارت کے لئے نہیں ہیں، لیکن بیچنے کے بعد تجارت کے ہو گئے، اور ان کی قیمت دین متوسط ہے۔

ترجمه : (١١٦٦) اور سال کا جو حصہ گزر گیا ہے اس کا اعتبار کیا جائے گا مشتری کے ذمے لازم ہونے کے وقت سے، صحیح روایت یہ ہے۔

تشریح : جس وقت مشتری نے استعمالی کپڑے وغیرہ کو خریدا ہے اس وقت سے سال شمار ہوگا صحیح روایت یہی ہے، کیونکہ اسی وقت سے یہ مال مال تجارت بن گیا ہے۔

ترجمه : (١١٦٧) ضعیف قرض اس چیز کا بدلہ ہے جو مال نہیں، جیسے مہر، وصیت، بدل خلع کی رقم قتل عمد کے بدلے صلح کی رقم، یا دیت، یا بدل کتابت، یا بدل سعایت کی رقم، ان تمام صورتوں میں زکوۃ واجب نہ ہوگی جب تک کہ ایک نصاب پر قبضہ نہ کر لے اور قبضہ کے بعد سال نہ گذر جائے، یہ امام صاحبؒ کا مسلک ہے۔

تشریح : یہاں سات قسم کی چیزیں ہیں جو کسی مال کے بدلے نہیں ہیں، جان کے بدلے میں ہیں، یا رقم کا وعدہ ہے اس لئے جب تک مالک کے ہاتھ میں نہ آجائے اس کا مال ہی نہیں ہے، اس لئے اس کے ہاتھ میں آجائے، اور اس وقت سے ایک سال گزرے، اور نصاب کی مقدار ہو تب زکوۃ واجب ہوگی۔

لغت : مہر: یہ عورت کے عضو خاص کا بدلہ ہے۔ وصیۃ: مرنے والا مثلا زید کے لئے مال کی وصیت کرے، یہ رقم کا وعدہ ہے۔ بدل الخلع: عورت نے شوہر سے خلع کیا اس کی وجہ سے جو مال آئے گا وہ بھی عضو خاص کا بدلہ ہے۔ الصلح عن دم العمد: جان کر قتل کیا اس لئے اس کی وجہ سے قصاصا قاتل کا قتل تھا، پھر وارثین نے کچھ رقم پر صلح کر لی اس کو صلح عن دم العمد، کہتے ہیں، یہ جان کے بدلے میں رقم ہے۔ الدیۃ: غلطی سے قتل کر دیا تو قاتل پر سو اونٹ لازم ہوگا، یہ دیت ہے، یہ جان کے بدلے میں مال ہے۔ بدل الکتابۃ: آقا نے غلام سے کہا کہ مثلا پانچ سو درہم ادا کر دو تو آزاد کر دوں گا، غلام جو مال کما کر آقا کو دے گا یہ بدل الکتابۃ، ہے، یہ جان کے بدلے میں مال ہے۔ بدل السعایۃ: دو آدمیوں نے غلام خریدا، اس میں سے ایک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا، اب غلام دوسرے آقا کے حصے کے مطابق کما کر ادا کرے، یہ بدل السعایۃ، ہے۔ ان مالوں کے مالک کا جب تک قبضہ نہ ہو جائے اور ان پر سال نہ گزر جائے اس پر

الامام(۱۱۶۸) واوجبا عن المقبوض من الديون الثلاثة بحسابه مطلقا.(۱۱۶۹) واذا قبض مال الضمار لا تجب زكوة السنين الماضية(۱۱۷۰) وهو كآبق ومفقود ومغصوب ليس عليه بيِّنة ومال

زکوۃ واجب نہیں ہے۔ یہ سب ضعیف قرض ہیں۔

ترجمہ : (۱۱۶۸) اور صاحبینؒ نے تینوں قرضوں میں مطلقاً اس کے حساب سے زکوۃ واجب کی ہے۔

تشریح : صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ قرض چاہے قوی ہو، یا اوسط ہو، یا ضعیف ہو، جتنا جتنا قبضہ ہوتا جائے گا اس کی زکوۃ واجب ہوتی جائے گی، چاہے چالیس درہم سے کم پر قبضہ ہو یا زیادہ پر، اور جس وقت سے مقروض کے ہاتھ میں مال گیا اسی وقت سے سال گزرنا کافی ہے، قارض کے ہاتھ میں مال آنے کے بعد ضعیف قرض میں سال گزرنا ضروری نہیں ہے۔

ترجمہ : (۱۱۶۹) اور مال ضمار پر جب قبضہ ہو جائے تو پچھلے سالوں کی زکوۃ واجب نہیں ہے۔

تشریح : ایسا مال جو قبضے سے باہر ہے، اور اس کا وصول کرنا بھی مشکل ہے، جب اس پر قبضہ ہو جائے تو پچھلے سالوں کی زکوۃ نہیں ہے، مال ہاتھ میں آنے کے بعد پورا سال گزرے، اور مکمل نصاب ہو تو زکوۃ واجب ہوگی۔

وجہ : (۱) جب مال ہاتھ میں نہیں ہے، اور اس کا وصول کرنا بھی ناممکن ہے تو اس میں بڑھوتری نہیں کر سکے جو زکوۃ کے لئے شرط ہے اس لئے اس میں پچھلے سالوں کی زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔ (۲) اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن ابن عمر قال زكوا ما كان في ايدكم و ما كان من دين في ثقة فهو بمنزلة ما في ايديكم ، و ما كان من دين ظنون فلا زكوة فيه حتى يقبضه** ۔ (سنن بیہقی، باب زکاۃ الدین اذا کان علی معسر أو جاحد، ج رابع، ص ۲۵۲، نمبر ۷۶۲۴ / مصنف ابن ابی شیبۃ، باب وما کان لا یستقر یعطیہ الیوم ویأ خذ الی یومین فلیز کہ، ج ثانی، ص ۳۸۹، نمبر ۱۰۲۵۱) اس اثر میں ہے کہ جو مال قابل اعتماد کے پاس ہو اس کی زکوۃ دو، اور جو مال ظنون یعنی جسکے پاس سے قرض وصول ہونے میں پورا شک ہو اس قرض کے وصول ہونے کے بعد زکوۃ شروع ہوگی ۔(۳) **أن عمر بن عبد العزيزؓ كتب في مال قبضه بعض الولاة ظلما يأمر برده الى أهله و تؤخذ زكاته لما مضى من السنين ثم اعقب بعد ذالك بكتاب أن لا تؤخذ منه الا زكاة واحدة فانه كان ضمارا ثم قال أبو عبيد : يعني الغائب الذي لا يرجى** . (سنن بیہقی، باب زکاۃ الدین اذا کان علی معسر أو جاحد، ج رابع، ص ۲۵۳، نمبر ۷۶۲۶) اس اثر میں ہے کہ حضرت عمر ابن عبدالعزیز صرف اس سال کی زکوۃ لیتے تھے جس سال ظلم سے لیا ہوا مال واپس آیا ہو، پچھلے سالوں کا نہیں۔ کیونکہ یہ مال ضمار کی طرح ہے۔ ۔ مال ضمار پوشیدہ مال، جس مال پر اعتماد نہ ہو۔

ترجمہ : (۱۱۷۰) جیسے بھاگا ہوا غلام، اور وہ گم شدہ وغصب کیا ہوا مال جس کے گواہ نہ ہوں، اور وہ مال جو سمندر میں گر گیا، یا میدان میں یا بڑے مکان میں دفن کیا اور اس کی جگہ بھول گیا، یا تاوان میں لیا گیا تھا، یا غیر معروف آدمی کے پاس امانت رکھ دیا گیا ہو، یا ایسا قرض جس پر گواہ نہ ہو۔

ساقط فی البحر ومدفون فی مفازة او دار عظیمة وقد نسی مکانه وماخوذ مصادرة ومودع عند من لا یعرفه ودَین لا بیِّنة علیه (١١٧١) ولا یُجزئ عن الزکوة دَین اُبرئَ عنه فقیر بنیّتها(١١٧٢) وصحّ دفع عرض ومکیل وموزون عن زکوة النقدین بالقیمة

تشریح : مال ضمار کے لئے نو مثالیں دے رہے ہیں۔[١] بھاگا ہوا غلام جسکا کوئی اتا پتہ نہ ہو[٢] گم شدہ غلام[٣] کسی نے غلام کو غصب کرلیا اس پر کوئی گواہ نہ ہو[٤] سمندر میں مال گر گیا جسکے نکالنے کی کوئی سبیل نہ ہو[٥] صحراء میں مال دفن کیا اور معلوم نہیں کہ کہاں دفن کیا تھا[٦] بہت بڑے گھر میں مال دفن کیا اور بھول گیا کہ کس جگہ دفن کیا تھا[٧] بادشاہ نے تاوان کے طور پر مال لیا تھا جسکے واپس ہونے کی امید نہیں تھی، پھر کچھ سالوں کے بعد اچانک واپس کر دیا[٨] کسی آدمی کے پاس امانت رکھی اور اس کو پہچانتا نہیں ہے کہ کون ہے[٩] کسی پر قرض ہے اور وہ انکار کرتا ہے اور اس پر گواہ بھی نہیں ہے، پھر کچھ سالوں کے بعد مال واپس کر دیا تو ان مالوں پر پچھلے سالوں کی زکوۃ واجب نہیں ہے، کیونکہ ان میں بڑھوتری بھی مفقود ہے اور وصول کرنا بھی ناممکن تھا۔

اصول : مال ضمار میں پچھلے سالوں کی زکوۃ نہیں ہے۔ مال ہاتھ آنے کے بعد زکوۃ شروع ہوگی۔

ترجمه : (١١٧١) وہ قرض جس سے فقیر کو زکوۃ کی نیت سے بری کردے وہ کافی نہیں ہے.

تشریح : فقیر کو قرض کی نیت سے رقم دے دی، وہ رقم اس کے ہاتھ سے خرچ ہوگئی، اس کے بعد سوچا کہ وہ واپس تو نہیں کرے گا اس لئے زکوۃ کی نیت کی تاکہ قرض واپس لینے کی ضرورت نہ پڑے تو اس سے زکوۃ کی ادائیگی نہیں ہوگی۔

وجه :(١) کیونکہ رقم دیتے وقت زکوۃ کی نیت چاہئے، یا کم سے کم فقیر کے ہاتھ میں دیا ہوا مال موجود ہو اس وقت نیت کرے تو زکوۃ ادا ہوگی (٢) حدیث میں ہے. **سمعت عمر بن الخطابؓ علی المنبر قال : سمعت رسول الله ﷺ یقول انما الاعمال بالنیات** الخ (بخاری شریف، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ، ص٢، نمبر١) اس حدیث کی وجہ سے تمام عبادات اصلیہ کی ادائیگی کے لئے عبادت کے ساتھ ہی نیت کرنا ضروری ہے۔

ترجمه : (١١٧٢) سونا چاندی کی زکوۃ میں قیمت لگا کر کیلی یا وزنی چیز دینا جائز ہے۔

تشریح : مثلا دو سو درہم میں پانچ درہم واجب تھا، اور درہم یا دینار کے بدلے میں اس کی قیمت لگا کر کیلی چیز مثلا گیہوں وغیرہ دے دیا، یا وزنی چیز نمک وغیرہ دے دیا، یا کوئی سامان دے دیا تو جائز ہے۔

وجه : (٢) اس حدیث میں نقد کے بدلے کپڑا لیا ہے۔ **عن ابی وائل عن معاذ ان النبی ﷺ لما وجهه الی الیمن امره ان یاخذ من کل حالم یعنی محتلما دینارا او عدله من المعافری ثیاب تکون بالیمن** ۔(ابوداود شریف، باب اخذ الجزیة، ص٤٤٥، نمبر٣٠٣٨)(٢) اس حدیث میں اونٹ کے بدلے بیس درہم لئے۔ **ان ابا بکرؓ کتب له فریضة**

(۱۱۷۳) وان ادّى من عين النقدين فالمعتبر وزنهما اداءً كما اعتبر وجوبا (۱۱۷۴) وتُضمُّ قيمة

الصدقة التی امر الله رسوله ﷺ . من بلغت عنده من الابل صدقة الجذعة و ليست عنده جذعة و عنده حقة فانها تقبل منه الحقة و يجعل معها شاتين ان استيسر تا له ، أو عشرين درهما . و من بلغت عنده صدقة الحقة و ليست عنده الحقة و عنده الجذعة فانها تقبل منه الجذعة ، و يعطيه المصدق عشرين درهما أو شاتين (بخاری شریف ، باب من بلغت عنده صدقة بنت مخاض ولیست عنده ص ۱۹۵ نمبر ۱۴۵۳ر ابوداؤد شریف ، باب زکوۃ السائمۃ ص ۲۲۵ نمبر ۱۵۶۷،)

اصول : کوئی چیز واجب ہو اس کی قیمت لگا کر کوئی دوسری چیز دینا جائز ہے۔

لغت :عرض :کوئی سامان، مثلا برتن وغیرہ۔مکیل: جو چیز کیل میں ڈال کر وزن کی جاتی ہو، مثلا پہلے زمانے میں گیہوں، جو، وغیرہ ۔موزون: وہ چیز جو کیلو وغیرہ سے وزن کی جاتی ہو، جیسے سونا چاندی، وغیرہ۔ النقدین : دو نقد، یعنی درہم، دینار، ان دونوں کو نقدین، کہتے ہیں۔

ترجمہ : (۱۱۷۳) اور اگر خاص نقدین ادا کرنا چاہے تو ان دونوں میں وزن کا اعتبار ہوگا جیسا کہ وجوب زکوۃ میں وزن کا اعتبار ہے۔

تشریح : یہاں دو مسئلے ہیں۔[۱] درہم اور دینار میں اس وقت زکوۃ واجب ہوگی جب وزن کے اعتبار سے دوسو درہم ، یا بیس مثقال سونا ہو جائے ، مثلا چاندی کا ایک برتن ہے اس کا وزن ڈیڑھ سو درہم ہے، لیکن اتنا خوبصرت ہے کہ اس کی قیمت دوسو درہم ہے تو زکوۃ واجب نہیں ہوگی ، کیونکہ وزن کے اعتبار سے دوسو درہم نہیں ہے۔[۲] اور ادائیگی کے اعتبار سے بھی وزن کا اعتبار ہوگا ، قیمت کا نہیں۔مثلا ایک آدمی پر پانچ درہم زکوۃ واجب ہے۔اور اس کے پاس ایک برتن ہے جسکی قیمت پانچ درہم ہے، اور اس کا وزن تین درہم ہے تو اس کو پانچ درہم کی زکوۃ میں دینا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس کا وزن پانچ درہم نہیں ہے۔

وجہ : (۱) دلیل اس حدیث میں ہے۔سمعت ابا سعید الخدری قال: قال رسول الله ﷺ ليس فيما دون خمس ذود صدقة من الابل، وليس فيمادون خمس اواق صدقة، وليس فيما دون خمسة اوسق صدقة (بخاری شریف ، باب زکوۃ الورق ، ص ۲۳۳، نمبر ۱۴۴۷ر مسلم شریف ، باب لیس فیما دون خمسۃ أوسق صدقۃ ، ص ۳۹۳، نمبر ۲۲۶۳/۹۷۹ر ابوداؤد شریف، باب ماتجب فیہ الزکوۃ ص ۲۲۴ نمبر ۱۵۵۸) اس حدیث میں ہے کہ پانچ اوقیہ وزن ہو تو زکوۃ واجب ہے، جس سے معلوم ہوا کہ زکوۃ واجب ہونے مین اور ادا کرنے میں بھی وزن کا اعتبار ہے، قیمت کا اعتبار نہیں ہے۔(۲) اس حدیث میں ہے کہ دوسو درہم وزن ہو تب زکوۃ واجب ہوگی۔عن علی عن النبی ﷺ ببعض اول الحديث قال فاذا كانت لک مائتا درهم و حال عليه الحول ففيها خمسة دراهم وليس عليک شیء يعنی فی الذهب حتی

العروض الى الثمنين والذهب الى الفضة قيمةً .(١١٧٥) ونقصان النصاب فى الحول لا يضرّ ان

يكون لك عشرون دينارا فاذا كانت لک عشرون دينارا و حال عليه الحول ففيها نصف دينار فما زاد فبحساب ذلک (ابوداؤدشریف، باب فی زکوة السائمة، ص۲۳۳، نمبر۱۵۷۳)

ترجمه : (۱۱۷۴) اورسامان کی قیمت ثمنین یعنی سونا اور چاندی کے ساتھ ملائی جائے گی۔

تشریح : سامان کو اگر سونا اور چاندی کے ساتھ ملانا ہو تو وزن کے اعتبار سے نہیں ملا سکتا، اس لئے اس کی قیمت لگا کر ہی ملائے گا ،مثلا ایک آدمی کے پاس سامان تجارت ہے، اس کی قیمت ایک سو درہم ہے، اور ایک سو درہم نقد ہے، تو سامان تجارت کی قیمت کو نقد کے ساتھ ملا کر دو سو درہم ہو گئے اس لئے زکوۃ واجب ہوگی۔

وجه: (۱) ان ابا بکرؓ كتب له فريضة الصدقة التى امر الله رسوله ﷺ . من بلغت عنده من الابل صدقة الجذعة و ليست عنده جذعة و عنده حقة فانها تقبل منه الحقة و يجعل معها شاتين ان استيسر تا له ، أو عشرين درهما . و من بلغت عنده صدقة الحقة و ليست عنده الحقة و عنده الجذعة فانها تقبل منه الجذعة ، و يعطيه المصدق عشرين درهما أو شاتين (بخاری شریف، باب من بلغت عنده صدقة بنت مخاض ولیست عنده ص ۱۹۵ نمبر ۱۴۵۳/ابوداؤدشریف، باب زکوة السائمة ص ۲۲۵ نمبر ۱۵۶۷،) اس حدیث میں ہے کہ مالک پر جذعہ واجب ہوا اور وہ اس کے پاس نہ ہو تو حقہ دے دے اور بیس درہم بھی دے دے۔ اور حقہ واجب تھا اور اس کے پاس جذعہ ہے تو جذعہ دے دے اور مصدق سے بیس درہم لے لے، جس سے معلوم ہوا کہ زکوۃ میں سامان کی قیمت دے دے تب بھی جائز ہے۔ (۲) عن ابى وائل عن معاذ ان النبى ﷺ لما وجهه الى اليمن امره ان ياخذ من كل حالم يعنى محتلما دينارا او عدله من المعافرى ثياب تكون باليمن ۔ (ابوداودشریف، باب اخذ الجزیة، ص ۴۴۵، نمبر ۳۰۳۸) اس حدیث میں دینار کے بدلے کپڑا لینے کے لئے کہا گیا۔ (۳) اس قول تابعی میں ہے کہ سونے کو چاندی کے ساتھ ملا کر زکوۃ واجب ہوگی۔ قلت لمكحول : يا ابا عبد الله ان لى سيفا فيه خمسون و مائة درهم فهل على فيه زكاة ؟ قال اضف اليه ما كان لک من ذهب و فضة فاذا بلغ مائتى درهم ذهب و فضة فعليک فيه الزكاة . (مصنف ابن ابی شیبة، باب ۸، فی الرجل تکون عندہ مائة درهم وعشرة دنانیر، ج ثانی، ص ۳۵۸، نمبر ۹۸۸۵) یہاں سونے کو چاندی کے ساتھ ملا کر زکوۃ دینے کے لئے کہا گیا ہے۔

ترجمه : (۱۱۷۵) اور نصاب کا نقصان سال کے اندر مضر نہیں، اگر سال کے اول و آخر پورا ہو

تشریح : مثلا شوال میں دو سو درہم تھے، اور درمیان میں ایک سو ہو گیا، پھر شوال میں دو سو درہم ہو گئے تو اس پر زکوۃ ادا کرنا واجب ہے، کیونکہ زکوۃ کے لئے اول آخر میں نصاب ہونا کافی ہے۔

وجه : درمیان میں بھی نصاب پورا رہے اس کی رعایت کرنے میں حرج ہے اور حساب کرنے میں مشکلات ہیں اس لئے اول اور

كـمُـل فـی طـرفيـه(١١٧٦) فان تملّک عرضا بنيّة التجارة وهو لا يساوی نصابا وليس له غيره ثم بـلـغـت قيـمتـه نـصـابـا فـی آخر الحول لا تجب زكوته لذلک الحول.(١١٧٧) ونصاب الذهب عشرون مثقالا ونصاب الفضة مائتا درهم من الدراهم الّتی كل عشرة منها وزن سبعة مثاقيل

آخر میں پورا ہونا کافی ہے۔

ترجمه : (١١٧٦) پس اگر کوئی شخص تجارت کی نیت سے کسی سامان کا مالک ہوا اور وہ سامان نصاب کے برابر نہیں، اور اس کے پاس اس کے علاوہ دوسرا مال بھی نہ ہو پھر سال کے آخر میں اس کی قیمت نصاب کے برابر پہنچ گئی تو اس مال میں اس سال کی زکوۃ واجب نہیں۔

تشــریح : تجارت کی نیت سے کوئی سامان خریدا اور اس کی قیمت ابھی دوسو درہم نہیں ہے، اور کوئی دوسرا مال بھی تجارت کا نہیں ہے کہ اس کے ساتھ ملا کر نصاب پورا کیا جائے، اس لئے ابھی زکوۃ کے لئے سال شروع نہیں ہوا۔ اور آخر سال میں اس کی قیمت دو سو درہم پہنچ گئی تو اب نصاب کا مالک ہوا ہے اور اس وقت سے زکوۃ کے لئے سال شروع ہوگا، اور اگلے سال زکوۃ واجب ہوگی۔

وجه: کیونکہ زکوۃ کے لئے سال شروع ہونے کے لئے نصاب کا مکمل ہونا ضروری ہے۔

تـرجـمه : (١١٧٧) سونے کا نصاب بیس مثقال ہے، اور چاندی کا نصاب دوسو درہم ہے ان درہموں میں سے جن میں ہر دس درہم سات مثقال کے وزن کے برابر ہوں۔

تشریح : بیس دینار سونے کا وزن بیس مثقال ہے، کیونکہ ایک دینار ایک مثقال وزن کا ہوتا ہے۔ اس سے کم سونا کسی کے پاس ہو تو نصاب پورا نہیں ہوگا، اس لئے اس پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔۔ اور دوسو درہم کا وزن 140 مثقال چاندی ہوتی ہے، کیونکہ ایک درہم 0.7 مثقال وزن کا ہوتا ہے۔ اس سے کم چاندی کسی کے پاس ہو تو چاندی کا نصاب پورا نہیں ہوگا اس لئے اس پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔

وجه : (١) دلیل اس حدیث میں ہے۔ **سـمـعـت ابـا سـعيدالخدری قال: قال رسول الله ﷺ ليس فيما دون خـمـس ذود صـدقة مـن الابـل، وليس فيمادون خمس اواق صدقة، وليس فيما دون خمسة اوسق صدقة** (بخاری شریف ، باب زکوۃ الورق ، ص ٢٣٣، نمبر ١٤٤٧/مسلم شریف ، باب لیس فیما دون خمسۃ اوسق صدقۃ ، ص ٣٩٣، نمبر ٩٧٩/٢٢٦٣/ابوداؤد شریف، باب ماتجب فیہ الزکوۃ ص ٢٢٤ نمبر ١٥٥٨) اس حدیث میں ہے کہ پانچ اوقیہ یعنی دوسو درہم چاندی ہو تو زکوۃ واجب ہے۔ (٢) اس حدیث میں ہے کہ دوسو درہم، یا بیس دینار ہوں تب زکوۃ واجب ہوگی۔ **عن علی عن النبی ﷺ ببعض اول الحديث قال فاذا كانت لک مائتا درهم و حال عليه الحول ففيها خمسة دراهم وليس عليک**

شیء یعنی فی الذهب حتی یکون لک عشرون دینارا فاذا کانت لک عشرون دینارا و حال علیه الحول ففیها نصف دینار فما زاد فبحساب ذلک (ابوداؤد شریف، باب فی زکوۃ السائمۃ ،ص۲۳۳،نمبر۱۵۷۳)

لغت :التی کل عشرۃ منھا وزن سبعۃ مثاقیل :صحابہ کے زمانے میں تین قسم کے دراہم تھے[۱] ایک درہم چھوٹا تھا، جودس درہم 5 پانچ مثقال کا ہوتا تھا[۲] دوسرا درہم درمیانی تھا۔ جودس درہم 6 چھ مثقال کا ہوتا تھا۔[۳] تیسرا درہم بڑا تھا۔ جودس درہم 10 دس مثقال کا تھا،اس لئے رقم دینے میں پریشانی تھی،اس لئے حضرت عمرؓ نے تینوں کو ملا کر ایک چوتھا درہم نکالا جسکو وزن سبعہ کہتے ہیں، یہ دس درہم سات مثقال کا ہوتا ہے۔

10 اور6اور5 کو جمع کریں تو مجموعہ 21 ہوا، پھراس میں 3 سے تقسیم دیں تو7 مثقال نکلے گا،یعنی دس درہم کا وزن 7 مثقال ہوگا۔

حساب اس طرح ہوگا 10+6+5=21÷3=7 مثقال ہوا۔ اسی کو,وزن سبعہ ، کہتے ہیں۔

اس صورت میں ایک درہم 0.7 مثقال کا ہوگا

چاندی کا حساب

اوپر آیا کہ 200 درہم چاندی ہوتو یہ زکوۃ کا نصاب ہے اس میں زکوۃ واجب ہوگی،ایک درہم 0.7 مثقال کا ہوتا ہے، اس طرح 200 درہم 140 مثقال کا ہوا،اوراس میں زکوۃ واجب ہوگی۔

یہ مشہور ہے کہ 200 درہم یا140 مثقال درہم کا[52.5] ساڑھے باون تولہ چاندی ہوتی ہے،اس لئے ساڑھے باون[52.5] تولہ کو دوسو 200 درہم سے تقسیم دیں تو ایک درہم 0.2625 تولے کا ہوگا۔اورایک تولہ 11.664 گرام کا ہوتا ہے،اس لئے 0.2625 تولے میں 11.664 گرام سے ضرب دیں تو ایک درہم 3.061 گرام کا ہوگا،اور200 درہم 612.36 گرام کا ہوتا ہے،یعنی 612.36 گرام چاندی کا نصاب ہے،اوراس میں چالیس فی صد زکوہ واجب ہوگی تو15.309 گرام چاندی زکوۃ واجب ہوگی۔اورتولے کے حساب سے 1.312 تولہ چاندی زکوۃ ہوگی۔۔اب اس کی قیمت لگانا چاہیں تو روپیہ یا پونڈ، یا ڈالر سے اس کی قیمت لگالیں۔

سونے کا حساب

اوپر آیا کہ بیس مثقال سونا ہوتو یہ زکوۃ کا نصاب ہے اس میں زکوۃ واجب ہوگی،ایک دینار ایک مثقال کا ہوتا ہے، اس طرح بیس دینار کا بیس مثقال ہوگا اوراس میں زکوۃ واجب ہوگی۔

یہ مشہور ہے کہ بیس مثقال یا بیس دینار کا[7.5] ساڑھے سات تولہ سونا ہوتا ہے،اس لئے ساڑھے سات تولہ میں بیس سے تقسیم دیں تو ایک دینار 0.375 تولے کا ہوگا۔اورایک تولہ 11.664 گرام کا ہوتا ہے،اس لئے 0.375 تولے میں 11.664 گرام

سے ضرب دیں تو ایک دینار 4.374 گرام کا ہوگا، اور بیس دینار 87.48 گرام کا ہوتا ہے، یعنی 87.48 گرام سونے کا نصاب ہے، اور اس میں چالیس فی صد زکوۃ واجب ہوگی تو 2.187 گرام سونا زکوۃ واجب ہوگی۔ اور تولے کے حساب سے 0.187 تولہ سونا زکوۃ ہوگی۔۔ اب اس کی قیمت لگانا چاہیں تو روپیہ یا پونڈ، یا ڈالر سے اس کی قیمت لگالیں۔

درہم کا وزن کتنا ہوگا اس کو دیکھیں

کتنا درہم	اس کا وزن کتنا ہوتا ہے
ایک درہم کا وزن	0.2625 تولہ ہوتا ہے
ایک درہم کا وزن	3.0618 گرام ہوتا ہے
ایک درہم کا وزن	0.7 مثقال ہوتا ہے
200 درہم کا وزن	52.5 تولہ ہوتا ہے
200 درہم کا وزن	612.36 گرام ہوتا ہے
200 درہم کا وزن	140 مثقال ہوتا ہے

چاندی کی زکوۃ کتنی نکلے گی

کتنے درہم میں	کتنی فی صد	کتنی زکوۃ نکلے گی
200 درہم میں زکوۃ	40 فیصد	5 درہم چاندی نکلے گی
52.5 تولہ چاندی میں زکوۃ	40 فیصد	1.312 تولہ چاندی نکلے گی
612.36 گرام چاندی میں زکوۃ	40 فیصد	15.309 گرام چاندی نکلے گی

کتنے درہم میں	کتنی فی صد	کتنی زکوۃ نکلے گی
40 درہم چاندی میں زکوۃ	40 فیصد	ایک درہم چاندی نکلے گی
10.5 تولہ چاندی میں زکوۃ	40 فیصد	0.2625 تولہ چاندی نکلے گی
122.472 گرام چاندی میں زکوۃ	40 فیصد	3.0618 گرام چاندی نکلے گی

دینار کا وزن کتنا ہوگا اس کو دیکھیں

کتنا درہم	اس کا وزن کتنا ہوتا ہے
ایک دینار کا وزن	ایک مثقال ہوتا ہے
ایک دینار کا وزن	0.375 تولہ سونا ہوتا ہے
ایک دینار کا وزن	4.374 گرام سونا ہوتا ہے
20 دینار کا وزن	20 مثقال سونا ہوتا ہے
20 دینار کا وزن	7.5 تولہ سونا ہوتا ہے
20 دینار کا وزن	87.48 گرام سونا ہوتا ہے

سونے کی زکوۃ کتنی نکلے گی

کتنے دینار میں	کتنی فی صد	کتنی زکوۃ نکلے گی
20 دینار سونے میں زکوۃ	40 فیصد	0.5۔ آدھا دینار سونا نکلے گا
7.5 تولہ سونے میں زکوۃ	40 فیصد	0.1875 تولہ سونا نکلے گا
87.48 گرام سونے میں زکوۃ	40 فیصد	2.187 گرام سونا نکلے گا

کتنے دینار میں	کتنی فی صد	کتنی زکوۃ نکلے گی
4 دینار سونے میں زکوۃ	40 فیصد	0.1 دینار سونا نکلے گا۔
1.5 تولہ سونے میں زکوۃ	40 فیصد	0.0375 تولہ سونا نکلے گا
17.496 گرام سونے میں زکوۃ	40 فیصد	0.4374 گرام سونا نکلے گا

۔اب اس کی قیمت لگانا چاہیں تو روپیہ یا پونڈ، یا ڈالر سے اس کی قیمت لگالیں۔

نوٹ: اوپر حساب میں 0.1 دینار زکوۃ ہے، اس کا مطلب ہے کہ ایک دینار کے دسویں حصے میں سے ایک حصہ زکوۃ ہوگی۔۔ ہمیشہ زکوۃ 40 فیصد ہوتی ہے اس لئے ہمیشہ 40 سے تقسیم دیں تو زکوۃ کی رقم نکل جائے گی۔

ترجمہ : (۱۱۷۸) نصاب پر جو زیادہ ہو اور پانچویں حصے کو پہنچ جائے تو تو اس کے حساب سے اس کی زکوۃ ہوگی۔

(۱۱۷۸) وما زاد علی نصاب وبلغ خمسا زکّاہ بحسابه(۱۱۷۹) وما غلب علی الغشّ فکالخالص

تشریح : یہاں اصول بیان کرر ہے ہیں کہ نصاب سے اوپر پانچواں حصہ ہوتو اس پر زکوۃ آئے گی،اور پانچواں حصے سے کم ہوتو اس پر زکوۃ نہیں آئے گی۔مثلا دوسو درہم نصاب ہے جس میں پانچ درہم زکوۃ ہے اب اڑتیس درہم اور آئے تو اس اڑتیس پر زکوۃ نہیں ہے، کیونکہ وہ دوسو درہم کا پانچواں حصہ نہیں ہے،لیکن اگر چالیس درہم آگئے تو اس پر مزید ایک درہم زکوۃ ہوگی، کیونکہ چالیس درہم دو سو درہم کا پانچواں حصہ ہے،اور اسی درہم آگئے تو اس پر دو درہم مزید زکوۃ ہوگی، کیونکہ اسی درہم دوسو کا دو پانچواں حصہ ہے،اس لئے دو درہم مزید واجب ہوں گے،اور مجموعہ سات درہم ہو جائیں گے۔

لغت : خمس: پانچواں حصہ۔کسی بھی چیز کو پانچ سے تقسیم دیں تو وہ اس کا پانچواں حصہ ہے۔ دو دوسو میں پانچ سے تقسیم دیں تو چالیس نکلے گا یہ دوسو درہم کا پانچواں حصہ ہے۔200÷5=40 یہ دوسو کا پانچواں ہے۔۔یا سونے کا نصاب 20 دینار ہے اس میں 5 سے تقسیم دیں تو 4 آئے گا یہ 4 بیس کا پانچواں حصہ ہے،اس لئے 20 کے بعد چوبیس 24 دینار ہوگا تو اس میں مزید زکوۃ ہوگی اور 23 دینار ہوا تو 20 دینار کی ہی زکوۃ واجب ہوگی، کیونکہ یہ خمس نہیں ہوا۔

ترجمہ : (۱۱۷۹) سونے چاندی میں سے کوئی کھوٹ پر غالب آجائے تو وہ خالص کی طرح ہے۔

:**تشریح**:درہم اور دنانیر بنانے کے لئے خالص چاندی کام نہیں آتی بلکہ اس میں کچھ نہ کچھ کھوٹ ملانا پڑتا ہے تاکہ سخت ہو جائے اور درہم یا دنانیر ڈھال سکے اس لئے اصل معیار یہ رکھا گیا ہے کہ زیادہ چاندی یا سونا ہو تو وہ مکمل چاندی اور سونے کے حکم میں ہیں،اور پورے کو چاندی شمار کر کے دوسو درہم میں پانچ درہم زکوۃ واجب ہوگی۔اور اگر زیادہ کھوٹ ہو تو وہ سامان کے حکم میں ہے۔اس سکہ کو سامان قرار دے دیا جائے تو اب یہ دیکھا جائے گا کہ اس سکے کی قیمت نصاب تک پہنچ جائے مثلا دوسو درہم اسکی قیمت ہو جائے، یا بیس دینار اس کی قیمت ہو جائے تو اسکی قیمت میں زکوۃ واجب ہوگی۔کیونکہ اب یہ سکہ نہیں رہا کہ گن کر دوسو درہم پورا ہو جائے تو اس میں زکوۃ واجب ہو جائے گا بلکہ اس کی قیمت دوسو درہم ہو جائے تو اس میں زکوۃ واجب ہوگی۔یا ان سکوں میں جو چاندی ہے اس کا وزن دوسو درہم کے برابر ہو تو زکوۃ ہوگی۔

وجہ: زیادہ کا اعتبار کیا جائے گا اس کے لئے یہ اثر دلیل بن سکتی ہے۔ **قال سألت ابراهيم عن رجل له مائة درهم و عشرة دنانير قال يزكى من المائة بدرهمين و من الدنانير بربع دينار و قال : سألت الشعبى فقال : يحمل الاكثر على الاقل أو قال على الاكثر فاذا بلغت فيه الزكاة زكى** ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب ۸، فی الرجل تکون عندہ مائة درهم وعشرة دنانير، ج ثانی، ص ۳۵۸، نمبر ۹۸۸۴)اس اثر میں یہ اصول ہے کہ اکثر کو اقل پر حمل کیا جائے گا، یعنی جو زیادہ ہو اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

اصول: یہ مسئلہ , **للاكثر حكم الكل** ،کے اصول پر ہے، کہ جو زیادہ ہے اس کا اعتبار کیا جائے۔

من النقدين(۱۱۸۰) ولا زكوة في الجواهر واللآلى الا ان يتملّكها بنية التجارة كسائر العروض(۱۱۸۱) ولو تمّ الحول على مكيل او موزون فغلا سعره ورخُص فادّى من عينه ربع عشرة اجزأه وان ادّى من قيمته تعتبر قيمته يوم الوجوب وهو تمام الحول عند الامام وقالا يوم الاداء

لغت:الغش :کھوٹ۔ النقدین:سونااور چاندی،جن سے نقد درہم اور دینار بنائے جاتے ہیں۔

ترجمہ: (۱۱۸۰) جواہراور موتیوں میں زکوۃ نہیں ہے،الا یہ کہ تجارت کی نیت سے ان کا مالک ہوا ہو، جیسے تمام دوسرے سامان۔

تشریح : موتی اور جواہر قیمتی ضرور ہیں لیکن وہ سونے اور چاندی کی طرح نقدین نہیں ہیں کہ تجارت کی نیت کے بغیر بھی زکوۃ واجب ہو جائے ، بلکہ وہ سامان کی طرح ہیں ، کہ تجارت کی نیت سے خریدے گا اور اس پر سال گزرے گا تو اس کی قیمت پر زکوۃ واجب ہوگی ،اور تجارت کی نیت سے نہیں خریدے گا تو اس پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔

وجہ :(۱)اس اثر میں بھی ہے کہ لؤلؤ موتی میں زکوۃ نہیں ہے .عن عكرمة قال : ليس في حجر اللؤلؤ و لا حجر الزمرد زكاة الا أن يكونا لتجارة فان كا نا لتجارة ففيها زكاة . (مصنف ابن ابی شیبۃ ،باب،فی اللؤلؤ والزمرد، ج ثانی ،ص۳۷۴،نمبر۱۰۰۶۷)اس اثر میں ہے کہ موتی اور زمرد کے پتھر میں زکوۃ نہیں ہے مگر یہ کہ تجارت کی نیت سے خریدا ہو تو اس میں سامان تجارت کی طرح زکوۃ ہے۔

ترجمہ : (۱۱۸۱) اگر کیلی یا وزنی چیز پر سال پورا ہو گیا، پھر اس کی قیمت زیادہ ہو گئی، یا کم ہو گئی، پس اگر عین کیلی چیز کا چالسواں حصہ ادا کر دیا تو کافی ہو جائے گا ،اور اگر اس کی قیمت ادا کی تو واجب ہونے کے دن کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا اور وہ سال کے پورے ہونے کا وقت ہے،امام صاحب کے نزدیک۔اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ مصرف کو ادا کرنے کے دن کی قیمت کا اعتبار ہے۔

تشریح :یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ عین چیز ادا کی تو اس کا چالسواں حصہ دینا کافی ہے،اور اس کی قیمت دی تو امام اعظمؒ نزدیک جس دن سال پورا ہوا اور زکوۃ واجب ہوئی اس دن کی قیمت کا اعتبار ہے،اور صاحبینؒ کے نزدیک جس دن فقیر کو ادا کر رہا اس دن کی قیمت کا اعتبار ہے۔ تشریح مسئلہ یہ ہے کہ کیل سے ناپی جانے والی چیز جیسے گیہوں آٹا،اور وزن سے ناپی جانے والی چیز، جیسے نمک وغیرہ کی عین چیز ادا کی ،یعنی گیہوں ہی زکوۃ میں دے دی تو اس کا چالیسواں حصہ دے دینا کافی ہے،لیکن اگر اس کی قیمت دی تو سال کے شروع میں خریدا تھا اس وقت سے کم بڑھ گئی یا گھٹ گئی تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس گیہوں کا جس وقت سال پورا ہوا اور اس کی زکوۃ واجب ہوئی اس وقت کی قیمت کا اعتبار ہوگا ، کیونکہ اسی وقت دینا واجب ہوا ہے۔اور صاحبینؒ کے نزدیک جس دن فقیر کو دے رہا ہے اس دن اس گیہوں کی کیا قیمت ہے اس قیمت کے اعتبار سے زکوۃ ادا کرے۔

ترجمہ : (۱۱۸۲)افراط کرنے والا زکوۃ کا ضامن نہیں ہوگا نہ کہ ہلاک کرنے والا،اس لئے سال کے بعد مال کا ہلاک ہونا

لِمَصُرِ فِهَا(۱۱۸۲) ولا یضمن الزکوۃ مفرط غیر متلف فھلاک المال بعد الحول یُسقط الواجب وھلاک البعض حصّتہ (۱۱۸۳) ویصرف الھالک الی العفو فان لم یُجاوزہ فالواجب علی

واجب ساقط کرتا ہے، اور بعض مال کا ہلاک ہونا اس کے حصے کے مطابق ساقط کرتا ہے۔

تشریح : نصاب پر سال گزرنے کی وجہ سے زکوۃ واجب ہوئی، لیکن آج کل کرتا رہا اس درمیان پورا مال ہلاک ہو گیا تو مالک سے زکوۃ ساقط ہو جائے گی، اور اگر آدھا مال ہلاک ہوا تو آدھی زکوۃ ساقط ہو گی، لیکن اگر جان کر ہلاک کیا تو مالک کی زیادتی ہے اس لئے زکوۃ ساقط نہیں ہو گی۔

وجہ: (۱) مالک کی سستی ضرور ہے لیکن یہ جان کر ہلاک کرنے والا نہیں ہے، اس لئے پورے مال کے ہلاک ہونے کی وجہ سے زکوۃ ساقط ہو جائے گی، اس لئے کہ اب وہ مال نہیں رہا جو زکوۃ واجب کرنے کا محل تھا۔

۔(۲) اس قول میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن عطاء فی الرجل اذا اخرج زکوۃ مالہ فضاعت انھا تجزی عنہ** (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۸۹ ما قالوا فی الرجل اخرج زکوۃ مالہ فضاعت، ج ثانی، ص ۴۰۸، نمبر ۱۰۴۹۱ رمصنف عبد الرزاق، باب ضمان الزکاۃ، ج رابع، ص ۴۳، نمبر ۶۹۶۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ زکوۃ کا مال نکال چکا ہو پھر نکالا ہوا مال ضائع ہو گیا ہو تو وہ کافی ہو گا یعنی زکوۃ ادا ہو جائے گی یہاں پورا مال ہی ہلاک ہو گیا ہے اس لئے زکوۃ ساقط ہو جائے گی۔

لغت: مفرط: افراط سے مشتق ہے، سستی کرنے والا، زیادتی کرنے والا۔ متلف: اتلاف سے مشتق ہے، ہلاک کرنے والا۔

ترجمہ : (۱۱۸۳) اور ہلاک ہونے والے مال کو پہلے عفو کی طرف پھیرا جائے گا، پس اگر عفو سے زیادہ ہلاک نہ ہوا تو واجب اپنی حالت پر رہے گا۔

تشریح : نصاب سے جو زائد ہو اس کو عفو، کہتے ہیں، مثلا کسی کے پاس دو سو درہم کے ساتھ ۳۹ انچالیس درہم اور ہیں، تو یہ انچالیس درہم عفو ہیں، اور دو سو درہم اصل نصاب ہے، جس پر پانچ درہم زکوۃ ہے۔ اب اس آدمی کے پاس سے انچالیس درہم ہلاک ہو گیا تو پہلے عفو سے ہلاک سمجھا جائے گا اور اصل زکوۃ پانچ درہم بحال رہیں گے، لیکن اگر چالیس درہم ہلاک ہوا تو اب نصاب سے بھی ایک درہم ہلاک ہو گیا، اور کل نصاب ۱۹۹ درہم رہ گیا جس میں زکوۃ واجب نہیں ہوتی اس لئے اب اصل نصاب کی طرف پھیرا جائے گا اور زکوۃ واجب نہیں ہو گی۔

وجہ: (۱) امام شیخین کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن معاذ ان رسول اللہ ﷺ امرہ حین وجھہ الی الیمن ان لاتأخذ من الکسر شیئا اذا کانت الورق مائتی درھم فخذ منھا خمسۃ دراھم ولا تأخذ مما زاد شیئا حتی تبلغ اربعین درھما واذا بلغ اربعین درھما فخذ منہ درھما** . (دار قطنی ۳ باب لیس فی الکسر شیء، ج ثانی ص ۸۰ نمبر ۱۸۸۶) اس حدیث سے پتہ چلا کہ دو سو درہم کے بعد جب تک چالیس درہم نہ ہو جائے تو زکوۃ اس سے کم میں واجب نہیں ہو گی۔ (۲)۔

حالـه(۱۱۸۴) ولا يؤخـذ الـزكـوة جبرا ولا من تركته الا ان يوصٰى بها فتكون من ثلثه (۱۱۸۵) ويُجيز ابو يوسف الحيلة لدفع وجوب الزكوة وكرهها محمد رحمهما الله تعالى.

عـن ابن عباس قال لما بعث رسول الله معاذا الى اليمن قيل له بما امرت قال امرت ان اخذ من البقر من كل ثـلاثيـن تبيـعا او تبيعة ومن كل اربعين مسنة قيل له امرت في الاوقاص بشيء ؟ قال لا، وسأسال النبي ﷺ فسـالـه فـقـال لا وهـو مـابـيـن السـنـيـن يعنى لا تأخذ من ذلك شيئا (دارقطنی ٣ باب لیس فی الکسر شیء، ج ثانی ص ۸۰، نمبر ۱۸۸۷ / مصنف ابن ابی شیبۃ، ۱۵ فی الزیادۃ فی الفریضۃ، ج ثانی ص ۳۶۴، نمبر ۹۹۴۱ / سنن بیہقی، باب کیف فرض صدقۃ البقر، ج رابع ص ۱۶۶، نمبر ۷۲۹۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وقص میں کوئی زکوۃ نہیں ہے، اور وقص کہتے ہیں جن دو عددوں پر زکوۃ ہے اس کے درمیان کے عدد کو، اس کا مطلب ہوا کہ درمیان کی عدد پر زکوۃ نہیں ہے۔ اس لئے ہلاکت پہلے عفو کی طرف پھیرا جائے گا۔

ترجمه: (۱۱۸۴) اور زکوہ جبراً وصول نہ کی جائے گی، اور نہ ترکہ میں سے مگر یہ کہ اس میں وصیت کی ہو تو ثلث مال میں زکوۃ ہوگی

وجه (۱) زکوۃ ادا ہونے کے لئے مالک کی نیت ضروری ہے، اور جبر کر کے لینے میں اس کی نیت نہیں ہوگی اس لئے زبردستی زکوۃ نہیں لی جائے گی۔ (۲) آیت میں ہے۔ لا اکراہ فی الدین ۔ (آیت ۲۵۶، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ دین میں زبردستی نہیں ہے اس لئے زکوۃ ادا کرنے کے لئے ترغیب تو دی جائے گی زبردستی نہیں کی جائے گی۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی مرا ہو اور اس نے ایسا مال چھوڑا جس میں زکوۃ واجب ہے تو اس میں سے زکوۃ وصول نہیں کی جائے گی، کیونکہ اب میت کی نیت نہیں ہے، ہاں اس نے زکوۃ ادا کرنے کی وصیت کی ہو تو اس مال سے زکوۃ لی جا سکتی ہے، کیونکہ وصیت کرنے کی وجہ سے اس کی نیت شامل ہوگئی، البتہ چونکہ یہ وصیت ہے اس لئے اس کی تہائی مال سے ہی لی جائے گی اس سے زائد سے نہیں کیونکہ وصیت صرف تہائی مال میں نافذ ہوتی ہے

ترجمه : (۱۱۸۵) وجوب زکوۃ کے ساقط کرنے کے لئے حیلہ کرنا امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک مکروہ ہے۔

تشریح : مثلا نصاب پر سال پورا ہونے میں دس روز باقی تھے کہ نصاب میں سے کچھ کو بیوی کو دے دیا تا کہ نصاب پر سال ہی پورا نہ ہو اور نہ زکوۃ واجب ہو تو ایسا حیلہ کرنا امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے، اور امام محمد کے نزدیک مکروہ ہے۔ البتہ زکوۃ واجب ہو جانے کے بعد زکوۃ ساقط کرنے کا حیلہ کرنا امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مکروہ ہے، کیونکہ فقیر کا حق ثابت ہو چکا ہے، اور بخالت کی وجہ سے حق کو ساقط کرتا ہے تب بھی انکے یہاں مکروہ ہے۔

وجه : امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ابھی فقیر کا حق ثابت نہیں ہوا تھا اس لئے اس حیلے سے کسی کا حق ضائع نہیں ہوا اس لئے جائز ہے۔ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس طرح کرنے سے فقیر کا حق ضائع ہوا اس لئے ایسا کرنا مکروہ ہے۔

﴿باب المصرف﴾

(۱۱۸۶)هو الفقير وهو من يملک مالا يبلغ نصابا ولا قيمته من ایّ مال کان ولو صحيحا مکتسبا.

﴿باب المصرف﴾

ضروری نوٹ: کن لوگوں کوزکوۃ دینا جائز ہے جس سے زکوۃ کی ادائیگی ہوگی اس کی پوری تفصیل اس آیت میں ہے۔انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیها والمؤلفة قلوبهم و فی الرقاب والغارمین و فی سبیل الله وابن السبیل فریضة من الله والله علیم حکیم . (آیت ۶۰ سورۃ التوبۃ ۹) اس آیت میں آٹھ قسم کے آدمیوں کو مستحق زکوۃ قرار دیا ہے۔

(۱)۔۔۔فقراء: جن کے پاس کچھ تھوڑا سا ہو۔اس کو زکوۃ کی رقم دینا۔

(۲)۔۔۔مساکین: جن کے پاس کچھ نہ ہو۔اس کو زکوۃ کی رقم دینا۔

(۳)۔۔عاملین: جو اسلامی حکومت کی جانب سے صدقات وغیرہ وصول کرنے کے لئے متعین ہو۔ان کو مزدوری میں زکوۃ کی رقم دینا

(۴)۔۔۔مؤلفۃ القلوب: جن کے اسلام لانے کی امید ہو، یا اسلام میں کمزور ہوں۔زکوۃ کی رقم دیکر اس کو اسلام کی طرف مائل کرنا۔

(۵)۔۔۔رقاب: کا معنی ہے گردن، یہاں مراد ہے زکوۃ سے بدل کتابت ادا کر کے غلام آزاد کرے، یا غلام خرید کر آزاد کرے، یا قیدیوں کا فدیہ ادا کر کے اس کو آزاد کرائے۔

(۶)۔۔۔غارمین: کسی حادثے کی وجہ سے مقروض ہو گیا، یا کسی کی ضمانت ادا کرنے کی وجہ سے مقروض ہو گیا ہو۔زکوۃ سے اس کی مدد کرنا۔

(۷)۔۔۔فی سبیل اللہ: اس کا ترجمہ ہے، اللہ کے راستے میں۔یہاں مراد ہے جو جہاد میں ہو تو زکوۃ سے اس کی مدد کرنا۔

(۸)۔۔۔ابن السبیل: اس کا ترجمہ ہے راستے کا بیٹا، یعنی مسافر، یہاں مراد ہے کہ گھر پر تو مالدار ہے، لیکن سفر میں رقم نہیں ہے، اور رقم کی سخت ضرورت ہے، زکوۃ کی رقم دے کر اس کی اعانت کرنا۔

ترجمہ : (۱۱۸۶) زکوۃ کا مستحق فقیر ہے، اور فقیر وہ ہے جو کسی بھی قسم کے اتنے مال کا مالک ہو جو نہ نصاب کو پہونچے اور نہ اس کی قیمت کو اگرچہ وہ فقیر تندرست کمانے کی طاقت رکھتا ہو۔اور مسکین کو، اور مسکین یہ ہے کہ جس کے پاس کچھ نہ ہو۔

تشریح : [۱] فقیر زکوۃ کا مستحق ہے، فقیر اس کو کہتے ہیں کہ اس کے پاس مال تو ہے لیکن کوئی بھی مال ایسا نہیں ہے جو نصاب زکوۃ کو پہونچتا ہو، یا اس کی قیمت نصاب کو پہنچتی ہو، اس کو فقیر کہتے ہیں۔ا[۲] ور مسکین کو بھی زکوۃ دینا جائز ہے، اور مسکین یہ ہے کہ اس کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔

والمسكين وهو من لا شيء له. (۱۱۸۷)والمكاتب(۱۱۸۸) والمديون الذى لا يملك نصابا ولا

وجه:. (۱)أو مسكينا ذا متربة۔(آیت۱۶،سورۃ البلد۹۰)اس آیت میں ہے کہ ایسا مسکین کہ اس کے پاس کچھ نہیں ہے،اور بھوک سے مٹی کے ساتھ چپکا ہوا ہے،اس سے معلوم ہوا کہ مسکین اس کو کہتے ہیں جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔ اس لئے فقیر وہ ہوگا جس کے پاس کچھ ہو۔عن عبد اللہ بن عمر عن النبی ﷺ قال لا تحل الصدقة لغنی و لا لذی مرة سوی۔ (ابوداود شریف، باب من یعطی من الصدقۃ وحد الغنی،ص۲۴۳،نمبر۱۶۳۴)اس حدیث میں ہے کہ طاقتور کے لئے زکوۃ جائز نہیں ہے ،لیکن دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے محتاج طاقتور کو زکوۃ دی ہے اس لئے جائز ہے۔

ترجمه : (۱۱۸۷)،اور مکاتب کو۔

تشریح : آقا نے اپنے غلام سے کہا کہ مثلا دس ہزار درہم ادا کردو تو تم آزاد ہو جاوگے،ایسے غلام کو مکاتب، کہتے ہیں، ایسے مکاتب کو قرض ادا کرنے کے لئے زکوۃ کی رقم دینا جائز ہے۔

وجه :(۱) آیت میں ہے(و فی الرقاب. (آیت۶۰ سورۃ التوبۃ ۹) تفسیر طبری میں حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے۔ و أخرج عن الحسنؓ و الزهری ، و عبد الرحمن بن زید بن اسلم قالوا : ﴿و فی الرقاب﴾[التوبۃ:۶۰]هم المكاتبون، انتهى۔(نصب الرایۃ، باب من یجوز دفع الصدقات الیہ ومن لا یجوز، ج ثانی،ص۴۱۱)اس عبارت میں ہے کہ رقاب سے مراد مکاتب ہے،لیکن اپنے مکاتب کو نہیں دے سکتا، کیونکہ یہ مال گھوم کر اسی کے پاس آئے گی۔

ترجمه : (۱۱۸۸) اور وہ مقروض جو اتنے نصاب کا یا اس کی قیمت کا مالک نہ ہو جو اس کے قرض سے زائد ہو۔

تشریح : ایک آدمی پانچ ہزار درہم کا مقروض ہے اور اس کے پاس پانچ ہزار ایک سو درہم ہے تو اس کو بھی زکوۃ دینا جائز ہے۔ کیونکہ پانچ ہزار قرض ادا کرنے کے بعد اس کے پاس صرف ایک سو درہم باقی رہتا ہے، جو نصاب تک نہیں ہے، اور اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی رقم نہیں ہے، اور نہ کوئی چیز ہے جس کی قیمت نصاب تک پہنچ جائے تو اس کو زکوۃ دینا جائز ہے، کیونکہ یہ فقیر ہے

وجه : (۱) والغارمين و فی سبیل الله وابن السبيل فريضة من الله والله عليم حكيم . (آیت۶۰ سورۃ التوبۃ ۹)اس آیت میں غارمین سے مراد مقروض ہے۔(۲)اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ عن ابی سعید الخدری قال أصيب رجل فی عهد رسول الله ﷺ فی ثمار ابتاعها فكثر دينه فقال رسول الله ﷺ : تصدقوا عليه فتصدق الناس عليه۔(ترمذی شریف، باب ماجاء من تحل لہ الصدقۃ من الغارمین وغیرھم،ص۱۶۸،نمبر۶۵۵)اس حدیث میں ہے کہ اپنے کام کے لئے قرض ہو گیا تو حضورؐ نے انکے لئے صدقے کی اپیل کی، جس سے معلوم ہوا کہ اپنے عیال کے لئے دین ہو جائے تو بھی زکوۃ حلال ہے۔(۲)قال سألت الزهری عن الغارمين قال أصحاب الدين و ابن السبيل و ان كان غنيا ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما قالوا فی الغارمین من ھم؟، ج ثانی،ص۴۲۴،نمبر۱۰۶۶۲)اس اثر سے معلوم ہوا کہ جو بھی قرض والا

قیمتہ فاضلا عن دینہ. (١١٨٩)وفی سبیل اللہ وھو منقطع الغزاۃ او الحاجّ.(١١٩٠)وابن السبیل وھو من لہ مال فی وطنہ ولیس معہ مال. (١١٩١)والعامل علیھا یُعطٰی قدر ما یسعہ واعوانہ

ہےاور قرض ادا کر کے اتنا روپیہ نہیں بچتا کہ نصاب کا مالک ہو سکے وہ غارم ہے

ترجمہ : (١١٨٩)اور فی سبیل اللہ اور وہ وہ ہے جو غازیوں یا حاجی سے کٹ گیا ہو۔

تشریح : آیت میں فی سبیل اللہ، یعنی اللہ کے راستے میں۔اس کے دو مطلب ہیں[١] یہ کہ غازیوں کے ساتھ جا رہا تھا اور یہ کسی وجہ ان سے بچھڑ گیا۔[٢] دوسری صورت یہ ہے کہ حاجیوں کے ساتھ جا رہا تھا اور یہ کسی طرح بچھڑ گیا اور اسکے پاس ابھی کچھ رقم نہیں ہے، چاہے گھر میں رقم ہے تو ان کو زکوۃ دینا جائز ہے

وجہ : (١)اس حدیث میں اس کا شارہ ہے۔**عن عطاء بن یسار ان رسول اللہ ﷺ قال لا تحل الصدقۃ لغنی الا لخمسۃ (١)لغاز فی سبیل اللہ** (ابوداؤد شریف، باب من یجوز لہ اخذ الصدقۃ وھو غنی ص ٢٣٨ نمبر ١٦٣٥)اس حدیث میں ہے کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کے لئے زکوۃ جائز ہے، اگر اس وقت اس کے پاس نہ ہو، جس سے معلوم ہوا کہ فی سبیل اللہ سے مراد جہاد کا راستہ ہے (٢)اور ابن السبیل سے حاجی مراد ہےاس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **قالت کان ابو معقل حاجا مع رسول اللہ ﷺ فلما قدم قالت ام معقل قد علمت أن علی حجۃ فانطلقا یمشیان حتی دخلا علیہ فقالت یا رسول اللہ ! ان علی حجۃ و ان لابی معقل بکرا ، قال ابو معقل صدقت جعلتہ فی سبیل اللہ ، فقال رسول اللہ ﷺ أعطھا فلتحج علیہ فانہ فی سبیل اللہ فأعطاھا البکر** ۔(ابوداودشریف، باب العمرۃ، ص ٢٨٩، نمبر ١٩٨٨) اس حدیث میں ہے کہ حج کرنا یہ بھی فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔

ترجمہ : (١١٩٠)،اور ابن السبیل۔وہ مسافر ہے جس کے پاس اپنے وطن میں تو مال ہے مگر اس وقت نہیں۔

تشریح: ابن السبیل: راستے کا بیٹا یعنی مسافر جس کے گھر میں مال نصاب ہو لیکن اس کے پاس سفر میں ابھی کچھ نہ ہو تو اس کو زکوۃ کا مال دیا جا سکتا ہے۔تا کہ وہ گھر تک پہنچ جائے۔اس لئے کہ آیت میں زکوۃ لینے والے کی آٹھویں قسم، ابن السبیل، یعنی مسافر ہے

وجہ :**عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ لا تحل الصدقۃ لغنی الا فی سبیل اللہ او ابن السبیل او جار فقیر یتصدق علیہ فیھدی لک او یدعوک**۔(ابوداودشریف، باب من یجوز لہ اخذ الصدقۃ وھو غنی، ص ٢٤٣، نمبر ١٦٣٧)اس حدیث میں ہے کہ ابن السبیل، یعنی مسافر کے لئے زکوۃ لینا حلال ہے۔

ترجمہ : (١١٩١) زکوۃ پر کام کرنے والے کو اتنی مقدار دے کہ اس کو اور اس کے مددگار کو کافی ہو جائے۔

تشریح : ایک شکل یہ ہے کہ عامل پورا وقت زکوۃ وصول کرنے میں نہیں دیتا تو جتنا کام کرے گا زکوۃ میں سے اتنی تنخواہ دے

(۱۱۹۲)وللمزكّی الدفع الی کل الاصناف وله الاقتصار علی واحد مع وجود باقی

دی جائے گی، اور دوسری صورت یہ ہے کہ پورا وقت اسی کام میں لگا تا ہے تو اس میں اتنی تنخواہ دے دے کہ اس کو اور اس کے مددگار کی ضرورت پوری ہو جائے۔

وجہ: (۱) والعاملین علیها . (آیت ٦٠ سورۃ التوبۃ ٩)۔(۲) اس حدیث میں بھی اس کا ثبوت ہے۔ عن عطاء بن یسار ان رسول الله ﷺ قال لا تحل الصدقة لغنی الا لخمسة (۱)لغاز فی سبیل الله(۲)او لعامل علیها(۳) او لغارم (۴) او لرجل اشتراها بماله (۵) او لرجل کان له جار مسکین فتصدق علی المسکین فاهدها المسکین للغنی (ابوداؤد شریف، باب من یجوز لہ اخذ الصدقۃ وھو غنی ص ۲۳۸ نمبر ۱٦۳۵) اس حدیث میں ہے کہ کام کرنے والے کو بھی مزدوری میں زکوۃ کا مال دے سکتے ہیں۔(۳) اس حدیث میں بھی اس کا ثبوت ہے. عن ابن الساعدی المالکی أنه قال : استعملنی عمر بن الخطاب ؓ علی الصدقة فلما فرغت منها و أدیتها الیه أمر لی بعمالة فقلت : انما عملت لله و أجری علی الله فقال خذ ما اعطیت فانی عملت علی عهد رسول الله ﷺ فعملنی ، فقلت مثل ذالک فقال لی رسول الله ﷺ اذا اعطیت شیئا من غیران تسأل فکل و تصدق .(مسلم شریف، باب جواز الاخذ بغیر سوال ولا تطلع، ص ۴۲۰، نمبر ۱۰۴۵ / نمبر ۲۴۰۸ / ابو داود شریف، باب فی الاستعفاف، ص ۲۴۴، نمبر ۱٦۴۷) اس حدیث میں ہے کہ کام کرنے والے کو زکوۃ سے مزدوری دی جا سکتی ہے۔

ترجمہ : (۱۱۹۲) زکوۃ دینے والے کے لئے جائز ہے کہ تمام اقسام کو دے۔ اور اس کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ باقی قسمیں ہوتے ہوئے بھی ایک کو دے دے۔

تشریح: آیت میں آٹھ قسموں کو زکوۃ دینے کا تذکرہ کیا ہے۔ لیکن اگر ایک قسم کو تمام زکوۃ دیدے اور باقی موجود ہیں انکو نہ دے تب بھی زکوۃ کی ادائیگی ہو جائے گی۔ اور سب کو دے تب بھی جائز ہے۔

وجہ: (۱) قول صحابی میں ہے۔ عن ابن عباس قال : اذا وضعتها فی صنف واحد من هذه الاصناف فحسبک ۔(مصنف عبد الرزاق، باب ﴿انما الصدقات للفقراء﴾ ج رابع، ص ۸۳، نمبر ۱٦٦١٧) اس اثر میں ہے کہ ایک قسم میں بھی تقسیم کر دیا تو کافی ہے (۲) اس قول صحابی میں بھی ہے۔ عن حذیفة قال اذا اعطاها فی صنف واحد من الاصناف الثمانیة التی سمی الله تعالی اجزأه۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ۸۵، ما قالوا فی الرجل اذا وضع الصدقۃ فی صنف واحد ج ثانی ص ۴۰۵، نمبر ۱۰۴۴۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ایک قسم کو بھی زکوۃ دے دیگا تو کافی ہو جائیگا۔

ترجمہ : (۱۱۹۳)۔ اور زکوۃ کافر کو دینا صحیح نہیں ہے۔

تشریح : کافر کو فرض زکوۃ دینے سے زکوۃ کی ادائیگی نہیں ہوگی، کیونکہ حدیث میں مسلمان کو دینے کے لئے کہا ہے، البتہ نفلی صدقہ

الاصـنـاف(١١٩٣) ولا يـصـح دفعها لكافر(١١٩٤) وغنيّ يملک نصابا او ما يساوى قيمته من اى مـال كـان فـاضـل عن حوائجه الاصليّة وطفل غنيّ (١١٩٥)وبنى هاشم وموالیهم واختار الطحاویّ

دے سکتا ہے۔

وجه: (۱) حدیث میں ہے کہ مسلمان مالدار سے لو اور اس کے فقیر یعنی مسلمان فقیر کو واپس کر دو۔ عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ لمعاذ بن جبل ... ان الله قد افترض عليهم صدقة توخذ من اغنيائهم فترد على فقرائهم. (بخاری شریف، باب اخذ الصدقة من الاغنياء وترد فى الفقراء حيث کانوا ص۲۰۲/۲۰۳ نمبر ۱۴۹۶/ مسلم شریف، باب الدعاء الی الشهادتین وشرائع الاسلام، ص۳۱، نمبر ۱۹/ نمبر ۱۲۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان مالداروں سے لیکر اسی کے یعنی مسلمان غرباء پر تقسیم کی جائے گی۔ اس لئے غیر مسلم کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے (۲) اس قول تابعی میں ہے کہ غیر مسلم کو زکوۃ نہ دو۔ عن الثوری قال الرجل لايعطى زكوة ماله من يجبر على النفقة من ذوى ارحامه، ولا يعطيها فى كفن ميت ،ولا دين ميت ،ولا بنـاء مسجد، ولا شراء مصحف، ولا يحج بها، ولا تعطيها مكاتبک، ولاتبتاع بها نسمة تحررها، ولا تـعطيها فى اليهود، و لاالنصارى، ولا تستأجر عليها منها من يحملها[ليحملها] من مكان الى مكان(مصنف عبد الرزاق، باب لمن الزکوۃ ج رابع ص۸۹ نمبر ۷۲۰۰) اس حدیث میں ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ یہود نصاری، یعنی کافر کو زکوۃ نہ دو

ترجمه :(۱۱۹۴) اور ایسے غنی کو جو نصاب کا مالک ہو یا ایسی چیز کا مالک ہو جس کی قیمت نصاب کے برابر ہو اور اس کی ضرورت اصلیہ سے زائد ہو جونسا بھی مال ہو۔ اور مالدار کے بچے کو۔ (زکوۃ دینا جائز نہیں)

تشریح :مالدار کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے، آگے غنی کی دو تعریفیں کی ہیں [۱] نصاب کا مالک ہو [۲] یا کوئی ایسا مال ہو جو حاجت اصلیہ سے زائد ہو اور اس کی قیمت نصاب کے برابر ہو تو وہ غنی ہے جس کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح غنی کے بچے کو بھی دینا جائز نہیں ہے اس لئے کہ وہ بھی مالدار کے تحت میں مالدار ہے۔

وجه (۱) حدیث میں ہے۔ عن عبد الله بن عمر و عن النبى ﷺ قال : لاتحل الصدقة لغنى و لا ذى مرة سوى (ابوداؤد شریف، باب من يعطى من الصدقة وحد الغنى، ص۲۴۱، نمبر ۱۶۳۴/ ترمذی شریف، باب ما جاء من لاتحل له الصدقة، ص۱۶۷، نمبر ۶۵۲) اس حدیث میں ہے کہ مالدار کے لئے زکوۃ حلال نہیں ہے۔

ترجمه :(۱۱۹۵) اور بنو ہاشم کو، اور ان کے آزاد کئے ہوئے غلاموں کو زکوۃ دینا جائز نہیں۔ اور امام طحاویؒ کا اختیار کردہ مختار مذہب یہ ہے کہ بنو ہاشم کو زکوۃ دینا جائز ہے۔

تشریح : ہاشم کے بیٹے عبد المطلب کے تیرہ ۱۳ بیٹے تھے یعنی حضورؐ کے بارہ ۱۲ چچا تھے ان میں سے صرف تین کی اولاد کو زکوۃ نہ

جواز دفعها لبنی هاشم

دے۔ اس لئے کہ انہیں تینوں نے حضور کا پورا ساتھ دیا تھا، اور انہیں تینوں کے لئے خمس کا پانچواں حصہ ہے، اور حضور کی حدیث میں انہیں تینوں کو مخاطب کر کے زکوۃ سے منع فرمایا ہے، چونکہ باقی چچاؤں کو زکوۃ سے منع نہیں فرمایا، اور نہ انکی اولاد کو منع فرمایا اس لئے انکے لئے زکوۃ لینا جائز ہے۔ امام طحاویؒ نے فرمایا کہ آج کل بنی ہاشم کی حالت اچھی نہیں رہی اس لئے ان کے غریبوں کے لئے زکوۃ لینا جائز ہے۔

وجہ: (۱)۔ زکوۃ لوگوں کا میل ہے اور میل آل رسول کے لئے کھانا اچھا نہیں ہے (۲) ۔ **أن اباه ربيعة بن الحارث بن عبد المطلب و العباس بن عبد المطلب قالا لعبد المطلب بن ربيعة و للفضل بن عباس : أتيا رسول الله . ... ثم قال رسول الله لنا ان هذه الصدقات انما هى اوساخ الناس وانها لا تحل لمحمد ولا لآل محمد ،** (مسلم شریف، باب تحریم الزکوۃ علی رسول اللہ ﷺ و علی آلہ وھم بنو ہاشم و بنو عبد المطلب دون غیرھم ص ۳۴۵ نمبر ۲۴۸۲/۱۰۷۲ / ترمذی شریف، باب ما جاء فی کراہیۃ الصدقۃ للنبی ﷺ واہل بیتہ وموالیہ ص ۱۴۲ نمبر ۶۵۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ کے لئے زکوۃ جائز نہیں ہے۔ (۳) خود حضرت علیؓ کی اولاد کے لئے زکوۃ جائز نہیں ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **سمعت أبا هريرةؓ قال : أخذ الحسن بن عليؓ تمرة من تمرة الصدقة فجعلها فى فيه ، فقال النبى ﷺ ((كخ كخ)) ليطرحها ، ثم قال : أما شعرت أنا لا نأكل الصدقة ؟** ۔ (بخاری شریف، باب ما یذکر فی الصدقۃ للنبی ﷺ وآلہ، ص ۲۴۲، نمبر ۱۴۹۰) اس حدیث میں حضرت علیؓ کے بیٹے حضرت حسنؓ کو زکوۃ کے کھجور کھانے سے منع فرمایا۔ (۴) بنی ہاشم کے آزاد کردہ غلام کے لئے زکوۃ جائز نہیں ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن ابى رافع ان رسول الله ﷺ بعث رجلا من بنى مخزوم على الصدقة ... فقال ان الصدقة لا تحل لنا وان موالى القوم من انفسهم** (ترمذی شریف، باب ما جاء فی کراہیۃ الصدقۃ للنبی واہل بیتہ وموالیہ ص ۱۴۲ نمبر ۶۵۷ / ابو داود شریف، باب الصدقۃ علی بنی ہاشم، ص ۲۴۵، نمبر ۱۶۵۰) اس حدیث میں ہے کہ بنی ہاشم کے مولی کے لئے زکوۃ جائز نہیں ہے (۴) اس زمانے میں حالت ابتر ہوگئی ہے اور کوئی راستہ نہ ہو تو بنو ہاشم کو زکوۃ دینے کی گنجائش بعض مفتیان کرام نے دی ہے۔ آزاد کردہ غلام باندی کو صدقہ دینے کی یہ حدیث ہے۔ **عن انس ان النبى ﷺ اتى بلحم تصدق به على بريرة فقال هو عليها صدقة وهو لنا هدية** (بخاری شریف، باب اذا تحولت الصدقۃ ص ۲۰۲ نمبر ۱۴۹۵) اس حدیث میں ہے کہ آپکی آزاد کردہ باندی کو زکوۃ دی گئی۔ (۵) اثر میں ہے۔ **عن ابى جعفر قال : لا بأس بالصدقة من بنى هاشم بعضهم على بعض** ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما رخص فیہ من الصدقۃ علی بنی ھاشم، ج ثانی، ص ۴۳۲، نمبر ۱۰۷۳۵) اس اثر میں ہے کہ بنی ہاشم ایک دوسرے کو زکوۃ دے سکتے ہیں، تو اس پر قیاس کر کے بہت غربت ہو تو دوسروں کی زکوۃ بھی بنی ہاشم کو دے سکتے ہیں۔

(۱۱۹۶)واصل المزکّی وفرعه(۱۱۹۷) وزوجته(۱۱۹۸) ومملوکه ومکاتبه ومعتق بعضه

ترجمه :(۱۱۹۶) اور زکوۃ دینے والے کے اصول (ماں باپ، دادا دادی وغیرہ) اور فروع (بیٹا بیٹی، پوتا پوتی وغیرہ)

تشریح : جو آدمی اصل ہو جیسے باپ، دادا، پردادا، ماں، دادی، پردادی، نانا، نانی۔ یا جو آدمی کا فروع ہو، جیسے بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، پر پوتا، پر پوتی، نواسہ، نواسی، پر نواسہ، یا پر نواسی، تو چونکہ ان لوگوں کا نان نفقہ آدمی کے ذمے ہوتا ہے تو ان کو دینا گویا کہ زکوۃ اپنے ہی کے اوپر خرچ کرنا ہوا، اس لئے ان لوگوں کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے۔

وجه : (۱) ان لوگوں کے ساتھ اتنا گہرا رابطہ ہوتا ہے کہ ان کا نان ونفقہ بھی اپنے ہی ذمہ ہوتا ہے۔ اس لئے ان لوگوں کو دینا گویا کہ زکوۃ کا مال اپنے ہی پاس رکھ لینا ہے۔ اس لئے زکوۃ کا مال ان لوگوں کو دینے سے زکوۃ کی ادائیگی نہیں ہوگی (۲) **عن علی بن طالب** ؓ : **لیس لولد و لا والد حق فی صدقة مفروضة ، و من کان له ولد أو والد فلم یصله فهو عاق** ۔(سنن بیہقی، باب لا یعطیھا من تلزمہ نفقتہ من ولدہ ووالدیہ من سھم الفقراء والمساکین، ج سابع، ص ۴۵، نمبر ۱۳۲۲۹) اس اثر میں ہے کہ فروع یعنی اولاد، اور اصول یعنی والد وغیرہ کا حق زکوۃ میں نہیں ہے۔ (۳) اثر میں ہے کہ جن لوگوں کی کفالت کرتا ہو اور اصول و فروع میں سے ہوں ان کو زکوۃ دینے سے زکوۃ کی ادائیگی نہیں ہوگی۔ **عن ابن عباس قال لا بأس ان تجعل زکوتک فی ذوی قرابتک مالم یکونوا فی عیالک** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۹۶ ما قالوا فی الرجل یدفع زکوتہ الی قرابتہ ج ثانی ص ۴۱۲، نمبر ۱۰۵۳۱ رمصنف عبد الرزاق، باب لمن الزکوۃ ج رابع ص ۸۸ نمبر ۷۱۹۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ جو قریب کے رشتہ دار ہوں اور اس کی قدرتی طور پر کفالت بھی کرتا ہو تو اس کو زکوۃ دینے سے زکوۃ کی ادائیگی نہیں ہوگی۔

ترجمه :(۱۱۹۷) اور اس کی بیوی کو۔

تشریح : بیوی شوہر کے قرابت میں ہے اور اس کا نفقہ شوہر پر لازم ہے اس لئے بیوی کو بھی زکوۃ دینا جائز نہیں ہے۔

وجه: (۱) **عن ابن عباس قال لا بأس ان تجعل زکوتک فی ذوی قرابتک مالم یکونوا فی عیالک** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۹۶ ما قالوا فی الرجل یدفع زکوتہ الی قرابتہ ج ثانی ص ۴۱۲، نمبر ۱۰۵۳۱ رمصنف عبد الرزاق، باب لمن الزکوۃ ج رابع ص ۸۸ نمبر ۷۱۹۳) اس اثر میں ہے کہ جو کفالت میں ہو ان کو زکوۃ نہیں دے سکتے۔ اور بیوی شوہر کی کفالت میں ہے اس لئے زکوۃ اس پر ہی لوٹ آئے گی۔

ترجمه :(۱۱۹۸) اور مملوک غلام، اور مکاتب اور ایسے غلام جس کا کچھ حصہ آزاد ہو ان کو بھی زکوۃ دینا جائز نہیں۔

تشریح : اپنے غلام کو دینا گویا کہ اپنے پاس ہی زکوۃ رکھ لینا ہے اس لئے اپنے غلام کو نہیں دے سکتا۔ دوسرے کے مکاتب کو تو زکوۃ دے سکتا ہے تا کہ وہ مال کتابت ادا کر کے آزادگی حاصل کر لے، لیکن اپنے مکاتب غلام کو زکوۃ نہیں دے سکتا، کیونکہ اس زکوۃ کی رقم پھر مالک کی طرف آجائے گی، تو زکوۃ دینے والے کی زکوۃ واپس اسی کی طرف آگئی اس لئے مکاتب کو مکمل طور پر زکوۃ کا مالک بنانا

(۱۱۹۹)وکفن میت وقضاء دینه (۱۲۰۰)وثمن قنّ یُعتق

نہیں پایا گیااس لئے اپنے مکاتب کوزکوۃ نہیں دے سکتا، اسی طرح اپنے مدبر غلام کوزکوۃ نہیں دے سکتا، اس لئے کہ اس غلام کا پیسہ تو پھر مالک کا ہی ہوجائے گا۔اسی طرح اپنی ام ولد باندی کوزکوۃ نہیں دے سکتا، کیونکہ اس باندی کا پورامال آقا کا ہےاس لئے ان کی زکوۃ انہیں کی طرف واپس ہوگئی،توپورے طور پرزکوۃ کا مالک بنانانہیں پایا گیا،اس لئے ان لوگوں کوزکوۃ نہیں دے سکتے۔

وجه : (۱) اس سب کے لئے یہ قول تابعی ہے۔ **عن الثوری قال الرجل لایعطی زکوة ماله من یجبر علی النفقة من ذوی ارحامه، ولا یعطیها فی کفن میت ،ولا دین میت ،ولا بناء مسجد، ولا شراء مصحف، ولا یحج بها، ولا تعطیها مکاتبک، ولاتبتاع بها نسمة تحررها، ولا تعطیها فی الیهود، و لاالنصاری، ولا تستأجر علیها منها من یحملها لیحملها من مکان الی مکان**(مصنف عبدالرزاق، باب لمن الزکوۃ ج رابع ص ۸۹ نمبر ۷۲۰۰)اس حدیث میں ہے کہ [۱] ایسے لوگوں کواپنی زکوۃ کا مال نہ دے جنکا نان نفقہ اس کے ذمے ہو۔[۲] میت کے کفن میں نہ دے [۳] میت کے دین میں نہ دے۔[۴] مسجد بنانے میں نہ دے [۵] قرآن کریم خریدنے میں نہ دے [۶] اس سے حج نہ کرے [۷] اپنے مکاتب کوزکوۃ نہ دے، دوسرے کے مکاتب کودے سکتا ہے۔[۸] اس سے غلام خرید کرآزاد نہ کرے۔[۹] زکوۃ یہود کو نہ دے اور نصاری کو نہ دے، یعنی کافر کو نہ دے۔[۱۰] اس سے اپنے لئے کرائے کا جانور نہ لے۔(۲)**عن الحسن قال : لایعطی عبد و لا مشرک من الزکاة** . (مصنف عبدالرزاق، باب لمن الزکاۃ، ج رابع ص ۸۹ نمبر ۷۱۹۷) اس اثر میں ہے کہ اپنے غلام کو زکوۃ نہ دے۔کیونکہ وہ مال خوداسی کی طرف واپس آجائے گا۔

اصول: زکوۃ کی ادائیگی کے لئے مسلمان غریب کو مالک بنانا ضروری ہے۔

ترجمه :(۱۱۹۹) اورمیت کے کفن اوراس کے قرض کی ادائیگی۔

تشریح : کسی غریب کوزکوۃ دیکراس کوکہیں کہ میت کا کفن دو یا قرض ادا کروتو جائز ہے،لیکن خود کے کفن میں دینایااس کا قرض ادا کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ زکوۃ کے مال کا مالک بنانا ضروری ہے،اور یہاں میت مرچکا ہےاس لئے اس کو مالک نہیں بنا سکتے اس لئے اس کوزکوۃ دینے سے زکوۃ کی ادائیگی نہیں ہوگی۔اس کے لئے قول ثوری اوپر گزرا۔

ترجمه :(۱۲۰۰) جس غلام کوآزاد کیا جارہاہواس کی قیمت۔

تشریح :زکوۃ سے غلام خریدےاوراس کوآزاد کرےاس طرح زکوۃ ادانہیں ہوگی، کیونکہ اس میں کسی غریب کو مالک بنانانہیں ہوا

وجه: (۱)**عن الثوری قال الرجل لایعطی زکوة ماله من یجبر علی النفقة من ذوی ارحامه،.... ولاتبتاع بها نسمة تحررها**. (مصنف عبدالرزاق، باب لمن الزکوۃ ج رابع ص ۸۹ نمبر ۷۲۰۰)اس اثر میں ہے کہ زکوۃ کے مال سے غلام کوخرید کرآزادنہ کرے ۔(۲)اس اثر میں ہے.**عن ابراهیم انه کان یکره ان یشتری من زکاة ماله رقبة یعتقها**۔(مصنف

(۱۲۰۱)ولو دفع بتحرٍّ لمن ظنّه مصرفا فظهر بخلافه اجزأه (۱۲۰۲)الا ان يكون عبده ومكاتبه (۱۲۰۳)وكره الاغنياء وهو ان يفضل للفقير نصاب بعد قضاء دينه وبعد اعطاء كل فرد من عياله.

ابن ابی شیبۃ ،۷۸ فی الرقبۃ تعتق عن الزکوۃ ، ج ثانی ،ص ۴۰۳،نمبر ۱۰۴۱۹)اس اثر میں ہے کہ زکوۃ کے مال سے آزاد کرنے کے لئے غلام نہ خریدے۔

ترجمہ :(۱۲۰۱) ۔اور اگر زکوۃ ایسے آدمی کو دی جس کے متعلق یہ گمان ہے کہ وہ مستحق ہے پھر اس کے خلاف ظاہر ہوا تو زکوۃ ادا ہو جائے گی۔

تشریح :کسی نے فقیر گمان کرتے ہوئے زکوۃ دیا کہ یہ مستحق ہے لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ یہ مستحق نہیں ہے پھر بھی اگر تحقیق کے بعد دیا تھا اور بعد میں خطا ظاہر ہوگئی تو زکوۃ کی ادائیگی ہو جائے گی۔حنفیہ کے نزدیک دوبارہ دینے کی ضرورت نہیں۔

وجہ: (۱) ۔ ان معن بن يزيد حدثه ... وكان ابى يزيد اخرج دنانير يتصدق بها فوضعها عند رجل فى المسجد فجئت فاخذتها فاتيته بها فقال والله ما اياک اردت فخاصمته الى رسول الله فقال لک مانويت يا يزيد ولک ما اخذت يا معن (بخاری شریف ،باب اذا تصدق علی ابنہ وھو لا یشعر ص ۱۹۱ نمبر ۱۴۲۲)اس حدیث میں باپ کی زکوۃ بھول سے بیٹے کو پہنچ گئی پھر بھی آپؐ نے باپ سے فرمایا کہ تم نے جو نیت کی ہے اس کی ادائیگی ہو جائے گی (۲)عن الحسن فى الرجل يعطى زكوته الى فقير ثم يتبين له انه غنى قال اجزى عنه. (مصنف ابن ابی شیبۃ ۹۷ ما قالوا فی الرجل یعطی زکوتہ لغنی وھو لا یعلم ج ثانی ص ۴۱۳،نمبر ۱۰۵۴۳)اس اثر سے معلوم ہوا کہ بھول سے غریب سمجھ کر مالدار کو زکوۃ دے تو زکوۃ کی ادائیگی ہو جائے گی۔

ترجمہ :(۱۲۰۲)،الا یہ کہ وہ اس کا غلام ہو یا مکاتب ہو (تو ادا نہ ہوگی)۔

تشریح: زکوۃ ادا ہونے کے لئے یہ رکن اور فرض تھا کہ کسی غریب کو مالک بناتے ،اور غلام میں مالک بننے کی صلاحیت ہی نہیں ہے،اس کی ملک آقا کی ملک ہے،اور جب مالک نہیں بنایا تو زکوۃ کی ادائیگی نہیں ہوگی۔اور مکاتب میں مالک بننے کی صلاحیت ہے، لیکن یہ مال بعد میں مال کتابت کے طور پر آقا کے پاس ہی جائے گا،تو اپنا مال اپنے ہی پاس لوٹ آیا اس لئے اگر ظاہر ہو گیا کہ یہ اپنا غلام ہے، یا اپنا مکاتب ہے تو زکوۃ ادا نہیں ہوئی۔

اصول: غلام کی ملکیت خود مولی کی ملکیت ہے۔

ترجمہ :(۱۲۰۳)فقیر کو مالدار بنا دینا مکروہ ہے،اور اس کی صورت یہ ہے کہ فقیر کے پاس اس کے دین ادا ہونے کے بعد اور اس کے عیال میں سے ہر فرد کو نصاب سے کم دینے کے بعد نصاب کی مقدار بچ جائے۔ورنہ مکروہ نہیں ہے۔

تشریح : جس فقیر کو زکوۃ دی اس نے اپنا قرض ادا کیا،اور اس کی کفالت میں جتنے لوگ تھے سب کو دو دو سو درہم سے کم دینے کے

دون نصاب من المدفوع اليه والا فلا يكره.(١٢٠٤) وندب اغناء ه عن السؤال وكره نقلها بعد تمام الحول لبلد آخر لغير قريب واحوج واورع وانفع للمسلمين بتعليم

بعد خود اس کے پاس دو سو درہم بچ گئے تو گویا کہ یہ مالدار ہو گیا، تو ایک آدمی کو اتنی زکوۃ دینا مکروہ ہے، لیکن اگر قرض ادا کیا اور اپنی کفالت میں جتنے آدمی تھے سب کو دو سو درہم سے کم دئے، اور اس کے بعد اس آدمی کے پاس نصاب سے کم بچ گیا تو اب یہ مکروہ نہیں ہے، کیونکہ خود یہ فقیر ابھی بھی صاحب نصاب نہیں بنا۔

وجہ: (۱) اثر میں ہے۔ **عن عامر قال اعط من الزكوة ما دون ان يحل على من تعطيه الزكوة** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، نمبر ۱۰۴۳۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ایک آدمی کو اتنی زکوۃ نہ دے کہ خود اس پر زکوۃ واجب ہو جائے (۲) **عن ابی جعفر قال يعطى منها ما بينه و بين المائتين** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ۸۰ ما قالوا فی الزکوۃ قدر ما یعطی منہاج ثانی ص ۴۰۳، نمبر ۱۰۴۲۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ دو سو درہم کے اندر اندر دے۔ (۳) ہاں فیملی بڑی ہے اس لئے دو سو درہم سے زیادہ دیا لیکن ہر ایک کو دو سو درہم سے کم ملے تو جائز ہے، اس حدیث میں ہے۔ **أن رجلا من الانصار يقال له سهل بن ابى حثمة أخبره : أن النبى ﷺ وداه بمائة من ابل الصدقة يعنى دية الانصارى الذى قتل بخيبر** ۔(ابو داود شریف، باب کم یعطی الرجل الواحد من الزکوۃ؟ ص ۲۴۳، نمبر ۱۶۳۸) اس حدیث میں دیت کی ضرورت کی وجہ سے زکوۃ کے سو اونٹ آپؐ نے عطا فرمایا۔

ترجمہ: (۱۲۰۴) اور فقیر کو سوال سے بے نیاز کر دینا مستحب ہے۔

تشریح: ایک آدمی کو اتنی زکوۃ دینا مستحب ہے کہ اس کی ضرورت پوری ہو جائے اور کم از کم آج سوال نہ کرے۔

وجہ: (۱) اس قول تابعی میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن ابراهيم قال كان يستحب أن يسد بها حاجة اهل البيت ، اى بالزكوة** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۸۰ ما قالوا فی الزکوۃ قدر ما یعطی منہاج ثانی ص ۴۰۳، نمبر ۱۰۴۲۹) اس اثر میں ہے کہ اتنا دے کہ اس کی فیملی کو کافی ہو جائے (۲) اس حدیث میں بھی اس کا اشارہ ہے۔ **عن قبيصة بن مخارق الهلالى قال تحملت حمالة.....و رجل اصابته فاقة حتى يقول ثلاثة من ذوى الحجى من قومه قد اصابت فلانا الفاقة فحلت له المسألة فسأل حتى يصيب قواما من عيش ـ او سدادا من عيش ـ ثم يمسك و ما سواهن من المسألة يا قبيصة ! سحت يأكلها صاحبها سحتا** . (ابو داود شریف، باب ما تجوز بہ المسألۃ، ص ۲۴۴، نمبر ۱۶۴۰) اس حدیث میں ہے کہ اتنا مانگے کہ ضرورت پوری ہو جائے اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت پوری ہونے کے مطابق زکوۃ دینا چاہئے۔

ترجمہ: (۱۲۰۴) اور زکوۃ کا سال کے پورا ہونے کے بعد دوسرے شہر کی طرف منتقل کر دینا ایسے آدمی کے لئے جو قریبی عزیز، یا زیادہ ضرورت مند، یا زیادہ متقی، یا تعلیم کے لئے زیادہ نفع بخش نہ ہو مکروہ ہے۔

تشریح: اگر دوسرے شہر میں قریبی رشتہ دار ہے، یا زیادہ ضرورت مند ہے، یا زیادہ متقی ہے، یا مدرسہ کی وجہ سے زیادہ نفع والا ہے

(١٢٠٥) والافضل صرفها للاقرب فالاقرب من كل ذی رحم محرم منه ثم لجيرانه ثم لاهل محلته ثم لاهل حرفته ثم لاهل بلدته. وقال الشيخ ابو حفص الكبير رحمه الله لا تقبل صدقه الرجل وقرابته

تب تو دوسرے شہر میں دینا مکروہ نہیں ہے، لیکن اگر وہاں ایسی کوئی چیز نہیں ہے تو اپنے شہر کو چھوڑ کر دوسرے شہر میں دینا مکروہ ہے

وجه: (۱) حدیث یہ ہے۔ عن ابن عباس قال قال رسول الله لمعاذ بن جبل حين بعثه الى اليمن ... قد افترض عليهم صدقة توخذ من اغنيائهم فترد على فقرائهم ۔ (بخاری شریف، باب اخذ الصدقة من الاغنياء وترد فی الفقراء حیث کانوا ص۲۰۲،۲۰۳، نمبر ۱۴۹۶) اس حدیث میں ہے کہ اس شہر کے مالداروں سے لیں اور انہیں کے غرباء پر تقسیم کردیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ دوسرے شہر کی طرف زکوۃ منتقل کرنا مکروہ ہے۔ (۲) سئل عمر عما يؤخذ من صدقات الاعراب كيف يصنع بها ؟ فقال عمر: و الله لأردن عليهم الصدقة حتى تروح على أحدهم مائة ناقة أو مائة بعير ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من قال ترد الصدقۃ فی الفقراء اذا أخذت من الأغنیاء، ج ثانی، ص۴۲۲، نمبر ۱۰۶۴۵) اس اثر میں ہے کہ ان سے لیکر اسی شہر کے فقراء پر تقسیم کردیا جائے (۳) عن ابی هريرة انه قال : يا رسول الله ا أى الصدقة أفضل ؟ قال جهد المقل ، و أبدأ بمن تعول ۔ (ابوداود شریف باب الرخصۃ فی ذا لک، ص ۲۴۸، نمبر ۱۶۷۷) اس حدیث میں اشارہ ہے کہ پہلے انکا حق ہے جو قریب ہے۔ (۲) اور زیادہ محتاج کو دینے کی حدیث یہ ہے. عن قبيصة بن مخارق الهلالی قال تحملت حمالة فأتيت النبی ﷺ فقال : أقم يا قبيصة ! حتى تأتينا الصدقة فنأمر لک بها . (ابوداود شریف، باب ما تجوز بہ المسألۃ، ص۲۴۴، نمبر ۱۶۴۰)

ترجمه: (۱۲۰۵) اور زکوۃ کا بہترین مصرف درجہ بدرجہ قریب ترین رشتہ دار ہے۔ پھر اپنا پڑوسی، پھر اہل محلّہ، پھر ہم پیشہ، پھر شہر والے۔ شیخ ابو حفص کبیرؒ فرماتے ہیں: کسی آدمی کا (رشتہ دار کے علاوہ پر) صدقہ کرنا مقبول نہیں اگر اس کے رشتہ دار محتاج ہوں یہاں تک کہ ان سے شروع کرے اور ان کی حاجت پوری کرے۔

تشریح: زکوۃ کا پہلا حقدار قریب ترین رشتہ دار ہے۔ پھر اپنا پڑوسی ہے۔ پھر محلے والے ہیں، پھر جو آپ کے پیشے میں شریک ہو۔ پھر شہر والے ہیں۔ اس ترتیب سے زکوۃ تقسیم کرنا بہتر ہے۔

وجه: (۱) عن ابی هريرة انه قال : يا رسول الله أى الصدقة أفضل ؟ قال جهد المقل ، و أبدأ بمن تعول ۔ (ابوداود شریف باب الرخصۃ فی ذا لک، ص ۲۴۸، نمبر ۱۶۷۷) اس حدیث میں ہے کہ پہلے انکا حق ہے جو قریب ہے۔ (۲) رشتہ دار کو دینے کے بارے میں حضورؐ نے فرمایا۔ وقال النبی ﷺ له اجران اجر القرابة واجر الصدقة. (بخاری شریف، باب الزکوۃ علی الاقارب ص ۱۹۶ نمبر ۱۴۶۱ ترمذی شریف، باب ما جاء فی الصدقۃ علی ذی القرابۃ ص ۱۴۲ نمبر ۶۵۸) اس حدیث میں ہے کہ

محاويج حتى يبدأ بهم فيُسدّ حاجتهم

﴿باب صدقة الفطر﴾

(١٢٠٦)تجب على حرّ مسلم مالک لنصاب او قیمته وان لم یحلُ علیه الحول عند طلوع فجر یوم الفطر(١٢٠٧) ولم یکن للتجارة فارغ عن الدَّین وحاجته الاصلیّة وحوائج عیاله.

رشتہ دار کو دینے میں دہرا اجر ہے۔

﴿صدقۂ فطر کا بیان﴾

ضروری نوٹ: عید کے دن جو صدقہ دیا جاتا ہے اس کو صدقۃ الفطر کہتے ہیں۔ چونکہ پورے رمضان روزے رکھ کر وہ افطار کا دن ہوتا ہے اس لئے اس کو صدقۃ الفطر کہتے ہیں۔اس کی دلیل یہ آیت ہے. عن کثیر بن عبد الله المزنی عن ابیه عن جده أن رسول الله ﷺ سئل عن قوله﴿ قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربه فصلی ﴾ [آیت ١٤-١٥،سورۃ الاعلی ٨٧]قال : ھی زکوة الفطر ۔(سنن بیہقی، باب جماع ابواب زکاۃ الفطر، ج رابع ،ص ٢٦٨،نمبر ٧٦٦٨)اس حدیث میں ہے کہ اس آیت میں صدقۃ الفطر کا تذکرہ ہے

ترجمہ :(١٢٠٦) صدقۂ فطر ایسے آزاد مسلمان پر جو نصاب یا اس کی قیمت کا مالک ہو واجب ہے،اگر چہ اس پر عید الفطر کے دن فجر طلوع ہونے کے وقت سال پورا نہ ہوا ہو۔

تشریح : صدقۃ الفطر واجب ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں[١] آزاد ہو،غلام پر واجب نہیں ہے۔[٢] مسلمان ہو،کافر پر واجب نہیں ہے۔[٣] نصاب کا مالک ہو یا اس کی قیمت کا مالک ہو چاہے اس پر سال نہ گزرا ہو،تو عید الفطر کی صبح کو صدقۃ الفطر واجب ہوگا۔

وجه : (١)صدقۃ الفطر واجب ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن ابن عمر قال فرض رسول الله ﷺ زکوة الفطر صاعا من تمر او صاعا من شعیر علی العبد والحر والذکر والانثی والصغیر والکبیر من المسلمین وامر بها ان تودی قبل خروج الناس الی الصلوة (بخاری شریف، باب فرض صدقۃ الفطر ص ٢٠٤ نمبر ١٥٠٣ رمسلم شریف، باب زکوۃ الفطر علی المسلمین من التمر والشعیر ص ٣٩٥ نمبر ٩٨٤/٢٢٧٨)اس حدیث میں فرض کے لفظ سے حنفیہ صدقۃ الفطر دینا واجب قرار دیتے ہیں۔اور باقی دلیل کتاب الزکوۃ میں گزر چکی ہے۔

ترجمہ :(١٢٠٧) چاہے تجارت کے لئے نہ ہو،قرض سے فارغ ہو اور حاجت اصلیہ سے،اور عیال کی ضرورت سے فارغ ہو

تشریح :اس نصاب کا تجارت کے لئے ہونا ضروری نہیں ہے،اور نامی ہونا ضروری نہیں ہے،اور اصلی ضرورت سے بھی فارغ

(۱۲۰۸) والمعتبر فيها الكفاية لا التقدير وهى مسكنه واثاثه وثيابه وفرسه وسلاحه وعبيده للخدمة

(۱۲۰۹) فيُخرجها عن نفسه واولاده الصغار الفقراء وان كانوا اغنياء يُخرجها من مالهم

ہواوراس کی کفالت میں جولوگ ہیں ان کی بھی اصلی ضرورت سے زیادہ ہوتب صدقۃ الفطر واجب ہوگا۔

وجه : وقال النبی ﷺ لا صدقة الا عن ظهر غنی (بخاری شریف، باب تاویل قولہ من بعد وصیۃ یوصی بھااودین، ص۴۵۴،نمبر ۲۷۵۰) اس حدیث میں ہے کہ مالدار ہوتب صدقۃ الفطر واجب ہے۔

ترجمه :(۱۲۰۸) اورضرورت میں اعتبار کافی ہونے کا ہے اپنی طرف سے فرض کر لینا نہیں ہے مکان، اور مکان کا سامان، اور کپڑے، اور گھوڑا، اور ہتھیار، اور خدمت کے غلام ہیں۔

تشریح :ضرورت میں یہ نہیں ہے کہ اپنی طرف سے کچھ فرض کر لے، بلکہ ضرورت یہ ہے کہ سال بھر کے کھانے کا ہو، اور عیال کے کھانے کا بھی ہو۔ رہنے کے لئے مکان ہو۔ مکان میں سامان ہو، کپڑے ہوں، گھوڑا ہو، ہتھیار ہو، اور خدمت کرنے کے لئے ایک غلام ہو، یہ آدمی کی ضرورت کی چیز ہیں، ان سب سے زیادہ ہوتو کہا جائے گا کہ حاجت اصلیہ سے فارغ ہے۔

(۳) حاجت اصلیہ کی تفصیل کا پتہ اس اثر سے ہوتا ہے ۔عن سعید بن جبیر قال یعطی من الزکوة من له االدار والخادم والفرس . (مصنف ابن ابی شیبۃ ۵۷ من لہ دار و خادم یعطی من الزکوۃ ج ثانی ص ۴۰۲،نمبر ۱۰۴۱۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ جس کے پاس رہنے کا گھر ہو اور خدمت کا غلام ہو اور جہاد کا گھوڑا ہو وہ غنی نہیں ہے۔

ترجمه :(۱۲۰۹) صدقۂ فطر ادا کرے گا اپنی طرف سے اور اپنی فقیر چھوٹی اولاد کی جانب سے۔ اگر اولاد غنی ہوں تو ان کے مال میں سے ادا کرے۔

تشریح : اپنی جانب سے صدقہ فطرہ ادا کرے گا اور چھوٹی اولاد کی جانب سے ادا کرے گا، اور اگر چھوٹی اولاد کے پاس اپنا مال ہے تو انہیں کے مال سے ادا کرے، کیونکہ اصل تو یہ ہے کہ اسی چھوٹی اولاد پر ہی واجب ہے، لیکن اس کے پاس مال نہ ہونے کی وجہ سے باپ نے ادا کیا، لیکن اگر اس کے پاس موجود ہو تو اصل پر ہی واجب ہے۔

وجه: (۱) اس حدیث میں ہے کہ اپنی جانب سے ادا کرے، اور اشارہ ہے کہ چھوٹی اولاد کی جانب سے ادا کرے۔ ۔اعن ابن عمر قال فرض رسول الله ﷺ زكوة الفطر صاعا من تمر او صاعا من شعير على العبد والحر والذكر والانثى والصغير والكبير من المسلمين وامر بها ان تودى قبل خروج الناس الى الصلوة (بخاری شریف، باب فرض صدقۃ الفطر ص ۲۰۴ نمبر ۱۵۰۳ رمسلم شریف ، باب زکوۃ الفطر علی المسلمین من التمر والشعیر ص ۳۹۵ نمبر ۲۲۷۸/۹۸۴) اس حدیث میں ہے مذکر مؤنث سب کی جانب سے صدقۃ الفطر نکالے۔(۲) اس حدیث میں ہے کہ چھوٹی اولاد کی جانب سے نکالے۔ عن ابن عمر قال امر رسول الله بصدقة الفطر عن الصغير والكبير والحر والعبدمن من تمونون (دار

(١٢١٠) ولا تجب على الجدّ فى ظاهر الرواية واختير ان الجدّ كالاب عند فقده او فقره (١٢١١) وعن مماليكه للخدمة ومدبّره وامّ ولده ولو كفّارا (١٢١٢) لا عن مكاتبه ولا عن ولده

قطنی، کتاب زکوة الفطرج ثانی ص ۱۲۳ نمبر ۲۰۵۹ رسنن للبیھقی ، باب اخراج زکوة الفطرعن نفسہ و غیرہ، ج رابع ص ۲۷۲، نمبر ۷۶۸۲)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی جس آدمی کی کفالت کرتا ہے اس کا صدقۃ الفطر بھی خود ادا کرے گا۔تمونون مؤنت سے مشتق ہے جس کا معنی ہے جس کی تم کفالت کرتے ہو۔

ترجمہ :(۱۲۱۰) ظاہری روایت کے اعتبار سے دادا پر واجب نہیں۔اور مختار یہ ہے کہ باپ کے نہ ہونے یا فقیر ہونے کی صورت میں دادا باپ کی طرح ہے۔

تشریح : حدیث میں ہے کہ باپ پر صدقہ فطرہ واجب ہے اس لئے جو حضرات اس کی طرف گئے انہوں نے فرمایا کہ دادا پر پوتے کا صدقہ فطرہ واجب نہیں ہے۔اور جو حضرات اس طرف گئے کہ باپ نہ ہونے کی صورت میں تمام احکام میں دادا باپ کی جگہ پر ہوتا ہے انہوں نے فرمایا کہ دادا پر صدقہ واجب ہے۔اسی طرح باپ فقیر ہے اور دادا مالدار ہے، تو اس پر پوتے اور پوتی کا صدقہ واجب ہوگا، کیونکہ باپ فقیر ہے تو گویا کہ باپ ہے ہی نہیں اس لئے دادا پر واجب ہوگا۔

ترجمہ :(۱۲۱۱) اور خدمت کے غلاموں، مدبر، ام ولد کی جانب سے اگر چہ کافر ہو۔

تشریح :قاعدہ یہ ہے کہ جو غلام مالک کے قبضے میں ہے اور اس کی کفالت کرتا ہے اس کا صدقہ نکالے گا، جیسے خدمت کا غلام، مدبر غلام، ام ولد باندی کا صدقہ فطرہ نکالے، کیونکہ ان لوگوں کی کفالت آقا کرتا ہے

وجہ : (۱) حدیث میں ہے۔**عن ابن عمر قال امر رسول اللہ بصدقة الفطر عن الصغير والكبير والحر والعبد ممن تمونون** (دار قطنی، کتاب زکوۃ الفطرج ثانی ص ۱۲۳ نمبر ۲۰۵۹ رسنن للبیھقی ، باب اخراج زکوۃ الفطرعن نفسہ و غیرہ، ج رابع ص ۲۷۲، نمبر ۷۶۸۲)اس حدیث میں ہے کہ جس کی کفالت کرتا ہو اس کی جانب سے فطرہ نکالے۔

ترجمہ :(۱۲۱۲) اپنے مکاتب، بڑی اولاد، بیوی، مشترک غلام، بھاگا ہوا غلام، مگر یہ کہ لوٹ آئے، غصب کردہ غلام، قید کیا ہوا غلام، کی طرف سے۔

تشریح : یہ غلام وہ ہیں جن کی کفالت آقا نہیں کرتا اس لئے انکی جانب سے صدقہ فطرہ ادا نہیں کرے گا، مثلا مکاتب کا خرچ آقا کے ذمے نہیں ہے۔ بڑی اولاد کا خرچ باپ کے ذمے نہیں ہے۔ بیوی کا نفقہ شوہر کے ذمے لازم ہے، لیکن بطور نفقہ لازم ہے جو ایک قسم کی مزدوری ہے اس لئے اس کی جانب سے صدقہ فطر ادا کرنا لازم نہیں ہے۔مشترک غلام کا پورا خرچ آقا کے ذمے نہیں ہے، بھاگا ہوا غلام کا خرچ بھی ابھی آقا کے ذمے نہیں ہے، غصب کیا ہوا غلام کا خرچ بھی آقا کے ذمے نہیں ہے، قید کیا ہوا غلام کا بھی خرچ آقا کے ذمے نہیں ہے اس لئے ان لوگوں کی جانب صدقہ فطرہ نہیں نکالے گا۔

الكبير وزوجته وقنّ مشترک وآبق الا بعد عوده وكذا المغصوب والماسور(١٢١٣) وهی نصف صاع من برّ ودقیقه او سویقه او صاع تمر او زبیب او شعیر

وجه: (ا) اثر میں ہے ۔عن ابن عمر انه کان یودی زکوة الفطر عن کل مملوک له فی ارضه و غیر ارضه وعن کل انسان یعوله من صغیرا و کبیر وعن رقیق امرأته وکان له مکاتب بالمدینة فکان لا یودی عنه۔ (سنن للبیھقی، باب من قال لا یودی عن مکاتبہ ج رابع ص٢٧٢،نمبر٧٦٨٦ /مصنف ابن ابی شیبۃ ،٣٧ ما قالوا فی المکاتب یعطی عنہ سیدہ ام لا ج ثانی ص٤٠٠،نمبر١٠٣٨٦)اس اثر سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر مکاتب کا صدقۃ الفطر خود ادا نہیں کرتے تھے ۔کیونکہ وہ ان کی مؤنت میں نہیں تھا۔(٢). ان عمر بن عبد العزیز قال : لیس فی مال المکاتب زکوة . (مصنف ابن ابی شیبۃ ،٥٢ فی المکاتب من قال: لیس علیہ زکوۃ ج ثانی ص٣٨٧،نمبر١٠٢٢٩)اس اثر میں ہے کہ مکاتب کے مال میں زکوۃ نہیں ہے اور صدقۃ الفطر بھی زکوۃ کا ایک حصہ ہے اس لئے صدقۃ الفطر بھی نہیں ہوگا۔

﴿صدقۃ الفطر کی مقدار﴾

ترجمہ :(١٢١٣)صدقۂ فطر کی مقدار آدھا صاع گیہوں یا گیہوں کا آٹا، یا ستو ہے۔یا ایک صاع کھجور، یا کشمش، یا جَو ہے۔

تشریح: آدھا صاع گیہوں ہو یا اس کا آٹا ہو یا اس کا ستو ہو تو چونکہ وہ گیہوں کی جنس سے ہے اس لئے آدھا صاع ہی کافی ہے، البتہ کھجور اور جو ایک صاع ہونا چاہئے ، اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب میں کھجور اور جو پیدا ہوتا تھا اس لئے یہ چیزیں سستی تھیں، اس لئے ایک صاع قرار دیا، اور گیہوں کی پیداوار کم تھی اس لئے یہ مہنگا تھا اس لئے آدھا صاع مقرر فرمایا۔اس وقت گیہوں اگر چہ کھجور کے مقابلے پر سستا ہے لیکن چونکہ حدیث میں وہ معیار مقرر کر دیا ہے اس لئے وہی معیار رہے گا۔اور کشمش کے بارے میں اختلاف ہے جو آگے آرہا ہے۔

وجه: (ا)عن ابی سعید الخدری ؓ قال کنا نعطیها فی زمان النبی ﷺ صاعا من طعام أو صاعا من تمر أو صاعا من شعیر أو صاعا من زبیب فلما جاء معاوية و جائت السمراء قال أری مدا من هذا یعدل مدین (بخاری شریف، باب صاعا من زبیب ص٢٠٤ نمبر ١٥٠٨/مسلم شریف، باب زکاۃ الفطر علی المسلمین من التمر والشعیر ،ص٣٩٦،نمبر ٩٨٥/٢٢٨٣)اس حدیث میں ہے کہ ایک صاع گیہوں اور ایک صاع کھجور اور ایک صاع کشمش فطرہ میں دیتے تھے بعد میں ایک صاع گیہوں دو آدمیوں کے لئے کر دیا، یعنی آدھا صاع ایک آدمی کے لئے اور اس پر اجماع بھی ہو گیا۔(٢) دوسری حدیث میں ہے۔عن ابی صعیر قال قال رسول الله صاع من بر او قمح علی کل اثنین صغیر او کبیر. (ابوداؤد شریف، باب

(۱۲۱۴) وهو ثمانية ارطال بالعراقی

من روی نصف صاع من قمح ص ۳۳۵ نمبر ۱۶۱۹) اس حدیث میں ہے کہ خود حضورؐ نے آدھا صاع گیہوں فطرہ کے لئے متعین فرمایا۔ (۳) اور آٹے کا تذکرہ اس اثر میں ہے۔ **سألت عبد الله بن شداد عن صدقة الفطر فقال : نصف صا ع من حنطة أو دقيق** ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی صدقۃ الفطر من قال: نصف صاع بر، ج ثانی، ص ۳۹۷، نمبر ۱۰۳۴۹) اس اثر میں ہے کہ گیہوں یا آٹا آدھا صاع ہے، اس لئے گیہوں کا آٹا ہی مراد ہے۔

لغت : بر: گیہوں۔ دقیق: آٹا۔ سویق: ستو۔ زبیب: کشمش، یہ انگور کو سکھا کر بناتے ہیں۔ شعیر: جو۔

ترجمه : (۱۲۱۴) اور صاع عراقی آٹھ رطل کا ہوتا ہے۔

تشریح ایک صاع سب کے نزدیک چار مد کا ہوتا ہے، لیکن کتنے رطل کا ہے اس بارے میں اختلاف ہے، امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک آٹھ رطل کا ایک صاع ہوتا ہے اور امام شافعی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پانچ رطل اور ایک تہائی رطل کا صاع ہوتا ہے

وجه : (۱)۔ **عن انس بن مالک ان النبی ﷺ کان يتوضأ برطلين ويغتسل بالصاع ثمانية ارطال** (دار قطنی، کتاب زکوۃ الفطر ج ثانی ص ۱۳۴ نمبر ۲۱۱۹/۲۱۲۰ رسنن للبیہقی، باب ما دل علی ان صاع النبی کان عیارۃ خمسۃ ارطال وثلث ج رابع ص ۲۸۷، نمبر ۷۷۲۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صاع آٹھ رطل کا ہونا چاہئے۔ (۲) حضرت عمرؓ کا اثر یہ ہے جو صاحب ھدایہ نے پیش کیا ہے۔ **سمعت حنشا يقول : صا ع عمر ثمانية أرطال و قال شريک أکثر من سبعة أرطال و أقل من ثمانية** (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۱۱۵ فی الصاع ما ھو، ج ثانی، ص ۴۲۲، نمبر ۱۰۶۴۳) اس اثر میں ہے کہ آٹھ رطل کا صاع ہوتا ہے

امام ابو یوسفؒ کی دلیل (۱) ابن حبان کے حوالے سے نصب الرایہ میں یہ حدیث اس طرح ہے۔ **عن ابی هريرة أن رسول الله ﷺ قيل له : يا رسول الله ، صاعنا اصغر الصيعان و مدنا اكبر الامداد ، فقال اللهم بارک لنا فی صاعنا و بارک لنا فی قليلنا و کثيرنا و اجعل لنا مع البرکة برکتين** ۔ (روی ابن حبان فی صحیحہ، فی النوع التاسع و العشرین من القسم الرابع] نصب الرایہ، باب صدقۃ الفطر، ج ثانی، ص ۴۴۶) اس حدیث میں ہے کہ ہمارا صاع چھوٹا صاع ہے (۲) یہ حدیث بھی امام ابو یوسفؒ کی دلیل ہے۔ **حدثنی ابی عن امه انها ادت بهذا الصاع الی رسول الله قال مالک انا حزرت هذه فوجدتها خمسة ارطال و ثلث** (دار قطنی، کتاب زکوۃ الفطر ص ۱۳۲ نمبر ۲۱۰۵ رسنن للبیہقی، باب ما دل علی ان صاع النبی ﷺ کان عیارہ خمسۃ ارطال وثلث، ص ۲۸۷، نمبر ۷۷۲۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضورؐ کا صاع پانچ رطل اور ایک تہائی رطل کا تھا۔ اسی پر جمہور ائمہ کا عمل ہے۔ (۳) انکی دلیل یہ اثر بھی ہے . **قال قدمنا علينا أبو يوسف من الحج فأتيناه ، فقال : انی أريد أن افتح عليکم بابا من العلم همنی تفحصت عنه فقدمت المدينة فسألت عن الصاع فقالوا**

صاعنا هذا صاع رسول الله ﷺ قلت لهم : ما حجتكم فى ذالک ؟ فقالوا : نأتيک بالحجة غدا ، فلما أصبحت أتانى نحو من خمسين شيخا من ابناء المهاجرين و ألانصار مع كل رجل منهم الصاع تحت ردائه كل رجل منهم يخبر عن أبيه أو أهل بيته أن هذا صاع رسول الله ﷺ فنظرت فاذا هى سواء قال : فعايرته فاذا هو خمسة أرطال و ثلث بنقصان معه يسير فرأيت امرا قويا فقد تركت قول ابى حنيفة فى الصاع و أخذت بقول أهل المدينة ۔(سنن بیہقی، باب ما دل علی أن صاع النبی ﷺ کان عیارہ خمسۃ أرطال وثلث، ج رابع، ص ۲۸۶، نمبر۷۷۲۱)اس اثر میں ہے کہ حضورؐ کا صاع پانچ رطل اور تہائی رطل کا تھا۔

﴿صاع کا وزن﴾

ایک صاع ←	3.538 کیلو کا ہوتا ہے ←	یعنی ایک صاع۔تین کیلو پانچ سو اڑتیس گرام کا ہوتا ہے
آدھا صاع ←	1.769 کیلو کا ہوتا ہے ←	یعنی آدھا صاع۔ایک کیلو سات سو انہتر گرام کا ہوتا ہے
ایک صاع ←	8رطل کا ہوتا ہے	
آدھا صاع ←	4رطل کا ہوتا ہے	
ایک صاع ←	4مد کا ہوتا ہے	
آدھا صاع ←	2مد کا ہوتا ہے	

ایک درہم کا وزن ←	0.262تولہ ہوتا ہے ←	3.061 گرام ہوتا ہے
200درہم کا وزن ←	52.5تولہ ہوتا ہے ←	612.36 گرام ہوتا ہے
500 درہم مہر فاطمی کا وزن ←	131.25تولہ ہوتا ہے ←	1530.9 گرام ہوتا ہے
ایک تولہ ←	11.664 گرام کا ہوتا ہے ←	
آج کل آسانی کے لئے ←	10 گرام کا ایک تولہ مانتے ہیں ←	تو مہر فاطمی 153.09 تولہ ہوگا

نوٹ: یہ حساب احسن الفتاوی، باب صدقۃ الفطر، ج رابع، ص ۴۱۶، سے لیا گیا ہے۔پوری دنیا میں کیلو اور گرام کا رواج ہے اس لئے تمام حسابات کو اسی پر سیٹ کیا ہوں۔البتہ وہاں 1.769 کیلو جو ہے، میں نے احتیاط کے لئے گیہوں کر دیا ہے۔

نوٹ: اگر آٹھ رطل کا ایک صاع ہو تو رطل چھوٹا ہوگا اور 442.25 گرام کا ایک رطل ہوگا۔اس صورت میں 442.25 کو 8

(١٢١٥)ويجوز دفع القيمة وهى افضل عند وجدان ما يحتاجه لانها اسرع لقضاء حاجة

رطل سے ضرب دیں تو مجموعہ 3.538 کیلو ہوگا۔

اور اگر پانچ رطل اور تہائی رطل کا صاع ہو تو رطل بڑا ہوگا اور 663.37 گرام کا رطل ہوگا۔ اس صورت میں 663.37 کو 5.333 رطل یعنی پانچ رطل اور تہائی رطل سے ضرب دیں تو مجموعہ 3.538 کیلو ہوگا۔ اس لئے چاہے آٹھ رطل کا صاع ہو یا پانچ رطل اور تہائی رطل کا صاع ہو دونوں صورتوں میں صاع 3.538 کیلو کا ہی ہوگا، اس لئے اختلاف سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

نوٹ: البتہ درمختار میں لکھا ہے کہ ایک صاع 1040 درہم کا ہوتا ہے۔ عبارت یہ ہے۔ **الصاع المعتبر ما يسع الفا واربعين درهما من ماش وعدس** (ردالمحتار علی الدر المختار، باب صدقۃ الفطر، ج ثالث، ص ۳۷۴) اس سے معلوم ہوا کہ ایک صاع کا وزن ایک ہزار چالیس درہم ہے۔ اور ایک درہم کا وزن 3.061 گرام ہے۔ اس لئے ایک صاع کا وزن 3.061 × 1040 = 3183.44 گرام ہوا۔ اور آدھا صاع 1.591 کیلو ہوا۔ یعنی آدھا صاع ایک کیلو پانچ سو اکیانوے گرام ہوئے۔ لیکن احتیاط کے لئے میں نے احسن الفتاوی کا حساب لکھا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ترجمه :(۱۲۱۵) اور قیمت دینا بھی جائز ہے۔ اور جسکی ضرورت ہے اس کی موجودگی کے وقت قیمت دینا افضل ہے، اس لئے کہ فقیر کی ضرورت اس سے جلدی پوری ہوگی۔

تشريح :صدقۃ الفطر کی جو چیزیں دی جاتی ہیں انکی قیمت دینا بھی جائز ہے، بلکہ فقیر کے پاس کھانے پینے کی چیز موجود ہو تو رقم دینے سے کپڑا وغیرہ ضرورت کی چیز آسانی سے خرید سکتا ہے۔

وجه : (۲) اس حدیث میں نقد کے بدلے کپڑا لیا ہے۔ **عن ابی وائل عن معاذ ان النبی ﷺ لما وجهه الی الیمن امره ان یاخذ من کل حالم یعنی محتلما دینارا او عدله من المعافری ثیاب تکون بالیمن** ۔(ابوداود شریف، باب اخذ الجزیۃ، ص ۴۴۵، نمبر ۳۰۳۸) (۲) اس حدیث میں اونٹ کے بدلے بیس درہم لئے۔ **ان ابا بکر** رضی اللہ عنہ **کتب له فریضة الصدقة التی امر الله رسوله** ﷺ **. من بلغت عنده من الابل صدقة الجذعة و لیست عنده جذعة و عنده حقة فانها تقبل منه الحقة و یجعل معها شاتین ان استیسر تا له ، أو عشرین درهما . و من بلغت عنده صدقة الحقة و لیست عنده الحقة و عنده الجذعة فانها تقبل منه الجذعة ، و یعطیه المصدق عشرین درهما أو شاتین** (بخاری شریف، باب من بلغت عندہ صدقۃ بنت مخاض ولیست عندہ ص ۱۹۵ نمبر ۱۴۵۳ رابوداود شریف، باب زکوۃ السائمۃ ص ۲۲۵ نمبر ۱۵۶۷،) ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ قیمت دینا جائز ہے ا

اصول : کوئی چیز واجب ہو اس کی قیمت لگا کر کوئی دوسری چیز دینا جائز ہے۔

الفقير(١٢١٦) وان كان زمن شدة فالحنطة والشعير وما يؤكل افضل من الدراهم. (١٢١٧)ووقت الوجوب عند طلوع فجر يوم الفطر (١٢١٨)فمن مات او افتقر قبله او اسلم او اغتنى او وُلد بعده لا تلزمه .(١٢١٩)ويستحب اخراجها قبل الخروج الى المصلى(١٢٢٠) وصحّ لو قدّم اواخّر

ترجمه :(١٢١٦)اوراگر قحط سالی کا زمانہ ہوتو گیہوں اور جو اور جو چیز کھائی جاتی ہے وہ درہم سے افضل ہے۔

تشریح : اگر فقیر کے پاس کھانے کی چیز نہ ہوتو گیہوں اور جو دینا بہتر ہے تا کہ جلدی پکا کر کھالے۔

ترجمه :(١٢١٧) صدقۂ فطر کے وجوب کا وقت عید الفطر کی صبح صادق کے طلوع سے ہے۔

تشریح : صدقۃ الفطر کے واجب ہونے کا سبب صبح صادق کا وقت ہے۔

وجه: (١)روزہ صبح صادق کے وقت سے شروع ہوتا ہے اور رمضان کے بعد یہ پہلا دن ہے جب کہ افطار کیا اور روزہ نہیں رکھا، اور صدقۃ الفطر کی نسبت افطار کی طرف ہے اس لئے جس وقت سے حقیقت میں افطار شروع ہوا یعنی صبح صادق کا وقت وہ وقت صدقۃ الفطر کے وجوب کا سبب بنے گا۔اس لئے عید کے دن صبح صادق کا وقت صدقۃ الفطر کے وجوب کا سبب بنے گا۔(٢)اس حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔عن ابن عمرؓ قال فرض رسول الله ﷺ زكوة الفطر صاعا من تمر ... وامر بها ان تؤدى قبل خروج الناس الى الصلوة (بخاری شریف، باب فرض صدقۃ الفطر،ص ٢٠٤،نمبر ١٥٠٣)اس حدیث میں عید کی نماز سے پہلے صدقۃ الفطر نکالنے کا حکم دیا۔جس سے اشارہ ہوتا ہے کہ اس سے قریب کا وقت یعنی صبح صادق اس کے نکالنے کا سبب ہے۔

ترجمه :(١٢١٨) پس جو اس سے پہلے مرجائے، یا فقیر ہوجائے، یا اس کے بعد اسلام لے آئے، یا مالدار ہوجائے، یا صبح صادق کے بعد پیدا ہو اس پر صدقۂ فطر لازم نہیں۔

تشریح : صبح صادق کا وقت واجب ہونے کا سبب ہے،اس لئے اگر کوئی آدمی اس سے پہلے مرجائے، یا فقیر ہوجائے تو چونکہ اس پر سبب نہیں گزرا اس لئے اس پر صدقہ فطر واجب نہیں ہوگا۔ اسی طرح کوئی آدمی صبح صادق کے بعد مسلمان ہوا، یا مالدار ہوا، یا صبح صادق کے بعد پیدا ہوا تو ان لوگوں پر بھی سبب نہیں گزرا اس لئے ان پر بھی صدقہ فطر واجب نہیں ہوگا۔

ترجمه :(١٢١٩) اور صدقۂ فطر کا ادا کرنا مستحب ہے عیدگاہ کی طرف نکلنے سے پہلے۔

وجه: (١) حدیث یہ ہے۔عن ابن عمر ان النبى ﷺ امر بزكوة الفطر قبل خروج الناس الى الصلوة. (بخاری شریف، باب الصدقۃ قبل العید ص ٢٠٤ نمبر ١٥٠٩ر مسلم شریف، باب الامر باخراج زکاۃ الفطر قبل الصلوۃ،ص ٣٩٧،نمبر ٩٨٦ر ٢٢٨٨)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عیدگاہ کی طرف نکلنے سے پہلے عید کے دن صدقۃ الفطر نکالے۔

ترجمه :(١٢٢٠) اور اس سے پہلے یا بعد میں بھی صحیح ہے، لیکن تاخیر مکروہ ہے۔

والتاخير مكروه (۱۲۲۱)ويدفع كل شخص فطرته لفقير واحد واختُلف فی جواز تفريق فطرة واحدة علی اكثر من فقير .ويجوز دفع ما علی جماعة لواحد علی الصحيح.والله الموفّق للصواب.

تشریح : اگرعیدالفطر سے پہلے دے دیا تب بھی ادا ہو جائے گا، کیونکہ اصل سبب مالداری ہے جو موجود ہے، اور عیدالفطر سے مؤخر کردیا تب بھی جائز ہے، لیکن تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

وجہ :(۱)اس سے بھی پہلے نکالے تو جائز ہے کیونکہ صدقۃ الفطر کا سبب اصلی مالداری ہے اور ولایت اور مؤنت ہے اور وہ سب موجود ہیں صبح صادق تو ادا کا وقت ہے، جیسے زکوۃ کا اصلی سبب نصاب کا مالک ہونا ہے، اور سال پورا ہونا ادا کا سبب ہے، اس لئے اگر صبح صادق سے پہلے ادا کردیا تو ادائیگی ہو جائے گی۔ جیسے زکوۃ جلدی دے تو ادا ہو جاتی ہے۔(۲) اثر میں ہے . **و كان ابن عمرؓ يعطيها للذين يقبلونها و كا نوا يعطون قبل الفطر بيوم او يومين .** (بخاری شریف، باب صدقۃ الفطر علی الحرو المملوک، ص ۲۴۶، نمبر ۱۵۱۱/ابوداؤد شریف، باب متی تودی ص ۲۳۴ نمبر ۱۶۱۰) اس اثر میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر صدقۃ الفطر عید کے ایک دن یا دو دن قبل ہی نکال دیتے تھے۔(۳) بعد میں دے گا تب بھی ادا ہوگا اس کے لئے یہ حدیث ہے۔**عن ابن عباس قال فرض رسول الله ﷺ زكاة الفطر طهرة للصيام من اللغو و الرفث و طعمة للمساكين من اداها قبل الصلوة فهی زكوة مقبولة و من اداها بعد الصلوة فهی صدقة من الصدقات** ۔(ابوداؤد شریف، باب زکوۃ الفطر ،ص ۲۳۹، نمبر ۱۶۰۹) اس حدیث میں ہے کہ نماز کے بعد دے گا تب بھی وہ صدقہ ہے۔

ترجمہ :(۱۲۲۱)اور ہر ایک شخص اپنا صدقۂ فطر ایک ہی فقیر کو دے۔اور ایک آدمی کا فطرہ زیادہ فقیروں پر تقسیم میں اختلاف ہے۔اور جائز ہے ایک جماعت کا صدقہ ایک جماعت پر صحیح روایت میں۔

تشریح :یہاں تین مسئلے ہیں[۱] ایک آدمی کا صدقہ فطر آدھا صاع گیہوں ایک ہی فقیر کو دے یہ بہتر ہے۔[۲] ایک فطرہ آدھا صاع چند فقیر کو دے، اس بارے میں اختلاف ہے[۳] کئی آدمی کا صدقہ ایک فقیر کو دینا بھی جائز، اس سے سب کا صدقہ ادا ہو جائے گا۔

وجہ : (۱) ایک آدمی کا صدقہ ایک فقیر کو دے اس کے لئے یہ حدیث ہے. **عن ابی هريرة قال اتی رجل النبی ﷺ .....قال فهل تستطيع ان تطعم ستين مسكينا ؟** (ابوداود شریف، باب کفارۃ من اتی اھلہ فی رمضان، ص ۳۴۷، نمبر ۲۳۹۰) اس حدیث میں ہے کہ ساٹھ مسکین کو کھلاؤ، اس سے معلوم ہوا کہ ایک فقیر کو ایک صدقہ فطرہ دے۔ **والله الموفق للصواب**۔

﴿زکوۃ اور مصرف زکوۃ ایک نظر میں﴾

﴿جن پر زکوۃ فرض ہے ۴۔ ہیں، ایک نظر میں﴾

۱:......سال بھر کھا پی کر اور حاجت اصلیہ سے فارغ ہو، اور قرض ادا کرنے سے زائد ہو پھر 52.5 تولہ چاندی کا مالک ہو

۲:......7.5 تولہ سونے کا مالک ہو

۳:......7.5 سونے کی قیمت کے برابر پونڈ، یا ڈالر، یا روپیہ وغیرہ ہو

۴:......7.5 تولہ سونے کی قیمت کے برابر تجارت کا مال ہو

﴿جن پر زکوۃ فرض نہیں ہے، ۸۔ ہیں، ایک نظر میں﴾

۱:......فقیر

۲:......ایسا مقروض جس کا مال قرض میں گھرا ہوا ہو

۳:......غلام

۴:......بچہ

۵:......مجنون

۶:......مال کمانے کے جو آلات ہیں مثلا سلائی مشین، یا ٹیکسی کرنے کے لئے کار

۷:......مال پر سال نہ گزرا ہو

۸:......مال نصاب سے کم ہو

﴿جنکو زکوۃ دی جاسکتی ہے آٹھ ۸۔ ہیں، ایک نظر میں﴾

۱:......فقراء: جس کے پاس کچھ تھوڑا سا ہو۔

۲:......مساکین: جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔

۳:......عاملین: زکوۃ وصول کرنے والے کی مزدوری

۴:......مؤلفۃ القلوب: جن کے اسلام لانے کی امید ہو، یا اسلام میں کمزور ہوں۔

۵:......رقاب: زکوۃ سے بدل کتابت ادا کر کے غلام آزاد کرے

۶:......غارمین: کسی حادثے کی وجہ سے مقروض ہو گیا، یا کسی کی ضمانت ادا کرنے کی وجہ سے مقروض ہو گیا ہو۔

۷:......فی سبیل اللہ: جو جہاد میں ہو زکوۃ سے اس کی مدد کرنا۔

۸:......ابن السبیل: یعنی مسافر، (گھر پر تو مالدار ہے، لیکن سفر میں رقم نہیں ہے)

﴿جنکو زکوۃ نہیں دی جاسکتی ۱۶۔ ہیں، ایک نظر میں﴾

۱:......۔کافر کو

۲:......اور ایسا مالدار جو نصاب کا مالک ہو

۳:......یا ایسی چیز کا مالک ہو جس کی قیمت نصاب کے برابر ہو اور اس کی ضرورت اصلیہ سے زائد ہو

۴:......مالدار کے چھوٹے بچے کو

۵:......بنو ہاشم کو،

۶:......بنو ہاشم کے آزاد کیئے ہوئے غلاموں کو

۷:......۔زکوۃ دینے والے کے اصول (ماں باپ، دادا دادی وغیرہ)

۸:......فروع (بیٹا بیٹی، پوتا پوتی وغیرہ)

۹:......اپنی بیوی،

۱۰:......مالدار کے مملوک غلام،

۱۱:...... خود زکوۃ دینے والے کا غلام

۱۲:...... اپنے مکاتب

۱۳:......میت کے کفن میں۔

۱۴:......میت کے قرض کی ادائیگی

۱۵:......اور ایسے غلام کی قیمت جس کو (کفارہ وغیرہ میں) آزاد کیا گیا ہو

۱۶:......اگر زکوۃ ایسے آدمی کو دی جس کے متعلق یہ گمان ہے کہ وہ مستحق ہے پھر اس کے خلاف ظاہر ہوا تو زکوۃ ادا ہو جائے گی

﴿زکوۃ دینے کی ترتیب یہ ہے،ایک نظر میں﴾

۱:......اور زکوۃ کا بہترین مصرف درجہ بدرجہ قریب ترین رشتہ دار ہے۔

۲:......پھر اپنا پڑوسی،

۳:......پھر اہل محلّہ،

۴:......پھر ہم پیشہ

۵:......،پھر شہر والے۔

۶:......پھر دوسرے شہر والے

﴿كتاب الحج﴾

(۱۲۲۲)هو زيارة بقاع مخصوصة بفعل مخصوص فى اشهره وهى شوّال وذو القعدة وعشر ذى الحجة.(۱۲۲۳)فُرض مرة على الفور فى الاصح

﴿كتاب الحج﴾

ضروری نوٹ: حج کے معنی ارادہ کرنے کے ہیں۔ یہاں بیت اللہ کا ارادہ خاص انداز سے کرنے کا نام حج ہے۔حج کا ثبوت اس آیت سے ہے۔ولله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا . (آیت ۹۷ سورۂ آل عمران ۳) اس آیت سے ثابت ہوا کہ جس کو بیت اللہ تک جانے کی طاقت ہو اس پر حج فرض ہے۔حج مالی اور بدنی دونوں عبادتوں کا مجموعہ ہے۔اسی لئے مجبوری کے وقت حج بدل جائز ہے۔بغیر مجبوری کے خود حج کرے۔(۲)اس آیت میں بھی ہے .و اذن فى الناس بالحج يأتوك رجا لا و على كل ضامر يأتين من كل فج عميق ۔(آیت ۲۷،سورۃ الحج ۲۲)(۳)حج فرض ہونے کی دلیل یہ حدیث بھی ہے۔عن ابى اما مة عن النبى ﷺ قال من لم يحبسه مرض او حاجة ظاهرة او سلطان جائر ولم يحج فليمت ان شاء يهوديا او نصرانيا۔(سنن للبیھقی ، باب امکان الحج، ج رابع ،ص ۵۴۶،نمبر ۸۶۶۰)

☆☆☆

ترجمہ : (۱۲۲۲)حج کے مہینے میں چند مخصوص جگہوں کی خاص فعل سے زیارت کا نام حج ہے۔اور وہ شوال، ذی القعد،اور دس ذی الحجہ ہے۔

تشریح :مخصوص مہینے سے مراد ہے شوال، ذی قعدہ،اور ذی الحجہ کے مہینے ہیں،اور خاص طور پر ذی الحجہ کے نویں تاریخ کو عرفات میں احرام کے ساتھ جانا،اور تیرہویں تاریخ تک میں طواف زیارت کرنا،اس کا نام حج ہے۔

ترجمہ : (۱۲۲۳) عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے،صحیح روایت میں فوری طور۔

تشریح :حج ایک مرتبہ فرض ہے اور صحیح روایت یہ ہے کہ فوری طور پر فرض ہے،تاہم تاخیر کرنے پر قضا نہیں ہوگا ، بلکہ ادا ہی ہوگا۔

وجه :(۱)زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے .عن ابن عباس أن الاقرع بن حابس سأل النبى ﷺ فقال يا رسول الله ! الحج فى كل سنة أو مرة واحدة ؟قال بل مرة واحدة فمن زاد فهو تطوع ۔(ابوداود شریف، باب فرض الحج،ص ۲۵۴،نمبر ۱۷۲۱ /ابن ماجۃ شریف ، باب فرض الحج،ص ۴۱۸،نمبر ۲۸۸۶)اس حدیث میں ہے کہ عمر بھر میں ایک مرتبہ حج فرض ہے(۲) اور فوری طور پر ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حج خاص وقت یعنی ذی الحجہ کے نو اور دس تاریخ کو ہوتا ہے اس کے بعد سال بھر نہیں ہوسکتا ، پس اگر اس سال نہیں کیا تو اب سال بھر کے بعد ہی کر سکے گا،اور اگلے سال تک زندہ رہے گا یا مر جائے گا

(۱۲۲۴) وشروط فرضيّته ثمانية على الاصح. الاسلام والعقل والبلوغ و الحرية والوقت والقدرة

کچھ پتہ نہیں ہے اور بغیر حج کئے ہوئے مرا تو گنہگار رہوگا اس لئے جلدی ہی کر لینا چاہئے ، یہی وجہ ہے کہ فوری طور پر کرنا تمام اماموں کے نزدیک افضل ہے۔

ترجمہ : (۱۲۲۴) اور حج کے فرض ہونے کی شرطیں آٹھ ہیں

۱:......اسلام۔

۲:......عقل۔

۳:......بلوغ۔

۴:......آزاد ہونا۔

۵:......وقت۔

۶:......درمیانی خرچ سے توشہ پر قدرت ہو، اگر چہ مکہ ہی کا ہو۔

۷:......اور غیر مکی کے لئے ایسی سواری پر قادر ہونا جو خاص اس کے لئے ہو۔

۸:......اور دار الحرب میں حج کے فرض ہونے کا علم ہو۔

﴿سب شرطوں کی دلیل یہ ہے﴾

[۱] مسلمان ہونے کی دلیل یہ آیت ہے ۔(۱) الذین یقیمون الصلوة و یؤتون الزکوة و هم بالآخرة هم یوقنون ۔(آیت ۳، سورۃ النمل ۲۷) اس آیت میں ہے کہ مسلمان پر زکوۃ اور نماز فرض ہے اس لئے حج بھی مسلمان ہی پر فرض ہوگا

[۲] عاقل ہونے [۳] اور بالغ ہونے، [۴] اور آزاد ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابن عباس قال : مر علی علی بن طالب ؓ بمعنی عثمان قال اوما تذکر أن رسول الله قال : رفع القلم عن ثلاثة عن المجنون المغلوب علی عقله حتی یفیق ، و عن النائم حتی یستیقظ ، وعن الصبی حتی یحتلم قال : صدقت ۔(ابوداود شریف، باب فی المجنون یسرق أو یصیب حدا، ص ۶۱۹، نمبر ۴۴۰۱) اس حدیث میں ہے کہ بچے اور پاگل سے قلم اٹھالیا گیا ہے یعنی اس پر عبادت فرض نہیں ہے۔ (۲) اس حدیث میں ہے عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ ایما صبی حج ثم بلغ الحنث فعلیه حجة اخری، وایما اعرابی حج ثم هاجر فعلیه حجة اخری، وایما عبد حج ثم اعتق فعلیه حجة اخری ۔(سنن للبیهقی ، باب اثبات فرض الحج ج رابع ص ۵۳۳، نمبر ۸۶۱۳ر مستدرک للحاکم ، باب کتاب المناسک ، ج اول، ص ۶۵۵، نمبر ۱۷۶۹) اس سے معلوم ہوا کہ بچے اور غلام پر حج فرض نہیں ہے۔

[۵] حج وقت کے ساتھ متعین ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے عن عبد الرحمن بن یعمر الدیلی قال اتیت النبی ﷺ

على الزاد ولو بمكة بنفقة وسط(١٢٢٥) والقدرة على راحلة مختصّة او شقّ محمل بالملك والاجارة لا الاباحة والاعارة لغير اهل مكة (١٢٢٦)ومن حولهم اذا امكنهم المشي بالقدم والقوة

وهو بعرفة فجاء ناس او نفر من اهل نجد فامروا رجلا فنادى رسول الله كيف الحج فامر رجلا فنادى الحج الحج يوم عرفة ومن جاء قبل صلوة الصبح من ليلة جمع فتم حجه (ابوداؤد شریف، باب من لم یدرک عرفۃ ص ۲۷۶ نمبر ۱۹۴۹ر ترمذی شریف، باب ماجاء من ادرک الامام بجمع فقد ادرک الحج ص ۱۷۸ نمبر ۸۸۹)

[٦] توشے پر[۷]اور سواری پر قدرت ہونے کی دلیل یہ آیت ہے ۔ولله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا. (آیت ۹۷ سورۂ آل عمران ۳) (۲) یہ حدیث بھی ہے ۔ عن ابن عمر قال جاء رجل الى النبى ﷺ فقال يا رسول الله مايوجب الحج قال الزاد والراحلة. (ترمذی شریف، باب ماجاء فی ایجاب الحج بالزاد والراحلۃ ص ۱۶۸ نمبر ۸۱۳ر دار قطنی، کتاب الحج ج ثانی ص ۱۹۳ نمبر ۲۳۸۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر کا توشہ ہو اور سواری پر سوار ہونے کا خرچ ہو تب حج فرض ہے

[۸] اگر دار الحرب میں کوئی آدمی مسلمان ہوا تو اس کو یہ علم ہو کہ حج فرض ہے، تب ہی حج فرض ہوگا ورنہ نہیں ۔

ترجمہ : (۱۲۲۵)[۷]اور غیر مکی کے لئے ایسی سواری پر قادر ہونا جو خاص اس کے لئے ہو، یا محمل کے ایک حصہ پر قادر ہو ملکیت سے، یا کرایہ سے، اباحت یا عاریت پر ہونے کا اعتبار نہیں ۔

تشریح : جو مکہ سے اتنا دور ہو کہ اس کے لئے پیدل حج کرنا بہت مشکل ہو اس کے لئے حج فرض ہونے کے لئے سواری کا انتظام ہونا ضروری ہے۔انتظام ہونے کی یہ شکلیں ہیں [۱] پوری سواری کا مالک ہو [۲] پوری سواری کو کرایہ پر لے سکے۔[۳] کجاوے کے ایک حصے کو کرایہ پر لے سکے، اتنی رقم ہو تب حج فرض ہوگا۔اور اگر کسی نے مباح کر دیا، یا مانگ کر دے دیا، کہ تم اس پر بیٹھ کر مکہ مکرمہ جا سکتے ہو تو اس سے حج فرض نہیں ہوگا، کیونکہ وہ توشے کا مالک نہیں ہوا۔

لغت : زاد: توشہ ،سفر میں کھانے کا سامان ۔ راحلۃ: کجاوہ، یہاں مراد ہے سواری۔محمل: اونٹ کے اوپر دونوں جانب ہودج بنا ہوتا ہے، اس کو محمل کہتے ہیں۔ شق محمل: ترجمہ ہے کجاوے کی ایک جانب ۔ اجارۃ: اجرۃ سے مشتق ہے، کرایہ پر۔ اباحۃ: مباح کرنا: عارۃ مانگ کر دینا۔مباح اور عاریت میں فرق یہ ہے کہ، مثلا کھانے کو مباح کیا تو گھر میں بیٹھ کر جتنا کھانا ہو کھالے، وہ اپنا گھر نہیں لے جا سکتا۔اور مثلا برتن عاریت پر لے گیا تو لیجانے والا اپنا گھر لے جا سکتا ہے، لیکن پھر اس کو برتن واپس کرنا ہوگا۔

ترجمہ : (۱۲۲۶) اور مکہ کے اطراف والے اپنی طاقت سے بلا مشقت پیدل چلنے پر قادر ہوں (تو حج فرض ہے) ورنہ مطلقاً سواری ضروری ہوگی۔

تشریح : جو لوگ مکہ مکرمہ کے ارد گرد ہیں اگر وہ اتنی دوری پر ہیں کہ آسانی سے پیدل چل کر حج کر سکتے ہیں تو چاہے سواری کی

بلا مشقة والا فلا بدّ من الراحلة مطلقا (۱۲۲۷)وتلک القدرة فاضلة عن نفقته ونفقة عیاله الی حین عوده وعمّا لا بدّ منه کالمنزل واثاثه وآلات المحترفین وقضاء الدَّین .(۱۲۲۸)ویشترط العلم

قدرت نہ رکھتے ہوں تب بھی ان پر حج فرض ہو جائے گا، کیونکہ یہ پیدل چل کر حج کر سکتے ہیں، لیکن اگر اتنی دوری ہو کہ پیدل چل کر حج کرنا مشکل ہو تو انکے لئے سواری کا مالک ہوں گے تو حج فرض ہوگا ورنہ نہیں۔

ترجمہ : (۱۲۲۷)اور توشے کی یہ قدرت اپنے نفقے سے زائد ہو واپس لوٹنے تک اپنے عیال کے نفقے سے زائد ہو، اور جو ضروری ہے اس سے بھی زائد ہو، مثلا مکان ہو، گھر کا سامان ہو، حرفت والے کے لئے اس کے آلات ہوں، قرض ادا کرنے کے پیسے ہوں، تب حج فرض ہوگا۔

تشریح : بیوی کا نفقہ اور جو بچے نابالغ ہیں اور جن بچوں کا نفقہ آدمی پر واجب ہے حج سے واپس آنے تک اس کا بھی انتظام ہو تب حج فرض ہوگا۔ اور گھر کے ضروری سامان، جیسے مکان اور اس کا سامان موجود ہو اور اس سے زیادہ ہو جو حج کے لئے کافی ہو تب حج فرض ہوگا۔

وجہ : (۱)اس کی وجہ یہ ہے کہ بیوی بچوں کا نفقہ واجبی حق ہے، اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ بندے کا حق شریعت کے حق پر مقدم رکھنا چاہئے اس لئے ان حقوق کی ذمہ داریوں سے زیادہ ہو تب حج واجب ہوگا (۲) **سمع ابا ہریرۃ عن النبی ﷺ قال خیر الصدقة ما کان عن ظہر غنی وابدأ بمن تعول** (بخاری شریف، باب لا صدقۃ الا عن ظہر غنی ص ۱۹۲ نمبر ۱۴۲۶)اس حدیث میں ہے کہ جسکی عیال داری کرتا ہو پہلے اس کو دو۔ (۳) گھر کا سامان ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سب چیزیں حاجت اصلیہ میں داخل ہیں، اس کے بغیر تو زکوۃ بھی واجب نہیں ہوتی، اس لئے حج فرض ہونے کے لئے ان چیزوں سے فارغ ہونا ضروری ہے (۴) خادم اور سامان سے فارغ ہو اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ قال لیس علی المسلم صدقة فی عبدہ ولا فی فرسہ** (بخاری شریف، باب لیس علی المسلم فی عبدہ صدقۃ ص ۲۳۷، نمبر ۱۴۶۴ مسلم شریف، باب لا زکوۃ علی المسلم فی عبدہ وفرسہ صدقۃ، کتاب الزکوۃ، ص ۳۱۶ نمبر ۹۸۲ / ۲۲۷۳)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خدمت کے غلام اور سواری کے گھوڑے میں زکوۃ نہیں ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ چیزیں لوگوں کی ضرورت کی چیزیں ہیں۔ انہیں پر اوپر کی تمام ضروریات کی چیزوں کو قیاس کر لیں (۵) گھر اور غلام اور گھوڑا حاجت اصلیہ میں ہیں اسکی دلیل یہ اثر ہے ۔ **عن سعید بن جبیر قال : یعطی الزکوۃ من لہ الدار والخادم والفرس** . (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۷۷، من لہ دار وخادم یعطی من الزکوۃ، ج ثانی، ص ۴۰۲، نمبر ۱۰۴۱۵)اس اثر میں ہے کہ جسکے پاس رہنے کا گھر ہو اور خادم ہو اور گھوڑا ہو تو اس کو زکوۃ دی جا سکتی ہے، اس لئے کہ یہ سب ضرورت اصلی میں داخل ہے، اس لئے ان سب سے فارغ ہو تب حج واجب ہوگا۔

ترجمہ : (۱۲۲۸)[۸] اور حج کی فرضیت کے لئے علم کی بھی شرط ہے دار الحرب میں اسلام لانے والے کے لئے، یا صرف دار

بفرضية الحجّ لمن اسلم بدار الحرب او الكون بدار الاسلام .(١٢٢٩) وشروط وجوب الاداء خمسة على الاصح صحة البدن وزوال المانع الحسّيّ عن الذهاب للحجّ وامن الطريق وعدم قيام

الاسلام میں ہونا۔

تشریح : اگر دارالحرب میں مسلمان ہوا تو وہاں حج فرض ہے اس کے جاننے کے اسباب نہیں ہیں، اس لئے اس کو علم ہو کہ حج فرض ہے تب فرض ہوگا ورنہ نہیں۔ اور اگر دارالاسلام میں ہے تو یہاں علم دین کا چرچا ہے اس لئے دارالاسلام میں ہونا ہی حج فرض ہونے کے لئے کافی ہے، اگر اس کو اس کا علم نہیں ہے تو یہ اس کی غفلت ہے۔

ترجمه : (١٢٢٩) صحیح مذہب میں حج کے وجوب ادا کی پانچ شرطیں ہیں:

تشریح : یہ پانچ شرطیں پائی جائیں تو حج ادا کرنا فرض ہوگا، اور ان میں سے ایک بھی نہ ہو تو ادا کرنا فرض نہیں ہوگا، بلکہ فرض ہونے کے باوجود مؤخر کرنے کی گنجائش ہوگی، اور اگر زندگی بھر اس کی شرط پوری نہیں ہوئی تو ادا کرنا فرض نہیں ہوگا اس لئے حج ادا کرنے کی وصیت کرنا ضروری نہیں ہے۔

﴿وجوب ادا کی پانچ شرطیں ایک نظر میں﴾

١:......بدن کا صحیح ہونا۔

٢:......حج میں جانے سے مانع حسی کا زائل ہونا

٣:......راستہ امن والا ہو۔

٤:......عورت کے لئے عدت کے دن کا نہ ہونا۔

٥:......محرم کا ساتھ چلنا۔

ہر ایک کی دلیل یہ ہے۔

[١] تندرست ہونے کی دلیل یہ آیت ہے۔ **لیس علی الاعمیٰ حرج و لا علی الاعرج حرج و لا علی المریض حرج** ۔(آیت ١٧، سورة الفتح ٤٨) اس آیت میں ہے کہ معذور پر کوئی حرج نہیں ہے (٢) یہ آیت بھی اس کی دلیل ہے کہ بیت اللہ تک پہونچنے کی قدرت ہو تب حج فرج ہوگا۔ **وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیه سبیلا** .(آیت ٩٧ سورۂ آل عمران ٣)

[٢] حسی مانع نہ ہو [٣] اور راستہ مامون ہو اس کی دلیل یہ حدیث ہے ۔ **عن ابی امامة عن النبی ﷺ قال من لم یحبسه مرض او حاجة ظاهرة او سلطان جائر ولم یحج فلیمت ان شاء یهودیا او نصرانیا** ۔(سنن للبیهقی، باب امکان الحج رابع ص ٥٤٦، نمبر ٨٦٦٠) اس حدیث میں ہے کہ ظالم بادشاہ نہ روکے اس سے پتہ چلا کہ کسی مانع نہ ہو۔

العدّة (۱۲۳۰)وخروج محرم ولو من رضاع او مصاهرة(۱۲۳۱) مسلم مامون عاقل بالغ او زوج

[۴]عورت کوعدت کے زمانے میں گھر میں رہنا ضروری ہے،اس لئے اگر حج کے زمانے میں عورت عدت گزار رہی ہوتو اس پر حج ادا کرنا فرض نہیں ہے۔

ترجمه : (۱۲۳۰) [۵]عورت کے ساتھ ذی رحم محرم نکلے چاہے رضاعت سے ہو، چاہے سسرالی رشتے سے ہو۔

تشریح : عورت کے ساتھ ذی رحم محرم جاسکتا ہوتب ہی اس پر حج ادا کرنا فرض ہوگا۔ یہ ذی رحم محرم چار قسم کے ہوسکتے ہیں[۱] نسبی رشتے سے ہو جیسے باپ اور بھائی۔[۲] دودھ پینے کی وجہ سے ذی رحم محرم بنا ہو، جیسے رضاعی بھائی رضاعی باپ۔[۳] نکاح کی وجہ سے ذی رحم محرم بنا ہو، جیسے سسر، دماد، نکاح کرنے کی وجہ سے ان لوگوں سے ہمیشہ ہمیش نکاح کرنا حرام ہے[۴] یا نکاح کی وجہ سے شوہر بنا ہو۔

[۵] اس حدیث میں نسبی، رضاعی، اور مصاہرت کی وجہ سے ذی رحم محرم ہونے کا تذکرہ ہے، اور یہ بھی ہے کہ یہ ذی رحم محرم ہوم ہوتو حج کا سفر کرسکتی ہے ورنہ نہیں۔ **عن ابی سعید قال قال رسول الله ﷺ لا یحل لامرأة تومن بالله و الیوم الآخر ان تسافر سفرا فوق ثلثة ایام فصاعدا الا و معها ابوها او اخوها او زوجها او ابنها او ذومحرم منها.** (ابوداؤد شریف، باب فی المرأة تحج بغیر محرم ص ۲۴۹ نمبر ۱۷۲۶ رمسلم شریف، باب سفر المرأة مع محرم الی حج وغیرہ ص ۴۳۲ نمبر ۱۳۴۰)(۲) دار قطنی میں ہے **عن ابی امامة قال سمعت رسول الله ﷺ یقول لا تسافر امرأة سفرا ثلاثة ایام او تحج الا و معها زوجها.** (دار قطنی، کتاب الحج ثانی ص ۱۹۹ نمبر ۲۴۱۹)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے ساتھ محرم ہوتب حج فرض ہوگا۔ کیونکہ بغیر محرم کے تین دن سے زیادہ کا سفر کرنا جائز نہیں ہے۔

لغت :محرم: جس سے ہمیشہ کے لئے نکاح کرنا حرام ہو اس کو محرم کہتے ہیں۔ رضاع: دودھ پینے کی وجہ سے ذی رحم محرم بن جائے، جیسے کسی عورت کا دودھ پیا تو وہ ماں بن گئی اور اس کا شوہر باپ بن گیا، اور اس کا بیٹا بھائی بن گیا، اور ان سے نکاح کرنا ہمیشہ کے لئے حرام ہوگیا۔ مصاہرت: نکاح کرنے کی وجہ سے ذی رحم محرم بن جائے، جیسے کسی عورت سے نکاح کیا تو اس کی ماں ساس بن گئی، اور اس سے ہمیشہ کے لئے نکاح کرنا حرام ہوگیا۔

ترجمه : (۱۲۳۱) مسلمان، قابل اطمینان، عاقل، بالغ ہو، یا عورت کا شوہر ہو، یہ ہر سفر میں شرط ہے۔

تشریح : شوہر کے علاوہ جو بھی ذی رحم محرم ہو اس میں یہ چار شرطیں ہونا ضروری ہیں تب حج فرض ہوگا ورنہ نہیں[۱] ذی رحم محرم قابل اعتماد ہو، فاسق یا زانی کی عادت ہو تو حج فرض نہیں ہوگا[۲] عاقل ہو[۳] بالغ ہوتب حج فرض ہوگا، تا کہ یہ عورت کی حفاظت کر سکے، یہ خود بچہ یا مجنون ہے تو عورت پر حج فرض نہیں ہوگا۔

ترجمه : (۱۲۳۲) اور جنگل وسمندر کے سفر میں غلبۂ سلامت کا اعتبار ہے۔

لامرأة فی سفر. (١٢٣٢)والعبرة بغلبة السلامة برّا وبحرا علی المفتیٰ به. (١٢٣٣)ویصح اداء فرض الحجّ باربعة اشیاء للحرّ الاحرام والاسلام وهما شرطان(١٢٣٤) ثم الاتیان برکنیه و هما

تشریح :اوپر آیا کہ راستہ مامون ہو،تو اس کا مطلب یہ ہے کہ غالب گمان یہ ہے کہ مامون ہے، یا عام حالات میں مامون ہوتو حج فرض ہوجائے گا، پھر کبھی کبھار خطرہ ہوجائے تو اس کا اعتبار نہیں ہے۔

وجہ :حجۃ الوداع کے موقع پر عام حالات امن کے تھے تو حج فرض ہوگیا، حالانکہ جنگ کا بھی خطرہ تھا، اس لئے غالب حالت کا اعتبار کیا جائے گا۔

ترجمہ : (١٢٣٣) آزاد آدمی کے لئے حج فرض کی ادائیگی چار چیز کے کر لینے سے صحیح ہوجاتی ہے: [١] احرام باندھنا اور مسلمان ہونا، اور یہ دونوں شرطیں ہیں۔

تشریح : آزاد آدمی دو شرطوں کے ساتھ دو کام کرلے تو حج ادا ہوجائے گا۔ دو شرطیں یہ ہیں کہ [١] احرام باندھا ہوا ہو، [٢] اور دوسری شرط یہ ہے کہ مسلمان ہو۔ اور دو کام یہ ہیں کہ [١] عرفہ کے دن وقوف عرفہ کرلے [٢] اور دسویں ذی الحجہ سے بارہویں ذی الحجہ کی شام تک طواف زیارت کرلے تو حج ادا ہوجائے گا، یہ سب ملا کر چار چیزیں ہیں۔ اصل تو تین ہی فرض ہیں [١] احرام باندھنا [٢] وقوف عرفہ کرنا [٣] طواف زیارت کرنا۔

وجہ: (١) وقوف عرفہ فرض ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **اخبرنی عروة بن مضرس الطائی قال اتیت رسول الله بالموقف یعنی بجمع قلت جئت یا رسول الله من جبلی طی اکللت مطبتی واتعبت نفسی والله ماترکت من حبل الا وقفت علیه فهل لی من حج فقال رسول الله من ادرک معنا هذه الصلوة واتی عرفات قبل ذلک لیلا او نهارا فقد تم حجه و قضی تفثه.** (ابوداؤد شریف، باب من لم یدرک عرفۃ، ص ٢٨٥، نمبر ١٩٥٠ / ترمذی شریف، باب ماجاء من ادرک الامام بجمع فقد ادرک الحج، ص ٢٢٠، نمبر ٨٩١) اس حدیث میں ہے کہ دسویں ذی الحجہ کی فجر سے پہلے دن یا رات میں وقوف عرفہ کرلیا تو اس کا حج ہوگیا (٢) **عن عبد الرحمن بن یعمر الدیلی قال اتیت النبی ﷺ وهو بعرفة فجاء ناس او نفر من اهل نجد فامروا رجلا فنادی رسول الله کیف الحج فامر رجلا فنادی الحج الحج یوم عرفة ومن جاء قبل صلوة الصبح من لیلة جمع فتم حجه** (ابوداؤد شریف، باب من لم یدرک عرفۃ، ص ٢٨٤، نمبر ١٩٤٩ / ترمذی شریف، باب ماجاء من ادرک الامام بجمع فقد ادرک الحج، ص ٢١٩، نمبر ٨٨٩) اس حدیث میں ہے کہ وقوف عرفہ کرے تو حج ہوگا۔ (٣) اور طواف زیارت کے لئے یہ آیت ہے۔ **و لیطوفوا بالبیت العتیق** ۔ (آیت ٢٩، سورۃ الحج ٢٢) اس آیت میں ہے کہ طواف زیارت کرو۔

ترجمہ : (١٢٣٤) پھر دونوں رکنوں کو لائے، اور وہ احرام کی حالت میں عرفات کا وقوف کرنا ہے چاہے ایک لحظہ ہو نویں تاریخ

الوقوف محرما بعرفات لحظة من زوال يوم التاسع الى فجر يوم النحر بشرط عدم الجماع قبلة محرما(١٢٣٥) والركن الثانى هو اكثر طواف الافاضة فى وقته وهو ما بعد طلوع فجر

کے زوال سے دسویں تاریخ کے فجر تک، اس شرط کے ساتھ کہ احرام کی حالت میں اس سے پہلے جماع نہ کیا ہو۔

تشریح: احرام کی حالت میں عرفات کا وقوف کرے، اور یہ وقت نویں ذی الحجہ کے زوال سے شروع ہوتا ہے اور دسویں ذی الحجہ کی فجر تک رہتا ہے، لیکن یہ شرط ہے کہ احرام باندھنے کے بعد جماع نہ کیا ہو، کیونکہ جماع کرنے سے احرام فاسد ہو جائے گا اس لئے حج بھی نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (١٢٣٥) دوسرا رکن یہ ہے کہ طواف زیارت کا اکثر حصہ اپنے وقت میں کیا ہو، اور وہ دسویں تاریخ کے فجر کے بعد سے شروع ہوتا ہے (اور تیرہویں تاریخ کی شام تک رہتا ہے)

تشریح: حج کا دوسرا رکن یہ ہے کہ دسویں ذی الحجہ کے فجر سے لیکر تیرہویں تاریخ کی شام تک طواف زیارت کا اکثر حصہ ادا کر لے تو حج ہو جائے گا۔

﴿حج کے فرائض (۳) چیزیں ہیں: ایک نظر میں﴾

ا:......احرام باندھنا

۲:......وقوف عرفہ کرنا

۳:......طواف زیارت کرنا

﴿حج کے واجبات (۲۲) چیزیں ہیں: ایک نظر میں﴾

ا:......میقات سے احرام باندھنا۔

۲:......وقوف عرفات کو غروب تک دراز کرنا۔

۳:...... یوم نحر کی فجر کے بعد طلوع شمس سے پہلے مزدلفہ کا قیام۔

۴:......جمروں پر کنکری پھینکنا۔

۵:......قارن اور متمتع کو قربانی کرنا۔

۶:......سر منڈوانا (یا بال کٹوانا)۔

۷:......اور اس کو خاص حرم میں اور ایام نحر میں کرنا۔

۸:......رمی کو حلق سے مقدم کرنا۔

النحر .(۱۲۳۶) وواجبات الحج (۱۲۳۷)انشاء الاحرام من الميقات

۹:......قارن اور متمتع کانحر کرنا رمی اور حلق کے درمیان۔

۱۰:......طواف زیارت کوایام نحر میں کرنا۔

۱۱:......صفا،مروہ کی سعی حج کے مہینوں میں کرنا۔

۱۲:......اس سعی کا طوافِ معتبر کے بعد ہونا۔

۱۳:......غیر معذور کے لئے چل کرسعی کرنا۔

۱۴:......سعی کا صفا سے شروع کرنا۔

۱۵:......طوافِ وداع۔

۱۶:......بیت اللہ کے ہر طواف کو حجر اسود سے شروع کرنا۔

۱۷:......تیامن (یعنی داہنے ہاتھ سے شروع کرنا)۔

۱۸:......غیر معذور کے لئے پیدل طواف کرنا۔

۱۹:......دونوں حدث سے پاک ہونا۔

۲۰:......ستر چھپانا۔

۲۱:......سب طواف زیارت کوایام نحر میں ادا کرنا۔

۲۲:......ممنوعات کا ترک کرنا۔

ترجمه : (۱۲۳۶) حج کے واجبات (۲۲) چیزیں ہیں:

تشریح : ۲۲ چیزیں حج کے واجبات ہیں، اگر اس کو چھوڑ دیا تو حج فاسد نہیں ہوگا، لیکن انکے بعض میں دم لازم ہوگا، جیسے نماز میں واجبات چھوڑنے سے سجدہ سہو لازم ہوتا ہے۔

وجه :(۱)اس قول صحابی میں ہے ۔**ان عبد الله بن عباس قال من نسی من نسكه شيئا او تركه فليهرق دما** (سنن للبیھقی ، باب من ترک شیئا من الرمی حتی یذہب ایام منی ، ج خامس ،ص ۲۴۸، نمبر ۹۶۸۸) اس اثر میں ہے کہ کچھ بھول جائے یا چھوڑ دے تو دم لازم ہوگا۔(۲) اس قول صحابی میں بھی ہے۔**عن عباس قال من قدم شيئا من حجه او اخره فليهرق لذلك دما** (مصنف ابن ابی شیبۃ ،۳۵۳ فی الرجل یحلق قبل ان یذبح ، ج ثالث ،ص ۳۴۵، نمبر ۱۴۹۵۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ وقت سے مؤخر کیا تو دم لازم ہوگا۔

ترجمه : (۱۲۳۷)[۱] میقات سے احرام باندھنا۔

(۱۲۳۸)ومدّ الوقوف بعرفات الى الغروب(۱۲۳۹) والوقوف بالمزدلفة فيما بعد فجر يوم النحر

تشریح : میقات سے احرام باندھنا واجب ہے اگر نہیں باندھا تو دم لازم ہوگا۔

وجه : (۱) دلیل یہ حدیث ہے ۔ عن ابن عباس قال وقت رسول الله ﷺ لاهل المدينة ذا الحليفة، ولاهل الشام الجحفة ، ولاهل نجد قرن المنازل ،ولاهل اليمن يلملم هن لهن ولمن اتى عليهن من غير هن ممن اراد الحج والعمرة ومن كان دون ذلك فمن حيث انشاء حتى اهل مكة من مكة. (بخاری شریف، باب محصل اہل مکۃ للحج والعمرۃ ص ۲۰۶ نمبر ۱۵۲۴ / مسلم شریف، باب مواقیت الحج ص ۴۷۳ نمبر ۱۱۸۱ / ۲۸۰۳) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ یہ مقامات ان لوگوں کے لئے میقات ہیں۔ بغیر احرام کے ان سے آگے گزرنا جائز نہیں (۲) عن عائشة ان رسول الله ﷺ وقت لاهل العراق ذات عرق. (ابو داؤد شریف، باب فی امواقیت ص ۲۵۰ نمبر ۱۷۳۹ / بخاری شریف، باب ذات عرق لاھل العراق ص ۲۰۷ نمبر ۱۵۳۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل عراق کے لئے میقات مقام ذات عرق ہے۔

ترجمه : (۱۲۳۸) [۲] وقوف عرفات کو غروب تک دراز کرنا۔

تشریح : وقوف عرفہ مغرب تک کرنا واجب ہے۔

وجه: (۱) اس حدیث میں ہے ۔قال دخلنا على جابر بن عبد الله ... فلم يزل واقفا حتى غربت الشمس وذهبت الصفرة قليلا حتى غاب القرص واردف اسامة خلفه ودفع رسول الله ﷺ وقد شنق للقصواء الزمام حتى ان رأسها ليصيب مورك رحله ويقول بيده اليمنى ايها الناس السكينة السكينة كلما اتى حبلا من الحبال ارخى لها قليلا حتى تصعد حتى اتى المزدلفة . (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ص ۳۹۸ نمبر ۱۲۱۸ / ۲۹۵۰ / ابو داؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ص ۲۷۱ نمبر ۱۹۰۵ و باب الدفعۃ من عرفۃ ص ۲۷۲ نمبر ۱۹۲۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مغرب کے بعد عرفہ سے چلے ۔(۲) اس حدیث میں بھی ہے۔ عن المسور بن مخرمة قال خطبنا رسول الله ﷺ بعرفات فحمد الله و اثنى عليه ثم قال : اما بعد فان اهل الشرك و الأوثان كانوا يدفعون من هذا الموضع اذا كانت الشمس على رؤوس الجبال كأنها عمائم الرجال فى وجوهها و انا ندفع بعد ان تغيب ، و كا نوا يدفعون من المشعر الحرام اذا كانت الشمس منبسطة ۔(مستدرک للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابۃ، باب ذکر المسور بن مخرمۃ الزہریؓ، ج ثالث، ص ۶۰۱، نمبر ۶۲۲۹) اس حدیث میں ہے کہ ہم مغرب کے بعد عرفات سے نکلیں گے اس لئے مغرب تک ٹھہرنا واجب ہے

ترجمه : (۱۲۳۹) [۳] دسویں تاریخ کی فجر سے لیکر سورج طلوع ہونے تک میں مزدلفہ کا وقوف کرنا [واجب ہے]

تشریح : دسویں ذی الحجہ کی رات کو مزدلفہ آجائے اور فجر طلوع ہونے سے وقت سے سورج طلوع ہونے کے درمیان وقوف مزدلفہ کرنا واجب ہے۔

وقبل طلوع الشمس(۱۲۴۰) ورمی الجمار(۱۲۴۱)وذبح القارن والمتمتّع(۱۲۴۲) والحلق

وجه: (۱) مزدلفہ کا وقوف واجب ہے اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ **فاذا افضتم من عرفات فاذكروا الله عند المشعر الحرام** (آیت ۱۹۸،سورۃ البقرۃ ۲)(اس آیت میں امر کا صیغہ ہے کہ مشعر حرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو اور مشعر حرام مزدلفہ میں ہے اس لئے مزدلفہ کا وقوف واجب ہے(۲) حدیث میں ہے۔ **عن عروۃ بن مضرس قال اتيت رسول الله بالمزدلفة ... فقال رسول الله من شهد صلوتنا هذه ووقف معنا حتى يدفع وقدوقف بعرفة قبل ذلك ليلا او نهارا فقدتم حجه وقضى تفثه** (ترمذی شریف، باب ماجاء من ادرک الامام بجمع فقدادرک الحج ص ۱۷۹ نمبر ۸۹۱) اس حدیث میں ہے کہ مزدلفہ کا وقوف کرنا ضروری ہے۔

ترجمه : (۱۲۴۰)[۴] جمروں پر کنکری پھینکنا۔

وجه :(۱) اس حدیث میں بھی ہے۔ **قال دخلنا على جابر بن عبد الله ... ثم سلك الطريق الوسطى التى تخرج على الجمرة الكبرى حتى اتى الجمرة التى عند الشجرة فرماها بسبع حصيات يكبر مع كل حصاة منها** ۔(مسلم شریف، باب حجۃ النبی ص ۳۹۹ نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ص ۲۷۱ نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمی کرے۔ (۲) اس قول صحابی میں ہے کہ رمی چھوڑ دے تو دم لازم ہوگا، جس سے وجوب ثابت ہوتا ہے۔ **عن عطاء بن ابى رباح انه قال من نسى جمرة واحدة او الجمار كلها حتى يذهب ايام التشريق فدم واحد يجزيه** (سنن للبیھقی ، باب من ترک شیئا من الرمی حتی یذھب ایام منی ص ۲۴۸، نمبر ۹۶۸۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ رمی چھوڑ دے تو دم لازم ہوگا۔

ترجمه : (۱۲۴۱)[۵] قارن اور متمتع کو قربانی کرنا۔

تشریح :قران کرنے والے اور تمتع کرنے والے پر دم واجب ہے۔

وجه: (۱) قران تمتع کے درجے میں ہے کیونکہ قران میں بھی حج اور عمرہ ایک ہی سفر میں کیا جاتا ہے اور تمتع میں بھی ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ کیا جاتا ہے، اور تمتع کے بارے میں آیت میں ہے کہ ہدی لازم ہے اس لئے قران میں بھی ہدی لازم ہوگی ۔آیت یہ ہے ۔ **فمن تمتع بالعمرة الى الحج فما استيسر من الهدى فمن لم يجد فصيام ثلثة ايام فى الحج وسبعة اذا رجعتم تلك عشرة كاملة ذلك لمن لم يكن اهله حاضرى المسجد الحرام.** (آیت ۱۹۶ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ تمتع اور قران کرنے والے پر قربانی لازم ہے۔(۲) حدیث میں ہے۔ **عن ابن عباس انه سئل عن متعة الحج فقال ... ثم امرنا عشية التروية ان نهل بالحج فاذا فرغنا من المناسك جئنا فطفنا بالبيت وبالصفا والمروة فقد تم حجنا وعلينا الهدى كما قال الله عز وجل فما استيسر من الهدى.** (بخاری شریف، باب قول اللہ عزوجل ذلک

وتخصيصه بالحرم وايام النحر(١٢٤٣) وتقديم الرمى على الحلق ونحر القارن والمتمّع بينهما (١٢٤٤)وايقاع طواف الزيارة فى ايام النحر

لمن لم یکن اھلہ حاضری المسجد الحرام ص٢١٣ نمبر ١٥٧٢)اس حدیث سے بھی معلوم ہوا متمتع اورقارن پر ہدی لازم ہے۔

ترجمه : (١٢٤٢) [٦] سرمنڈوانا (یابال کٹوانا)۔[٧] اوراس کوخاص حرم میں اورایام نحر میں کرنا۔

تشريح : کنکری مارنے کے بعد سرمنڈوائے ، یابال کترواۓ یہ واجب ہے،اوراس میں دوشرطیں ہیں[ا] ایک یہ کہ حدود حرم میں حلق کرائے،[٢]اوردوسری شرط یہ ہے کہ ایام نحر میں ہو،یعنی ذی الحجہ کی دسویں تاریخ سے بارہویں تاریخ تک حلق کرائے۔

وجه : (ا)حلق کرانے کی دلیل یہ آیت ہے ۔لتدخلن المسجد الحرام ان شاء الله آمنين محلقين رء وسكم ومقصرين . (آیت ٢٧،سورة الفتح ٤٨)اس آیت میں اشارہ ہے کہ عمرہ یا حج کے بعد حلق کرائے یا قصر کرائے۔(٢)اس حدیث میں ہے۔ عن انس بن مالك ان رسول الله ﷺ أتى منى فأتى الجمرة فرما ها ثم أتى منزله بمنى و نحر ثم قال للحلاق خذ و أشار الى جانبه الأيمن ، ثم الايسر ثم جعل يعطيه الناس ۔(مسلم شریف،باب السنۃ یوم النحر أن یرمی ثم ینحر ثم یحلق ،ص ٥٤٨،نمبر ١٣٠٥/٣١٥٢/ابوداود شریف،باب الحلق والتقصیر ،ص ٢٨٨،نمبر ١٩٨١)اس حدیث میں ہے کہ پہلے رمی کی پھر ہدی ذبح کیا پھر حلق کروایا،اس لئے یہ ترتیب سنت ہے۔

ترجمه : (١٢٤٣)[٨] رمی کوحلق سے مقدم کرنا۔[٩] قارن اور متمتع کا نحر کرنا رمی اور حلق کے درمیان۔

تشريح مام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہی ہے کہ پہلے رمی ہو، پھر تمتع کرنے والا یا قران کرنے والا جانور ذبح کرے،اوراس کے بعد حلق کرائے اور یہ ترتیب واجب ہےاس کے خلاف کرنے میں دم لازم ہوگا ،البتہ صاحبینؒ کے یہاں یہ ترتیب سنت ہےاس لئے اس کے خلاف کرنے میں دم لازم نہیں ہوگا،اورآج کل بہت بھیڑ کی وجہ سے اسی پر علماء فتوی دیتے ہیں دونوں کی دلیل اوپر کی حدیث ہے

وجه : صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ ترتیب سنت ہےاس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن عباسؓ قال رجل للنبى ﷺ زرت قبل ان ارمى قال لا حرج قال حلقت قبل ان اذبح قال لا حرج قال ذبحت قبل ان ارمى قال لا حرج ۔(بخاری شریف،باب الذبح قبل الحلق ،ص ٢٧٨،نمبر ١٧٢٢)اس حدیث میں ہے کہ مقدم مؤخر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ترجمه : (١٢٤٤)[١٠] طواف زیارت کوایام نحر میں کرنا۔

تشريح : طواف زیارت کا وقت دسویں تاریخ کی فجر کے وقت سے شروع ہوتا ہے،اور بارویں ذی الحجہ کے بعد جوشام ہے، یعنی تیرویں تاریخ کی شام وہاں تک وقت رہتا ہے،اس کے بعد مؤخر کرنا مکروہ ہے، چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کی رائے ہے کہ ایام النحر کے بعد کوئی طواف زیارت کرے گا تو اس پر دم لازم ہوگا۔

وجه : (ا) دسویں سے شروع ہوتا ہےاور بارہویں تک رہتا ہےاس کے لئے اس آیت کا اشارۃ النص ہے۔ليشهدوا منفع

(۱۲۴۵) والسعی بین الصفا والمروۃ فی اشهر الحج وحصوله بعد طواف معتدّ به والمشی فیه لمن

لهم و یذکروا أسم الله فی أیام معلومات علی ما رزقهم من بهیمة الانعام فکلوا منها و أطعموا البائس الفقیر o ثم لیقضوا تفثهم و لیوفوا نذورهم و لیطوفوا بالبیت العتیق ۔(آیت ۲۹، سورۃ الحج ۲۲) اس آیت میں کلوا پر و لیطوفوا کا عطف ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے ذبح کرو پھر طواف کرو، اور ذبح ایام نحر میں ہوتا ہے اس لئے طواف زیارت بھی اس کے بعد ہوگا۔(۲) اس حدیث میں ہے کہ رمی جمار کے بعد طواف کرے۔ عن عائشةؓ أنها قالت أرسل النبی ﷺ بأم سلمة لیلة النحر فرمت الجمرة قبل الفجر ثم مضت فأفاضت ۔(ابوداؤد شریف، باب التعجیل من جمع، ص ۲۸۴، نمبر ۱۹۴۱) اس حدیث میں ہے کہ حضرت ام سلمہ فجر کے وقت طواف زیارت کے لئے چل پڑی۔(۳) اس حدیث میں حضورؐ نے یوم النحر میں طواف زیارت کیا۔ عن ابن عمران رسول الله ﷺ افاض یوم النحر ثم رجع فصلی الظهر بمنی ۔(مسلم شریف باب استحباب طواف الافاضۃ یوم النحر، ص ۵۵۰، نمبر ۱۳۰۸/۳۱۶۵/ ابوداؤد شریف، باب الافاضۃ فی الحج ص ۲۸۱ نمبر ۱۹۹۸) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آپؐ نے طواف دسویں ذی الحجہ کو کیا ہے۔(۴) اور ایام نحر سے موخر کرنے سے دم لازم ہوگا اس کے لئے یہ قول صحابی ہے۔ عن عباس قال من قدم شیئا من حجه او اخره فلیهرق لذلک دما (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۳۵۳ فی الرجل یحلق قبل ان یذبح، ج ثالث، ص ۳۴۵، نمبر ۱۴۹۵۴) اس سے معلوم ہوا کہ وقت سے مؤخر کیا تو دم لازم ہوگا

ترجمہ : (۱۲۴۵) [۱۱] صفا، مروہ کی سعی حج کے مہینوں میں کرنا۔[۱۲] اس سعی کا طوافِ معتبر کے بعد ہونا۔[۱۳] غیر معذور کے لئے چل کر سعی کرنا۔[۱۴] سعی کا صفا سے شروع کرنا۔

تشریح : یہاں سعی کے بارے میں چار واجبات بیان کئے ہیں۔[۱۱] حج کے لئے صفا اور مروہ کی سعی حج کے مہینوں میں کرے۔[۱۲] سعی کا طریقہ یہ ہے کہ احرام باندھ کر طواف کرے، چاہے، طواف قدوم ہو، یا نفلی طواف ہو، یا طواف زیارت ہو اس کے بعد سعی کرے تب اس سعی کا اعتبار ہے، اور اگر سعی کر لی پھر احرام باندھا تو اس سعی کا اعتبار نہیں ہے، یا احرام باندھا اور طواف کئے بغیر سعی کر لی تب بھی اس سعی کا اعتبار نہیں ہے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ آپؐ نے طواف کیا پھر صفا اور مروہ پر چڑھے۔[۱۳] جو معذور نہیں ہے وہ چل کر سعی کرے یہ بھی واجب ہے [۱۴] اور چوتھا واجب یہ ہے کہ سعی صفا سے شروع کرے اور مروہ پر ختم کرے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ ہم وہاں سے شروع کریں گے جہاں سے اللہ نے شروع کیا، یعنی صفا سے سعی شروع کریں گے اس لئے صفا سے شروع کرنا بھی واجب ہے۔

وجہ : (۱) سعی کرنا واجب ہے اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ ان الصفا و المروۃ من شعائر الله فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیه ان یطوف بهما (آیت ۱۵۸، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا چاہئے (۲) ان چاروں باتوں کے لئے حدیث یہ ہے۔ قال دخلنا علی جابر بن عبد الله ... حتی اذا اتینا

لا عذر له وبداء ة السعی من الصفا (۱۲۴۶)وطواف الوداع (۱۲۴۷) بداء ة کل طواف بالبیت من

البیت معه استلم الرکن فرمل ثلاثا و مشی اربعا .....ثم خرج من الباب الی الصفا فلما دنی من الصفا قرء((ان الصفا والمروۃ من شعائر الله)) نبدأ بما بدء الله به فبدأ بالصفا فرقی علیه حتی رای البیت فاستقبل القبلة فوحد الله وکبره وقال لا اله الا الله وحده لا شریک له له الملک وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر لا اله الا الله وحده انجز وعده ونصر عبده وهزم الاحزاب وحده ثم دعا بین ذلک قال مثل هذا ثلاث مرات ثم نزل الی المروۃ . (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ ص۵۱۴، نمبر۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ ،ص۲۶۹، نمبر۱۹۰۵)اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ طواف فرمایا پھر سعی کی، یہ بھی ہے کہ چل کر سعی کی، یہ بھی ہے کہ صفا سے شروع کیا اور مروہ پر ختم کیا ،اور یہ بھی ہے کہ حج کے مہینوں میں سعی کی ۔ (۳)اور پیدل چلے اس کی دلیل اس حدیث میں ہے ۔قال دخلنا علی جابر بن عبد الله ... قال مثل هذا ثلاث مرات ثم نزل الی المروۃ .حتی اذا انصبت قدماہ فی بطن الوادی سعٰی حتی اذا صعدتا مشی حتی أتی المروۃ ففعل علی المروۃ کما فعل علی الصفا. (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ ،ص۳۹۵ ،نمبر۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ ص۲۶۹ نمبر۱۹۰۵)اس حدیث میں ہے کہ بطن وادی میں دوڑے، اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ پیدل چلے ۔(۴) قال سمعت عبد الله بن ابی أوفی بهذا الحدیث زاد : ثم اتی الصفا والمروۃ فسعی بینهما سبعا ثم حلق رأسه . (ابوداؤد شریف، باب امر الصفا والمروۃ ص۲۶۸ نمبر۱۹۰۳)اس حدیث میں ہے کہ صفا مروہ کے درمیان سات شوط میں سعی کرے۔

لغت :حصوله بعد طواف معتد به: کا مطلب یہ ہے کہ سعی سے پہلے احرام باندھ کر حج کے لئے یا عمرے کے لئے طواف قدوم، یا نفلی طواف ہو، جسکو قابل اعتبار طواف کہتے ہیں، یہ سعی کے لیے واجب ہے۔

ترجمه : (۱۲۴۶)[۱۵]طوافِ وداع۔

تشریح :وداع کا معنی ہے چھوڑ کر جانا، بیت اللہ سے گھر جاتے وقت آخری طواف کو طواف وداع کہتے ہیں یہ واجب ہے۔

وجه : (۱)اس طواف کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابن عباس قال امر الناس ان یکون آخر عهدهم بالبیت الا انه خفف عن الحائض (بخاری شریف، باب طواف الوداع، ص۲۸۳، نمبر۱۷۵۵/مسلم شریف، باب وجوب طواف الوداع وسقوطه عن الحائض، ص۵۵۷، نمبر۱۳۲۷/۳۲۱۹)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آفاقی پر طواف وداع واجب ہے۔(۲)عن ابن عباس قال کان الناس ینصرفون فی کل وجه فقال رسول الله لا ینفرن احد حتی یکون آخر عهده بالبیت (مسلم شریف، باب وجوب طواف الوداع وسقوطه عن الحائض، ص۵۵۷، نمبر۱۳۲۷/۳۲۱۹/ابوداؤد شریف، باب طواف الوداع، ص۲۸۱ ،نمبر۲۰۰۵)اس حدیث میں امر کا صیغہ ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

الحجر الاسود (۱۲۴۸) والتیامن فیه (۱۲۴۹) والمشی فیه لمن لا عذر له (۱۲۵۰) والطهارة من

ترجمہ : (۱۲۴۷)[۱۶] بیت اللہ کے ہر طواف کو حجر اسود سے شروع کرنا۔

وجہ : (۱) . عن سالم عن ابیہؓ قال رأیت رسول الله ﷺ حین یقدم مکة اذا استلم الرکن الاسود أول ما یطوف یخب ثلاثة أطواف من السبع ۔(بخاری شریف، باب استلام الحجر الاسود حین یقدم مکۃ أول مایطوف ویرمل ثلاثا ص ۲۶۰، نمبر ۱۶۰۳ر مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ ص ۵۱۴، نمبر ۱۲۱۸ر ۲۹۵۰) اس حدیث میں ہے کہ طواف حجر اسود سے شروع کرے، (۲) حجر اسود سے شروع بھی کرے اور اس کی طرف اشارہ بھی کرے۔ عن ابن عباسؓ قال طاف النبی ﷺ بالبیت علی بعیر کلما أتی الرکن أشار الیه بشیء کان عنده و کبر. (بخاری شریف، باب التکبیر عند الرکن، ص ۲۶۱، نمبر ۱۶۱۳) اس حدیث میں الرکن سے مراد حجر اسود ہے، یعنی حجر اسود سے شروع کرے۔

ترجمہ : (۱۲۴۸)[۱۷] تیامن (یعنی داہنے ہاتھ سے شروع کرنا)۔

وجہ: (۱) حدیث یہ ہے۔عن جابر قال لما قدم رسول الله مکة دخل المسجد فاستلم الحجر ثم مضی علی یمینه فرمل ثلاثا ومشی اربعا. (نسائی شریف، باب کیف یطوف اول مایقدم وعلی ای شقیہ یأ خذ، ج ثانی ص ۳۰، نمبر ۲۹۴۲ر بخاری شریف، باب استلام الحجر الاسود حین یقدم ص ۲۱۸ نمبر ۱۶۰۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حجر اسود کی دائیں جانب سے طواف شروع کرے۔

ترجمہ : (۱۲۴۹)[۱۸] غیر معذور کے لئے پیدل طواف کرنا۔

تشریح : جنکو عذر ہے وہ سواری پر طواف کرے، لیکن جنکو عذر نہیں ہے وہ پیدل طوال کرے۔

وجہ : (۱) اس حدیث میں ہے کہ پیدل چلے ہیں۔ عن ابن عمر قال سعی النبی ﷺ ثلثة اشواط ومشی اربعة فی الحج والعمرة ۔(بخاری شریف، باب الرمل فی الحج والعمرۃ ص ۲۱۸ نمبر ۱۶۰۳ر ابوداؤد شریف، باب فی الرمل ص ۲۶۶ نمبر ۱۸۸۶) اس حدیث میں ہے کہ پیدل چلے ہیں۔(۲) مجبوری میں سوار ہو اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن ابن عباسؓ ان رسول الله ﷺ طاف بالبیت و هو علی بعیر کلما اتی علی الرکن اشار الیه بشیء فی یده و کبر ۔(بخاری شریف، باب المریض یطوف را کبا، ص ۲۶۴، نمبر ۱۶۳۲) (۳) اس حدیث میں بھی ہے کہ مجبوری میں سوار ہو۔عن ام سلمةؓ قالت شکوت الی رسول الله ﷺ انی اشتکی فقال طوفی من وراء الناس و انت راکبة فطفت و رسول الله ﷺ یصلی الی جنب البیت و هو یقرأ و الطور و کتاب مسطور ۔ (بخاری شریف، باب المریض یطوف را کبا، ص ۲۶۴، نمبر ۱۶۳۲)

ترجمہ : (۱۲۵۰)[۱۹] دونوں حدثوں سے پاک ہونا۔

الحدثين(١٢٥١) وستر العورة [ب]واقلّ الاشواط بعد فعل الاكثر من طواف الزيارة

تشریح :طواف کے وقت جنابت سے بھی پاک ہونا ضروری ہے،اور حدث اصغر سے بھی پاک ہونا ضروری ہے۔

وجہ : (۱) اس حدیث میں طواف کے لئے وضو کا ذکر ہے۔اخبرتنی عائشةؓ ان اول شیء بدأ به حین قدم أنه توضأ ثم طاف بالبیت ثم لم تکن عمرة ۔ (بخاری شریف، باب الطاف علی وضوء،ص ۲۶۵،نمبر ۱۶۴۱) اس حدیث میں ہے کہ وضو کر کے طواف کیا،جس سے معلوم ہوا کہ طواف کے لئے وضو ضروری ہے۔(۲)عن ابن عباس ان النبی ﷺ قال الطواف حول البیت مثل الصلوة الا انکم تتکلمون فیه فمن تکلم فیه فلا یتکلم الا بخیر (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الکلام فی الطّواف،ص ۱۹۰،نمبر ۹۶۰ رنسائی شریف، باب اباحۃ الکلام فی الطّواف ج ثانی ص ۲۸ نمبر ۲۹۲۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف نماز کی طرح ہے اس لئے طواف میں بھی وضو شرط ہے(۳) جنابت سے پاک ہو اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن عائشة انها قالت قدمت مکة وانا حائض ولم اطف بالبیت ولا بین الصفا والمروة قالت فشکوت ذلک الی رسول الله فقال افعلی کما یفعل الحاج غیر ان لا تطوفی بالبیت حتی تطهری (بخاری شریف، باب تقضی الحائض المناسک کلها الا الطّواف بالبیت،ص ۲۶۷،نمبر ۱۶۵۰)اس حدیث سے بھی پتہ چلا کہ طہارت کے بغیر طواف نہ کرے۔

ترجمہ : (۱۲۵۱[الف)[۲۰]ستر چھپانا۔

تشریح طواف نماز کے درجے میں ہے اس لئے جس طرح وہاں ستر عورت ضروری ہے اسی طرح یہاں بھی ستر عورت ضروری ہے

وجہ : (۱)اس آیت سے استدلال کیا جا سکتا ہے ۔یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد ۔(آیت ۳۱،سورۃ الاعراف ۷) کہ ہر نماز کے وقت زینت اختیار کرو۔(۲) حدیث میں ہے کہ جاہلیت کی طرح ننگا نہ رہے۔عن ابی هریرة ان ابا بکر الصدیقؓ بعثه فی الحجة التی امره علیها النبی ﷺ قبل حجة الوداع یوم النحر فی رهط یوذن فی الناس ان لا یحج بعد العام مشرک و لا یطوف بالبیت عریان ۔(بخاری شریف، باب حج ابی بکر بالناس فی سنۃ تسع، ص ۷۳۹،نمبر ۴۳۶۳)اس حدیث میں ہے کہ ننگا طواف نہ کرے۔

ترجمہ : (۱۲۵۱[ب])[۲۱] طواف زیارت کے زیادہ شوطوں کو ایام نحر میں ادا کرنے کے بعد تین شوط کو بھی ایام نحر میں ادا کرنا واجب ہے۔

تشریح :طواف زیارت کے چار شوط کو ایام نحر میں کرنا فرض ہے،اور باقی تین شوط کو ایام نحر میں ادا کرنا واجب ہے،تو گویا کہ سب طوافوں کو ایام نحر میں ادا کرنا واجب ہوا۔

وجہ :(۱)اور ایام نحر سے موخر کرنے سے دم لازم ہوگا اس کے لئے یہ قول صحابی ہے۔عن عباس قال من قدم شیئا من حجه او اخره فلیهرق لذلک دما (مصنف ابن ابی شیبۃ ۳۵۳ فی الرجل یحلق قبل ان یذبح، ج ثالث،ص ۳۴۵،نمبر ۱۴۹۵۴)

[ج]وترک المحظورات کلُبس الرجل المخیط وستر رأسه ووجهه وستر المرأة وجهها والرفث والفسوق والجدال وقتل الصید والاشارة الیه والدلالة علیه.

اس اثر سے معلوم ہوا کہ وقت سے مؤخر کیا تو دم لازم ہوگا۔

ترجمہ: (۱۲۵۱[ج])[۲۲] ممنوعات کا ترک کرنا۔ جیسے مرد کا سلے ہوئے کپڑے پہننا، اور اپنا سر اور چہرہ ڈھانپنا، اور عورت کا صرف چہرہ ڈھانپنا، اور رفث (فحش کلام) فسق، جھگڑا، شکار کو مارنا، اور اس کی طرف اشارہ کرنا، یا اس کی طرف رہنمائی کرنا۔

تشریح : حج میں جو باتیں کرنا ممنوع ہیں ان سے بچنا بھی واجب ہے، پھر اسکی چار مثالیں دی ہیں [۱] مرد کے لئے سلا ہوا کپڑا پہننا ممنوع ہے اس لئے اس سے بھی بچے [۲] مرد کے لئے سر ڈھانپنا اور چہرہ ڈھانپنا ممنوع ہے اس لئے اس سے بھی بچے، اور عورت کے لے سر ڈھانپنا تو جائز ہے، لیکن چہرہ ڈھانپنا ممنوع ہے [۳] احرام کی حالت میں جماع وغیرہ، اور فسق وفجور کی باتیں کرنا بھی ممنوع ہے اور جھگڑا کرنا بھی ممنوع ہے اس لئے اس سے بھی بچے [۴]، شکار کو مارنا، اور اس کی طرف اشارہ کرنا، یا اس کی طرف رہنمائی کرنا یہ بھی ممنوع ہیں اس لئے ان سے بھی بچے۔۔ انکی دلیل بعد میں آئے گی۔

لغت : المحظورات: حظر سے مشتق ہے، احرام کی حالت میں ممنوع باتیں۔ المخیط: خاط، یخیط سے مشتق ہے، سلا ہوا کپڑا۔ الرفث: جماع کی باتیں کرنا۔ الفسوق: فسق کی باتیں۔ الجدال: جھگڑا کرنا۔ الاشارۃ الیہ: شکار کی طرف اشارہ کرنا۔

﴿وسنن الحجّ﴾

(١٢٥٢)منها الاغتسال ولو لحائض ونفساء او الوضوء اذا اراد الاحرام (١٢٥٣)ولبس ازار ورداء

﴿حج کی سنتیں﴾

ترجمه : (١٢٥٢)حج کی سنتوں: میں سے غسل کرنا ہے چاہے حائضہ اور نفاس والی ہو۔یا احرام کے وقت وضو ہے۔

تشریح :سنت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ حدیث میں اس کا کرنا اچھا بتلایا ہے، اس کے چھوڑنے سے ثواب میں کمی ہوگی ،لیکن نہ کرنے پر دم لازم نہیں ہوگا ،ان میں سے پہلی سنت یہ ہے کہ احرام باندھتے وقت غسل کرے ،اور وہ نہ ہو سکے تو وضو کرے ، یہ سنت حائضہ اور نفساء عورت کے لئے بھی ہے ، کیونکہ اس کا مقصد پاکی اور صفائی ہے اس لئے حائضہ اور نفساء عورت پاک تو نہیں ہوگی ، لیکن صفائی ہوئی جائے گی اس لئے ان کے لئے بھی سنت ہے۔

وجه : (١)حدیث میں ہے آپ نے احرام کے لئے غسل فرمایا۔عن ابن عباس قال اغتسل رسول الله ثم لبس ثيابه فلما اتى ذالحليفة صلى ركعتين ثم قعد على بعيره فلما استوى به على البيداء احرم بالحج ۔(دار قطنی ،کتاب الحج ج ثانی ص ۱۹۷نمبر ۲۴۰۸ رسنن للبیھقی ، باب الغسل للاھلال ج خامس ص ۴۹،نمبر ۸۹۴۵ رترمذی شریف ، باب ما جاء فی الاغتسال عند الاحرام ص ۱۷۱نمبر ۸۳۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احرام کے لئے غسل کرے یہ بہتر ہے۔(۲)(ا)اس حدیث میں ہے کہ نفاس والی عورت کو بھی غسل کرنے کے لئے فرمایا . عن عائشة قالت نفست أسماء بنت عميس بمحمد بن ابى بكر بالشجرة فأمر رسول الله ﷺ أبا بكر يأمرها أن تغتسل و تهل ۔(مسلم شریف،باب صحۃ احرام النفساء و استحباب اغتسالھا للاحرام، وکذا الحائض ،ص ۵۰۴،نمبر ۲۹۰۸/۱۲۰۹)اس حدیث میں ہے کہ نفاس والی عورت غسل کرے اور احرام باندھے،جس سے معلوم ہوا کہ یہ غسل نظافت اور صفائی کے لئے ہے۔

ترجمه : (١٢٥٣)اور ازار اور چادر پہننا جو نئے اور سفید ہوں۔اور خوشبو لگانا۔

تشریح : لنگی اور چادر پہنے،اور دونوں سفید ہوں تو بہتر ہیں،اور خشبو لگانا بھی سنت ہے۔

وجه : (١)لنگی پہنے، چادر اوڑھے اور خوشبو لگائے اس کی حدیث یہ ہے ۔عن عبد الله بن عباس قال انطلق النبی ﷺ من المدينة بعد ما ترجل وادهن ولبس ازاره ورداءه هو واصحابه فلم ينه عن شیء من الاردية والازر (بخاری شریف ، باب ما یلبس المحرم من الثیاب والاردیۃ والازار ص ۲۰۹ نمبر ۱۵۴۵)اس سے معلوم ہوا کہ کپڑے ازار اور چادر پہنے۔اور دہن سے مراد ہے خوشبو لگائے۔(۲) سفید بہتر ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن عائشةؓ قالت ان رسول الله ﷺ كفن فى ثلاثة اثواب يمانية بيض سحولية من كرسف ۔(بخاری شریف،باب الثیاب البیض للکفن ،ص ۲۰۲،نمبر

جدیدین ابیضین والتطیّب(١٢٥٤) وصلوة رکعتین (١٢٥٥)والاکثار من التلبیة بعد الاحرام رافعا

١٢٦٤/ابوداود شریف، باب فی الکفن ،ص ٤٦١،نمبر ٣١٥١)اس حدیث میں ہے کہ سفید کپڑا ہو۔(٣) خوشبو کے لئے حدیث یہ ہے ۔ عن عائشة زوج النبی ﷺ قالت کنت اطیب رسول اللہ لاحرامه حین یحرم ولحله قبل ان یطوف بالبیت ۔(بخاری شریف، باب الطیب عند الاحرام ص ٢٠٨ نمبر ١٥٣٩/ابوداود شریف، باب الطیب عند الاحرام ،ص ٢٥٧،نمبر ١٧٤٥)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احرام سے پہلے خوشبو لگائے

ترجمه : (١٢٥٤) دو رکعت پڑھنا۔

تشریح : احرام پہننے کے بعد احرام باندھنے کے لئے دو رکعت پڑھنا سنت ہے۔

وجه : قلت لعبد اللہ ابن عباس ....خرج رسول اللہ ﷺ حاجا فلما صلی فی مسجد ه بذی الحلیفة رکعتیه أوجب فی مجلسه فأهل بالحج حین فرغ من رکعتیه (ابوداؤد شریف، باب فی وقت الاحرام ص ٢٥٣ نمبر ١٧٧٠/ترمذی شریف، باب ماجاء متی احرم النبی ﷺ ص ١٦٩ نمبر ٨١٩/بخاری شریف، باب الاهلال مستقبل القبلة ،ص ٢٥٢،نمبر ١٥٥٤) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے احرام باندھنے کے لئے دو رکعت نماز پڑھی۔

ترجمه : (١٢٥٥) احرام کے بعد لبیک کی کثرت کرنا۔تلبیہ میں آواز کو بلند کرنا جب نماز پڑھے، یا بلندی کی طرف چڑھے، یا نیچے کی طرف اترے، یا (کسی) سوار سے ملے، اور صبح کے وقت۔اور جب بھی تلبیہ پڑھے بار بار پڑھے۔

تشریح :احرام باندھنے کے بعد کثرت سے تلبیہ پڑھنا سنت ہے، پھر زور زور آواز سے پڑھے، پہاڑی پر چڑھتے، اترتے، سواری سے ملتے وقت تلبیہ پڑھے، اور جب پڑھے تو بار بار پڑھے یہ سب سنتیں ہیں۔

وجه :(١) زور زور سے تلبیہ پڑھنے کی اور نماز کے بعد تلبیہ پڑھنے کی حدیث یہ ہے۔عن انس بن مالکؓ قال صلی النبی ﷺ بالمدینة الظهر و العصر بذی الحلیفة رکعتین و سمعتهم یصرخون بهما جمیعا ۔(بخاری شریف، باب رفع الصوت بالاهلال ،ص ٢٥١،نمبر ١٥٤٨)اس حدیث میں ہے کہ زور زور سے تلبیہ پڑھے۔(٢) اس حدیث میں بھی ہے کہ زور سے تلبیہ پڑھے۔عن خلاد بن السائب الانصاری عن ابیه ان رسول اللہ ﷺ قال اتانی جبرائیلؑ فامرنی ان امر اصحابی و من معی ان یرفعوا اصواتهم با لاهلال ، او قال بالتلبیة یرید احدهما ۔(ابوداود شریف، باب کیف التلبیة ،ص ٢٦٧،نمبر ١٨١٤) (٣) نماز کے بعد تلبیہ پڑھنے کی حدیث یہ ہے۔ قلت لعبد اللہ ابن عباس ....خرج رسول اللہ ﷺ حاجا فلما صلی فی مسجد ه بذی الحلیفة رکعتیه أوجب فی مجلسه فأهل بالحج حین فرغ من رکعتیه (ابوداؤد شریف، باب فی وقت الاحرام ص ٢٥٣ نمبر ١٧٧٠/ترمذی شریف، باب ماجاء متی احرم النبی ﷺ ص ١٦٩ نمبر ٨١٩/ بخاری شریف ، باب الاهلال مستقبل القبلة ،ص ٢٥٢،نمبر ١٥٥٤) اس حدیث میں ہے کہ نماز کے بعد حضورؐ نے تلبیہ پڑھا

صوته متی صلّی او علا شرفا او هبط وادیا او لقی رکبا وبالاسحار وتکریرها کلّما اخذ فیها

(١٢٥٦)والصلوة علی النبی صلی الله علیه وسلم وسؤال الجنة وصحبة الابرار والاستعاذة من

۔(۴)سواری سے ملتے وقت حدیث پڑھےاس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن عبد الله بن عمر ان رسول الله ﷺ کان اذا استوت به راحلته قائمة عند مسجد ذوالحلیفة اهل فقال لبیک اللهم لبیک، الخ. (مسلم شریف، باب التلبیة وصفتها ووقتها ص ۴۷۵ نمبر ۱۱۸۴/۲۸۱۲/بخاری شریف، باب الاهلال مستقبل القبلة، ص ۲۵۱ نمبر ۱۵۵۳)اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے سواری پرسوار ہونے کے بعد تلبیہ پڑھی۔(۵)بار بار پڑھےاس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن ابن عباسؓ ان اسامةؓ کان ردف رسول الله ﷺ من عرفة الی المزدلفة ثم ردف الفضل من المزدلفة الی منی قال فکلاهما قال لم یزل النبی ﷺ یلبی حتی رمی الجمرة العقبة ۔ (بخاری شریف، باب الرکوب والارتداف فی الحج ،ص ۲۵۰،نمبر ۱۵۴۳)اس حدیث میں ہے کہ بار بار تلبیہ پڑھے۔(۶)وادی میں اترتے چڑھتے تلبیہ پڑھےاس کے لئے یہ حدیث ہے۔فقال ابن عباس لم اسمعه و لکنه قال اما موسی کانی انظر الیه اذا انحدر فی الوادی یلبی ۔(بخاری شریف، باب التلبیة اذا انحدر فی الوادی،ص ۲۵۲،نمبر ۱۵۵۵)اس حدیث میں ہے کہ وادی میں اترتے ہوئے تلبیہ پڑھے۔

لغت : التطیب: خوشبو لگانا۔علا شرفا: شرف کا معنی ہے بلند،علا شرفا کا ترجمہ ہے بلندی پر چڑھے۔ھبط: نیچے اترے۔تکریر: بار بار کہنا۔

ترجمہ : (۱۲۵۶) اور نبی پاک ﷺ پر درود پڑھنا۔اور جنت، ونیکوں کی صحبت کا سوال کرنا۔اور جہنم سے پناہ مانگنا۔

وجہ : (۱)درود شریف پڑھےاس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن ابن عباس قال اذا حاذیت به فکبر و ادع و صل علی محمد النبی علیه السلام (سنن بیہقی، باب الاستلام فی الزحام، ج خامس،ص ۱۳۱،نمبر ۹۲۶۶)(۲) چونکہ یہاں دعا کرنی ہےاس لئے اس سے پہلے درود شریف پڑھے،اس کے لئے حدیث یہ ہے۔سمع فضالة ابن عبید یقول سمع النبی ﷺ رجلا یدعوفی صلاته فلم یصل علی النبی ﷺ فقال النبی ﷺ عجل هذا ، ثم دعاه فقال له او لغیره ، اذا صلی احدکم فلیبدأ بتحمیدالله و الثناء علیه ثم لیصل علی النبی ﷺ ثم لیدع بعد ما شاء ۔(ترمذی شریف، باب فی ایجاب الدعاء بتقدیم الحمد والثناء والصلاة علی النبی ﷺ قبله،ص ۷۹۴،نمبر ۳۴۷۷)اس حدیث میں ہے کہ دعا سے پہلے درود شریف پڑھے۔(۳)دعا کرےاس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن خزیمة بن ثابت ان النبی ﷺ کان اذا فرغ من تلبیته سأل الله رضوانه و مغفرته و استعاذ برحمته من النار ۔(سنن بیہقی، باب مایستحب من القول فی اثر التلبیة، ج خامس،ص ۲۷،نمبر ۹۰۳۸) اس حدیث میں ہے کہ جنت کا سوال کرےاور جہنم سے پناہ مانگے۔

ترجمہ : (۱۲۵۷) مکہ میں داخلہ کے لئے غسل کرنا۔دن میں باب معلیٰ سے مکہ میں داخل ہونا۔

النار(۱۲۵۷) والغسل لدخول مكة ودخولها من باب المعلاة نهارا (۱۲۵۸)والتكبير والتهليل

وجه : (۱) كان ابن عمرؓ اذا دخل ادنی الحرم امسک عن التلبية ثم يبيت بذی طوی ثم يصلی به الصبح و يغتسل و يحدث ان النبی ﷺ كان يفعل ذالک ۔(بخاری شریف، باب الاغتسال عند دخول مکۃ ،ص ۲۵۵،نمبر ۱۵۷۳ /ترمذی شریف، باب ماجاء فی الاغتسال لدخول مکۃ ،ص ۲۱۱،نمبر۸۵۲)(۲)عن ابن عمر قال اغتسل النبی ﷺ لدخول مكة بفخ ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی الاغتسال لدخول مکۃ ،ص ۲۱۱،نمبر ۸۵۲)اس حدیث میں ہے کہ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کرے۔(۳)اور کم سے کم درجہ ہے کہ وضو کرے،اس کے لئے یہ حدیث ہے۔اخبرتنی عائشة ان اول شیء بدأ به حين قدم النبی ﷺ انه توضأ ثم طاف بالبيت. (بخاری شریف، باب الطّواف علی وضوء،ص ۲۲۲ نمبر۱۶۴۱/مسلم شریف، باب بیان ان المحرم بعمرۃ لا یتحلل بالطّواف قبل السعی ص ۴۰۵ نمبر ۱۲۳۵/۳۰۰۱)اس حدیث میں ہے کہ وضو کرے۔(۴)بیت اللہ آنے کے لئے دو راستے ہیں[۱] ایک اوپر سے [۲] دوسرا نیچے کی جانب سے،تو اوپر کی جانب سے آئے یہ سنت ہے، کیونکہ حضورؐ آئے تھے عن ابن عمر قال كان رسول الله ﷺ يدخل مكة من الثنية العليا و يخرج من الثنية السفلى ۔(بخاری شریف، باب من این یدخل مکۃ؟ ص ۲۵۶،نمبر ۱۵۷۵/نسائی شریف، باب من این یدخل مکۃ ،ص ۳۹۵،نمبر ۲۸۶۸)(۵)اور دن میں داخل ہوئے اس کی حدیث یہ ہے۔عن ابن عمرؓ قال بات النبی ﷺ بذی طوی حتى اصبح ثم دخل مكة ، و كان ابن عمرؓ يفعله۔(بخاری شریف، باب دخول مکہ نہارا او لیلا، ص ۲۵۵،نمبر ۱۵۷۴)

ترجمہ : (۱۲۵۸)بیت اللہ نظر آئے تو تکبیر، ولا الہ الا اللہ پڑھنا۔بیت اللہ کو دیکھتے ہی محبوب چیز کی دعا مانگنا کہ اس وقت دعا قبول ہوتی ہے۔

تشریح :بیت اللہ نظر آئے تو اللہ اکبر، کہے, لا اله ا لا الله ، پڑھے،اور جو چیز اس کو پسند آئے اس کی دعا کرے،بہتر یہ ہے کہ آخرت کے لئے دعا کرے، کیونکہ اس وقت دعا قبول ہوتی ہے۔

وجه : (۱) تکبیر کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن مكحول قال كان النبی ﷺ اذا دخل مكة فرأى البيت رفع يديه و كبر ۔(سنن للبیہقی ، باب القول عند رویۃ البیت ج خامس ص ۱۱۸،نمبر ۹۲۱۳)اس حدیث مرسل میں ہے کہ بیت اللہ دیکھتے وقت تکبیر کہے(۲) ۔عن عمر بن الخطابؓ ان النبی ﷺ قال له : يا عمر انک رجل قوی ، لاتزاحم على الحجر فتؤذی الضعيف ، ان وجدت خلوة فاستلمه و الا فاستقبله فهلل و كبر . (مسند احمد، باب مسند عمر بن الخطاب، ج اول،ص ۴۸،نمبر ۱۹۱)اس حدیث میں ہے کہ حجر اسود کے چومتے وقت چومنے کا موقع نہ ملے تو تکبیر و تہلیل کہیں۔(۳) اس حدیث میں بھی دعاء کا ذکر ہے۔ عن ابن جريح ان النبی ﷺ كان اذا رای البيت رفع يديه وقال اللهم زد هذا البيت تشريفا و تعظيما الخ (سنن للبیہقی ، باب القول عند رویۃ البیت، ج خامس،ص ۱۱۸،نمبر ۹۲۱۳/ترمذی شریف، باب

تلقاء البيت الشريف والدعاء بما احبّ عند رؤيته وهو مستجابٌ(١٢٥٩) وطواف القدوم ولو فی غير اشهر الحجّ (١٢٦٠)والاضطباع فيه والرمل ان سعٰی بعده فی اشهر الحج

ماجاء کراهیۃ رفع الید عند رویۃ البیت ص۴۷۱ نمبر ۸۵۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیت اللہ دیکھتے وقت ہاتھ اٹھانا چاہئے ،اور دعا پڑھنا چاہئے۔ان عبد الرحمن بن طارق ابن علقمة اخبره عن امه ان النبی ﷺ کان اذ جاء مکانا فی دار یعلی استقبل القبلة و دعا ۔(نسائی شریف ،باب الدعا عند رویۃ البیت ،ص ۳۹۹ ،نمبر ۲۸۹۹)اس حدیث میں ہے کہ بیت اللہ دیکھتے وقت دعا کرے۔

ترجمه : (۱۲۵۹)۔طواف قدوم کرنا چاہے حج کے مہینے نہ ہو

تشریح: باہر سے آتے ہی جو طواف کرتے ہیں اس کو طواف قدوم آنے کا طواف کہتے ہیں۔حج کے مہینے میں بیت اللہ آئے یا اس کے علاوہ میں آئے تحیۃ المسجد کی طرح آفاقی کے لئے سنت ہے۔

وجه : (۱)حدیث میں ہے۔ عن وبرة قال کنت جالسا عند ابن عمر فجائه رجل فقال ایصلح لی ان اطوف بالبیت قبل ان اتی الموقف فقال نعم فقال فان ابن عباس یقول لا تطف بالبیت حتی تأتی الموقف فقال ابن عمر فقد حج رسول الله فطاف بالبیت قبل ان یاتی الموقف فبقول رسول الله احق ان تأخذ او بقول ابن عباس ان کنت صادقا ؟. (مسلم شریف ،باب استحباب طواف القدوم للحاج والسعی بعدہ ،ص ۴۰۵ ،نمبر ۱۲۳۳/۲۹۹۷)اس حدیث میں ہے کہ آفاقی کے لئے طواف قدوم سنت ہے۔(۲) اس حدیث میں بھی ہے۔سأل رجل ابن عمرؓ أطوف بالبیت و قد احرمت بالحج ؟ .....ثم قال رأینا رسول الله ﷺ أحرم بالحج و طاف بالبیت و سعی بین الصفا و المروة ، فسنة الله و سنة رسوله أحق أن یتبع من سنة فلان ان کنت صادقا ؟ .(مسلم شریف ،باب استحباب طواف القدوم للحاج والسعی بعدہ ،ص ۴۰۵ ،نمبر ۱۲۳۳/۲۹۹۸)اس حدیث میں ہے کہ طواف قدوم سنت ہے۔

ترجمه : (۱۲۶۰) اس میں اضطباع کرے اور اکڑ کر چلے اگر حج کے مہینے میں اس کے بعد سعی ہو۔

تشریح :ایسا طواف جسکے بعد سعی کرنی ہو اور حج کے مہینے میں ہو اس طواف کے پہلے تین چکر میں اضطباع کرے اور اکڑ کر چلے ،یہ سنت ہے۔ مصنف کا حج کا جملہ زائد ہے ،کیونکہ حج کے مہینے کے علاوہ میں بھی عمرہ کرے گا تو ہر عمرے میں ایک مرتبہ سعی کرے۔آگے حدیث میں آرہا ہے۔

وجه: (۱) پہلے تین میں اکڑ کر چلے اس کی دلیل یہ حدیث۔ عن ابن عمر قال سعی النبی ﷺ ثلثة اشواط ومشی اربعة فی الحج والعمرة ۔(بخاری شریف ،باب الرمل فی الحج والعمرۃ ص ۲۱۸ نمبر ۱۶۰۳ /ابو داؤد شریف ،باب فی الرمل ص ۲۶۶ نمبر ۱۸۸۶)اس حدیث میں ہے کہ تین پہلے میں اکڑ کر چلے ،چاہے حج ہو چاہے عمرہ ہو۔(۲) اور اضطباع کرنے کی دلیل اس

(۱۲٦۱)والهرولة فيما بين الميلين الاخضرين للرجال والمشي على هينته في باقي السعي (۱۲٦۲)والاكثار من الطواف وهو افضل من الصلوة النفل للآفاقي

حدیث میں ہے۔عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ واصحابه اعتمروا من الجعرانة فرملوا بالبيت وجعلوا ارديتهم تحت اباطهم قد قذفوها على عواتقهم اليسرى . (ابوداؤد شریف، باب الاضطباع فی الطّواف ص۲٦٦ نمبر ۱۸۸۴)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف شروع کرنے سے پہلے اپنی چادر کا اضطباع کرے۔(۳)اس حدیث میں بھی ہے۔ عن ابن عباس قال قدم رسول الله واصحابه فقال المشركون انه يقدم عليكم وفد وهنهم حمى يثرب فامرهم النبي ﷺ ان يرملوا الاشواط الثلثة وان يمشوا ما بين الركنين. (بخاری شریف، باب کیف کان بدء الرمل ص۲۱۸ نمبر۱٦۰۲/ابوداؤد شریف، باب فی الرمل ص۲٦٦ نمبر۱۸۸٦)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کس طرح رمل کی ابتدا ہوئی۔

لغت :اضطباع:ضبع سے مشتق ہے، بغل، یہاں مراد ہے چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے نکالے اور بائیں کنڈھے پر ڈالے اس کو,اضطباع، کہتے ہیں۔رمل: کا ترجمہ ہے ریت،اکڑ کر چلنا، کندھوں کو ہلاتے ہوئے چلنا، کیونکہ آدمی جب ریت میں چلتا ہے تو اکڑ کر چلنا پڑتا ہے۔

ترجمه : (۱۲٦۱) مرد کے لئے میلین اخضرین کے درمیان دوڑنا اور باقی سعی میں آہستہ چلنا۔

تشریح : صفا اور مروہ پہاڑی کے درمیان لمبی جگہ ہے اس کے درمیان میں ایک جگہ جسکو میلین اخضرین، کہتے ہیں، مرد جب سعی کرتے ہوئے یہاں پہونچے تو تیز قدم چلے یہ سنت ہے، کیونکہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام یہاں تیز قدم چلیں تھیں، انہیں کی یاد میں ہر سعی کرنے والا یہاں دوڑے۔

وجه : (۱)اس حدیث میں ہے۔قال دخلنا على جابر بن عبد الله ... قال مثل هذا ثلاث مرات ثم نزل الى المروة .حتى اذا انصبت قدماه في بطن الوادي سعى حتى اذا صعدتا مشى حتى أتى المروة ففعل على المروة كما فعل على الصفا. (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ ص۳۹۵ نمبر۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابوداؤد شریف، باب صفة حجة النبی ﷺ ص۲٦۹ نمبر۱۹۰۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بطن وادی میں تیز قدم چلے اور باقی مقامات پر اپنی حالت پر چلے۔

لغت:الھرولة: تیز چلنا۔میلین اخضرین: صفا اور مروہ کے درمیان نشیبی اور نیچی جگہ کو بطن الوادی کہتے ہیں اور اسی کو میلین اخضرین، کہتے ہیں۔ابھی اس پر ہری بتیاں ڈال دی گئی ہیں۔ ھینتہ: اپنی ہیئت پر۔سعی: تیز چلے، دوڑے۔

ترجمه : (۱۲٦۲) کثرت سے طواف کرنا، آفاقی کے لئے یہ نفل نماز سے افضل ہے۔

تشریح :حج اور عمرہ کے بعد جب تک مکہ مکرمہ رہے طواف کرتا رہے، آفاقی کے لئے یہ طواف نفل نماز سے افضل ہے، کیونکہ گھر جانے کے بعد اس کا موقع نہیں ملے گا۔

(۱۲۶۳) والخطبة بعد صلوة الظهر يوم سابع الحجّة بمكة وهى خطبة واحدة بلا جلوس يعلّم المناسک فيها(۱۲۶۴) والخروج بعد طلوع الشمس يوم التروية من مكة لمنى والمبيت بها

وجه : (۱)،حدیث یہ ہے. عن ابن عباس ان النبی ﷺ قال الطواف حول البيت مثل الصلوة الا انكم تتكلمون فيه فمن تكلم فيه فلا يتكلم الا بخير ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی الکلام فی الطّواف، ص۲۳۴، نمبر ۹۶۰ رنسائی شریف، اباحۃ الکلام فی الطّواف، ص۴۰۲، نمبر۲۹۲۵) نماز طواف کی طرح ہے اس لئے نفلی نماز کی طرح بار بار طواف کرتا رہے۔(۲)اس حدیث میں ہے۔عن ابن عباس قال قال رسول الله من طاف بالبيت خمسين مرة خرج من ذنوبه كيوم ولدته امه. (ترمذی شریف، باب ماجاء فی فضل الطّواف ص۱۷۵ نمبر ۸۶۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف کا ثواب بہت ہے اس لئے زیادہ سے زیادہ طواف کرتا رہے۔

ترجمہ : (۱۲۶۳) سات ذی الحجۃ کو مکہ میں نماز ظہر کے بعد (امام کے لئے) خطبہ دینا، اور یہ ایک خطبہ ہوگا بغیر درمیان میں جلسہ کئے ہوئے۔اس میں حج کے مناسک سکھلائے۔

تشریح : ساتویں ذی الحجہ کو ظہر کی نماز کے بعد امام ایک خطبہ دے، جس میں حج کے احکام کو سکھلائے یہ سنت ہے۔

وجہ: (۱)حدیث میں ہے۔ عن ابن عمر قال كان رسول الله ﷺ اذا كان قبل التروية خطب الناس فاخبرهم بمناسكهم. (سنن للبیہقی، باب الخطبۃ التی یستحب للامام ان یاتی بھا فی الحج اولھا یوم السابع، ج خامس، ص۱۸۰، نمبر ۹۴۳۶ رنسائی شریف، الخطبۃ قبل یوم الترویۃ ج ثانی ص۳۴ نمبر ۲۹۹۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذی الحجہ کی ساتویں تاریخ کو خطبہ دینا چاہئے اور اس میں مناسک حج کے تمام پہلو اجاگر کرنا چاہئے۔

ترجمہ : (۱۲۶۴) ۸ر تاریخ کو مکہ سے منی کے لئے طلوع آفتاب کے بعد نکلنا۔اور رات منی میں گزارنا۔

تشریح : ۸ر ذی الحجہ کو آفتاب نکلنے کے بعد منی کی طرف روانہ ہونا سنت ہے، اور وہاں رات گزارنا بھی سنت ہے، تاکہ ۹ کو عرفات کی طرف جانا آسان ہو جائے۔

وجہ : دخلنا على جابر بن عبد الله فسال عن القوم حتى انتهى الى ... فلما كان يوم التروية توجهوا الى منى فاهلوا بالحج وركب رسول الله فصلى بها الظهر والعصر والمغرب والعشاء والفجر ،ثم مكث قليلا حتى طلعت الشمس وامر بقبة من شعر تضرب له بنمرة فسار رسول الله ولا تشک قريش . (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ ،ص۵۱۵، نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰ رابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ ،ص۲۷۹، نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آٹھویں ذی الحجہ کو منٰی آئے اور وہاں پانچ نمازیں پڑھے اور نویں ذی الحجہ کو آفتاب نکلنے کے بعد عرفہ کے لئے روانہ ہو۔

ترجمہ : (۱۲۶۵) پھر یوم عرفہ (۹ر) کو منی سے عرفات کے لئے طلوع شمس کے بعد نکلنا۔

(١٢٦٥)ثم الخروج منها بعد طلوع الشمس يوم عرفة الى عرفات(١٢٦٦) فيخطب الامام بعد الزوال قبل صلوة الظهر والعصر مجموعة جمع تقديم مع الظهر خطبتين يجلس بينهما(١٢٦٧)

تشریح : ٩ر ذی الحجہ کوسورج طلوع ہونے کے بعد منی سے عرفات کے لئے نکلنا سنت ہے۔

وجه : (١) .دخلنا على جابر بن عبد الله فسال عن القوم حتى انتهى الى ... ،ثم مكث قليلا حتى طلعت الشمس وامر بقبة من شعر تضرب له بنمرة فسار رسول الله ولا تشک قريش الا انه واقف عند المشعر الحرام كما كانت قريش تصنع فى الجاهلية فاجاز رسول الله حتى اتى عرفة فوجد القبة قد ضربت له بنمرة فنزل بها . (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ ،ص ۵۱۵ ،نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ ، ص ۲۷۹ ،نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث میں ہے کہ حضور ؐسورج نکلنے کے بعد عرفات تشریف لائے۔(٢) عن ابن عمر قال غدا رسول الله ﷺ من منى حين صلى الصبح صبيحة يوم عرفة حتى أتى عرفة فنزل بنمرة و هى منزل الامام .(داؤد شریف، باب الخروج الی عرفۃ ،ص ۲۸۰ ،نمبر ۱۹۱۳)اس حدیث میں ہے کہ صبح کی نماز کے بعد عرفات کے لئے چلے۔

ترجمہ : (١٢٦٦)امام عرفات میں زوال کے بعد دوخطبہ دے ظہر اور عصر کے جمع تقدیم سے پہلے۔اور دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھے۔

تشریح : عرفات میں امام ظہر اور عصر کو ایک ساتھ پڑھیں گے اور جمع تقدیم کریں گے،اس کے پہلے دوخطبہ دے اور دونوں کے درمیان بیٹھے،اور ان میں حج کے احکام بیان کریں۔

وجه : دخلنا على جابر بن عبد الله فسال عن القوم حتى انتهى الى .... حتى اذا زاغت الشمس امر بالقصواء فرحلت له فاتى بطن الوادى فخطب الناس وقال ان دمائكم واموالكم حرام عليكم....ثم اذن ثم اقام فصلى الظهر ثم اقام فصلى العصر و لم يفصل بينهما شيء . (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ ،ص ۵۱۵ ،نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ ،ص ۲۷۹ ،نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز سے پہلے خطبہ دے اور احکام حج تفصیل سے سمجھائے (٢)۔دوخطبے دینے کی دلیل یہ حدیث ہے ،عن جابر فى حجة الاسلام قال فراح النبى ﷺ الى الموقف بعرفةفخطب الناس الخطبة الاولى ثم اذن بلال ثم أخذ النبى فى الخطبة الثانية ففرغ من الخطبة و بلال من الاذان ثم أقام بلال فصلى الظهر ثم أقام فصلى العصر ۔(سنن بیہقی، باب الخطبۃ یوم عرفۃ بعد الزوال والجمع بین الظہر والعصر بأذان واقامتین، ج خامس،ص ۱۸۵ ،نمبر ۹۴۵۵)اس حدیث میں دوخطبوں کا تذکرہ ہے۔

ترجمہ : (١٢٦٧) ان دونوں مجموعوں میں تضرع ،خشوع ،آنسو بہا کر رونے ،اور اپنے لئے ،والدین کے لئے اور مسلمان بھائیوں کے لئے دین ودنیا کی جو چاہے دعا میں خوب کوشش کرے۔

والاجتهاد فی التضرّع والخشوع والبكاء بالدموع والدعاء للنفس والوالدين والاخوان المؤمنين بما شاء من امر الدارين فی الجمعَيْنِ(١٢٦٨) والدفع بالسكينة والوقار بعد الغروب من

تشریح :دونوں مجموعوں سے عرفات کی جمع بین الصلوتین اور مزدلفہ کی جمع بین الصلوتین مراد ہے۔اور مطلب یہ ہے کہ عرفات میں اور مزدلفہ میں خوب روئے اور خشوع خضوع کے ساتھ خوب دعائیں کرے۔

وجه : (۱) دعا کے لئے حدیث یہ ہے۔ عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان النبی ﷺ قال خیر الدعاء یوم عرفة (ترمذی شریف، باب فی دعاء یوم عرفة ،ص ۸۱۷،نمبر ۳۵۸۵) اس حدیث میں ہے کہ عرفات کی دعا بہترین دعا ہے۔ (۲) اوردوسری حدیث میں ہے۔ عن ابن عباس قال رایت رسول الله یدعو بعرفة یداه الی صدره كاستطعام المسكين (سنن للبیهقی ، باب افضل الدعاء یوم عرفة ، ج خامس ،ص ۱۹۰،نمبر ۹۴۷۴)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میدان عرفات میں دعا میں مشغول رہنا چاہئے ،(۳) حضرت علیؓ سے ایک دعا یہ بھی منقول ہے۔عن علی بن طالبؓ قال قال رسول الله ﷺ أكثر دعائی و دعاء الانبیا ء قبلی بعرفة, لا اله الا الله وحده لا شریک له له الملک و له الحمد و هو علی كل شیء قدیر ، اللهم اجعل فی قلبی نورا و فی سمعی نورا و فی بصری نورا ، اللهم اشرح صدری و یسرلی أمری و أعوذ بک من وسواس الصدر و شتات الامر و فتنة القبر اللهم انی أعوذ بک من شر ما یلج فی اللیل و شر ما یلج فی النهار و شر ما تهب به الریاح و من شر بوائق الدهر ۔(سنن بیہقی ،باب افضل الدعاء دعاء یوم عرفة ، ج خامس ،ص ۱۹۰،نمبر ۹۴۷۵ رمصنف ابن ابی شیبة ، باب مایقال عشیة عرفة و مایستحب من الدعاء، ج ثالث ، ص ۳۶۳،نمبر ۱۵۱۳۰)اس حدیث میں عرفہ کی دعاء موجود ہے۔

لغت :التضرع :گڑگرانا۔الدموع :آنسو۔الدعاللنفس :اپنی ذات کے لئے دعا کرنا۔الجمعین :دوجگہیں جہاں نماز جمع کی جاتی ہوں ،عرفات میں ظہر اور عصر کو ظہر کے وقت میں جمع کر کے پڑھتے ہیں ۔اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو عشاء کے وقت میں جمع کر کے پڑھتے ہیں۔ الدارین :دودار ،یعنی دنیا اور آخرت کے لئے دعا کرے۔

ترجمه : (۱۲۶۸) پھر عرفات سے غروب کے بعد وقار اور سکون سے نکلنا۔

تشریح: غروب کے بعد میدان عرفات سے وقار اور سکون سے نکلے یہ بھی سنت ہے۔

وجه : قال دخلنا علی جابر بن عبد الله ... فلم یزل واقفا حتی غربت الشمس وذهبت الصفرة قلیلا حتی غاب القرص واردف اسامة خلفه ودفع رسول الله ﷺ وقد شنق للقصواء الزمام حتی ان رأسها لیصیب مورک رحله ویقول بیده الیمنی ایها الناس السكینة السكینة كلما اتی حبلا من الحبال ارخی لها قلیلا حتی تصعد حتی اتی المزدلفة . (مسلم شریف، باب حجة النبی ﷺ ،ص ۵۱۵،نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابوداؤد شریف، باب صفة

عرفات(١٢٦٩) والنزول بمزدلفة مرتفعا عن بطن الوادی بقرب جبل قُزح (١٢٧٠)والمبیت بها

حجۃ النبی ﷺ، ص۲۷۹، نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مغرب کے بعد عرفہ سے چلے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اطمینان سے چلے تیزی نہ کرے۔(۲) مغرب کے بعد چلے اس کے لئے یہ حدیث بھی ہے۔ عن أسامة قال کنت ردف النبی ﷺ فلما وقعت الشمس دفع رسول الله ﷺ . (ابوداود شریف، الدفعة من عرفة، ص۲۸۲، نمبر ۱۹۲۵) اس حدیث میں ہے کہ سورج غروب ہونے کے بعد چلے۔(۳) اس آیت میں بھی اس کا اشارہ ہے۔ فاذا افضتم من عرفات فاذکروا الله عند المشعر الحرام (آیت ۱۹۸، سورۃ البقرۃ ۲) افضتم کا ترجمہ ہے چلے، یعنی عرفات سے چلے۔

ترجمہ : (۱۲۶۹) مزدلفہ میں اترنا بطن وادی سے ذرا اوپر کی جانب قزاح پہاڑ کے قریب۔ اور دسویں تاریخ کی رات کو وہاں قیام کرنا۔

تشریح : مزدلفہ میں ایک ہے بطن وادی، وہاں نہ ٹھہرے، بلکہ قزح پہاڑ کے پاس ٹھہرے جسکو آیت میں مشعر حرام، کہا ہے اس جگہ ٹھہرنا سنت ہے، اور خود مزدلفہ میں ٹھہرنا واجب ہے۔

وجہ: (۱) کیونکہ حضور وہیں ٹھہرے تھے۔ آیت میں ہے۔ فاذا افضتم من عرفات فاذکروا الله عند المشعر الحرام (آیت ۱۹۸ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ عرفات سے چلو تو مشعر الحرام کے پاس اللہ کو خوب یاد کرو اور جبل قزح کو مشعر الحرام کہتے ہیں (۲) حدیث میں ہے۔ قال دخلنا علی جابر بن عبد الله ... ثم رکب القصواء حتی اتی المشعر الحرام فاستقبل القبلة فدعاه و کبره وهلله ووحده فلم یزل واقفا حتی اسفر جدا فدفع قبل ان تطلع الشمس ۔(مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ، ص۵۱۵، نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ، ص۲۷۹، نمبر ۱۹۰۵)(۳) عن علی قال فلما اصبح یعنی النبی ﷺ و وقف علی قزح فقال هو قزح وهو الموقف و جمع کلها موقف ۔(ابوداؤد شریف، باب الصلوۃ بجمع، ص۲۷۴، نمبر ۱۹۳۵) ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جبل قزح کے پاس ٹھہرنا زیادہ بہتر ہے۔

ترجمہ : (۱۲۷۰) اور منی کے دنوں (۱۰/۱۱/۱۲) منی میں رات گذارنا تمام مال کے ساتھ سنت ہے، اور سامان کا مکہ کی طرف منتقل کرنا مکروہ ہے۔

تشریح: دسویں ذی الحجہ کو طواف زیارت کر کے واپس منی آئے اور وہاں بارہویں تاریخ تک ٹھہرا رہے اور رمی جمار کرتا رہے، یہ سنت ہے، ان دنوں میں اپنا اوڑھنے بچھانے کا سامان مکہ مکرمہ منتقل کرنا مکروہ ہے۔۔ ایام منی سے مراد ۱۰/۱۱/۱۲ ذی الحجہ ہے۔

وجہ: (۱) حدیث یہ ہے۔ عن ابن عمر ان رسول الله افاض یوم النحر ثم رجع فصلی الظهر بمنی (مسلم شریف، باب استحباب طواف الافاضۃ یوم النحر، ص۴۲۲، نمبر ۱۳۰۸/۳۱۶۵) اس حدیث میں ہے کہ طواف زیارت کے بعد حضورؐ واپس منی

لیلة النحر بمنٰی ایام منٰی بجمیع امتعته و کره تقدیم ثقله الی مکة اذ ذاک(۱۲۷۱) ویجعل منٰی عن یمینه ومکة عن یساره حالة الوقوف لرمی الجمار(۱۲۷۲) و کونه راکبا حالة رمی جمرة العقبة فی

تشریف لے آئے۔ (۲) اس حدیث میں ہے۔عن عائشة قالت افاض رسول الله ﷺ من آخر یومه حین صلی الظهر ثم رجع الی منی فمکث بها لیالی ایام التشریق یرمی الجمرة (ابوداؤد شریف، باب فی رمی الجمار ص ۴۲۰ نمبر ۱۹۷۳) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ ایام تشریق میں منی میں ٹھہرے رہے۔ (۳) اس اثر میں ہے . قال عمر بن الخطابؓ لا یبیتن أحد من الحاج لیالی منی من وراء العقبة ۔(سنن بیہقی، باب لا رخصة فی البیوتة بمکة لیالی منی، ج خامس، ص ۲۴۹، نمبر ۹۶۹۰) اس قول صحابی میں ہے کہ منی سے باہر رات نہ گزارے۔

ترجمہ : (۱۲۷۱) رمی جمار کے وقت منی کو داہنی جانب اور مکہ کو بائیں جانب رکھنا۔

تشریح : منی میں بطن وادی کے پاس اس طرح رمی کرنے کے لئے کھڑا ہو کہ بیت اللہ بائیں جانب ہو جائے اور منی دائیں جانب ہو جائے یہ سنت ہے۔

وجہ :عن عبد الله بن مسودؓ انه انتهی الی الجمرة الکبری جعل البیت عن یساره و منی عن یمینه و رمی بسبع و قال هکذا رمی الذی انزلت علیه سورة البقرة ۔(بخاری شریف، باب رمی الجمار بسبع حصیات، ص ۲۸۲، نمبر ۱۷۴۸) اس حدیث میں ہے کہ رمی کے لئے اس طرح کھڑا ہو کہ بیت اللہ بائیں جانب ہو جائے اور منی دائیں جانب ہو جائے۔

ترجمہ : (۱۲۷۲) تمام دنوں جمرۂ عقبہ کی رمی کے وقت سوار ہونا، اور جمرۂ اولی جو مسجد (خیف) سے متصل ہے، اور جمرۂ وسطی کی رمی کے وقت پیادہ چلنا۔ اور رمی کے وقت بطن وادی میں کھڑا ہونا۔

تشریح : دوسرے دن اور تیسرے دن جمرہ اولی اور جمرہ وسطی کی رمی کرے تو پیدل چل کر کرے، اور جمرہ آخیرہ کی رمی سوار ہو کر کرے یہ سنت ہے، چنانچہ پہلے دن صرف جمرہ آخرہ کی رمی کرتے ہیں اس لئے اس کو بھی سوار ہو کر کرے، اور جب رمی کر رہا ہو تو بطن وادی میں کھڑا ہو کر کرے۔ آج کل کنکریٹ سے سب کو برابر کر دیا گیا ہے۔

وجہ : (۱) جمرہ عقبہ کی رمی سوار ہو کر کرے اس کی دلیل یہ حدیث ہے .انه سمع جابرا یقول رأیت النبی ﷺ یرمی علی راحلته یوم النحر و یقول لتاخذوا مناسککم فانی لا ادری لعلی لا احج بعد حجتی هذا ۔(مسلم شریف، باب استحباب رمی جمرة العقبة یوم النحر راکبا، ص ۵۴۶، نمبر ۱۲۹۷/۳۱۳۷) اس حدیث میں ہے کہ آخری جمرہ سوار ہو کر کرے۔ (۲) پہلے جمرے اور دوسرے جمرے کے وقت پیدل چلے اس کی دلیل یہ حدیث ہے ۔ عن ابن عمر انه کان یرمی الجمرة الدنیا بسبع حصیات یکبر علی اثر کل حصاة ثم یتقدم حتی یسهل فیقوم مستقبل القبلة فیسهل فیقوم طویلا ویدعو ویرفع یدیه ثم یرمی الوسطی ثم یاخذ ذات الشمال

كل الايام وماشيا فى الجمرة الاولى التى تلى المسجد والوسطى والقيام فى بطن الوادى حالة الرمى (۱۲۷۳)وكون الرمى فى اليوم الاول فيما بين طلوع الشمس وزوالها

فيستهل ويقوم مستقبل القبلة فيقوم طويلا ويدعوويرفع يديه ويقوم طويلا ثم يرمى جمرة ذات العقبة من بطن الوادى ولايقف عندهاثم ينصرف ويقول هكذا رايت النبى ﷺ يفعله (بخاری شریف، باب اذا رمی الجمرتین یقوم مستقبل القبلۃ ویسھل ،ص ۲۳۶ ،نمبر ۱۷۵۱/ابن ماجۃ شریف، باب اذا رمی الجمرۃ العقبۃ لم یقف عندھا،ص ۴۳۹، نمبر ۳۰۳۲) اس حدیث میں ہے کہ پیدل چلے۔

ترجمہ : (۱۲۷۳) پہلے دن میں رمی سورج طلوع ہونے سے زوال تک ہو۔

تشریح : پہلے دن سے مراد یہ ہے کہ دسویں ذی الحجہ کو سورج طلوع ہونے کے بعد رمی کا وقت شروع ہوتا ہے اور زوال تک کر لینا سنت ہے، لیکن مغرب تک کر لے تب بھی کوئی حرج نہیں ہے، اور صاحبین کے نزدیک رات میں بھی رمی کرے تو جائز ہے، آج کل بھیڑ کی وجہ سے اسی پر فتوی ہے۔

وجہ :(۱) سورج طلوع ہونے سے شروع ہوتا ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن ابن عباس قال كان رسول الله يقدم ضعفاء أهله بغلس و يأمرهم يعنى : لا يرمون الجمرة حتى تطلع الشمس ۔(ابوداؤد شریف، باب التعجیل من جمع، ص ۲۸۴، نمبر ۱۹۴۱) اس حدیث میں ہے کہ کمزور عورتیں جو رات میں منی گئیں وہ بھی سورج نکلنے کے بعد ہی رمی کرے۔(۲) بعض حضرات کے یہاں سورج نکلنے سے پہلے بھی رمی کر سکتا ہے، انکی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن عائشةؓ أنها قالت أرسل النبى ﷺ بأم سلمة ليلة النحر فرمت الجمرة قبل الفجر ثم مضت فأفاضت ۔(ابوداؤد شریف، باب التعجیل من جمع، ص ۲۸۴، نمبر ۱۹۴۲) اس حدیث میں ہے کہ کمزور قسم کے لوگ فجر طلوع ہونے سے پہلے رمی کر سکتا ہے۔(۳) اور صاحبینؒ کے نزدیک دسویں ذی الحجہ کا جو دن ہے اس کے بعد جو رات ہے اس میں بھی رمی کر لے تو ادا ہو جائے گی اس کی دلیل یہ حدیث ہے ۔ عن ابن عباسؓ قال كان النبى ﷺ يسأل يوم النحر بمنى فيقول ((لا حرج)) فسأله رجل فقال : حلقت قبل ان اذبح ؟ قال اذبح و لا حرج قال رميت بعد ما أمسيت ؟ فقال لا حرج . (بخاری شریف، باب اذا رمی بعد ما امسی الخ ،ص ۲۳۴، نمبر ۱۷۳۵) اس حدیث میں ہے کہ رات میں رمی کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔(۴) اس حدیث میں ہے کہ چرواہوں کو رات میں رمی کرنے کی اجازت ہے۔ عن عمرو ابن شعيب عن ابيه عن جده ان رسول الله ﷺ رخص للرعاء ان يرموا بالليل ، و أى ساعة من النهار شاء وا ۔(دار قطنی، باب کتاب الحج، ج ثانی، ص ۲۴۲، نمبر ۲۶۵۹/سنن بیہقی، باب الرخصۃ فی ان یدعوا نھارا او یرموا لیلا ان شاءوا، ج خامس، ص ۲۴۶، نمبر ۹۶۷۶) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چرواہے رات میں رمی کر لے تو یوم النحر کی رات میں رمی کرنے کی گنجائش ہوگی۔ آج کل سخت بھیڑ کی وجہ سے اسی پر فتوی ہے۔

(۱۲۷۴) وفيما بين الزوال وغروب الشمس في باقي الايام (۱۲۷۵)وكره الرمي في اليوم الاول والرابع فيما بين طلوع الفجر والشمس(۱۲۷۶) وكره في الليالي الثلاث وصحّ لان الليالي كلها

ترجمه : (۱۲۷۴)اور باقی دنوں میں زوال اور غروب کے درمیان ہونا۔

تشریح :باقی دنوں سے مراد ۱۱/۱۲/ذی الحجہ کو زوال کے بعد سے رمی جمار کا وقت شروع ہوتا ہے اور مغرب تک کر لینا سنت ہے، لیکن کسی نے رات میں بھی کی تو ادا ہو جائے گی۔آج کل بھیڑ کی وجہ سے اسی پر فتوی ہے۔

وجہ: (۱)اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ و قال جابر : رمى النبي ﷺ يوم النحر ضحى و رمى بعد ذالک بعد الزوال ۔(بخاری شریف، باب رمی الجمار،ص ۲۳۵ نمبر ۱۷۴۶)اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے یوم النحر کے بعد زوال کے بعد رمی کی۔(۲) عن عائشة قالت افاض رسول الله ﷺ من آخر يومه حين صلى الظهر ثم رجع الى منى فمكث بها ليالي ايام التشريق يرمي الجمرة اذا زالت الشمس كل جمرة بسبع حصيات يكبر مع كل حصاة ويقف عند الاولى والثانية فيطيل القيام ويتضرع ويرمي الثالثة ولا يقف عندها (ابوداؤد شریف، باب فی رمی الجمار ص ۴۲۰ نمبر ۱۹۷۳) اس حدیث میں ہے کہ گیارہویں اور بارہویں کو زوال شمس کے بعد رمی کرے۔

ترجمه : (۱۲۷۵) پہلے اور چوتھے دن کی رمی صبح صادق سے طلوع فجر تک مکروہ ہے۔

تشریح :دسویں ذی الحجہ کو صبح صادق سے لیکر سورج نکلنے تک میں رمی کرنا مکروہ ہے۔اسی طرح تیرہویں ذی الحجہ کو صبح صادق سے لیکر سورج نکلنے تک میں رمی کرنا مکروہ ہے۔

وجہ :(۱)سورج طلوع ہونے سے سے پہلے رمی کرنا مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے ۔ عن ابن عباس قال كان رسول الله يقدم ضعفاء أهله بغلس و يأمرهم يعني : لا يرمون الجمرة حتى تطلع الشمس (ابوداؤد شریف، باب التعجیل من جمع ،ص ۲۸۴ ،نمبر ۱۹۴۱)اس حدیث میں ہے کہ سورج نکلنے سے پہلے رمی نہ کرے۔اسی پر چوتھا دن قیاس کیا جا سکتا ہے

ترجمه : (۱۲۷۶) تینوں راتوں میں رمی کرنا مکروہ ہے۔اور اگر کر لی تو صحیح ہے اس لئے کہ تمام راتیں بعد میں آنے والے دن کی تابع ہیں، مگر صرف وہ رات جو عرفہ کے دن سے ملی ہے، حتی کہ اس شب میں وقوف عرفہ صحیح ہے اور وہ عید کی رات ہے۔اور تینوں رمی کی راتیں وہ ماقبل کے تابع ہیں۔

تشریح : اسلامی تاریخ میں ہمیشہ رات پہلے آتی ہے اور دن اس کے بعد آتا ہے، اور رات اگلے دن کے تابع ہوتا ہے، لیکن یہ چار راتیں مابعد کے تابع نہیں ہیں بلکہ ماقبل کے تابع ہیں۔[۱] نویں ذی الحجہ کے بعد جو دسویں کی رات آتی ہے وہ دس ذی الحجہ کے تابع نہیں ہے، بلکہ نویں کے تابع ہے، یہی وجہ ہے کہ نو کو وقوف عرفہ کرے، اور اس کے بعد جو رات ہے اس میں بھی فجر طلوع ہونے سے پہلے پہلے تک وقوف عرفہ کر لے تب بھی ادا ہو جائے گا۔[۲] اور دسویں کی رمی اس کے بعد جو گیارہویں کی رات ہے اس میں کر

تـابعة لـمـا بـعـدها من الايام الا الليلة التى تلى عرفة حتى صحّ فيها الوقوف بعرفات وهى ليلة العيد

لے تب بھی ادا ہو جائے گی ۔[۳] اگیارہوں کی رمی اس کے بعد جو رات ہے یعنی بارہویں کی رات اس میں ادا کر لے تب بھی ادا ہو جائے گی[۴] اور بارہویں کی رمی اس کے بعد جو تیرہویں کی رات ہے اس میں ادا کر لے تب بھی ادا ہو جائے گی۔ حاصل یہ کہ یہ چار راتیں مابعد کے تابع نہیں ماقبل کے تابع ہیں ۔ البتہ ان راتوں میں رمی کرنا مکروہ ہے، سورج غروب ہونے سے پہلے رمی کر لینی چاہئے۔

وجه : (۱) رات میں رمی کرنا مکروہ ہے اس کے لئے اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے ۔ **عن ابن عباس ؓ ان النبی ﷺ کان یأمر نسائه و ثقله من صبیحة جمع أن یفیضوا مع اول الفجر بسواد و ان لا یرموا الجمرة الا مصبحین** ۔ (سنن بیہقی، باب الوقت المختار لرمی جمرة العقبة، ج خامس، ص ۲۱۶، نمبر ۹۵۶۷) اس حدیث میں ہے کہ صبح کے وقت یعنی فجر کے وقت رمی کرے، جس سے معلوم ہوا کہ رات میں رمی مکروہ ہے۔ (۲) اس حدیث میں بھی ہے کہ سورج طلوع ہونے کے بعد رمی کرے جس کا مطلب یہ ہے کہ رات میں مکروہ ہے ۔ **عن ابن عباس قال کان رسول الله یقدم ضعفاء أهله بغلس و یأمرهم یعنی : لا یرمون الجمرة حتی تطلع الشمس** ۔ (ابوداؤد شریف، باب التعجیل من جمع، ص ۲۸۴، نمبر ۱۹۴۱ / ترمذی شریف، باب ما جاء فی تقدیم الضعفة من جمع بلیل، ص ۲۲۰، نمبر ۸۹۲) اس حدیث میں ہے کہ سورج طلوع ہونے کے بعد رمی کرے۔ (۳) اور کر لی تو ہو جائے گی اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن عائشة ؓ أنها قالت أرسل النبی ﷺ بأم سلمة لیلة النحر فرمت الجمرة قبل الفجر ثم مضت فأفاضت** ۔ (ابوداؤد شریف، باب التعجیل من جمع، ص ۲۸۴، نمبر ۱۹۴۱) اس حدیث میں ہے کہ کمزور لوگوں نے رات میں رمی کی ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اس کا وقت ہے (۴) اور صاحبینؒ کے نزدیک دسویں ذی الحجہ کا جو دن ہے اس کے بعد جو رات ہے اس میں بھی رمی کر لے تو ادا ہو جائے گی اس کی دلیل یہ حدیث ہے ۔ **عن ابن عباس ؓ قال کان النبی ﷺ یسأل یوم النحر بمنی فیقول ((لا حرج)) فسأله رجل فقال : حلقت قبل ان اذبح ؟ قال اذبح و لا حرج قال رمیت بعد ما أمسیت ؟ فقال لا حرج** . (بخاری شریف، باب اذا رمی بعد ما امسی الخ، ص ۲۳۴، نمبر ۱۷۳۵) اس حدیث میں ہے کہ رات میں رمی کی تو آپؐ نے فرمایا کہ کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ (۵) اس حدیث میں ہے کہ چرواہوں کو رات میں رمی کرنے کی اجازت ہے۔ **عن عمر ابن شعیب عن ابیه عن جده ان رسول الله ﷺ رخص للرعاء ان یرموا باللیل ، و أی ساعة من النهار شاؤا** ۔ (دار قطنی، باب کتاب الحج، ج ثانی، ص ۲۴۲، نمبر ۲۶۵۹ / سنن بیہقی، باب الرخصة فی ان یدعوا نهارا اُو یرموا لیلا ان شاؤا، ج خامس، ص ۲۴۶، نمبر ۹۶۷۶) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چرواہے رات میں رمی کر لے تو یوم النحر کی رات میں رمی کرنے کی گنجائش ہوگی۔ آج کل سخت بھیڑ کی وجہ سے اسی پر فتوی ہے۔

لغت : الا اللیلة التی تلی عرفة : نویں تاریخ کی بعد کی رات ہے، جسکو دسویں کی رات کہنی چاہئے اور یہ عید کی رات ہے، اس رات

وليالی رمی الثلاث فانها تابعة لما قبلها (١٢٧٧)والمباح من اوقات الرمی ما بعد الزوال الی غروب الشمس من اليوم الاول(١٢٧٨) وبهذا عُلمت اوقات الرمی کلّها جوازا وکراهة

کی دو حیثیتیں ہیں۔[ا] یہ رات عمل کے اعتبار سے دسویں کے دن کے تابع نہیں ہے بلکہ نویں ذی الحجہ کے تابع ہے، یہی وجہ ہے کہ نویں کے دن کو یا دسویں کی رات کو فجر سے پہلے پہلے تک وقوف عرفہ کرلیا تو وہ ادا ہوجائے گا۔[۲] اور رمی کے اعتبار سے یہ دسویں کے ساتھ ہے، چنانچہ اس رات کو دسویں کے دن کے لئے رمی کر لی تو اگرچہ مکروہ ہے، لیکن سب کے نزدیک رمی ہوجائے گی۔

ترجمہ : (١٢٧٧)اور پہلے دن رمی کا مباح وقت زوال کے بعد سے سورج کے غروب ہونے تک ہے۔

تشریح یہاں پہلے دن سے مراد گیارہویں ذی الحجہ ہے، اس دن زوال کے وقت سے سورج غروب ہونے تک مسنون وقت ہے

ترجمہ : (١٢٧٨)اور اس تفصیل سے رمی کے تمام اوقات معلوم ہوگئے جائز، مکروہ، مستحب ہونے کے اعتبار سے۔

تشریح :اوپر کی پوری تفصیل سے یہ معلوم ہوگیا کہ رمی کے لئے کون سا وقت مسنون ہے، کون سا وقت مباح ہے، اور کون سا وقت مکروہ ہے۔اس کی تفصیل یہ ہے۔

رمی کے چار دن ہوتے ہیں۔

[ا] ١٠/ذی الحجہ۔صبح صادق طلوع ہونے کے بعد سے سورج طلوع ہونے تک مکروہ ہے۔سورج طلوع ہونے کے بعد سے زوال تک مسنون ہے۔زوال سے لیکر سورج غروب تک مباح ہے اور مغرب کے بعد سے فجر طلوع ہونے تک مکروہ ہے، البتہ رمی ہوجائے گی

[۲] ١١/ذی الحجہ کو سورج طلوع ہونے سے زوال تک میں جائز نہیں ہے۔زوال کے بعد سے غروب تک مسنون ہے۔اور غروب کے بعد سے فجر طلوع ہونے تک مکروہ ہے۔

[۳] ١٢/ذی الحجہ کو سورج طلوع ہونے سے زوال تک میں جائز نہیں ہے۔زوال کے بعد سے غروب تک مسنون ہے۔اور غروب کے بعد سے فجر طلوع ہونے تک مکروہ ہے۔

[۴] ١٣/ذی الحجہ کو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سورج طلوع ہونے سے زوال تک میں جائز ہے، لیکن مکروہ ہے۔اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز نہیں انکے یہاں اس دن بھی زوال کے بعد سے رمی کا وقت شروع ہوتا ہے اور زوال کے بعد سے غروب تک دونوں کے یہاں مسنون ہے۔اور غروب کے بعد رمی کا وقت ختم ہوگیا۔

وجہ :(١)امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ قول صحابی ہے۔ عن ابن عباس قال اذا انفتح النهار من يوم النفر الآخر فقد حل الرمی والصدر (سنن بیہقی، باب من غربت لہ الشمس یوم النفر الاول بمنی حتی یرمی الجمار یوم الثالث بعد الزوال ج خامس ص ۲۴۸، نمبر ۹۶۸۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ تیرہویں کی صبح کو دن نکل آئے یعنی فجر طلوع ہوجائے تو رمی کرنا جائز ہے۔(۲) صاحبینؒ کی دلیل یہ حدیث ہے۔ سمعت جابر بن عبد الله يقول رايت رسول الله ﷺ يرمی علی راحلته يوم

واستحبابا.(۱۲۷۹) ومن السنة هدى المفرد بالحج (۱۲۸۰)والاكل منه ومن هدى التطوّع والمتعة والقران فقط.(۱۲۸۱) ومن السنة الخطبة يوم النحر مثل الاولى يعلّم فيها بقيّة المناسک

النحر ضحی فاما بعد ذلک فبعدزوال الشمس (ابوداؤدشریف، باب فی رمی الجمار ص ۲۷۸ نمبر ۱۹۷۱) اس حدیث میں ہے کہ دسویں تاریخ کوزوال کے بعدہی رمی کرے، اس لئے تیرہویں تاریخ کو بھی زوال کے بعد ہی رمی کرے۔

ترجمہ : (۱۲۷۹)۔حج افراد کرنے والے کے لئے ہدی کا ذبح کرنا بھی سنت میں سے ہے

تشریح : صرف حج کرنے والے پر ہدی واجب نہیں ہے، لیکن سنت ہے۔

وجہ : (۱)اس حدیث میں ہے۔۔دخلنا علی جابر بن عبد الله ... ثم انصرف الی المنحر فنحر ثلاثا و ستین بیده ثم اعطی علیا فنحر ما غبر واشرکه فی هدیه۔(مسلم شریف، باب حجۃ النبی ص ۲۹۹ نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ص ۲۷۱ نمبر ۱۹۰۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمی کے بعد مفرد کو ہو سکے تو ذبح کرنا چاہئے

ترجمہ : (۱۲۸۰)اور کھانا مفرد باالحج کی ہدی سے اور نفلی ھدی سے اور قران اور تمتع کی ہدی سے جائز ہے

تشریح : جو جانور جنایات کا ہو وہ غرباء مساکین کے لئے جائز ہے، خود ذبح کرنے والے کے لئے اس کا کھانا جائز نہیں، البتہ ھدی، نفلی ہدی، تمتع اور قران کی قربانی کا گوشت خود کرنے والے کے لئے جائز ہے۔

وجہ: قال دخلنا علی جابر بن عبد الله فسأل عن القوم ... ثم انصرف الی المنحر فنحر ثلثا وستين بيده ثم اعطی علیا فنحر ما غبر واشرکه فی هدیه ثم امر من کل بدنة ببضعة فجعلت فی قدر فطبخت فاکلا من لحمهما وشربا من مرقها (مسلم شریف، باب حجۃ النبی، ص ۳۹۹، نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی، ص ۲۷۱ نمبر ۱۹۰۵)اس سے معلوم ہوا کہ حضورؐ نے ہدی کا گوشت کھایا اس لئے نفلی ہدی، قران اور تمتع کی ہدی کا گوشت کھانا بہتر ہے

ترجمہ : (۱۲۸۱) اور دسویں تاریخ کو پہلے خطبہ کی طرح خطبہ کہنا سنت ہے، اس میں حج کے بقیہ مناسک سکھلائے جائیں، اور یہ حج کا تیسرا خطبہ ہوگا۔

تشریح : ایک خطبہ ساتویں ذی الحجہ کو دیا، دوسرا خطبہ نویں کو عرفات میں دیا، اب تیسرا خطبہ دسویں تاریخ کو دینا سنت ہے، جس میں حج کے وہ احکام جو باقی رہ گئے ہیں وہ بیان کرے۔

وجہ :حدثنی الهرماس بن زیاد الباهلی قال رأیت النبی ﷺ یخطب الناس علی ناقته العضباء یوم الاضحی بمنی۔(ابوداودشریف، باب من قال خطب یوم النحر، ص ۲۸۵، نمبر ۱۹۵۴)اس حدیث میں ہے کہ یوم الاضحیٰ دسویں ذی الحجہ کو خطبہ دیا۔

ترجمہ : (۱۲۸۲)بارہ تاریخ کو منی سے نکلنے کا ارادہ ہو تو غروب شمس سے پہلے جلدی کرنا(سنت ہے)اور اگر منی کے قیام میں

وهی ثالثة خُطَبِ الحج(١٢٨٢) وتعجیل النفر اذا اراده من منٰی قبل غروب الشمس من الیوم الثانی عشر وان اقام بها حتی غربت الشمس من الیوم الثانی عشر فلا شیء علیه وقد اساء(١٢٨٣) وان اقام بمنٰی الی طلوع فجر الیوم الرابع لزمه رمیه.(١٢٨٤)ومن السنة النزول بالمحصّب ساعة بعد

بارہویں کا سورج غروب ہو گیا تو بھی کچھ واجب نہیں ،لیکن ایسا کرنا برا ہے۔

تشریح : ۱۲؍ذی الحجہ کو منی سے نکلنے کا ارادہ ہو تو سورج غروب ہونے سے پہلے نکلنا سنت ہے،لیکن اگر سورج ڈوب گیا تب بھی کوئی حرج نہیں ہے،کوئی چیز واجب نہیں ہوگی ،البتہ مکروہ ہے۔

وجہ : (۱)اس آیت میں ہے۔ **واذکروا اللہ فی ایام معدودات فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیه ومن تأخر فلا اثم علیه لمن اتقی.** (آیت ۲۰۳ سورۃ البقرۃ ۲)اس آیت سے معلوم ہوا کہ دو دن یعنی بارہویں تاریخ کو مکہ مکرمہ آئے تب بھی کوئی بات نہیں ہے،اور اگر اس کے بعد آئے تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ (۲)اس حدیث کے اشارے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ۱۳؍تاریخ کو رمی کی ہے۔ **عن ابن عمر أنه کان یأتی الجمار فی الایام الثلاثة بعد یوم النحر ما شیا ذاهبا و راجعا ، و یخبر أن النبی ﷺ کان یفعل ذالک** (ابوداؤد شریف،باب فی رمی الجمار ص ۲۸۷،نمبر ۱۹۶۹) اس حدیث میں ہے کہ حضرت ابن عمر یوم النحر کے بعد تین دن تک یعنی تیرہویں تاریخ تک چل کر جمرات پر آتے تھے اور یہ بھی فرماتے کہ حضورؐ بھی ایسا کرتے تھے،جس کے اشارے سے معلوم ہوا کہ حضورؐ چوتھے دن بھی منی میں رہے اور رمی کی ہے۔

ترجمہ : (۱۲۸۳)اور اگر منی میں چوتھے (۱۳؍تاریخ کے) دن کی فجر طلوع ہو گئی تو اس دن کی رمی لازم ہو گئی۔

تشریح :اگر ۱۳؍ذی الحجہ کی فجر طلوع ہو گئی تو اب رمی کا وقت آ گیا اس لئے اب اس کو چھوڑ کر جانا جائز نہیں ہے

وجہ :(۱)اس قول صحابی میں ہے ۔**عن ابن عمر کان یقول من غربت علیه الشمس وهو بمنی اوسط ایام التشریق فلا ینفرن حتی یرمی الجمار من الغد.** (سنن للبیھقی ،باب من غربت لہ الشمس یوم النفر الاول بمنی حتی یرمی الجمار یوم الثالث بعد الزوال ج خامس ص ۲۴۸،نمبر ۹۶۸۶)اس قول صحابی میں ہے کہ تیرہویں ذی الحجہ کو سورج غروب ہو جائے تو منی سے نہ چلے۔

ترجمہ : (۱۲۸۴)منی سے نکلنے کے بعد تھوڑی دیر مقام محصب میں اترنا سنت ہے۔

تشریح :مقام محصب منی اور مکہ مکرمہ کے درمیان ہے،اس لئے جب آخری رمی کر کے منی سے مکہ مکرمہ جائے تو پہلے محصب میں ٹھہرے پھر بیت اللہ جائے یہ سنت ہے۔

وجہ : (۱) آپؐ نے فرمایا کہ اس مقام پر کافروں نے مل کر فیصلہ کیا تھا کہ اسلام مٹا دیں گے اس لئے اس مقام پر پڑاؤ ڈال کر

ارتحاله من منٰى (١٢٨٥)وشرب ماء زمزم والتضلّع منه واستقبال البيت والنظر اليه قائما(١٢٨٦) والصبّ منه على رأسه وسائر جسده وهو لما شُرب له من امور الدنيا والآخرة.

بتلائیں گے کہ اسلام پھل پھول کر مکہ میں واپس آگیا، اسی شکرانہ میں آپؐ اور صحابہ مقام محصب میں قیام پذیر ہوئے (۲) ان انس بن مالک حدثه عن النبی ﷺ انه صلی الظهر والعصر والمغرب والعشاء ورقد رقدة بالمحصب ثم رکب الی البیت فطاف به (بخاری شریف، باب من صلی العصر یوم النفر بالابطح ص ۲۳۷ نمبر ۱۷۶۴/ مسلم شریف، باب استحباب نزول المحصب یوم النفر وصلوۃ الظهر ومابعدها بہ ص ۴۲۲ نمبر ۱۳۰۹/۳۱۶۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ منی سے نکلنے کے بعد مقام محصب میں ٹھہرنا چاہئے۔(۲)حدثنا ابو هریرة قال قال لنا رسول الله ﷺ و نحن بمنی : نازلون غدا بخیف بنی کنانة حیث تقاسموا علی الکفر . و ذالک ان قریشا و بنی کنانة حالفت علی بنی هاشم و بنی المطلب أن لا یناکحوهم و لا یبایعوهم حتی یسلموا الیهم رسول الله ﷺ یعنی بذالک ، المحصب ۔(مسلم شریف، باب استحباب نزول المحصب یوم النفر ،ص ۴۲۲ ،نمبر ۱۳۱۴/۳۱۷۵ / بخاری شریف، باب نزول بذی طوی قبل أن یدخل مکة ،ص ۲۳۷ ،نمبر ۱۷۶۸)اس حدیث میں ہے کہ آپؐ محصب میں اس لئے ٹھہرے کہ کفار مکہ نے اس جگہ بنو ہاشم سے قطع تعلق پر اور کفر پر قسم کھائی تھی

ترجمہ:(۱۲۸۵)اور زمزم کے پانی کو خوب سیراب ہو کر، بیت اللہ کی طرف منھ کر کے، اس میں دیکھتے ہوئے، کھڑے ہو کر پینا

تشریح :زمزم پانی کو خوب سیراب ہو کر پئے اور بیت اللہ کی طرف دیکھتے ہوئے کھڑے ہو کر پئے۔

وجہ : (۱)کنت عند عباس جالسا فجائه رجل فقال من این جئت ؟قال من زمزم قال فشربت منها کما ینبغی ؟ قال و کیف ؟ قال اذا شربت منها فاستقبل القبلة و اذکر اسم الله و تنفس ثلاثا و تضلع منها فاذا فرغت فاحمد الله عز و جل فان رسول الله قال ان آیة ما بیننا و بین المنافقین انهم لا یتضلعون من زمزم.(ابن ماجۃ شریف،ص ۴۴۳ ،نمبر ۳۰۶۱)اس قول صحابی میں ہے کہ خوب سیراب ہو کر پیو۔اور قبلہ کا استقبال کرتے ہوئے پیو۔(۲)اور کھڑے ہو کر پئے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ان ابن عباسؓ حدثه قال سقیت رسول الله ﷺ من زمزم فشرب و هو قائم۔(بخاری شریف، باب ماجاء فی زمزم،ص ۲۶۵ ،نمبر ۱۶۳۶)اس حدیث میں ہے کہ زمزم پانی کھڑا ہو کر پئے۔

ترجمہ : (۱۲۸۶)اور ماء زمزم تھوڑا سا اپنے سر اور جسم پر ڈالنا۔اور زمزم دنیا و آخرت کے جس مقصد کے لئے پیا جائے مفید ہے

وجہ :(۱)جس مقصد کے لئے ماء زمزم اس کے لئے مفید ہے اس حدیث میں ہے۔سمعت جابر بن عبد الله یقول سمعت رسول الله ﷺ یقول ماء زمزم لما شرب له۔ (ابن ماجۃ شریف،ص ۴۴۳ ،نمبر ۳۰۶۲) اس حدیث میں ہے کہ جس مقصد کے لئے پیا جائے وہ پورا ہوگا۔(۲)اور ساتھ لیجائے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن عائشةؓ انها کانت تحمل من ماء زمزم و تخبر ان رسول الله ﷺ کان یحمله۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی حمل ماء زمزم،ص ۲۳۵،

(۱۲۸۷)ومن السنة التزام الملتزم وهو ان يضع صدره ووجهه عليه والتشبّث بالاستار ساعة داعيا بما احبّ وتقبيل عتبة البيت (۱۲۸۸)ودخوله بالادب والتعظيم

نمبر۹۶۳) اس حدیث میں ہے کہ پانی ساتھ میں گھر بھی لیجائے ۔۳) حضورؐ نے زمزم پانی نوش فرمایااس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **دخلنا على جابر بن عبد الله....فأفاض الى البيت فصلى بمكة الظهر فأتى بنى عبد المطلب يسقون على زمزم فقال انزعوا بنى عبد المطلب ! فلولا أن يغلبكم الناس على سقايتكم لنزعت معكم فناولوه دلوا فشرب منه** ۔(مسلم شریف، باب حجۃ النبی ص۴۰۰ نمبر۱۲۱۸؍۲۹۵۰؍ابوداؤدشریف، باب صفۃ حجۃ النبی ص۲۷۱ نمبر۱۹۰۵)

ترجمه : (۱۲۸۷) ملتزم سے چمٹنااس طرح پر کہ اپنا سینہ اور منھ اس پر رکھے سنت ہے۔تھوڑی دیر کے لئے اپنی محبوب چیز کی دعا مانگتے ہوئے غلافِ بیت اللہ کو تھامنا۔بیت اللہ کی چوکھٹ کا بوسہ دینا۔

تشریح : حجراسود سے لیکر کعبہ کے دروازے تک کے درمیان کوملتزم کہتے ہیں،ملتزم کا ترجمہ ہے لپٹنا،چونکہ یہاں لپٹتے ہیں اس لئے اس کوملتزم کہتے ہیں۔مستحب یہ ہے کہ جب وطن واپس جانے لگےتو ملتزم پرآ کر اپنا سینہ اور چہرہ رکھے اور کعبہ کا جو پردہ اوپر سے لٹکا ہوا ہے اس کے ساتھ تھوڑی دیر لپٹ کر روئے،اور محبوب چیز کی دعا مانگے۔

وجه :(۱) حدیث یہ ہے .**عن عمر و بن شعيب عن ابيه قال طفت مع عبد الله فلما جئنا دبر الكعبة قلت ألا تتعوذ ؟ قال نعوذ بالله من النار ثم مضى حتى استلم الحجر و اقام بين الركن و الباب فوضع صدره و وجهه و ذراعيه و كفيه هكذا و بسطهما بسطا ثم قال هكذا رأيت رسول الله ﷺ يفعله** ۔(ابوداؤدشریف،باب الملتزم، ص۲۷۶،نمبر۱۸۹۹؍ابن ماجہ شریف، باب الملتزم،ص۴۲۹،نمبر۲۹۶۲) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے ملتزم پر اپنا سینہ اور چہرہ رکھااور ہاتھ کو پھیلایا۔

لغت : عتبۃ: چوکھٹ۔ یتشبث: چمٹے۔استار: ستر کی جمع ہے، پردہ۔ساعۃ: ایک گھڑی۔

ترجمه : (۱۲۸۸) بیت اللہ میں ادب وعظمت سے داخل ہونا۔

تشریح :کسی خوش قسمت کوموقع مل جائے تو بیت اللہ کے اندر بہت ادب اور تعظیم سے داخل ہو یہ سنت ہے۔

وجه: (۱)حدیث میں ہے۔**عن عبد الله بن عمر ان رسول الله ﷺ دخل الكعبة و اسامة بن زيد و بلال و عثمان بن طلحة الحجبى فاغلقها عليه و مكث فيها فسألت بلالا حين خرج ما صنع النبى ﷺ ؟ قال جعل عمودا عن يساره و عمودا عن يمينه و ثلاثة أعمدة ورائه و كان البيت يومئذ على ستة أعمدة ثم صلى** ۔ (بخاری شریف، باب الصلوۃ بین السواری فی غیر جماعۃ ،ص۸۶،نمبر۵۰۵؍مسلم شریف، باب استحباب دخول الکعبۃ للحاج وغیرہ، ص۵۵۹،نمبر۱۳۲۹؍۳۲۳۰)اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ بیت اللہ کے اندر تشریف لے گئے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھی۔

(١٢٨٩) ثم لم يبق عليه الا اعظم القربات وهی زيارة النبی صلی الله عليه وسلم واصحابه فينويها عند خروجه من مكة من باب سبيكة من الثنيّة السفلیٰ وسنذكر للزيارة فصلا علی حدته ان شاء الله تعالی.

ترجمه : (۱۲۸۹) پھر اعظم قربات میں سے ایک چیز باقی رہی، وہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی زیارت ہے، اور زیارتِ نبوی کی نیت کرے جب باب سبیکہ سے ہوکر ثنیۂ سفلی سے گذرتا ہوا مکہ معظّمہ سے نکلے' اور زیارت نبوی ﷺ کے متعلق ہم ایک مستقل فصل ذکر کریں گے، انشاء الله تعالی۔

تشریح :حج کو ختم کرنے کے بعد مکہ مکرمہ سے مدینہ جانے اور حضورؐ کی قبر کی زیارت کے ارادے سے نکلے۔ مکہ مکرمہ میں داخل اوپر کی جانب سے ہوا تھا اب باہر نیچے کی جانب سے باب سبیکہ سے نکلے جب اس دروازے سے نکلے گا تو آگے ثنیۂ سفلی ہے، اس سے ہوتے ہوئے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہو۔

وجه : (۱) اس حدیث میں ہے کہ ثنیۂ سفلی کی جانب سے نکلے۔ عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ دخل مكة من الثنية العليا بالبطحاء و خرج من الثنية السفلی۔ (نسائی شریف، باب من این یدخل مکۃ، ص ۳۹۵، نمبر ۲۸۶۸) اس حدیث میں ہے کہ ثنیۂ سفلی کی جانب سے نکلے۔

﴿حج کی ۶۰۔سنتیں ایک نظر میں﴾

۱:......حج کی سنتوں: میں سے غسل کرنا ہے چاہے حائضہ اور نفاس والی ہو

۲:......۔یا احرام کے وقت وضو ہے

۳:......۔اور ازار و چادر پہننا جو نئے اور سفید ہوں۔

۴:......خوشبو لگانا۔

۵:......احرام کی دو رکعت پڑھنا۔

۶:......احرام کے بعد لبیک کی کثرت کرنا

۷:......تلبیہ میں آواز کو بلند کرنا جب نماز پڑھے مرد کے لئے،

۸:......یا بلندی کی طرف چڑھے

۹:......،یا نیچے کی طرف اترے،

۱۰:......یا (کسی) سوار سے ملے

۱۱:......،اور صبح کے وقت۔

۱۲:......اور جب بھی تلبیہ پڑھے بار بار پڑھے

۱۳:......اور نبی پاک ﷺ پر درود پڑھنا

۱۴:......اور جنت، و نیکوں کی صحبت کا سوال کرنا۔

۱۵:......اور جہنم سے پناہ مانگنا۔

۱۶:......مکہ میں داخلہ کے لئے غسل کرنا۔

۱۷:......دن میں باب معلیٰ سے مکہ میں داخل ہونا۔

۱۸:...... بیت اللہ کی ملاقات (زیارت) کے وقت تکبیر، و لا الہ الا اللہ پڑھنا۔

۱۹:...... بیت اللہ کو دیکھتے ہی محبوب چیز کی دعا مانگنا کہ اس وقت دعا قبول ہوتی ہے

۲۰:......طواف قدوم کرنا چاہے حج کے مہینے نہ ہو

۲۱:......اس طواف میں اضطباع و رمل کرنا جس کے بعد حج کے مہینے میں سعی کرنی ہو

۲۲:......مرد کے لئے میلین اخضرین کے درمیان دوڑنا اور باقی سعی میں آہستہ چلنا۔

۲۳:......کثرت سے طواف کرنا، آفاقی کے لئے یہ نفل نماز سے افضل ہے۔

۲۴:......سات ذی الحجۃ کو مکہ میں نماز ظہر کے بعد (امام کے لئے) خطبہ دینا،

۲۵:......اور یہ ایک خطبہ ہوگا بغیر درمیان میں جلسہ کئے ہوئے۔

۲۶:......اس میں (لوگوں) کو حج کے مناسک سکھلائے جائیں۔

۲۷:......یوم ترویہ (۸/ تاریخ) کو مکہ سے منی کے لئے طلوع آفتاب کے بعد نکلنا

۲۸:......اور رات منی میں گزارنا۔

۲۹:......پھر یوم عرفہ (۹/) کو منی سے عرفات کے لئے طلوع شمس کے بعد نکلنا۔

۳۰:......عرفات میں امام ظہر اور عصر کی جمع تقدیم سے پہلے زوال کے بعد دو خطبے دے گا

۳۱:......، اور ان کے درمیان بیٹھے۔

۳۲:......ان دونوں مجموعوں میں تضرع، خشوع، آنسو بہا کر رونا،

۳۳:......اور اپنے لئے، والدین کے لئے اور مسلمان بھائیوں کے لئے خوب دعا کرنا۔

۳۴:......پھر عرفات سے غروب کے بعد وقار اور سکون سے نکلنا۔

۳۵:......مزدلفہ میں بطن وادی سے ہٹ کر جبل قزح کے پاس اترنا

۳۶:......اور دسویں شب مزدلفہ میں قیام کرنا

۳۷:......اور منی کے دنوں (۱۰/۱۱/۱۲) منی میں رات گذارنا

۳۸:......رمی جمار کے وقت منی کو داہنی جانب اور مکہ کو بائیں جانب رکھنا

۳۹:......تمام دنوں جمرۂ عقبہ کی رمی کے وقت سوار ہونا،

۴۰:......اور جمرۂ اولی کے وقت پیدل چلنا

۴۱:......اور جمرۂ وسطی کی رمی کے وقت پیدل چلنا

۴۲:......اور رمی کے وقت بطن وادی میں کھڑا ہونا

۴۳:......رمی کا پہلے دن طلوع شمس اور زوال کے درمیان میں ہونا

۴۴:......اور باقی دنوں میں زوال اور غروب کے درمیان ہونا

۴۵:......حجِ افراد کرنے والے کے لئے ہدی کا ذبح کرنا بھی سنت میں سے ہے۔

۴۶:......اورصرف اس ہدی سےاورنفل ہدی سے اورقران وتمتع کی قربانی سے کھانا

۴۷:......اور یوم نحرکو پہلے خطبہ کی طرح خطبہ کہنا سنت ہے،

۴۸:......اس میں حج کے بقیہ مناسک سکھلائے جائیں

۴۹:......بارہ تاریخ کومنی سے نکلنے کاارادہ ہوتو غروب شمس سے پہلے جلدی کرنا (سنت ہے)

۵۰:......منیٰ سے نکلنے کے بعدتھوڑی دیر(مقام)محصب میں اترنا سنت ہے۔

۵۱:......اورزمزم کے پانی کوخوب سیراب ہوکر پینا

۵۲:......بیت اللہ کی طرف منہ کرکے،اس میں دیکھتے ہوئے پینا

۵۳:......کھڑے ہوکر پینا۔

۵۴:......اور ماءزمزم تھوڑا سا اپنے سراورجسم پرڈالنا۔

۵۵:......ملتزم سے چمٹنااس طرح پرکہ اپنا سینہ اورمنہ اس پررکھے سنت ہے

۵۶:......تھوڑی دیرکے لئے اپنی محبوب چیزکی دعامانگتے ہوئے غلافِ بیت اللہ کوتھامنا۔

۵۷:......بیت اللہ کی چوکھٹ کابوسہ دینا

۵۸:......۔بیت اللہ میں ادب وعظمت سے داخل ہونا (اگرہوسکے)

۵۹:......زیارت مدینہ کرنا۔

۶۰:...... حضور ﷺ پردرودوسلام پڑھنا۔

﴿فصل : (فی کیفیة ترکیب افعال الحج﴾

(۱۲۹۰)اذا اراد الدخول فی الحج احرم من المیقات کرابغ

﴿فصل:افعال حج کی ترتیب وکیفیت کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ : اس فصل میں یہ بیان کیا جائے گا کہ حج کیسے کرے،کون سے اعمال کیسے کرے،اور کب کرے،اوراس کی حیثیت کیا ہے۔

ترجمہ : (۱۲۹۰)جب حج میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو میقات سے احرام باندھے،مثلاً رابغ سے۔

تشریح : جب حج کا ارادہ کرے تو میقات سے احرام باندھے،میقات سے احرام باندھے بغیر گزرنا جائز نہیں ہے۔مدینہ سے مکہ مکرمہ آتے ہوئے جحفہ سے پہلے رابغ ہے جو اہل شام کی میقات ہے۔۔میقات یہ ہیں[۱] مدینہ والوں کے لئے ذوالحلیفہ ہے[۲] شام والوں کے لئے جحفہ ہے۔[۳] نجد والوں کے لئے قرن منازل ہے۔[۴] یمن والوں کے لئے یلملم ہے،[۵] ذات عرق عراق والوں کی میقات ہے[۶] اورمکہ والوں کے لئے مکہ ہے۔

وجہ: (۱) میقات کی تصریح اس حدیث میں ہے۔ **عن ابن عباس قال وقت رسول الله ﷺ لاهل المدينة ذا الحليفة،ولاهل الشام الجحفة ، ولاهل نجد قرن المنازل ،ولاهل اليمن يلملم هن لهن ولمن اتى عليهن من غير هن ممن اراد الحج والعمرة ومن كان دون ذلك فمن حيث انشاء حتى اهل مكة من مكة.** (بخاری شریف،باب محصل اہل مکۃ للحج والعمرۃ ص ۲۰۶ نمبر ۱۵۲۴/مسلم شریف،باب مواقیت الحج ص ۳۷۴ نمبر ۱۱۸۱/۲۸۰۳)اس حدیث سے ثابت ہوا کہ یہ مقامات ان لوگوں کے لئے میقات ہیں۔بغیر احرام کے ان سے آگے گزرنا جائز نہیں (۲) **عن عائشة ان رسول الله ﷺ وقت لاهل العراق ذات عرق.** (ابوداؤد شریف،باب فی المواقیت ص ۲۵۰ نمبر ۱۷۳۹/بخاری شریف، باب ذات عرق لاهل العراق ص ۲۰۷ نمبر ۱۵۳۱)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل عراق کے لئے میقات مقام ذات عرق ہے۔

.(۱۲۹۱)فیغتسل او یتوضّأ والغسل وھو احبّ للتنظیف فتغتسل المرأة الحائض والنفساء اذا لم

﴿ میقات ایک نظر میں ﴾

ذوالحلیفہ	یہ مقام اہل مدینہ کی میقات ہے	مکہ مکرمہ سے 410 کلومیٹر دور شمال کی جانب ہے
ذات عرق	یہ مقام اہل عراق کی میقات ہے	مکہ مکرمہ سے 90 کلومیٹر دور مشرق کی جانب ہے
جحفہ	یہ مقام اہل شام کی میقات ہے	مکہ مکرمہ سے 182 کلومیٹر دور شمال، مغرب کی جانب ہے
قرن المنازل	یہ مقام اہل نجد کی میقات ہے	مکہ مکرمہ سے 80 کلومیٹر دور مشرق کی جانب ہے
یلملم	یہ مقام اہل یمن کی میقات ہے	مکہ مکرمہ سے 130 کلومیٹر دور جنوب کی جانب ہے
تنعیم	اہل مکہ عمرے کا احرام تنعیم سے باندھتے ہیں	مکہ مکرمہ سے 7.5 کلومیٹر دور شمال، مغرب کی جانب ہے

لغت : میقات: جس جگہ سے حاجی احرام باندھے اس کو میقات کہتے ہیں۔حرم: بیت اللہ، اور مکہ مکرمہ کے اردگرد کچھ جگہیں ہیں جن پر آج کل نشانات لگا دئے گئے ہیں جن میں شکار کرنا حرام ہے اس کو حرم کہتے ہیں۔حل: حرم سے باہر اور میقات کے اندر کی جگہ کو حل کہتے ہیں۔مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ 410 کلومیٹر ہے، اور ذوالحلیفہ مدینہ طیبہ سے 10 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

نوٹ: میقات اور حدود حرم کے نقشے آخیر میں دیکھیں۔

ترجمہ : (۱۲۹۱) احرام کے لئے غسل کرے، یا وضو کرے، اور نظافت کے لئے غسل زیادہ پسندیدہ ہے، پس حیض والی عورت اور نقصان نہ ہو تو نفاس والی بھی غسل کرے۔

وجہ : (۱) حدیث میں ہے آپ نے احرام کے لئے غسل فرمایا۔عن ابن عباس قال اغتسل رسول اللہ ثم لبس ثیابہ فلما اتی ذالحلیفۃ صلی رکعتین ثم قعد علی بعیرہ فلما استوی بہ علی البیداء احرم بالحج ۔(دار قطنی، کتاب الحج ج ثانی ص ۱۹۷ نمبر ۲۴۰۸ / سنن للبیھقی، باب الغسل للاھلال ج خامس ص ۴۹، نمبر ۸۹۴۵ / ترمذی شریف، باب ما جاء فی الاغتسال عند الاحرام ص ۱۷۱ نمبر ۸۳۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احرام کے لئے غسل کرے یہ بہتر ہے۔(۲) (ا) اس حدیث میں ہے کہ نفاس والی عورت کو بھی غسل کرنے کے لئے فرمایا۔ عن عائشۃ قالت نفست أسماء بنت عمیس بمحمد بن ابی بکر بالشجرۃ فأمر رسول اللہ ﷺ أبا بکر یأمرھا أن تغتسل و تھل ۔(مسلم شریف، باب صحۃ احرام النفساء و استحباب اغتسالھا للاحرام، وکذا الحائض، ص ۵۰۴، نمبر ۱۲۰۹ / ۲۹۰۸) اس حدیث میں ہے کہ نفاس والی عورت غسل کرے اور احرام باندھے، جس سے معلوم ہوا کہ یہ غسل نظافت اور صفائی کے لئے ہے۔

ترجمہ : (۱۲۹۲) اور کمال نظافت مستحب ہے (اس طور پر کہ) ناخن کاٹ لے، مونچھ تراش لے، بغل کے بال صاف کرے،

یضرّها(۱۲۹۲) ویستحب کمال النظافة بقص الظفر والشارب ونتف الابط وحلق العانة وجماع الاھل والدھن ولو مطیّبا (۱۲۹۳) ویلبس الرجل ازارا ورداء جدیدین او غسیلین والجدید الابیض

زیر ناف بال کاٹ لے، بیوی سے جماع کرے، تیل لگالے، اگر چہ خوشبو والا ہو۔

تشریح : احرام کے بعد کئی دن تک صفائی کا موقع نہیں ملے گا اس لئے صفائی کی ساری صورتیں اختیار کر لے تو بہتر ہے، مثلا ناخن کاٹ لے، مونچھ تراش لے، بغل کے بال صاف کر لے، زیر ناف بال کاٹ لے، ہو سکے تو بیوی سے جماع کر لے تا کہ اس بھیڑ میں جس میں عورتیں بھی ہوتیں ہیں ان پر شہوت کی نگاہ نہ پڑے اور خوشبو وغیرہ لگا لے۔

وجہ : (۱) کنگی کرے اور خوشبو لگائے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔**عن عبد اللہ بن عباس قال انطلق النبی ﷺ من المدینة بعد ما ترجل وادھن ولبس ازارہ ورداءہ ھو واصحابہ فلم ینہ عن شیء من الاردیة والازر** (بخاری شریف، باب ما یلبس المحرم من الثیاب والاردیۃ والازار ص ۲۰۹ نمبر ۱۵۴۵) (۲) **عن عائشة زوج النبی ﷺ قالت کنت اطیب رسول اللہ لاحرامہ حین یحرم ولحلہ قبل ان یطوف بالبیت** (بخاری شریف، باب الطیب عند الاحرام ص ۲۰۸ نمبر ۱۵۳۹ / ابو داود شریف، باب الطیب عند الاحرام، ص ۲۵۷، نمبر ۱۷۴۵) اس میں ہے کہ احرام کے لئے خوشبو لگائے

لغت : التنظیف: نظف سے مشتق ہے، صفائی حاصل کرنا۔ قص: کاٹنا۔ قص الظفر: ناخن کاٹنا۔ الشارب: مونچھ۔ نتف: اکھاڑنا۔ الابط: بغل۔ الحلق: مونڈنا۔ العانۃ: زیر ناف۔ الدھن: تیل، خوشبو کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ مطیبا: طیب سے مشتق ہے، خوشبو والا۔

ترجمہ: (۱۲۹۳) اور مرد لنگی اور چادر پہنے، دونوں نئے ہوں، یا دونوں دھلے ہوئے ہوں، اور نیا ہو اور سفید ہو تو زیادہ بہتر ہے

تشریح : مرد احرام باندھنے کے لئے لنگی اور چادر پہنے، یہ دونوں نئے ہوں اور سفید ہوں تو زیادہ بہتر ہے، اور پرانے ہوں تو کم سے کم دھلے ہوئے ہوں تا کہ یہ معلوم ہو کہ صاف ستھرا ہیں اور پاک ہیں۔

وجہ : (۱) لنگی اور چادر پہنے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔**عن عبد اللہ بن عباس قال انطلق النبی ﷺ من المدینة بعد ما ترجل وادھن ولبس ازارہ ورداءہ ھو واصحابہ فلم ینہ عن شیء من الاردیة والازر.** (بخاری شریف، باب ما یلبس المحرم من الثیاب والاردیۃ والازار، ص ۲۵۰، نمبر ۱۵۴۵) (۲) سفید بہتر ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔**عن عائشةؓ قالت ان رسول اللہ ﷺ کفن فی ثلاثة اثواب یمانیة بیض سحولیة من کرسف** ۔(بخاری شریف، باب الثیاب البیض للکفن، ص ۲۰۲، نمبر ۱۲۶۴ / ابو داود شریف، باب فی الکفن، ص ۴۶۱، نمبر ۳۱۵۱) اس حدیث میں ہے کہ سفید کپڑا ہو۔

ترجمہ : (۱۲۹۴) اور ازار میں نہ گھنڈی لگائے، نہ اسے باندھے، نہ پھاڑ کر گلے میں لگائے۔ اور اگر ایسا کر لیا تو مکروہ ہے مگر کوئی جزا نہیں۔

افضل(۱۲۹۴) ولا یزرّہ ولا یعقدہ ولا یخلّلہ فان فعل کرہ ولا شیء علیہ(۱۲۹۵) وتطیّب وصلّ

تشریح : لنگی میں گھنڈی نہ لگائے اور نہ اس کو رسی سے باندھے، اور نہ اس کو پھاڑ کر گلے میں لٹکائے، اور اگر ایسا کر لیا تو مکروہ ہے، لیکن چونکہ یہ سلے ہوئے کے درجے میں نہیں ہے اس لئے کوئی جزا واجب نہیں ہوگی۔ نوٹ: جو لوگ ہمیشہ پائجامہ یا پینٹ پہنتے ہیں اور اندر میں انڈرویر پہننے کے عادی ہیں انکو ہر وقت لنگی کھلنے کا احساس ہوتا ہے، بلکہ سوتے میں کھل بھی جاتی ہے اس لئے ستر کھلنے کی مجبوری سے انکے لئے گانٹھ لگانا مکروہ نہیں ہوگا۔ اصول یہ ہے کہ سلے ہوئے کے درجے میں ہو جائے تو مکروہ ہوگا۔

وجہ : (۱) اس حدیث مرسل میں بھی ہے کہ رسی سے نہ باندھے۔ **عن ابن جریج ان رسول اللہ ﷺ رأی رجلا محتزما بحبل ابرق فقال انزع الحبل مرتین .ھذا منقطع.** (سنن بیہقی، باب لا یعقد المحرم رداءً علیہ ولکن یغرز طرفی رداءَ ان شاء فی ازارہ، ج خامس، ص ۸۲، نمبر ۹۰۲۷) اس حدیث مرسل میں ہے ایک آدمی رسی سے کمر کسے ہوئے تو حضورؐ نے دو مرتبہ اس کو کھولنے کے لئے کہا۔ (۲) رسی سے باندھنا مکروہ ہے اس کے لئے یہ عمل صحابی ہے۔ **ان ابن عمر لم یکن عقد الثوب علیہ انما غرز طرفہ علی ازارہ** ۔ (سنن بیہقی، باب لا یعقد المحرم رداءً علیہ ولکن یغرز طرفی رداءَ ان شاء فی ازارہ، ج خامس، ص ۸۲، نمبر ۹۰۱۷) اس عمل صحابی میں ہے کہ کپڑے کو نہیں سیتے۔ (۳) اس حدیث میں ہے کہ سلا ہوا کپڑا جائز نہیں ہے۔ **عن عبد اللہ بن عمر قال قام رجل فقال یا رسول اللہ ماذا تأمرنا ان نلبس من الثیاب فی الاحرام؟ فقال النبی ﷺ لا تلبسوا القمیص ولا السراویلات ولا العمائم ولا البرانس الا ان یکون احد لیست لہ نعلان فلیلبس الخفین ولیقطع اسفل من الکعبین ولا تلبسوا شیئا مسہ زعفران ولا الورس ولا تتنقب المرأۃ المحرمۃ ولا تلبس القفازین** (بخاری شریف، باب ما ینہی من الطیب للمحرم والمحرمۃ ص ۲۴۸ نمبر ۱۸۳۸ رمسلم شریف، باب ما یباح للمحرم بحج اوعمرۃ لبسہ ص ۳۷۲ نمبر ۲۷۹۱/۱۱۷۷) اس حدیث میں جتنے کپڑے پہننا ممنوع قرار دیا ہے وہ سب سلے ہوئے ہیں اس لئے سلے ہوئے کپڑے پہننا ممنوع ہے۔

لغت : یزّر: گھنڈی لگانا۔ بٹن لگانا۔ عقد: رسی سے باندھنا۔ غرز: اندر داخل کرنا، سوئی چبھونا، سینا۔ خلل: داخل کرنا۔

ترجمہ : (۱۲۹۵) اور خوشبو لگا، دو رکعت نماز پڑھ، اور کہہ ''اے اللہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں میرے لئے اسے آسان کر دیجئے اور قبول فرمایئے''۔

تشریح : کپڑا پہننے کے بعد خوشبو لگائے، پھر دو رکعت نماز پڑھے، پھر یہ دعا پڑھے (**اللھم انی ارید الحج فیسرہ لی و تقبلہ منی**) اے اللہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں میرے لئے اسے آسان کر دیجئے اور قبول فرمایئے''

وجہ : (۱) خوشبو لگانے کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن عائشۃ زوج النبی ﷺ قالت کنت اطیب رسول اللہ لاحرامہ حین یحرم ولحلہ قبل ان یطوف بالبیت** ۔ (بخاری شریف، باب الطیب عند الاحرام، ص ۲۰۸، نمبر ۱۵۳۹ رابوداود

رکعتين وقل اللهم انى اريد الحج فيسّره لى وتقبّله منّى (١٢٩٦)ولبّ دُبُر صلوتک تنوى بها الحجّ وهى لبّيک اللهم لبّيک لا شريک لک لبّيک ان الحمد والنعمة والملک لک لا شريک لک ولا تنقص من هذه الالفاظ شيئا وزدفيها لبّيک وسعديک والخير کله بيديک لبّيک

شریف، باب الطیب عندالاحرام،ص ۲۵۷،نمبر۱۷۴۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احرام سے پہلے خوشبو لگائے (۲) دو رکعت نماز پڑھے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ قلت لعبد الله ابن عباس ....خرج رسول الله ﷺ حاجا فلما صلى فى مسجده بذى الحليفة ركعتيه أوجب فى مجلسه فأهل بالحج حين فرغ من ركعتيه (ابوداؤد شریف، باب فی وقت الاحرام ص ۲۵۳ نمبر ۱۷۷۰ رترمذی شریف ، باب ماجاء متی احرم النبی ﷺ ص ۱۶۹ نمبر ۸۱۹ ر بخاری شریف ، باب الاهلال مستقبل القبلۃ ،ص ۲۵۲،نمبر ۱۵۵۴) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے احرام باندھنے کے لئے دو رکعت نماز پڑھی۔ اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ نماز کے بعد تلبیہ پڑھی۔

ترجمہ : (۱۲۹۶)اور نماز کے بعد حج کی نیت سے تلبیہ پڑھ، تلبیہ یہ ہے:لبيک اللهم لبيک، لا شريک لک لبيک،ان الحمد والنعمةوالملک لک لا شريک لک۔حاضر ہوں اے اللہ، حاضر ہوں،کوئی آپ کا شریک نہیں حاضر ہوں، بیشک حمد، نعمت، ملک آپ ہی کے لئے ہے،کوئی آپ کا شریک نہیں) ان الفاظ میں بھی کمی نہ کر، بلکہ اس میں ,لبيک و سعديک والخير کله بيديک لبيک والرغبى اليک، (حاضر ہوں آپ کی موافقت کرتا ہوں اور تمام قسم کی خیر آپ کے قبضہ میں ہے اور سب تمنا آپ کی طرف ہے) کو بڑھا، اور زیادتی سنت ہے۔

تشریح :نماز کے بعد حج کی نیت سے تلبیہ پڑھے تو احرام باندھا چلا جائے گا۔تلبیہ کے جو الفاظ حضورؐ کے ہیں اتنا پڑھے تب بھی کافی ہے، اور اس میں اضافہ کرے تو بہتر ہے۔

وجہ :(۱) اس حدیث میں تلبیہ بھی ہے اور کیا اضافہ کرے وہ بھی ہے۔عن عبد الله بن عمر ان رسول الله ﷺ كان اذا استوت به راحلته قائمة عند مسجد ذوالحليفة اهل فقال:﴿لبيک اللهم لبيک لبيک لا شريک لک لبيک ان الحمد والنعمة لک والملک لا شريک لک ﴾.قالوا وكان عبد الله بن عمر يقول هذه تلبية رسول الله ﷺ قال قال نافع كان عبد الله يزيد مع هذا لبيک لبيک وسعديک والخير بيديک لبيک والرغباء اليک والعمل. (مسلم شریف، باب التلبیۃ وصفتہا ووقتہا،ص ۴۸۹،نمبر ۱۱۸۴/۲۸۱۲ ر بخاری شریف، باب التلبیۃ ،ص ۲۵۱،نمبر ۱۵۴۹)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تلبیہ کس طرح پڑھے۔اور عبداللہ بن عمر کے عمل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور کے تلبیہ کے علاوہ کچھ کلمات کی زیادتی بھی کی جاسکتی ہے۔

والرغبٰی الیک والزیادۃ سنۃ (۱۲۹۷)فاذا لبّیتَ ناویا فقد احرمتَ(۱۲۹۸) فاتّق الرفث وھو الجماع وقیل ذکرہ بحضرۃ النساء والکلام الفاحش والفسوق والمعاصی والجدال مع الرفقاء والخَدَم(۱۲۹۹) وقتل صید البر والاشارۃ الیہ والدلالۃ علیہ

ترجمہ : (۱۲۹۷)جب تو نے نیت کے ساتھ تلبیہ پڑھا تو محرم ہو گیا۔

تشریح :احرام باندھنے کی نیت کے ساتھ تلبیہ پڑھے تو احرام باندھا چلا جائے گا اس لئے جب تلبیہ احرام کی نیت سے تلبیہ پڑھا تو محرم ہو گیا۔

وجہ: (۱)تلبیہ پڑھنے کو ہی احرام باندھنا کہتے ہیں۔حدیث میں ہے۔ **عن عائشۃ زوج النبی ﷺ قالت خرجنا مع النبی ﷺ فی حجۃ الوداع ... واھلی بالحج ودعی العمرۃ .** (بخاری شریف، باب کیف تھل الحائض والنفساء ص ۲۱۱ نمبر ۱۵۵۶)اس حدیث میں اھلی بالحج کا ترجمہ ہے کہ حج کا احرام باندھ لو اور یہ بھی ہے کہ حج کا تلبیہ پڑھو۔اس لئے احرام باندھنے کے لئے تلبیہ پڑھنا واجب ہے۔(۲) **جابر بن عبد اللہؓ أنہ حج مع رسول اللہ ﷺ یوم ساق البدن معہ و قد أھلوا بالحج مفردا** ۔(بخاری شریف، باب التمتع والقران والافراد بالحج، ص ۲۵۴ نمبر ۱۵۶۸) اس حدیث میں، اُھلوا بالحج، ہے جس کا ترجمہ ہے حج کا احرام باندھو، اور اھل کا ترجمہ ہے تلبیہ پڑھو، اس لئے احرام باندھتے وقت تلبیہ پڑھنا واجب ہے۔

ترجمہ : (۱۲۹۸)اب رفث سے بچے، اور وہ جماع ہے، اور بعض حضرات نے فرمایا عورتوں کے سامنے جماع کا ذکر کرنا اور فاحش کلام سے، اور فسق سے، اور معصیتوں سے، اور دوستوں وخدام کے ساتھ جھگڑے سے بچے۔

تشریح:اللہ نے محرم کو جماع، جھگڑے اور فسق کی باتیں کرنے سے منع کیا ہے محرم احرام کی حالت میں ان باتوں سے پرہیز کرے

وجہ : (۱) **فمن فرض فیھن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج .** (آیت ۱۹۷ سورۃ البقرۃ ۲)اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو احرام باندھے اس کو جماع کی باتیں، فسق کی باتیں اور جھگڑے کی باتوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔

لغت: الرفث : جماع کی باتیں۔ الفسوق : فسق کی باتیں۔ الجدال : جھگڑے کی باتیں۔

ترجمہ : (۱۲۹۹) اور خشکی کے شکار کے قتل سے، اس کی طرف اشارہ کرنے سے، اس کی طرف رہنمائی سے۔

تشریح : احرام کی حالت میں خشکی کے جانور کا شکار کرنا جائز نہیں ہے، اس کی طرف اشارہ کرنا یا کسی شکار کرنے والے کی رہنمائی کرنا بھی جائز نہیں ہے

وجہ : (۱)احرام کی حالت میں شکار کرنا اس آیت سے حرام ہے. **یآیھا الذین ء امنوا لا تقتلوا الصید و انتم حرم و من قتلہ منکم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم بہ ذوا عدل منکم ھدیا بلغ الکعبۃ** ۔(آیت ۹۵، سورۃ

(۱۳۰۰)ولبس المخیط والعمامة والخفّین(۱۳۰۱) وتغطیة الرأس والوجه

المائدۃ ۵)اس آیت میں ہے کہ احرام کی حالت میں شکار مت کرو۔(۲)اس آیت میں بھی ہے۔ احل لکم صید البحر وطعامه متاعا لکم وللسیارة وحرم علیکم صید البر مادمتم حرما. (آیت ۹۶ سورۃ المائدۃ ۵)اس آیت سے معلوم ہوا کہ سمندر کا شکار کرنا احرام کی حالت میں جائز ہے۔لیکن خشکی کا شکار کرنا جائز نہیں ہے۔(۳)شکار کی طرف اشارہ کرنا جائز نہیں اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عبد الله بن ابی قتادة ان اباه اخبره ان رسول الله خرج حاجا فخرجوا معه ... فاکلنا من لحمها (لحم الصید)ثم قلنا انأکل لحم صید و نحن محرمون فحملنا ما بقی من لحمها قال امنکم احد امره ان یحمل علیها او اشار الیها؟ قالوا لا قال فکلوا ما بقی من لحمها ۔(بخاری شریف، باب لایشیر المحرم الی الصید لکی یصتاده الحلال ص ۲۴۶ نمبر ۱۸۲۴)(۴) اور مسلم میں ہے۔هل منکم احد امره او اشار الیه بشیء قال قالوا لا قال فکلوا ما بقی من لحمها اور حضرت شعبہ کی روایت میں ہے۔ قال : أشرتم أو أعنتم أو أصدتم ؟ (مسلم شریف، باب تحریم الصید الماکول البری او ما اصلہ ذلک علی المحرم، کتاب الحج ص ۴۹۶ نمبر ۱۱۹۶/۲۸۵۵/۲۸۵۶) اس حدیث میں ہے کہ محرم کے لئے شکار کی طرف اشارہ کرنا یا رہنمائی کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

ترجمه : (۱۳۰۰) سلے ہوئے کپڑے، عمامہ، موزے پہننے سے بچے۔

تشریح : اصول یہ ہے کہ مرد محرم سلا ہوا کپڑا نہ پہنے۔ یہ سب سلے ہوئے کپڑے ہیں اس لئے ان کو نہ پہنے۔اس میں ہے کہ موزہ بھی نہ پہنے کیونکہ موزہ بھی سلا ہوا ہوتا ہے۔البتہ چپل نہ ہو تو موزہ کو ٹخنے کے نیچے سے کاٹ دے تاکہ چپل کی طرح ہو جائے پھر اس کو پہن سکتا ہے۔

وجه: اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن عبد الله بن عمر ان رجلا قال یا رسول الله مایلبس المحرم من الثیاب؟ قال رسول الله ﷺ لا یلبس القمیص ولاالعمائم ولا السراویلات ولا البرانس ولا الخفاف الا احد لایجد نعلین فلیلبس خفین ولیقطعهما اسفل من الکعبین ولا تلبسوا من الثیاب شیئا مسه زعفران او ورس. (بخاری شریف، باب مالایلبس المحرم من الثیاب، ص ۲۵۰، نمبر ۱۵۴۲ ر مسلم شریف، باب ما یباح للمحرم بحج اوعمرۃ لبسہ ومالا یباح، ص ۴۸۵، نمبر ۲۷۹۱/۱۱۷۷ ر ابوداؤد شریف، باب مایلبس المحرم، نمبر ۱۸۲۳)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قمیص، عمامہ، پائجامہ اور ٹوپی پہننا جائز نہیں ہے۔اور موزہ پہننا بھی جائز نہیں۔

اصول :جسم کے ساخت کا جو کپڑا بنا ہوا ہو مرد کے لئے اس کو پہننا ممنوع ہے، چاہے سی کر بنایا ہو، یا بن کر ساخت کا بنایا ہو۔

ترجمه : (۱۳۰۱)چہرہ اور سر کے چھپانے سے بچے۔

وجه : (۱) حدیث یہ ہے. عن ابن عباسؓ أن رجلا أوقصته راحلته و هو محرم فمات فقال رسول الله ﷺ :

(۱۳۰۲)ومسّ الطيب(۱۳۰۳) وحلق الرأس والشعر

اغسلوه بماء و سدر و كفنوه فى ثوبيه و لا تخمروا رأسه و لا وجهه فانه يبعث يوم القيامة ملبيا ۔(مسلم شریف ،باب ما یفعل بالمحرم اذا مات ،ص۵۰۲،نمبر ۱۲۰۶/۲۸۹۶/ابن ماجۃ شریف ،باب المحرم یموت ،ص ۴۴۹،نمبر ۳۰۸۴)اس حدیث میں ہے کہ محرم کا سر اور چہرہ مت ڈھانکو۔(۲)عن عبد الله بن عمر ان رجلا قال يا رسول الله مايلبس المحرم من الثياب؟ قال رسول الله ﷺ لا يلبس القميص ولاالعمائم ولا السراويلات ولا البرانس. (بخاری شریف ،باب ما لا یلبس المحرم من الثیاب ،ص۲۵۰،نمبر ۱۵۴۲/مسلم شریف ، باب ما يباح للمحرم بحج اوعمرة لبسه ومالا يباح ،،ص ۴۸۵،نمبر ۲۷۹۱/۱۱۷۷/ابو داؤد شریف ، باب مایلبس المحرم ،نمبر ۱۸۲۳)اس حدیث میں ہے کہ پگڑی نہ پہنے اور ٹوپی نہ پہنے۔کیونکہ ان سے سر ڈھنک جاتا ہے۔

ترجمه : (۱۳۰۲)خوشبو لگانے سے۔

تشريح :احرام کی حالت میں خوشبو نہ لگائے۔

وجه: (۱)حدیث یہ ہے . عن ابن عمر قال قام رجل الى النبى ﷺ فقال يا رسول الله ! ما يوجب الحج ؟ قال الزاد و الراحلة قال يا رسول الله ! فما الحج ؟قال الشعث و التفل .(ابن ماجۃ شریف ،باب فضل دعاء الحاج، ص۴۱۹،نمبر ۲۸۹۶)اس حدیث میں ہے کہ حاجی کو پراگندہ ہونا چاہئے (۲)اس حدیث میں بھی ہے۔عن عبد الله بن عمر ....فقال اين الذى سأل عن العمرة ؟ فاتى برجل فقال اغسل الطيب الذى بك ثلاث مرات و انزع عنك الجبة و اصنع فى عمرتك ما تصنع فى حجتك (بخاری شریف ،باب غسل الخلوف ثلث مرات من الثیاب ،ص۲۴۹ نمبر ۱۵۳۶/مسلم شریف ، باب ما یباح للمحرم و بیان تحریم الطیب علیہ ،ص۴۸۶،نمبر ۱۱۸۰/۲۷۹۸)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرم کے لئے خوشبو لگانا جائز نہیں ہے۔(۳) عن عبد الله بن عمر ان رجلا قال يا رسول الله مايلبس المحرم من الثياب؟ قال رسول الله ﷺ ....ولا تلبسوا من الثياب شيئا مسه زعفران او ورس. (بخاری شریف ،باب مالا یلبس المحرم من الثیاب ،ص ۲۰۹ نمبر ۱۵۴۲/مسلم شریف ، باب ما يباح للمحرم بحج اوعمرة لبسه ومالا يباح ،ص ۳۷۲/۳۷۳ ،نمبر ۲۷۹۱/۱۱۷۷/ابو داؤد شریف ،باب مایلبس المحرم نمبر ۱۸۲۳) اس حدیث میں ہے کہ ایسے کپڑے کو نہ پہنو جس میں زعفران اور ورس کی خوشبو ہو۔

ترجمه : (۱۳۰۳) سر کے حلق سے اور بال کے کاٹنے سے بچے۔

تشريح :احرام کی حالت میں سر مونڈوانا ، یا بال کٹوانا جائز نہیں ہے ،اگر ایسا کیا تو دم لازم ہوگا۔

وجه: (۱) آیت یہ ہے۔ ولا تحلقوا رؤوسكم حتى يبلغ الهدى محله فمن كان منكم مريضا او به اذى من

.(۱۳۰۴)ویجوز الاغتسال والاستظلال بالخیمة والمحمل وغیرھما وشدّ الھمیان فی

رأسه ففدیة من صیام او صدقة او نسک ۔(آیت ۱۹۶ سورۃ البقرۃ ۲)اس آیت سے معلوم ہوا کہ محرم کو سر کے بال یا بدن کے بال نہیں کٹوانا چاہئے ۔(۲)اس حدیث میں ہے ۔عن عبد اللہ بن معقل قال جلست الی کعب بن عجرة فسألته عن الفدیة فقال نزلت فی خاصة وھی لکم عامة حملت الی رسول اللہ ﷺ والقمل یتناثر علی وجھی فقال ما کنت اری ا لو جع بلغ بک ما اری، او: ما کنت اری الجھد بلغ ما اری، تجد شا ة؟ فقلت لا ،قال فصم ثلثة ایام، او اطعم ستة مساکین لکل مسکین نصف صا ع ۔اوردوسری روایت میں ہے۔ أو انسک بشاة . (بخاری شریف، باب الاطعام فی الفدیة نصف صاع ،ص ۲۹۲،نمبر ۱۸۱۶/۱۸۱۴/ مسلم شریف، باب جواز حلق الرأس للمحرم اذا کان به اذی ،ص ۵۰۰ ،نمبر ۱۲۰۱/۲۸۸۲)اس حدیث میں ہے کہ حلق نہ کرائے ورنہ دم دینا ہوگا۔

ترجمه : (۱۳۰۴)غسل کرنا، خیمہ وکجاوہ اوران کے علاوہ کا سایہ حاصل کرنا، درمیان (کمر) میں ہمیان باندھنا جائز ہے۔

تشــريح :احرام کی حالت میں غسل کرنا جائز ہے، یہ پراگندگی کے خلاف نہیں ہے۔کجاوہ یا خیمہ کا سایہ حاصل کرنا جائز ہے، اس لئے کہ اس سے سر پر کپڑا رکھنا نہیں ہے۔اور کمر میں ہمیانی باندھنا بھی جائز ہے۔

وجه: (۱)غسل جائز ہے اس کے لئے اس آیت کا اشارہ ہے۔ ان اللہ یحب التوابین و یحب المتطھرین ۔(آیت ۲۲۲،سورۃ البقرۃ ۲) کہ اللہ بہت پاک ہونے والے کو پسند کرتے ہیں اور غسل میں پاکی زیادہ ہے اس لئے یہ محرم کے لئے بھی محبوب اور جائز ہوگا۔(۲) ۔ان عبد اللہ بن عباس والمسور بن مخرمة اختلفا بالابواء فقال ابن عباس یغسل المحرم رأسه ... قال فصب علی رأسه ثم حرک ابو ایوب رأسه بیدیه فاقبل بھما وادبر ثم قال ھکذا رأیته یفعل ۔(ابوداؤد شریف، باب المحرم یغتسل ص ۲۶۲ نمبر ۱۸۴۰/ مسلم شریف، باب جواز غسل المحرم بدنه ورأسه ص ۳۸۳ نمبر ۱۲۰۵/ ۲۸۸۹)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرم غسل کرسکتا ہے۔(۳)اس قول صحابی میں ہے . عن ابن عباس قال قال لی عمر : تعال معی حتی أنافس فی الماء أین اصبر و نحن محرمون۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب فی المحرم یغتسل أو یغسل رأسه ، ج ثالث ،ص ۱۳۸،نمبر ۱۲۸۴۷)اس اثر میں ہے کہ حضرت عمر اور حضرت ابن عباس نے غسل فرمایا۔(۴) گھر یا کجاوہ سے سایہ حاصل کرسکتا ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے ۔عن ام الحصین حدثته قالت حججنا مع النبی ﷺ حجة الوداع فرأیت اسامة وبلالا واحدھما اخذ بخطام ناقة النبی ﷺ والآخر رافع ثوبه یستره من الحر حتی رمی جمرة العقبة ۔(ابوداؤد شریف، باب فی المحرم یظلل ،ص ۲۶۱/۲۶۲ نمبر ۱۸۳۴/ مسلم شریف، باب استحباب رمی جمرة العقبة یوم النحر ،ص ۵۴۶،نمبر ۱۲۹۸/۳۱۳۸)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرم سایہ حاصل کرسکتا ہے۔کیونکہ حضورؐ نے کپڑے سے سایہ حاصل کیا۔(۵)ہمیانی باندھ سکتا ہے اس کے لئے یہ قول تابعی ہے ۔سألت ابا جعفر وعطاء عن الھمیان للمحرم فقال لا

الوسط(١٣٠٥) واکثر التلبیة متٰی صلیّتَ او علوتَ شرفا او ھبطتَّ وادیا او لقیتَ رکبا وبالاسحار

بأس بہ. (مصنف ابن ابی شیبۃ ۴۳۴ فی الھمیان للمحرم، ج ثالث، ص ۳۹۳، نمبر ۱۵۴۴۴/ بخاری شریف، باب الطیب عند الاحرام ص ۲۴۹، نمبر ۱۵۳۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ محرم ہمیانی باندھ سکتا ہے۔

لغت: استظلال: ظل سے مشتق ہے، سایہ حاصل کرنا۔ المحمل: کجاوہ۔ شد: باندھنا۔ الھمیان: لمبی سی سلی ہوئی تھیلی جس میں درہم وغیرہ رقم رکھتے ہیں۔ وسط: درمیان، مراد ہے کمر۔

ترجمہ: (١٣٠٥)۔ نماز کے بعد بلندی پر چڑھتے ہوئے، پستی کی طرف اترتے ہوئے، مسافر سے ملاقات پر، صبح کے وقت، تلبیہ کو اتنے بلند آواز سے پڑھ کہ کوئی مشقت ونقصان نہ ہو

تشریح: احرام باندھنے کے بعد کثرت سے تلبیہ پڑھنا سنت ہے، پھر زور زور آواز سے پڑھے، پہاڑی پر چڑھتے، اترتے، سواری سے ملتے تلبیہ پڑھے، اور اتنا پڑھے کی کسی دوسرے کو بھی نقصان نہ ہو اور اپنے کو بھی نقصان نہ ہو۔

وجہ: (١) زور زور سے تلبیہ پڑھنے کی اور نماز کے بعد تلبیہ پڑھنے کی حدیث یہ ہے۔ **عن ابی بکر الصدیق أن رسول اللہ ﷺ سئل أی الحج أفضل ؟ قال العج و الثج ..و رأیتہ یضعف ضرار بن صرد . و العج ھو رفع الصوت بالتلبیۃ و الثج ھو نحر البدن .** (ترمذی شریف، باب ماجاء فضل التلبیۃ والنحر، ص ٢٠٦، نمبر ٨٢٧) اس حدیث میں ہے کہ افضل حج، عج، ہے جسکا ترجمہ راوی نے کیا، کہ تلبیہ کو بلند آواز سے پڑھنا۔ اور، ثج، ہے جسکا ترجمہ راوی نے کیا، ھدی کے جانور کو زیادہ سے زیادہ ذبح کرنا۔ (٢) دوسری حدیث میں ہے۔ **عن خلاد بن السائب عن ابیہ قال قال رسول اللہ ﷺ : أتانی جبریل فأمرنی أن أمر أصحابی أن یرفعوا أصواتھم بالاھلال أو التلبیۃ .** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی رفع الصوت بالتلبیۃ، ص ٢٠٧، نمبر ٨٢٩/ ابو داود شریف، باب کیف التلبیۃ، ص ٢٦٧، نمبر ١٨١٤) اس حدیث میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کا حکم یہ ہے کہ بلند آواز سے تلبیہ پڑھے۔ (٣) نماز کے بعد تلبیہ پڑھنے کی حدیث یہ ہے۔ **قلت لعبد اللہ ابن عباس .... خرج رسول اللہ ﷺ حاجا فلما صلی فی مسجدہ بذی الحلیفۃ رکعتیہ أوجب فی مجلسہ فأھل بالحج حین فرغ من رکعتیہ** (ابوداؤد شریف، باب فی وقت الاحرام ص ٢٥٣ نمبر ١٧٧٠/ ترمذی شریف، باب ماجاء متی احرم النبی ﷺ ص ١٦٩ نمبر ٨١٩/ بخاری شریف، باب الاھلال مستقبل القبلۃ، ص ٢٥٢، نمبر ١٥٥٤) اس حدیث میں ہے کہ نماز کے بعد حضورؐ نے تلبیہ پڑھا۔ (۴) سواری سے ملتے وقت تلبیہ پڑھے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن عبد اللہ بن عمر ان رسول اللہ ﷺ کان اذا استوت بہ راحلتہ قائمۃ عند مسجد ذو الحلیفۃ اھل فقال لبیک اللھم لبیک، الخ.** (مسلم شریف، باب التلبیۃ وصفتھا ووقتھا ص ٥٧٥ ٣ نمبر ١١٨٤/ ٢٨١٢/ بخاری شریف، باب الاھلال مستقبل القبلۃ، ص ٢٥١ نمبر ١٥٥٣) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے سواری پر سوار ہونے کے بعد تلبیہ پڑھا۔ (۵) بار بار پڑھے اس کے لئے یہ حدیث ہے

رافعا صوتک بلا جهد مضر(۱۳۰۶) واذا وصلتَ الی مکة یستحب ان تغتسل (۱۳۰۷)وتدخلها من باب المعلّٰی لتکون مستقبلا فی دخولک باب البیت الشریف تعظیما (۱۳۰۸)ویستحب ان

۔ عن ابن عباسؓ ان اسامةؓ کان ردف رسول الله ﷺ من عرفة الی المزدلفة ثم ردف الفضل من المزدلفة الی منی قال فکلاهما قال لم یزل النبی ﷺ یلبی حتی رمی الجمرة العقبة۔ (بخاری شریف، باب الرکوب و الارتداف فی الحج ،ص ۲۵۰،نمبر۱۵۴۳)اس حدیث میں ہے کہ بار بار تلبیہ پڑھے ۔(۶)وادی میں اترتے چڑھتے تلبیہ پڑھے اس کے لئے یہ حدیث ہے ۔فقال ابن عباس لم اسمعه و لکنه قال اما موسی کانی انظر الیه اذا انحدر فی الوادی یلبی (بخاری شریف، باب التلبیة اذا انحدر فی الوادی،ص۲۵۲،نمبر ۱۵۵۵)اس میں ہے کہ وادی میں اترتے ہوئے تلبیہ پڑھے

لغت :علوت:علو سے مشتق ہے، بلندی پر چڑھنا۔شرفا: بلندی۔ھبطت:ھبط سے مشتق ہے نیچے اترنا۔جھد: مشقت۔مضر:ضرر سے مشتق ہے نقصان ہونا۔

ترجمه : (۱۳۰۶) مکہ پہنچے تو غسل کرنا مستحب ہے۔

وجه : (۱) کان ابن عمرؓ اذا دخل ادنی الحرم امسک عن التلبیة ثم یبیت بذی طوی ثم یصلی به الصبح و یغتسل و یحدث ان النبی ﷺ کان یفعل ذالک ۔(بخاری شریف، باب الاغتسال عند دخول مکة ،ص ۲۵۵،نمبر ۱۵۷۳ رترمذی شریف، باب ماجاء فی الاغتسال لدخول مکة ،ص۲۱۱،نمبر۸۵۲)(۲)عن ابن عمر قال اغتسل النبی ﷺ لدخول مکة بفخ ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی الاغتسال لدخول مکة ،ص۲۱۱،نمبر۸۵۲)اس حدیث میں ہے کہ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کرے۔

ترجمه : (۱۳۰۷)اور باب معلّٰی سے داخل ہو، تاکہ مکہ کے دخول میں بھی تعظیم کے لحاظ سے بیت اللہ شریف کا استقبال ہو۔

تشریح : باب معلّٰی سے داخل ہوگا تو بیت اللہ کا استقبال ہوگا، اور اس کی تعظیم بھی ہوگی ،اس لئے باب معلّٰی سے مکہ مکرمہ داخل ہو ۔حضورؐ اسی دروازے سے داخل ہوئے تھے۔

وجه : (۱) عن ابن عمر قال کان رسول الله ﷺ یدخل مکة من الثنیة العلیا و یخرج من الثنیة السفلی ۔(بخاری شریف، باب من این یدخل مکة؟ ص ۲۵۶،نمبر ۱۵۷۵ رنسائی شریف، باب من این یدخل مکة ،ص ۳۹۵،نمبر ۲۸۶۸)

ترجمه : (۱۳۰۸) اور داخل ہوتے وقت برابر تلبیہ پڑھنا بھی مستحب ہے، یہاں تک کہ باب سلام پر آجائے،

تشریح : مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت تلبیہ پڑھتے رہنا مستحب ہے جب تک کہ باب سلام کے پاس نہ آجائے، باب سلام سے آگے بڑھے گا تو بیت اللہ نظر آئے گا

وجه (۱) اس حدیث میں ہے کہ بدھ کے دن تک حج کا تلبیہ پڑھتے رہے، حضور حجة الوداع میں بدھ کے دن بیت اللہ داخل

تکون مُلبیا فی دخولک حتی تأتی باب السلام(۱۳۰۹) فتدخل المسجد الحرام منه متواضعا خاشعا مُلبّیا ملاحظا جلالة المکان مکبّرا مھلّلا مصلّیا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ہوئے تھے بدھ .عن ابن عباس قال قدم رسول اللہ ﷺ و أصحابہ لصبح رابعة و ھم یلبون بالحج فأمرھم رسول اللہ ﷺ أن یحلوا . (نسائی شریف، باب وقت الذی وافی فیہ النبی ﷺ مکة ،ص ۳۹۵،نمبر ۲۸۷۳) اس لئے دن رات دونوں میں داخل ہوسکتا ہے۔(۲)اس حدیث مرسل سے پتہ چلا کہ حضور باب بنی شیبة سے مسجد حرام میں داخل ہوئے تھے ۔عن عطاء قال یدخل المحرم من حیث شاء قال دخل النبی ﷺ من باب بنی شیبة و خرج من باب مخزوم الی الصفا ۔(سنن بیہقی، باب دخول مکة لیلا اونہارا، ج خامس،ص ۱۱۷،نمبر ۹۲۰۹)اس حدیث مرسل میں ہے کہ حضور باب بنی شیبة سے داخل ہوئے جو باب سلام کے قریب ہے۔

ترجمہ : (۱۳۰۹)اوراس سے مسجد حرام میں داخل ہو،عاجزی،خشوع کے ساتھ تلبیہ پڑھتے ہوئے،مکان کی عظمت کا اظہار کرتے ہوئے،تکبیر تہلیل اور نبی کریم ﷺ پر درود پڑھتے ہوئے۔

تشریح :مسجد حرام میں داخل ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ عاجزی اور خشوع وخضوع کے ساتھ ہو،اور اللہ کے گھر کی عظمت دل میں ہو۔اور اللہ اکبر کہتے ہوئے،لا الہ الا اللہ، کہتے ہوئے،درود شریف پڑھتے ہوئے اور تلبیہ پڑھتے ہوئے مسجد حرام میں داخل ہو۔

وجہ : (۱)اس حدیث میں بھی دعاء کا ذکر ہے،اور تعظیم کا بھی ذکر ہے۔ عن ابن جریح ان النبی ﷺ کان اذا رای البیت رفع یدیہ وقال اللھم زد ھذا البیت تشریفا و تعظیما و مھابة و زد من شرفہ و کرمہ و عظمہ ممن حجہ او اعتمرہ تشریفا و تکریما و تعظیماو برا. (سنن للبیھقی، باب القول عند رویة البیت ج خامس ص ۱۱۸،نمبر ۹۲۱۳/ ترمذی شریف، باب ماجاء کراہیة رفع الید عند رویة البیت ص ۱۷۴ نمبر ۸۵۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیت اللہ دیکھتے وقت ہاتھ اٹھانا چاہئے اور عظمت کے ساتھ یہ دعا پڑھنی چاہئے۔(۲)عن مکحول قال کان النبی ﷺ اذا دخل مکة فرأی البیت رفع یدیہ و کبر ۔(سنن للبیھقی ،باب القول عند رویة البیت، ج خامس ص ۱۱۸،نمبر ۹۲۱۳)اس حدیث مرسل میں ہے کہ بیت اللہ دیکھتے وقت تکبیر کہے۔(۳) قبلہ کا استقبال کرے اور دعا کرے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ان عبد الرحمن بن طارق ابن علقمة اخبرہ عن امہ ان النبی ﷺ کان اذا جاء مکانا فی دار یعلی استقبل القبلة ود عا ۔(نسائی شریف، باب الدعا عند رویة البیت، ص ۳۹۹،نمبر ۲۸۹۹)اس حدیث میں ہے کہ بیت اللہ دیکھتے وقت دعا کرے۔ (۴) درود شریف پڑھے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن ابن عباس قال اذا حاذیت بہ فکبر و ادع و صل علی محمد النبی علیہ السلام (سنن بیہقی، باب الاستلام فی الزحام، ج خامس،ص ۱۳۱،نمبر ۹۲۶۶)(۲) چونکہ یہاں دعا کرنی ہے اس لئے اس سے پہلے درود شریف پڑھے،اس کے لئے حدیث یہ ہے۔سمع فضالة ابن عبید یقول سمع النبی ﷺ رجلا یدعوفی

(۱۳۱۰) متلطّفا بالمزاحم داعيا بما احببتَ فانه مستجاب عند رؤية البيت المكرّم (۱۳۱۱)ثم استقبل الحجرمكبّرا مهلّلا رافعا يديک كما فی الصلوة وضعُهما على الحجر وقبِّله بلا صوت

صلاته فلم يصل على النبی ﷺ فقال النبی ﷺ عجل هذا ، ثم دعاه فقال له او لغيره ، اذا صلی احدکم فليبدأ بتحميدالله و الثناء عليه ثم ليصل على النبی ﷺ ثم ليدع بعد ما شاء ۔(ترمذی شریف، باب فی ایجاب الدعاء بتقدیم الحمد والثناء والصلاۃ علی النبی ﷺ قبلہ،ص ۷۹۴،نمبر ۳۴۷۷) اس حدیث میں ہے کہ دعا سے پہلے درود شریف پڑھے۔(۳) دعا کرے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن خزيمة بن ثابت ان النبی ﷺ كان اذا فرغ من تلبيته سأل الله رضوانه و مغفرته و استعاذ برحمته من النار ۔(سنن بیہقی، باب مایستحب من القول فی اثر التلبیۃ، ج خامس،ص ۷۲، نمبر ۹۰۳۸) اس حدیث میں ہے کہ جنت کا سوال کرے اور جہنم سے پناہ مانگے۔

ترجمه : (۱۳۱۰) کوئی بھیڑ آجائے تو نرمی کرتے ہوئے گزرے۔جو آپ کو پسند ہو اس کی دعا کرتے ہوئے اس لئے کہ بیت اللہ دیکھتے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔

تشریح :کسی کو تکلیف دینا اچھی بات نہیں ہے اس لئے مسجد حرام کے اندر بھیڑ ہو تو اس کو بہت نرمی سے پار کرے، دھکے نہ دے

وجه : اس حدیث میں ہے کہ نرمی سے پار کرے۔ عن عمر بن الخطابؓ ان النبی ﷺ قال له : يا عمر انک رجل قوی ، لاتزاحم على الحجر فتؤذی الضعيف ، ان وجدت خلوة فاستلمه و الا فاستقبله فهلل و كبر .(مسند احمد، باب مسند عمر بن الخطاب، ج اول،ص ۴۸،نمبر ۱۹۱) اس حدیث میں ہے کہ بھیڑ ہو تو دور سے استلام کرلے۔(۲) بیت اللہ دیکھتے وقت دعا قبول ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے۔طارق ابن علقمة اخبره عن امه ان النبی ﷺ كان اذا جاء مكانا فی دار يعلی استقبل القبلة و دعا ۔(نسائی شریف، باب الدعا عند رویۃ البیت،ص ۳۹۹،نمبر ۲۸۹۹) دار یعلی کے سامنے سے بیت اللہ نظر آتا تھا اس لئے جب حضورؐ دار یعلی کے سامنے آتے اور بیت اللہ پر نظر پڑتی تو دعا کرتے کیونکہ یہاں دعا قبول ہوتی ہے

وجه : بیت اللہ دیکھتے وقت یہ دعا منقول ہے۔ عن مكحول قال كان النبی ﷺ اذا دخل مكة فرای البيت رفع يديه و كبر و قال اللهم انت السلام و منک السلام فحينا ربنا بالسلام اللهم زد هذا البيت تشريفا و تعظيما و مهابة و زد من حجه او اعتمر تكريما و تشريفا و تعظيما و برا ۔ (سنن للبیہقی، باب القول عند رویۃ البیت، ج خامس،ص ۱۱۸،نمبر ۹۲۱۳) اس حدیث میں بیت اللہ نظر آتے وقت دعا کا ذکر ہے۔

لغت؛متلطفا: لطف سے مشتق ہے، نرمی کرتے ہوئے۔مزاحم: زحام سے مشتق ہے، بھیڑ۔

ترجمه : (۱۳۱۱) پھر حجر اسود کا استقبال کر نماز کی طرح ہاتھوں کو اٹھا کر تکبیر وتہلیل کہتے ہوئے۔، اور دونوں ہاتھوں کو حجر اسود پر رکھ، اور بغیر آواز کے بوسہ دے۔

(۱۳۱۲)فمن عجز عن ذلک الا بایذاء ترکه ومسّ الحجر بشیء وقبّله او اشار الیه من

تشریح : حجراسود کا استقبال کرے،اورجس طرح نماز میں ہاتھ اٹھاتے ہیں اسی طرح ہاتھ اٹھائے اور تکبیر اور تہلیل کہتے ہوئے حجراسود پر دونوں ہاتھوں کو رکھے اور بغیر کسی آواز کے بوسہ دے۔

﴿حجراسود کو چومنے کے پانچ طریقے اور انکے دلائل﴾

[۱] اگر موقع ہو اور بھیڑ نہ ہو تو حجراسود کو بوسہ دے [۲] اگر بوسہ نہ دے سکے تو ہاتھ سے اس کو چھوئے اور پھر اپنے ہاتھ کو چوم لے [۳] اگر یہ بھی نہ کر سکے تو ہاتھ میں کوئی لکڑی وغیرہ ہو تو اس سے حجراسود کو چھوئے اور پھر اس لکڑی کو بوسہ دے۔[۴] اور اگر لکڑی سے بھی حجراسود کو نہ چھو سکے تو لکڑی سے حجراسود کی طرف اشارہ کرے اور پھر لکڑی کو بوسہ دے [۵] اور اگر ہاتھ میں لکڑی نہ ہو تو ہاتھ ہی سے حجراسود کی طرف دور سے اشارہ کرے اور ہاتھ کو چوم لے اور تکبیر، تہلیل کہتے ہوئے اور حضورؐ پر درود شریف پڑھتے ہوئے آگے بڑھے۔

وجه :[۱] اگر موقع ہو اور بھیڑ نہ ہو تو حجراسود کو بوسہ دے۔دلیل یہ حدیث ہے۔سأل رجل ابن عمرؓ عن استلام الحجر ؟ فقال :رأیت رسول الله ﷺ یستلمه و یقبله قال ، قلت أرأیت ان زحمتُ ؟ أرأیت ان غلبتُ ؟ قال اجعل ، أرأیت بالیمن ، رأیت رسول الله ﷺ یستلمه و یقبله ۔(بخاری شریف باب تقبیل الحجر،ص ۲۱۸ نمبر ۱۶۱۱) اس حدیث میں ہے کہ حجراسود کو بوسہ دے (۲) قبلہ کا استقبال کرے اور تکبیر و تہلیل کرے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن عمر بن الخطابؓ ان النبی ﷺ قال له : یا عمر انک رجل قوی ، لاتزاحم علی الحجر فتؤذی الضعیف ، ان وجدت خلوة فاستلمه و الا فاستقبله فهلل و کبر . (مسند احمد، باب مسند عمر بن الخطاب، ج اول، ص ۴۸، نمبر ۱۹۱) اس حدیث میں ہے کہ حجراسود کے چومتے وقت چومنے کا موقع نہ ملے تو تکبیر و تہلیل کہیں۔(۳) .کان ابن عمر فذکر الحدیث ، قال ثم دخل مکة ضحیٰ فیأتی البیت فیستلم الحجر و یقول : باسم الله و الله اکبر ۔(سنن بیہقی، باب ما یقال عند استلام الرکن، ج خامس، ص ۱۲۸، نمبر ۹۲۵۰) اس اثر میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ حجراسود کے بوسہ دیتے وقت باسم اللہ اللہ اکبر کہتے۔

ترجمه : (۱۳۱۲) تکلیف دئے بغیر بوسہ دینے سے عاجز ہو تو اس کو چھوڑ دے، اور کسی چیز سے حجراسود کو چھولے اور اس چیز کو بوسہ دے دے، یا حجراسود کی طرف دور سے ہاتھ سے اشارہ کرے۔

تشریح : اگر بھیڑ ہے اور حجراسود کو بوسہ دینے میں کسی کو تکلیف ہوگی اور ہاتھ میں چھڑی وغیرہ ہو تو اس سے حجراسود کی طرف اشارہ کرے پھر اس چھڑی کو چوم لے۔اور یہ بھی نہیں کر سکتا ہو تو اپنے ہاتھ سے حجراسود کی طرف اشارہ کرے، اور اپنے ہاتھ کو چوم لے یہ بھی کافی ہے۔

بعید(۱۳۱۳) مکبّرا مهلّلا حامدا مصلّیا علی النبی صلی اللہ علیه وسلم (۱۳۱۴)ثم طُف آخذا عن یمینک ممّا یلی الباب

وجه :(۱) عن ابن عباسؓ قال طاف النبی ﷺ فی حجة الوداع علی بعیر یستلم الرکن بمحجن ۔(بخاری شریف ، باب استلام الرکن بمحجن ،ص ۲۱۸،نمبر ۱۶۰۷ر مسلم شریف ، باب جواز الطّواف علی بعیر و غیرہ ،ص ۵۳۷،نمبر ۱۲۷۵ر ۳۰۷۷)اس حدیث میں ہے کہ مڑی ہوئی شاخ کے ذریعہ حضورؐ استلام فرمایا کرتے تھے۔(۲) سمعت ابا طفیل یقول رأیت رسول اللہ ﷺ یطوف بالبیت و یستلم الرکن بمحجن معه و یقبل المحجن۔(مسلم شریف، باب جواز الطّواف علی بعیر وغیرہ ،ص ۵۳۷،نمبر ۱۲۷۵ر ۳۰۷۷رابوداود شریف، باب استلام الارکان ،ص ۲۷۴،نمبر ۱۸۷۹)اس حدیث میں ہے کہ شاخ سے استلام کرتے تو پھر شاخ کو بوسہ دیتے تھے۔(۳)اور ہاتھ سے حجر اسود کی طرف اشارہ کرے پھر اپنے ہاتھ ہی کو چوم لے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن نافع قال رأیت ابن عمر یستلم الحجر بیدہ ، ثم یقبل یدہ و قال ما ترکته منذ رأیت رسول اللہ ﷺ یفعله ۔(مسلم شریف، باب استحباب استلام الرکنین الیمانیین فی الطّواف،ص ۵۳۵، نمبر ۱۲۶۸ر ۳۰۶۵)اس حدیث میں ہے کہ ہاتھ سے استلام کیا ہو تو پھر ہاتھ کو چومے۔

ترجمه : (۱۳۱۳) تکبیر، تہلیل، حمد کرتے ہوئے، نبی ﷺ پر درود پڑھتے ہوئے۔

تشریح : اللہ اکبر کہے، لا الہ الا اللہ، کہے اللہ کی حمد کرے اور حضورؐ پر درود شریف پڑھتے ہوئے حجر اسود کو بوسہ دینے جائے، البتہ جس وقت بوسہ دے اس وقت خاموش رہے۔

وجه :(۱)اور تہلیل کا تذکرہ مسند احمد کی حدیث میں ہے ۔ عن عمر بن الخطابؓ ان النبی ﷺ قال له : یا عمر انک رجل قوی ، لاتزاحم علی الحجر فتؤذی الضعیف ، ان وجدت خلوة فاستلمه و الا فاستقبله فهلل و کبر . (مسند احمد، باب مسند عمر بن الخطاب، ج اول،ص ۴۸،نمبر ۱۹۱) اس حدیث میں ہے کہ حجر اسود کے پاس سے گزرتے ہوئے تکبیر اور تہلیل دونوں کہے۔ تکبیر: اللہ اکبر کہنا۔ تہلیل: لا الہ الا اللہ، پڑھنا۔(۲) درود شریف پڑھتے ہوئے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابن عباس قال اذا حاذیت به فکبر و ادع و صل علی محمد النبی علیه السلام (سنن بیہقی، باب الاستلام فی الزحام، ج خامس،ص ۱۳۱،نمبر ۹۲۶۶)اس اثر میں ہے کہ حجر اسود کے سامنے سے گزرے تو تکبیر کہے اور دعا کرے اور حضورؐ پر درود پڑھے۔

ترجمه : (۱۳۱۴) پھر اپنی داہنی جانب سے یعنی جو حصہ بیت اللہ کے دروازے سے ملا ہے طواف کر۔

تشریح: حجر اسود کے بعد دائیں جانب بیت اللہ کا دروازہ آتا ہے اس جانب سے طواف شروع کرے، بائیں جانب نہ جائے

وجه: (۱)حدیث یہ ہے۔ عن جابر قال لما قدم رسول اللہ مکة دخل المسجد فاستلم الحجر ثم مضی علی

(۱۳۱۵) مضطجعا وهو ان تجعل الرداء تحت الابط الایمن وتلقی طرفیه علی الایسر
(۱۳۱۶)سبعة اشواط داعیا فیها بما شئتَ وطُف وراء الحطیم

یمینه فرمل ثلاثا ومشی اربعا. (نسائی شریف، باب کیف یطوف اول مایقدم وعلی ای شقیه یأ خذ، ج ثانی ،ص ۳۰، نمبر۲۹۴۲)
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حجر اسود کی دائیں جانب سے طواف شروع کرے۔

ترجمہ : (۱۳۱۵)اضطباع کے ساتھ، اور وہ یہ ہے کہ چادر کو دائیں بغل کے نیچے کرے اور دونوں کناروں کو بائیں مونڈھے پر ڈال دے۔

تشریح : یہ طواف قدوم ہے، اس میں رمل کرنا ہے، اس لئے اس میں اضطباع کرے، اور اضطباع یہ ہے کہ احرام کی چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے نکالے اور دونوں کناروں کو بائیں مونڈھے پر ڈال دے، یہ اضطباع ہے۔

وجہ :(۲) اضطباع کرنے کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ واصحابه اعتمروا من الجعرانة فرملوا بالبیت وجعلوا اردیتهم تحت اباطهم قد قذفوها علی عواتقهم الیسری . (ابوداؤد شریف، باب الاضطباع فی الطّواف ص ۲۶۶ نمبر۱۸۸۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف شروع کرنے سے پہلے اپنی چادر کا اضطباع کرے۔۔ابط: بغل۔

ترجمہ : (۱۳۱۶) طواف سات چکر ہے، اس میں جو چاہے دعا کرئے۔اور حطیم کے باہر سے طواف کرے۔

تشریح طواف سات چکر کرے، اور چونکہ حطیم بیت اللہ کا حصہ ہے اس لئے اس کے باہر سے طواف کرے، اس کو چھوڑے نہیں

وجہ : (۱) سات شوط طواف کرنے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابن عمر قال سعی النبی ﷺ ثلثة اشواط ومشی اربعة فی الحج والعمرة ۔(بخاری شریف، باب الرمل فی الحج والعمرۃ ص ۲۱۸ نمبر۱۶۰۳/ابوداؤد شریف، باب فی الرمل ص ۲۶۶ نمبر۱۸۸۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف میں سات مرتبہ بیت اللہ کے چاروں طرف چکر لگائے جس کو سات شوط کہتے ہیں۔(۲) اور حطیم کے پیچھے سے طواف کرنے کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن عائشة قالت سألت رسول الله عن الجدر ؟ أمن البیت هو ؟ قال : نعم قلت فلم لم یدخلوه البیت ؟ قال ان قومک قصرت بهم النفقة قلت فما شأن بابه مرتفع ؟ قال فعل ذالک قومک لیدخلوا من شآؤا و یمنعوا من شآؤا و لولا أن قومک حدیث عهدهم فی الجاهلیة فأخاف أن تنکر قلوبهم لنظرت أن ادخل الجدر فی البیت ، و ان الزق بابه بالارض (مسلم شریف، باب جدر الکعبة وبابها،ص ۵۶۳ ،نمبر۱۳۳۳/۳۲۴۹) اس حدیث میں ہے کہ خرچ کی کمی کی وجہ سے قریش نے حطیم کو بیت اللہ میں داخل نہیں کیا ورنہ وہ بیت اللہ میں داخل ہے، اس لئے اس کے پیچھے سے طواف کرے۔(۲) اس حدیث میں بھی ہے۔ عن عائشة

(۱۳۱۷)وان اردتَ ان تسعٰی بین الصفا والمروة عقب الطواف فارملْ فی الثلاثة الاشواط الاول وهو المشی بسرعة مع هزّ الکتفین کالمبارز یتبختر بین الصفّین

قالت کنت احب ان ادخل البیت فاصلی فیه فاخذ رسول الله ﷺ بیدی فادخلنی الحجر وقال صلی فی الحجر ان اردت دخول البیت فانما هو قطعة من البیت ولکن قومک استقصروہ حین بنوا الکعبة فاخرجوہ من البیت. (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الصلوۃ فی الحجر ص ۱۷۷ نمبر ۸۷۶/ ابوداؤد شریف، باب الصلوۃ فی الحجر ص ۲۸۴ نمبر ۲۰۲۸/ مسلم شریف، باب جدر الکعبۃ و بابھا، ص ۵۶۳، نمبر ۳۲۴۹/۱۳۳۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حطیم جس کو حجر بھی کہتے ہیں بیت اللہ کا حصہ ہے۔(۳) طواف میں یہ دعا پڑھے تو اچھا ہے۔عن عبد الله بن السائب قال سمعت رسول الله ﷺ یقول بین الرکنین ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار ۔(آیت ۱۰۲، سورۃ البقرۃ ۲)۔(ابوداؤد شریف، باب الدعا فی الطّواف، ص ۲۷۶، نمبر ۱۸۹۲)

ترجمہ : (۱۳۱۷) اگر طواف کے بعد صفا و مروہ کی سعی کا ارادہ ہو تو طواف کے پہلے تین چکر میں رمل کر، اور رمل یہ ہے کہ تیزی کے ساتھ مونڈھے ہلاتے ہوئے چلنا، جیسا کہ (جنگ کے میدان میں) صفوں کے درمیان اکڑ کر چلتا ہے۔

تشریح : جس طواف کے بعد سعی کرنی ہے، چاہے حج میں ہو یا عمرے میں تو اس کے پہلے تین شوط میں رمل کرے، رمل کا مطلب یہ ہے کہ مونڈھے ہلاتے ہوئے تیزی کے ساتھ اکڑ کر چلے جس طرح جنگ کے صفوں کے درمیان بہادر مجاہد اکڑ کر چلتا ہے۔

وجہ : (۱) مشرکین مکہ نے صحابہ کے بارے میں کہا تھا کہ یہ لوگ مدینے میں کمزور ہو گئے تو حضورؐ نے طاقت دکھلانے کے لئے اکڑ کر چلنے کے لئے فرمایا تھا، وہ حکم آج بھی باقی ہے۔ عن ابن عباس قال قدم رسول الله واصحابه فقال المشرکون انه یقدم علیکم وفد وهنهم حمی یثرب فامرهم النبی ﷺ ان یرملوا الاشواط الثلثة وان یمشوا ما بین الرکنین. (بخاری شریف، باب کیف کان بدء الرمل ص ۲۱۸ نمبر ۱۶۰۲/ ابوداؤد شریف، باب فی الرمل ص ۲۶۶ نمبر ۱۸۸۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کس طرح رمل کی ابتدا ہوئی۔(۲) رمل کرنے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابن عمر قال سعی النبی ﷺ ثلثة اشواط ومشی اربعة فی الحج والعمرة ۔(بخاری شریف، باب الرمل فی الحج والعمرۃ، ص ۲۱۸، نمبر ۱۶۰۴/ ابو داؤد شریف، باب فی الرمل ص ۲۶۶ نمبر ۱۸۸۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف کے پہلے تین شوط میں رمل کرے (۳) عن سالم عن ابیہؓ قال رأیت رسول الله ﷺ حین یقدم مکة اذا استلم الرکن الاسود أول ما یطوف یخب ثلاثة أطواف من السبع (بخاری شریف، باب استلام الحجر الاسود حین یقدم مکۃ أول ما یطوف و یرمل ثلاثا، ص ۲۶۰ نمبر ۱۶۰۳/ مسلم شریف، باب استحباب الرمل فی الطّواف فی العمرۃ وفی الطّواف الاول فی الحج، ص ۵۳۳، نمبر ۳۰۴۹/۱۲۶۱) اس حدیث میں ہے کہ پہلی مرتبہ کے طواف میں پہلے تین چکر میں اکڑ کر چلے اور باقی چار میں اپنی ہیئت پر چلے۔

(۱۳۱۸)فان زحمه الناس وقف فاذا وجد فرجة رمل لا بد له منه فيقف حتى يقيمه على الوجه المسنون بخلاف استلام الحجر الاسود لان له بدلا وهو استقباله(۱۳۱۹) و يستلم الحجر كلّما مرّ

لغت : رمل :اکڑ کر چلنا۔اشواط:شوط کی جمع ہے،طواف کے ایک چکر کوایک شوط کہتے ہیں۔ ھز:حرکت دینا۔مبارز: برز سے مشتق ہے، باہر نکلنا، جنگ میں مقابلے کے لئے دعوت دینے والا۔یتبختر :بختر سے مشتق ہے،متکبرانہ چال سے چلنا۔ زحم: بھیڑ ۔فرجۃ:کشادگی،راستہ۔

ترجمه : (۱۳۱۸)اگر لوگوں کا ہجوم ہوتو رک جائے پس جب کشادگی ملے تو رمل کرے جو اس کے لئے ضروری ہے،اس لئے ٹھہر جائے تاکہ مسنون طریقے پر ادا کر سکے،بخلاف حجر اسود چومنے کے اس لئے کہ اس کا بدل استقبال کرنا موجود ہے۔

تشریح :رمل کر رہا تھا کہ بھیڑ آ گئی تو وہیں ٹھہر جائے تاکہ بھیڑ کم ہو جائے تو مسنون طریقے پر رمل کرے،مصنف فرماتے ہیں کہ بغیر رمل کے آگے نہ بڑھے، کیونکہ رمل ضروری ہے اور اس کا کوئی بدل بھی نہیں ہے اس لئے ابھی رکے اور بھیڑ کم ہونے پر مسنون طریقے پر رمل کرتے ہوئے طواف پورا کرے۔اس کے برخلاف حجر اسود کو بوسہ نہ دے سکے تو آگے بڑھتا چلا جائے کیونکہ اس کا بدل یہ ہے کہ دور سے حجر اسود کا استقبال کرے اور ہاتھ سے اشارہ کرے اور اس کو چوم لے۔آج کل حج کے موقع پر بہت بھیڑ ہوتی ہے اور دن رات بھیڑ رہتی ہے،اس لئے جتنا اکڑ کر چل سکے چلے باقی میں اپنی ہیئت پر چل کر طواف پورا کرلے۔

وجه :(۱)و قال عطاء فيمن يطوف فتقام الصلاة او يدفع عن مكانه اذا سلم يرجع الى حيث قطع عليه فيبنى . و يذكر نحوه عن ابن عمر و عبد الرحمن بن ابى بكر ۔(بخاری شریف،باب اذا وقف فی الطّواف،ص۲۶۳، نمبر۱۶۲۳)اس قول تابعی میں ہے کہ درمیان میں کوئی انقطاع پیش آجائے تو دوبارہ بنا کرے۔(۲)ایسی بھیڑ ہو کہ ختم ہی نہیں ہو پا رہی ہو تو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے قول پر عمل کرلے،انہوں نے فرمایا کہ رمل سنت نہیں ہے مستحب ہے اس لئے مجبوری کے وقت اس پر عمل کرلے۔اثر یہ ہے. عن ابى طفيل قال قلت لابن عباس يزعم قومك أن رسول الله ﷺ قد رمل بالبيت و أن ذالك سنة ؟ قال صدقوا و كذبوا قلت و ما صدقوا و ما كذبوا ؟ قال صدقوا قد رمل رسول الله ﷺ و كذبوا، ليس بسنة ۔(ابوداؤد شریف،باب فی الرمل،ص ۲۷۵،نمبر ۱۸۸۵)اس حدیث میں ہے کہ رمل سنت نہیں ہے۔(۳)ان ابن عباسؓ و على بن حسين كانا لا يرملان . (مصنف ابن ابی شیبۃ،باب من رخص فی ترک الرمل،ج ثالث،ص ۲۶۵،نمبر ۱۴۱۶۰)اس اثر میں ہے کہ رمل واجب نہیں ہے اس لئے گنجائش نہ ہو تو اس پر عمل کرلے۔

ترجمه : (۱۳۱۹)اور حجر اسود کا استلام کرے جب بھی اس کے پاس سے گذرے۔اور استلام کے ساتھ ہی طواف پورا کرے،۔

تشریح : ہر طواف میں جب جب بھی حجر اسود کے سامنے سے گزرے اور موقع ملے تو اس کو چھوئے،اور بھیڑ کی وجہ سے چھونے کا موقع نہ ہو تو ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کرے اور ہاتھ کو چوم لے۔اور حجر اسود پر ہی آ کر آخری طواف ختم کرے،تو گویا کہ حجر

بہ ویختم الطواف بہ (١٣٢٠)وبرکعتین فی مقام ابراھیم علیہ السلام او حیث تیسّر من المسجد(١٣٢١) ثم دعا فاستلم الحجر

اسود سے طواف شروع ہوا اور حجر اسود پر ہی آکر ختم ہوا، اور اس وقت بھی موقع ہو تو حجر اسود کو چومے اور موقع نہ ہو تو ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کرکے ہاتھ کو چوم لے۔

وجہ : (١) جب جب حجر اسود کے پاس سے گزرے تو اگر چوم سکے تو اس کو چومے، اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن ابن عمر قال کان رسول اللہ ﷺ لا یدع ان یستلم الرکن الیمانی والحجر فی کل طوافہ قال وکان عبد اللہ بن عمر یفعلہ** (ابوداؤد شریف، باب استلام الارکان ص ٢٦٥ نمبر ١٨٧٦ / بخاری شریف، باب تقبیل الحجر، ص ٢٦١، نمبر ١٦١١) اس حدیث میں ہے کہ جب جب حجر اسود کے پاس سے گزرے تو اس کو چومے (٢) اور نہ چوم سکے تو ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کرے اور تکبیر کہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن ابن عباس قال طاف النبی ﷺ بالبیت علی بعیر کلما اتی الرکن اشار الیہ بشیء عندہ و کبر.** (بخاری شریف، باب من اشار الی الرکن اذا اتی الیہ ص ٢١٩ نمبر ١٦١٣)

ترجمہ : (١٣٢٠) دو رکعت پڑھے مقام ابراہیم میں یا مسجد حرام میں جہاں آسان ہو۔

تشریح : ساتوں طواف ختم کرنے کے بعد اگر مقام ابراہیم کے پاس جگہ ہو تو وہاں نماز پڑھے، اور وہاں جگہ نہ ہو تو قریب میں مسجد حرام میں جہاں جگہ ملے وہاں طواف کی دو رکعت نماز پڑھے۔

وجہ: (١) **سمعت ابن عمر یقول قدم النبی ﷺ فطاف بالبیت سبعا وصلی خلف المقام رکعتین ثم خرج الی الصفا.** (بخاری شریف باب من صلی رکعتی الطّواف خلف المقام، ص ٢٢٠ نمبر ١٦٢٧ / ابن ماجۃ شریف، باب الرکعتین بعد الطّواف، ص ٤٢٨، نمبر ٢٩٥٨) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف کے سات شوط کے بعد مقام ابراہیم پر آئے اور دو رکعت طواف کی پڑھے۔ (٢) اس آیت میں ہے۔ **واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی.** (آیت ١٢٥ سورۃ البقرۃ ٢) اس آیت میں حکم ہے کہ مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھی جائے۔ یہ دو رکعت واجب ہے۔ (٣) اس کی دلیل حضور کی مواظبت ہے۔ اثر میں ہے۔ **قلت للزھری ان عطاء یقول تجزئہ المکتوبۃ من رکعتی الطواف فقال السنۃ افضل لم یطف النبی ﷺ اسبوعا قط الا صلی رکعتین.** (بخاری شریف، باب صلی النبی ﷺ لسبوعہ رکعتین، ص ٢٢٠، نمبر ١٦٢٣) اس حدیث میں ہے کہ جب جب آپ نے طواف کے سات شوط پورے کئے تو آپ نے دو رکعت طواف پڑھی۔ اس ہیشگی کی وجہ سے رکعت طواف حنفیہ کے نزدیک واجب ہے۔

ترجمہ : (١٣٢١) پھر لوٹ کر حجر اسود کا استلام کرے۔

تشریح : مقام ابراہیم پر نماز پڑھنے کے بعد اگر ہو سکے تو دوبارہ حجر اسود کو چومے۔

(۱۳۲۲) وھذا طواف القدوم وھو سنة للآفاقی (۱۳۲۳) ثم تخرج الی الصفا فتصعد وتقوم علیھا

وجه: (۱) عن عبد الرحمن بن صفوان ... فرایت النبی ﷺ قد خرج من الکعبة ھو واصحابه قد استلموا البیت من الباب الی الحطیم وقد وضعوا خدودھم علی البیت ورسول الله ﷺ وسطھم. (ابوداود شریف، باب الملتزم، ص۲۷۶، نمبر ۱۸۹۸/سنن للبیھقی، باب الملتزم، ج خامس، ص۱۵۰، نمبر ۹۳۳۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخر میں بھی بیت اللہ کو چومنا چاہئے۔

ترجمه: (۱۳۲۲) یہ طواف قدوم ہے، یہ آفاقی کے لئے سنت ہے۔

تشریح: مکہ مکرمہ سے باہر سے آنے والوں کو آفاقی، کہتے ہیں، چونکہ وہ باہر سے آتے ہیں اس لئے تحیۃ المسجد کی طرح طواف قدوم سنت ہے۔

وجه: (۱) یہ طواف واجب نہیں ہے سنت ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ سأل رجل ابن عمرؓ أطوف بالبیت و قد احرمت بالحج؟ ..... ثم قال رأینا رسول الله ﷺ أحرم بالحج و طاف بالبیت و سعی بین الصفا و المروة، فسنة الله و سنة رسوله أحق أن یتبع من سنة فلان ان کنت صادقا؟. (مسلم شریف، باب استحباب طواف القدوم للحاج والسعی بعدہ، ص۴۰۵، نمبر ۱۲۳۳/۲۹۹۸) اس حدیث میں ہے کہ طواف قدوم سنت ہے، واجب نہیں۔

ترجمه: (۱۳۲۳) پھر صفا کی طرف نکلے اس پر چڑھ کر کھڑا ہو یہاں تک کہ بیت اللہ نظر آئے، تکبیر، تہلیل، تلبیہ، کہتے ہوئے، درود شریف پڑھتے ہوئے، ہاتھ اٹھا کر دعا کے ساتھ استقبال کرے۔

تشریح: پھر صفا پہاڑی کی طرف جائے، اس پر اس طرح کھڑا ہو کہ بیت اللہ نظر آئے، [آج کل سامنے دیوار حائل ہے اس لئے بیت اللہ نظر نہیں آتا، البتہ اس طرح کھڑا ہو کہ دیوار نہ ہو تو بیت اللہ نظر آجائے] بیت اللہ کا استقبال کرے، تکبیر پڑھے، لا الہ الا اللہ پڑھے، تلبیہ پڑھے، درود شریف پڑھے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرے۔

وجه: (۱) حدیث یہ ہے۔ قال دخلنا علی جابر بن عبد الله ... ثم خرج من الباب الی الصفا فلما دنی من الصفا قرء ((ان الصفا والمروة من شعائر الله)) نبدأ بما بدء الله به فبدأ بالصفا فرقی علیه حتی رای البیت فاستقبل القبلة فوحد الله وکبره وقال لا اله الا الله وحده لا شریک له له الملک وله الحمد وھو علی کل شیء قدیر لا اله الا الله وحده انجز وعده ونصر عبده وھزم الاحزاب وحده ثم دعا بین ذلک قال مثل ھذا ثلاث مرات ثم نزل الی المروة. (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ، ص۵۱۳، نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ ص۲۷۷، نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صفا پہاڑی پر آکر تکبیر و تہلیل کرے اور دعائیں کرے (۲) اس کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے۔ ان الصفا و المروة من شعائر الله فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیه ان

حتی تری البیت فیستقبله مکبّرا مهلّلا ملبّیا مصلّیا داعیا وترفع یدیک مبسوطتین(۱۳۲۴) ثم تهبط نحو المروۃ علی هینة فاذا وصل بطن الوادی سعیٰ بین المیلین الاخضرین سعیا حثیثا فاذا تجاوز

یطوف بھما (آیت ۱۵۸، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا چاہئے۔ (۳) صفا پر اتنا چڑھے کہ بیت اللہ نظر آنے لگے، چنانچہ بیت اللہ کی طرف استقبال کر کے دعائیں پڑھے۔ حدیث میں ہے۔ حدثنا جابر ان رسول اللہ رقی علی الصفا حتی اذا نظر الی البیت کبر (نسائی شریف، باب موضع القیام علی الصفا ج ثانی ص ۴۰۹، نمبر ۲۹۷۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صفا پر اتنا چڑھے کہ بیت اللہ نظر آنے لگے پھر تکبیر وغیرہ کہے۔ (۴) ہاتھ اٹھائے اس کے لئے یہ قول صحابی ہے۔ عن ابن عباس قال : لا ترفع الأیدی الا فی سبع مواطن : [اذا قام الی الصلوۃ [۲] و اذا رأی البیت [۳] و علی الصفا [۴] و المروۃ [۵] و فی عرفات [۶] و فی جمع [۷] و عند الجمار۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۵ من کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود، ج اول، ص ۲۱۴، نمبر ۲۴۵۰ رسنن بیہقی، باب رفع الیدین اذا رأی البیت، ج خامس، ص ۱۱۷، نمبر ۹۲۱۰) اس اثر میں ہے کہ صفا اور مروہ پر چڑھے تو ہاتھ اٹھائے، اور دعا کرے۔

ترجمہ : (۱۳۲۴) پھر مروہ کی طرف اطمینان سے چلے، جب بطن وادی کے پاس پہنچے تو میلین اخضرین کے درمیان میں تیزی سے دوڑے، جب بطن وادی سے گذر جائے تو پھر اطمینان سے چلے، یہاں تک کہ مروہ پر آئے، اور اس پر چڑھے۔

تشریح : صفا پر دعا وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد مروہ پہاڑی کی طرف چلے اور اور جس طرح وہ عام حالت میں چلتا ہے اسی طرح اطمینان سے چلے، لیکن جب میلین اخضرین کے پاس پہنچے تو تیزی سے دوڑے، کیونکہ حضرت ہاجرہ علیہ السلام یہاں دوڑیں تھیں، پھر جب میلین اخضرین سے گزر جائے تو اطمینان سے چلے، یہاں تک کہ مروہ پہاڑی پر چڑھ جائے۔

وجہ : (۱) اس حدیث میں ہے۔ قال دخلنا علی جابر بن عبد اللہ ... قال مثل ھذا ثلاث مرات ثم نزل الی المروۃ. حتی اذا انصبت قدماہ فی بطن الوادی سعیٰ حتی اذا صعدتا مشی حتی أتی المروۃ ففعل علی المروۃ کما فعل علی الصفا. (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ، ص ۵۱۳، نمبر ۱۲۱۸ / ۲۹۵۰ رابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ ص ۲۷۷، نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بطن وادی میں تیز قدم چلے اور باقی مقامات پر اپنی حالت پر چلے۔ اور تکبیر، تہلیل اور دعا ایسا ہی کرے جیسا کہ صفا پر کی تھی۔

لغت : تھبط : ھبط سے مشتق ہے، نیچے اترنا۔ ھینۃ : وقار کے ساتھ چلنا، اپنی ہیئت پر چلنا۔ بطن الوادی : وادی کہتے ہیں نشیبی زمین کو بطن الوادی کا ترجمہ ہے وادی کا پیٹ، یہاں مراد ہے وادی کے درمیان کا حصہ، صفا اور مروہ پہاڑی کے درمیان وادی تھی، اور اس وادی کے درمیان میں دو ہرے رنگ کے کھمبے لگے ہوئے ہیں جسکو میلین اخضرین، کہتے ہیں ان میلین اخضرین کے درمیان تھوڑی تیزی سے چلے یہ سنت ہے۔ حثیثا : تیز دوڑنا۔

بطن الوادی مشی علی هینة حتی یأتی المروة فیصعد علیها (۱۳۲۵)ویفعل کما فعل علی الصفا یستقبل البیت مکبّرا مهلّلا مُلبّیا مصلّیا داعیا باسطا یدیه نحو السماء وھذا شوط(۱۳۲٦) ثم یعود قاصدا الی الصفافاذا وصل الی المیلین الاخضرین سعیٰ ثم مشی علی ھینة حتی یأتی الصفا فیصعد

ترجمه : (۱۳۲۵)اور وہی کام کرے جو صفا پر کیا، بیت اللہ کا استقبال کرے، تکبیر، تہلیل، تلبیہ، درود، ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر دعا مانگے، یہ ایک چکر ہوا۔

تشریح : مروہ پر چڑھنے کے بعد جو کام صفا پر کیا تھا وہی کام مروہ پر بھی کرے مثلا اس پر اس طرح کھڑا ہو کہ بیت اللہ نظر آئے، [آج کل سامنے دیوار حائل ہے اس لئے بیت اللہ نظر نہیں آتا، البتہ اس طرح کھڑا ہو کہ دیوار نہ ہو تو بیت اللہ نظر آجائے] بیت اللہ کا استقبال کرے، تکبیر پڑھے، لا الہ الا اللہ پڑھے، تلبیہ پڑھے، درود شریف پڑھے اور دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کرے۔صفا سے مروہ پر آیا تو ایک شوط ہو گیا، اور پھر مروہ سے صفا پر جائے گا دوسرا شوط [دوسرا چکر] ہو جائے گا۔

وجه : (۱)اوپر یہ حدیث گزر گئی ۔**قال دخلنا علی جابر بن عبد الله ... حتی أتی المروة ففعل علی المروة کما فعل علی الصفا.** (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ ص۵۱۳، نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ ص ۲۷۷، نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تکبیر، تہلیل اور دعا ایسا ہی کرے جیسا کہ صفا پر کی تھی۔

ترجمه : (۱۳۲٦) پھر صفا کا قصد کرتے ہوئے لوٹے، جب میلین اخضرین کے پاس آئے تو دوڑے پھر اطمینان سے چلے یہاں تک کہ صفا پر آجائے، پھر اس پر چڑھے اور جیسا پہلے کیا تھا ایسا ہی کرے، یہ دوسرا چکر ہے۔

تشریح : مروہ سے فارغ ہونے کے بعد صفا کی طرف اطمینان سے چلے اور جب میلین اخضرین میں پہنچے تو دوڑے، اور اس سے پار ہو تو پھر اطمینان سے چلے اور صفا پر آجائے، اور جس طرح پہلے صفا پر تکبیر، تہلیل درود شریف اور دعا کی تھی اسی طرح کرے۔یہ دوسرا چکر ہو گیا۔بعض حضرات کے یہاں صفا سے مروہ اور مروہ سے پھر صفا پر آئے تب ایک چکر پورا ہوتا ہے، لیکن ہمارے یہاں مروہ پر ایک چکر پورا ہوا اور صفا پر دوسرا چکر پورا ہو گیا۔

وجه: (۱) **قال سمعت عبد الله بن ابی أوفی بهذا الحدیث زاد : ثم اتی الصفا والمروة فسعی بینهما سبعا ثم حلق رأسه .** (ابوداؤد شریف، باب امر الصفا والمروۃ ص ۲٦۸ نمبر ۱۹۰۳)اس حدیث میں ہے کہ صفا مروہ کے درمیان سات شوط سعی کی۔(۲) **فقال ابن عمر قدم رسول الله فطاف بالبیت سبعا وصلی خلف المقام رکعتین وطاف بین الصفا والمروة سبعا وقد کان لکم فی رسول الله ﷺ اسوة حسنة** (سنن للبیھقی، باب وجوب الطّواف بین الصفا والمروۃ وان غیرہ لایجزی عنہ، ج خامس ص ۱۵۸، نمبر ۹۳٦۳)اس حدیث میں ہے کہ صفا اور مروہ کے درمیان سات شوط کئے ، اور

علیها ویفعل کما فعل اوّلا وهذا شوط ثان(۱۳۲۷) فیطوف سبعة اشواط یبدأ بالصفا ویختم بالمروة ویسعی فی بطن الوادی فی کل شوط منها(۱۳۲۸) ثم یقیم بمکة محرما ویطوف بالبیت کلّما بدا

یہ بھی معلوم ہوا کہ صفا سے مروہ تک میں ایک شوط پورا ہوجاتا ہے۔

ترجمہ : (۱۳۲۷) سات چکر پورے کرے کہ صفا سے شروع کرے اور مروہ پر ختم کرے اور ہر چکر میں بطن وادی کے درمیان دوڑے۔

تشریح : صفا سے شروع کرے اور مروہ پر ایک چکر پورا ہوجائے تو سات چکر میں مروہ پر جا کر پورے ہوجاتے ہیں، واپس صفا نہیں آنا پڑتا، اس لئے مصنف فرماتے ہیں کہ مروہ پر ساتواں چکر پورا کرے۔ اور اگر صفا سے چلکر واپس صفا پر ایک چکر مانتے ہیں تو سات چکر صفا پر آ کر پورے ہوں گے، مصنف فرماتے ہیں یہ نہ کریں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ ہر چکر میں میلین اخضرین میں تیزی سے دوڑے، یہ سنت ہے۔ دلیل اوپر گزر گئی۔

ترجمہ : (۱۳۲۸) پھر مکہ مکرمہ میں احرام کی حالت میں ٹھہرا رہے، اور جب جب ہو سکے بیت اللہ کا طواف کرتا رہے، یہ آفاقی کے لئے نفلی نماز سے افضل ہے۔

تشریح : چونکہ یہ مفرد بالحج ہے اس لئے اس کا احرام باقی ہے، اس لئے احرام کی حالت میں مکہ مکرمہ میں ٹھہرا رہے۔ اور جتنا ہو سکے طواف کرتا رہے، کیونکہ اپنا ملک جانے کے بعد یہ طواف نہیں کر سکے گا اس لئے یہ نفلی نماز سے بہتر ہے۔

وجہ : (۱) دلیل یہ حدیث ہے۔ عن عائشة انها قالت خرجنا مع رسول الله عام حجة الوداع فمنا من اهل بعمرة ومنا من اهل بحج وعمرة ومنا من اهل بالحج، واهل رسول الله ﷺ بالحج واما من اهل بالحج او جمع الحج والعمرة لم یحلوا حتی کان یوم النحر (بخاری شریف، باب التمتع والقران والافراد بالحج وفسخ الحج لمن لم یکن معہ ھدی، ص ۲۵۴، نمبر ۱۵۶۲ / ابوداود شریف، باب القران، ص ۲۶۵، نمبر ۱۸۰۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس نے حج کا احرام باندھا یا قران کا احرام باندھا وہ طواف قدوم کے بعد احرام نہیں کھولے گا۔ بلکہ مکہ مکرمہ میں محرم ہو کر ٹھہرے گا۔ (۲) طواف زیادہ افضل ہے اس کے لئے یہ قول تابعی ہے۔ کنت اسمع عطاء یسأله الغرباء، الطواف افضل لنا ام الصلاة ؟ فیقول اما لکم فالطواف افضل، انکم لا تقدرون علی الطواف بارضکم، و انتم تقدرون هناک علی الصلاة ۔ (مصنف عبدالرزاق، باب الطّواف افضل ام الصلاة، ج خامس، ص ۵۳، نمبر ۹۰۹۰) اس قول تابعی میں ہے کہ آفاقی کے لئے طواف افضل ہے، کیونکہ اپنے ملکوں میں نہیں ہو سکتا۔ (۳) اس حدیث میں ہے۔ عن ابن عباس قال قال رسول الله من طاف بالبیت خمسین مرة خرج من ذنوبه کیوم ولدته امه. (ترمذی شریف، باب ماجاء فی فضل الطّواف، ص ۱۷۵، نمبر ۸۶۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف کا ثواب بہت ہے اس لئے زیادہ سے زیادہ طواف کرتا رہے۔

له وهو افضل من الصلوة نفلا للآفاقی(١٣٢٩) فاذا صلّی الفجر بمکة ثامن ذی الحجة تأهّب للخروج الی منٰی فیخرج منها بعد طلوع الشمس و یستحب ان یصلی الظهر بمنٰی(١٣٣٠) ولا یترک التلبیة فی احواله کلّها الا فی الطواف(١٣٣١) ویمکث بمنٰی الی ان یصلی الفجر بها بغلس

ترجمه : (۱۳۲۹) پھر جب آٹھویں تاریخ کو مکہ میں نماز فجر پڑھے تو منی کی طرف چلنے کی تیاری کرے، اور مکہ مکرمہ سے سورج طلوع ہونے کے بعد نکلے، اور مستحب ہے کہ نماز ظہر منی میں پڑھے۔

تشریح : آٹھویں ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ میں فجر کی نماز پڑھے اور سورج نکلنے کے بعد منی کی طرف چلے اور ظہر کی نماز منی میں پڑھے۔

وجہ: (۱) حدیث یہ ہے۔ دخلنا علی جابر بن عبد الله فسال عن القوم حتی انتهی الی ... فلما کان یوم التروية توجهوا الی منی فاهلوا بالحج ورکب رسول الله فصلی بها الظهر و العصر و المغرب و العشاء و الفجر. (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ ص ۵۱۵، نمبر ۱۲۱۸/ ۲۹۵۰/ ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ، ص ۲۷۸، نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آٹھویں ذی الحجہ کو منیٰ آئے، اور ظہر کی نماز منی میں پڑھے۔

ترجمه : (۱۳۳۰) اور ان تمام حالتوں میں سوائے طواف کے تلبیہ ترک نہ کرے۔

تشریح : طواف کے وقت تلبیہ نہ پڑھے باقی تمام حالتوں میں تلبیہ زیادہ سے زیادہ پڑھے۔

وجہ : (۱) عن الفضل بن عباس ان رسول الله ﷺ لبی حتی رمی جمرة العقبة۔ (ابوداود شریف، باب متی یقطع التلبیۃ؟ ص ۲۶۷، نمبر ۱۸۱۵) اس حدیث میں ہے کہ جمرہ عقبہ تک تلبیہ پڑھے۔ (۲) عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال یلبی المعتمر حتی یستلم الحجر ۔ (ابوداود شریف، باب متی یقطع المعتمر التلبیۃ؟ ص ۲۶۷، نمبر ۱۸۱۷) اس حدیث میں ہے کہ حجر اسود کے چھونے تک یعنی طواف شروع کرتے وقت تک تلبیہ پڑھے۔

ترجمه : (۱۳۳۱) اور منی میں ٹھہرا رہے یہاں تک کہ (۹ رذی الحجہ) کی نماز فجر اندھیرے میں پڑھے۔ اور مسجد خیف کے قریب اترے۔

تشریح : منی دو میل کے اندر پھیلا ہوا ہے، اس لئے فرماتے ہیں کہ مسجد خیف کے پاس ٹھہرنا زیادہ بہتر ہے، تا کہ کنکری مارنا آسان ہو جائے۔ مسجد خیف جمرات کے قریب ہے، اور یہاں پانچ نمازیں پڑھے، ظہر، عصر، مغرب، عشاء، اور ۹ رذی الحجہ کی فجر، اس کے بعد سورج نکلنے کے بعد عرفات جانے کی تیاری کرے۔

وجہ: (۱) حدیث یہ ہے۔ دخلنا علی جابر بن عبد الله فسال عن القوم حتی انتهی الی ... فلما کان یوم التروية توجهوا الی منی فاهلوا بالحج ورکب رسول الله فصلی بها الظهر و العصر و المغرب و العشاء و

وينزل بقرب مسجد الخيف (۱۳۳۲)ثم بعد طلوع الشمس يذهب الى عرفات فيقيم بها فاذا زالت الشمس يأتي مسجد نمرة(۱۳۳۳) فيصلي مع الامام الاعظم او نائبه الظهر والعصر بعد ما يخطب

الفجر. (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ ص ۵۱۵، نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ ابو داؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ ص ۲۷۸، نمبر ۱۹۰۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آٹھویں ذی الحجہ کو منیٰ آئے، اور ظہر سے لیکر فجر تک کی نمازیں منی میں پڑھے۔

ترجمہ : (۱۳۳۲)۔ پھر سورج طلوع ہونے کے بعد عرفات کی طرف جائے، اور وہیں قیام کرے۔ پس جب سورج ڈھل جائے تو مسجد نمرہ آئے۔

تشریح : ۹/ ذی الحجہ کو جب سورج نکل جائے تو عرفات کی طرف جائے، اور وہاں ٹھہرا رہے اور جب سورج ڈھل جائے تو مسجد نمرہ آئے تا کہ امام حج کے ساتھ نماز پڑھ سکے۔

وجہ : (۱) اس حدیث میں ہے۔ دخلنا على جابر بن عبد الله فسال عن القوم حتى انتهى الى ... ،ثم مكث قليلا حتى طلعت الشمس وامر بقبة من شعر تضرب له بنمرة فسار رسول الله ولا تشك قريش الا انه واقف عند المشعر الحرام كما كانت قريش تصنع في الجاهلية فاجاز رسول الله حتى اتى عرفة فوجد القبة قد ضربت له بنمرة فنزل بها. (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ ص ۵۱۵، نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ ابو داؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ ص ۲۷۸، نمبر ۱۹۰۵)(۲) عن عائشة قالت كانت و من دان دينها يوقفون بالمزدلفة و كا نوا يسمون الحمس و كا ن سائر العرب يقفون بعرفة ، قالت فلما جاء الاسلام أمر الله تعالى نبيه ﷺ أن يأتي عرفات فيقف بها ثم يفيض منها فذالک قوله تعالى ﴿ثم افيضوا من حيث أفاض الناس﴾ (آیت ۱۹۹، سورۃ البقرۃ ۲) (ابوداود شریف (داؤد شریف، باب الوقوف بعرفۃ، ص ۲۸۰، نمبر ۱۹۱۰) اس حدیث میں ہے کہ قریش کے لوگ اور لوگوں سے الگ ہو کر مزدلفہ میں ٹھہرا کرتے تھے تو انکو اللہ نے حکم دیا کہ اور لوگوں کے ساتھ عرفہ میں ٹھہرا کریں، الگ تھلگ نہ ٹھہرا کریں۔(۳) اس حدیث میں بھی ہے۔ عن ابن عمر قال غدا رسول الله ﷺ من منى حين صلى الصبح صبيحة يوم عرفة حتى أتى عرفة فنزل بنمرة و هي منزل الامام . (داؤد شریف، باب الخروج الی عرفۃ، ص ۲۸۰، نمبر ۱۹۱۳) اس حدیث میں ہے کہ صبح کو عرفات کے لئے چلے اور مسجد نمرہ کے پاس ٹھہرے۔۔ جب منی سے عرفات پہنچتے ہیں تو میدان عرفات کے شروع ہی میں مسجد نمرہ ہے۔

ترجمہ : (۱۳۳۳)اور امام حج یا اس کے نائب کے ساتھ نماز ظہر وعصر پڑھے۔ اس کے بعد کہ امام دو خطبے پڑھے اور ان کے درمیان میں بیٹھے۔ اور دونوں فرضوں کو ایک اذان اور دو اقامتوں سے پڑھے۔

تشریح : مسجد نمرہ میں حج کا امام یا انکا نائب ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ پڑھائے، اور جمع بین الصلاتین کریں، دونوں

خطبتين يجلس بينهما ويصلي الفرضين باذان واقامتين(١٣٣٤) ولا يجمع بينهما الا بشرطين

نمازوں سے پہلے اذان دی جائے گی، اور دو اقامتیں کہی جائیں گی، ایک اقامت ظہر کی نماز کے لئے اور دوسری اقامت عصر کی نماز کے لئے۔ اور دونوں نمازوں سے پہلے جمعہ کی طرح دو خطبے ہوں، اور دونوں کے درمیان امام بیٹھے۔

وجه: (۱) حدیث میں ہے۔ دخلنا علی جابر بن عبد الله فسال عن القوم حتی انتهی الی .... حتی اذا زاغت الشمس امر بالقصواء فرحلت له فاتی بطن الوادی فخطب الناس وقال ان دمائکم واموالکم حرام علیکم....ثم اذن ثم اقام فصلی الظهر ثم اقام فصلی العصر و لم یفصل بینهما شیء . (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ ص ۵۱۵، نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ ابو داؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ، ص ۲۷۸، نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث میں ہے کہ نماز سے پہلے دو خطبے دئے، اور ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ پڑھائی، اور دونوں کے لئے ایک اذان کہی اور دو اقامت کہی۔ (۲) دو خطبے دینے کی دلیل یہ حدیث ہے، عن جابر فی حجة الاسلام قال فراح النبی ﷺ الی الموقف بعرفةفخطب الناس الخطبة الاولی ثم اذن بلال ثم أخذ النبی فی الخطبة الثانية ففرغ من الخطبة و بلال من الاذان ثم أقام بلال فصلی الظهر ثم أقام فصلی العصر ۔ (سنن بیہقی، باب الخطبۃ یوم عرفۃ بعد الزوال والجمع بین الظہر والعصر باذان واقامتین، ج خامس، ص ۱۸۵، نمبر ۹۴۵۵) اس حدیث میں دو خطبوں کا تذکرہ ہے۔

ترجمه : (۱۳۳۴) اور ان دونوں کو دو شرطوں احرام اور امامِ حج کے بغیر جمع نہ کرے۔

تشریح : امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے کہ تین شرطیں ہوں تو جمع بین الصلاتین کر سکتا ہے [۱] احرام کی حالت ہو [۲] میدان عرفات ہو [۳] اور امام حج نماز پڑھا رہے ہوں تو جمع بین الصلاتین کر سکتا ہے، ورنہ نہیں، کیونکہ آیت میں ہے کہ نماز اپنے وقت پر پڑھو اس لئے اس سے مقدم یا موخر اسی وقت کی جائے گی جب وہ شرائط پائی جائیں، جن شرائط کے ساتھ حضورؐ نے مقدم فرمایا تھا اور حضورؐ نے ان تین شرطوں کے ساتھ مقدم کیا ہے اس لئے یہ تین شرطیں ضروری ہیں۔

وجه: (۱) آیت میں ہے۔ ان الصلوة کانت علی المومنین کتابا موقوتا. (آیت ۱۰۳ سورۃ النساء ۴) آیت سے معلوم ہوا کہ ہر نماز اپنے اپنے وقت کے ساتھ متعین ہے اس لئے بغیر مضبوط دلیل کے نماز اپنے وقت سے مقدم و مؤخر نہیں ہو سکتی۔ (۲) جمع بین الصلاتین کا اصل مقصد ہے کہ دوبارہ امام کے ساتھ ملنا مشکل ہے اس لئے دونوں نمازیں ایک ساتھ پڑھ لیں، لیکن جو لوگ اپنے اپنے خیموں میں پڑھتے ہیں انکو ظہر کی نماز ظہر کے وقت میں اور عصر کی نماز عصر کے وقت میں پڑھنے میں کوئی دشواری نہیں ہے اس لئے انکے لئے جمع کرنے کی مجبوری نہیں ہے۔ (۳) عن ابراهیم قال : اذا صلیت فی رحلک بعرفة فصل کل واحدة منهما لوقتها و اجعل لکل واحدة منهما اذانا و اقامة ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الرجل یصلی بعرفۃ فی رحلہ ولا یشہد الصلوۃ مع الامام، ج ثالث، ص ۲۵۲، نمبر ۱۴۰۳۵) اس اثر میں ہے کہ اپنے کجاوے میں نماز پڑھے تو ہر نماز اپنے اپنے

الاحرام والامام الاعظم (۱۳۳۵) ولا يفصل بين الصلوتين بنافلة

وقت میں پڑھے۔(۴) اس حدیث میں ہے کہ حضور کے ساتھ یعنی امام کے ساتھ نماز پڑھی تب ہی جمع بین الصلوتین کی، حدیث یہ ہے۔ **قال دخلنا على جابر بن عبد الله ... ثم اذن ثم اقام فصلى الظهر ثم اقام فصلى العصر ولم يصل بينهما شيئا ثم ركب رسول الله حتى اتى الموقف.** (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ ص ۵۱۵، نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابو داؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ ص ۲۷۸، نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ امام کے ساتھ نماز پڑھے تب ہی جمع بین الصلوتین کر سکتا ہے۔

نوٹ: صاحبین فرماتے ہیں کہ جو لوگ امام سے الگ ہوکر اپنے کجاوے میں نماز پڑھے وہ لوگ بھی جمع بین الصلوتین کر سکتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ جمع بین الصلوتین اس لئے کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ وقوف عرفہ کر سکے، اور جو تنہا نماز پڑھتا ہے اس کو بھی زیادہ سے زیادہ وقوف عرفہ کی ضرورت پڑتی ہے اس لئے وہ بھی جمع بین الصلوتین کر سکتا ہے۔

وجہ : (۱) صاحبین فرماتے ہیں کہ حدیث میں عرفات میں جمع بین الصلوتین کا ذکر کثرت سے ہے اور بغیر کسی شرط کے ہے۔ اس لئے جو لوگ امام سے الگ نماز پڑھیں گے وہ بھی جمع بین الصلوتین کریں گے۔(۲) انکی دلیل یہ اثر ہے۔ **ان ابن عمر كان يجمع بينهما اذا فاته مع الامام يوم عرفة** (سنن للبیھقی، باب الخطبۃ یوم عرفۃ والجمع بین الظہر والعصر، ج خامس ص ۱۸۶، نمبر ۹۴۵۶/مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من جمع بین الظہر والعصر بعرفات، ج ثالث، ص ۲۸۸، نمبر ۱۴۴۰۶) اس اثر میں ہے کہ حضرت ابن عمر نے امام سے الگ ہو کر نماز پڑھی تب بھی جمع بین الصلوتین کی۔(۳) اس اثر میں ہے۔ **عن ابن عمر انه كان اذا فاتته الصلوة مع الامام بعرفة جمع بين الظهر و العصر فى رحله.** (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الرجل یصلی بعرفۃ فی رحلہ ولا یشہد الصلوۃ مع الامام، ج ثالث، ص ۲۵۲، نمبر ۱۴۰۳۴) اس اثر میں ہے کہ کجاوے میں بھی نماز پڑھے تو جمع کر سکتا ہے۔ آج کل ۳۳ لاکھ حاجی جمع ہوتے ہیں اس لئے صاحبینؒ کے مسلک پر عمل کر لیا تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ اور دوسرے مسلک والوں سے تو بالکل نہیں جھگڑنا چاہئے۔

ترجمہ : (۱۳۳۵) اور ان دونوں نمازوں کے درمیان نفل سے فاصلہ نہ کرے۔

تشریح : جو لوگ جمع بین الصلاتین کر رہے ہوں وہ ظہر اور عصر کے درمیان نفل نہ پڑھے۔

وجہ : (۱) **قال دخلنا على جابر بن عبد الله ... ثم اذن ثم اقام فصلى الظهر ثم اقام فصلى العصر ولم يصل بينهما شيئا ثم ركب رسول الله حتى اتى الموقف.** (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ ص ۵۱۵، نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابو داؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ ص ۲۷۸، نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث میں ہے کہ دونوں نمازوں کے درمیان کچھ نہیں پڑھی۔(۲) (۲) اس حدیث میں بھی ہے کہ درمیان میں نفل نہ پڑھے۔ **عن جعفر بن محمد عن ابيه أن النبى ﷺ صلى الظهر و**

(۱۳۳٦) وان لم یدرک الامام الاعظم صلّی کل واحدة فی وقتها المعتاد(۱۳۳۷) فاذا صلّی مع الامام یتوجّه الی الموقف وعرفات کلها موقف الا بطن عرنة (۱۳۳۸)ویغتسل بعد الزوال فی

العصر بأذان واحد بعرفة و لم یسبح بینهما و اقامتین و صلی المغرب و العشاء بجمع بأذان واحد و اقامتین و لم یسبح بینهما ۔(ابوداود شریف، باب صفة حجة النبی ﷺ ص ۲۸۰ نمبر ۱۹۰٦)اس میں بھی ہے کہ درمیان میں نفل نہ پڑھے۔

ترجمه : (۱۳۳٦)اگر امام حج کو نہ پائے تو ہر نماز کو اپنے مقررہ وقت میں پڑھے۔

تشـــریـح : چونکہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جمع بین الصلاتین کے لئے امام ہونا شرط ہے اس لئے اگر امام حج کے ساتھ نماز نہ پڑھے تو دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت میں پڑھے۔

ترجمه(۱۳۳۷) امام کے ساتھ نماز پڑھ چکے تو موقف کی طرف متوجہ ہو، اور بطن عرنہ کے علاوہ پورا عرفات ٹھہرنے کی جگہ ہے

تشـــریح : پورا عرفات ٹھہرنے کی جگہ ہے اس سے حج ادا ہو جائے گا، البتہ جبل رحمت کے پاس ٹھہرنا بہتر ہے، حضورؐ جبل رحمت کے پاس ٹھہرے تھے، اور بطن عرنہ میں نہ ٹھہرے اس میں اصحاب فیل کو عذاب ہوا تھا۔

وجه: (۱)عرفات میں جبل رحمت کے پاس ٹھہرنا بہتر ہے اس حدیث میں ہے۔ قال دخلنا علی جابر بن عبد الله ... ثم رکب رسول الله حتی اتی الموقف فجعل بطن ناقته القصواء الی الصخرات وجعل حبل المشاة بین یدیه واستقبل القبلة فلم یزل واقفا حتی غربت الشمس وذهبت الصفرة قلیلا حتی غاب القرص .(مسلم شریف، باب حجة النبی ﷺ ص ۵۱۵، نمبر ۱۲۱۸/ ۲۹۵۰/ابوداؤد شریف، باب صفة حجة النبی ﷺ ، ص ۲۷۸، نمبر ۱۹۰۵)اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ ظہر وعصر کی نماز کے بعد وقوف کے لئے جبل رحمت کے پاس آئے اور وہاں وقوف کیا، صخرات سے مراد جبل رحمت کا چٹان ہے۔اس لئے یہاں وقوف کرنا بہتر ہے۔۔آج کل بھیڑ بہت ہوتی ہے اس لئے یہاں جگہ ملنی مشکل ہوتی ہے، اس لئے جہاں آسانی سے جگہ مل جائے وہاں ٹھہر جائے، بس شرط یہ ہے کہ میدان عرفات کے اندر اندر ہو۔(۲)عرفات کا پورا میدان ٹھہرنے کی جگہ ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے، .عن جابر فی حدیثه ذالک أن رسول الله ﷺ قال نحرت هٰهنا و منی کلها منحر فانحروا فی رحالکم و وقفت هٰهنا و عرفة کلها موقف ووقفت هٰهنا و جمع کلها موقف ۔(مسلم شریف، باب ماجاء أن عرفة کلها موقف، ص ۵۱٦، نمبر ۱۲۱۸/ ۲۹۵۲)اس حدیث میں ہے کہ پورا عرفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے۔(۳) بطن عرنہ میں نہ ٹھہرے اس کی وجہ یہ حدیث ہے اخبرنی محمد بن منکدر ان النبی ﷺ قال عرفة کلها موقف وارتفعوا عن بطن عرنة والمزدلفة کلها موقف وارتفعوا عن محسر (سنن للبیهقی، باب حیث ماوقف من عرفة اجزأہ ص ۱۸٦، ۹۴۵۹/سنن ابن ماجہ شریف باب الموقف بعرفات ص ۲۲۲)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بطن عرنہ میں نہیں ٹھہرنا چاہئے۔

ترجمه : (۱۳۳۸)اور زوال کے بعد وقوف عرفہ کے لئے غسل کرے۔

عرفات للوقوف (١٣٣٩)ويقف بقرب جبل الرحمة(١٣٤٠) مستقبلا مكبّرا مهلّلا ملبّيا داعيا مادّا يديه كالمستطعم ويجتهد فى الدعاء لنفسه ووالديه واخوانه ويجتهد على ان يخرج من عينيه قطرات من الدمع فانه دليل القبول ويلحّ فى الدعاء مع قوّة رجاء الاجابة ولا يقصّر فى هذا اليوم اذ لا يمكنه تداركه سيّما اذا كان من الآفاق

وجه : (١) عن جده الفاكه بن سعد ،و كانت له صحبة ان رسول الله ﷺ كان يغتسل يوم الفطر ،و يوم النحر ،و ويوم عرفة ،و كان الفاكه يأمر اهله بالغسل فى هٰذه الايام ۔(ابن ماجہ باب، ماجاء فی الاغتسال فی العیدین ،ص ١٨٦، نمبر ١٣١٦)اس حدیث میں ہے کہ عرفہ یعنی ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو آپ غسل فرماتے تھے ۔(٢)اور زوال کے بعد غسل کرے اس کے لئے یہ اثر ہے۔ عن ابراهيم قال امض الى عرفات فاذا كان عند زوال الشمس فاغتسل ان وجدت ماء و الا فتوضأ ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ماذکر فی الغسل یوم عرفۃ فی الحج، ج ثالث، ص ٤٠٤، نمبر ١٥٥٥٨)اس قول تابعی میں ہے کہ عرفہ کے دن زوال کے بعد غسل مستحب ہے۔

ترجمہ : (١٣٣٩)اور جبل رحمت کے قریب وقوف کرے۔

وجہ: (١)عرفات میں جبل رحمت کے پاس ٹھہرنا بہتر ہے اس حدیث میں ہے۔ قال دخلنا على جابر بن عبد الله ... ثم ركب رسول الله حتى اتى الموقف فجعل بطن ناقته القصواء الى الصخرات وجعل حبل المشاة بين يديه واستقبل القبلة فلم يزل واقفا حتى غربت الشمس وذهبت الصفرة قليلا حتى غاب القرص .(مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ ص ٥١٥، نمبر ١٢١٨/٢٩٥٠/ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ ، ص ٢٧٨، نمبر ١٩٠٥)اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ ظہر عصر کی نماز کے بعد وقوف کے لئے جبل رحمت کے پاس آئے اور وہاں وقوف کیا۔اس لئے یہاں وقوف کرنا بہتر ہے۔

ترجمہ : (١٣٤٠) کعبہ کی طرف منہ کرتے ہوئے ،تکبیر، تہلیل، تلبیہ، پڑھتے ہوئے ،کھانا مانگنے والے کی طرح ہاتھوں کو پھیلا کر دعا مانگتے ہوئے۔اور اپنے لئے ،والدین کے لئے ،(مسلمان) بھائیوں کے لئے دعا میں خوب محنت کرے،اور کوشش ہو کہ دعا میں آنکھوں سے آنسو کے قطرات بہیں،اس لئے کہ یہ قبولیت کی علامت ہے۔اور دعا میں قبولیت کی امید کے ساتھ خوب الحاح و زاری کرے۔اور اس دن میں غفلت نہ برتے چونکہ اس دن کا تدارک ممکن نہیں خصوصاً آفاقی کے لئے۔

تشریح :عرفات کا موقع پھر جلدی ہاتھ نہیں آئے گا اس لئے بہت آہ و زاری کے ساتھ دعا کرے۔خاص طور پر آفاقی اس میں غفلت نہ برتے۔

وجہ : (١)اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے قبلہ کی طرف رخ کرکے وقوف فرمایا اور دعا کی ،حدیث یہ ہے۔ قال دخلنا على

جابر بن عبد الله ... واستقبل القبلة فلم یزل واقفا حتی غربت الشمس وذهبت الصفرة قلیلا حتی غاب القرص. (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ ص ۵۱۵، نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ ص ۲۷۸، نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے قبلہ کی طرف استقبال کر کے دعا کی (۲). قال ابن عباسؓ قال رسول الله ﷺ ان لکل شیء شر فا و ان أشرف المجالس ما استقبل به القبلة و انکم تجالسون بینکم بالامانة. (مستدرک للحاکم، باب کتاب الادب، ج رابع، ص ۳۰۰، نمبر ۷۷۰۶) اس حدیث میں ہے کہ بہترین مجلس وہ ہے جو قبلہ کی جانب ہو کر بیٹھے، اور یہاں دعا کے لئے بیٹھنا ہے اس لئے قبلہ کی طرف ہی ہو کر بیٹھے۔ (۳) عرفات کی دعا اہم ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن عمر بن شعیب عن ابیه عن جده ان النبی ﷺ قال خیر الدعاء یوم عرفة (ترمذی شریف، باب فی دعاء یوم عرفۃ، ص ۸۲۷، نمبر ۳۵۸۵) اس حدیث میں ہے کہ عرفات کی دعا بہترین دعا ہے۔ (۴) جیسے مسکین کھانا مانگتا ہو اس طرح ہاتھ اٹھا کر اور پھیلا پھیلا کر دعا کرے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن ابن عباس قال رایت رسول الله یدعو بعرفة و یداه الی صدره کاستطعام المسکین (سنن للبیھقی، باب افضل الدعاء یوم عرفۃ، ج خامس، ص ۱۹۰، نمبر ۹۴۷۴) (۵) عرفات میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرے اس کے لئے یہ اثر بھی ہے۔ عن ابن عباس قال: لا ترفع الأیدی الا فی سبع مواطن: [اذا قام الی الصلوة [۲] و اذا رأی البیت [۳] و علی الصفا [۴] و المروة [۵] و فی عرفات [۶] و فی جمع [۷] و عند الجمار۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۵ من کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود، ج اول، ص ۲۱۴، نمبر ۲۴۵۰/سنن بیھقی، باب رفع الیدین اذا رأی البیت، ج خامس، ص ۱۱۷، نمبر ۹۲۱۰) اس اثر میں ہے کہ عرفات میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرے۔ (۱) حضرت علیؓ سے ایک دعا یہ بھی منقول ہے۔ عن علی بن طالبؓ قال قال رسول الله ﷺ أکثر دعائی و دعاء الانبیاء قبلی بعرفة لا اله الا الله وحده لا شریک له له الملک و له الحمد و هو علی کل شیء قدیر، اللهم اجعل فی قلبی نورا و فی سمعی نورا و فی بصری نورا، اللهم اشرح صدری و یسرلی أمری و أعوذ بک من وسواس الصدر و شتات الامر و فتنة القبر اللهم انی أعوذ بک من شر ما یلج فی اللیل و شر ما یلج فی النهار و شر ما تهب به الریاح و من شر بوائق الدهر۔ (سنن بیھقی، باب افضل الدعاء دعاء یوم عرفۃ، ج خامس، ص ۱۹۰، نمبر ۹۴۷۵/مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما یقال عشیۃ عرفۃ و ما یستحب من الدعاء، ج ثالث، ص ۳۶۳، نمبر ۱۵۱۳۰) اس حدیث میں عرفہ کی دعاء موجود ہے۔

لغت: مادا: مد سے مشتق ہے، پھیلانا۔ مستطعم: طعام سے مشتق ہے، کھانا مانگنے والا۔ الدمع: آنسو۔ یلح: باب افعال میں الح سے دعا میں کوشش کرنا۔ رجاء: امید اجابۃ: قبول ہونا۔ رجاء الاجابۃ: قبول ہونے کی امید رکھنا۔ یقصر: قصر سے مشتق ہے، کوتاہی کرنا۔ سیما: خاص طور پر۔ آفاق: جو لوگ مکہ مکرمہ سے باہر کے ہوں۔

(۱۳۴۱) والوقوف على الراحلة افضل والقائم على الارض افضل من القاعد (۱۳۴۲)فاذا غربت الشمس افاض الامام والناس معه على هينتهم .

ترجمه : (۱۳۴۱)اور وقوف سواری پر افضل ہے،اور زمین پر کھڑا ہونے والا بیٹھنے والے سے افضل ہے۔

تشریح : حضورؐ نے عرفات میں قصواء اونٹنی پر سوار ہو کر وقوف عرفہ کیا تھا ۔اس لئے مستحب یہ ہے کہ امام اپنی سواری پر وقوف کرے۔وہ نہ ہو تو کھڑا ہو کر وقوف کرے، یا کم از کچھ دیر کے لئے ہی کھڑا ہو،اور وہ بھی نہ ہو سکے تو زمین پر بیٹھے۔

وجه :(۱) عن ام الفضل بنت الحارث ان اناسا اختلفوا عندها يوم عرفة فى صوم النبى ﷺ فقال بعضهم هو صائم وقال بعضهم ليس بصائم فارسلت اليه بقدح لبن وهو واقف على بعيره فشربه۔(بخاری شریف،باب الوقوف علی الدابۃ بعرفۃ،ص ۲۲۵،نمبر ۱۶۶۱)اوپر کی حدیث مسلم شریف نمبر ۲۹۵۰ سے بھی معلوم ہوا کہ آپ قصواء اونٹنی پر سوار تھے۔

ترجمه : (۱۳۴۲) پھر جب سورج غروب ہو جائے تو لوگ اطمینان سے امام کے ساتھ کوچ کریں۔

تشریح میدان عرفات میں شام تک رہے اور غروب آفتاب کے بعد وہاں سے چلے۔پہلے امام چلے پھر عوام ان کے ساتھ چلے اور دوڑے نہیں۔بلکہ اپنی ہیئت پر اطمینان سے چلے۔

وجه: (۱)اس حدیث میں ہے ۔قال دخلنا على جابر بن عبد الله ... فلم يزل واقفا حتى غربت الشمس وذهبت الصفرة قليلا حتى غاب القرص واردف اسامة خلفه ودفع رسول الله ﷺ وقد شنق للقصواء الزمام حتى ان رأسها ليصيب مورک رحله ويقول بيده اليمنى ايها الناس السكينة السكينة كلما اتى حبلا من الحبال ارخى لها قليلا حتى تصعد حتى اتى المزدلفة . (مسلم شریف،باب حجۃ النبی ﷺ ص ۵۱۵،نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ،ص ۲۷۸،نمبر ۱۹۰۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مغرب کے بعد عرفہ سے چلے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اطمینان سے چلے تیزی نہ کرے۔(۲) مغرب کے بعد چلے اس کے لئے یہ حدیث بھی ہے . عن أسامة قال كنت ردف النبى ﷺ فلما وقعت الشمس دفع رسول الله ﷺ . (ابوداود شریف،الدفعۃ من عرفۃ،ص ۲۸۲، نمبر ۱۹۲۵)اس حدیث میں ہے کہ سورج غروب ہونے کے بعد چلے۔(۳)اس آیت میں بھی اس کا اشارہ ہے۔فاذا افضتم من عرفات فاذكروا الله عند المشعر الحرام (آیت ۱۹۸ سورۃ البقرۃ ۲)افضتم کا ترجمہ ہے چلے،یعنی عرفات سے چلے۔

(۱۳۴۳)واذا وجدفرجة يُسرع من غير ان يؤذى احدا ويتحرّز عما يفعله الجهلة من الاشتداد فى السير والازدحام والايذاء فانه حرام (۱۳۴۴)حتى يأتى مزدلفة فينزل بقرب جبل قُزح ويرتفع عن

ترجمہ : (۱۳۴۳)اگرکشادگی پائے توبغیرکسی کوتکلیف دیئے جلدی چلیں۔اور بچے ان باتوں سے جو جاہل لوگ کرتے ہیں، مثلا چلنے میں تیزی کرنا، بھیڑکرنا، تکلیف دینا(وغیرہ) کیونکہ یہ حرام ہیں۔

تشریح :راستہ ملے توتھوڑی تیزی سے چلے تاکہ عشاء تک مزدلفہ پہنچ جائے، البتہ لوگوں کوتکلیف دینے سے، یا بھیڑکرنے سے بچے، کیونکہ یہ حرام ہیں۔

وجہ : (۱)اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ قال دخلنا على جابر بن عبد الله ... ويقول بيده اليمنى ايها الناس السكينة السكينة كلما اتى حبلا من الحبال ارخى لها قليلا حتى تصعد حتى اتى المزدلفة . (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ ص ۵۱۵، نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ، ص ۲۷۸، نمبر ۱۹۰۵)اس حدیث میں ہے کہ کشادگی ملتی تو اونٹنی کو ذرا تیز کرتے، ورنہ خود بھی آہستہ چلتے اور دوسروں کو بھی آہستہ چلنے کی ترغیب دیتے۔(۲)اس حدیث میں بھی ہے کہ اطمینان سے چلے ۔حدثنى ابن عباس ؓ أنه دفع مع النبى ﷺ يوم عرفة فسمع النبى ﷺ ورائه زجرا شديدا و ضربا شديدا و ضربا للابل فأشار بسوطه اليهم و قال أيها الناس عليكم بالسكينة فان البر ليس بالايضاع ۔(بخاری شریف، باب امر النبی ﷺ بالسکینۃ عند الافاضۃ واشارتہ الیھم بالسوط، ص ۲۷۱، نمبر ۱۶۷۱)اس حدیث میں بھی ہے کہ اطمینان سے چلے۔

لغت :فرجۃ: کشادگی، راستہ۔یؤذی:ایذاء سے مشتق ہے، تکلیف دینا۔یتحرز:تحرز سے مشتق ہے احترازکرے، بچے۔الجھلۃ: جاہل کی جمع ہے، جاہل لوگ۔اشتداد: شد سے مشتق ہے، دوڑنا۔سختی کرنا۔ازدحام: زحام سے مشتق ہے، بھیڑکرنا۔

ترجمہ : (۱۳۴۴) یہاں تک کہ مزدلفہ آئے، اور قزح پہاڑ کے قریب اترے، اور گذرنے والوں کی سہولت کے خیال سے بطن وادی کے اوپر ٹھہرے۔

تشریح :مزدلفہ میں مستحب یہ ہے کہ جبل قزح کے قریب ٹھہرے۔یوں تو وادی محسر کے علاوہ پورا مزدلفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے۔لیکن جبل قزح کے قریب ٹھہرنا مستحب ہے۔بطن وادی سے لوگ گزرتے ہیں اس لئے اس سے تھوڑا اوپرہٹ کر ٹھہرے۔

وجہ: (۱) کیونکہ حضور وہیں ٹھہرے تھے۔آیت میں ہے۔ فاذا افضتم من عرفات فاذكروا الله عند المشعر الحرام (آیت ۱۹۸ سورۃ البقرۃ ۲)اس آیت میں ہے کہ عرفات سے چلو تو مشعر الحرام کے پاس اللہ کو خوب یاد کرو اور جبل قزح کو مشعر الحرام کہتے ہیں(۲) حدیث میں ہے۔قال دخلنا على جابر بن عبد الله ... ثم ركب القصواء حتى اتى المشعر الحرام

بطن الوادی توسِعَة للمارّین (۱۳۴۵)ویصلّی بها المغرب والعشاء باذان واحد واقامة واحدة ولو تطوّع بینهما او تشاغل اعاد الاقامة (۱۳۴۶)ولم تجز المغرب فی طریق المزدلفة وعلیه اعادتها ما

فاستقبل القبلة فدعاه وکبره وهلله ووحده فلم یزل واقفا حتی اسفر جدا فدفع قبل ان تطلع الشمس۔ (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ ص ۵۱۵، نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ، ص ۲۷۸، نمبر ۱۹۰۵)(۳) اس حدیث میں بھی ہے کہ جبل قزح کے پاس ٹھہرے۔عن علی قال فلما اصبح یعنی النبی ﷺ و وقف علی قزح فقال ھو قزح وھو الموقف و جمع کلھا موقف۔(ابوداؤد شریف، باب الصلوۃ بجمع، ص ۲۷۴، نمبر ۱۹۳۵)ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جبل قزح کے پاس ٹھہرنا زیادہ بہتر ہے۔

لغت : جبل قزح: مشعر حرام کے پاس ہی قزح پہاڑ ہے۔ یرتفع: رفع سے مشتق ہے، بلندی کی طرف جائے بطن الوادی: وادی کا پیٹ، قزح پہاڑ کے پاس یہ وادی ہے۔توسعۃ: وسعت دینے کے لئے۔ مارین: مر سے مشتق ہے، گزرنے والوں کے لئے۔

ترجمه : (۱۳۴۵)اور مزدلفہ میں ایک اذان وا قامت سے مغرب وعشا کی نماز پڑھے۔اگر درمیان میں نفل پڑھ لی یا کسی کام میں مشغول ہوا تو اقامت کا اعادہ کرے۔

تشریح : ایک اذان اور ایک اقامت سے مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھے اور درمیان میں نفل نہ پڑھے، اور اگر نفل پڑھ لی یا کوئی کام کیا تو دوبارہ اقامت کہے۔

وجه: (۱)حدیث میں ہے۔قال دخلنا علی جابر بن عبد الله ...حتی أتی المزدلفة فصلی بها المغرب و العشاء بأذان واحد و اقامتین و لم یسبح بینهما شیئا. (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ ص ۵۱۵، نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابو داؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ، ص ۲۷۸، نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث میں ہے کہ ایک اذان اور دو اقامت سے مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی اور دونوں کے درمیان نفل نہیں پڑھی۔(۲)اور ایک اقامت سے مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی اس کے لئے یہ حدیث ہے ۔عن ابن عمر قال جمع رسول الله ﷺ بین المغرب والعشاء بجمع صلی المغرب ثلاثا والعشاء رکعتین باقامة واحدة۔(مسلم شریف، باب الافاضۃ من عرفات الی المزدلفۃ واستحباب صلوتی المغرب والعشاء جمیعا بالمزدلفۃ فی ھذہ اللیلۃ، ص ۴۱۷، نمبر ۱۲۸۸/۳۱۱۴)س حدیث میں ہے کہ ایک اذان اور اقامت سے دونوں نماز پڑھے۔

ترجمه : (۱۳۴۶) مزدلفہ کے راستے میں مغرب کی نماز جائز نہیں، اگر کسی نے پڑھ لی تو صبح تک میں اس کا اعادہ واجب ہے۔

تشریح : کسی نے اس دن مزدلفہ کے راستے میں مغرب کی نماز پڑھ لی تو جائز نہیں ہے، صبح صادق سے پہلے پہلے لوٹانا چاہئے تا کہ یہ نماز مزدلفہ میں ہو جائے اور جمع بین الصلاتین بھی ہو جائے، یہ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے۔

وجه: (۱)اس لئے کہ آج کے دن کی مغرب کی نماز کا وقت بدل گیا اور مزدلفہ جانے کے بعد اس کا وقت ہوگا۔اس لئے وقت سے

لم يطلع الفجر. (١٣٤٧) ويُسنّ المبيت بالمزدلفة

پہلے نماز پڑھی ہے (۲) حدیث میں ہے کہ اس دن حاجیوں کے لئے نماز کا وقت کا بدل گیا ۔ **عن اسامة بن زيد انه سمعه يقول دفع رسول الله من عرفة ... فقلت له الصلوة قال الصلوة امامک فجاء المزدلفة فتوضأ فاسبغ ثم اقيمت الصلوة فصلى المغرب** ۔ (بخاری شریف، باب الجمع بین الصلوتین بالمزدلفة، ص ۲۷۱، نمبر ۱۶۷۲ر مسلم شریف، باب استحباب ادامة الحاج التلبية، ص ۵۳۹، نمبر ۱۲۸۰ر ۳۰۸۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کا وقت آگے ہے یعنی مزدلفہ پہنچ کر ہے (۳) ایک اثر میں ہے ۔ **قال عبد الله بن مسعود هما صلواتان تحولان عن وقتهما صلوة المغرب بعد ما يأتى الناس المزدلفة والفجر حين يبزغ الفجر قال رايت النبى ﷺ يفعله** ۔ (بخاری شریف، باب من اذن واقام لکل واحد منهما ص ۲۲۷ نمبر ۱۶۷۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ آج کے دن مغرب کی نماز کا وقت ہی بدل گیا ہے اس لئے وقت سے پہلے نماز پڑھے گا تو اس کو لوٹانا ہوگا ۔

فائده: امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ کسی نے مزدلفہ کے راستے میں مغرب کی نماز پڑھ لی، یا عرفات میں شام ہوگئی تو عرفات ہی میں مغرب کی نماز پڑھ لی تو اچھا تو نہیں کیا، کیونکہ اوپر کی حدیث کی بنا پر اس کو مزدلفہ میں جا کر نماز پڑھنی چاہئے، لیکن یہ نماز ہو جائے گی، اس کو لوٹانے ضرورت نہیں ہے ۔

وجه: (۱) اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ مغرب کا وقت واقعی ہو چکا ہے اس لئے نماز ہو جائے گی ۔ (۲) مزدلفہ میں نماز پڑھنا انکے یہاں سنت ہے واجب نہیں ہے اس لئے سنت کو چھوڑنے کی وجہ سے نماز لوٹانی نہیں پڑتی ہے ۔ (۳) اس قول صحابی میں ہے کہ مزدلفہ کے علاوہ کہیں بھی پڑھے گا تو اس کی گنجائش ہے ۔ **عن عبد الله بن زبير قال من سنة الحج ... ثم يفيض فيصلى بالمزدلفة او حيث قضى الله عزوجل ثم يقف بجمع** ۔ (سنن للبیہقی، باب من قال یصلیھما بالمزدلفة او حیث قضی اللہ عز وجل، ج خامس، ص ۱۹۹، نمبر ۹۵۰۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ جہاں موقع ملے اور مغرب کا وقت ہو جائے تو نماز پڑھ سکتا ہے ۔

ترجمه: (۱۳۴۷) مزدلفہ میں رات گذارنا سنت ہے ۔

تشريح: یہاں پر مزدلفہ میں رات گزارنا سنت کہا ہے، لیکن دوسری کتابوں میں واجب لکھا ہے ۔

وجه: (۱) اس آیت میں ہے کہ مشعر حرام کے پاس یعنی مزدلفہ میں ذکر کرو ۔ **فاذا افضتم من عرفات فاذكروا الله عند المشعر الحرام** (آیت ۱۹۸ سورة البقرة ۲) اس آیت میں ہے کہ مشعر حرام یعنی مزدلفہ میں اللہ کو یاد کرو ۔ (۲) اس حدیث میں ہے ۔ **أخبرني عروة بن مضرس الطائى قال أتيت رسول الله ﷺ بالموقف يعنى بجمع قلت جئت يا رسول الله ! من جبلى طى أكللت مطيتى و أتعبت نفسى و الله ! ما تركت من حبل الا وقفت عليه فهل لى من حج ؟ فقال رسول الله ﷺ من ادرک معنا هٰذه الصلوة ، و أتى عرفات قبل ذالک ليلا أو نهارا فقد تم**

(١٣٤٨)فاذا طلع الفجر صلّى الامام بالناس الفجر بغلس ثم يقف و الناس معه (١٣٤٩)و المزدلفة

حجه و قضى تفثه ۔(ابوداود شریف، باب من لم یدرک عرفۃ ،ص ۲۶۹ ،نمبر ۱۹۵۰ رترمذی شریف، باب ماجاء فی من ادرک الامام بجمع فقد ادرک الحج ،ص ۲۲۰ ،نمبر ۸۹۱) اس حدیث میں ہے کہ عرفہ کو پالیا اور مزدلفہ میں میرے ساتھ نماز پڑھی تو حج ہو گیا، جس کا مطلب یہ ہے کہ مزدلفہ میں آنا ضروری ہے، اس لئے اس حدیث کی بنا پر مزدلفہ میں ٹھہرنا واجب قرار دیتے ہیں ۔(۳) اور سنت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ کمزور اہل وعیال کے لئے اس کو چھوڑنے کی گنجائش ہے، حدیث یہ ہے. عن عائشةؓ قالت نزلنا المزدلفة فاستأذنت النبی ﷺ سودة ان تدفع قبل حطمة الناس و كا نت امراة بطيئة فأذن لها فدفعت قبل حطمة الناس . (بخاری شریف، باب من قدم ضعفة اهله بليل فيقفون بالمزدلفة ،ص ۲۲۷ ،نمبر ۱۶۸۱ رمسلم شریف، باب استحباب تقديم دفع الضعفة من النساء وغيرهن من المزدلفة الى منى ،ص ۵۴۳ ،نمبر ۱۲۹۰ ر ۳۱۱۸) اس حدیث میں ہے کہ عورتوں کو مزدلفہ کی رات ہی میں منی کی طرف منتقل کر دیا اس سے پتہ چلتا ہے کہ ٹھہرنا سنت ہے۔

ترجمہ (۱۳۴۸) صبح صادق ہو جائے تو امام لوگوں کے ساتھ فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھے، پھر لوگوں کے ساتھ وقوف کریں

تشریح :عام دنوں میں اسفار کے بعد نماز پڑھی جاتی ہے، اس روز غلس میں ہی نماز فجر پڑھے اور اس کے بعد سورج طلوع ہوتے وقت تک وقوف کرے اور تکبیر تہلیل اور دعا میں مشغول رہے۔

وجہ :(۱) حدیث یہ ہے۔عن عبد الرحمن بن يزيد قال خرجت مع عبد الله (بن مسعود) الى مكة ثم قد منا جمعا فصلى الصلوتين كل صلوة وحدها باذان واقامة والعَشاء بينهما ثم صلى الفجر حين طلع الفجر قائل يقول طلع الفجر وقائل يقول لم يطلع الفجر ثم قال ان رسول الله قال ان هاتين الصلوتين حولتا عن وقتهما فى هذا المكان المغرب والعشاء فلايقدم الناس جمعا حتى يقيموا وصلوة الفجر هذه الساعة. (بخاری شریف، متى يصلى الفجر بجمع ،ص ۲۲۸ نمبر ۱۶۸۳ رمسلم شریف، باب استحباب زيادة التغليس بصلوة الصبح يوم النحر بالمزدلفة ،ص ۴۱۷ ،نمبر ۱۲۸۹ ر ۳۱۱۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مزدلفہ میں صبح کی نماز غلس میں پڑھی جائے گی۔ (۲) اس حدیث میں بھی ہے کہ صبح طلوع ہوتے ہی فجر کی نماز پڑھی۔ ۔قال دخلنا على جابر بن عبد الله ....ثم اضطجع رسول الله ﷺ حتى طلع الفجر فصلى الفجر حين تبين له الصبح بأذان و اقامة ثم ركب القصواء حتى اتى المشعر الحرام فاستقبل القبلة فدعاه وكبره وهلله ووحده فلم يزل واقفا حتى اسفر جدا فدفع قبل ان تطلع الشمس ۔(مسلم شریف، باب حجة النبی ﷺ ص ۵۱۵ ،نمبر ۱۲۱۸ ر ۲۹۵۰ رابوداؤد شریف، باب صفة حجة النبی ﷺ ،ص ۲۷۸ ،نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث میں ہے کہ فجر طلوع ہوتے ہی نماز پڑھی، اور یہ بھی ہے کہ اس کے بعد تکبیر تہلیل میں مشغول رہے۔

ترجمہ : (۱۳۴۹) مزدلفہ پورا ٹھہرنے کی جگہ ہے سوائے بطن محسر کے۔

کلها موقف الا بطن محسر (۱۳۵۰) و یقف مجتہدا فی دعائہ ویدعو اللہ ان یتم مرادہ و سؤالہ فی

وجہ :(۱) وادی محسر میں نہ ٹھہرے اس کی وجہ یہ حدیث ہے۔ اخبرنی محمد بن منکدر ان النبی ﷺ قال عرفة کلها موقف وارتفعوا عن بطن عرنة والمزدلفة کلها موقف وارتفعوا عن محسر (سنن للبیہقی، باب حیث ماوقف من عرفة اجزأہ ص ۱۸۶، ۹۴۵۹/ سنن ابن ماجہ شریف، باب الموقف بعرفات، ص ۴۳۶، نمبر ۳۰۱۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بطن محسر میں نہیں ٹھہرنا چاہئے۔

ترجمہ : (۱۳۵۰) اور وقوف کی حالت میں دعا میں خوب کوشش کرے، اور اس موقف میں اپنے سوال اور مراد کے پورا ہونے کی دعا کرے جیسا کہ اللہ تعالی نے ہمارے سردار ﷺ کی مراد پوری کی تھی۔

تشریح : مزدلفہ میں وقوف کے وقت خاص طور پر فجر کی نماز کے بعد آہ وزاری کے ساتھ خوب دعائیں کرے، کیونکہ اس وقت حضورؐ کی خاص دعا قبول ہوئی تھی۔

وجہ : (۱) حدیث یہ ہے. عن عباس بن مرداس السلمی أن اباہ أخبرہ عن ابیہ أن رسول اللہ ﷺ دعا لأمتہ عشیة عرفة بالمغفرة فأجیب : انی قد غفرت لہم ما خلا الظالم ، فانی آخذ للمظلوم منہ قال ای رب ان شئت أعطیت المظلوم الجنة و غفرت للظالم فلم یجب عشیتہ فلما اصبح بالمزدلفة أعاد الدعاء فأجیب الی ما سأل قال فضحک رسول اللہ ﷺ أو قال تبسم فقال لہ ابو بکر و عمر بأبی أنت و أمی ان ہذہ لساعة ما کنت تضحک فیہا فما الذی اضحکک؟ اضحک اللہ سنک قال : ان عدو اللہ ابلیس لما علم أن اللہ عز و جل قد استجاب دعائی و غفر امتی أخذ التراب فجعل یحثو ہ علی رأسہ و یدعو بالویل و الثبور فأضحکنی ما رأیت من جزعہ۔ (ابن ماجہ شریف، باب الدعاء بعرفة، ص ۲۱۶، نمبر ۳۰۱۳/ مسند احمد شریف، باب حدیث عباس بن مرداس السلمیؓ، ج رابع، ص ۵۸۷، نمبر ۱۵۷۷۴) اس حدیث میں ہے کہ حضور نے ایک دعا عرفہ کے دن مانگی جس کا مظلوم والا حصہ قبول نہیں ہوا وہ مزدلفہ کے دن دعا میں کوشش کرنے کی وجہ سے قبول ہوگئی۔ (۲) اور اسفار تک تکبیر تہلیل کرتے رہیں اور دعا کرتے رہیں اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ قال دخلنا علی جابر بن عبد اللہ ... ثم رکب القصواء حتی اتی المشعر الحرام فاستقبل القبلة فدعاہ وکبرہ وہللہ ووحدہ فلم یزل واقفا حتی اسفر جدا فدفع قبل ان تطلع الشمس. (مسلم شریف، باب حجة النبی ﷺ ص ۵۱۵، نمبر ۱۲۱۸/ ۲۹۵۰/ ابوداؤد شریف، باب صفة حجة النبی ﷺ، ص ۲۷۸، نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسفار تک تکبیر، تہلیل، توحید کرتا رہے اور دعائیں کرتا رہے۔ اور یہ بھی ہے کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے وہاں سے منی کے لئے چل پڑے۔

ترجمہ : (۱۳۵۱) پھر جب زیادہ روشنی ہو جائے تو امام اور لوگ آفتاب طلوع ہونے سے پہلے روانہ ہوں اور منی آئیں۔

هـذا الـموقف كـمـا اتـمّـه لسيـد محمد صلى الله عليه وسلم (١٣٥١)فاذا اسفر جدّا افاض الامام والـناس قبل طلوع الشمس فيأتي الى منٰى وينزل بها (١٣٥٢) ثم يأتي جمرة العقبة فيرميها من بطن

تشریح :جب روشنی زیادہ ہوجائے تو امام اور لوگ سورج نکلنے سے پہلے مزدلفہ سے منی کے لئے چل پڑے۔

وجہ : (ا) مشرکین سورج کے طلوع ہونے کے بعد مزدلفہ سے چلا کرتے تھے۔لیکن آپؐ نے ان کی مخالفت کی اور سورج طلوع ہونے سے پہلے وہاں سے منی کے لئے چل پڑے حدیث یہ ہے۔سمعت عمر بن ميمون يقول شهدت عمر صلى بـجـمـع الـصـبح ثم وقف فقال ان المشركين كانوا لا يفيضون حتى تطلع الشمس ويقولون اشرق ثبير وان النبي ﷺ خالفهم ثم افاض قبل ان تطلع الشمس. (بخاری شریف، باب متی یدفع من جمع ص ۲۲۸ نمبر ۱۶۸۴)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے مزدلفہ سے منی کے لئے روانہ ہو۔(۲)اس حدیث میں بھی ہے۔قال دخلنا على جابر بن عبد الله ... ثم ركب القصواء حتى اتى المشعر الحرام فاستقبل القبلة فدعاه وكبره وهلله ووحده فلم يزل واقفا حتى اسفر جدا فدفع قبل ان تطلع الشمس. (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ ص ۵۱۵، نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ، ص ۲۷۸، نمبر ۱۹۰۵)اس حدیث میں ہے کہ طلوع آفتاب سے پہلے آپؐ مزدلفہ سے چلے۔

ترجمہ : (۱۳۵۲) پھر جمرۂ عقبہ کے پاس آکر بطن وادی سے سات ٹھیکری کی کنکری جیسی کنکر سے رمی کریں۔

تشریح: تین جمرات ہیں۔[ا] جمرہ اولی، [۲] جمرہ وسطی اور [۳] جمرۂ عقبہ، اور اس وقت تینوں جگہ سیمنٹ کے کھمبے کھڑے ہیں۔، دسویں ذی الحجہ کو صرف جمرہ عقبہ کی رمی کرے گا اور بطن وادی سے سات کنکری مارے گا۔جس طرح ٹھیکرے پھینکتے ہیں اس طرح پھینک کر مارے۔

وجہ: (ا)اس حدیث میں ہے ۔ اخبر نا سليمان ابن عمر بن الاحوص عن امه قالت رأيت رسول الله ﷺ يرمي الجمرة من بطن الوادى و هو راكب يكبر مع كل حصاة ، و رجل من خلفه يستره فسألت عن الرجل ؟ فقالوا الفضل بن العباس ، و ازدحم الناس فقال النبى ﷺ يا أيها الناس ! لا يقتل بعضكم بعضا و اذا رميتم الجمرة فارموا بمثل حصى الخذف ۔(ابوداؤد شریف، باب فی رمی الجمار ص ۲۸۷ نمبر ۱۹۶۶/ابن ماجۃ شریف، باب قدر حصی الرمی، ص ۴۳۹، نمبر ۳۰۲۸) اس حدیث میں ہے کہ بطن وادی سے جمرہ عقبہ کی رمی کرے، اور یہ بھی ہے کہ ٹھیکرے کی طرح چھوٹی چھوٹی کنکری لے کر مارے، اور بہت بھیڑ نہ کرے (۲) اس حدیث میں بھی ہے کہ بطن وادی سے اس دن صرف جمرہ عقبہ کی رمی کرے۔قال دخلنا على جابر بن عبد الله ... ثم سلك الطريق الوسطى التى تخرج على الجمرة الكبرى حتى اتى الجمرة التى عند الشجرة فرماها بسبع حصيات يكبر مع كل حصاة منها مثل حصى

الوادی بسبع حصیات مثل حصی الخذف(۱۳۵۳) ویستحب اخذ الجمار من المزدلفة او من الطریق ویکره من الذی عند الجمرة (۱۳۵۴)ویکره الرمی من اعلی العقبة لایذائه الناس

الخذف رمی من بطن الوادی ثم انصرف الی المنحر (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ ص ۵۱۵، نمبر ۱۲۱۸/ ۲۹۵۰/ابو داؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ ص ۲۷۸، نمبر ۱۹۰۵) اس سے معلوم ہوا کہ بطن وادی سے جمرہ عقبہ پر سات کنکریاں مارے

لغت: العقبۃ: آخری، پیچھے، چونکہ یہ آخری جمرہ ہے اور دو جمروں کے پیچھے ہے اس لئے اس کو, جمرہ عقبہ، کہتے ہیں۔ رمی: یرمی کنکری پھینکنا۔ بطن وادی: جمرہ عقبہ کے پاس جگہ کا نام ہے۔ حصیات: حصاۃ کی جمع ہے کنکری۔ الخذف : خذف کا معنی ہے اتنی چھوٹی کنکری ہو کہ دو انگلیوں سے پھینکی جا سکے، ٹھیکرا پھینکنا، چھوٹی کنکری۔

ترجمہ : (۱۳۵۳) اور کنکری کا مزدلفہ یا راستے سے لینا مستحب ہے، اور جمرہ کے پاس سے لینا مکروہ ہے۔

تشریح : مزدلفہ کے راستے سے کنکری لینا مستحب ہے، اور جمرات کے پاس سے لینا مکروہ ہے، کیونکہ یہ جمرات کے اوپر ماری ہوئی کنکریاں ہیں۔ تاہم لیکر مار لی تو تو رمی ادا ہو جائے گی۔

وجہ : (۱) اس حدیث میں اشارہ ہے کہ آپ ؐ نے مزدلفہ کے راستے سے کنکری لی. **عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ غداة العقبة و هو علی ناقته: ((القط لی حصی))فلقطت له سبع حصیات هن حصی الخذف** . (ابن ماجۃ شریف، باب قدر حصی الرمی، ص ۴۳۹، نمبر ۳۰۲۹) اس حدیث میں ہے کہ آپ ؐ جمرہ عقبہ کی صبح کو اونٹنی پر تھے اور کنکری چننے کے لئے فرمایا ،جس کا مطلب یہ ہے کہ مزدلفہ کے راستے سے کنکری لی۔ (۲) اس قول صحابی میں ہے کہ مزدلفہ سے کنکری لی. **عن ابن عمر انه کان یأخذ الحصی من جمع کراهیة أن ینزل** ۔ (سنن بیہقی، باب أخذ الحصی لرمی جمرۃ العقبۃ وکیفیۃ ذالک، ج خامس، ص ۲۰۹، نمبر ۹۵۴۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ مزدلفہ ہی سے کنکری لے لے۔ (۳) اس حدیث میں ہے کہ جو کنکری قبول ہوتی ہے وہ اٹھالی جاتی ہے اور جو قبول نہیں ہوتی وہ پڑی رہتی ہے، اس لئے وہاں پڑی ہوئی کنکریاں جو مردود ہو چکی ہیں ان سے رمی کرنا مکروہ ہے. **عن ابی سعید قال قلنا یا رسول الله هذه الجمار التی یرمی بها کل عام فتحتسب أنها تنقص ؟ فقال انه ما تقبل منها رفع و لو لا ذالک لرأیتها أمثال الجبال** ۔ (دار قطنی، باب کتاب الحج، ج ثانی، ص ۲۶۳، نمبر ۲۷۶۳/مستدرک للحاکم، باب کتاب المناسک، ج اول، ص ۶۵۰، نمبر ۱۷۵۲) اس حدیث میں ہے کہ جو کنکری مقبول ہوئی وہ اٹھا لی جاتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو رہ گئی وہ مردود ہے اس لئے اس کنکری کو استعمال نہ کرے۔

ترجمہ : (۱۳۵۴) اور لوگوں کے تکلیف کی وجہ سے جمرۂ عقبہ کے اوپر سے رمی کرنا مکروہ ہے۔

تشریح : ایک ہے جمرہ عقبہ کے بعد جو زمین ہے وہ تھوڑی نیچی ہے، جسکو, بطن وادی، کہتے ہیں، اوپر کی حدیث کی بنا پر وہاں سے رمی کرنی چاہئے، تا کہ لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔ لیکن اگر بھیڑ کی وجہ سے یا کسی وجہ سے جمرہ عقبہ سے جو اوپر کی زمین ہے وہاں سے

(۱۳۵۵) ویلتقطها التقاطا ولا یکسر حجرا جمارا ویغسلها لیتیقّن طھارتھا فانھا یقام بھا قربة ولو رمٰی بنجسة اجزاہ وکُرہ (۱۳۵۶) ویقطع التلبیة مع اول حصاة یرمیھا .

رمی کی تو بھی جائز ہے اور رمی ہو جائے گی۔

وجه : (۱) قال رأیت عمر بن الخطاب یرمی جمرة العقبة من فوقها ۔(مصنف ابن شیبۃ، باب من رخص فیھا ان یرمیھا من فوقھا، ج ثالث، ص ۱۹۲، نمبر ۱۴۴۱۴۱) اس اثر میں ہے کہ جمرہ عقبہ کے اوپر کی جانب سے بھی کرے گا تو رمی ادا ہو جائے گی، آج کل بھیڑ کی وجہ سے اس پر عمل کیا جا سکتا ہے۔

ترجمه : (۱۳۵۵) اور ان کنکریوں کو کہیں سے اٹھالے، اور اس کے لئے پتھر نہ توڑے، اور اس کو دھولے تاکہ طہارت کا یقین ہو جائے اس لئے کہ اس سے ایک عبادت ادا کی جاتی ہے۔ اگر ناپاک کنکر سے رمی کی تو جائز ہے مگر مکروہ ہوگی۔

تشریح : پتھر کو توڑ کر کنکریاں بنانا اچھا نہیں ہے اس لئے کنکریاں کہیں سے چنے، اور انکو دھولے تاکہ یقین ہو جائے کہ یہ پاک ہیں کیونکہ ان سے ایک عبادت ادا کی جارہی ہے، لیکن اگر نہ دھوئے تب بھی جائز ہے، کیونکہ زمین کی کنکریاں پاک ہی شمار کی جاتی ہیں۔ لیکن اگر یقین ہو کہ یہ کنکریاں ناپاک ہیں پھر بھی ان سے رمی کر لی تو ادا ہو جائے گی، البتہ مکروہ ہے۔

وجه : (۱) اس حدیث میں اشارہ ہے کہ کنکریاں چننا چاہئے پتھر سے نہیں توڑنا چاہئے۔ عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ غداة العقبة و هو علی ناقته: ((القط لی حصی))فلقطت له سبع حصیات هن حصی الخذف .(ابن ماجۃ شریف، باب قدر حصی الرمی، ص ۴۳۹، نمبر ۳۰۲۹) اس حدیث میں ہے القط لی حصی: کہ میرے لئے کنکریاں چنو، جس سے پتہ چلا کہ کنکریاں چنے پتھر سے نہ توڑے۔

لغت : یلتقط :لقطۃ سے مشتق ہے، چنے۔ جمار: جمرۃ سے مشتق ہے، کنکری، انگارہ، لا یکسر حجرا جمارا: کا ترجمہ ہے پتھر کو توڑ کر کنکری نہ بنائے۔

ترجمه : (۱۳۵۶) اور تلبیہ کو پہلی کنکری کے ساتھ ختم کر دے۔

تشریح : تلبیہ کا مطلب ہے کہ میں حاضر ہوں۔ اب شیطان کے پاس کہے کہ میں حاضر ہوں تو یہ الٹی بات ہو جائے گی۔ اس لئے شیطان کو مارتے وقت تلبیہ ختم کر کے اللہ کی بڑائی بیان کرے اور تکبیر کہے۔

وجه: (۱) حدیث میں ہے۔ عن ابن عباس ان النبی ﷺ اردف الفضل فاخبر الفضل انه لم یزل یلبی حتی رمی الجمرة العقبة ۔(بخاری شریف، باب التلبیۃ والتکبیر غداۃ النحر حتی یرمی الجمرۃ العقبۃ ص ۲۲۸ نمبر ۱۶۸۵) اس حدیث میں ہے کہ جمرہ عقبہ تک تلبیہ پڑھا اس کے بعد نہیں۔ (۲) اس حدیث میں ہے کہ جمرہ عقبہ کی پہلی کنکری پر تلبیہ ختم کر دیا۔ قال الفضل بن عباس کنت ردف النبی ﷺ فما زالت أسمعه یلبی حتی رمی جمرة العقبة فلما رما ها قطع

(۱۳۵۷)وكيفية الرمي ان يأخذ الحصاة بطرف ابهامه وسبّابته في الاصح لانه ايسر واكثر اهانة للشيطان .(۱۳۵۸)والمسنون الرمي باليد اليمنٰى .ويضع الحصاة على ظهر ابهامه ويستعين بالمسبّحة (۱۳۵۹)ويكون بين الرامي وموضع السقوط خمسة اذرع

التلبية ۔(ابن ماجہ شریف، باب متی یقطع الحاج التلبیۃ ،ص ۴۴۰،نمبر ۳۰۴۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمرہ عقبہ تک تلبیہ پڑھے گا اور پہلی کنکری مارتے ہی تلبیہ ختم کر دے گا۔

ترجمہ : (۱۳۵۷) اور رمی کا طریقہ یہ ہے کہ کنکری کو انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کے کنارے سے پکڑ کر پھینکے، اصح قول یہی ہے، اس لئے کہ یہ آسان ہے اور اس میں شیطان کی زیادہ اہانت ہے۔

تشریح : رمی کرنے کے دو طریقے ہیں، [۱] یہ پہلا طریقہ ہے کہ کنکری کو انگوٹھے کے کنارے سے اور شہادت کی انگلی سے پکڑے اور پھر پھینکے اس میں شیطان کی اہانت ہے اور پھینکنا آسان بھی ہے۔

وجہ :(۱) عن سليمان بن عمرو بن الاحوص عن امه قالت رأيت رسول الله ﷺ عند جمرة العقبة راكبا و رأيت بين اصابعه حجرا فرمى و رمى الناس ۔(ابو داود شریف، باب فی رمی الجمار، ص ۲۸۷، نمبر ۱۹۶۷)اس حدیث میں ہے کہ کنکری انگلیوں کے درمیان تھی، جس سے معلوم ہوا کہ انگلیوں کے ذریعہ سے کنکری پھینکے۔

ترجمہ : (۱۳۵۸)اور رمی کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ داہنے ہاتھ سے ہو، اور کنکری کو انگوٹھے کے سرے پر رکھے اور شہادت کی انگلی سے مدد لے۔

تشریح :[۲] یہ رمی کا دوسرا طریقہ ہے کہ انگوٹھے کے اوپر جو ناخن ہے اس پر کنکری رکھے اور شہادت کی انگلی سے مدد لیکر پھینکے۔ یہ طریقہ تھوڑا مشکل ہے اور کنکری دور تک نہیں جائے گی۔ فرماتے ہیں کہ یہ طریقہ مسنون ہے۔

لغت : ابہام: انگوٹھا۔ سبابۃ: سب سے مشتق ہے، گالی دینا، گالی دیتے وقت شہادت کی انگلی بار بار اٹھاتے ہیں اس لئے اس کو سبابۃ کہتے ہیں، اسی کو مسبحہ بھی کہتے ہیں۔ الخذف: پھینکنے کی کنکری، حصی الخذف: ایسی چھوٹی کنکری جو انگلیوں سے پھینکی جائے۔

ترجمہ : (۱۳۵۹) رمی کرنے والے اور گرنے کی جگہ کے درمیان پانچ ہاتھ کا فاصلہ ہو۔

تشریح : آدمی اور جمرہ کے درمیان تقریبا پانچ ہاتھ کا فاصلہ ہونا چاہئے، پانچ ہاتھ کا فاصلہ ساڑھے سات فٹ ہوگا۔ اس سے کم فاصلہ سے کنکری مارے گا تو مارنا نہیں ہوگا وہ تو کنکری ڈالنا ہوگا، اور رمی کا معنی مارنا اور پھینکنا ہے اس لئے ساڑھے سات فٹ کے فاصلے سے کنکری مارے۔

وجہ : (۱) عن ابن عمر انه كان يرمي الجمرة الدنيا بسبع حصيات..... ثم يرمي جمرة ذات العقبة من

(١٣٦٠)ولو وقعت علی رجل او محمل ثبتت اعادها وان سقطت علی سننها ذلک اجزاه(١٣٦١) وکبّر بکل حصاة

بطن الوادی ولایقف عندهاثم ینصرف ویقول ھکذا رایت النبی ﷺ یفعله (بخاری شریف، باب اذا رمی الجمرتین یقوم مستقبل القبلة ویسهل ،ص ٢٣٦ ،نمبر١٧٥١/ابن ماجة شریف، باب اذا رمی الجمرة العقبة لم یقف عندها،ص ٤٣٩ ،نمبر٣٠٣٢) اس حدیث میں ہے کہ بطن وادی سے کنکری مارے،اور جمرہ عقبہ سے بطن وادی کا فاصلہ چار پانچ ہاتھ ہوگا،اس سے بھی معلوم ہوا کہ چار پانچ ہاتھ کی دوری سے کنکری مارے۔(٢)اس اثر میں بھی اس کی وضاحت ہے۔ **عن عبد الرحمن بن الاسود قال اذا جاوز الشجرة رمی الجمرة العقبة من تحت غصن من اغصانها** . (مصنف ابن ابی شیبة، باب ما قالوا فی ای موضع یرمی من الشجرة، ج ثالث، ص١٩٣، نمبر١٣٤٢٣) حضورؐ کے زمانے میں جمرہ عقبہ کے پاس وادی میں کوئی درخت تھا، جو ابھی نہیں ہے ،راوی فرماتے ہیں کہ اس درخت کے نیچے جاکر وہاں سے رمی کرے، یہ درخت چار چھ ہاتھ کی دوری پر ہوگا۔ اس لئے اتنی دوری سے کنکری مارے۔

ترجمه (١٣٦٠)اگر کنکری کسی آدمی یا کجاوہ پر گر کر رک رہی تو اس کا اعادہ کرنا ہوگا اور اگر اپنی رفتار پر چلتے ہوئے گری تو کافی ہے

تشریح : آدمی نے کنکری پھینکی وہ کسی آدمی پر گری، یا کجاوہ پر گری اور تھوڑی دیر تک وہیں رکی رہی پھر کجاوہ یا کسی اور چیز کی حرکت سے جمرات کے اندر گری تو چونکہ پھینکنے والے کے پھینکنے سے جمرات میں نہیں گری ہے اس لئے اس کنکری کو دوبارہ مارنا ہوگا، اور اگر کجاوہ پر یا آدمی پر گرنے کے بعد رکی نہیں بلکہ اپنی رفتار سے چلتی رہی تو چونکہ اس کے پھینکنے سے جمرات میں گری ہے اس لئے یہ رمی شمار کی جائے اور دوبارہ مارنے کی ضرورت نہیں ہے۔

لغت :محمل: کجاوہ۔ثبتت :ٹھہر گئی۔سنن: طریقہ، یہاں مراد ہے پہلی رفتار سے چلتے رہنا۔اجزاہ: کافی ہے۔

ترجمه : (١٣٦١)اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتا رہے۔

وجه:(١) **قال دخلنا علی جابر بن عبد الله ...فرماها بسبع حصیات یکبر مع کل حصاة منها مثل حصی الخذف رمی من بطن الوادی ثم انصرف الی المنحر** ۔(مسلم شریف، باب حجة النبی ﷺ ص ٥١٥ ،نمبر ١٢١٨/٢٩٥٠/ ابوداؤد شریف، باب صفة حجة النبی ﷺ ،ص ٢٧٨ ،نمبر١٩٠٥) اس حدیث میں ہے کہ ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہے۔(٢) حدیث میں ہے جسکو صاحب ھدایہ نے پیش کی ہے **عن ابن عمر انه کان یرمی الجمرة الدنیا بسبع حصیات یکبر علی اثر کل حصاة** . (بخاری شریف، باب اذا رمی الجمرتین یقوم مستقبل القبلة ویسهل ص ٢٣٦ نمبر١٧٥١)اس حدیث میں ہے کہ ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہے۔(٣) اس میں حکمت یہ ہے کہ شیطان کو کنکری مارنے کے ساتھ شیطان کی تعریف نہ کرے بلکہ اللہ کی

(۱۳۶۲) ثم يذبح المُفرد بالحجّ ان احبّه(۱۳۶۳) ثم يحلق او يقصر والحلق افضل ويكفى فيه ربع

بڑائی بیان کرے۔

ترجمہ : (۱۳۶۲) پھر حج افراد کرنے والا چاہے تو قربانی کرے۔

تشریح :حج افراد کرنے والے پر ہدی واجب نہیں ہے اس لئے چاہے تو نفلی طور پر کرے، اور چاہے تو نہ کرے۔

وجہ : (۱) حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے ہدی ذبح کی ۔ عن انس بن مالک ان رسول الله ﷺ أتى منى فأتى الجمرة فرما ها ثم أتى منزله بمنى و نحر ثم قال للحلاق خذ و أشار الى جانبه الأيمن ، ثم الايسر ثم جعل يعطيه الناس ۔(مسلم شریف، باب السنة یوم النحر أن یرمی ثم ینحر ثم تحلق ،ص ۵۴۸ ،نمبر ۱۳۰۵/۳۱۵۲/ابوداود شریف، باب الحلق والتقصیر ،ص ۲۸۸،نمبر ۱۹۸۱) اس حدیث میں ہے کہ ہدی ذبح کی ۔(۲) اس حدیث میں ہے کہ آپؐ نے نحر فرمایا۔ دخلنا على جابر بن عبد الله ... ثم انصرف الى المنحر فنحر ثلاثا و ستين بيده ثم اعطى عليا فنحر ما غبر و اشركه فى هديه ۔(مسلم شریف، باب حجة النبی ﷺ ،ص ۵۱۵، نمبر ۱۲۱۸/ ۲۹۵۰/ابوداؤد شریف، باب صفة حجة النبی ﷺ ،ص ۲۷۸،نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمی کے بعد مفرد کو ہو سکے تو ذبح کرنا چاہئے (۳) یہ ہدی حج کرنے کے شکریہ کے طور پر ہے۔ اس لئے اللہ کا شکریہ ادا کرنے کے لئے ہدی ذبح کرنا چاہئے۔

ترجمہ : (۱۳۶۳)، پھر حلق کرائے یا قصر، اور حلق کرانا افضل ہے۔ اور چوتھائی سر کا حلق بھی کافی ہے۔

تشریح : رمی کے بعد سر منڈائے یہ بہتر ہے، اور قصر کرائے تو یہ بھی جائز ہے، البتہ سر منڈوانا اس لئے افضل ہے کہ اس میں گندگی بھی پوری ختم ہو جاتی ہے اور حضورؐ نے تین مرتبہ اس کے لئے دعا کی اور چوتھی مرتبہ میں قصر کرانے والوں کے لئے دعا کی۔ اگر چوتھائی سر حلق کرالیا تب بھی کافی ہے، کیونکہ مسح میں چوتھائی سر کو پورے سر کے قائم مقام قرار دیا ہے۔

وجہ : (۱) حلق کرانے کی دلیل یہ آیت ہے۔ لتدخلن المسجد الحرام ان شاء الله آمنين محلقين رء وسكم ومقصرين . (آیت ۲۷، سورۃ الفتح ۴۸) اس آیت میں اشارہ ہے کہ عمرہ یا حج کے بعد حلق کرائے یا قصر کرائے (۲) عن ابی هريرةؓ قا ل قال رسول الله ﷺ اللهم اغفر للمحلقين قالوا و للمقصرين، قال اللهم اغفر للمحلقين قالوا و المقصرين ،قال اللهم اغفر للمحلقين قالوا و المقصرين قالها ثلاثا ـ قال : و للمقصرين (بخاری شریف، باب الحلق والتقصیر عند الاحلال ،ص ۲۷۹،نمبر ۱۷۲۸/مسلم شریف ، باب تفضیل الحلق علی التقصیر وجواز التقصیر ،ص ۵۴۷، نمبر ۱۳۰۱/۳۱۴۶) اس حدیث میں ہے کہ تین مرتبہ حلق کرانے والوں کے لئے دعا کی اور تیسرے مرتبہ میں قصر کرانے والے کے لئے دعا کی، اس لئے حلق افضل ہے۔

ترجمہ : (۱۳۶۴) اور تقصیر یہ ہے کہ اپنے انگلی کے سرے سے پوروں کی مقدار کاٹ لے۔

الرأس (۱۳۶۴) والتقصير ان يأخذ من رؤوس شعره مقدار الانملة(۱۳۶۵) وقد حلّ له كل شیء الا النساء (۱۳۶۶)ثم ياتی مكة من يومه ذلک او من الغد او بعده فيطوف بالبيت طواف الزيارة

تشریح : یہ تقصیر کی تشریح ہے کہ سر کے بالوں کو کم سے کم انگلی کے پورے کی مقدار کاٹنے کو تقصیر کہتے ہیں، یا بال کتروانا کہتے ہیں ۔۔الانملۃ: پورہ۔

ترجمہ : (۱۳۶۵)اب حلال ہو گئیں وہ تمام چیزیں جو حرام تھیں سوائے عورتوں کے۔

تشریح :احرام باندھنے کی وجہ سے بہت سی حلال چیزیں حرام ہو گئی تھیں اب حلق کرانے کے بعد عورت کے علاوہ خوشبو، سلا ہوا کپڑا وغیرہ سب حلال ہو گئے۔

وجہ: (۱) حدیث۔**عن ابن عباس قال اذا رميتم الجمرة فقد حل لكم كل شیء الا النساء فقال له رجل يا ابن عباس والطيب؟ فقال اما انا فقد رأيت رسول الله ﷺ يضمخ رأسه بالمسک افطيب ذلک ام لا ؟** ۔(ابن ماجہ شریف، باب ما یحل للرجل اذا رمی جمرۃ العقبۃ ص۴۴۰، نمبر۳۰۴۱ رنسائی شریف، باب ما یحل للمحرم بعد رمی الجمار ص ۴۲۳، نمبر ۳۰۸۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے علاوہ تمام چیزیں حلال ہو گئیں جو احرام کی وجہ سے حرام ہوئی تھیں۔(۲) **عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ اذا رمى أحدكم جمرة العقبة فقد حل له كل شیء الا النساء** ۔(ابو داود شریف، باب فی رمی الجمار، ص۲۸۸، نمبر۱۹۷۸)اس حدیث میں بھی ہے کہ رمی جمار کے بعد عورت حلال ہو جائے گی۔

ترجمہ : (۱۳۶۶) پھر اسی دن مکہ مکرمہ آئے یا کل، یا کل کے بعد اور بیت اللہ کا طواف زیارت کرے سات چکر۔

تشریح: حاجی کو اختیار ہے کہ دسویں ذی الحجہ کو رمی، ذبح اور حلق کے بعد مکہ مکرمہ آکر طواف زیارت جو فرض ہے وہ کرے اور یہ بھی اختیار ہے کہ گیارہویں یا بارہویں کو آئے۔البتہ دسویں کو آنا زیادہ بہتر ہے۔

وجہ: (۱) **ثم ليقضوا تفثهم و ليوفوا نذورهم و ليطوفوا بالبيت العتيق** ۔(آیت ۲۹، سورۃ الحج ۲۲)اس آیت میں ہے کہ بیت اللہ کا طواف کرے اور اس سے طواف زیارت مراد ہے، اسی لئے طواف زیارت حج میں فرض ہے۔ (۲) **دخلنا على جابر بن عبد الله... ثم ركب رسول الله فافاض الى البيت فصلى بمكة الظهر** ۔(مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ ص ۵۱۵، نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ ابو داؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ ص ۲۷۸، نمبر ۱۹۰۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپؐ دسویں ذی الحجہ کو ظہر تک مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تھے(۲) اس حدیث میں بھی ہے۔ **عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ افاض يوم النحر ثم رجع فصلى الظهر بمنى** ۔(مسلم شریف ،باب استحباب طواف الافاضۃ یوم النحر ،ص ۵۵۰، نمبر ۱۳۰۸/۳۱۶۵/ ابو داؤد شریف، باب الافاضۃ فی الحج ص ۲۸۱ نمبر ۱۹۹۸)اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آپؐ نے طواف دسویں ذی الحجہ کو کیا ہے۔

سبعة اشواط(١٣٦٧) وحلّت له النساء.(١٣٦٨)وافضل هذه الايام اولها وان اخّره عنها لزمه شاة لتاخير الواجب (١٣٦٩)ثم يعود الى منٰى فيقيم بها

ترجمہ : (۱۳۶۷)اب عورتیں بھی اس کے لئے حلال ہو گئیں۔

تشریح: طواف زیارت سے پہلے بیوی حرام تھی لیکن طواف زیارت کیا تو اس طواف کی وجہ سے اب بیویاں حلال ہو گئیں۔

وجہ: (۱)**ان عبد الله بن عمر قال فذكر الحديث ... حتى قضى حجه و نحر هديه يوم النحر وافاض فطاف بالبيت ثم حل من كل شیء حرم منه** ۔(سنن للبیھقی ، باب التحلل بالطّواف اذا کان قد سعی عقیب طواف القدوم ج خامس ص ۲۳۷، نمبر ۹۶۴۷)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف زیارت کے بعد عورت بھی حلال ہو جائے گی۔

ترجمہ : (۱۳۶۸)اور طواف زیارت کے لئے ان دنوں میں پہلا دن افضل ہے، اگر مؤخر کیا تو تاخیر کی وجہ سے ایک بکری (دم میں) واجب ہے۔

تشریح : اوپر آیا کہ طواف زیارت کا وقت دسویں تاریخ کے فجر کے وقت سے شروع ہوتا ہے، اور بارویں ذی الحجہ کے بعد جو شام ہے، یعنی تیرویں تاریخ کی شام وہاں تک وقت رہتا ہے، اس کے بعد مؤخر کرنا مکروہ ہے، چنانچہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے کہ ایام النحر کے بعد کوئی طواف زیارت کرے گا تو اس پر دم لازم ہوگا۔

وجہ :(۱) کیونکہ یہ چیزیں وقت کے ساتھ موقت ہیں اس لئے ان کو وقت سے مؤخر کرنے پر دم لازم ہوگا (۲) قول صحابی میں ہے ۔**ان عبد الله بن عباس قال من نسی من نسكه شيئا او تركه فليهرق دما** (سنن للبیھقی ، باب من ترک شیئا من الرمی حتی یذہب ایام منی ، ج خامس ، ص ۲۴۸، نمبر ۹۶۸۸)اس قول صحابی میں ہے کہ کچھ بھول جائے یا چھوڑ دے تو دم لازم ہوگا۔اور چونکہ اس نے وقت پر طواف زیارت کو چھوڑ دیا چاہے بعد میں ادا کیا اس لئے اس کو دم لازم ہوگا۔(۳) ایک اور قول صحابی ہے۔**عن عباس قال من قدم شيئا من حجه او اخره فليهرق لذلک دما** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۳۵۳ فی الرجل یحلق قبل ان یذبح ، ج ثالث ، ص ۳۴۵، نمبر ۱۴۹۵۴)اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ وقت سے مؤخر کیا تو دم لازم ہوگا۔

فائدہ: صاحبین فرماتے ہیں کہ عمر میں کبھی بھی طواف کرے گا وہ ادا ہی ہوگا اس لئے تاخیر کرنے سے دم لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ : (۱۳۶۹) پھر منی آکر مقیم رہے۔

تشریح: دسویں ذی الحجہ کو طواف زیارت کر کے واپس منی آئے اور وہاں ٹھہرا رہے اور رمی جمار کرتا رہے۔

وجہ: (۱)حدیث یہ ہے۔**عن ابن عمر ان رسول الله افاض يوم النحر ثم رجع فصلى الظهر بمنى** (مسلم شریف ، باب استحباب طواف الافاضۃ یوم النحر ص ۴۲۲ نمبر ۱۳۰۸/۳۱۶۵)اس حدیث میں ہے کہ طواف زیارت کے بعد حضورؐ واپس منی تشریف لے آئے۔ (۲) **يسأل ابن عمر قال انا نبتاع باموال الناس فيأتى احدنا مكة فيبيت على المال؟ فقال**

(١٣٧٠)فاذا زالت الشمس من اليوم الثانى من ايام النحر رمى الجمار الثلاث يبدأ بالجمرة التى تلى مسجد الخيف فيرميها بسبع حصيات ماشيا يكبر بكل حصاة ثم يقف عندها داعيا بما احبّ حامدا لله تعالى مصلّيا على النبى صلى الله عليه وسلم ويرفع يديه فى الدعاء ويستغفر لوالديه

اما رسول الله ﷺ فبات بمنى وظل (ابوداؤدشریف، باب بیت بمکۃ لیالی منی ص ۲۷۷ نمبر ۱۹۵۸)اس حدیث میں ہے کہ رات گزاری اور ظل کا معنی ہے گزارتے رہے جس سے معلوم ہوا کہ دسویں، گیارہویں، اور بارہویں تاریخ میں جو ایام تشریق ہیں منی میں رات گزارنا سنت ہے۔(۳)اس حدیث میں ہے۔عن عائشة قالت افاض رسول الله ﷺ من آخر يومه حين صلى الظهر ثم رجع الى منى فمكث بها ليالى ايام التشريق يرمى الجمرة (ابوداؤدشریف، باب فی رمی الجمار ص ۲۸۰ نمبر ۱۹۷۳)اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ ایام تشریق میں منی میں ٹھہرے رہے۔(۴)اس اثر میں ہے . قال عمر بن الخطابؓ لا يبيتن أحد من الحاج ليالى منى من وراء العقبة ۔(سنن بیہقی، باب لارخصۃ فی البیتوتۃ بمکۃ لیالی منی، ج خامس، ص ۲۴۹، نمبر ۹۶۹۰)اس اثر میں ہے کہ منی مکے کی حدود میں بھی چلا جائے تب بھی عقبہ جو منی کی گھاٹی ہے اس کے پیچھے ایام تشریق کی راتوں کو گزارنا ٹھیک نہیں۔

ترجمہ : (۱۳۷۰)اور ایام نحر کے دوسرے دن سورج ڈھل جائے تو تینوں جمرات کی رمی کرے، اس جمرہ سے شروع کرے جو مسجد خیف سے ملا ہے۔ اس کی رمی کرے سات کنکری سے پیدل چلتے ہوئے، ہر کنکری پر تکبیر پڑھے، پھر محبوب چیز کی دعا کے لئے ٹھہرے، اللہ تعالی کی حمد، اور نبی کریم ﷺ پر درود کے ساتھ، اور دعا میں ہاتھ اٹھائے، اور اپنے لئے اپنے والدین کے لئے اور مسلمان بھائیوں کے لئے استغفار کرے۔

تشریح : دسویں ذی الحجہ کو صرف جمرہ عقبہ کی رمی تھی لیکن گیارہویں ذی الحجہ (جو دسویں ذی الحجہ کا دوسرا دن ہے) کو تینوں جمرات کی رمی کرے اور زوال کے بعد رمی کرے، پہلے جمرہ سے شروع کرے جو مسجد خیف کے قریب ہے، وہاں سات کنکریاں مارے اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہے اور پہلے اور دوسرے جمرے کے پاس کھڑا ہو کر حضورؐ پر درود بھیجے اور محبوب چیز کے لئے دعا کرے اور تیسرے جمرے کے بعد کھڑا نہ رہے اور دعا نہ کرے تا کہ وہاں بھیڑ نہ ہو۔

وجہ :(۱) سألت ابن عمر متى ارمى الجمار؟ قال اذا رمى امامک فارمه فاعددت عليه المسئلة قال كنا نتحين فاذا زالت الشمس رمينا (بخاری شریف، باب رمی الجمار ص ۲۳۵ نمبر ۱۷۴۶)اس اثر سے معلوم ہوا کہ زوال کے بعد رمی کرے(۲)اس حدیث میں ہے، جسکو صاحب ھدایہ نے پیش کی ہے۔ عن عائشة قالت افاض رسول الله ﷺ من آخر يومه حين صلى الظهر ثم رجع الى منى فمكث بها ليالى ايام التشريق يرمى الجمرة اذا زالت

واخوانه المؤمنين (١٣٧١) ثم يرمى الثانية التى تليها مثل ذلك ويقف عندها داعيا ثم يرمى جمرة العقبة راكبا ولا يقف عندها(١٣٧٢) فاذا كان اليوم الثالث من ايام النحر رمى الجمار الثلاث بعد

الشمس كل جمرة بسبع حصيات يكبر مع كل حصاة ويقف عند الاولى والثانية فيطيل القيام ويتضرع ويرمى الثالثة ولا يقف عندها (ابوداؤدشریف، باب فی رمی الجمار ص۴۲۰ نمبر۱۹۷۳)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے اور تیسرے اور چوتھے دن کی رمی زوال کے بعد کرے۔اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہے اور پہلے اور دوسرے جمرے کے پاس کھڑے رہ کر دعا کرے اور تیسرے جمرے کے پاس کھڑا نہ رہے۔

لغت: **اليوم الثانى من ايام النحر** :یوم نحر کا دسرا دن گیارہویں ذی الحجہ ہوتا ہے۔المسجد الخیف: مسجد خیف جمرہ اولی سے کافی پیچھے کی جانب تھوڑی اونچائی پر ہے۔اس وقت یہ بہت بڑی مسجد بنادی گئی ہے۔

ترجمہ: (۱۳۷۱) پھر دوسرے جمرے کی اسی طرح رمی کرے جو پہلے سے ملا ہوا ہے،اور وہاں دعا کے لئے رکے، پھر آخری جمرے کی رمی کرے سوار ہو کر اور وہاں نہ رکے۔

تشریح :پہلے جمرے کے بعد جو اس سے ملا ہوا دوسرا جمرہ ہے اس کی رمی کرے اور وہاں دعا کے لئے رکے، پھر آخری جمرے کی رمی سوار ہو کرے اور وہاں دعا کے لئے نہ رکے،تا کہ بھیڑ نہ ہو جائے۔

وجه : (۱) دعا کی تفصیل اس حدیث میں ہے۔ **عن ابن عمر انه كان يرمى الجمرة الدنيا بسبع حصيات يكبر على اثر كل حصاة ثم يتقدم حتى يسهل فيقوم مستقبل القبلة فيقوم طويلا ويدعو و يرفع يديه ثم يرمى الوسطى ثم ياخذ ذات الشمال فيستهل ويقوم مستقبل القبلة فيقوم طويلا ويدعو ويرفع يديه ويقوم طويلا ثم يرمى جمرة ذات العقبة من بطن الوادى ولا يقف عندها ثم ينصرف ويقول هكذا رايت النبى ﷺ يفعله.** (بخاری شریف، باب اذا رمی الجمرتین یقوم مستقبل القبلۃ ویسہل ،ص۲۸۲،نمبر۱۷۵۱) اس حدیث میں ہے کہ ہاتھ اٹھائے اور لمبی دعا کرے۔(۲) اس قول صحابی میں ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے۔**عن ابن عباس قال : لا ترفع الأيدى الا فى سبع مواطن : [١] اذا قام الى الصلوة [٢] و اذا رأى البيت [٣] و على الصفا [۴] و المروة [۵] و فى عرفات [٦]و فى جمع [٧] و عند الجمار** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ،۵من کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود، ج اول، ص۲۱۴،نمبر۲۴۵۰رسنن بیہقی ،باب رفع الیدین اذا رأی البیت ،ج خامس ،ص ۱۱۷،نمبر۹۲۱۰)اس قول صحابی میں ہے کہ جمرہ کے پاس ہاتھ اٹھائے ،اور دعا کرے۔

ترجمہ : (۱۳۷۲) پس جب ایام نحر کا تیسرا دن ہو تو زوال کے بعد تینوں جمرات کی اسی طرح رمی کرے۔

تشریح : یوم نحر کے تیسرے دن سے مراد ۱۲رذی الحجہ کا دن ہے اس دن بھی تینوں جمرات کی رمی کرے،اور پہلے اور دوسرے

الزوال کذلک(۱۳۷۳) واذا اراد ان یتعجّل نفر الی مکة قبل غروب الشمس وان اقام الی

جمرات کے بعد رکے اور دعا کرے اور تیسرے جمرہ کے بعد نہ رکے تا کہ بھیڑ نہ ہو۔

وجه: (۱) اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ و قال جابر : رمی النبی ﷺ یوم النحر ضحی و رمی بعد ذالک بعد الزوال ۔(بخاری شریف، باب رمی الجمار، ص۲۳۵ نمبر۱۷۴۶) اس حدیث میں ہے کہ دسویں ذی الحجہ کے بعد زوال کے بعد رمی کرے۔ (۲) عن عائشة قالت افاض رسول الله ﷺ من آخر یومه حین صلی الظهر ثم رجع الی منی فمکث بها لیالی ایام التشریق یرمی الجمرة اذا زالت الشمس کل جمرة بسبع حصیات یکبر مع کل حصاة ویقف عند الاولی والثانیة فیطیل القیام ویتضرع ویرمی الثالثة ولا یقف عندها (ابوداؤد شریف، باب فی رمی الجمار، ص۲۸۰، نمبر۱۹۷۳) اس حدیث میں ہے کہ گیارہویں اور بارہوں کو زوال شمس کے بعد رمی کرے۔

ترجمه : (۱۳۷۳) اور (چوتھے دن کی رمی کے بغیر) مکہ جانے کا ارادہ ہو تو غروب شمس سے پہلے ہی نکل جائے، اگر غروب ہو جائے تو مکروہ ہے مگر کوئی چیز واجب نہیں۔ اور چوتھے دن منی ہی میں فجر طلوع ہو جائے تو (اس دن کی) رمی لازم ہے۔

تشریح : اگر تین دن تک یعنی بارہویں تاریخ تک رمی جمار کر کے منی سے مکہ مکرمہ جانا چاہے تو جا سکتا ہے اور اگر بارہویں تاریخ کو مغرب ہوگئی تو اب بغیر رمی کے مکہ مکرمہ جانا مکروہ ہے، لیکن اگر چلا گیا تو کچھ لازم نہیں ہوگا، لیکن اگر فجر طلوع ہو گیا تو اب تینوں جمرات کی رمی کر کے جائے۔

وجه :(۱) آیت میں ہے۔ واذکروا الله فی ایام معدودات فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیه ومن تأخر فلا اثم علیه لمن اتقی (آیت ۲۰۳ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت سے معلوم ہوا کہ دو دن یعنی بارہویں تاریخ کو مکہ مکرمہ آئے تب بھی کوئی بات نہیں ہے، اور اگر اس کے بعد آئے تب بھی کوئی حرج نہیں ہے (۲) حدیث میں ہے۔ عن عبد الرحمن یعمر الدیلی قال اتیت النبی ﷺ هو بعرفة ... ایام منی ثلثة فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیه ومن تأخر فلا اثم علیه (ابو داؤد شریف، باب من لم یدرک عرفة، ص ۲۸۵، نمبر ۱۹۴۹) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ منی میں ٹھہرنے کے تین دن ہیں۔ لیکن دو دن میں بھی یعنی گیارہوں اور بارہویں دن رمی جمار کر کے واپس آ سکتا ہے (۳) اثر میں ہے۔ عن ابن عمر کان یقول من غربت علیه الشمس وهو بمنی اوسط ایام التشریق فلا ینفرن حتی یرمی الجمار من الغد. (سنن للبیہقی، باب من غربت لہ الشّمس یوم النفر الاول بمنی حتی یرمی الجمار یوم الثالث بعد الزوال، ج خامس، ص۲۴۸، نمبر ۹۶۸۶) اس اثر سے معلوم ہوا کہ بارہویں کے بعد جو شام آتی ہے یعنی تیرہویں کی شام منی میں ہو جائے تو منی سے نہ جائے بلکہ وہاں ٹھہر جائے اور تیرہویں کو رمی کر کے جائے۔

ترجمه : (۱۳۷۴) اور (چوتھے دن) زوال سے پہلے بھی رمی کرنا جائز ہے مگر افضل زوال کے بعد ہے، اور آفتاب طلوع

الغروب کُره ولیس علیه شیء وان طلع الفجر وهو بمنٰی فی الرابع لزمه الرمی(۱۳۷۴) وجاز قبل الزوال والافضل بعده وکره قبل طلوع الشمس(۱۳۷۵) وکل رمی بعده رمی ترمیه ماشیا لتدعو بعده والا راکبا لتذهب عقبه بلا دعاء (۱۳۷۶)وکره المبیت بغیر منٰی لیالی الرمی(۱۳۷۷) ثم اذا

ہونے سے پہلے مکروہ ہے۔

تشریح : ۱۳رذی الحجہ کوامام ابوحنیفہؒ کے نزدیک زوال سے پہلے رمی کرنا جائز ہے،مگر افضل یہ ہے کہ زوال کے بعد کرے۔البتہ سورج نکلنے سے پہلے رمی کرنا مکروہ ہے۔

وجه :(۱) اس حدیث میں اس کا اشارہ ہے کہ زوال کے بعد رمی کرے۔ عن عائشة قالت افاض رسول الله ﷺ من آخر یومه حین صلی الظهر ثم رجع الی منی فمکث بها لیالی ایام التشریق یرمی الجمرة اذا زالت الشمس (ابوداؤد شریف، باب فی رمی الجمار ص ۲۸۷،نمبر ۱۹۷۳)اس حدیث میں ہے کہ زوال کے بعد رمی کرے۔

ترجمه : (۱۳۷۵)ہر وہ رمی جس کے بعد رمی ہے اس کی رمی چل کر کرے تا کہ اس کے بعد دعا کر سکے، ورنہ تو سوار ہو کر کرے تا کہ اس کے بعد بغیر دعا کے جا سکے۔

تشریح : دسویں تاریخ کو صرف جمرہ عقبہ کی رمی کرنی ہے اور اس کے بعد ٹھہرنا بھی نہیں ہے اس لئے سوار ہو کر رمی کرے تو کوئی حرج نہیں ہے،اور دوسرے دن اور تیسرے دن اور چوتھے دن تینوں جمروں کی رمی کرنی ہے اس لئے اس میں بہتر یہ ہے کہ چل کر رمی کرتے جائے کیونکہ پہلی رمی اور دوسری رمی کے بعد ٹھہر کر دعا کرنی ہے اور دیر تک گڑ گڑا کر دعا کرنا چل کر آسان ہوگا کیونکہ سواری تو بھاگنے کی کوشش کرے گی اس لئے اس میں چل کر رمی کرنا افضل ہے۔آج کل اتنی بھیڑ ہوتی ہے کہ سوار پر رمی کرنا مشکل ہے۔

وجه :(۱) عن عائشة قالت افاض رسول الله ﷺ من آخر یومه حین صلی الظهر ثم رجع الی منی فمکث بها لیالی ایام التشریق یرمی الجمرة اذا زالت الشمس کل جمرة بسبع حصیات یکبر مع کل حصاة ویقف عند الاولی والثانیة فیطیل القیام ویتضرع ویرمی الثالثة ولا یقف عندها (ابوداؤد شریف، باب فی رمی الجمار ص ۲۸۰،نمبر ۱۹۷۳) اس حدیث میں ہے کہ گیارہویں اور بارہویں کو پہلی اور دوسری رمی چل کر کرے اور دعا کرے اور تیسری رمی کے بعد کھڑا نہ ہو۔

ترجمه : (۱۳۷۶)اور رمی کی راتوں میں منی کے علاوہ (دوسری جگہ) رات گذارنا مکروہ ہے۔

وجه :(۱)اس حدیث میں ہے۔عن عائشة قالت افاض رسول الله ﷺ من آخر یومه حین صلی الظهر ثم رجع الی منی فمکث بها لیالی ایام التشریق یرمی الجمرة (ابوداؤد شریف، باب فی رمی الجمار ص ۲۸۰ نمبر ۱۹۷۳)اس

رحل الی مكة نزل المحصّب ساعة ثم يدخل مكة (۱۳۷۸)ويطوف بالبيت سبعة اشواط بلا رمل

حدیث میں ہے کہ حضورؐ ایام تشریک میں منی میں ٹھہرے رہے۔(۲) قال عمر بن الخطاب ؓ لا يبيتن أحد من الحاج ليالی منی من وراء العقبة ۔(سنن بیہقی، باب لا رخصة فی البیتوتة بمکة لیالی منی، ج خامس ،ص ۲۴۹،نمبر ۹۶۹۰)اس قول صحابی میں ہے منی کی راتوں میں عقبہ کے پیچھے رات نہ گزارے۔

ترجمہ : (۱۳۷۷) پھر جب مکہ کی طرف چلے تو مقام محصب میں تھوڑی دیر کے لئے اترے۔پھر مکہ مکرمہ میں داخل ہو۔

تشریح : حضور نے منی سے واپسی پر مکہ کے قریب مقام محصب پر پڑاؤ ڈالا تھا۔

وجہ : (۱)حضورؐ مقام محصب میں ٹھہرے تھے۔ ان انس بن مالك حدثه عن النبی ﷺ انه صلى الظهر والعصر والمغرب والعشاء ورقد رقدة بالمحصب ثم ركب الى البيت فطاف به (بخاری شریف، باب من صلی العصر یوم النفر بالابطح ص ۲۳۷ نمبر ۱۷۶۴ ،مسلم شریف ، باب استحباب نزول المحصب یوم النفر وصلوۃ الظہر وما بعدها بہ ص ۴۲۲ نمبر ۱۳۰۹، ۳۱۶۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ منی سے نکلنے کے بعد مقام محصب میں ٹھہرنا چاہئے۔(۲)حدیث میں ہے۔حدثنا ابو هريرة قال قال لنا رسول الله ﷺ و نحن بمنى : نازلون غدا بخيف بنى كنانة حيث تقاسموا على الكفر . و ذالك ان قريشا و بنى كنانة حالفت على بنى هاشم و بنى المطلب أن لا يناكحوهم و لا يبايعوهم حتى يسلموا اليهم رسول الله ﷺ يعنى بذالك ، المحصب ۔(مسلم شریف،باب استحباب نزول المحصب یوم النفر،ص ۴۲۲،نمبر ۱۳۱۴، ۳۱۷۵ ، بخاری شریف، باب نزول بذی طوی قبل أن یدخل مکة،ص ۲۳۷،نمبر ۱۷۶۸)اس حدیث میں ہے کہ آپؐ محصب میں اس لئے ٹھہرے کہ کفار مکہ نے اس جگہ بنو ہاشم سے قطع تعلق پر اور کفر پر قسم کھائی تھی۔

لغت: المحصب :منی اور مکہ مکرمہ کے درمیان یہ مقام ہے۔

ترجمہ : (۱۳۷۸) اور سات چکر بیت اللہ کا طواف کرے بغیر رمل کے اور بغیر سعی کے اگر ان دونوں کو پہلے کر چکا ہے یہ طواف وداع ہے،اس کو طواف صدر بھی کہتے ہیں،اور یہ واجب ہے مگر مکہ والوں پر اور ان لوگوں پر جو مکہ میں قیام کئے ہوئے ہیں۔

تشریح : یوں تو مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے جتنے طواف کرے بہتر ہے،البتہ مکہ مکرمہ سے واپس ہوتے وقت آخری طواف کرے جس کو طواف صدر اور طواف وداع کہتے ہیں۔اگر پہلے طواف کر چکا ہے اور اس میں رمل اور سعی کر چکا ہے تو اس طواف میں رمل اور سعی نہ کرے، کیونکہ ہر حج اور ہر عمرے میں ایک ہی مرتبہ رمل اور سعی ہے۔حدیث کی قوت سے یہ بھی پتہ چلا کہ یہ طواف واجب ہے۔

وجہ : (۱)اس طواف کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابن عباس قال امر الناس ان يكون آخر عهدهم بالبيت الا انه خفف عن الحائض (بخاری شریف، باب طواف الوداع،ص ۲۳۶،نمبر ۱۷۵۵ ،مسلم شریف، باب وجوب طواف الوداع وسقوطه عن الحائض،ص ۴۲۷،نمبر ۱۳۲۷، ۳۲۱۹)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آفاقی پر طواف وداع واجب ہے۔

وسعی ان قدّمهما وهذا طواف الوداع ويُسمّى ايضا طواف الصدر وهذا واجب الا على اهل مكة ومن اقام بها (۱۳۷۹)ويصلي بعده الركعتين(۱۳۸۰) ثم يأتي زمزم فيشرب من مائها ويستخرج الماء منها بنفسه ان قدر ويستقبل البيت ويتضلّع منه ويتنفّس فيه مرارا ورفع بصره كل مرة ينظر الى

ترجمه : (۱۳۷۹) اس کے بعد دورکعت نماز پڑھے۔

تشریح : طواف وداع کے بعد اسی طرح طواف قدوم کے بعد دورکعت نماز پڑھے۔

وجه : (۱) حدیث یہ ہے۔قلت للزهری ان عطاء يقول تجزئه المكتوبة من ركعتي الطواف فقال السنة افضل لم يطف النبی ﷺ اسبوعا قط الا صلى ركعتين. (بخاری شریف، باب طاف النبی ﷺ وصلی لسبوعہ رکعتین ،ص ۲۲۰،نمبر ۱۶۲۳)اس حدیث مرسل میں ہے کہ جب جب طواف کیا تو دورکعت نماز پڑھی۔

ترجمه : (۱۳۸۰) ، پھر زمزم (کے کنویں) پر آئے اور اس سے پانی پیئے ،اگر قدرت ہوتو خود کنویں سے پانی نکالے، بیت اللہ کی طرف منھ کر کے خوب سیر ہو کر مختلف سانسوں سے پیئے ،اور ہر سانس پر بیت اللہ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے، ہو سکے تو اپنے جسم پر ڈالے، ورنہ چہرے اور سر پر ملے، پیتے وقت جو چاہے نیت کرے۔

تشریح :زمزم پانی کو خوب سیراب ہو کر پئے اور بیت اللہ کی طرف دیکھتے ہوئے کھڑے ہو کر پئے۔

وجه : (۱)كنت عند عباس جالسا فجائه رجل فقال من اين جئت ؟قال من زمزم قال فشربت منها كما ينبغي ؟ قال و كيف ؟ قال اذا شربت منها فاستقبل القبلة و اذكر اسم الله و تنفس ثلاثا و تضلع منها فاذا فرغت فاحمد الله عز و جل فان رسول الله قال ان آية ما بيننا و بين المنافقين انهم لا يتضلعون من زمزم.(ابن ماجۃ شریف،ص ۴۴۳،نمبر ۳۰۶۱)اس قول صحابی میں ہے کہ خوب سیراب ہو کر پیو۔اور قبلہ کا استقبال کرتے ہوئے پیو۔(۲)اور کھڑے ہو کر پیئے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ان ابن عباسؓ حدثه قال سقيت رسول الله ﷺ من زمزم فشرب و هو قائم۔(بخاری شریف، باب ماجاء فی زمزم،ص ۲۶۵،نمبر ۱۶۳۶)اس حدیث میں ہے کہ زمزم پانی کھڑا ہو کر پیئے ۔ (۳) حضورؐ نے زمزم پانی نوش فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ میں خود بھی پانی نکالتا اس لئے ہو سکے تو خود کنواں سے نکالے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ دخلنا على جابر بن عبد الله....فأفاض الى البيت فصلى بمكة الظهر فأتى بني عبد المطلب يسقون على زمزم فقال انزعوا بني عبد المطلب ! فلولا أن يغلبكم الناس على سقايتكم لنزعت معكم فناولوه دلوا فشرب منه ۔(مسلم شریف، باب حجۃ النبی ص ۴۰۰ نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ص ۲۷۱ نمبر ۱۹۰۵)(۴) اور ساتھ لیجائے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن عائشةؓ انها كانت تحمل من ماء زمزم و تخبر ان رسول الله ﷺ

البیت ویصبّ علی جسدہ ان تیسّر والا یمسح بہ وجھہ ورأسہ وینوی بشربہ ما شاء (۱۳۸۱)وکان عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنھما اذا شرب یقول اللھم انی اسألک علما نافعا ورزقا واسعا وشفاء من کل داء وقال صلی اللہ علیہ وسلم ماء زمزم لما شرب لہ .(۱۳۸۲)ویستحب بعد شربہ ان یأتی

کان یحملہ ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء فی حمل ماء زمزم، ص۲۳۵، نمبر۹۶۳)اس حدیث میں ہے کہ پانی ساتھ میں گھر بھی لیجائے۔(۵)عن کعب قال لما دخل زمزم دخلھا ببعیرہ ثم شرب منھا و افرغ علی ثیابہ ۔(مصنف عبد الرزاق، باب زمزم وذکرھا، ج خامس، ص۸۱، نمبر۹۱۸۰) اس عمل تابعی میں ہے کہ کپڑے پر آب زمزم چھینٹے۔

ترجمہ : (۱۳۸۱)اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ زمزم پیتے وقت یہ فرماتے اللھم انی اسئلک علما نافعا و رزقا واسعا و شفاء من کل داء (اے اللہ میں آپ سے نافع علم، کشادہ رزق، اور ہر بیماری سے شفا کا سوال کرتا ہوں)اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: زمزم کا پانی اس مقصد کے لئے ہے جس کے لئے پیا جائے۔

وجہ :(۱) حضرت ابن عباسؓ کی دعا یہ ہے . ابن عباس شرب من زمزم ثم قال اسالک علما نافعا و رزقا واسعا و شفاء من کل داء ۔(مصنف عبد الرزاق، باب سنۃ الشرب من زمزم والقول اذا شربتہ، ج خامس، ص۸۰، نمبر۹۱۷۵)اس حدیث میں حضرت ابن عباس کے دعا کا ذکر ہے۔(۲)جس مقصد کے لئے ماء زمزم اس کے لئے مفید ہے اس حدیث میں ہے ۔سمعت جابر بن عبد اللہ یقول سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ماء زمزم لما شرب لہ۔ (ابن ماجۃ شریف، ص۴۴۳، نمبر۳۰۶۲) اس حدیث میں ہے کہ جس مقصد کے لئے پیا جائے وہ پورا ہوگا۔

ترجمہ:(۱۳۸۲)اور زمزم پینے کے بعد مستحب ہے کہ کعبہ کے دروازے پر آئے اور عتبہ(خانہ کعبہ کا آستانہ) کو بوسہ دے، پھر ملتزم ,جو حجر اسود اور دروازے کے درمیان ہے، پر آئے، اور اپنے سینہ اور چہرہ کو اس پر رکھے، اور کعبہ کے پردہ کو تھوڑی دیر کے لئے پکڑے۔

تشریح :حجر اسود سے لیکر کعبہ کے دروازے تک کے درمیان کو ملتزم کہتے ہیں، ملتزم کا ترجمہ ہے لپٹنا، چونکہ یہاں لپٹتے ہیں اس لئے اس کو ملتزم کہتے ہیں۔مستحب یہ ہے کہ جب وطن واپس جانے لگے تو آب زمزم پینے کے بعد ملتزم پر آکر اپنا سینہ اور چہرہ رکھے اور کعبہ کا جو پردہ اوپر سے لٹکا ہوا ہے اس کے ساتھ تھوڑی دیر لپٹ کر روئے۔

وجہ : اس کے لئے حدیث یہ ہے .عن عمرو بن شعیب عن ابیہ قال طفت مع عبد اللہ فلما جئنا دبر الکعبۃ قلت ألا تتعوذ ؟ قال نعوذ باللہ من النار ثم مضی حتی استلم الحجر و اقام بین الرکن و الباب فوضع صدرہ و وجھہ و ذراعیہ و کفیہ ھکذا و بسطھما بسطا ثم قال ھکذا رأیت رسول اللہ ﷺ یفعلہ۔(ابوداؤد شریف،

باب الکعبة ویُقبّل العتبة ثم یأتی الی الملتزم وهو ما بین الحجر الاسود والباب فیضع صدره ووجهه علیه و یتشبّث باستار الکعبة ساعة (١٣٨٣)یتضرّع الی الله تعالی بالدعاء بما احبّ من امور الدارین ویقول اللهم ان هذا بیتک الذی جعلتَه مبارکا وهدًی للعٰلمین اللهم کما هدیتَنی له فتقبّل منّی و لا تجعل هذا آخر العهد من بیتک وارزقنی العود الیه حتی ترضی عنّی برحمتک یا ارحم الراحمین.(١٣٨٤)والملتزم من الاماکن التی یستجاب فیها الدعاء بمکة المشرّفة وهی خمسة عشر موضعا نقلها الکمال بن الهمام عن رسالة الحسن البصری رحمه الله بقوله فی الطواف وعند

باب الملتزم، ص٦٢٧نمبر١٨٩٩/ابن ماجہ شریف، باب الملتزم،ص٤٢٩،نمبر٢٩٦٢) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے ملتزم پر اپنا سینہ اور چہرہ رکھا اور ہاتھ کو پھیلایا۔

لغت : عتبة: چوکھٹ۔ یتشبث: چمٹے۔استار: ستر کی جمع ہے، پردہ۔ساعة: ایک گھڑی۔یتشبث: چمٹے۔

ترجمہ : (١٣٨٣)اللہ تعالی سے دنیا آخرت کے محبوب امور کی دعا تضرع سے مانگے، اور یہ (بھی) کہے: اے اللہ یہ آپ کا گھر جسے آپ نے سارے جہاں کے لئے بابرکت اور ہدایت بنایا ہے، اے اللہ جیسے آپ نے مجھے یہاں آنے کی ہدایت دی پس قبول فرمالیجئے، اور اپنے گھر کی حاضری کو آخری حاضری نہ بنا، اس کی طرف دوبارہ آنے کی توفیق دیجئے، یہاں تک کہ اے ارحم الراحمین آپ اپنی رحمت سے مجھ سے راضی ہو جا۔

وجہ :(١) اس حدیث میں دعا کا ذکر ہے۔حدیث ہے۔طارق ابن علقمة اخبره عن امه ان النبی ﷺ کان اذا جاء مکانا فی دار یعلی استقبل القبلة و دعا ۔(نسائی شریف، باب الدعا عند رویۃ البیت،ص٣٩٩،نمبر٢٨٩٩)(٢)انبأ الشافعی قال احب له اذا ودع البیت ان یقف فی الملتزم و هو بین الرکن و الباب فیقول: اللهم البیت بیتک و العبد عبدک و ابن عبدک و ابن امتک حملتنی علی ما سخرت لی من خلقک حتی سیرتنی فی بلادک و بلغتنی بنعمتک حتی اعنتنی علی قضاء مناسکک فان کنت رضیت عنی فازدد عنی رضا و الا فمن الآن قبل ان تنای عن بیتک داری فهذا اوان انصرافی ان اذنت لی غیر مستبدل بک و لا ببیتک و لا راغب عنک و لا عن بیتک اللهم فاصحبنی با لعافیة فی بدنی و العصمة فی دینی و احسن منقلبی و ارزقنی طاعتک ما ابقیتنی ۔(سنن بیہقی، باب الوقوف فی الملتزم، ج خامس،ص٢٦٨،نمبر٩٧٦٧)اس قول تابعی میں دعا کا ذکر ہے۔

ترجمہ : (١٣٨٤)اور ملتزم مکہ مکرمہ کے ان مقامات میں سے ہے جہاں دعا قبول ہوتی ہے۔اور ایسی پندرہ جگہیں ہیں جنہیں

الملتزم وتحت الميزاب وفي البيت وعند زمزم وخلف المقام وعلى الصفا وعلى المروة وفي السعي وفي عرفات وفي منٰى وعند الجمرات (انتهٰى)

علامہ ابن ہمامؒ نے حضرت حسن بصریؒ کے رسالے سے نقل کیا ہے۔ان کے فرمان کے مطابق (وہ پندرہ مقامات یہ ہیں)

﴿قبولیت دعا کے مقامات﴾

۱:......حالت طواف میں۔

۲:......ملتزم کے پاس۔

۳:......میزاب (رحمت) کے نیچے۔

۴......بیت اللہ کے اندر۔

۵:......زمزم کے پاس۔

۶:......مقام ابراہیم کے پیچھے۔

۷:......صفا پر۔

۸:......مروہ پر۔

۹:......حالت سعی میں۔

۱۰:......عرفات میں۔

۱۱:......منیٰ میں۔

۱۲:......جمرۂ اولی۔

۱۳:......جمرۂ ثانیہ۔

۱۴:......جمرۂ ثالثہ کے پاس (رمی کے وقت)۔

۱۵:......چوتھے دن کی رمی کے وقت۔

نوٹ: حدیث میں جن مقامات پر دعا کرنے کا ذکر ہے مصنف فرماتے ہیں کہ وہاں دعا قبول ہوتی ہے، چنانچہ اوپر کے تمام مقامات پر حضورﷺ سے دعا ثابت ہے۔

(۱۳۸۵) والجمرات تُرمٰی فی اربعة ایام یوم النحر وثلاثة بعده کما تقدّم (۱۳۸۶)وذکرنا استجابته ایضا عند رؤیة البیت المکرّم(۱۳۸۷) ویستحب دخول البیت الشریف المبارک ان لم یوذ احدا وینبغی ان یقصد مصلّی النبی صلی الله علیه وسلم فیه وهو قِبَلَ وجهه وقد جعل الباب قِبَلَ ظهره حتی یکون بینه وبین الجدار الذی قِبَلَ وجهه قرب ثلاثة اذرع ثم یصلّی

ترجمه : (۱۳۸۵)اور جمرات کی رمی چار دن ہوتی ہے یوم نحر اور تین دن اس کے بعد جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

تشریح : پہلے گزر چکا ہے کہ چار دنوں تک رمی کی جاتی ہے، پہلا دن ۱۰۔ دسویں ذی الحجہ، ۱۱۔۱۲۔۱۳۔ ذی الحجہ ہے۔

ترجمه : (۱۳۸۶) بیت اللہ کی زیارت کے وقت بھی دعا کا قبول ہونا ہم نے بیان کیا ہے۔

وجه :(۱) بیت اللہ دیکھتے وقت دعا قبول ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ طارق ابن علقمة اخبره عن امه ان النبی ﷺ کان اذا جاء مکانا فی دار یعلی استقبل القبلة و دعا۔ (نسائی شریف، باب الدعا عند رویۃ البیت، ص ۳۹۹، نمبر ۲۸۹۹) دار یعلی کے سامنے سے بیت اللہ نظر آتا تھا اس لئے جب حضورؐ دار یعلی کے سامنے آتے اور بیت اللہ پر نظر پڑتی تو دعا کرتے کیونکہ یہاں دعا قبول ہوتی ہے۔ (۲) بیت اللہ دیکھتے وقت یہ دعا منقول ہے۔ عن مکحول قال کان النبی ﷺ اذا دخل مکة فرای البیت رفع یدیه و کبر و قال اللهم انت السلام و منک السلام فحینا ربنا بالسلام اللهم زد هذا البیت تشریفا و تعظیما و مهابة و زد من حجه او اعتمره تکریما و تشریفا و تعظیما و برا۔ (سنن للبیهقی، باب القول عند رویۃ البیت، ج خامس، ص ۱۱۸، نمبر ۹۲۱۳) اس حدیث میں بیت اللہ نظر آتے وقت دعا کا ذکر ہے۔

ترجمه : (۱۳۸۷) اگر کسی کو تکلیف نہ دیجائے تو بیت اللہ شریف کے اندر داخل ہونا مستحب ہے، اور مناسب ہے کہ اس میں نبی کریم ﷺ کے نماز پڑھنے کی جگہ کا قصد کرے، اور وہ جگہ چہرے کے سامنے ہے جب پیٹھ کے پیچھے دروازہ کیا جائے یہاں تک کے اس کے اور اس دیوار کے درمیان جو اس کے چہرے کے سامنے ہیں تین گز کا فاصلہ رہ جائے (یعنی دروازے کے سامنے کی دیوار سے تقریبا تین گز پیچھے وہ جگہ ہے) پھر نماز پڑھے۔

تشریح : اگر کسی کو تکلیف نہ ہو اور بیت اللہ کے اندر جا سکتا ہو تو اندر جائے اور جس جگہ حضورؐ نے نماز پڑھی اس جگہ نماز پڑھے، اگر دوسری جگہ پڑھ لی تب بھی جائز ہے۔ بیت اللہ کے دروازے میں داخل ہو تو سیدھا دیوار کی طرف جائے اور دیوار سے تین ہاتھ [ساڑھے چار فٹ] پیچھے رہے اس جگہ پر حضورؐ نے نماز پڑھی ہے۔ آج کل بیت اللہ کا دروازہ مکمل بند رہتا ہے اس لئے بیت اللہ کے اندر داخل ہونا مشکل ہے۔

وجه : (۱) اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ عن ابن عمرؓ انه کان اذا دخل الکعبة مشی قبل الوجه حین یدخل

(۱۳۸۸) فاذا صلّی الی الجدار یضع خدّہ علیه ویستغفر الله ویحمده (۱۳۸۹)ثم یأتی الارکان فیحمد ویهلّل ویسبّح ویکبّر ویسأل الله تعالی ما شاء ویلزم الادب ما استطاع بظاهره وباطنه

و یجعل الباب قبل الظهر یمشی حتی یکون بینه و بین الجدار الذی قبل وجهه قریبا من ثلاث اذرع فیصلی یتوخی المکان الذی اخبره بلال ان رسول الله ﷺ صلی فیه و لیس علی احد باس ان یصلی فی ای نواحی البیت شاء ۔(بخاری شریف، باب الصلاۃ فی الکعبۃ ،ص۲۵۹،نمبر۱۵۹۹)۔ اتی ابن عمر فقیل له هذا رسول الله ﷺ دخل الکعبة فقال ابن عمر فاقبلت و النبی ﷺ قد خرج و اجد بلالا قائما بین البابین فسالت بلالا فقلت اصلی النبی ﷺ فی الکعبة ؟ قال نعم رکعتین بین الساریتین اللتین علی یساره اذا دخلت ثم خرج فصلی فی وجه الکعبة رکعتین . (بخاری شریف، باب قولہ تعالی واتخذ وامن مقام ابراہیم مصلی [آیت ۱۲۵،سورۃ البقرۃ ۲] ،ص ۷۰،نمبر ۳۹۷)اس حدیث میں بھی بیت اللہ میں نماز پڑھنے کا تذکرہ ہے۔

ترجمه : (۱۳۸۸)جب دیوار کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھ چکے تو اپنے رخسار کو اس پر رکھدے اور اللہ سے استغفار کرے اس کی حمد کرے۔

وجه :(۱)عن عبد الرحمن بن صفوان قال لما فتح رسول الله ﷺ مکة قلت لالبسن ثیابی و کانت داری علی الطریق فلانظرن کیف یصنع رسول الله ﷺ فانطلقت فرأیت النبی ﷺ قد خرج من الکعبة هو و اصحابه قد استلموا البیت من الباب الی الحطیم و قد وضعوا خدودهم علی البیت و رسول الله ﷺ وسطهم ۔(ابوداود شریف، باب الملتزم ،ص ۲۷۶،نمبر ۱۸۹۸)اس حدیث میں ہے کہ کعبہ سے نکلنے کے بعد اپنے گالوں کو بیت اللہ کے دروازے سے حطیم تک کے درمیان میں رکھا۔

ترجمه : (۱۳۸۹)، پھر ارکان کے پاس آئے ،استغفار کرے، حمد کرے، تہلیل کرے، تسبیح کرے، تکبیر کہے، اللہ تعالی سے جو چاہے دعا کرے، ظاہر و باطن سے جتنا ہو سکے ادب کو لازم پکڑے۔

تشریح :یہاں ارکان سے مراد حجر اسود ہے، یعنی حجر اسود کے پاس آئے اور استغفار وغیرہ کرے اور دعا کرے۔اس کے لئے حدیث گزر چکی ہے۔

وجه :(۱) اس کے لئے حدیث یہ ہے .عن عمرو بن شعیب عن ابیه قال طفت مع عبد الله فلما جئنا دبر الکعبة قلت ألا تتعوذ ؟ قال نعوذ بالله من النار ثم مضی حتی استلم الحجر و اقام بین الرکن و الباب فوضع صدره و وجهه و ذراعیه و کفیه هکذا و بسطهما بسطا ثم قال هکذا رأیت رسول الله ﷺ یفعله ۔(ابوداؤد شریف، باب الملتزم، ص ۲۷۶ نمبر ۱۸۹۹/ابن ماجہ شریف، باب الملتزم ،ص ۴۲۹،نمبر ۲۹۶۲) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ

(۱۳۹۰)ولیست البلاطة الخضراء التی بین العمودین مصلّی النبی صلی الله علیه وسلم (۱۳۹۱)وما تقوله العامّة من انة العروة الوثقٰی وهو موضع عال فی جدار البیت بدعة باطلة لا اصل لها(۱۳۹۲) والمسمار الذی فی وسط البیت یُسمّونه سرّة الدنیا یکشف احدهم عورته وسرّته ویضعها علیه فعل من لا عقل له فضلا عن علم کما قاله الکمال.(۱۳۹۳) واذا اراد العود الی اهله

نے ملتزم پر اپنا سینہ اور چہرہ رکھا اور ہاتھوں کو پھیلایا۔ یہ جگہ حجر اسود کے قریب ہے۔

ترجمہ : (۱۳۹۰)اور سبز فرش جو دوستونوں کے درمیان ہے وہ نبی ﷺ کے نماز کی جگہ نہیں ہے۔

تشریح :بیت اللہ کے اندر دوستونوں کے درمیان سبز فرش ہے، لوگ کہتے ہیں اس جگہ حضورؐ نے نماز پڑھی ہے، لیکن یہ غلط ہے، بلکہ اس سے تھوڑا بائیں ہٹ کر حضورؐ کی نماز کی جگہ ہے۔

لغت :بلاطة: پتھر کا فرش۔الخضراء:سبز۔عمود:ستون، کھمبا۔

ترجمہ : (۱۳۹۱)اور عوام جسے عروۃ وثقی کہتے ہیں جو بیت اللہ کی دیوار میں ایک بلند جگہ ہے اس کی کوئی اصل نہیں بلکہ بدعت باطلہ ہے۔

تشریح : بیت اللہ کے اندر دیوار میں ایک اونچی جگہ ہے، لوگ اس کو عروۃ الوثقی [مضبوط حلقہ] کہتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، بیکار باتیں ہیں۔

لغت :عروۃ:لوٹے کا دستہ، یہاں مراد ہے حلقہ۔وثقی: وثیقۃ سے مشتق ہے، معاہدہ۔عروۃ وثقی: مضبوط حلقہ، مظبوط سہارا۔

ترجمہ : (۱۳۹۲)اور وہ کیل جو بیت اللہ کے درمیان میں ہے جس کا لوگ سرۃ الدنیا (دنیا کی ناف) نام رکھتے ہیں بعض تو اپنا ستر اور ناف کھول کر اس پر رکھتے ہیں، بقول علامہ کمالؒ کے یہ علم سے عاری اور عقل کے کورے لوگوں کا فعل ہے۔

تشریح :بیت اللہ کے درمیان کوئی کیل ہے، لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ دنیا کی ناف ہے، دنیا کے بالکل بیچ کا حصہ ہے، اور پرانے زمانے میں بعض لوگ اس پر ناف کھول کر اور ستر کھول کر رکھتے تھے، یہ جاہلانہ رسم ہے، شریعت ایسی بےحیائی کی اجازت نہیں دیتی۔

لغت :مسمار:کیل۔سرۃ: ناف، سرۃ الدنیا: دینا کی ناف، دنیا کی بیچ۔عورۃ: شرمگاہ، ستر۔

ترجمہ : (۱۳۹۳) اور جب اپنے اہل کی طرف واپسی کا ارادہ ہو تو مناسب یہ ہے کہ طواف وداع کے بعد اس طرح لوٹے کہ چہرہ بیت اللہ کی طرف ہو اور پیچھے کی جانب چلتا جائے، روتا ہوا یا رونے والوں کی شکل بناتا ہوا بیت اللہ کی جدائی میں حسرت کرتا ہوا چلے، اور اسی حال میں مسجد حرام سے باہر نکلے۔

تشریح :طواف وداع کے بعد جب گھر واپس ہونے لگے تو چہرہ بیت اللہ کی طرف ہو اور پیچھے ہٹتا جائے اور چلتا جائے، بیت

ينبغي ان ينصرف بعد طوافه للوداع وهو يمشي الى ورائه ووجهه الى البيت باكيا او متباكيا متحسّرا علـى فـراق البيـت حتـى يـخـرج من المسجد(١٣٩٤) ويخرج من مكة من باب بنى شيبة من الثنيّة السفلىٰ.(١٣٩٥) والـمـرأة فى جميع افعال الحجّ كالرجل غير انها لا تكشف رأسها وتسدل على

اللہ کی جدائیگی پر روتا جائے یا کم سے کم رونے والوں کی طرح شکل بنائے ، اس طرح پیچھے ہٹتے ہوئے مسجد حرام سے نکلے۔

وجه : (١) اس اثر میں اس کا اشارہ ہے. عـن ابراهيم قال يكره أن يسند الانسان ظهره الى الكعبة يستدبرها ۔(مصنف ابن ابي شيبة ، باب في الرجل يسند ظهره الى الكعبة ، ج ثالث ، ص ٣٩١ ، نمبر ١٥٤٢٣) اس اثر میں ہے کہ بیت اللہ کی طرف پیٹھ کرنا مکروہ ہے۔اس لئے بیت اللہ کی طرف چہرہ کرتے ہوئے پیچھے ہٹے تو بہتر ہے (٢) عن طاوس قال : النظر الى البيت عبـادة و الـطـواف بالبيت صلاة (مصنف ابن ابي شيبة ، باب في فضل النظر الى البيت ، ج ثالث ، ص ٣٢٧ ، نمبر ١٤٧٥٧) اس اثر میں ہے کہ بیت اللہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے، اس لئے بیت اللہ کو دیکھتے ہوئے باہر نکلے۔

لغت : عود : واپس لوٹنا۔ وراء : پیچھے کی طرف۔ باکیا : روتے ہوئے ، متباکیا : رونے کی شکل بناتے ہوئے۔ متحسرا : حسرت سے مشتق ہے، افسوس کرتے ہوئے۔

ترجمه : (١٣٩٤) اور مکہ سے باب بنی شیبہ سے ثنیۃ سفلی سے ہوتا ہوا نکلے۔

تشريح : باب بنی شیبۃ ثنیۃ سفلی کی طرف ہے اس لئے باب بنی شیبۃ سے مسجد حرام سے باہر آئے ، اور ثنیۃ سفلی سے مکہ مکرمہ سے باہر آئے۔ یہ آدمی حج کے لئے شروع میں ثنیہ علیا سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوا تھا اب ثنیہ سفلی سے باہر آئے۔

وجه : (١) عـن ابـن عـمـر قال كان رسول الله ﷺ يدخل مكة من الثنية العليا و يخرج من الثنية السفلى ۔(بخاری شریف ، باب من این یدخل مکۃ ؟ ص ٢٥٦ ، نمبر ١٥٧٥ / نسائی شریف ، باب من این یدخل مکۃ ، ص ٣٩٥ ، نمبر ٢٨٦٨) اس حدیث میں ہے کہ ثنیۃ علیا سے مکہ مکرمہ میں داخل ہو اور ثنیۃ سفلی سے باہر نکلے۔

لـغـت : ثنیۃ : گھاٹی ، ثنیۃ علیا : مکہ مکرمہ میں اونچائی کی جانب کی گھاٹی۔ ثنیۃ سفلی : نچلی گھاٹی ، آج کل اس کو مسفلہ ، کہتے ہیں ، اسی طرف باب بنی شیبۃ ہے۔

ترجمه : (١٣٩٥) عورت حج کے تمام افعال میں مرد کی طرح ہے مگر یہ کہ اپنے سر کو نہ کھولے۔ اور اپنے چہرے پر کپڑا اڈالے گی اس طرح کہ اس کے نیچے لکڑی ہو قبہ کی طرح ہو جو کپڑے کو چہرے پر لگ جانے سے مانع ہو

تشـريح : جس طرح احکام مردوں پر لازم ہیں اسی طرح عورتوں پر بھی لازم ہیں۔ البتہ جہاں ان کے ستر یا نسوانیت کے خلاف ہے وہاں عورتوں کا مسئلہ مردوں سے الگ ہے۔ اسی میں یہ ٧۔ مسائل ہیں جو ذکر کئے جا رہے ہیں۔

وجهها شيئا تحته عيدان كالقبّة تمنع مسّه بالغطاء (١٣٩٦)ولا ترفع صوتها بالتلبية(١٣٩٧) ولا ترمل ولا تهرول في السعي بين الميلين الاخضرين بل تمشي على هينتها في جميع السعي بين الصفا

[ا] پہلا مسئلہ یہ ہے کہ مرد احرام میں سر کو کھلا رکھے گا، لیکن عورت سر ڈھانکے گی، کیونکہ یہ ستر کے خلاف ہے۔ البتہ چہرہ کھولے رکھے گی، لیکن پردہ بھی کرنا ہے، اس لئے جو کپڑا چہرے پر لٹکائے گی اس کے نیچے لکڑی اس طرح باندھے کہ وہ قبہ کی طرح ہو جائے اور کپڑا اس کے اوپر لٹک جائے اور پردہ ہو جائے اور چہرے کو بھی نہ چھوئے۔

وجه :(ا) حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عمر ان النبی ﷺ قال ليس على المرأة احرام الا في وجهها** (دار قطنی، کتاب الحج، ج ثانی، ص ۲۵۷، نمبر ۲۷۳۴ رسنن بیہقی، باب المرأة لا تنتقب في احرامها ولا تلبس القفازين، ج خامس، ص ۷۵، نمبر ۹۰۴۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے اس لئے وہ کپڑا چہرے سے دور رکھے گی۔ اور سر ڈھانکے گی۔ (۲) اس حدیث میں ہے ۔**عن عائشة قالت كان الركبان يمرون بنا ونحن مع رسول الله ﷺ فاذا محرمات حاذوا بنا سدلت احدانا جلبابها من رأسها على وجهها فاذا جاوزونا كشفناه** (ابوداؤد شریف، باب فی المحرمة تغطی وجهها ص ۲۶۱ نمبر ۱۸۳۳ رابن ماجہ شریف، باب المحرمة تسدل الثوب على وجهها، ص ۴۲۵، نمبر ۲۹۳۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرمہ عورت چہرہ کھلا رکھے اور کوئی اجنبی مرد سامنے آئے تو چہرے سے دور کر کے چادر وغیرہ چہرے پر لٹکا دے اس طرح سے کہ کپڑا چہرے سے مس نہ ہو۔ (۳) چہرے پر کپڑا کس طرح لٹکائے گی اس کے لئے یہ قول صحابی ہے ۔ **أن عليا كان ينهى النساء عن النقاب و هن حرم و لكن يسدلن الثوب عن وجوههن سدلا** ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی النقاب للمحرمة، ج ثالث، ص ۲۸۱، نمبر ۱۴۳۲۶) اس اثر میں ہے کہ چہرے سے دور رکھ کر کپڑا لٹکا لے۔

ترجمه : (۱۳۹۶) اور تلبیہ میں اپنی آواز کو بلند نہ کرے۔

وجه:(ا)**عن ابن عمر قال لا تصعد المرأة فوق الصفا والمروة ولا ترفع صوتها بالتلبية** (دار قطنی، کتاب الحج، ج ثانی، ص ۲۵۹، نمبر ۲۷۴۱ رسنن للبیہقی، باب المرأة لا ترفع صوتها بالتلبية، ج خامس، ص ۷۲، نمبر ۹۰۳۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ عورت تلبیہ میں آواز بلند نہیں کرے گی۔ کیونکہ اس سے فتنہ پیدا ہو سکتا ہے۔

ترجمه : (۱۳۹۷) اور رمل نہ کرے۔ اور سعی کی حالت میں میلین اخضرین کے درمیان نہ دوڑے بلکہ صفا ومروہ کے درمیان پوری سعی میں اطمینان سے چلے۔

تشريح : مرد طواف کے پہلے تین شوط میں اکڑ کر چلے گا، عورت اطمینان سے چلے گی، اکڑ کر نہیں چلے گی، اسی طرح میلین اخضرین کے درمیان نہیں دوڑے گی بلکہ اطمینان سے چلے گی۔ یہ اس کی نسوانیت کے خلاف ہے۔

وجه: (ا)**عن ابن عمر قال ليس على النساء رمل بالبيت ولا بين الصفا والمروة** . (دار قطنی، کتاب الحج، ج

والمروة(۱۳۹۸) ولا تحلق و تقصر (۱۳۹۹)وتلبس المخیط (۱۴۰۰)ولا تزاحم الرجال فی

ثانی،ص ۲۵۸،نمبر ۲۷۴۰/ باب نمبر ۲۹۴/سنن للبیھقی ، باب المرأة تطوف وتسعی لیلا اذا کانت مشھورة بالجمال ولا رمل علیھا ، ج خامس ،ص ۷۷،نمبر ۹۰۵۵)اس اثر سے معلوم ہوا کہ عورت نہ رمل کرے گی اور نہ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑے گی۔

لغت: ترمل :اکڑ کر چلنا۔تھرول:دوڑنا۔ھینۃ :اطمینان سے چلنا۔

ترجمہ : (۱۳۹۸)اور حلق نہ کرے بلکہ قصر کرے۔

وجہ: (۱)بال منڈوانے سے عورت گنجی ہو جائے گی جو اس کی زینت کے خلاف ہے اس لئے صرف قصر کرے گی (۲) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔**ان ابن عباس قال قال رسول اللہ لیس علی النساء حلق انما علی النساء التقصیر.** (ابو داؤد باب الحلق والتقصیر ص ۲۷۹ نمبر ۱۹۸۴/ترمذی شریف باب ماجاء فی کراہیة الحلق للنساء ص ۱۸۲ نمبر ۹۱۴)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت حلق نہ کرائے وہ صرف تقصیر کرائے اور پوروے بھر بال کٹوا کر حلال ہو جائے۔

لغت: حلق :سر کو منڈوانا۔ قصر : کچھ بال رکھنا کچھ کو کٹوانا۔

ترجمہ : (۱۳۹۹) اور سلا ہوا کپڑا پہنے۔

تشریح : عورت کا پورا بدن ستر عورت ہے،اب اگر احرام کی حالت میں سلا ہوا کپڑا نہ پہنے تو اس کے ستر کھلنے کا خطرہ ہے اس لئے وہ سلا ہوا کپڑا پہن سکتی ہے۔

وجہ (۱)اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے . **عن عبد اللہ بن عمر أنہ سمع رسول اللہ ﷺ نھی النساء فی احرامھن عن القفازین و النقاب و ما مس الورس و الزعفران من الثیاب و لتلبس بعد ذالک ما أحبت من الوان الثیاب معصفرا أو خزا أو حلیا أو سراویل أو قمیصا أو خفا** ۔(ابوداود شریف، باب مایلبس المحرم ،ص ۲۶۸، نمبر ۱۸۲۷)اس حدیث میں ہے کہ عورت قمیص پہن سکتی ہے جو سلی ہوئی ہوتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ عورت سلا ہوا کپڑا پہن سکتی ہے

ترجمہ : (۱۴۰۰) اور حجر اسود کا بوسہ دینے کے لئے مردوں کے ساتھ ازدحام نہ کرے۔

تشریح : اگر حجر اسود کے پاس بھیڑ ہو تو عورت کو چاہئے کہ حجر اسود کا بوسہ نہ لے، کیونکہ اس صورت میں مرد سے مماس ہوگا اور اجنبی مردوں کو چھونا لازم آئے گا جو ممنوع ہے، ہاں جگہ خالی ہو تو عورتیں حجر اسود کو چومے،اس کی اجازت ہے۔

وجہ : (۱)اس قول صحابیہ میں اس کا ثبوت ہے . **انھا کانت عند عائشة زوج النبی ﷺ ام المؤمنین رض فدخلت علیھا مولاة لھا فقالت لھا یا ام المؤمنین طفت بالبیت سبعا و استلمت الرکن مرتین أو ثلاثا فقالت لھا عائشة رض : لا أجرک اللہ لا أجرک اللہ تدافعین الرجال الا کبرت و مررت** ۔(سنن بیہقی ،باب الاستلام فی الزحام، ج خامس،ص ۱۳۱،نمبر ۹۲۶۸) اس اثر میں ہے کہ حضرت عائشہ رض نے اپنی باندی کو بھیڑ میں حجر اسود کو چومنے سے منع فرمایا۔

استلام الحجر وهذا تمام الحج المفرد(١٤٠١) وهو دون المتمتّع فى الفضل والقران افضل من التمتّع.

﴿فصل :﴾

(١٤٠٢)القران هو ان يجمع بين احرام الحج والعمرة فيقول بعد صلوة ركعتى الاحرام اللهم انى

ترجمه : (۱۴۰۱) یہ پورا بیان حج افراد کا ہے جو فضیلت میں حج تمتع سے کم ہے، اور قران تمتع سے افضل ہے۔

تشریح : یہ مسائل حج افراد کے تھے، لیکن بہت سے مسائل حج تمتع اور قران میں یہی ہیں۔حج قران سب سے افضل ہے کیونکہ اس میں حج اور عمرہ دونوں ایک ساتھ ہوتے ہیں۔اس کے بعد حج تمتع ہوتا ہے کیونکہ اس میں حج اور عمرہ ایک سفر میں ادا ہوتے ہیں اگر چہ ایک ساتھ نہیں ہوتے۔اس کے بعد حج افراد ہے، کیونکہ اس میں صرف حج ادا ہوتا ہے۔ دلائل بعد میں آئیں گے۔

﴿فصل : قران کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ : حج اور عمرہ دونوں کو ایک ہی سفر میں جمع کرے اور حج کے ساتھ عمرے کا احرام باندھ لے اس کو قران کہتے ہیں۔قران ,ق، کے کسرے کے ساتھ، معنی ہے ملانا، چونکہ حج اور عمرہ کو ایک ساتھ ملایا اس لئے اس کو قران کہتے ہیں۔اس آیت میں حج قران کا ثبوت ہے۔**و اتموا الحج و العمرة لله** ۔(آیت ۱۹۶،سورۃ البقرۃ ۲)اس آیت میں ہے کہ حج اور عمرے کو پورا کرو اس سے حج قران، ثابت ہوتا ہے۔

ترجمہ :(۱۴۰۲) قران یہ ہے کہ حج اور عمرہ کا احرام ایک ساتھ باندھے۔پس احرام کی دو رکعت کے بعد یہ کہے کہ: اے اللہ میں حج اور عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں میرے لئے آسان کیجئے اور قبول فرمائیے، پھر تلبیہ پڑھے۔

تشریح :[۱]صرف حج کا احرام باندھے تو اس کو حج افراد کہتے ہیں۔[۲] پہلے عمرے کا احرام باندھے اس کو پورا کر کے احرام کھول دے اور میقات کے حدود میں ٹھہرا رہے پھر اشہر حج میں حج کا احرام باندھے اور حج پورا کرے تو اس کو حج تمتع کہتے ہیں۔تمتع کے معنی ہیں فائدہ اٹھانا، چونکہ اس نے عمرہ کے بعد احرام کھولنے کا فائدہ اٹھایا اس لئے اس حج کو حج تمتع کہتے ہیں۔[۳]اور حج اور عمرے کا احرام ایک ساتھ باندھے تو اس کو حج قران کہتے ہیں، قران کا معنی ہے ملانا، چونکہ حج اور عمرے کو ملایا اس لئے اس کو قران کہا جاتا ہے

وجہ: (۱) اس آیت میں قران کا ثبوت ہے ۔**و اتموا الحج و العمرة لله** ۔(آیت ۱۹۶،سورۃ البقرۃ ۲)اس آیت میں ہے کہ حج اور عمرے کو جمع کرو اس سے ,حج قران ،ثابت ہوتا ہے (۲) اس حدیث میں دو رکعت پڑھنے کے بعد حج اور عمرہ کو جمع کرنے کے لئے کہا۔**سمع عمر يقول سمعت النبى ﷺ بوادى العقيق يقول أتانى الليلة آتٍ من ربى فقال**

ارید العمرة والحج فیسّر هما لی وتقبّلهما منّی ثم یُلبّی .(۱۴۰۳)فاذا دخل مکة بدأ بطواف العمرة

صل فی هذا الوادی المبارک وقل عمرة فی حجة . (بخاری شریف، باب قول النبی ﷺ العقیق وادمبارک،ص ۲۰۷، نمبر ۱۵۳۴/ابوداؤد شریف، باب فی القران،ص ۲۵۷،نمبر ۱۸۰۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ کو باضابطہ عمرہ کو حج کے ساتھ ملانے کا حکم دیا اس لئے قران افضل ہوگا(۳)عن انس بن مالک انهم سمعوه یقول سمعت رسول الله ﷺ یلبی بالحج والعمرة جمیعا یقول لبیک عمرة و حجا لبیک عمرة و حجا . (ابوداؤد شریف، باب الاقران،ص ۲۵۷ ،نمبر ۱۷۹۵/ترمذی شریف، باب ماجاء فی الجمع بین الحج والعمرۃ،ص ۱۶۹،نمبر ۸۲۱/مسلم شریف، باب فی الافراد والقران ص ۵۲۴،نمبر ۱۲۳۲/۲۹۹۵)اس حدیث میں ہے کہ حضور نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا جس سے معلوم ہوا کہ قران افضل ہے(۵) اس حدیث میں ہے۔فدخلت علی ام سلمة ... سمعت رسول الله ﷺ یقول اهلوا یا آل محمد بعمرة فی حج (سنن للبیهقی ، باب العمرۃ قبل الحج والحج قبل العمرۃ ج رابع ص ۵۷۹،نمبر ۸۷۸۶)اس حدیث میں بھی قران کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔اس لئے حنفیہ کے نزدیک قران افضل ہے۔

ترجمه :(۱۴۰۳)جب مکہ میں داخل ہو تو طواف عمرہ کے سات چکر سے ابتدا کرے،صرف پہلے تین چکر میں رمل کرے۔پھر طواف کی دو رکعت پڑھے۔

تشریح :قران میں چونکہ پہلے عمرہ ہے اس لئے پہلے عمرہ کے اعمال کرے۔عمرہ کے اعمال صرف تین ہیں [۱] عمرے کا احرام باندھنا[۲] سات شوط عمرے کے لئے طواف کرے۔ پہلے تین میں رمل کرے۔اس کے بعد طواف کے لئے دو رکعت نماز پڑھے [۳] صفا و مروہ کی سات چکروں میں سعی کرے، میلین اخضرین کے درمیان دوڑے،بس یہ عمرے کے اعمال ہو گئے،اس کے بعد بغیر احرام کھولے مکہ مکرمہ میں ٹھہرا رہے اور بعد میں حج کرے۔

وجه: (۱) عن جابر قال قدم رسول الله واصحابه لا ربع لیال خلون من ذی الحجة فلما طافوا بالبیت وبالصفا والمروة قال رسول الله ﷺ اجعلوها عمرة . (ابوداؤد شریف، باب فی افراد الحج ص ۲۵۶ نمبر ۱۷۸۸)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عمرہ کے لئے طواف کرے،اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے اور احرام باندھنے کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے کہ احرام کے بغیر عمرہ نہیں ہوگا۔(۲)اس حدیث میں ہے کہ عمرے کے اعمال طواف ہے اور صفا مروہ کی سعی ہے۔حدثنی جابر بن عبد الله ؓ أنه حج مع رسول الله ﷺ یوم ساق البدن معه و قد أهلوا بالحج مفردا فقال لهم أحلوا من احرامکم بطواف البیت و بین الصفا و المروة و قصروا ثم اقیموا حلالا حتی اذا کان یوم الترویة فأهلوا فأهلوا بالحج و اجعلوا التی قدمتم بها متعة ۔(بخاری شریف، باب التمتع والقران والافراد بالحج ص ۲۵۴ نمبر ۱۵۶۸) اس حدیث میں عمرہ کے اعمال[۱] بیت اللہ کا طواف کرنا[۲] اور صفا مروہ کی سعی کرنا ثابت ہے۔

سبعة اشواط يرمل فی الثلاثة الاول فقط ثم يصلی رکعتی الطواف(۱۴۰۴) ثم يخرج الی الصفا ويقوم عليه داعيا مكبّرا مهلّلا ملبّيا مصلّيا علی النبی صلی الله عليه وسلم ثم يهبط نحو المروة ويسعٰی بين الميلين فيتم سبعة اشواط وهذه افعال العمرة .(۱۴۰۵)والعمرة سنة(۱۴۰۶) ثم يطوف طواف القدوم للحج ثم يتم افعال الحج كما تقدّم (۱۴۰۷)فاذا رمٰی يوم النحر جمرة العقبة

ترجمه :(۱۴۰۴) پھر صفا کی طرف نکلے، اوراس کے اوپر کھڑا ہو دعا کرتے ہوئے، تکبیر، تہلیل، تلبیہ، نبی ﷺ پر درود پڑھتے ہوئے۔ پھر مروہ کی طرف اترے اور میلین کے درمیان دوڑے اس طرح سات چکر پورے کرے۔ یہ عمرہ کے افعال ہوئے۔

تشریح : یہ عمرہ کا تیسرا عمل ہے کہ صفا پر آکر، تکبیر و تہلیل کرے تلبیہ پڑھے، حضورؐ پر درود شریف پڑھے، اور دعا کرے، پھر اسی طرح مروہ پر کرے اور صفا سے مروہ پر جاتے ہوئے میلین اخضرین کے درمیان دوڑے۔ اور سعی کے سات چکر پورا کرے۔ باقی تفصیل اور دلائل پہلے گزر چکے ہیں وہاں دیکھیں۔

ترجمه :(۱۴۰۵) اور عمرہ سنت ہے۔

وجه :(۱) اس آیت میں عمرہ کا ثبوت ہے ۔**و اتموا الحج و العمرة لله** ۔(آیت ۱۹۶، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں عمرہ کو حج کے ساتھ بیان کیا ہے اس سے عمرہ کے سنت ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ **عن ابی هريرةؓ ان رسول الله ﷺ قال العمرة الی العمرة کفارة لما بينهما ،و الحج المبرور ليس له جزاء الا الجنة** ۔(بخاری شریف، باب وجوب العمرۃ وفضلھا، ص ۲۸۵، نمبر ۱۷۷۳) اس حدیث میں عمرہ کے سنت ہونے کی دلیل ہے۔

ترجمه :(۱۴۰۶) پھر حج کا طواف قدوم کرے، پھر حج کے افعال پورے کرے جیسا پہلے بیان کیا۔

تشریح :عمرے کے اعمال سے فارغ ہونے کے بعد حج کے لئے طواف قدوم کرے اور آٹھویں ذی الحجہ سے حج کے اعمال پورے کرے۔ البتہ چونکہ عمرے میں طواف قدوم ادا ہو چکا ہے اس لئے اب طواف قدوم اتنا ضروری نہیں، البتہ کر لے تو اچھا ہے

ترجمه :(۱۴۰۷) جب یوم نحر میں جمرہ عقبہ کی رمی کرے تو اس پر ایک بکری یا بدنہ کا ساتواں حصہ ذبح کرنا واجب ہے۔

تشریح: قارن اور متمتع پر ہدی لازم ہے۔ اور ہدی کی صورت یہ ہے کہ ایک بکری ہو یا ایک گائے ہو یا ایک اونٹ ہو یا گائے کا ساتواں حصہ یا اونٹ کا ساتواں حصہ ہو۔

وجه: (۱) قران تمتع کے درجے میں ہے اور تمتع کے بارے میں اس آیت میں ہے کہ ہدی لازم ہے اس لئے قران میں بھی ہدی لازم ہوگی۔ **فمن تمتع بالعمرة الی الحج فما استيسر من الهدی فمن لم يجد فصيام ثلثة ايام فی الحج وسبعة اذا رجعتم تلک عشرة كاملة ذلک لمن لم يكن اهله حاضری المسجد الحرام.** (آیت ۱۹۶ سورۃ البقرۃ ۲)

وجب عليه ذبح شاة او سُبُع بدنة (۱۴۰۸)فاذا لم يجد فصيام ثلاثة ايام قبل مجئ يوم النحر من اشهر الحج وسبعة ايام بعد الفراغ من الحج ولو بمكة بعد مضى ايام التشريق ولو فرّقها جاز.

اس آیت میں ہے کہ قارن اور متمتع پر ہدی ہے اور وہ نہ دے سکے تو اس پر دس دن کے روزے ہیں۔(۲) حدیث میں ہے۔**عن ابن عباس انه سئل عن متعة الحج فقال ... ثم امرنا عشية التروية ان نهل بالحج فاذا فرغنا من المناسک جئنا فطفنا بالبيت وبالصفا والمروة فقد تم حجنا وعلينا الهدى كما قال الله عز وجل فما استيسر من الهدى.** (بخاری شریف، باب قول اللہ عز وجل ذلک لمن لم یکن اھلہ حاضری المسجد الحرام ص ۲۱۳ نمبر ۱۵۷۲) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ متمتع اور قارن پر ہدی لازم ہے۔(۳) اور گائے یا اونٹ کے ساتویں حصے کی دلیل یہ حدیث ہے۔**عن جابر بن عبد الله قال نحرنا مع رسول الله ﷺ عام الحديبية البدنة عن سبعة والبقرة عن سبعة۔** (مسلم شریف، باب جواز الاشتراک فی الھدی واجزاء البدنۃ والبقرۃ کل واحد منھما عن سبعۃ، ص ۵۵۳، نمبر ۱۳۱۸/۳۱۸۵/ابو داؤد شریف، باب البقرۃ والجزور عن کم تجزئ، ص ۴۰۹، نمبر ۲۸۰۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گائے اور اونٹ سات آدمیوں کی جانب سے کافی ہے۔

ترجمہ :(۱۴۰۸) اور اگر ہدی کی طاقت نہ رکھتا ہو تو تین روزے ہیں دسویں ذی الحجہ آنے سے پہلے حج کے مہینوں میں، اور سات دن حج سے فارغ ہونے کے بعد چاہے مکہ مکرمہ میں ہو ایام تشریق گزرنے کے بعد۔

وجہ : (۱) پہلے آیت گزر گئی کہ ہدی نہ ہو تو روزے رکھے، **فمن تمتع بالعمرة الى الحج فما استيسر من الهدى فمن لم يجد فصيام ثلثة ايام فى الحج و سبعة اذا رجعتم تلک عشرة كاملة** (آیت ۱۹۶ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ ہدی نہ دے سکو تو روزے رکھو۔(۲) اور ایام تشریق میں روزہ نہ رکھے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن عقبة بن عامر قال قال رسول الله يوم عرفة ويوم النحر وايام التشريق عيدنا اهل الاسلام وهى ايام اكل و شرب** (ابوداؤد شریف ، باب صیام ایام التشریق ،ص ۳۳۸، نمبر ۲۴۱۹/مسلم شریف ، باب تحریم صوم ایام التشریق، ص ۳۶۰، نمبر ۱۱۴۱/۲۶۷۷) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ یوم عرفہ اور ایام تشریق سے پہلے پہلے تین روزے رکھ لے(۳) مکہ میں بھی روزہ رکھ سکتا ہے اور راستے میں بھی رکھ سکتا ہے۔**عن عطاء قال وسبعة اذا رجعتم (الآية) قال ان شاء صامها فى الطريق وان شاء بمكة۔** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۴۵ فی قضاء السبعۃ الفرق او الوصل ج ثالث ،ص ۱۵۱، نمبر ۱۲۹۹۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ میں بھی روزہ رکھ سکتا ہے اور راستے میں بھی رکھ سکتا ہے۔

﴿فصل : ﴾

(۱۴۰۹)التمتّع هو ان يحرم بالعمرة فقط من الميقات فيقول بعد صلوة ركعتى الاحرام اللهم انى

﴿فصل: تمتع کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ: حج کے مہینے شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کی دس تاریخ میں عمرے کا احرام باندھے پھر عمرہ کر کے حلال ہو جائے اور حج کے زمانے میں حج کا احرام باندھ کر حج پورا کرے اس کو تمتع کہتے ہیں۔ تمتع: متع سے مشتق ہے، اس کا ترجمہ ہے فائدہ اٹھانا، چونکہ ایک سفر میں عمرہ اور حج دونوں سے فائدہ اٹھاتا ہے، اور عمرے کا احرام کھول کر حلال ہونے کا فائدہ اٹھاتا ہے اس لئے اس کو تمتع کہتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ فمن تمتع بالعمر ة الى الحج فما استيسر من الهدى . (آیت ۱۹۶ سورة البقرة ۲) اس آیت سے تمتع ثابت ہوتا ہے۔

ترجمہ: (۱۴۰۹) تمتع یہ ہے کہ میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھے، اور احرام کی دو رکعت کے بعد کہے: اے اللہ میں عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں میرے لئے آسان فرما دیجئے اور میری طرف سے قبول فرمائیے۔

تشریح: قران اور تمتع میں فرق یہ ہے کہ قران میں حج اور عمرے دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھتے ہیں۔ اور دسویں تاریخ کو ایک ساتھ دونوں احراموں سے حلال ہوتے ہیں۔ اور تمتع میں میقات سے پہلے عمرے کا احرام باندھتے ہیں اور اس سے حلال ہونے کے بعد پھر آٹھ ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھتے ہیں۔ اس کے لئے عمرے کا طریقہ بتا رہے ہیں کہ عمرے کے لئے احرام کا کپڑا پہننے کے بعد دو رکعت نماز پڑھے اور کہے میں عمرے کا ارادہ کرتا ہوں، اے اللہ اس کو آسان کر دیجئے، اور قبول کیجئے۔ تمتع کے لئے عمرے کی دو قسمیں ہوتیں ہیں [۱] ایک یہ ہے کہ ساتھ ھدی لیجائے، اس صورت میں عمرے کے بعد حلال نہیں ہوگا، بلکہ حج مکمل کرنے کے بعد دونوں احراموں سے ایک ساتھ حلال ہوگا۔ [۲] اور دوسری صورت یہ ہے کہ ہدی ساتھ نہ لیجائے اس صورت میں عمرہ کرنے کے بعد حلال ہو جائے، پھر آٹھ ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھے۔

وجہ: (۱) اس حدیث میں ہے۔ ان ابن عمر قال تمتع رسول الله ﷺ فى حجة الوداع بالعمرة الى الحج و أهدى فساق معه الهدى من ذى الحليفة و بدأ رسول الله ﷺ فأهل بالعمرة ثم اهل بالحج ، فكان من الناس من أهدى فساق الهدى و منهم من لم يهد. فلما قدم النبى ﷺ مكة قال للناس من كان منكم أهدى فانه لا يحل من شىء حرم منه حتى يقضى حجه، و من لم يكن منكم أهدى فليطف بالبيت و بالصفا و المروة و يقصر و ليحلل ثم ليهل بالحج (بخاری شریف، باب من ساق البدن معہ، ص ۲۷۴، نمبر ۱۶۹۱ / مسلم شریف، باب وجوب الدم علی المتمتع وانہ اذا عدمہ لزمہ صوم ثلاثۃ ایام فی الحج، ص ۵۲۱، نمبر ۱۲۲۷ / ۲۹۸۲) اس حدیث میں ہے کہ عمرے کا احرام باندھا

اريد العمرة فيسّرها لی وتقبّلها منّی (١٤١٠)ثم یُلبّی حتی یدخل مکة فیطوف لها ویقطع التلبیة باوّل طوافه (١٤١١)ویرمل فیه ثم یصلّی رکعتی الطواف ثم یسعٰی بین الصفا والمروة بعد الوقوف علی الصفا کما تقدّم سبعة اشواط(١٤١٢) ثم یحلق رأسه ویقصّر اذا لم یسق الهدی

،اور جن لوگوں نے ہدی ہانکی وہ عمرے سے حلال نہیں ہوئے ،اور جن کے پاس ہدی نہیں تھی وہ عمرے سے حلال ہوئے ۔(۲) عمرے کے لئے لبیک کہےاس کے لئے یہ حدیث ہے۔**حدثنا جابر بن عبد قدمنا مع رسول الله ﷺ و نحن نقول لبیک اللھم لبیک بالحج فامرنا رسول الله ﷺ فجعلناھا عمرۃ** ۔(بخاری شریف، باب من لبی بالحج وسماہ، ص ۲۵۵، نمبر ۱۵۷۰) اس حدیث میں ہے کہ لبیک کے ساتھ عمرے کی نیت کرے۔

ترجمہ :(۱۴۱۰) پھر تلبیہ پڑھے یہاں تک کہ مکہ مکرمہ میں داخل ہو پھر اس کے لئے طواف کرے، اور پہلے طواف پر تلبیہ ختم کر دے۔

تشریح : پھر مکہ مکرمہ آئے اور جب عمرے کا طواف شروع کرے تو اب تلبیہ پڑھنا ختم کر دے۔

وجہ: (۱) لبیک کے معنی ہیں میں حاضر ہوں۔اور وہ حاضر ہو گیا تو اب دوبارہ میں حاضر ہوں کہنا اچھا نہیں ہے۔اس لئے اب تلبیہ پڑھنا چھوڑ دے (۲) حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عباس عن النبی و قال یلبی المعتمر حتی یستلم الحجر** ۔(ابو داؤد شریف، باب متی یقطع المعتمر التلبیۃ، ص ۲۵۹، نمبر ۱۸۱۷ر ترمذی شریف، باب ماجاء متی یقطع التلبیۃ فی العمرۃ، ص ۱۸۵، نمبر ۹۱۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حجر اسود کا بوسہ دے اور طواف شروع کرے تو تلبیہ پڑھنا چھوڑ دے۔

ترجمہ :(۱۴۱۱) اور اس میں رمل کرے، پھر طواف کی دو رکعت پڑھے، پھر پہلے بیان کئے گئے طریقے پر صفا پر وقوف کے بعد صفا و مروہ کی سعی کرے سات چکر سے۔

تشریح قاعدہ یہ ہے کہ ہر عمرے میں ایک مرتبہ رمل ہے اور ایک سعی ہے اور یہ بھی عمرہ ہے اس لئے اس میں ایک سعی سات چکر کرے اور طواف کے پہلے تین شوط میں اکڑ کر چلے۔اور طواف کے بعد طواف کے لئے دو رکعت بھی پڑھے، باقی تفصیل گزر چکی ہے

ترجمہ :(۱۴۱۲) پھر حلق کرائے یا قصر کرائے اگر ہدی ساتھ نہ ہو۔

تشریح :ہدی ساتھ نہ لے گیا ہو تو عمرہ کر کے حلال ہوگا، اس لئے احرام سے حلال ہونے کے لئے سر منڈوائے یا قصر کرائے۔

وجہ : (۱) اس حدیث میں ہے۔**ان ابن عمر قال تمتع رسول الله ﷺ فی حجة الوداع بالعمرة الی الحج و أھدی فساق معه الھدی من ذی الحلیفة و بدأ رسول الله ﷺ فأھل بالعمرة ثم اھل بالحج ، فکان من الناس من أھدی فساق الھدی و منھم من لم یھد.فلما قدم النبی ﷺ مکة قال للناس من کان منکم أھدی**

(۱۴۱۳)وحلّ لـه كل شيء من الجماع وغيره ويستمرّ حلالا (۱۴۱۴)وان ساق الهدى لا يتحلل

فانه لا يحل من شيء حرم منه حتى يقضى حجه، و من لم يكن منكم أهدى فليطف بالبيت و بالصفا و المروة و يقصر و ليحلل ثم ليهل بالحج (بخاری شریف، باب من ساق البدن معه،ص ۲۷۴،نمبر ۱۶۹۱/مسلم شریف، باب وجوب الدم علی المتمتع وانہ اذا عدمہ لزمہ صوم ثلاثۃ ایام فی الحج،ص ۵۲۱،نمبر ۱۲۲۷/۲۹۸۲)اس حدیث میں ہے کہ ہدی ساتھ نہ ہوتو حلق یا قصر کرا کے حلال ہو جائے۔(۲)اس حدیث میں بھی ہے۔ عن ابن عباس قال لما قدم النبی ﷺ مكة أمر اصحابه أن يطوفوا بالبيت و بالصفا و المروة ثم يحلوا و يحلقوا أو يقصروا . (بخاری شریف، باب تقصیر المتمتع بعد العمرة،ص ۲۷۹،نمبر ۱۷۳۱) اس حدیث میں ہے کہ حلال ہو جائے۔

ترجمه :(۱۴۱۳)اب اس کے لئے جماع وغیرہ تمام چیزیں حلال ہو گئیں، حلال ہی کی حالت میں ٹھہرا رہے۔

تشـريح :اس نے بیت اللہ کا طواف کیا اور حلق یا قصر بھی کرایا اس لئے اب حلال ہو گیا، یعنی اس کے لئے عورت حلال ہو گئی اور باقی احرام کی وجہ سے جو چیزیں حرام ہوئیں تھیں وہ سب حلال ہو گئیں

وجه: (۱)چونکہ یہ عمرہ سے حلال ہو چکے ہیں اس لئے اب مکہ مکرمہ میں حلال ہو کر ٹھہرے رہیں (۲) حدیث میں ہے ۔حدثنی جابر بن عبد الله انه حج مع رسول الله ﷺ يوم ساق البدن معه وقد اهلوا بالحج مفردا فقال لهم اهلوا من احرامكم بطواف البيت وبين الصفا والمروة وقصروا ثم اقيموا حلالا حتى اذا كان يوم التروية فاهلوا بالحج واجعلوا التى قدمتم بها متعة (بخاری شریف، باب التمتع والقران والافراد بالحج،ص ۲۱۲،نمبر ۱۵۶۸)اس حدیث میں ہے کہ عمرہ کرنے کے بعد حلال ہو کر ٹھہرے۔(۲)اس حدیث میں ہے کہ عورت بھی حلال ہو گئی۔ان عبد الله بن عمر قال فذكر الحديث ... حتى قضى حجه و نحر هديه يوم النحر وافاض فطاف بالبيت ثم حل من كل شيء حرم منه ۔(سنن للبیھقی، باب التحلل بالطواف اذا کان قدسعی عقیب طواف القدوم، ج خامس،ص ۲۳۷،نمبر ۹۶۴۷)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف زیارت کے بعد عورت بھی حلال ہو جائے گی اسی طرح عمرہ میں حلال ہونے کے بعد عورت بھی حلال ہو جائے گی

ترجمه :(۱۴۱۴)اگر ہدی ساتھ لے گیا ہو تو عمرہ کرنے سے حلال نہیں ہوگا۔

وجه : (۱) اس حدیث میں ہے۔ان ابن عمر قال تمتع رسول الله ﷺ فى حجة الوداع بالعمرة الى الحج و أهدى فساق معه الهدى من ذى الحليفة و بدأ رسول الله ﷺ فأهل بالعمرة ثم اهل بالحج ، فكان من الناس من أهدى فساق الهدى و منهم من لم يهد.فلما قدم النبى ﷺ مكة قال للناس من كان منكم أهدى فانه لا يحل من شيء حرم منه حتى يقضى حجه، و من لم يكن منكم أهدى فليطف بالبيت و بالصفا و المروة و يقصر و ليحلل ثم ليهل بالحج (بخاری شریف، باب من ساق البدن معه،ص ۲۷۴،نمبر ۱۶۹۱/مسلم شریف، باب

من عمرته (۱۴۱۵)فاذا جاء یوم الترویة یحرم بالحج من الحرم ویخرج الی منی(۱۴۱۶) فاذا رمٰی جمرة العقبة یوم النحر لزمه ذبح شاة او سُبُع بُدنة

وجوب الدم علی المتمتع وانہ اذا عدمہ لزمہ صوم ثلاثۃ ایام فی الحج، ص ۵۲۱، نمبر ۲۹۸۲/۱۲۲۷) اس حدیث میں ہے کہ ہدی ساتھ ہو تو حلال نہیں ہوگا، ایک ہی مرتبہ حج کر کے حلال ہوگا۔

ترجمہ :(۱۴۱۵) جب یوم ترویہ (۸/ تاریخ) آئے تو حرم سے حج کا احرام باندھے اور منی کی طرف نکلے۔

تشریح تمتع کرنے والا عمرہ کر کے حلال ہوا تھا، اب وہ ۸/ ذی الحجہ کو حرم سے حج کا احرام باندھے، اور پھر وہ منی کی طرف جائے

وجہ: (۱) مسجد حرام سے یا حرم سے احرام باندھنے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن ابن عباس قال وقت رسول الله ﷺ لاهل المدینة ذا الحلیفة ولاهل الشام الجحفة ولاهل نجد قرن المنازل ولاهل الیمن یلملم فهن لهن ولمن اتی علیهن من غیر اهلهن لمن کان یرید الحج والعمرة فمن کان دونهن فمهله من اهله وکذلک حتی اهل مکة یهلون منها** (بخاری شریف، باب مھل اہل الشام، ص ۲۴۸، نمبر ۱۵۲۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل مکہ مکہ سے احرام باندھیں گے اور متمتع احرام کھولنے کے بعد مکی کی طرح ہو گئے اس لئے وہ بھی مکہ سے احرام باندھیں گے (۲) حدیث میں ہے۔ **عن جابر بن عبد الله قال امرنا النبی ﷺ لما احللنا ان نحرم اذا توجهنا الی منی قال فاهللنا من الابطح** (مسلم شریف، باب بیان وجوہ الاحرام وانہ یجوز افراد الحج والتمتع والقران الخ، ص ۳۹۲ نمبر ۲۹۴۱/۱۲۱۴) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام نے حجۃ الوداع میں ابطح جو مکہ مکرمہ میں ایک جگہ ہے وہاں سے حج کا احرام باندھا۔

ترجمہ :(۱۴۱۶) پس جب یوم النحر [۱۰/ ذی الحجہ] کو جمرۂ عقبہ کی رمی کر چکے تو اس پر ایک بکری یا بدنہ کا ساتواں حصہ قربانی کرنا لازم ہے۔

تشریح : جب دسویں ذی الحجہ کو جمرہ عقبہ کی رمی کرے تو حج بھی پورا ہو گیا، اور چونکہ ایک سفر میں عمرہ اور حج دونوں کئے ہیں اس لئے شکرانہ کے طور پر ایک بکری دے، یا بڑے جانور کا ساتواں حصہ قربانی کرے۔

وجہ :(۱) آیت یہ ہے **فمن تمتع بالعمرة الی الحج فما استیسر من الهدی فمن لم یجد فصیام ثلثة ایام فی الحج و سبعة اذا رجعتم تلک عشرة کاملة ذلک لمن لم یکن اهله حاضری المسجد الحرام** (آیت ۱۹۶ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ جس نے تمتع کیا اس پر ہدی لازم ہے اور ہدی نہ دے سکا تو تین روزے حج سے پہلے رکھے اور سات روزے حج سے فارغ ہونے کے بعد رکھے۔ (۲) اور گائے یا اونٹ کے ساتویں حصے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن جابر بن عبد الله قال نحرنا مع رسول الله ﷺ عام الحدیبیة البدنة عن سبعة والبقرة عن سبعة** ۔ (مسلم شریف، باب جواز الاشتراک فی الھدی واجزاء البدنۃ والبقرۃ کل واحد منھما عن سبعۃ، ص ۵۵۳، نمبر ۳۱۸۵/۱۳۱۸/ ابو داؤد شریف، باب

(۱۴۱۷) فان لم يجد صام ثلاثة ايام قبل مجئ يوم النحر وسبعة اذا رجع كالقارن(۱۴۱۸) فان لم يصم الثلاثة حتى جاء يوم النحر تعيّن عليه ذبح شاة ولا يُجزئه صوم ولا صدقة.

البقرة والجزور عن كم تجزئ، ص ۴۰۹، نمبر ۲۸۰۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گائے اور اونٹ سات آدمیوں کی جانب سے کافی ہے۔

ترجمه :(۱۴۱۷) اور ہدی نہ پائے تو تین دن روزہ رکھے دسویں ذی الحجہ کے آنے سے پہلے، اور سات دن جب واپس لوٹے قارن کی طرح۔

تشریح : اگر تمتع کرنے والے کے پاس ہدی نہ ہو تو دس ذی الحجہ سے پہلے پہلے تین روزے رکھے اور ایام تشریق کے بعد سات روزے رکھے چاہے مکہ مکرمہ میں رکھے، چاہے گھر آنے کے بعد رکھے۔ اس کے لئے اوپر کی آیت گزر چکی ہے۔

ترجمه :(۱۴۱۸) اور اگر تین دن روزہ نہ رکھا یہاں تک کہ دسویں ذی الحجہ آ گیا تو اس پر بکری ذبح کرنا متعین ہو جائے گا، اور روزہ کافی نہیں ہوگا، اور نہ صدقہ کافی ہوگا۔

تشریح :اگر دسویں ذی الحجہ سے پہلے پہلے روزہ نہ رکھ سکا تو اب ذبح کرنا ہی لازم ہوگا، صدقہ کرنا اور روزہ رکھنا کافی نہیں ہے۔

وجه : (۱) قول صحابی میں ہے۔ **عن ابن عباس قال اذا لم يصم المتمتع فعليه الدم** (۲) قول تابعی میں ہے ۔**وعن ابراهيم قال لا بد من دم ولو يبيع ثوبه** ۔(مصنف ابن ابی شیبة ۴۳ فی المتمتع اذا افاتہ الصوم، ج ثالث، ص ۱۵۰، نمبر ۱۲۹۸۳/۱۲۹۸۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ دسویں ذی الحجہ تک روزے نہ رکھ سکا تو اس پر اب دم ہی لازم ہے۔

﴿فصل : فی العمرة﴾

(۱۴۱۹)العمرة سنة.وتصح فی جمیع السنة (۱۴۲۰)وتکره یوم عرفة ویوم النحر وایام التشریق (۱۴۲۱)وکیفیتها ان یحرم لها من مکة من الحلّ بخلاف احرامه للحج فانه من الحرم.

﴿فصل :عمرہ کا بیان﴾

ترجمہ : (۱۴۱۹)عمرہ سنت ہے،اور پورے سال میں صحیح ہوجاتا ہے۔

تشریح : عمرہ کرنا سنت ہے،اور یہ پورے سال میں کرسکتا ہے۔

وجہ : (۱) اس آیت میں عمرہ کرنے کی ترغیب ہے۔و اتمو الحج و العمرة لله. (آیت۱۹۶،سورۃ البقرۃ۲)(۲)اس حدیث میں اس کی فضیلت ہے۔عن ابی هریرةؓ ان رسول الله ﷺ قال العمرة الی العمرة کفارة لما بینهما و الحج المبرور لیس له جزاء الا الجنة ۔(بخاری شریف،باب وجوب العمرۃ وفضلھا،ص۲۸۵،نمبر۱۷۷۳)(۳) پورے سال میں کرسکتا ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔سالت انساؓ کم اعتمر النبی ﷺ قال اربع عمرة الحدیبیة فی ذی القعدة حیث صدره المشرکون و عمرة من العام المقبل فی ذی القعدة حیث صالحهم و عمرة الجعرانة اذا قسم غنیمة اراه حنین قلت کم حج ؟ قال واحدة ۔(بخاری شریف،باب کم اعتمر النبی ﷺ،ص۲۸۶،نمبر۱۷۷۸) اس حدیث میں ہے کہ پورے سال میں حضورؐ نے عمرہ کیا۔

ترجمہ : (۱۴۲۰)یوم عرفہ،یوم نحر،ایام تشریق میں مکروہ ہے۔

تشریح : عرفہ کا دن اور۱۳؍ذی الحجہ تک حاجی حج کے کاموں میں مشغول رہتے ہیں اس لئے ان دنوں میں عمرہ کرنا اچھا نہیں ہے،لیکن اگر کرلیا تو ہوجائے گا۔

وجہ : (۱)اس حدیث میں ہے کہ۱۴؍ذی الحجہ کو عمرہ کیا جس کے اشارہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے عمرہ کرنا اچھا نہیں ہے ۔عن عائشةؓ قالت خرجنا مع رسول الله ﷺ ......فقال ارفضی عمرتک و انقضی رأسک و امتشطی و اهلی بالحج ، فلما کان لیلة الحصبة ارسل معی عبد الرحمن الی التنعیم فاهللت بعمرة مکان عمرتی ۔(بخاری شریف،باب العمرۃ لیلۃ الحصبۃ وغیرھا،ص۲۸۷،نمبر۱۷۸۳)اس حدیث میں ہے کہ لیلۃ الحصبۃ یعنی۱۴؍ذی الحجہ کو عمرہ کیا۔

ترجمہ : (۱۴۲۱) اور عمرے کی کیفیت یہ ہے کہ مکہ مکرمہ کے حل سے عمرہ کا احرام باندھے،بخلاف حج کے احرام کے کہ وہ حرم سے باندھا جاتا ہے۔

تشریح : مکہ مکرمہ میں جو لوگ رہتے ہیں وہ مسجد حرام،یا حرم سے عمرے کا احرام نہ باندھے،بلکہ حل سے احرام باندھے۔سب

(۱۴۲۲[الف]) واما الآفاقی الذی لم یدخل مکة فیحرم اذا قصد ھا من المیقات(۱۴۲۲[ب]) ثم

سے قریب کا حل تنعیم ہے۔اور جو لوگ باہر سے عمرے کے لئے آتے ہیں وہ میقات سے احرام باندھے۔اور حج میں جو لوگ باہر سے آتے ہیں وہ میقات سے احرام باندھے،اور جو لوگ مکہ مکرمہ کے ہیں وہ مسجد حرام، یا حرم سے ہی احرام باندھ سکتے ہیں۔

وجــــه : (۱) عمرے کا احرام باندھنے کے لئے حضورؐ نے حضرت عائشہ کو تنعیم جانے کے لئے کہا۔حدیث یہ ہے۔**عـن عبـد الرحمن ان رسول الله ﷺ قال لعبد الرحمن: یا عبد الرحمن ! اردف اختک عائشة فاعتمر ھا من التنعیم فـاذا ھبـطت بھا من الاکمة فلتحرم فانھا عمرة متقبلة** ۔(ابوداود شریف، باب المھلة بالعمرة تحیض فیدرکھا الحج فتنقض عمرتھا وتھل بالحج ھل تقضی عمرتھا؟ ص ۲۹۰، نمبر ۱۹۹۵)

ترجمه : (۱۴۲۲)اور آفاقی جب عمرہ کا ارادہ کرے تو میقات سے احرام باندھے۔

تشــــريح : جو لوگ میقات سے باہر ہیں وہ عمرے کے لئے میقات سے احرام باندھے، جیسے حج کے لئے میقات سے احرام باندھتے ہیں۔

وجه: (۱) اس حدیث میں ہے۔ **عـن ابـن عبـاس قال وقت رسول الله ﷺ لاھل المدینة ذا الحلیفة،ولاھل الشـام الـجـحفة ، ولاھل نجد قرن المنازل ،ولاھل الیمن یلملم ھن لھن ولمن اتی علیھن من غیر ھن ممن اراد الـحـج والعمرة ومن کان دون ذلک فمن حیث انشاء حتی اھل مکة من مکة.** (بخاری شریف، باب محصل اہل مکة للحج والعمرة، ص ۲۴۷، نمبر ۱۵۲۴ / مسلم شریف، باب مواقیت الحج، ص ۴۸۷، نمبر ۱۱۸۱ / ۲۸۰۳) اس حدیث میں ہے کہ باہر والوں کے لئے حج اور عمرہ دونوں کے احرام باندھنے کے لئے میقات ہے۔

ترجمه : (۱۴۲۲[ب]) پھر طواف کرے، پھر اس کی سعی کرے، پھر حلق کرے، اب عمرہ سے فارغ (ہو کر حلال) ہو گیا جیسا کہ ہم نے بیان کیا، الحمد للہ

تشــــريح : عمرے کا احرام باندھنے کے بعد بیت اللہ کا سات شوط طواف کرے، پھر سات مرتبہ صفا مروہ کی سعی کرے، پھر حلق کرالے، یا قصر کرالے، یہ عمرے کے اعمال ہیں، پھر عمرے سے حلال ہو جائے۔۔حاصل یہ ہے کہ عمرے کی یہ ۵/ اعمال ہیں [۱] احرام باندھنا، [۲] اس کے بعد احرام کے دو رکعت نماز پڑھے [۳] بیت اللہ کا سات شوط طواف کرے [۴] طواف کے دو رکعت نماز پڑھے [۵] صفا مروہ کی سات چکر سعی کرے [۶] حلق کرائے یا قصر کرائے۔

وجه : (۱) اس حدیث میں ہے۔**ان ابـن عـمـر قـال تـمـتـع رسـول الـلـه ﷺ فی حجة الوداع بالعمرة الی الـحج..... و من لم یکن منکم أھدی فلیطف بالبیت و بالصفا و المروة و یقصر و لیحلل ثم لیھل بالحج** (بخاری شریف، باب من ساق البدن معہ، ص ۲۷۴، نمبر ۱۶۹۱ / مسلم شریف، باب وجوب الدم علی المتمتع وانہ اذا عدمہ لزمہ صوم ثلاثة ایام

يطوف ويسعىٰ لها ثم يحلق وقد حلّ منها كمابيّنّاه بحمد الله.

﴿تنبيه :﴾

وافضل الايام يوم عرفة اذا وافق يوم الجمعة من سبعين حجة فى غير جمعة رواه صاحب معراج الدراية بقوله وقد صحّ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال افضل الايام يوم عرفة اذا وافق جمعة وهو افضل من سبعين حجة ذكره فى تجريد الصحاح بعلامة المؤطّا وكذا قاله الزيلعى ؒ

فی الحج،ص۵۲۱،نمبر۱۲۲۷/۲۹۸۲)اس حدیث میں ہے کہ طواف کرے،اورصفا ومروہ کی سعی کرے،اورقصر یا حلق کرا کرحلال ہوجائے۔یہ عمرہ کےاعمال ہیں۔(۲)اس حدیث میں بھی ہے۔ عن ابن عباس قال لما قدم النبی ﷺ مکة أمر اصحابه أن يطوفوا بالبيت و بالصفا و المروة ثم يحلوا و يحلقوا أو يقصروا . (بخاری شریف،باب تقصیرالمتمتع بعد العمرة،ص۲۷۹،نمبر۱۷۳۱) اس حدیث میں بھی ہے کہ طواف کرےاورسعی کرے،اورحلق کرائے یاقصرکرائے۔

﴿تنبیہ﴾

ترجمہ : یوم عرفہ جب جمعہ کے دن ہوتو تمام دنوں سے افضل ہے۔اور یہ غیر جمعہ کے حج سے ستر درجہ افضل ہے،جیسا کہ صاحب معراج الدرایہ نے بیان کیا ہے۔اورصحیح روایت میں نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ: تمام دنوں میں افضل دن یوم عرفہ ہے جب جمعہ کوآجائے،اوروہ سترحج سے افضل ہے،تجرید صحاح میں مؤطا کے حوالہ سے اس کوذکرکیا ہے،شارح کنزعلامہ زیلعیؒ نے بھی اسے بیان کیا ہے۔

تشــــریـــح : جمعہ کادن افضل ہےاورعرفہ کادن بھی افضل ہے،اس لئے جمعہ کے دن عرفہ ہوجائےتو دونوں مل کرفضیلت زیادہ ہوجائے گی۔غالبا صاحب نورالایضاح نے انہیں دونوں حدیثوں کوجمع کرکےفضیلت ذکرکی ہے۔ورنہ بہت تلاش کے باوجود یہ حدیث نہیں ملی۔

وجہ : (۱) جمعہ کی فضیلت کے لئے یہ حدیث ہے۔عن اوس ابن اوس قال قال رسول الله ﷺ ان من افضل ايامكم يوم الجمعة ، فيه خلق آدم ،الخ ۔(ابوداود شریف،باب فضل یوم الجمعة،ص۱۵۹،نمبر۱۰۴۷)(۲)اورعرفہ کی فضیلت کے لئے یہ حدیث ہے. عن عمر بن الخطاب ان رجلا من اليهود قال له يا امير المؤمنين ! آية فى كتابكم تقرؤنها لو علينا معشر اليهود نزلت لاتخذنا ذالک اليوم عيدا قال اى آية ؟ قال﴿ اليوم اكملت لكم دينكم و اتممت عليكم نعمتى و رضيت لكم الاسلام دينا﴾ [سورة المائدة ۶،آیت ۳] قال عمر قد عرفنا ذالک اليوم و المكان الذى نزلت فيه على النبى ﷺ و هو قائم بعرفة يوم جمعة ۔(بخاری شریف،باب زیادة

شارح الکنز.

[ب]قیام مکه مکرمةوالمجاورة بمکة مکروهة عند ابی حنیفة رحمه الله تعالی لعدم القیام بحقوق البیت فی الحرم ونفی الکراهة صاحباه رحمهما الله تعالی.

الایمان ونقصانہ،ص۱۱،نمبر۴۵)اس حدیث میں ہے کہ جمعہ کے دن یوم عرفہ پڑ گیا تو گویا کہ دوعیدیں جمع ہوگئیں۔(۳)اس حدیث میں بھی عرفہ کی فضیلت ہے۔**عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان النبی ﷺ قال خیر الدعاء دعاء یوم عرفة** ۔(ترمذی شریف، باب فی دعاء یوم عرفۃ،ص ۸۱۷،نمبر ۳۵۸۵)اس حدیث میں ہے کہ بہتر دعا عرفہ کے دن کی دعا ہے۔ان تینوں حدیثوں کوملانے کے بعد یہ بات بن جاتی ہے کہ جمعہ کے دن حج ہو جائے تو اورحجوں سے بہت افضل ہے۔

﴿ مکہ مکرمہ میں قیام ﴾

ترجمہ :[ب] مکہ مکرمہ کا پڑوس (قیام) امام ابوحنیفہؒ کے یہاں مکروہ ہے بیت اللہ اور حرم محترم کے حقوق کوقائم نہ رکھنے کی وجہ سے،اور صاحبینؒ نے کراہت کی نفی کی ہے۔

تشریح :امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں رہکر اس کے حقوق کی رعایت کرنا اور کما حقہ احترام کرنا مشکل ہے اس لئے باہر والوں کے لئے وہاں مستقل قیام کرنا مکروہ ہے۔

وجہ : اس حدیث میں ہے کہ مہاجرین کوتین دن کے بعد واپس مدینہ جانے کے لئے فرمایا۔ **یسال سائب بن یزید یقول هل سمعت فی الاقامة بمکة شیئا ؟ فقال السائب سمعت العلاء بن الحضرمی یقول سمعت رسول الله ﷺ یقول للمهاجر اقامة ثلاث بعد الصدر بمکة کانه یقول لا یزید علیها** ۔(مسلم شریف،باب جواز الاقامۃ بمکۃ للمھاجر،ص ۵۷۰،نمبر ۱۳۵۲/۳۲۹۷/ابوداود شریف، باب الاقامۃ بمکۃ،ص ۲۹۳،نمبر ۲۰۲۲) اس حدیث میں ہے کہ تین دن سے زیادہ نہ ٹھہرے جس کے اشارے سے معلوم ہوا کہ مکہ میں قیام کرنا اچھا نہیں ہے۔(۲) اس حدیث میں ہے کہ مکہ مکرمہ کے درختوں کو نہ کاٹے،اور بہت سے ممنوعات ہیں اس لئے ان ممنوعات کی رعایت کرنا مشکل ہے اس لئے مکہ مکرمہ میں ٹھہرنا اچھا نہیں ہے۔ **عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ یوم الفتح ....فهو حرام بحرمة الله الی یوم القیامة ، لا یعضد شوکه ،و لا ینفر صیده، و لا یلتقط لقطة الا من عرفها ، ولا یختلی خلاها فقال العباس : یا رسول الله ! الا الاذخر فانه لقینهم و لبیوتهم فقال الا الاذخر** ۔(مسلم شریف، باب تحریم مکۃ وتحریم صیدھا، وخلاھا وشجرھا ولقطتھا،ص ۵۷۰،نمبر ۱۳۵۳/۳۳۰۲)اس حدیث میں ہے کہ مکہ مکرمہ کا درخت وغیرہ نہ کاٹے۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں مستقل قیام کرنا مکروہ نہیں ہے۔

﴿باب الجنايات﴾

وجه :(۱)اس آیت میں اشارہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں قیام کرے اس کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی۔ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی ذرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوة فاجعل افئدة من الناس تھوی الیھم و ارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون (آیت ۳۷،سورۃ ابراہیم ۱۴) اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کے قریب رہنے کی دعا کی ہے۔(۲)عن عائشة قالت قدمنا المدینة و ھی وبیئة فاشتکی ابو بکر و اشتکی بلال فلما رای رسول اللہ ﷺ شکوی اصحابه قال اللھم حبب الینا المدینة کما حببت مکة او اشد و صححھا و بارک لنا فی صاعھا و مدھا و حول حماھا الی الجحفة ۔(مسلم شریف، باب الترغیب فی سکنی المدینۃ، والصبر علی لأ وائھا وشدتھا، ص ۵۷۶، نمبر ۱۳۷۶/۳۳۴۲)اس حدیث میں ہے کہ مکہ مکرمہ سے محبت رکھنی چاہئے، جس سے استدلال کیا جاسکتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں قیام کرنا مکروہ نہیں ہے۔

﴿ باب الجنایات ﴾

ضروری نوٹ: جنایات جنایۃ کی جمع ہے۔حج میں جو غلطیاں کی جاتی ہیں ان کو جنایت کہتے ہیں۔(۱) یہ آیت جنایت کے سلسلے میں اصل ہے۔و اتموا الحج و العمرة للہ فان أحصرتم فما استیسر من الھدی و لا تحلقوا رء وسکم حتی یبلغ الھدی محله فمن کان منکم مریضا أو به اذی من رأسه ففدیة من صیام أو صدقة أو نسک ۔(آیت ۱۹۶،سورۃ البقرۃ ۲)اس آیت میں ہے کہ اگر سر میں تکلیف ہو اور احرام کی حالت میں سر منڈوانا پڑے تو روزہ رکھو یا صدقہ دو یا جانور ذبح کرو۔(۲) جنایت کے فدیہ کے لئے یہ حدیث اصل ہے. عن عبد اللہ بن معقل قال جلست الی کعب بن عجرة فسألته عن الفدیة فقال نزلت فی خاصة و ھی لکم عامة حملت الی رسول اللہ ﷺ والقمل یتناثر علی وجھی فقال ما کنت اری ا لو جع بلغ بک ما اری او ما کنت اری الجھد بلغ ما اری تجد شا ۃ؟ فقلت لا قال فصم ثلثة ایام او اطعام ستة مساکین لکل مسکین نصف صاع (بخاری شریف، باب الاطعام فی الفدیۃ نصف صاع ص ۲۴۴ نمبر ۱۸۱۶ر مسلم شریف، باب جواز حلق الرأس للمحرم اذا کان بہ اذی ص ۳۸۲ نمبر ۱۲۰۱/۲۸۸۳)(۳) اور اس حدیث میں جنایات کی تھوڑی تفصیل دی گئی ہے ۔عن عبد اللہ بن عمر قال قام رجل فقال یا رسول اللہ ﷺ ماذا تأمرنا ان نلبس من الثیاب فی الاحرام؟ فقال النبی ﷺ لا تلبسو ا القمیص و لا السراویلات و لا العمائم و لا البرانس الا أن یکون احد لیس له نعلان فلیلبس الخفین و لیقطع أسفل من الکعبین ولا تلبسوا شیئا مسه زعفران ولا الورس و لا تتنقب المرأة المحرمة و لا تلبس القفازین ۔(بخاری شریف، باب ما ینھی من الطیب للمحرم

(۱۴۲۳)هی علی قسمین جناية على الاحرام وجناية على الحرم.والثانية لا تختص بالمحرم
(۱۴۲۴)وجناية المحرم على اقسام . منها ما يوجب دما ومنها ما يوجب صدقة. وهي نصف صاع

والمحرمۃ ص ۲۴۸ نمبر ۱۸۳۸، ابواب العمرۃ رمسلم شریف، باب ما یباح للمحرم ...وبیان تحریم الطیب علیہ ص ۳۷۳ نمبر ۲۷۹۱/۱۱۷۷) اس حدیث میں [۱] سلا ہوا کپڑا پہننا ممنوع بتایا، [۲] سر ڈھانکنا ممنوع بتایا، [۳] خوشبو لگانا ممنوع بتایا۔ (۴) اس حدیث میں ہے کہ محرم کو پراگندہ ہونا چاہئے ۔ عن ابن عمر قال قام رجل الى النبى ﷺ فقال يا رسول الله ! ما يوجب الحج ؟ قال الزاد و الراحلة قال يا رسول الله ! فما الحج ؟قال الشعث و التفل . (ابن ماجۃ شریف، باب فضل دعاء الحاج، ص ۴۱۹، نمبر ۲۸۹۶) اس حدیث میں ہے کہ حاجی کو پراگندہ ہونا چاہئے

ترجمہ : (۱۴۲۳) جنایت کی دو قسمیں ہیں، احرام کی جنایت، حرم کی جنایت۔ حرم کی جنایت محرم کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

تشریح : جنایت کی دو قسمیں ہیں [۱] ایک جنایت یہ ہے کہ حلال ہونے کی حالت میں اس کا کرنا جائز تھا، لیکن احرام باندھنے کی وجہ سے وہ کام کرنا جرم ہو گیا، جیسے سلا ہوا کپڑا پہننا جائز ہے، لیکن احرام باندھنے کی وجہ سے اسکا پہننا ناجائز ہو گیا۔ یہ احرام کی جنایت ہوئی۔ یہ جنایت حرم میں کرے گا تب بھی جنایت ہے اور حرم سے باہر کرے گا تب بھی جنایت ہے بشرطیکہ احرام ہو۔ [۲] دوسری جنایت حرم میں جنایت ہے۔ مثلا شکار کرنا جائز ہے، لیکن حرم میں شکار کرنا جنایت ہے۔ اس جنایت کو احرام والا کرے گا تب بھی جنایت ہے اور بغیر احرام کے کرے گا تب بھی جنایت ہے، بشرطیکہ حرم میں ہو۔

لغت: الثانیۃ: سے مراد حرم کی وجہ سے جو کام جنایت بن گیا ہو، یہ محرم کے ساتھ خاص نہیں ہے، غیر محرم کرے گا تب بھی جنایت ہے

ترجمہ : (۱۴۲۴) محرم کی جنایات کی چند قسمیں ہیں، ان میں سے بعض تو دم واجب کرتی ہیں اور بعض صدقہ واجب کرتی ہیں۔ اور صدقہ نصف صاع گیہوں ہے۔ اور بعض اس سے بھی کم کو واجب کرتی ہیں۔ اور بعض قیمت واجب کرتی ہیں۔ اور وہ شکار کا بدلا ہے ۔

جنایت کی قسمیں ایک نظر میں۔

۱......دم واجب کرتی ہے

۲......آدھا صاع گیہوں صدقہ واجب کرتی ہے۔

۳......آدھا صاع سے کم صدقہ واجب کرتی ہے

۴...... قیمت واجب کرتی ہے

تشریح احرام کی حالت میں جنایت کی چار قسمیں ہیں [۱] ایک قسم یہ ہے کہ دم لازم ہوتا ہے ، جیسے رمی چھوڑ دے تو دم لازم ہوتا

من برّ ومنها ما يوجب دون ذلك ومنها ما يوجب القيمة وهى جزاء الصيد (۱۴۲۵)ويتعدّد الجزاء بتعدّد القاتلين المجرمين.(۱۴۲۶) فالّتى توجب دما هى ما لو طيّب محرم بالغ عضوا او خضب

ہے، یہاں دم سے بکری مراد ہے۔[۲] دوسری قسم یہ ہے کہ اس جنایت سے صدقہ لازم ہوتا ہے، جیسے ایک عضو سے کم خوشبو لگائے تو صدقہ لازم ہوگا۔ یہاں صدقہ سے مراد ہے کہ آدھا صاع گیہوں لازم ہوگا[۳] تیسری قسم یہ ہے کہ اس جنایت سے آدھا صاع گیہوں سے کم لازم ہو، جیسے احرام کی حالت میں جوں مار دے تو آدھا صاع گیہوں سے کم لازم ہوتا ہے[۴] اور چوتھی قسم یہ ہے کہ قیمت لازم ہو، جیسے شکار مار دیا تو اس کے بدلے میں اس کی قیمت لازم ہوتی ہے احرام کی حالت میں جنایت کی یہ چار قسمیں ہیں

لغت : دم : جہاں جہاں بھی مطلق دم کا ذکر ہے اس سے بکری مراد ہے۔صدقۃ :اور جہاں جہاں مطلق صدقہ کا ذکر ہے اس سے آدھا صاع گیہوں مراد ہے۔اور جہاں بدنہ کا ذکر ہے وہاں اونٹ مراد ہے۔ اور جہاں کچھ لازم ہونے کا ذکر ہے اس سے آدھا صاع گیہوں سے کم مراد ہے۔

ترجمہ : (۱۴۲۵)احرام باندھنے والے قاتلوں کے متعدد ہو جانے سے جزا بھی متعدد ہوگی۔

تشریح : قاعدہ بتا رہے ہیں کہ چاہے جرم ایک ہو لیکن اگر اس جرم کو کرنے والے دو ہوں تو دو بدلے لازم ہوں گے، مثلا ایک شکار کو دو آدمیوں نے مارا تو اگر چہ شکار ایک ہے لیکن دو بدلے لازم ہوں گے ۔

اصول : جنایات حج میں مجرم کے تعدد سے بدلہ متعدد ہو جاتا ہے۔

ترجمہ : (۱۴۲۶)دم واجب کرنے والی جنایت یہ ہے، جیسے کوئی بالغ محرِم عضو پر خوشبو لگا لے، یا اپنے سر کو مہندی سے خضاب لگا لے، یا زیتون وغیرہ کا تیل لگائے۔

تشریح : کن کن چیزوں سے دم لازم ہوتا ہے اس کی چودہ، ۱۴ر قسمیں بیان فرما رہے ہیں۔

احرام کی حالت میں خوشبو لگانا جائز نہیں ہے اس لئے ایک عضو مکمل خوشبو لگائے تو دم لازم ہوگا ، یا پورے سر کو مہندی سے خضاب لگا لے تو دم لازم ہوگا، کیونکہ مہندی بھی خوشبو کی چیز ہے، اور پورے سر کو لگایا تو ایک کامل عضو پر خوشبو لگی اس لئے دم لازم ہوگا، دوسری بات یہ ہے کہ مہندی لگانے سے سر کو ڈھانکنا لازم آئے گا اس لئے بھی دم لازم ہوگا ، زیتون کا تیل بھی خوشبو کی چیز ہے اس لئے اگر اس کو ایک عضو پر لگایا تو دم لازم ہوگا۔

وجہ :(۱) پورے عضو پر خوشبو لگانے سے دم لازم ہوگا اس کے لئے یہ قول صحابی ہے ۔ **عن جابر قال اذا شم المحرم ريحانا او مس طيبا اهرق لذلک دما** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۹۶ ما قالوا فیہ اذا شم الریحان، ج ثالث، ص ۳۰۸، نمبر ۱۴۶۰۷)(۲) محرم کے لئے خوشبو لگانے کی ممانعت اس حدیث میں ہے۔ **عن يعلى ان رجلا اتى النبى ﷺ وهو بالجعرانة وعليه جبة و عليه اثر الخلوق او قال صفرة فقال كيف تأمرنى ان اصنع فى عمرتى ... قال اين**

رأسه بحناء او ادّهن بزيت ونحوه (۱۴۲۷)او لبس مخيطا او ستر رأسه يوما كاملا

السائل عن العمرة؟ اخلع عنک الجبةواغسل اثر الخلوق عنک وانق الصفرة واصنع فی عمرتک کما تصنع فی حجک . (بخاری شریف، باب یفعل بالعمرة مایفعل بالحج ص ۲۴۱ نمبر ۱۷۸۹،ابواب العمرة رمسلم شریف، باب ما یباح للمحرم...وبیان تحریم الطیب علیہ ص ۳۷۳ نمبر ۱۱۸۰/۲۷۹۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرم کو خوشبو نہیں لگانا چاہئے ۔(۳) ایک دوسری حدیث میں ہے ۔**عن عبد الله بن عمر قال قام رجل فقال یا رسول الله ﷺ ماذا تأمرنا ان نلبس من الثیاب فی الاحرام؟ فقال النبی ﷺ لا تلبسو ا القمیص و لا السراویلات و لا العمائم و لا البرانس الا أن یکون احد لیس له نعلان فلیلبس الخفین و لیقطع أسفل من الکعبین و لا تلبسوا شیئا مسه زعفران و لا الورس لا تتنقب المرأة المحرمة و لا تلبس القفازین** ۔(بخاری شریف، باب ما ینھی من الطیب لمحرم والمحرمۃ،ص ۲۹۷ ،نمبر ۱۸۳۸،ابواب العمرة رمسلم شریف، باب ما یباح للمحرم...وبیان تحریم الطیب علیہ،ص ۴۸۵،نمبر ۱۱۷۷/۲۷۹۱) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ خوشبو نہیں لگانا چاہئے ۔(۴) اور مہندی خوشبو ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔**عن ام سلمة قالت قال رسول الله ﷺ لا تطیبی وانت محرمة و لا تمسی الحناء فانه طیب** ۔(طبرانی کبیر، باب خولۃ عن ام سلمۃ،ج [۲۳] ثالث وعشرون،ص ۴۱۸،نمبر ۱۰۱۲)اس حدیث میں ہے کہ مہندی خوشبو ہے۔(۵)اس اثر میں ہے کہ مہندی کا خضاب نہ لگائے۔ **عن حماد قال لا یختضب المحرم بالحناء و لا یتوضأ بدستان** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ،باب فی المحرم یختضب أو یتداوی بالحناء،ج ثالث،ص ۴۰۸،نمبر ۱۴۶۱۳)اس اثر میں ہے کہ محرم مہندی سے خضاب نہ کرے،اس کی وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ اس میں خوشبو ہے۔(۶)زیتون کا تیل خوشبو ہے اس کے لئے یہ قول صحابی ہے۔ **ان الحسن بن علی کان اذا أحرم ادهن بالزیت و ادهن أصحابه بالطیب أو یدهن بالطیب** . (مصنف ابن ابی شیبۃ،باب من کان یدھن بالزیت،ج ثالث،ص ۳۳۲، نمبر ۱۴۸۱۳)اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ زیتون کا تیل خوشبو ہے۔(۷) تیل لگانے سے دم لازم ہوگا اس کے لئے یہ قول تابعی ہے۔ **عن عطاء قال اذا وضع المحرم علی شیء منه دهنا فیه طیب فعلیه الکفارة** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۹۶ ما قالوا فیہ اذا شم الریحان، ج ثالث،ص ۳۰۸،نمبر ۱۴۶۱۰)اس قول تابعی میں ہے تیل لگانے سے کفارہ لازم ہوگا۔۔صاحبینؒ کے یہاں زیتون کا تیل خشبو نہیں ہے اس لئے اس کے لگانے سے دم لازم نہیں ہوگا۔

لغت : طیب:طیب سے مشتق ہے،خوشبو لگانا۔خضب:خضاب لگانا،مہندی لگانا۔حناء:مہندی۔ادھن:تیل لگانا۔

ترجمہ : (۱۴۲۷)یا سلا ہوا کپڑا پہنے، یا پورے ایک دن سر کو چھپائے۔

تشریح : محرم کو سلا ہوا کپڑا پہننا ممنوع ہے اسی طرح مرد کے کے لئے سر ڈھانکنا ممنوع ہے۔اس لئے اگر پورا دن سلا ہوا کپڑا پہنا یا پوارا دن سر ڈھانکا تو اس پر دم لازم ہوگا۔

(۱۴۲۸)او حلق ربع رأسه او محجمه او احد ابطيه او عانته او رقبته

وجه:(۱) سلا ہوا کپڑا پہننے اور سر ڈھانکنے کی ممانعت اس حدیث میں ہے۔ عن عبد الله بن عمر قال قام رجل فقال يا رسول الله ماذا تأمرنا ان نلبس من الثياب فى الاحرام؟ فقال النبى ﷺ لا تلبسوا القميص ولا السراويلات ولا العمائم ولا البرانس الا ان يكون احد ليست له نعلان فليلبس الخفين وليقطع اسفل من الكعبين ولاتلبسوا شيئا مسه زعفران ولا الورس ولا تتنقب المرأة المحرمة ولا تلبس القفازين (بخاری شریف، باب ما ینہی من الطیب للمحرم والمحرمۃ ص ۲۴۸ نمبر ۱۸۳۸ رمسلم شریف، باب ما یباح للمحرم بحج اوعمرۃ لبسہ ص ۴۷۲ نمبر ۲۷۹۱/۱۱۷۷) اس حدیث میں جتنے کپڑے پہننا ممنوع قرار دیا ہے وہ سب سلے ہوئے ہیں اس لئے سلے ہوئے کپڑے پہننا ممنوع ہے۔اور عمامہ نہ پہنو اور برنس ٹوپی نہ پہنو اس سے معلوم ہوا کہ سر ڈھانکنا ممنوع ہے (۲) ایک دوسری حدیث سے بھی سر ڈھانکنا ممنوع معلوم ہوتا ہے وہ حدیث یہ ہے۔عن ابن عباس قال بينما رجل واقف مع النبى ﷺ بعرفة اذ وقع عن راحلته فوقصته او قال فاوقصته فقال النبى ﷺ اغسلوه بماء وسدر وكفنوه فى ثوبين ولا تمسوه طيبا ولا تخمروا رأسه ولا تحنطوه فان الله يبعثه يوم القيامة ملبيا (بخاری شریف، باب المحرم یموت بعرفۃ ص ۲۴۹ ،نمبر ۱۸۵۰) اس حدیث میں ہے کہ محرم کے لئے سر ڈھانکنا ممنوع ہے۔

ترجمہ : (۱۴۲۸) یا چوتھائی سر منڈوالے، یا پچھنا کی جگہ کو، یا ایک بغل کو، یا زیر ناف بال کو، یا گردن کو منڈوائے۔

تشریح :چوتھائی سر کل سر کے حکم میں ہے، کیونکہ لوگ چوتھائی سر کو مونڈواتے ہیں، اس لئے چوتھائی سر منڈوالے تو دم لازم ہوگا، اسی طرح کل سر منڈوالے تو ایک دم لازم ہوگا۔ یا پچھنا کی جگہ کو مونڈے تو دم لازم ہوگا، یا بغل کو مونڈے، یا زیر ناف بال کو مونڈے، یا گردن کے بال کو مونڈے، تو یہ ایک عضو کو مونڈنا ہے اس لئے سب میں ایک ایک دم لازم ہوگا۔

وجہ: (۱) آیت میں ہے۔و اتموا الحج و العمرة لله فان أحصرتم فما استيسر من الهدى و لا تحلقوا رء وسكم حتى يبلغ الهدى محله فمن كان منكم مريضا أو به اذى من رأسه ففدية من صيام أو صدقة أو نسك ۔(آیت ۱۹۶،سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ سر میں تکلیف ہو اور سر منڈوانے کی ضرورت پڑے تو سر منڈوالے اور روزہ یا صدقہ یا ہدی میں سے کچھ ادا کرے۔لیکن یہ اس وقت ہے جبکہ مجبوری ہو۔لیکن اگر مجبوری نہ ہو اور سر منڈوالیا تو ہدی ہی دینا ہوگا۔(۲) اس کا اشارہ اس حدیث میں ہے ۔عن عبد الله بن معقل قال جلست الى كعب بن عجرة فسألته عن الفدية فقال نزلت فى خاصة وهى لكم عامة حملت الى رسول الله ﷺ والقمل يتناثر على وجهى فقال ما كنت ارى الوجع بلغ بک ما ارى او ما كنت ارى الجهد بلغ ما ارى تجد شاة؟ فقلت لا قال فصم ثلثة ايام او اطعام ستة مساكين لكل مسكين نصف صاع . (بخاری شریف، باب الاطعام فی الفدیۃ نصف صاع ،ص ۲۹۲

(۱۴۲۹) او قصَّ اظفار یدیه ورِجلیه بمجلس او یدا او رجلا

،نمبر ۱۸۱۶ر مسلم شریف ، باب جواز حلق الرأس للمحرم اذا کان بہ اذی، ص ۵۰۰، نمبر ۱۲۰۱؍۲۸۸۳)اس حدیث میں ہے کہ سر منڈوانے پر دم لازم ہوگا۔(۳) بغل وغیرہ کا بال مونڈوانے پر دم لازم ہوگا اس کے لئے یہ قول تابعی ہے۔ قال مالک و من نتف شعرا من انفه او ابطه او طلی جسده بنورة او یحلق عن شجة فی رأسه لضرورة او یحلق قفاه لموضع المحاجم وهو محرم ناسیا او جاهلا ان من فعل شیئا من ذلک فعلیه فی ذلک کله فدیة ولا ینبغی له ان یحلق موضع المحاجم. (موطا امام مالک، باب فدیۃ من حلق قبل ان ینحر ص ۴۵۰) اس اثر میں ہے کہ کسی عضو کو حلق کرایا تو اس پر فدیہ ہے۔

اصول : پورا عضو حلق کرائے تو ایک دم لازم ہوگا۔اور بعض ہو تو آدھا صاع گیہوں صدقہ لازم ہوگا۔

نوٹ : ہدی کو حرم میں ذبح کرنا ضروری ہوگا۔کیونکہ آیت میں ہے۔ هدیا بالغ الکعبة (آیت ۹۵ سورۃ المائدۃ ۵)اس لئے ان ہدی کو حدود حرم میں ہی ذبح کرنا ہوگا۔

ترجمہ : (۱۴۲۹) یا دونوں ہاتھ اور پیر کے ناخن کو ایک مجلس میں کاٹے ، یا ایک ہاتھ یا ایک پیر کے ناخن کو کاٹ لے۔

تشریح : ایک ہاتھ میں پانچ انگلیاں ہوتی ہیں۔اور دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کے بیس انگلیاں ہیں، اب بیسوں انگلیوں کے ناخن کاٹے تب بھی ایک ہی دم لازم ہوگا اور تداخل ہو جائے گا۔اور اگر ایک ہاتھ کے پانچوں انگلیوں کے ناخن کاٹے تب بھی ایک دم لازم ہوگا۔

وجہ : (۱) ناخن کاٹنا پراگندگی کے خلاف ہے، اور ارتفاق کامل حاصل کیا اس لئے دم لازم ہوگا۔(۲) اس قول قول تابعی میں ہے ۔عن الحسن و عطاء قال اذا انکسر ظفره قلمه من حیث انکسر ، و لیس علیه شیء فان قلمه من قبل ان انکسر فعلیه دم ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی المحرم یقص ظفرہ وینبط الجرح، ج ثالث، ص ۱۲۹، نمبر ۱۲۷۵۲) اس اثر میں ہے کہ ناخن ٹوٹنے سے پہلے اس کو کاٹ دے تو اس پر دم ہے۔(۲) اس قول تابعی میں ہے۔قال مالک لا یصلح للمحرم ان ینتنف من شعره شیئا ولا یحلقه ولا یقصره حتی یحل الا ان یصیبه اذی فی رأسه فعلیه فدیة کما امره الله تعالی ولا یصلح له ان یقلم اظفاره ولا یقتل قمله (موطا امام مالک، باب فدیۃ من حلق قبل ان ینحر ،ص ۴۵۰)اس اثر میں ہے کہ ناخن نہ کاٹے ۔(۳) اور اس حدیث میں ہے کہ محرم کو پراگندہ ہونا چاہئے . عن ابن عمر قال قام رجل الی النبی ﷺ فقال یا رسول الله ! ما یوجب الحج ؟ قال الزاد و الراحلة قال یا رسول الله ! فما الحج ؟قال الشعث و التفل . (ابن ماجۃ شریف، باب فضل دعاء الحاج، ص ۴۱۹، نمبر ۲۸۹۶) اس حدیث میں ہے کہ حاجی کو پراگندہ ہونا چاہئے ۔(۴) اور بیس انگلیوں کے ناخن کاٹے تو تداخل ہو جائے گا اسکی دلیل قول تابعی ہے۔عن عطاء انه سئل عن المحرم یواقع ثم یعود

(۱۴۳۰) او تـرک واجبا ممّا تقدّم بيانـه (۱۴۳۱) وفی اخذ شاربه حکومة. (۱۴۳۲) والّتی تـوجب الصدقة بنصف صاع من برّ او قيمته هی ما لو طيّب اقلّ من عضو او لبس مخيطا او غطّی

قال عليه هدی واحد ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب فی المحرم یواقع مرۃ بعد مرۃ ما علیہ، ج ثالث،ص ۱۸۸،نمبر ۱۳۳۷۷)اس قول تابعی میں ہے کہ کئی بار جماع کیا تو ایک ہی ھدی لازم ہوگی۔

ترجمه : (۱۴۳۰) یا جس واجب کا بیان پہلے ہوا ان میں سے کسی ایک واجب کو ترک کر دے۔

تشريح : یہاں قاعدہ بیان کر رہے ہیں کہ حج میں جتنے واجبات ہیں ان میں سے کسی ایک کے چھوڑنے پر دم لازم ہوگا۔

وجه: (۱) اس قول صحابی میں ہے ۔عن ابن عباس انه قال من نسی شيئا من نسکه أو ترکه فليهرق دما (دار قطنی کتاب الحج ، ج ثانی ،ص ۲۱۵، نمبر ۲۵۱۲/۲۵۱۴ رموطا امام مالک ، باب ما یفعل من نسی من نسکہ شیئا ص ۴۵۰ رسنن للبیھقی ، باب من ترک شیئا من الرمی حتی یذھب ایام منی ، ج خامس ،ص ۲۴۸، نمبر ۹۶۸۸) اس اثر میں ہے کہ کوئی نسک چھوڑ دے تو اس پر دم ہے۔

(۲) اس قول تابعی میں بھی ہے ۔عن الحسن فی الرجل يترک الصفا و المروة قال عليه دم ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب فی الرجل یترک الصفا والمروۃ ما علیہ ، ج ثالث ،ص ۲۶۹، نمبر ۱۴۲۰۰) اس اثر میں ہے کہ صفا و مروہ کی سعی چھوڑ دے تو اس پر دم ہے، اور صفا و مروہ کی سعی واجب ہے، جس سے قاعدہ یہ نکلا کہ واجب چھوڑ دے یا اس کے اکثر کو چھوڑ دے تو اس پر دم لازم ہے۔

ترجمه : (۱۴۳۱) اور مونچھ کاٹنے میں جو فیصلہ کر دے۔

تشريح : مونچھ کا بال کتروایا تو دو تجربہ کار اور عادل آدمی یہ دیکھیں کہ چوتھائی ڈاڑھی کے حساب سے کتنا ہے، اگر مونچھ کا بال اتنا کاٹا ہے کہ چوتھائی ڈاڑھی کے برابر ہے تو ایک دم، یعنی ایک بکری لازم ہوگی ، اور اگر چوتھائی ڈاڑھی کی چوتھائی ہے تو ایک بکری کی قیمت کی چوتھائی لازم ہوگی ، یا اس کا کھانا لازم ہوگا۔

ترجمه : (۱۴۳۲) اور وہ (جنایات) جو آدھا صاع گیہوں یا اس کی قیمت کے صدقے کو واجب کرتی ہیں یہ ہے، کہ مکمل عضو سے کم پر خوشبو لگائے ، یا ایک دن سے کم سلا ہوا کپڑا پہنے، یا ایک دن سے کم سر ڈھانپے۔

تشريح : یہاں سے یہ بتا رہے ہیں کہ کن کن جنایات میں آدھا صاع گیہوں واجب ہوتا ہے [اس کو صدقہ کہتے ہیں) ان میں سے پہلا یہ ہے کہ ایک پورے عضو پر دم لازم ہوتا ہے، اس لیے اس سے کم پر آدھا صاع گیہوں لازم ہوگا۔ دوسرا یہ ہے کہ ایک دن سلا ہوا کپڑا پہننے سے دم لازم ہوگا ، اور اس سے کم پہننے پر آدھا صاع گیہوں لازم ہوگا۔ اور تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک دن سے کم سر ڈھانکے تو آدھا صاع گیہوں لازم ہوگا۔

وجه :(۱) حدیث میں ہے۔ ان کعب بن عجرة حدثه قال وقف علی رسول الله بالحديبية و رأسی يتهافت قملا فقال يؤذيک هو امک؟ قلت نعم قال فاحلق رأسک، او احلق ،قال: فیّ نزلت هذه الآية ﴿ فمن کان

رأسه اقلّ من یوم (۱۴۳۳) او حلق اقلّ من ربع رأسه (۱۴۳۴) او قصّ ظفرا و کذا لکلّ ظفر نصف صاع الا ان یبلغ المجموع دما فینقص ما شاء منه کخمسة متفرقة (۱۴۳۵) او طاف للقدوم او

منکم مریضا او به اذی من رأسه﴾[آیت ۱۹۶، البقرة ۲]الی آخرها فقال النبی ﷺ صم ثلثة ایام او تصدق بفرق بین ستة، او نسک مما تیسر (بخاری شریف، باب قول اللہ او صدقة وھی ستة مساکین ص ۲۴۴ نمبر ۱۸۱۵ر مسلم شریف ، باب جواز حلق الرأس للمحرم اذا کان بہ اذی، ص ۳۸۲، نمبر ۱۲۰۱ر ۲۸۸۳) اس حدیث سے معلوم ہوا صدقہ آدھا صاع گیہوں ہے۔

ترجمہ : (۱۴۳۳) یا سر کے چوتھائی سے کم بال منڈوائے۔

تشریح : چوتھائی سر حلق کرائے تو دم لازم ہوگا اور اس سے کم حلق کرائے تو صدقہ لازم ہوگا۔

ترجمہ : (۱۴۳۴) یا ایک ناخن کاٹے۔ اسی طرح ہر ناخن کے بدلے آدھا صاع ہے، الا یہ کہ مجموعہ دم کی مقدار کو پہنچ جائے۔ تو جتنا چاہے کم کردے، جیسا کہ متفرق طور پر پانچ ناخن میں۔

تشریح : قاعدہ یہ ہے کہ ایک ناخن کاٹنے میں آدھا صاع صدقہ ہے، اور ایک ہاتھ، یا ایک پاؤں کی تمام انگلیاں کاٹے تو ایک دم ہے، اب مثلا چار انگلیوں کے ناخن کاٹا جس کا صدقہ ایک دم کے برابر ہوگیا تو ایک دم کی قیمت سے کچھ کم کردیا جائے گا، تاکہ چار انگلیوں میں ایک دم نہ ہوجائے، مصنف ایک مثال دے رہے ہیں کہ مثلا متفرق ہاتھ پاوں کی پانچ انگلیوں کے ناخن کاٹے جسکی وجہ سے پانچ صدقہ لازم ہوئے اور اس کی قیمت ایک دم کے برابر ہے تو اس سے کم کردیا جائے گا تاکہ ایک دم نہ ہوجائے۔ اور اگر ایک دم سے کم ہے تو سب صدقے لازم ہوں گے۔

ترجمہ : (۱۴۳۵) یا طواف قدوم حدث کی حالت میں کیا، یا طواف صدر حدث کی حالت میں کیا۔ (تو صدقہ لازم ہے) اور اگر جنبی ہوکر کیا تو بکری لازم ہوگی۔

تشریح : اگر طواف قدوم حدث کی حالت میں کیا تو صدقہ لازم ہوگا، اور اگر طواف صدر حدث کی حالت میں کیا تو صدقہ لازم ہوگا، اور اگر طواف صدر جنابت کی حالت میں کیا تو گویا کہ اس طواف کو کیا ہی نہیں، اور طواف صدر واجب ہے اس لئے واجب کے چھوڑنے سے دم لازم ہوگا۔

وجہ : (۱) حدیث میں ہے کہ طواف نماز کی طرح ہے اور نماز میں وضو ضروری ہے اس لئے طواف میں بھی وضو ضروری ہوگا۔ اس لئے اگر بغیر وضو کے طواف قدوم کیا تو صدقہ لازم ہوگا۔ حدیث میں ہے۔ عن ابن عباس ان النبی ﷺ قال الطواف حول البیت مثل الصلوة الا انکم تتکلمون فیه فمن تکلم فیه فلا یتکلم الا بخیر (ترمذی شریف، باب ما جاء فی الکلام فی الطّواف ص ۱۹۰، نمبر ۹۶۰ر نسائی شریف، باب اباحة الکلام فی الطّواف ج ثانی ص ۲۸ نمبر ۲۹۲۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف نماز کی طرح ہے اس لئے طواف میں بھی وضو شرط ہے (۲) دوسری حدیث میں ہے۔ عن عائشة انھا قالت قدمت

للصدر محدثا وتجب شاة ولو طاف جنبا (۱۴۳۶) او ترک شوطا من طواف الصدر وکذا لکلّ شوط من اقلّه (۱۴۳۷) او حصاة من احدی الجمار وکذا لکلّ حصاة فیما لم یبلغ رمی یوم الا ان

مکة وانا حائض ولم اطف بالبیت ولا بین الصفا والمروة قالت فشکوت ذلک الی رسول الله فقال افعلی کما یفعل الحاج غیر ان لا تطوفی بالبیت حتی تطهری (بخاری شریف، باب تقضی الحائض المناسک کلھا الا الطّواف بالبیت ص ۲۲۳ نمبر ۱۶۵۰) اس حدیث سے بھی پتہ چلا کہ طہارت کے بغیر طواف نہ کرے۔(۳) اس حدیث میں طواف کے لئے وضوکا ذکر ہے۔ اخبرتنی عائشةؓ ان اول شیء بدأ به حین قدم أنه توضأ ثم طاف بالبیت ثم لم تکن عمرة۔ (بخاری شریف، باب الطّواف علی وضوء، ص ۲۶۵، نمبر ۱۶۴۱) اس حدیث میں ہے کہ وضوکر کے طواف کیا، جس سے معلوم ہوا کہ طواف کے لئے وضوضروری ہے۔(۴) طواف صدر واجب ہے اور جنابت کی حالت میں کیا تو گویا کہ اس کو ادا ہی نہیں کیا اس لئے اس کو پورا کرنے کے لئے بکری لازم ہوگی، اس قول صحابی میں ہے۔ عن ابن عباس انه قال من نسی شیئا من نسکه أو ترکه فلیھرق دما (دار قطنی کتاب الحج، ج ثانی ص ۲۱۵، نمبر ۲۵۱۲/۲۵۱۴ رموطا امام مالک، باب مایفعل من نسی من نسکه شیئا ص ۴۵۰ رسنن للبیھقی، باب من ترک شیئا من الرمی حتی یذھب ایام منی، ج خامس، ص ۲۴۸، نمبر ۹۶۸۸) اس اثر میں ہے کہ کوئی چیز چھوٹ جائے تو اس پر دم ہے۔

ترجمہ : (۱۴۳۶) یا طواف صدر میں ایک چکر چھوڑ دیا (تو نصف صاع واجب ہے)۔ ایسے ہی طواف کی کم مقدار (تین چکر) میں سے ایک چکر چھوڑ دے (تو بھی نصف صاع ہے)

تشریح : اس عبارت میں پیچیدگی ہے۔ یہاں دو اصول ہیں [۱] طواف صدر واجب ہے، اس لئے پورا چھوڑنے پر دم لازم ہوگا ۔[۲] اکثر طواف چھوڑ دے تو دم لازم ہوگا، اور اقل طواف چھوڑ دے تو ہر طواف کے بدلے آدھا صاع گیہوں لازم ہوگا۔ اب ایک شوط چھوڑا تو ایک صدقہ لازم ہوگا، اور دو شوط چھوڑے تو دو صدصدقے لازم ہوں گے ، اور تین شوط چھوڑے تو تین صدقے لازم ہوں گے، اور چار چکر چھوڑے تو ایک دم لازم ہوگا کیونکہ اکثر شوط کو چھوڑ دیا تو گویا کہ طواف صدر واجب کو چھوڑ دیا۔ اگر تین صدقے کی قیمت ایک دم کے برابر ہو جائے تو اس سے کچھ کم کیا جائے گا، تا کہ دم لازم نہ ہو جائے۔

لغت : کذا لکل شوط من اقلہ: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ چار شوط سے کم ہو تو ہر شوط کے بدلے ایک ایک صدقہ لازم ہوگا۔ یہ یاد رہے کہ ایک طواف میں سات شوط ہوتے ہیں۔ ان میں تین اقل شوط ہے، اور چار شوط اکثر شوط ہیں۔

ترجمہ : (۱۴۳۷) یا کسی جمرہ پر ایک کنکری چھوڑ دی۔ اور ہر کنکری کے بدلے (نصف صاع واجب ہے) جب تک کہ ایک دن کی رمی (کی مقدار) کو نہ پہونچ جائے، اگر دم کی مقدار کو پہونچ جائے تو جتنا چاہے کم کر دے۔

تشریح : یہاں بھی پیچیدگی ہے۔ ایک جمرہ میں سات کنکریاں ہوتی ہیں، اور تین جمرات میں اکیس کنکریاں ہیں، اصول یہ

يبلغ دما فينقص ما شاء (۱۴۳۸) او حلق رأس غيره او قص اظفاره

ہے کہ ایک دن کی تمام جمرات چھوڑ دئے تو ایک دم لازم ہوگا، اور اس سے کم چھوڑا تو ہر کنکری کے بدلے ایک ایک صدقہ لازم ہوگا۔ اب دسویں ذی الحجہ کو صرف جمرہ عقبہ کی کنکری مارنی ہے، پس اگر ایک کنکری بھی نہیں ماری تو دم لازم ہوگا، اور ایک کنکری ماری اور باقی چھ نہیں ماری تو ۶ رصدقے لازم ہوں گے۔ اگر اس صدقے کی قیمت ایک دم کو پہنچ جائے تو اس سے کچھ کم کر دیا جائے گا، تاکہ دم لازم نہ ہو جائے۔ گیارہویں ذی الحجہ کو تینوں جمرات کی اکیس کنکریاں مارنی ہیں، پس اگر سب چھوڑ دی تو دم لازم ہوگا، اور اگر ایک ماری اور بیس چھوڑ دی تو ۲۰ رصدقے لازم ہوں گے ، اور اس کی قیمت ایک دم کو پہنچ جائے تو اس سے کم کر دیا جائے گا۔ اور اگر تینوں دنوں کی کنکریاں چھوڑ دے تو تین دم لازم ہونا چاہئے لیکن تداخل ہو کر ایک ہی دم لازم ہوگا۔

وجه : (۱) اس قول تابعی میں ہے کہ تمام رمی چھوڑ دے تب بھی ایک ہی دم کافی ہے۔ **عن عطاء بن ابی رباح انه قال من نسی جمرة واحدة او الجمار کلها حتی یذهب ایام التشریق فدم واحد یجزیه** (سنن للبیھقی، باب من ترک شیئا من الرمی حتی یذھب ایام منی ص ۲۴۸، نمبر ۹۶۸۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ایک رمی چھوڑ دے تو دم لازم ہوگا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ تمام رمی چھوٹ جائے تو تداخل ہو جائیں گے اور ایک ہی دم لازم ہوگا۔ (۳) رمی جمار واجب ہے اس کے لئے یہ اثر ہے۔ **عن الزهری عن ابان ابن عثمان قال والله ان الصلوة لتقضی فکیف لا تقضی رمی الجمار** (مصنف ابن ابی شیبة ۴۰۵ فی الرجل ینسی ان یرمی الجمار یقضیہ او یھرق دما، ج ثالث ص ۳۷۹، نمبر ۱۵۳۰۲) اس اثر سے رمی جمار کی اہمیت معلوم ہوتی ہے (۴) اس حدیث میں بھی ہے ۔ **اخبرنا سلیمان ابن عمر بن الاحوص عن امه قالت رأیت رسول الله ﷺ یرمی الجمرة من بطن الوادی و هو راکب یکبر مع کل حصاة** ۔ (ابوداؤد شریف، باب فی رمی الجمار ص ۲۸۷ نمبر ۱۹۶۶ر ابن ماجۃ شریف، باب قدر حصی الرمی، ص ۴۳۹، نمبر ۳۰۲۸) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے رمی کی جس سے واجب ہونے کا پتہ چلتا ہے (۵) اس حدیث میں بھی ہے۔ **قال دخلنا علی جابر بن عبد الله ... ثم سلک الطریق الوسطی التی تخرج علی الجمرة الکبری حتی اتی الجمرة التی عند الشجرة فرماها بسبع حصیات یکبر مع کل حصاة منها** ۔ (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ص ۳۹۹ نمبر ۱۲۱۸ / ۲۹۵۰ ر ابوداؤد شریف، باب صفة حجۃ النبی ص ۲۷۱ نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمی کرے۔

لغت : کذا الکل حصاۃ فیما لم یبلغ رمی یوم : ہر کنکری کے بدلے ایک ایک صدقہ لازم ہوگا، جب تک کہ ایک دن کی رمی تک نہ پہنچ جائے، پس اگر ایک دن کی رمی چھوڑ دے، مثلا اکیس کنکریاں چھوڑ دے تو دم لازم ہوگا۔

ترجمه : (۱۴۳۸) یا اپنے علاوہ کسی کا سر حلق کیا، یا دوسرے کے ناخن کاٹے تو صدقہ ہے۔

تشریح : کسی محرم نے دوسرے آدمی کا سر مونڈا، چاہے وہ حلال ہو یا محرم ہو تو حلق کرنے والے پر صدقہ لازم ہوگا، یا محرم نے کسی کا

(۱۴۳۹) وان تطيّب او لبس او حلق بعذر تخيّر بين الذبح او التصدّق بثلاثة اَصُوُع على ستّة مساكين او صيام ثلاثة ايام. (۱۴۴۰) والّتي توجب اقلّ من نصف صاع فهي ما لو قتل قملة او

ناخن کاٹا تو اس پر صدقہ لازم ہے۔

وجہ : (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ محرم پر جو میل کچیل ہے احرام کی وجہ سے اس کو بھی امن حاصل ہے، اور بال کاٹ کر اس کے امن کو زائل کیا، البتہ کاٹنے والے نے ارتفاق کامل حاصل نہیں کیا اس لئے یہ جنایت بڑی نہیں ہے، اس لئے کاٹنے والے پر صدقہ لازم ہو گا۔ (۲) **عن خصيف قال أخذت من شارب محمد بن مروان و انا محرم فسألت سعيد بن جبير فأمرني أن أتصدق بدرهم** ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی المحرم یقص من شارب الحلال أویأ خذ من شعرہ، ج ثالث، ص ۱۸۱، نمبر ۱۳۳۰۶) اس اثر میں ہے کہ محرم نے حلال کا یا محرم کا بال حلق کرے تو محرم پر صدقہ لازم ہے۔

ترجمہ : (۱۴۳۹) اگر عذر سے خوشبو لگائی، یا (سلا ہوا) کپڑا پہنا، یا حلق کیا تو اسے اختیار دیا جائے گا ذبح، یا تین صاع چھ مساکین پر صدقہ، یا تین روزے رکھنے میں۔

وجہ : (۱) اس آیت میں تین باتوں میں سے ایک کا اختیار دیا گیا ہے۔ **و اتموا الحج و العمرة لله فان أحصرتم فما استيسر من الهدى و لا تحلقوا رء وسكم حتى يبلغ الهدى محله فمن كان منكم مريضا او به اذى من رأسه ففدية من صيام او صدقة او نسك** (آیت ۱۹۶ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ذکر ہے کہ سر میں تکلیف ہو تو سر منڈوا دے اور تینوں کاموں میں سے ایک کرے (۲) حدیث میں ہے۔ **ان كعب بن عجرة حدثه قال وقف على رسول الله بالحديبية ورأسي يتهافت قملا فقال يوذيك هو امك؟ قلت نعم قال فاحلق رأسك، او احلق ،قال: فيّ نزلت هذه الآية﴿ فمن كان منكم مريضا او به اذى من رأسه﴾** [آیت ۱۹۶، البقرۃ ۲] **الى آخرها فقال النبى** ﷺ **صم ثلثة ايام او تصدق بفرق بين ستة، او نسك مما تيسر** (بخاری شریف، باب قول اللہ اوصدقۃ وھی ستۃ مساکین، ص ۲۹۲، نمبر ۱۸۱۵ ر مسلم شریف، باب جواز حلق الرأس للمحرم اذا کان بہ اذی، ص ۳۸۲ نمبر ۱۲۰۱ ر ۲۸۸۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عذر ہو اور خلاف احرام کام کیا تو صدقہ، روزہ، یا ہدی میں سے کوئی ایک کرنے کا اختیار ہے۔

ترجمہ (۱۴۴۰) اور وہ جنایات جو نصف صاع سے کم واجب کرتی ہیں وہ وہ ہیں کہ جوں یا ٹڈی کو مارے تو جو چاہے صدقہ کرے

تشریح : احرام کی حالت میں جوں مار دے، یا ٹڈی مار دے تو آدھا صاع سے کم صدقہ لازم ہوگا۔

وجہ : (۱) قول صحابی میں ہے۔ **سمعت ابن عمرؓ يقول في القملة يقتلها في المحرم : يتصدق بكسرة أو قبض من طعام** . (سنن للبیہقی، باب قتل القمل، ج خامس، ص ۳۵۰، نمبر ۱۰۰۶۷ ر مصنف عبد الرزاق، باب القمل، ج رابع، ص ۳۱۵، نمبر ۸۲۸۶) اس اثر سے معلوم ہوا کہ جوئیں مارنے سے کچھ کھانا صدقہ کرے۔ (۲). **سألت سعيد ابن جبير عن القملة**

جرادة فیتصدّق بما شاء (۱۴۴۱) والّتی توجب القیمة فهی ما لو قتل صیدا فیقوّمه عدلان فی مقتله او قریب منه (۱۴۴۲) فان بلغت هدیا فله الخیار ان شاء اشتراه وذبحه او اشتری طعاما وتصدّق به

یقتلها المحرم ؟ فقال : کل شئی أطعمته عنها فهو خیر منها . (مصنف عبدالرزاق، باب القمل، ج رابع، ص ۳۱۵، نمبر ۸۲۹۱) اس اثر میں ہے کہ جوں کے بدلے میں جو بھی کھلا دو وہ ٹھیک ہے۔(۳) ٹڈی کے بارے میں یہ قول صحابی ہے۔عن زید بن اسلم ان رجلا جاء الی عمر بن الخطاب فقال یا امیر المؤمنین انی اصبت جرادات بسوطی وانا محرم فقال له عمر اطعم قبضة من طعام (۲) اور دوسرے اثر میں ہے فقال عمر انک لتجد دراهم لتمرة خیر من جرادة ۔(موطاامام مالک، باب فدیۃ من اصاب شیئا من الجراد وهو محرم ص ۴۴۸، سنن للبیھقی، باب ما ورد فی جزاء ما دون الحمام، ج خامس، ص ۳۳۸، نمبر ۱۰۰۱۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ٹڈی کے بدلے کچھ کھانا صدقہ کرے۔

ترجمہ : (۱۴۴۱) اور جو قیمت کو واجب کرتی ہیں یہ ہیں، اگر شکار کو قتل کیا تو قتل کرنے کی جگہ یا اس کے آس پاس کی جگہ کے اعتبار سے دو عادل آدمی قیمت مقرر کرے۔

تشریح : اگر شکار قتل کیا تو دو عادل اور تجربہ کار آدمی مقرر ہوں وہ جس جگہ شکار کیا ہے اس جگہ یا اس کے آس پاس میں جو اس شکار کی قیمت ہو سکتی ہے وہ لگائے۔

وجه : (۱)۔آیت یہ ہے۔یا ایها الذین آمنوا لا تقتلوا الصید وانتم حرم ومن قتله منکم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم به ذوا عدل منکم هدیا بالغ الکعبة أو کفارة طعام مساکین أو عدل ذالک صیاما لیذوق وبال امره (آیت ۹۵ سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت میں ہے کہ دو انصاف ور آدمی شکار کے بدلے کا فیصلہ کریں گے۔(۲) اور قیمت کا فیصلہ کریں اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن کعب بن عجرہ ان النبی ﷺ قضی فی بیض نعام اصابه محرم بقدر ثمنه (دار قطنی، کتاب الحج، ج ثانی، ص ۲۱۸، نمبر ۲۵۲۸ رسنن للبیھقی، باب بیض النعام یصیبھا المحرم، ج خامس، ص ۳۴۰، نمبر ۱۰۰۲۱) اس حدیث میں حضورؐ نے شتر مرغ کے انڈے کی قیمت لگائی ہے جس سے معلوم ہوا کہ شکار کی قیمت لگائی جائے گی۔

ترجمہ : (۱۴۴۲) اگر قیمت دم کے برابر پہنچ گئی تو اسے اختیار ہے کہ اسے خرید کر ذبح کرے، یا کھانا خرید کر ہر فقیر کو نصف صاع صدقہ کرے، یا ہر مسکین کے کھانے کے عوض ایک روزہ رکھے۔

تشریح : دو عادل آدمی کے قیمت لگانے کے بعد اس قیمت سے پالتو جانور مثلا بکری، گائے وغیرہ آسکتی ہو تو شکار کرنے والے کو یہ تین اختیار ہیں [۱] پہلا یہ کہ جانور خرید کر حرم میں ذبح کرے، [۲] دوسرا یہ کہ اس کی قیمت سے گیہوں خریدے اور ہر مسکین کو آدھا آدھا صاع گیہوں دے دے، [۳] تیسرا اختیار یہ ہے کہ اس قیمت سے جو گیہوں آسکتا ہو اس پر ہر آدھا صاع گیہوں کے

لكل فقير نصف صاع او صام عن طعام كل مسكين يوما (۱۴۴۳) وان فضُل اقلّ من نصف صاع تصدّق به او صام يوما (۱۴۴۴) وتجب قيمة ما نقص وبنتف ريشه الذى لا يطير به وشعره وقطع

بدلے ایک روزہ رکھ لے۔

وجه: (۱) کیونکہ آیت میں تینوں کا اختیار ہے۔آیت یہ ہے۔یا ایها الذین آمنوا لا تقتلوا الصید وانتم حرم ومن قتله منکم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم به ذوا عدل منکم هدیا بالغ الکعبة أو کفارة طعام مساکین أو عدل ذالک صیاما لیذوق وبال امره. (آیت ۹۵ سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت میں تین باتوں کا حکم دیا، کہ ہدی دو، یا مسکین کا کھانا دو، یا اس کا موازنہ کر کے روزہ رکھو، اور اللہ تعالی نے تینوں کا اختیار دیا ہے اس لئے تینوں میں سے کوئی ایک بھی کر لے تو کافی ہے۔(۲) اور اس کی تفسیر حضرت ابن عباسؓ سے اس طرح ہے۔عن ابن عباس فی قوله آیت ﴿فجزاء مثل ما قتل من النعم﴾ قال اذا اصاب المحرم الصید یحکم علیه جزاءه فان کان عنده جزاءه ذبحه وتصدق بلحمه فان لم یکن عنده جزاءه قوم جزاءه دراهم ثم قومت الدراهم طعاما فصام مکان کل نصف صاع یوما وانما ارید بالطعام الصیام انه اذا وجد الطعام وجد جزاءه (سنن للبیهقی، باب من عدل صیام یوم بمدین، ج خامس، ص ۳۰۴، نمبر ۹۸۹۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ قیمت لگانے کے بعد یا ہدی خریدے یا کھانا خرید کر آدھا آدھا صاع گیہوں مساکین پر تقسیم کرے یا ہر آدھا صاع گیہوں یا ایک صاع جو کے بدلے ایک دن روزہ رکھے۔

ترجمه: (۱۴۴۳) اور اس تقسیم کے بعد نصف صاع سے کم بچ جائے تو صدقہ کرے یا ایک روزہ رکھ لے۔

تشریح: مثلا تقسیم کرنے کے بعد ایک صاع گیہوں بچ گیا تو اس کی دو صورتیں ہیں [۱] ایک صورت یہ ہے کہ اس ایک صاع کو غریب کو دے دے، یا اگر چہ آدھا صاع سے کم ہے لیکن پورا ایک روزہ رکھے، اس لئے کہ روزے کا ادھا نہیں ہوتا۔

ترجمه: (۱۴۴۴) شکار کی اتنی قیمت واجب ہوگی جو کم ہو، اور وہ پر جس سے وہ اڑتا نہیں ہے اس کے اکھیڑنے سے، یا اسکے بال کے اکھیڑنے سے، یا ایسے عضو کے کاٹنے سے جس سے اسکی حفاظت میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوئی، اتنی قیمت واجب ہوگی۔

تشریح: یہ مسئلے اس اصول پر ہیں کہ پر اکھیڑنے سے جانور انسانوں سے نہ بھاگ سکے تو جانور کی پوری قیمت لازم ہوگی، اور اگر بھاگ سکتا ہو اور محفوظ رہ سکتا ہو تو قیمت میں جو کمی واقع ہوئی وہ کمی واجب ہوگی۔۔کسی شکار کو زخمی کیا، لیکن اتنا زخمی کیا کہ وہ انسانوں سے بھاگ سکتا ہے اور اپنی پوری حفاظت کر سکتا ہے، تو زخمی ہونے سے جو قیمت میں کمی آئی وہ قیمت واجب ہوگی، لیکن اگر ایسا زخمی کیا کہ اب وہ انسانوں سے بھاگ نہیں سکتا، اور اپنی حفاظت نہیں کر سکتا تو اس جانور کی پوری قیمت شکار کرنے والے پر لازم ہوگی، کیونکہ اب وہ مر جائے گا اس لئے گویا کہ شکاری نے اس کو مار دیا اس لئے پوری قیمت واجب ہوگی۔آگے مصنف نے تین مثالیں دی ہیں [۱] مثلا پرندے کے اس پر کو اکھیڑا جس سے وہ اڑتا نہیں تھا تو شکاری نے ایسا نہیں کیا کہ وہ انسانوں سے بھاگ نہیں سکتا ہو اس

عضو لا يمنعه الامتناع به (۱۴۴۵) وتجب القيمة بقطع بعض قوائمه ونتف ريشه وكسر بيضه (۱۴۴۶) ولا يجاوز عن شاة بقتل السبع

لئے اس پر پورے پرندے کی قیمت واجب نہیں ہوگی بلکہ پر اکھیڑنے سے جو کمی واقع ہوئی ہے صرف وہ واجب ہوگی، مثلا پرندے کی قیمت دس درہم تھی، اور پر اکھیڑنے کے بعد اس کی قیمت آٹھ درہم ہوگئی تو شکاری پر دو درہم واجب ہوں گے۔ اور اگر بھاگ نہیں سکتا تو پرندے کی پوری قیمت دس درہم واجب ہوگی۔ [۲] جانور کے بال کو نوچ لیا تو اس سے جانور کی اپنی حفاظت میں کوئی کمی نہیں آئی اس لئے بال نوچنے سے جو قیمت میں کمی واقع ہوئی وہ واجب ہوگی۔ [۳] مثلا شکاری نے دم کاٹ دی تو اس سے بھاگنے میں اور اپنی حفاظت کرنے میں کمی نہیں آئی اس لئے جو قیمت میں کمی آئی ہے وہ لازم ہوگی۔

(۲) اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ **یایها الذین آمنوا لا تقتلوا الصید و انتم حرم و من قتله منکم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم به ذوا عدل منکم هدیا بالغ الکعبة** ۔ (آیت ۹۵، سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت میں ہے کہ شکار کو قتل کیا ہو تو اس کا بدلہ دینا ہوگا، اس لئے شکار کا آدھا نقصان کیا ہو تو آدھا ہی بدلہ دینا ہوگا۔ (۳) اس حدیث میں بھی ہے۔ **عن کعب بن عجرة ان النبی ﷺ قضی فی بیض نعام اصابه محرم بقدر ثمنه** ۔ (دار قطنی، کتاب الحج، ج ثانی ص ۲۱۸ نمبر ۲۵۲۸ رسنن بیہقی، باب بیض النعامة یصیبها المحرم، ج خامس، ص ۳۴۰، نمبر ۱۰۰۲۱) اس حدیث میں شتر مرغ کے انڈے کو توڑنے پر اس کی قیمت لازم ہوگی۔

لغت : یمنعه الامتناع: لفظی ترجمہ ہے روکنا، یہاں مراد ہے کہ انسان سے بھاگ سکتا ہو، اور محفوظ رہ سکتا ہو۔

ترجمہ : (۱۴۴۵) اور بعض قوائم (ہاتھ، پیر) کے کاٹنے سے، یا پر اکھاڑنے سے، یا انڈے کو توڑنے سے قیمت واجب ہوگی۔

تشریح : شکار کا پاؤں کاٹ دیا تو اب وہ اپنے آپ کو محفوظ نہیں رکھ سکتا اور انسانوں سے بھاگ نہیں سکتا ہے، تو اگر چہ وہ جانور زندہ ہے، لیکن گویا کہ اس کو مار دیا اس لئے اس جانور کی پوری قیمت لازم ہوگی۔ یا پرندے کا ایسا پر اکھاڑ دیا جس سے وہ اڑ نہیں سکتا ہو تو اس کی پوری قیمت لازم ہوگی۔ انڈے سے بچہ نکلتا ہے، اور انڈا توڑ دیا تو گویا کہ زندہ بچے کو توڑ دیا اس لئے اس پرندے کی پوری قیمت لازم ہوگی۔

اصول : موت کے اسباب کو اختیار کرنا گویا کہ مار دینا ہے۔

ترجمہ : (۱۴۴۶)۔ اور درندے کے قتل پر بکری کی قیمت سے تجاوز نہ ہوگا۔

تشریح : شکار کے جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا ہے اس کو مارنے سے بدلہ لازم ہوگا، لیکن یہ بدلہ بکری کی قیمت سے زیادہ نہ ہو۔

وجہ : (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ ان جانوروں کا گوشت تو کام نہیں آئے گا صرف کھال کام آئے گی، اور کھال کی قیمت زیادہ سے

(۱۴۴۷) وان صال لا شئ بقتله (۱۴۴۸) ولا يُجزئ الصوم بقتل الحلال صيد الحرم ولا بقطع

زیادہ بکری کے برابر ہوگی اس لئے زیادہ سے زیادہ بکری لازم کی جائے اس سے زیادہ لازم نہ کی جائے۔(۲) اس حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔**عن جابر عن النبی ﷺ قال فی الضبع اذا اصابه المحرم كبش وفی الظبی شاة و فی الارنب عناق وفی اليربوع جفرة** (دار قطنی، کتاب الحج، ج ثانی ص ۲۱۷، نمبر ۲۵۲۴ سنن بیہقی باب فدیۃ الضبع، ج خامس، ص ۲۹۹، نمبر ۹۸۶۷) اس حدیث میں یربوع جو چوہے کی قسم کا جانور ہے اور اس کا گوشت نہیں کھایا جاتا ہے اس کی قیمت بکری کا بچہ لگائی گئی ہے۔اسی طرح گوہ کا گوشت نہیں کھایا جاتا ہے اور اس کا بدلہ مینڈھا لگایا ہے۔جس سے معلوم ہوا کہ غیر ماکول اللحم شکار کا بدلہ زیادہ سے زیادہ بکری لازم ہوگا۔

ترجمہ : (۱۴۴۷) اگر حملہ کرے تو اس کے قتل پر کچھ بھی واجب نہیں۔

تشریح : شکاری جانور نے محرم پر حملہ کیا جس کی وجہ سے محرم نے اس کو قتل کر دیا تو محرم پر اس کا بدلہ لازم نہیں ہے، کیونکہ اپنی جان سے ضرر کو دفع کرنے کا اس کو حق ہے۔

وجہ : (۱) اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن ابی سعید الخدری : ان النبی ﷺ سئل عما يقتل المحرم ؟ قال الحية والعقرب ، و الفويسقة و يرمى الغراب و لا يقتله و الكلب العقور و الحدأة و السبع العادی** ۔(ابو داود شریف، باب ما یقتل المحرم من الدواب، ص ۲۷۱، نمبر ۱۸۴۸) اس حدیث میں ہے کہ پھاڑ کھانے والا جانور حملہ کر دے تو اس کو قتل کیا جا سکتا ہے۔(۲) اس حدیث میں بھی ہے۔**عن عائشة ان رسول الله قال خمس من الدواب كلهن فاسق يقتلن فی الحرم الغراب، والحدأة ،والعقرب ،والفارة، والكلب العقور.** (بخاری شریف، باب ما یقتل المحرم من الدواب ص ۲۴۶ نمبر ۱۸۲۹ مسلم شریف، باب ما یندب للمحرم وغیرہ قتلہ من الدواب فی الحل والحرم ص ۳۸۱ نمبر ۱۱۹۸/۲۸۶۲) اس حدیث میں ہے کہ یہ پانچ جانور فطری طور پر موذی ہیں۔اس لئے ان کو قتل کر سکتے ہیں۔پس اگر صرف حملہ کرنے کے وہم پر قتل کر سکتے ہیں تو جو جانور باضابطہ محرم پر حملہ کر چکا ہو اس کو بدرجہ اولی قتل کر سکتا ہے۔اور قتل کرنے والے پر کچھ لازم نہیں ہوگا (۳) اثر میں ہے۔**عن عطاء قال كل عدو عدا عليك فاقتله وانت محرم** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ۳۳۹ ما یقتل المحرم ج ثالث، ص ۳۳۳، نمبر ۱۴۸۲۵) اس اثر میں ہے کہ اگر جانور آپ پر حملہ کر دے تو آپ اس کو قتل کر سکتے ہیں۔۔صال : حملہ کیا۔

ترجمہ : (۱۴۴۸) روزہ کافی نہیں ہے حلال کے قتل کرنے سے حرم کے شکار کو، اور نہ حرم کے گھاس کے کاٹنے سے، اور وہ درخت جو خود اگتا ہو لوگ اس کو اگاتے نہیں ہوں، بلکہ قیمت ضروری ہے۔

تشریح حلال آدمی یا محرم آدمی حرم کے شکار کو قتل کر دے تو اس کے بدلے میں روزہ رکھنا کافی نہیں ہوگا، بلکہ اس کی قیمت دینی ہوگی، اسی طرح حرم کی گھاس کاٹنے سے روزہ کافی نہیں ہے قیمت دینی ہوگی، اور وہ درخت جو خود بخود اگتا ہو، لوگ اس کو نہیں اگاتے

حشيش الحرم و شجرة النابت بنفسه وليس ممّا يُنبته الناس بل القيمة (١٤٤٩) وحرم رعى حشيش الحرم وقطعه الا الاذخر والكمأة.

ہوں تو اس کا کاٹنا بھی ممنوع ہے اس لئے اس کو کاٹ دیا تو اس کے بدلے میں روزہ رکھنا کافی نہیں ہے اس کی قیمت دینی ہوگی

وجه : (۱) اس اثر میں ہے. **عن عطاء ان رجلا اغلق بابه علی حمامة وفرخيها ثم انطلق الی عرفات ومنی فرجع وقد ماتت فاتی ابن عمر فذكر له ذلك فجعل عليه ثلاثا من الغنم وحكم معه رجل** ۔(سنن للبیہقی، باب ماجاء فی جزاء الحمام ومافی معناہ، ج خامس، ص ۳۳۷، نمبر ۱۰۰۰۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ کے شکار کو قتل کرنے سے بدلہ لازم ہوگا۔(۲) اس اثر میں ہے کہ حرم کے شکار کو حلال بھی مارے تو اس کی قیمت لازم ہوگی . **عن ابن عباس** ؓ **أنه قضى في حمامة من حمامة مكة بشاة** ۔(سنن للبیہقی، باب ماجاء فی جزاء الحمام ومافی معناہ، ج خامس، ص ۳۳۷، نمبر ۱۰۰۰۷) اس اثر سے یہ بھی پتہ چلا کہ حرم کے شکار کے بدلے میں جانور لازم ہوگا، یا مالی ضمان لازم ہوگا روزہ رکھنا کافی نہیں ہے کیونکہ کسی اثر میں شکار کے بدلے میں روزہ رکھنے کا ذکر نہیں ہے۔

ترجمه : (۱۴۴۹) حرم کی گھاس کا چرانا اور کاٹنا حرام ہے سوائے اذخر و کمأۃ (سانپ کی چھتری) کے۔

تشريح : حدیث میں ہے کہ حرم کی گھاس کو چرانا اور کاٹنا جائز نہیں، البتہ اذخر گھاس اہل عرب کے لئے بہت کام کی چیز ہے اس لئے اس کی استثناء کی ہے، اور سانپ کی چھتری بھی اہل عرب سبزی کے طور پر بہت کھاتے تھے اس لئے یہ بھی مستثنی ہوگا، اور اس کے کاٹنے کی بھی اجازت ہوگی۔

وجه : حرم کی گھاس اکھاڑنا ممنوع ہے اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عباس عن النبی** ﷺ **قال لا يعضد عضاها ولا ينفر صيدها ولا تحل لقطتها الا لمنشد ولا يختلى خلاها فقال عباس يا رسول الله الا الاذخر فقال الا الاذخر** ۔(بخاری شریف، کیف تعرف لقطۃ اہل مکۃ، ص ۳۲۸، نمبر ۲۴۳۳، کتاب اللقطۃ/مسلم شریف، باب تحریم مکۃ وتحریم صیدھا، ص ۴۳۷ نمبر ۱۳۵۳/۳۳۰۲) اس حدیث میں ہے کہ مکہ مکرمہ کے گھاس کو اکھیڑا نہ جائے سوائے اذخر گھاس کے۔

﴿حج کی ۳۸۔ جنایتیں، ایک نظر میں﴾

﴿دم واجب کرنے والی جنایت ۱۴۔ ہیں﴾

۱:......،کوئی بالغ محرِم عضو پر خوشبو لگالے،

۲:......اپنے سر کو مہندی سے رنگے

۳:......، زیتون وغیرہ کا تیل لگائے

۴:......،سلا ہوا کپڑا پہنے

۵:......، پورے ایک دن سر کو چھپائے،

۶:......چوتھائی سر منڈ والے

۷:......، پچھنا لگانے کی جگہ کے بال کو کاٹے

۸:......،ایک بغل کے بال کو کاٹے

۹:......،زیر ناف بال کو کاٹے

۱۰:......، گردن کے بال کو کاٹے،

۱۱:......دونوں ہاتھ اور پیر کے ناخن کو ایک مجلس میں کاٹے

۱۲:......ایک ہاتھ یا ایک پیر کے ناخن کو کاٹ لے،

۱۳:......جس واجب کا بیان پہلے ہوا ان میں سے کسی ایک واجب کو ترک کردے

۱۴:......حالت جنابت میں طواف کیا تو بکری واجب ہوگی

﴿اور وہ جنایات جو نصف صاع گیہوں یا اس کی قیمت کے صدقہ کو واجب کرتی ہیں ۱۳۔ ہیں﴾

۱:...... یہ ہے کہ مکمل عضو سے کم پر خوشبو لگائے

۲:......، یا ایک دن سے کم سلا ہوا کپڑا پہنے

۳:......، یا اپنا سر ڈھانپے

۴:......، یا سر کے چوتھائی سے کم بال منڈوائے

۵:......، یا ایک ناخن کاٹے۔

۶:...... ہر ناخن کے بدلے نصف صاع ہے،

۷:...... حالت حدث (بے وضو) میں طواف قدوم یا طواف صدر کیا۔

۸:......۔ یا طواف صدر میں ایک چکر چھوڑ دیا

۹:......۔ ایسے ہی طواف کی کم مقدار (تین چکر) میں سے ایک چکر چھوڑ دے (تو بھی نصف صاع)

۱۰:...... یا کسی جمرہ پر ایک کنکری چھوڑ دی۔

۱۱:...... اور ہر کنکری کے بدلے (نصف صاع واجب ہے) جب تک کہ ایک دن کی رمی (کی مقدار) کو نہ پہونچ جائے

۱۲:......۔ یا اپنے علاوہ کسی (محرم یا حلال) کا سر حلق کیا

۱۳:......۔ اگر عذر سے خوشبو لگائی، یا (سلا ہوا) کپڑا پہنا، یا حلق کیا تو اسے اختیار دیا جائے گا ذبح، یا تین صاع چھ مساکین پر صدقہ، یا تین روزے رکھنے میں۔

﴿اور وہ جنایات جو نصف صاع سے کم واجب کرتی ہیں﴾

۱:...... جوں یا ٹڈی کو مارے تو جو چاہے صدقہ کرے

﴿اور جو قیمت کو واجب کرتی ہیں ۱۰۔ ہیں﴾

۱:......، اگر شکار کو قتل کیا تو قتل یا آس پاس کی جگہ کے اعتبار سے دو عادل کی مقرر کردہ قیمت واجب ہوگی

۲:...... اور پرندہ کے اس پر کو اکھاڑنے سے جس سے وہ اڑتا نہیں تھا،

۳:...... یا اس کے نوچنے سے

۴:......، یا اس عضو کے کاٹنے سے جس سے اس کی حفاظت میں کوئی رکاوٹ نہیں آئی اتنی قیمت واجب ہوگی۔

۵:......اور بعض قوائم (ہاتھ، پیر) کے کاٹنے سے،

۶:......یا پرا کھاڑنے سے

۷:......، یا انڈے کو توڑنے سے قیمت واجب ہوگی

۸:......۔اور درندے کے قتل پر بکری کی قیمت سے تجاوز نہ ہوگا۔

۹:......حلال (غیر محرم) حرم کے شکار کو قتل کرے تو روزہ کافی نہیں (بلکہ قیمت ضروری ہے)

۱۰:......حرم کی گھاس اور خود رو درخت جسے لوگ اگاتے نہیں ہیں کے کاٹنے میں (روزہ) کافی نہیں' قیمت ضروری ہے

﴿جن جانوروں کے قتل سے کچھ واجب نہیں ہوتا ۱۳۔ ہیں﴾

۱:......کوا،

۲:......چیل

۳:......، بچھو

۴:......، چوہا،

۵:......سانپ،

۶:...... پاگل کتا

۷:......مچھر،

۸:......چیونٹی،

۹:......پسو،

۱۰:......چیچڑی

۱۱:......، کچھوا،

۱۲:......اور جس کا شکار نہ ہوتا ہو کے مارنے سے کچھ واجب نہیں

۱۳:...... اگر (درندہ) حملہ کرے تو اس کے قتل پر کچھ بھی واجب نہیں۔

﴿فصل :﴾

(۱۴۵۰) ولا شىء بقتل غراب وحداة وعقرب وفارة وحيّة وكلب عقور وبعوض ونمل وبرغوث وقراد وسلحفاة وما ليس بصيد.

﴿فصل :﴾

ترجمه :(۱۴۵۰) کوا، چیل، بچھو، چوہا، سانپ، پاگل کتا، مچھر، چیونٹی، پسو، چیچڑی، کچھوا، اور جس کا شکار نہ ہوتا ہو کے مارنے سے کچھ واجب نہیں۔

تشریح :احرام کی حالت میں شکاری جانور کو قتل کرنا ممنوع ہے، اسی طرح حرم میں بھی شکاری جانور کو قتل کرنا ممنوع ہے، لیکن کچھ جانور ایسے ہیں جو فطرتی طور پر انسان کو تکلیف دیتے ہیں اس لئے حدیث میں احرام کی حالت میں بھی اس کو قتل کرنے کی اجازت دی گئی ہے، ماتن نے گیارہ قسم کی چیزوں کو ذکر کیا کہ احرام کی حالت میں انکو قتل کیا جا سکتا ہے، اور جو جانور شکار نہیں ہے، مثلا پالتو جانور ہے، جیسے گائے بھیس تو اس کو بھی قتل کرنے سے بدلہ لازم نہیں ہوگا۔

وجہ : (۱) اس کے لئے حدیث یہ ہے ۔عن عائشة ان رسول الله قال خمس من الدواب كلهن فاسق يقتلن فى الحرم الغراب، والحدأة ،والعقرب ،والفارة، والكلب العقور (بخاری شریف، باب مایقتل المحرم من الدواب، ص ۲۴۶، نمبر ۱۸۲۹ر مسلم شریف، باب ماینذب للمحرم وغیرہ قتلہ من الدواب فی الحل والحرم، ص ۳۸۱، نمبر ۲۸۶۲/۱۱۹۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان جانوروں کو محرم قتل کر سکتا ہے۔ کیونکہ یہ فطری طور پر موذی ہیں۔(۲) اس قول صحابی میں بھی ہے .سمعت ابن عمرؓ يقول أمر رسول الله ﷺ بقتل الذئب و الفارة و الحدأة فقيل له و الحية و العقرب ؟ فقال : قد كان يقال ذالک ، قال يزيد بن هارون : يعنى المحرم. (سنن للبیہقی، باب ماللمحرم قتلہ من دواب البر فی الحل والحرم ج خامس ص ۳۴۶، نمبر ۱۰۰۴۲) اس حدیث میں سانپ، بچھو اور بھیڑئے کا ذکر ہے۔(۳) اس قول تابعی میں ہے۔ قال مالک الكلب العقور الذى امر المحرم بقتله ان كل ما عقر الناس و عدا عليهم واخافهم مثل الاسد والنمر والفهد والذئب فهو الكلب العقور (سنن للبیہقی، باب ماللمحرم قتلہ من دواب البر فی الحل والحرم، ج خامس، ص ۳۴۶، نمبر ۱۰۰۵۱) اس عبارت میں ہے جو جانور فطری طور پر موذی ہے اس کو احرام کی حالت میں قتل کرنا جائز ہے۔

لغت :غراب: کوا۔ حداۃ: چیل۔ عقرب: بچھو۔ فارۃ :چوہا۔ حیۃ :سانپ۔ کلب عقور: پاگل کتا۔ بعوض: مچھر۔ نمل :چیونٹی۔ برغوث: پسو۔ قراد: چیچڑی۔ سلحفاۃ: کچھوا۔

﴿فصل :﴾

(۱۴۵۱) الھدی ادناہ شاۃ وھو من الابل والبقر والغنم (۱۴۵۲) وما جاز فی الضحایا جاز فی

﴿فصل: ہدی کے بارے میں﴾

ضروری نوٹ: ہدی، جو جانور ذبح ہونے کے لئے حرم بھیجا جائے اس کو ہدی کہتے ہیں۔اس کا ثبوت اس آیت میں ہے فاذا امنتم فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج فما استیسر من الھدی (آیت ۱۹۶،سورۃ بقرۃ ۲) اس آیت سے ہدی کا ثبوت ہوا

ترجمہ:(۱۴۵۱) ہدی کم سے کم ایک بکری ہے، ہدی اصل میں اونٹ، گائے، بکری کو شامل ہے۔

تشریح: ہدی کی تین قسمیں ہیں [۱] اونٹ، یہ اعلی ہے [۲] گائے، یہ اوسط ہے۔ [۳] بکری، یہ ادنی ہے

وجہ: (۱) چونکہ کسی حدیث میں بکری سے کم ہدی دینے کا ثبوت نہیں ہے اس لئے بکری ادنی ہے (۲) ہدی کے لئے حدیث یہ ہے ۔اخبرنا ابو جمرۃ قال سألت ابن عباس عن المتعۃ فامرنی بھا وسألتہ عن الھدی فقال فیھا جزور او بقرۃ او شاۃ او شرک فی دم (بخاری شریف، باب فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج فما استیسر من الھدی، ص ۲۷۳، نمبر ۱۶۸۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ اونٹ، گائے اور بکری ہدی ہیں۔

ترجمہ:(۱۴۵۲) اور جو جانور قربانی میں جائز ہے وہ ہدی میں بھی جائز ہے۔

تشریح: ہدی اور قربانی دونوں خون بہا کر قربت حاصل کرنے کے لئے ہیں اس لئے قربانی کے لئے جانور میں جو شرائط ہیں وہی شرائط ہدی میں بھی ہیں، قربانی میں یہ ہے کہ جانور ثنی ہو اسی طرح ہدی میں بھی ضروری ہے کہ ثنی ہو، ثنی یہ ہے کہ جانور کو جوانی کے دو دانت آتے ہیں، انکے آنے کے بعد اس کو ثنی کہا جاتا ہے۔اور دوسری شرط یہ ہے کہ ہدی میں کان مکمل کٹا ہوا نہ ہو اور نہ اس کا اکثر کٹا ہوا اور نہ دم کٹی ہوئی ہو، اور نہ ہاتھ کٹا ہوا ہو، اور نہ پاؤں کٹا ہوا ہو، اور نہ آنکھ گئی ہوئی اور نہ دبلا اور نہ لنگڑا ہو جو مذبح تک نہ جا سکتا ہو

وجہ:(۱) حدیث میں ہے۔ عن جابر قال قال رسول اللہ لاتذبحوا الامسنۃ الا ان یعسر علیکم فتذبحوا جذعۃ من الضأن (مسلم شریف، باب سن الاضحیۃ، ص ۸۷۶، نمبر ۱۹۶۳/۵۰۸۲ ابوداؤد شریف، باب مایجوز فی الضحایا من السن ص ۴۰۷، نمبر ۲۷۹۷ / ترمذی شریف، باب فی الجذع من الضأن فی الاضاحی، ص ۲۷۶ نمبر ۱۴۹۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اور جانوروں میں ثنی ضروری ہے۔اور بھیڑ میں چھ ماہ کا بچہ جس کو جذع کہتے ہیں وہ بھی کافی ہوگا بشرطیکہ موٹا تگڑا ہو۔(۲) دوسری شرطوں کے لئے حدیث یہ ہے۔ سألت براء بن عازب مالا یجوز فی الاضاحی فقال قام فینا رسول اللہ ... فقال اربع لاتجوز فی الاضاحی العوراء بین عورھا والمریضۃ بین مرضھا والعرجاء بین ظلعھا والکسیرۃ التی لا تنقی. (ابوداؤد شریف، باب ما یکرہ من الضحایا، ص ۴۰۸، نمبر ۲۸۰۲ / ترمذی شریف، باب مالا یجوز من الاضاحی ص ۳۶۴ نمبر ۱۴۹۷)

الهدايا. (۱۴۵۳) والشاة تجوز فی كل شیء الا فی طواف الركن جنبا ووطئٍ بعد الوقوف قبل الحلق ففی كل منهما بدنة (۱۴۵۴) وخُصّ هدی المتعة والقران بيوم النحر فقط

---

(۳) دوسری حدیث میں ہے۔ قال اتيت عتبة بن عبد سلمی ... انما نهی رسول الله عن المصفرة والمستأصلة والبخقاء والمشيعة والكسراء، فالمصفرة التی تستاصل اذنها حتی يبدو سماخها ،والمستأصلة التی استؤصل قرنها من اصله ، والبخقاء التی تبخق عينها المشيعة التی لا تتبع الغنم عجفا و ضعفا والكسراء الكسيرة . (ابوداؤد شریف، باب ما یکرہ من الضحایا، ص ۴۰۸، نمبر ۲۸۰۳)

ترجمہ :(۱۴۵۳) اور بکری ہر جنایت میں جائز ہے سوائے جنابت کی حالت میں طواف زیارت کر لینے سے، اور وقوف عرفہ کے بعد حلق سے پہلے وطی کر لینے کی صورت میں، پس ان دونوں صورتوں میں بدنہ ہوگا۔

وجہ : (۱) اور وقوف عرفہ کے بعد جماع کیا تو اونٹ لازم ہوگا اس کی دلیل یہ قول صحابی ہے۔ عن ابن عباس اتاه رجل فقال وطئت امرأتی قبل ان اطوف بالبيت قال عندک شیء؟ قال نعم انی موسر قال فانحر ناقة سمينة فاطعمها المساكين. (سنن للبیہقی، باب الرجل یصیب امرأتہ بعد التحلل الاول وقبل الثانی، ج خامس، ص ۲۷۹، نمبر ۹۷۹۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ طواف زیارت سے پہلے جماع کر لیا تو ایک اونٹ دینا ہوگا۔ (۲) اسی طرح دوسرے قول صحابی میں ہے۔ عن ابن عباس انه سئل عن رجل وقع علی اهله وهو محرم وهو بمنی قبل ان يفيض فامره ان ينحر بدنة قال الشافعی وبهذا ناخذ قال مالک عليه عمرة وبدنة وحجة تامة. (سنن للبیہقی، باب الرجل یصیب امرأتہ بعد التحلل الاول وقبل الثانی ج خامس ص ۲۸۰، نمبر ۹۸۰۳ / موطا امام مالک، باب ھدی من اصاب اھلہ قبل ان یفیض ص ۴۰۶) اس اثر سے معلوم ہوا کہ طواف زیارت سے پہلے جماع کر لیا تو اونٹ لازم ہوگا۔

ترجمہ :(۱۴۵۴) تمتع اور قران کی ہدی مخصوص ہے یوم نحر کے ساتھ۔

تشریح: چونکہ رمی جمار کے بعد ہی تمتع کی ہدی اور قران کی ہدی ذبح کرے گا اور وہ دسویں ذی الحجہ کو ہوگا اس لئے ان ہدی کو دسویں ذی الحجہ ہی کو ذبح کرے گا، یا اس کے بعد ایام تشریق میں ذبح کرے۔

وجہ :(۱) آیت میں اس کا اشارہ موجود ہے۔ فكلوا منها واطعموا البائس الفقير o ثم ليقضوا تفثهم وليوفوا نذورهم وليطوفوا بالبيت العتيق . (آیت ۲۹ سورۃ الحج ۲۲) اس آیت میں ہے کہ ہدی کا گوشت غرباء کو کھلاؤ پھر سر منڈواؤ اور بیت اللہ کا طواف کرو۔ تو سر منڈوانا دسویں ذی الحجہ کو ہوتا ہے اس لئے ہدی کو ذبح کرنا بھی دسویں ذی الحجہ کو ہوگا۔ (۲) اس حدیث میں بھی ہے۔ عن جبير بن مطعم عن النبی ﷺ قال كل منی منحر و كل أيام التشريق ذبح ۔(سنن بیہقی، باب النحر یوم النحر وایام منی کلھا، ج خامس، ص ۳۹۲، نمبر ۱۰۲۲۶) اس حدیث میں ہے کہ ایام تشریق میں ذبح کرے، اور ایام تشریق

(۱۴۵۵) وخُصّ ذبح کل هدی بالحرم الا ان یکون تطوّعا وتعیّب فی الطریق فینحر فی محله ولا

دسویں ذی الحجہ سے شروع ہوتا ہے اس لئے دسویں ذی الحجہ سے ہدی ذبح کرنا ہوگا۔ (۳) حضورؐ نے حج کے موقع پر دسویں ذی الحجہ کو ہدی ذبح کی، حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ قال دخلنا علی جابر بن عبد الله فسأل عن القوم ... ثم انصرف الی المنحر فنحر ثلثا وستین بیده ثم اعطی علیا فنحر ما غبر واشرکه فی هدیه ثم امر من کل بدنة ببضعة فجعلت فی قدر فطبخت فاکلا من لحمهما وشربا من مرقها. (مسلم شریف، باب حجۃ النبی، ص ۵۱۶، نمبر ۱۲۱۸ / ۲۹۵۰ / ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی، ص ۲۷۱، نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث میں ہے کہ آپؐ نے دسویں ذی الحجہ کو حج کی ہدی ذبح کی۔

ترجمہ: (۱۴۵۵) ہر ہدی کا حرم کے ساتھ ہونا مخصوص ہے۔ مگر یہ کہ نفل ہو، اور راستہ میں عیب دار ہو گئی ہو، اسے اسی جگہ پر ذبح کرے، اور غنی اسے نہ کھائے۔

تشریح: ہدی کا مطلب ہی ہے کہ وہ حرم میں میں ذبح ہو اس لئے تمام ہدی حرم کی حدود میں ذبح کی جائے گی، البتہ مجبوری ہو جائے تو اور جگہ ذبح ہو سکتی ہے، مثلا نفلی ہدی تھی اور راستے میں بیمار ہو گئی اور وہ بیت اللہ تک نہیں پہنچ سکتی ہے تو جہاں بیمار ہوئی وہیں ذبح کردی جائے اور اس کا گوشت غریب کھائے مالدار نہ کھائے۔ کیونکہ یہ دم احصار ہوا، اس لئے اس کا گوشت غریبوں کے لئے جائز ہے مالداروں کے لئے نہیں، اور خود کرنے والا بھی نہ کھائے۔

وجہ: (۱) اس آیت میں ہے۔ یا ایها الذین آمنوا لا تقتلوا الصید و انتم حرم و من قتله منکم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم به ذوا عدل منکم هدیا بالغ الکعبة. (آیت ۹۵، سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت سے پتہ چلا کہ ہدی کعبہ تک پہنچے اور وہاں ذبح ہو (۲) دوسری آیت میں ہے۔ ولا تحلقوا رؤوسکم حتی یبلغ الهدی محله. (آیت ۱۹۶ سورۃ البقرۃ) اس آیت میں بھی ہے کہ حرم تک ہدی پہونچے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ ہدی حرم میں ہی ذبح ہونی چاہئے (۳) اثر میں ہے۔ قال مالک والذی یحکم علیه بالهدی فی قتل الصید او یجب علیه الهدی فی غیر ذلک فان هدیه لا یکون الا بمکة کما قال الله تعالی هدیا بالغ الکعبة۔ (موطا امام مالک، باب جامع الهدی ص ۴۰۹) اس اثر میں ہے کہ شکار کا بدلہ یا اور جو ہدی واجب ہو وہ مکہ مکرمہ میں ذبح کی جائیں (۵) جانور کا ذبح کرنا اس وقت قربت ہوگا جبکہ وقت کے ساتھ خاص ہو جیسے قربانی کا جانور یا مکان کے ساتھ خاص ہو۔ یہاں زمانے کے ساتھ خاص نہیں ہے تو مکان یعنی حرم کے ساتھ خاص ہونا چاہئے۔ (۴) اس حدیث میں ہے کہ نفلی ہدی عیب دار ہو جائے تو اسی کو ذبح کردے۔ عن ابن عباس قال بعث رسول الله ﷺ فلانا الاسلمی و بعث معه بثمان عشرة بدنة فقال أرأیت ان ازحف علی منها شیء ؟ قال تنحر ها ثم تصبغ نعلها فی دمها ثم اضربها علی صفحتها ، و لا تأکل منها انت و لا أحد من اصحابک

يأكله غنى (۱۴۵۶) وفقير الحرم وغيره سواء

او قال من اهل رفقتک . (ابوداؤد شریف، باب فی الہدی اذا عطب قبل ان یبلغ، ص۲۵۲، نمبر ۱۷۶۳ر ترمذی شریف، باب ما جاء اذا عطب الھدی مایصنع بہ ص۱۸۱ نمبر ۹۱۰) اس حدیث میں ہے کہ نفلی ہدی تھک جائے تو اس کو ذبح کر دے۔

اصول : جو ہدی جنایت کی ہے، یا جنایت کی طرح بن گئی اس کو خود نہ کھائے، اس کے ساتھ والے نہ کھائے، اور مالدار نہ کھائے، بلکہ غریب کھائے۔

ترجمه :(۱۴۵۶) اور حرم و غیر حرم کا فقیر برابر ہے۔

تشریح : جن ہدی کو صرف غرباء کھائے، تو غرباء میں خاص نہیں ہے کہ حرم کے غرباء ہوں بلکہ حرم اور غیر حرم تمام مساکین اس کو کھا سکتے ہیں، کیونکہ وہ بھی مساکین ہیں۔ البتہ حرم کے مساکین زیادہ محتاج ہوں تو انکو کھلانا زیادہ بہتر ہے۔

وجه : اس آیت میں ہے کہ گوشت غرباء مساکین کو دے دے اس لئے حرم اور غیر حرم دونوں غرباء آیت میں شامل ہیں (۱) فكلوا منها و أطعموا البائس الفقير ٥ ثم ليقضوا تفثهم و ليوفوا نذورهم (آیت ۲۸، ۲۹، سورۃ الحج ۲۲) اس آیت میں ہے کہ گوشت مسکین کو صدقہ کر دے۔ (۲) اس حدیث میں بھی ہے کہ مسکین کھائے اس لئے دونوں قسم کے مساکین شامل ہیں ۔ أن على ابن ابى طالب اخبره أن رسول الله ﷺ امره أن يقسم بدنه كلها لحومها و جلودها و جلالها للمساكين ۔ (ابن ماجۃ شریف، باب جلود الاضاحی، ص۴۵۹، نمبر ۳۱۵۷) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے ہدی کا گوشت غرباء مساکین کو تقسیم کر دے۔

﴿کس جانور کا گوشت خود کھا سکتا ہے اور کس کا نہیں﴾

کس ہدی کا گوشت خود کھانا جائز ہے	کس ہدی کا گوشت خود کھانا جائز نہیں ہے
دم تمتع	جنایات کا دم
دم قران	کفارات کا دم
نفلی ہدی	شکار کا بدلہ
قربانی کا گوشت	بیماری کی وجہ سے ہدی راستے میں ذبح کرنا پڑا ہو تو
	احصار کا دم
	نذر کا دم

﴿کس جانور کو حرم میں ذبح کرنا ضروری ہے، اور کسکو نہیں﴾

کس جانور کو حرم میں ذبح کرنا ضروری ہے	کس جانور کو حرم میں ذبح کرنا ضروری نہیں ہے
دم تمتع	ہدی بیمار ہو گئی ہو تو جہاں چاہے ذبح کرے
دم قران	
نفلی ہدی	
دم احصار	
شکار کا بدلہ	

﴿کس جانور کو یوم النحر میں ذبح کرنا ضروری ہے، اور کسکو نہیں﴾

کس جانور کو یوم النحر میں ذبح کرنا ضروری ہے	کس جانور کو یوم النحر میں ذبح کرنا ضروری نہیں ہے
دم تمتع	کفارات کا دم
دم قران	نذر کا دم
بہتر ہے کہ نفلی ہدی کو بھی یوم النحر میں ذبح کرے	احصار کا دم
	شکار کا بدلہ
	جنایات کا دم

(۱۴۵۷) وتقلّد بدنة التطوع والمتعة والقران فقط (۱۴۵۸) ويتصدق بجلاله وخطامه ولايُعطٰى اجر الجزّار منه (۱۴۵۹) ولا يركبه بلا ضرورة

ترجمه : (۱۴۵۷) اور صرف نفل، تمتع اور قران کی ہدی کو ہار پہنایا جائے گا۔

تشریح : نفلی ہدی، تمتع کی ہدی اور قران کی ہدی نعمت ہیں اس لئے اس کا اظہار کر سکتا ہے۔ اور قلادہ ڈالنے سے اس کا اظہار ہوگا کہ یہ نعمت کی ہدی ہے۔ اور احصار کی ہدی اور جنایت کی ہدی جرم کی ہدی ہیں اس لئے ان کا اظہار کرنا معیوب ہے۔ اور قلادہ ڈالنے سے اس کا اظہار ہوگا اس لئے ان ہدی کی گردنوں میں قلادہ نہ ڈالے۔

وجه: (۱) حدیث میں ہے۔ فقالت عائشة ليس كما قال ابن عباس، انا فتلت قلائد هدى رسول الله بيدى ثم قلدها رسول الله بيديه ثم بعث بها مع ابى. (بخاری شریف، باب من قلد القلائد بیدہ، ص ۲۷۵، نمبر ۱۷۰۰ رمسلم شریف باب استحباب بعث الھدی الی الحرم لمن لا یرید الذھاب بنفسہ واستحباب تقلیدہ، ص ۵۵۵، نمبر ۱۳۲۱/۳۲۰۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفلی ہدی کی گردن میں جوتے کا ہار ڈالے تا کہ ڈاکو یا لوگ اس ہدی کا احترام کرے اور اس کو نقصان نہ پہنچائے۔

ترجمه : (۱۴۵۸) اور اس کی جھول و رسی کو صدقہ کرے۔ اور کاٹنے والے کی اجرت اس سے نہ دی جائے۔

تشریح : ہدی کا جانور قربت ہے اس لئے اس سے متعلق تمام چیزیں قربت ہیں اس لئے انکو صدقہ کر دے، اور ذبح کرنے کی اجرت اس کے گوشت، یا رسی سے نہ دے۔

وجه: (۱) ہدی کا جانور صدقہ ہو گیا اس لئے اس میں سے کسی چیز کو اجرت میں نہ دے بلکہ صدقہ کر دے (۲) حدیث میں ہے ۔ ان عليا اخبره ان النبى ﷺ امره ان يقوم على بدنه وان يقسم بدنه كلها لحومها وجلودها وجلالها ولا يعطى فى جزارتها شيئا ۔ (بخاری شریف، باب یتصدق بجلود الھدی، ص ۲۷۷، نمبر ۱۷۱۷ رمسلم شریف، باب الصدقۃ بلحوم الھدایا وجلودھا وجلالھا، ص ۵۵۲، نمبر ۱۳۱۷/۳۱۸۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہدی کا گوشت تقسیم کر دے اور اس کی کھال، جھول صدقہ کر دے اور قصائی کو ہدی میں سے اجرت نہ دے

لغت : جلال : جھول۔ خطام : لگام۔ الجزار : قصائی۔

ترجمه : (۱۴۵۹) بلا ضرورت اس پر سوار نہ ہو۔

تشریح: کسی نے اونٹ ہانکا پس اس پر سوار ہونے کے لئے مجبور ہوا تو اس پر سوار ہو جائے۔ اور اگر سوار ہونے سے بے نیاز ہو تو سوار نہ ہو۔

وجه: (۱) حدیث میں ہے۔ سمعت جابر بن عبد الله سئل عن ركوب الهدى؟ فقال سمعت النبى ﷺ يقول اركبها بالمعروف اذا الجئت اليها حتى تجد ظهرا. (مسلم شریف، باب جواز رکوب البدنۃ المھداۃ لمن احتاج

(۱۴۶۰) ولا يحلب لبنه الا ان بعد المحل فيتصدق به وينضح ضرعه ان قرب المحل بالنقاح
(۱۴۶۱) ولو نذر حجّا ماشيا لزمه ولا يركب حتى يطوف للركن فان ركب اراق دما

الیھا،ص ۵۵۶،نمبر ۱۳۲۴/۳۲۱۴/ابوداؤدشریف،باب فی رکوب البدن،ص ۲۵۲،نمبر ۱۷۶۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مجبوری ہو تو دوسری سواری پانے تک مناسب انداز میں سوار ہوسکتا ہے۔البتہ سوار ہونے کی ضرورت نہ ہوتو چونکہ وہ صدقہ کی چیز ہے اس لئے حتی الوسع اس سے فائدہ نہ اٹھائے۔

ترجمہ :(۱۴۶۰)اورنہ اس کا دودھ نکالے۔البتہ جگہ کی دوری کی وجہ سے دودھ نکال کرصدقہ کردے،اگر جگہ قریب ہوتو تھنوں پر ٹھنڈا پانی چھڑک دے۔

تشریح: اگر ہدی دودھ دینے والی ہواوردن ذبح کرنے کے قریب ہوتو اس کے تھن پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارے اس سے دودھ تھن میں سکڑ جائے گا۔اورآہستہ آہستہ دودھ ختم ہو جائے گا۔اوراگر ذبح کرنے میں بہت دن باقی ہوں تو دودھ دوہ کراس کو صدقہ کردے۔کیونکہ یہ صدقہ کا جانور ہے۔اس لئے اس کی ہر چیز صدقہ میں جائے۔اوراگراس دودھ کوخود استعمال کیا تو اس کی قیمت صدقہ کرے۔

وجہ : (۱) ان عليا اخبره ان النبی ﷺ امره ان يقوم على بدنه وان يقسم بدنه كلها لحومها وجلودها وجلالها ولا يعطى فی جزارتها شيئا۔(بخاری شریف،باب یتصدق بجلود الھدی،ص ۲۷۷،نمبر ۱۷۱۷/مسلم شریف،باب الصدقة بلحوم الھدایا وجلودھا وجلالھا،ص ۵۵۲،نمبر ۱۳۱۷/۳۱۸۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہدی کی سب چیزیں صدقہ کردے، اس لئے اس کا دودھ بھی صدقہ کرے گا(۲) اس کی تائید میں ایک اثر بھی ہے۔سمع رجلا من همدان سأل عليا عن رجل اشترى بقرة ليضحى بها فنتجت فقال لا تشرب لبنها الا فضلا (سنن للبیھقی۔باب لبن البدن لا یشرب ج خامس ص ۳۸۸،نمبر ۱۰۲۱۰)اس اثر سے معلوم ہوتا ہے کہ دودھ صدقہ کرکے بچ جائے تو پیئے۔تاہم اس کو استعمال نہ کرے صدقہ کردے۔

لغت :یحلب:دودھ دوہ لے۔نضح:پانی چھڑکنا۔ضرع:تھن۔ النقاح :ٹھنڈا پانی۔

ترجمہ :(۱۴۶۱)اگر پیدل حج کی منت مانی تو اس کا پورا کرنا لازم ہے،اورطواف رکن تک سوار نہیں ہوسکتا۔اوراگر سوار ہوا تو دم ہے۔

تشریح : اگر کسی نے اپنے اوپر پیدل چل کرحج لازم کیا تو یہ نذر ہوگئی اس لئے بہتر یہ ہے کہ چل کرحج کرلے،کیونکہ یہ ثواب کا کام ہے،لیکن اگر بیماری یا تھک جانے کی وجہ سے نہ کرسکا تو نذر کا کفارہ یمین دینا ہوگا۔اور چونکہ طواف زیارت کے بعد حج ختم ہوجاتا ہے اس لئے طواف زیارت کرنے تک چلنا ہوگا۔

وجہ : (۱)حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔عن ابن عباس ان اخت عقبة بن عامر نذرت أن تحج ما شية و أنها لا

(۱۴۶۲) وفُضِلَ المشی علی الرکوب للقادر علیه وفّقنا الله تعالی بفضله ومنَّ علینا بالعود علی احسن حال الیه بجاه سیدنا محمد صلی الله علیه وسلم.

تطیق ذالک ، فقال النبی ﷺ ان الله عزو جل لغنی عن مشی أختک فلترکب و لتهد بدنة ۔(ابوداود شریف، باب من رأی علیہ کفارۃ اذا کان فی معصیۃ، کتاب الایمان، ص۴۷۹، نمبر ۳۲۹۵) اس حدیث میں ہے کہ اگر طاقت نہ رکھتا ہو تو سوار ہو کر حج کر لے اور ہدی دے۔(۲) أن عبد الله بن مالک أخبره أن عقبة بن عامر اخبره أنه سأل النبی ﷺ عن أخت له نذرت أن تحج حافیة غیر مختمرة فقال مروها فلتختمر و لترکب و لتصم ثلاثة أیام ۔(ابوداود شریف ،باب من رأی علیہ کفارۃ اذا کان فی معصیۃ، کتاب الایمان، ص۴۷۸، نمبر ۳۲۹۳) اس حدیث میں ہے کہ اگر مشقت والی نذر مانی ہو تو اس کو چھوڑ دے اور تین دن روزہ رکھ کر نذر کا کفارہ یمین دے۔

ترجمہ :(۱۴۶۲) اگر چلنے کی طاقت ہو تو پیدل حج سواری کے حج سے افضل ہے۔ اللہ تعالی اپنے فضل سے ہمیں توفیق عنایت فرمائے، اور ہم پر احسان فرمائے بہترین حالت میں دوبارہ حج کی سعادت دے کر ہمارے سردار محمد ﷺ کے واسطے سے۔ آمین

تشریح : پیدل حج کی تین صورتیں ہیں [۱] احرام باندھ کر گھر سے پیدل چلے اور طواف زیارت تک پیدل چلتا رہے۔[۲] میقات سے پیدل چلے [۳] بیت اللہ میں احرام باندھے اور وہاں سے عرفات تک پیدل چلے اور عرفات سے واپس بیت اللہ تک پیدل چلے اور طواف زیارت تک پیدل چلتا رہے، یہ پیدل حج کا آخری درجہ ہے۔

وجہ :(۱) اور چل کر حج کرنا ثواب کا کام ہے اس کی وجہ یہ حدیث ہے .عن ابن عباس قال کانت الانبیاء تدخل الحرم مشاة حفاة و یطوفون بالبیت و یقضون المناسک حفاة مشاة . (ابن ماجۃ شریف، باب دخول الحرم، ص۴۲۵، نمبر ۲۹۳۹) اس حدیث میں ہے کہ انبیاء کرام پیدل چل کر حج کیا کرتے تھے، اس لئے پیدل حج کرنا بہتر ہے۔(۲) عن ابی سعید قال حج النبی ﷺ و اصحابه مشاة من المدینة الی مکة و قال اربطوا اوساطکم بازرکم ، و مشی خلط الهرولة۔(ابن ماجۃ شریف، باب الحج ماشیا، ص۴۵۴، نمبر ۳۱۱۹) اس حدیث میں ہے کہ پیدل کرے۔

اللہ تعالی اس کی بار بار توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

ثمیر الدین قاسمی غفرلہ۔ ۳۰/۱۱/ ۲۰۰۹ء

﴿فصل فی زیارة النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی سبیل الاختصار تبعا لِما قال فی الاختیار﴾

(۱۴۶۳) لمّا کانت زیارة النبی صلی اللہ علیہ وسلم من افضل القرب واحسن المستحبات بل تقرب من درجة ما لزم من الواجبات فانه صلی اللہ علیہ وسلم حرّض علیها وبالغ فی الندب الیها فقال من وجد سعة ولم یزرنی فقد جفانی وقال صلی اللہ علیہ وسلم من زار قبری وجبت له شفاعتی . (۱۴۶۴) وقال صلی اللہ علیہ وسلم من زارنی بعد مماتی فکأنّما زارنی فی حیاتی الی غیر ذلک

﴿فصل: زیارت نبی کے بارے میں﴾

صاحب اختیار کی متابعت میں مختصراً، نبی ﷺ کی زیارت کا بیان۔

تشریح: اختیار کتاب کا نام ہے اس میں حضور ﷺ کے قبر کی زیارت کا تذکرہ ہے، صاحب نورالایضاح نے انہیں کی اتباع میں مختصر طور پر قبر اطہر کی زیارت کا تذکرہ فرمایا ہے۔

ترجمہ: (۱۴۶۳) چونکہ نبی کریم ﷺ (کی قبر اطہر) کی زیارت تمام عبادتوں میں افضل ترین، اور تمام مستحبات میں بہت احسن، بلکہ ان واجبات کے قریب ہیں جو لازم ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ نے اس کی ترغیب دی اور اس کی مندوبیت کے بیان میں مبالغہ فرما کر فرمایا: جس نے وسعت پائی اور میری زیارت نہ کی اس نے میرے ساتھ ظلم کیا۔

تشریح: حج سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ منورہ جانا چاہئے اور حضورؐ کی قبر اطہر کی زیارت کرنی چاہئے، حج کے بعد یہ اہم عبادت ہے، اوپر کی حدیث تلاش کے باوجود نہیں ملی۔

لغت: حرض: ترغیب دی۔ سعة: گنجائش۔ جفانی: جفا یجفو سے مشتق ہے، مجھ پر ظلم کیا۔

ترجمہ: (۱۴۶۴) اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی

وجه: (۱) صاحب نورالایضاح کی حدیث یہ ہے۔ عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ من زار قبری وجبت له شفاعتی۔ (بیہقی شعب الایمان، باب فضل الحج والعمرة، ج ثالث، ص ۴۹۰، نمبر ۴۱۵۸) جس نے میری زیارت کی اس کی سفارش واجب ہوگئی۔ (۲) دوسری حدیث میں ہے۔ حدثنی رجل من آل عمر عن عمرؓ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من زار قبری او قال من زارنی کنت له شفیعا او شهیدا ، و من مات فی احد الحرمین بعثه اللہ فی الآمنین یوم القیامة۔ (سنن بیہقی، باب زیارة قبر النبی ﷺ، ج خامس، ص ۴۰۳، نمبر ۱۰۲۷۳ر بیہقی شعب الایمان، باب فضل الحج والعمرة، ج ثالث، ص ۴۹۰، نمبر ۴۱۵۸) اس حدیث میں ہے کہ جس نے میری قبر کی زیارت کی تو میں اس کے لئے سفارشی ہوں گا۔ (۳) عن ابی هریرة ان رسول اللہ ﷺ قال لا یصبر علی لاواء المدینة و شدتها احد من

من الاحاديث (۱۴۶۵) ومـمّـا هـو مقرّر عند المحقّقين انه صلى الله عليه وسلم حيٌّ يرزق ممتّع

امتى الا كنت له شفيعا يوم القيامة او شهيدا ۔(مسلم شریف، باب الترغیب فی سکنی المدینۃ، والصبر علیٰ لأ وائها وشدتها، ص ۵۷۶، نمبر ۱۳۷۷/۳۳۴۶)اس حدیث میں ہے کہ جو مدینہ طیبہ کی تکالیف پر صبر کرے گا اس کا میں شفارسی ہوں گا۔

ترجمه : اور آپ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے: جس نے میری وفات کے بعد میری (قبر اطہر) کی زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ ان کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں۔

وجه :(۱) صاحب نور الایضاح کی حدیث یہ ہے۔عن بن عمر عن النبی ﷺ قال من حج فزار قبری بعد وفاتی کان کمن زار نی فی حیاتی (طبرانی کبیر، باب مجاهد عن عمر، ج اثنا عشر، ص ۳۱۰، نمبر ۱۳۴۹۷/ سنن بیہقی، باب زیارة قبر النبی ﷺ، ج خامس، ص ۴۰۳، نمبر ۱۰۲۷۴)(۲) یہ حدیث بھی ہے۔عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ من زار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی ۔(طبرانی کبیر، باب مجاهد عن عمر، ج اثنا عشر، ص ۳۱۰، نمبر ۱۳۴۹۶) ان احادیث میں ہے کہ جس نے میری موت کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو گویا کہ اس نے میری زندگی میں زیارت کی۔(۳) اس حدیث میں مسجد نبوی کی زیارت کی ترغیب ہے.عن ابی هريرةؓ عن النبی ﷺ قال لا تشد الرحال الا الى ثلاثة مساجد : المسجد الحرام ، و مسجد الرسول ، و مسجد الاقصى ۔(بخاری شریف، باب فضل الصلاة فی مسجد مكة و المدينة، ص ۱۹۰، نمبر ۱۱۸۹/ مسلم شریف، باب فضل المساجد الثلاثة، ص ۵۸۴، نمبر ۱۳۹۷/۳۳۸۴) اس حدیث میں ہے کہ تین مسجدوں کا ارادہ کر سکتے ہو۔(۴) اس حدیث میں بھی مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی ترغیب ہے۔عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال صلاة فی مسجدی هذا خير من الف صلاة فيما سواه الا المسجد الحرام ۔ (بخاری شریف، باب فضل الصلاة فی مسجد مكة والمدينة، ص ۱۹۰، نمبر ۱۱۹۰/ مسلم شریف، باب فضل الصلاة بمسجدی مكة والمدينة، ص ۵۸۳، نمبر ۱۳۹۴/ ۳۳۷۴) اس حدیث میں ہے کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے ایک ہزار نمازوں کا ثواب ملے گا۔

ترجمه : (۱۴۶۵) اور محققین کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ آپ ﷺ (قبر شریف میں) زندہ ہیں، رزق دیئے جاتے ہیں، تمام لذائذ وعبادات سے متنفع ہوتے ہیں۔ ہاں بلند مقامات سے قاصر نگاہوں سے آپ پوشیدہ ہیں۔

تشريح : دنیوی اعتبار سے نبیوں پر موت طاری ہوتی ہے، لیکن اخروی اعتبار سے وہ زندہ ہوتے ہیں، انکو روزی دی جاتی ہے، اور انکے جسم اطہر کو مٹی نہیں کھاتی، البتہ دو باتوں میں دنیا میں بھی زندہ شمار کئے جاتے ہیں [۱] انکی وراثت تقسیم نہیں ہوتی [۲] انکی بیویوں سے دوسرا نکاح نہیں کر سکتا۔

وجه : (۱) اس آیت میں ہے کہ شہداء زندہ ہیں تو انبیاء ان سے اعلی درجے کے ہیں اس لئے وہ بھی اخروی اعتبار سے زندہ ہوں گے۔ ولا تحسبن الذين قتلوا فی سبيل الله امواتا بل احياء عند ربهم يرزقون o فرحين بما أتاهم الله من

بـجمیع الملاذّ والعبادات غیر انّه حُجِبَ عن ابصار القاصرین عن شریف المقامات. (۱۴۶۶) ولمّا رأینـا اکثـر الـنـاس غـافـلین عن اداء حقّ زیارته وما یُسَنُّ للزائرین من الکلیّات والجزئیّات اَحببنا ان نـذکـر بـعد المناسک واداها ما فیه نبذة من الآداب تتمیما لفائدة الکتاب. (۱۴۶۷) فنقول ینبغی لمن قصد زیارة النبی صلی الله علیه وسلم ان یُکثر من الصلوة علیه فانه یسمعها وتُبلّغ الیه

فـضله و یستبشرون بالذین لم یلحقوا بهم من خلفهم الا خوف علیهم و لا هم یحزنون ٥ یستبشرون بنعمة مـن الـلـه و فـضل و ان الله لا یضیع اجر المؤمنین ٥ (آیت۱۶۹۔۱۷۱،سورة آل عمران۳) اس آیت میں ہے کہ شہداء زندہ ہیں اور رزق دئے جاتے ہیں تو انبیاء بدرجہ اولی قبر میں زندہ ہوں گے اور روزی دئے جاتے ہوں گے۔(۲) و لا تـقـولـوا لمن یقتل فی سبیل الله اموات بل احیاء و لکن لا تشعرون ٥ (آیت۱۵۴،سورة البقرة۲) اس آیت میں ہے کہ شہدا زندہ ہیں لیکن تمکو اس کا علم نہیں ہے۔(۳) اس حدیث میں ہے کہ سلام کا جواب دینے کے لئے زندہ کیا جاتا ہے۔عـــن ابـی هـریـرة ان رسول الله ﷺ قال ما من احد یسلم علی الا رد الله علی روحی حتی ارد علیه السلام. (ابوداود شریف، باب زیارة القبور، ص ۲۹۵، نمبر ۲۰۴۱) اس حدیث میں ہے کہ مجھے زندہ کیا جاتا ہے۔(۴) اس حدیث میں ہے کہ انبیاء کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی ۔عن اوس ابن اوس قال قال رسول الله ﷺ ان من افضل ایامکم یوم الجمعة ، فیه خـلـق آدم ....قالوا یا رسول الله ! وکیف تعرض صلاتنا علیک و قد أرمت ؟۔ قال یقولون بلیت ۔ فقال ان الله عز و جل حرم علی الارض اجساد الانبیاء ۔(ابوداود شریف، باب فضل یوم الجمعة، ص ۱۵۹، نمبر ۱۰۴۷) اس حدیث میں ہے کہ نبیوں کے جسم پر زمین اثر انداز نہیں ہوتی۔(۵) انک میت و انهم میتون ۔(آیت ۳۰، سورة الزمر ۳۹) اس آیت میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضورؐ دنیوی اعتبار سے وفات پائیں گے۔

لغت : متمتع: متع سے مشتق ہے، فائدہ اٹھانا۔ ملاذ: لذة سے مشتق ہے، لذت کی چیز۔ حجب: حجاب سے مشتق ہے، پوشیدہ رہنا۔ ابصار: بصر کی جمع ہے، نگاہ۔

ترجمه : (۱۴۶۶) اور جب ہم نے دیکھا کہ اکثر لوگ زیارت کے حقیقی آداب اور زیارت کے کلی وجزئی سنن سے غافل ہیں تو مناسب لگا کہ مناسک حج اور اس کی ادائیگی کے ذکر کے بعد تتمیم فائدہ کی غرض سے کچھ آداب کا ذکر کریں۔

تشریح : بہت سے لوگ مدینہ طیبہ اور قبر اطہر کی زیارت کے آداب سے غافل ہیں اس لئے حج کے بعد اس کو ذکر کرنا مناسب لگا

لغت: نبذة: ٹکڑا، تھوڑا سا حصہ۔

ترجمه : (۱۴۶۷) چنانچہ ہم کہتے ہیں: جو شخص نبی کریم ﷺ (کی قبر اطہر) کی زیارت کا ارادہ کرے اس کے لئے مناسب یہ

(۱۴۶۸) وفضلها اشهر من ان یذکر

ہے کہ آپ پر کثرت سے درود شریف پڑھے، اس لئے کہ آپ اسے (اگر قریب سے پڑھے) سنتے ہیں اور (دور سے پڑھے تو آپ کی خدمت میں) پہونچایا جاتا ہے۔

تشریح : چونکہ حضور کے پاس جا رہے ہیں اس لئے ان پر بہت کثرت سے درود پڑھنا چاہئے۔

وجہ : (۱) صاحب نور الایضاح کی حدیث یہ ہے۔ عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال من صلی علی عند قبری سمعته و من صلی علی نائيا ابلغته ۔ (بیہقی فی شعب الایمان، باب فی تعظیم النبی ﷺ واجلالہ وتوقیرہ، ج ثانی، ص ۲۱۸، نمبر ۱۵۸۳) اس حدیث میں ہے کہ میری قبر کے پاس درود بھیجے تو میں اس کو سنتا ہوں، اور دور سے درود بھیجے تو مجھے پہنچایا جاتا ہے۔ (۲) دوسرے لوگ بھی سنتے ہیں اس لئے حضور کے سننے میں تعجب نہیں ہے، اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ ان ابن عمر اخبره قال اطلع النبی ﷺ علی اهل القليب فقال وجدتم ما وعدربكم حقا؟ فقيل له اتدعوا امواتا فقال ما انتم باسمع منهم و لكن لا يجيبون ۔ (بخاری شریف، باب ماجاء فی عذاب القبر، ص ۲۲۰، نمبر ۱۳۷۰) اس حدیث میں ہے کہ کفار بھی باتوں کو سنتے ہیں۔ (۳) عن انس ؓ عن النبی ﷺ قال العبد اذا وضع فی قبره و تولی و ذهب اصحابه حتی انه ليسمع قرع نعالهم ۔ (بخاری شریف، باب المیت یسمع خفق النعال، ص ۲۱۳، نمبر ۱۳۳۸) اس حدیث میں ہے کہ میت جوتے کی آواز سنتا ہے۔ (۴) سمع ابا سعيد الخدری ؓ يقول قال رسول الله ﷺ اذا وضعت الجنازة فاحتملها الرجال علی اعناقهم فان كانت صالحة قالت قدمونی قدمونی و ان كانت غير صالحة قالت يا ويلها اين يذهبون بها ؟ يسمع صوتها كل شیء الا الانسان و لو سمعها الانسان لصعق (بخاری شریف، باب کلام المیت علی الجنازة، ص ۲۲۱، نمبر ۱۳۸۰) اس حدیث میں ہے کہ میت بولتے ہیں۔

ترجمہ : (۱۴۶۸) اور درود شریف کے فضائل بیان سے زیادہ مشہور ہیں۔

تشریح : درود شریف کی فضیلت اتنی ہے کہ خود اللہ تعالی اس کام کو کرتے ہیں اور بندوں کو بھی درود بھیجنے کا حکم دیتے ہیں۔

وجہ : (۱) آیت یہ ہے۔ ان الله و ملائكته يصلون علی النبی يا ايها الذين آمنوا صلوا عليه و سلموا تسليما ۔ (آیت ۵۶، سورۃ الاحزاب ۳۳) اس آیت میں ہے کہ خود اللہ تعالی درود بھیجتے ہیں اس لئے بندے کو بھی حکم ہے کہ درود بھیجے۔ (۲) اس حدیث میں ہے کہ کس طرح درود بھیجے۔ و نحن فی مجلس سعد بن عبادة فقال له بشر بن سعد امرنا الله ان نصلی عليك يا رسول الله !فكيف نصلی عليك ؟ قال فسكت رسول الله ﷺ حتی تمنينا انه لم يسأله ثم قال رسول الله ﷺ قولوا اللهم ! صلی علی محمد و علی آل محمد كما صليت علی آل ابراهيم ، و بارك علی محمد كما باركت علی آل ابراهيم فی العالمين انك حميد مجيد ، و السلام

(۱۴۶۹) فاذا عاين حيطان المدينة المنوّرة يصلّى على النبى صلى الله عليه وسلم ثم يقول اللهم هذا حرم نبيّك ومهبط وَحيك فامنن عليَّ بالدخول فيه واجعله وقاية لى من النار واماناً من العذاب واجعلْنى من الفائزين بشفاعة المصطفى يوم المآب (۱۴۷۰) ويغتسل قبل الدخول وبعده قبل التوجّه للزيارة ان امكنه ويتطيّب ويلبس احسن ثيابه تعظيما للقدوم على النبى صلى الله عليه وسلم

کما قد علمتم ۔(باب الصلوۃ علی النبی ﷺ بعد التشھد ،ص ۱۷۳،نمبر ۹۰۷/۴۰۵)اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ پر درود اور سلام کی کثرت ہونی چاہئے ۔(۳)اس حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ درود بھیجے تو اللہ اس پر دس مرتبہ درود بھیجتے ہیں۔عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال من صلی علی واحدۃ صلی اللہ علیہ عشرا ۔(مسلم شریف، باب الصلاۃ علی النبی ﷺ بعد التشھد ،ص ۱۷۳،نمبر ۹۱۲/۴۰۸)اس حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ درود شریف بھیجے تو اس پر اللہ دس مرتبہ درود بھیجتے ہیں۔

ترجمہ (۱۴۶۹) جب مدینہ منورہ کی دیوار مبارک پر نظر پڑے تو درود پڑھے اور کہے: اے اللہ یہ آپ کے (محبوب، ہمارے سردار) نبی کریم ﷺ کا حرم ہے، اور آپ کی وحی اترنے کی جگہ ہے، اس میں داخل فرما کر مجھ پر احسان فرما، اور اسے میرے لئے جہنم سے بچنے اور عذاب سے امن کا ذریعہ بنا، اور اسے میرے لئے قیامت کے دن حضرت ﷺ کی شفاعت سے کامیاب ہونے والوں میں بنا۔

تشریح :واضح ہے۔

لغت :حیطان: دیوار۔مھبط :ھبط سے مشتق ہے اترنے کی جگہ۔امنن :من سے مشتق ہے، احسان کرنا۔وقایۃ: حفاظت کی چیز۔

ترجمہ : (۱۴۷۰)مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے یا مدینہ میں داخل ہونے کے بعد زیارت (قبر اطہر) سے پہلے ہو سکے تو غسل کرے، اور نبی پاک ﷺ کی تعظیم میں خوشبو لگائے، عمدہ لباس پہنے۔

تشریح : حضور ﷺ کی قبر کی زیارت کرنی ہے اس لئے غسل کرے، اچھا کپڑا پہنے، اور خوشبو لگائے تاکہ حضور ﷺ کی تعظیم زیادہ سے زیادہ ہو۔اس میں دونوں صورتیں ہیں کہ مدینہ طیبہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرے، اور یہ بھی ہے کہ داخل ہونے کے بعد قبر اطہر کی زیارت سے پہلے غسل کرے۔

وجہ : (۱) مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کرے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔اسی پر مدینہ میں داخل ہونے کو قیاس کرلیں۔ کان ابن عمرؓ اذا دخل ادنی الحرم امسک عن التلبیۃ ثم یبیت بذی طوی ثم یصلی بہ الصبح و یغتسل و یحدث ان النبی ﷺ کان یفعل ذالک ۔(بخاری شریف، باب الاغتسال عند دخول مکۃ ،ص ۲۵۵،نمبر ۱۵۷۳/ ترمذی شریف، باب ما جاء فی الاغتسال لدخول مکۃ ،ص ۲۱۱،نمبر ۸۵۲)(۲)عن ابن عمر قال اغتسل النبی ﷺ لدخول

(۱۴۷۱) ثم یدخل المدینة المنوّرة ماشیا ان امکنه بلا ضرورة بعد وضع رکبه واطمئنانه علی حشمه وامتعته متواضعا بالسکینة والوقار ملاحظا جلالة المکان (۱۴۷۲) قائلا بسم الله وعلی ملة رسول الله صلی الله علیه وسلم ربّ اَدخلنی مدخل صدق واَخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا اللهم صل علی سیّدنا محمد وعلی آل محمد الی آخره واغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک وفضلک (۱۴۷۳) ثم یدخل المسجد الشریف فیصلّی تحیّته عند

مکة بفخ ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء فی الاغتسال لدخول مکة، ص۲۱۱، نمبر۸۵۲) اس حدیث میں ہے کہ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کرے۔اسی پر قیاس کرکے مدینہ میں بھی داخل ہونے کے لیے بھی غسل کرے، کیونکہ یہ بھی حرم ہے۔

ترجمہ : (۱۴۷۱) پھر مدینہ منورہ میں چل کر داخل ہو اگر یہ ممکن ہو، لیکن ضروری نہیں ہے سامان رکھنے کے بعد اور خادم اور سامان پر اطمینان کے بعد تواضع کے ساتھ اور سکون اور وقار کے ساتھ، مقام کی عظمت کو ملاحظہ کرتے ہوئے۔

تشریح : اگر ممکن ہو تو چل کر مدینہ طیبہ میں داخل ہو، لیکن یہ ضروری نہیں ہے۔اپنے خادم اور سامان کو محفوظ مقام پر رکھنے کے بعد تواضع اور سکون اور وقار کے ساتھ مدینہ طیبہ میں داخل ہو، حضورؐ کی عظمت دل میں ہو۔

ترجمہ : (۱۴۷۲) یہ کہتے ہوئے (داخل ہو) شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے، رسول اللہ ﷺ کی ملت پر، اے اللہ مجھ کو صدق مدخل سے داخل کیجئے، اور صدق مخرج سے نکالئے، اور بنایئے میرے لئے آپ کی طرف سے صاحب قوت مددگار، اے اللہ درود ہو ہمارے سردار محمد ﷺ پر، اور آپ کی آل پر، اور آپ کے اصحاب پر، اے اللہ میری مغفرت فرما اور میرے لئے رحمت اور فضیلت کے دروازے کھول دیجئے۔

تشریح :اوپر کی لمبی دعا پڑھتے ہوئے داخل ہو، اور اس کے علاوہ جو دعا بھی ہو سکے پڑھے۔

وجہ : اس دعاء میں یہ آیت بھی ہے۔و قل رب ادخلنی مدخل صدق و اخرجنی مخرج صدق و اجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا۔(آیت ۸۰، سورۃ الاسراء ۱۷)

ترجمہ : (۱۴۷۳) پھر مسجد نبوی شریف میں داخل ہو اور منبر رسول ﷺ کے پاس دو رکعت تحیۃ المسجد کی نماز پڑھے۔

تشریح :کسی بھی مسجد میں داخل ہونے کے بعد اس میں تحیۃ المسجد پڑھنا سنت ہے، یہ تو مسجد نبوی ہے اس لئے اس میں داخل ہونے کے بعد بدرجہ اولی تحیۃ المسجد پڑھے۔اور حضورؐ کے منبر کے پاس پڑھے کیونکہ اس کی اہمیت ہے۔

وجہ : (۱)عن عبد الله بن زید المازنی ان رسول الله ﷺ قال ما بین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة ۔(مسلم شریف، باب فضل ما بین قبرہ ومنبرہ وفضل موضع منبرہ، ص۵۸۲، نمبر۱۳۹۰/۳۳۶۸) اس حدیث میں ہے کہ حضور

منبره رکعتین (۱۴۷۴) ویقف بحیث یکون عمود المنبر الشریف بحذاء منکبه الایمن فهو موقف النبی صلی اللی علیه وسلم وما بین قبره ومنبره روضة من ریاض الجنّة کما اَخبر به صلی الله علیه وسلم وقال منبری علی حوضی (۱۴۷۵) فتسجد شکرا لله تعالی باداء رکعتین غیر تحیّة المسجد شکرا لما وفّقک الله تعالی ومنَّ علیک بالوصول الیه ثم تدعو بما شئتَ (۱۴۷۶) ثم تنهض

علیہ السلام کا گھر اور منبر کے درمیان جنت کا باغ ہے۔اس لئے منبر شریف کے پاس نماز پڑھے (۲) اس حدیث میں مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی فضیلت ہے۔عن ابی هریرة ان رسول الله علیہ السلام قال صلاة فی مسجدی هذا خیر من الف صلاة فیما سواه الا المسجد الحرام ۔ (بخاری شریف، باب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ،ص۱۹۰،نمبر۱۱۹۰رمسلم شریف، باب فضل الصلاۃ بمسجدی مکۃ والمدینۃ،ص۵۸۳،نمبر۱۳۹۴ر۳۳۷۴) اس حدیث میں ہے کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے ایک ہزار نمازوں کا ثواب ملے گا۔

ترجمه : (۱۴۷۴) اوراس طرح کھڑا رہے کہ ممبر شریف کا ستون داہنے مونڈھے کے سامنے ہو، یہی نبی پاک علیہ السلام کے قیام کی جگہ ہے۔اور آپ علیہ السلام کے ممبر اور قبر شریف کے درمیان کی جگہ ریاض الجنۃ ہے جیسا کہ آپ علیہ السلام نے اس کی حدیث میں خبر دی ہے کہ: میرا ممبر میرے حوض پر ہے۔

تشریح :حضورؐ نماز پڑھانے کے لئے جس جگہ مصلی پر کھڑا ہوتے تھے اس جگہ نماز پڑھے، اس طرح کھڑا ہو کہ منبر کا ستون دائیں مونڈھے سے لگے، بس وہ جگہ حضورؐ کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے۔اسی جگہ پر نماز پڑھے، کیونکہ حضورؐ نے فرمایا کہ میرا منبر حوض کوثر پر ہے۔

وجه : صاحب نور الایضاح کی حدیث یہ ہے۔عن ابی هریرة ان رسول الله علیہ السلام قال ما بین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة و منبری علی حوضی ۔(مسلم شریف، باب فضل ما بین قبرہ ومنبرہ وفضل موضع منبرہ،ص۵۸۲،نمبر ۱۳۹۰ر۳۳۶۸)

ترجمه : (۱۴۷۵) پس تحیۃ المسجد کے علاوہ دو رکعت نفل سے سجدۂ شکر ادا کرے کہ اللہ تعالی نے توفیق دی اور یہاں بلانے کا احسان فرمایا، پھر جو چاہے دعا کرے۔

تشریح :چونکہ اللہ تعالی نے اتنی بڑی زیارت کی توفیق دی ہے اس لئے تحیۃ المسجد کے علاوہ اللہ تعالی کے شکریے کی بھی دو رکعت نماز پڑھے۔پھر جو دعا چاہے کرے۔

ترجمه : (۱۴۷۶) پھر قبر شریف کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے اٹھو، پھر حجرہ شریفہ سے چار ہاتھ کی دوری کی مقدار انتہائی ادب

متوجّها الی القبر الشریف فتقف بمقدار اربعة اذرع بعید عن المقصورة الشریفة بغایة الادب مستدبر القبلة محاذیا لرأس النبی صلی اللہ علیه وسلم ووجهه الاکرم ملاحظا نظره السعید الیک وسماعه کلامک وردّه علیک سلامک وتامینه علی دعائک (۱۴۷۷) وتقول السلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ السلام علیک یا نبیّ اللہ السلام علیک یا حبیب اللہ السلام علیک یا نبیّ الرّحمة السلام علیک یا شفیع الامّة السلام علیک یا سید المرسلین السلام علیک یا خاتم

سے، قبلہ کی طرف پشت کرتے ہوئے ، نبی پاک ﷺ کے چہرہ اور سر مبارک کے سامنے کھڑے ہو، اس استحضار کے ساتھ کہ حضرت ﷺ کی نظر مبارک تیری طرف ہے، اور آپ کی بات سن رہے ہیں، اور تیرے سلام کا جواب عنایت فرمارہے ہیں، اور تیری دعا پر آمین فرمارہے ہیں۔

تشریح : نماز کے بعد قبر شریف کی زیارت کے لئے چلے، حجرہ پر جو گنبد بنا ہوا ہے اس کے نیچے قبر شریف ہے اس لئے اس گنبد سے چار ہاتھ دور کھڑا ہو [آج کل دیوار بہت دور تک بنادی گئی ہے اس لئے دیوار کے ساتھ ہی کھڑا ہونا کافی ہے] اس طرح کھڑا ہو کہ چہرہ قبر کی طرف ہو اور پشت قبلہ کی طرف ہو، انتہائی ادب سے کھڑا ہو۔ اس وقت یہ سوچو کہ حضور ﷺ کی نظر آپ کی طرف ہے اور وہ آپ کی بات سن رہے ہیں، اور آپ کے سلام کا جواب بھی دے رہے ہیں، اور آپ کی دعا پر آمین کہہ رہے ہیں، اس لئے انتہائی ادب کے ساتھ کھڑا ہو۔

وجہ : (۱) چونکہ حدیث میں ہے کہ قریب سے کوئی سلام کرتا ہے تو میں اس کو سنتا ہوں اس لئے اس خیال کے ساتھ کھڑا ہو کہ حضور میرے سلام کو سن رہے ہیں۔ عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال من صلی علی عند قبری سمعته و من صلی علی نائیا ابلغته ۔ (بیہقی فی شعب الایمان، باب فی تعظیم النبی ﷺ واجلالہ وتوقیرہ، ج ثانی، ص ۲۱۸، نمبر ۱۵۸۳) اس حدیث میں ہے کہ میری قبر کے پاس درود بھیجے تو میں اس کو سنتا ہوں، اور دور سے درود بھیجے تو مجھے پہنچایا جاتا ہے۔

ترجمہ : (۱۴۷۷) اور کہے: اے میرے سردار آپ پر سلام، اے اللہ کے رسول آپ پر سلام، اے اللہ کے نبی آپ پر سلام، اے اللہ کے حبیب آپ پر سلام، اے رحمت والے نبی آپ پر سلام، اے امت کے شفیع آپ پر سلام، اے رسولوں کے سردار آپؐ پر سلام، اے سارے نبیوں کے آخری نبی آپ پر سلام، اے کملی میں لپٹنے والے آپ پر سلام، اے لحاف اوڑھنے والے آپ پر سلام، آپؐ پر، آپ کے پاکیزہ بزرگوں پر، آپ کے پاکیزہ اہل بیت پر، جنہیں اللہ نے پاک کیا اور ان سے گندگی کو دور کیا، ان پر سلام۔

تشریح : حضورؐ کے بہت سے صفات ہیں انکا تفصیلی ذکر کر کے سلام کرے۔

وجہ : اس عمل صحابی میں حضور پر سلام کا ذکر ہے۔ عن نافع ان ابن عمر کان اذا قدم من سفر دخل المسجد ثم اتی

النبیّین السلام علیک یا مزمّل السلام علیک یا مدثّر السلام علیک وعلی اصولک الطیّبین واھل بیتک الطاھرین الّذین اَذھب اللہ عنھم الرجس وطھّرھم تطھیرا (۱۴۷۸) جزاک اللہ عنّا افضل ما جزیٰ نبیّا عن قومہ ورسولا عن امّتہ اشھد انک رسول اللہ قد بلّغتَ الرسالۃ وادّیتَ الامانۃ ونصحتَ الامّۃ واوضحتَ الحجّۃ وجاھدتَ فی سبیل اللہ حقّ جھادہ واقمتَ الدین حتی اتاک الیقین (۱۴۷۹) صلی اللہ علیک وسلم وعلی اشرف مکان تشرّف بحلول جسمک الکریم فیہ صلوۃ وسلاما دائمین من ربّ العٰلمین عدد ما کان وعدد ما یکون بعلم اللہ صلوۃ لا انقضاء لاَمَدِھا

القبر فقال السلام علیک یا رسول اللہ ، السلام علیک یا ابا بکر ، السلام علیک یا ابتاہ ۔(سنن بیہقی، باب زیارۃ قبر النبی ﷺ، ج خامس، ص ۴۰۲، نمبر ۱۰۲۷۱) اس عمل صحابی میں حضورؐ پر اور، حضرت ابو بکر پر اور حضرت عمر پر سلام کا ذکر ہے

لغت : مزمل : زمل سے مشتق ہے، کپڑے میں لپٹنا، کملی والے۔قرآن میں۔ یا ایھا المزمل ۔(آیت ا، سورۃ المزمل ۷۳) کہہ کر حضورؐ کو پکارا ہے۔ مدثر : دثر سے مشتق ہے، چادر سے ڈھانپنا، لحاف اوڑھنے والے۔قرآن میں۔ یا ایھا المدثر ۔(آیت ا، سورۃ المدثر ۷۴) کہہ کر حضورؐ کو پکارا ہے۔الرجس: گناہ، ناپاکی ۔اس آیت میں اہل بیت کے لئے کہا ہے کہ اللہ تعالی نے حضورؐ کے اہل بیت کو شرک کی گندگیوں سے پاک کر دیا۔انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا۔(آیت ۳۳، سورۃ الاحزاب ۳۳)

ترجمہ : (۱۴۷۸) اللہ تعالی آپ کو ہماری طرف سے وہ بہتر اور بڑھا ہوا بدلہ عطا فرمائے جو کسی نبی کو ان کی قوم کی طرف سے اور کسی رسول کو ان کی امت کی طرف سے دیا گیا ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ نے رسالت (کی ذمہ داری) کو پہنچا دیا، اور حق امانت ادا کر دی، اور امت کی (کما حقہ) خیر خواہی کی، اور حجت کو خوب واضح کر دیا، اور اللہ کے راستے میں مجاہدہ کا حق ادا کر دیا، اور اقامت دین میں مصروف رہیں یہاں تک کہ یقین (یعنی پیغام موت) آ گیا۔

تشریح : اس عبارت میں حضور پاک ﷺ کی خدمات کا ذکر ہے، اور اللہ امت کی جانب سے اس کا بہترین بدلہ دے اس کا تذکرہ ہے۔

ترجمہ : (۱۴۷۹) اللہ کی رحمت وسلام ہو آپ پر اور اس مشرف مقام پر جو آپ کے جسم اقدس کی مصاحبت سے باعث شرف ہوا، رب العلمین کے رحمت وسلام آپ پر ہمیشہ ہمیشہ ہوتے رہے جتنی چیزیں دنیا میں آ چکیں اور جو آنے والی ہیں (اللہ کے لامتناہی علم میں) ان سب کے برابر، ایسی رحمت جس کا انتہاء و اختتام ہی نہ ہو۔

لغت : بحلول جسمک الکریم: حضور ﷺ کا جسم قبر میں جس مقام کے ساتھ متصل ہے، اس پر بھی سلام ہو۔حلول: حل سے مشتق

(۱۴۸۰) یا رسول الله نحن وفدک وزُوّار حرمک تشرّفنا بالحلول بین یدیک وقد جئناک من بلاد شاسعة وامکنة بعیدة نقطع السهل والوعر بقصد زیارتک لنفوز بشفاعتک والنظر الی مآثرک ومعاهدک والقیام بقضاء بعض حقّک والاستشفاع بک الی ربّنا (۱۴۸۱) فان الخطایا قد قصمتْ ظهورنا والاوزار قد اثقلتْ کواهلنا (۱۴۸۲) وانت الشافع المشفَّع الموعود بالشفاعة العُظمٰی والمقام المحمود والوسیلة

ہے، داخل ہونا حلول کرنا۔عدد ما کان وعدد ما یکون بعلم اللہ: اللہ تعالی کے علم میں جتنی مخلوقات ہو چکی ہیں، اورآئندہ ہونے والی ہیں ان سب کی تعداد کے مطابق آپ پر درود وسلام ہو۔اوراس سلام کی انتہاء اوراختتام بھی نہ ہو۔

ترجمہ : (۱۴۸۰) اے اللہ کے رسول (ﷺ) ہم آپ کی طرف وفد کی شکل میں آئے ہیں، اورآپ کے حرم محترم کی زیارت کرنے والے ہیں، اورآپ کے سامنے حاضری کا شرف حاصل کیا ہے، آپ کی زیارت کے ارادے سے نرم وسخت زمین کو قطع کرتے ہوئے دور شہروں اور بعید مقامات سے آئے ہیں تاکہ آپ کی شفاعت سے کامیاب ہوں، اورآپ کے اچھے آثار وکارناموں پر نظر کریں۔اورآپ کے بعض حقوق کی ادائیگی کی غرض سے، اورآپ کی شفاعت حاصل کرنے کے لئے۔

تشریح :اس عبارت میں ہے کہ ہم دور دراز شہروں سے آپ کی قبر کی زیارت کے لئے آئے ہیں اور وفد کی شکل میں آئے ہیں تاکہ آپ کے کارناموں کو بھی دیکھیں اور یہاں کے اچھے آثار کو بھی دیکھیں۔اورآپ کی شفاعت بھی حاصل کریں۔

لغت : زوار: زائر کی جمع ہے، زیارت کرنے والے۔حلول: حل سے مشتق ہے، آنے والے، نازل ہونے والے۔شاسعۃ: دور ہونا، بلاد شاسعۃ: دور کے شہر۔السھل: نرم زمین، آسان کام۔الوعر: سخت زمین، ہٹانا۔مأثر: اثر سے مشتق ہے، عمدہ کام۔معاھد: عہد سے مشتق ہے، ایسی جگہ جس میں کوئی واقعہ محفوظ ہو۔استشفاع: شفاعۃ سے مشتق ہے، سفارش حاصل کرنا۔

ترجمہ : (۱۴۸۱) اس لئے کہ گناہوں نے ہماری کمر توڑ دی ہے، اور معصیتوں نے ہمارے مونڈھے کو بوجھل کر دیا۔

لغت :قصمت: قصم سے مشتق ہے، توڑنا۔اوزار: وزر کی جمع ہے، گناہ۔اثقلت: ثقل سے مشتق ہے، بوجھ۔کواھل :اس کی واحد کھل، ہے گردن۔

ترجمہ : (۱۴۸۲) آپ مقبول شفاعت کرنے والے ہیں، آپ سے شفاعت عظمی، مقام محمود، اور وسیلہ کا وعدہ کیا گیا ہے۔

تشریح :اس دعا کے اندر یہ دونوں آیتیں شامل ہیں۔(۱) من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ۔(آیت ۲۵۵، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں اشارہ ہے کہ حضور کو شفاعت کا حق ملے گا۔(۲) و من اللیل فتھجد بہ نا فلۃ لک عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا۔(آیت ۷۹، سورۃ الاسراء ۱۷)

(۱۴۸۳) وقد قال الله تعالی ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاء وک فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توّابا رّحیما وقد جئناک ظالمین لانفسنا مستغفرین لذنوبنا فاشفع لنا الی ربّک واسأله ان یُمیتنا علی سنّتک وان یحشرنا فی زمرتک (۱۴۸۴) وان یوردنا حوضک وان یسقینا بکأسک غیر خزایا ولا ندامیٰ الشفاعة الشفاعة الشفاعة یا رسول الله یقولها ثلاثا (۱۴۸۵) ربّنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غِلا للّذین آمنوا ربّنا انک رء وف رحیم (۱۴۸۶) وتُبلّغه سلام من اوصاک به فتقول السلام علیک یارسول الله من فلان بن فلان

ترجمه : (۱۴۸۳)،اوراللہ تعالی نے فرمایا ہے: اوراگر جس وقت اپنے اوپرظلم کر بیٹھے تھےاس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوجاتے پھراللہ تعالی سے معافی چاہتے اوررسول (ﷺ) بھی ان کے لئے اللہ تعالی سے معافی چاہتے تو ضروراللہ تعالی کوتوبہ قبول کرنے والا اور رحمت کرنے والا پاتے ، ہم اپنے نفس پر ظالم گناہوں کی مغفرت چاہتے ہوئے آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں۔اپنے رب سے ہمارے لئے شفاعت کر دیجئے ،اورسوال کردیجئے کہ ہماری موت آپ کی سنت پر ہو،اورآپ کی جماعت میں ہماراحشر ہو

تشریح :اس آیت میں ہے کہ رسول اللہ کے پاس آ کرمعافی چاہتے تواللہ تعالی ان کومعاف فرمادیتے ۔ و لو انهم اذ ظلموا انفسهم جائوک فاستغفر وا الله و استغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما۔(آیت ۶۴،سورۃ النساء۴)

ترجمه : (۱۴۸۴)،اورآپ کے حوض پر پہنچا دیجئے ،اورآپ کے جام کوثر سے سیراب کردیجئے ،بغیر ذلت وحسرت کے،اے رسول اللہ(ﷺ) شفاعت ،شفاعت،شفاعت ۔اس دعا کو تین مرتبہ پڑھو۔

تشریح :اوپر والی دعا کو تین مرتبہ پڑھے۔

ترجمه : (۱۴۸۵)اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہوں کوبخش دےاور ہمارےان بھائیوں کو(بھی) جوہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے اے ہمارے رب آپ بڑے شفیق رحیم ہیں۔

تشریح :اوپر کی عبارت یہ آیت ہے۔و الذین جائو من بعد هم یقولون ربنا اغفرلنا و لاخواننا الذین سبقونا بالأیمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف رحیم۔(آیت ۱۰،سورۃ الحشر ۵۹)

ترجمه : (۱۴۸۶) پھرجنہوں نے آپکوسلام پہونچانے کی وصیت (ودرخواست) کی ہےان کا سلام اس طرح پہنچاؤ:اے اللہ کےرسول (ﷺ) فلاں بن فلاں کی طرف سے آپ پرسلام ہو،وہ آپ سے اللہ کے دربار میں شفاعت کی درخواست کرتا ہے،آپ اس کے لئے (اور) تمام مسلمانوں کے لئے شفاعت کی درخواست کردیجئے۔

يتشفّع بک الی ربّک فاشفع له وللمسلمين (۱۴۸۷) ثم تصلّی عليه وتدعو بما شئتَ عند وجهه الكريم مستدبر القبلة (۱۴۸۸) ثم تتحوّل قدر ذراع حتى تحاذی رأس الصدّيق ابی بكر رضی الله تعالی عنه (۱۴۸۹) وتقول السلام عليک يا خليفة رسول الله صلی الله عليه وسلم السلام عليک يا صاحب رسول الله وانيسه فی الغار ورفيقه فی الاسفار وامينه علی الاسرار جزاک الله عنّا افضل

وجه : عن يزيد بن ابی سعيد المقبری قال قدمت علی عمر بن عبد العزيز اذا كان خليفة بالشام فلما و دعته قال ان لی اليک حاجة اذا اتيت المدينة ستری قبر النبی ﷺ فاقرئه منی السلام قال محمد بن اسماعيل بن ابی فديک فحدثت به عبد الله بن جعفر فقال اخبرنی فلان ان عمر كان يرد اليه البريد من الشام ۔ (بیہقی شعب الایمان، باب فضل الحج والعمرة، ج ثالث، ص۴۹۲، نمبر۴۱۶۷) اس عمل صحابی میں ہے کہ دوسرے کے سلام کو پہونچانے کے لئے کہا گیا۔

ترجمہ : (۱۴۸۷) پھر آپ کے چہرۂ انور کی طرف توجہ کرکے قبلہ کی طرف پشت کی حالت میں درود پڑھو اور جو چاہے دعا کرو۔

تشریح : اوپر کی دعا کرنے کے بعد حضورؐ کے چہرے کی طرف توجہ کرے اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرے اور حضورؐ پر دعا پڑھے، پھر جو چاہے دعا کرے۔

ترجمہ : (۱۴۸۸) پھر ایک ہاتھ ہٹ کر حضرت صدیق اکبرؓ کے سر مبارک کے سامنے آکر یہ کہے۔

تشریح : حضورؐ کے سر مبارک کے ایک ہاتھ بعد حضرت ابو بکرؓ کا سر مبارک آتا ہے اس لئے ایک ہاتھ ہٹ کر حضرت ابو بکرؓ کے سر مبارک کے سامنے ہو جائے اور ان پر سلام کرے۔ (اس وقت حضرت ابو بکرؓ کے سر مبارک کے سامنے جھروکا بنا دیا گیا ہے اس کے سامنے کھڑا ہو کر سلام پڑھے)

وجه :رأيت عبد الله بن عمر يقف علی قبر النبی ﷺ ثم يسلم علی النبی ﷺ و يدعو ثم يدعو لابی بكر و عمر رضی الله عنه ۔ (سنن بیہقی، باب زیارة قبر النبی ﷺ، ج خامس، ص۴۰۳، نمبر۱۰۲۷۲) اس عمل صحابی سے معلوم ہوا کہ پہلے حضورؐ کی قبر سامنے آتی ہے، پھر حضرت ابو بکرؓ کی پھر حضرت عمرؓ کی اس لئے پہلے حضورؐ پر سلام بھیجنا چاہئے، پھر حضرت ابو بکرؓ پر پھر حضرت عمرؓ پر۔

ترجمہ : (۱۴۸۹) اے رسول اللہ (ﷺ) کے خلیفہ آپ پر سلام، اے رسول اللہ (ﷺ) کے ساتھی، اور غار کے مونس، وسفر کے رفیق اور راز کے امین آپ پر سلام، اللہ آپ کو وہ بہترین بدلہ بلکہ اس سے بڑھکر بدلہ دے جو کسی نبی کے امتی کی طرف سے ان کے امام کو دیا گیا ہو، آپ رسول اللہ (ﷺ) کے صحیح جانشین ہوئے ہیں، اور ان کے طریقہ پر بخوبی چلے ہیں، اور آپ نے مرتدین و

ما جزیٰ اماما عن امّة نبیّه فلقد خلفتَه باحسن خلف وسلکُتَ طریقه ومنهاجه خیر مسلک وقاتلتَ اهل الرّدّة والبدع ومهّدتَ الاسلام وشیّدتَ ارکانه فکنتَ خیر امام ووصلتَ الارحام ولم تزل قائما بالحقّ ناصرا للدین ولاهله حتی اتاک الیقین سل الله سبحانه لنا دوام حبّک والحشر مع حزبک وقبول زیارتنا السلام علیک ورحمة الله وبرکاته (۱۴۹۰) ثم تتحوّل مثل ذلک حتی تُحاذی رأس امیر المؤمنین عُمر بن الخطّاب رضی الله عنه فتقول السلام علیک یا امیر المؤمنین السلام علیک یا مظهر الاسلام السلام علیک یا مکسّر الاصنام جزاک الله عنّا افضل الجزاء لقد نصرتَ الاسلام والمسلمین وفتحتَ معظّم البلاد بعد سیّد المرسلین وکفلتَ الایتام ووصلتَ الارحام وقَوِیَ بک الاسلام وکنتَ للمسلمین اماما مرضیّا وهادیا مهدیّا جمعتَ شملهم واَعنتَ فقیرهم

اہل بدعت سے قتال کیا ہے، اور آپ نے اسلام کو پھیلایا ہے، اور اس کے ارکان کو مضبوط کیا ہیں، آپ بہتر امام تھے، آپ نے کامل صلہ رحمی کی، برابر حق پر قائم رہے، دین واہل دین کی مددگار رہے، یہاں تک کہ یقین (موت کا پیغام) آ گیا، آپ اللہ تعالی سے ہمارے لئے دعا کیجئے کہ ہم ہمیشہ آپ کی محبت پر قائم رہیں، اور آپ کی جماعت کے ساتھ حشر ہو، اور ہماری یہ زیارت (کی حاضری) قبول ہو، اللہ کا سلام، رحمت وبرکت آپ پر ہو۔

تشریح : حضرت ابوبکرؓ کے سر کے سامنے آ کر یہ سب دعائیں پڑھے۔

لغت : انیسہ : مانوس سے مشتق ہے، مانوس ہونا۔ اسرار: سر کی جمع ہے، بھید کا جاننے والا۔ سلکت : راستے پر چلنا، اسی سے ہے مسلک، راستہ۔ منہاج: نھج سے مشتق ہے، واضح راستہ۔ مھدت: مھد سے مشتق ہے، راستہ تیار کرنا، کام کرنا۔ شید: شادالبناء: عمارت تیار کرنا۔ حزب : جماعت۔

ترجمه : (۱۴۹۰) پھر اسی طرح (ایک ہاتھ کے بقدر) ہٹ کر امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطابؓ کے سر مبارک کے سامنے آ کر کہے: اے امیر المؤمنین آپ پر سلام ہو، اے اسلام کے ظاہر کرنے والے (یعنی ناصر) آپ پر سلام، اے بتوں کے توڑنے والے آپ پر سلام، اللہ تعالی آپ کو ہماری طرف سے بہت بہتر بدلہ عطا فرمائے، یقیناً آپ نے اسلام اور مسلمانوں کی مدد فرمائی، آپ نے سید المرسلین ﷺ کے بعد بڑے بڑے شہروں کو فتح کیا، یتیموں کی کفالت کی، صلہ رحمی کی، آپ سے اسلام کو طاقت ملی، آپ مسلمانوں کے محبوب، ہدایت کرنے والے، ہدایت یافتہ امام تھے، آپ نے مسلمانوں کی تفریق کو مجتمع کیا، ان کے فقراء کو غنی کیا، ان کے کمزوروں کو مضبوط کیا، آپ پر اللہ کا سلام، رحمت، برکت ہو۔

تشریح : حضرت ابوبکرؓ کے جھروکے سے ایک ہاتھ پیچھے ہٹے تو حضرت عمرؓ کا سر مبارک آ جاتا ہے، آج کل وہاں بھی جھروکا ہے

وجبرتَ کسیرهم السلام علیک ورحمة الله وبرکاته (۱۴۹۱) ثم ترجع قدر نصف ذراع فتقول السلام علیکما یا ضجیعی رسول الله صلی الله علیه وسلم ورفیقیه ووزیریه ومشیریه والمعاونَیْنِ له علی القیام بالدین والقائمین بعده بمصالح المسلمین جزاکما الله احسن الجزاء جئنا کما نتوسّل بکما الی رسول الله صلی الله علیه وسلم لیشفع لنا ویسأل الله ربنا ان یتقبّل سعینا ویُحیینا علی ملته ویمیتنا علیها ویحشرنا فی زمرته (۱۴۹۲)ثم یدعو لنفسه ولوالدیه و لمن اوصاه بالدعاء ولجمیع

،اس جگہ کھڑا ہو کر حضرت عمرؓ پر سلام پڑھے۔اور یہ اوپر کی دعا پڑھے۔

لغت : تحول :حال سے مشتق ہے،منتقل ہونا۔تحازی: حاز سے مشتق ہے سامنے آنا۔مکسر: کسر سے مشتق ہے،توڑنا۔ھادیا: ہدایت کرنے والا۔مھدی: ہدایت کرنے والا۔شمل: چادر میں لپیٹنا،جمعت الشملة: معاملہ عام ہونا۔جبرت: جبر سے مشتق ہے پورا کرنا کسیر ٹوٹا ہوا، جبرت الکسیر :ٹوٹے ہوئے فقیر کو مالدار بنا دیا۔

ترجمہ : (۱۴۹۱) پھر آدھے ہاتھ کی مقدار واپس ہو کر کہے: آپ دونوں پر سلام ہو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سونے والوں اور رفیقوں اور وزیروں۔اور دین کے قیام کے مشیر و معاونین،اور آپ ﷺ کے بعد مسلمانوں کی مصالح کو قائم کرنے والوں،اللہ آپ دونوں کو بہترین بدلہ عطا فرمائے ہم آپ کی خدمت اقدس میں اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دربار میں آپ کو وسیلہ بنائیں،تا کہ ہماری شفاعت کریں،اور ہمارے رب اللہ تعالی سے سوال کریں کہ ہماری کوشش قبول ہو،اور آپ کی ملت پر ہمیں زندہ رکھیں اور موت دیں،اور آپ کی جماعت میں ہمارا حشر ہو۔

تشریح : آدھا ہاتھ پیچھے ہٹنے کے بعد گویا کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ دونوں کو دعا میں شامل کیا،اس لئے اب دونوں کے لئے دعا کرے اور دونوں پر سلام پڑھے۔

لغت : ضجیع: ساتھ لیٹنے والے، یہاں مراد ہے قبر میں ساتھ رہنے والے۔یحشر نا: حشر سے مشتق، قیامت میں جمع ہو۔

ترجمہ (۱۴۹۲) پھر اپنے لئے ،والدین کے لئے ،دعا کی درخواست کرنے والوں کے لئے ،اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرے۔

تشریح : اپنے لئے دعا کرے، والدین کے لئے دعا کرے،جن لوگوں نے دعا کے لئے کہا ہے ان کے لئے دعا کرے،اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرے۔

ترجمہ : (۱۴۹۳) پھر نبی پاک ﷺ کے سرہانے پہلے (بیان کئے گئے طریقہ کے) مطابق کھڑا ہو،اور کہے:اے اللہ آپ نے فرمایا اور آپ کا فرمان حق ہے ''اور اگر جس وقت اپنا نقصان کر بیٹھے تھے اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے پھر اللہ تعالی

المسلمین (۱۴۹۳) ثم یقف عند رأس النبی صلی الله علیه وسلم کالاوّل ویقول اللهم انک قلتَ وقولک الحقّ ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاء وک فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توّابا رحیما وقد جئناک سامعین قولک طائعین امرک مستشعفین بنبّیک الیک اللهم ربنا اغفر لنا ولآبائنا وامّهاتنا واخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غِلا للذین آمنوا ربّنا انک رء وف رحیم ربّنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار سبحان ربّک ربّ العزّة عمّا یصفون وسلام علی المرسلین والحمد لله ربّ العٰلمین. (۱۴۹۴) ویزید ما شاء ویدعو بما حضره ویوفّق له بفضل الله (۱۴۹۵) ثم یأتی اسطوانة ابی لبابة الّتی ربط بها نفسه حتی تاب

سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کے لئے اللہ تعالی سے معافی چاہتے تو ضرور اللہ تعالی کو توبہ قبول کرنے والا اور رحمت کرنے والا پاتے'' اے اللہ ہم آپ کے در پر آپ کے قول کو سن کر اطاعت کرتے ہوئے آئے ہیں، آپ کے نبی ﷺ سے آپ کی طرف شفاعت کی درخواست کرتے ہیں، اے اللہ ہماری، ہمارے باپوں کی، ہماری ماؤں کی، اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے، اے ہمارے رب آپ بڑے شفیق و رحیم ہیں۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی بہتری عنایت کیجئے اور آخرت میں بھی بہتری دیجئے اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچائیے، آپ کا رب جو بڑی عزت والا ہے ان باتوں سے پاک ہے جو یہ (کافر) بیان کرتے ہیں اور سلام ہو پیغمبروں پر اور تمام تر خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔

تشریح : پھر حضورؐ کے سرہانے کے پاس آئے اور پہلے کی طرح دعا کرے۔

وجه :(۱) اوپر کی دعائیں ان آیتوں میں ہیں ۔ و لو انهم اذ ظلموا انفسهم جائوک فاستغفروا الله و استغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما ۔(آیت ۶۴، سورة النساء۴)(۲) یقولون ربنا اغفرلنا و لاخواننا الذین سبقونا بالایمان و لا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم ۔(آیت ۱۰، سورة الحشر ۵۹)(۳) منهم من یقول ربنا أتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار ۔(آیت ۲۰۱، سورة البقرة ۲)(۴) سبحان ربک رب العزة عما یصفون ٥ و سلام علی المرسلین ٥ و الحمد لله رب العالمین ٥ (آیت ۱۷۹۔۱۸۲) ۔۔:غلا: کینہ۔

ترجمه : (۱۴۹۴) اگر چاہے تو ان دعاؤں سے زیادہ کرے۔، اور جو یاد ہو اور اللہ کے فضل سے جس کی توفیق ہو دعا کرے۔

ترجمه : (۱۴۹۵) پھر ''اسطوانۂ ابی لبابہ'' پر آئے، یہ وہ ستون ہے جس سے ابولبابہؓ نے آپنے کو توبہ قبول ہونے تک باندھ دیا

اللـه علیه وھی بین القبر والمنبر ویصلّی ما شاء نفلا ویتوب الی اللہ ویدعو بما شاء (۱۴۹۶)ویأتی الروضة فیصلّی ما شاء ویدعو بما احبّ ویُکثر من التسبیح والتھلیل والثناء والاستغفار (۱۴۹۷) ثم یأتی المنبر فیضع یده علی الرّمّانة التی کانت به تبرّکا باثر رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ومکان یده الشریفة اذا خطب لینال برکته صلی اللہ علیه وسلم و یسأل اللہ ماشاء (۱۴۹۸) ثم

تھا،اور یہ (ستون) قبر (اطہر) اور ممبر شریف کے درمیان ہے، یہاں جتنی چاہے نفلی نمازیں پڑھے،اور اللہ تعالی سے توبہ کرے اور جو چاہے دعا کرے۔

تشریح :حضرت ابولبابہؓ نے اپنے توبہ قبول ہونے تک اس ستون کے پاس باندھ رکھا تھا،اس لئے یہاں نفل پڑھے اور توبہ کرے۔

وجه :حضرت ابولبابہ کے توبہ قبول ہونے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ و علی الثلاثة الذین خلفوا حتی اذا ضاقت علیھم الارض بما رحبت و ضاقت علیھم انفسھم و ظنوا ان لا ملجاء من اللہ الا الیه ثم تاب علیھم لیتوبوا ان اللہ ھو التواب الرحیم ۔(آیت ۱۱۸،سورۃ التوبۃ ۹)

ترجمه : (۱۴۹۶) پھر روضہ (ریاض الجنۃ) میں آئے جتنی ہو سکے نماز پڑھے،اور اپنی محبوب دعا مانگے، تسبیح تہلیل،ثنا،استغفار کی کثرت کرے۔

تشریح :ریاض الجنہ وہ جگہ ہے جس کے بارے میں حضورؐ نے فرمایا کہ یہ جنت کا باغ ہے،اس جگہ آ کر نماز پڑھے اور تسبیح وتہلیل وغیرہ پڑھے۔

وجه : حدیث یہ ہے۔عن ابی ھریرة ان رسول اللہ ﷺ قال ما بین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة و منبری علی حوضی ۔(مسلم شریف،باب فضل ما بین قبرہ ومنبرہ وفضل موضع منبرہ،ص ۵۸۲،نمبر ۱۳۹۰/۳۳۶۸)

ترجمه : (۱۴۹۷) پھر ممبر (نبوی ﷺ) کے پاس آئے اور اپنے ہاتھ کو رمانہ (ممبر کا سرا،اب نہیں رہا) پر نبی پاک ﷺ کے اثر سے برکت حاصل کرنے اور خطبہ کے وقت رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک کی جگہ حصول برکت کی غرض سے رکھے،تا کہ حضرت ﷺ کی برکت حاصل ہو،اور جو چاہے دعا کرے۔

تشریح : رمانہ کا معنی انار کے ہیں،حضورؐ کے زمانہ میں منبر کے پاس یہ لکڑی تھی جس پر خطبہ کے وقت ہاتھ رکھتے تھے اس لئے اس کی برکت حاصل کرنے کے لئے اس پر ہاتھ رکھے۔اب یہ رمانہ نہیں ہے۔

ترجمه : (۱۴۹۸) پھر ''اسطوانہ حنانہ'' کے پاس آئے، یہ وہ (ستون) ہے جہاں اس تنہ کا حصہ دفن ہے جو آپ ﷺ کے

یـأتـی الاسـطـوانة الـحـنّانة وهی الّتی فیها بقیّة الجذع الذی حنّ الی النبی صلی الله علیه وسلم حین ترکـه و خـطب علی المنبر حتی نزل فاحتضنه فسکن (۱۴۹۹) ویتبرّک بما بقی من الآثار النبویّة والامـاکـن الشریفة ویجتهد فی احیاء اللیالی مدّة اقامته واغتنام مشاهدة الحضرة النبویّة وزیارته فی عـموم الاوقات . (۱۵۰۰) ویستحب ان یخرج الی البقیع فیأتی المشاهد والمزارات خصوصا قبر سیّـد الشهـداء حـمـزـة رضـی الـله عنه ثم الی البقیع الآخرفیزور العبّاس والحسن بن علی وبقیّة آل الـرسول رضی الله عنهم ویزور امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی الله عنه وابراهیم بن النبی صلی

فراق میں رویا تھا جب آپ نے اسے چھوڑ کر ممبر پر خطبہ دیا تھا، پھر آپ علیہ السلام اترے اور اسے آغوش میں لیا تب سکون ہوا۔

وجه : اسطوانہ حنانہ کے لئے حدیث یہ ہے۔ عـن ابـن عمر ان النبی علیہ السلام کان یخطب الی جذع فلما اتخذ النبی علیہ السلام المنبر حن الجذع حتی اتاه فالتزمه فسکن۔ (ترمذی شریف، باب ما جاء فی الخطبۃ علی المنبر، ص ۱۳۳، نمبر ۵۰۵)

تـرجمه : (۱۴۹۹) پھر ان آثار نبویہ اور مقامات شریفہ سے جو باقی ہیں برکت حاصل کرے۔ اور مدینہ منورہ کے قیام میں رات کی بیداری میں محنت کرے، اور عموما بارگاہ نبوی میں حاضری اور زیارت کو غنیمت جانے۔

تشـریح : مدینہ طیبہ میں قیام کے زمانے میں، وہاں کے جو برکت کے مقامات ہیں، مثلا احد پہاڑ وغیرہ وہاں جائے، اور رات میں شب بیداری کرے، اور قبر اطہر کی زیارت بار بار کرے۔

ترجمه : (۱۵۰۰) اور مستحب ہے کہ بقیع جائے، اور مشاہدات ومزارات کی زیارت کرے، خصوصا سید الشہداء حضرت حمزہؓ کے قبر کی۔ پھر بقیع کی طرف حضرت عباسؓ، حضرت حسن بن علیؓ، رسول اللہ علیہ السلام کی اولاد (وغیرہ) کی زیارت کرے، امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت ابراہیم ابن النبی علیہ السلام، ازواج مطہراتؓ، آپ علیہ السلام کی پھوپھی حضرت صفیہؓ، اور دوسرے صحابہؓ وتابعینؒ کی زیارت کرے۔

تشریح : اوپر کی قبروں کی اہمیت ہے اس لئے انکی زیارت کرے، اور انکے لئے دعائیں کرے۔

وجه : (۱) بقیع جو اہل مدینہ کا قبرستان ہے، اور مسجد نبوی کے پاس ہے اس میں جانے کے لئے یہ حدیث ہے۔ عـن عائشة انها قـالـت کـان رسـول الـله علیہ السلام کلما کان لیلتها من رسول الله علیہ السلام یخرج من آخر اللیل الی البقیع فیقول السـلام علـیکـم دار قوم مؤمنین و اتاکم ما توعدون غدا مؤجلون و انا ان شاء الله بکم لاحقون اللهم اغفر لاهـل بـقیع الغرقد۔ (مسلم شریف، باب ما یقال عند دخول القبور والدعاء لاهلها، ص ۳۹۱، نمبر ۲۲۵۵/۹۷۴) (۲) شہداء احد کے لئے حدیث یہ ہے۔ قـال لـی طـلحة بن عبید الله خرجنا مع رسول الله علیہ السلام فلما اشرفنا علی حرة واقم تدلینا

الله علیه وسلم وازواج النبی صلی الله علیه وسلم وعمّته صفیّة والصحابة والتابعین رضی الله عنهم (١٥٠١)ویزور شهداء اُحُدٍ وان تیسّر یوم الخمیس فهو احسن (١٥٠٢)ویقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار ویقرأ آیة الکرسیّ والاخلاص احدی عشرة مرّة وسورة یٰسٓ ان تیسّر ویهدی ثواب ذلک لجمیع الشهداء ومن بجوارهم من المؤمنین .

منها فاذا قبور بمحنیة فقلنا یا رسول الله هذه قبور اخواننا فقال هذا قبور اصحابنا ثم خرجنا فلما جئنا قبور الشهداء قال لی رسول الله ﷺ هذه قبور اخواننا ۔(سنن بیہقی، باب زیارة قبور الشہداء، ج خامس، ص۴۰۹، نمبر ۱۰۲۹۹)(۳) شہداء احد کے لئے اور حضرت حمزہؓ کے لئے یہ حدیث بھی ہے۔ عن ابن عباس قال اتی بهم رسول الله ﷺ یوم احد فجعل یصلی علی عشرة عشرة و حمزة هو کما هو یرفعون و هو کما هو موضوع ۔(ابن ماجۃ شریف، باب ماجاء فی الصلاة علی الشہداء ودفنھم، ص۲۱۶، نمبر۱۵۱۳)

ترجمه : (۱۵۰۱) شہداء احد کی زیارت (بھی) کرے، اور ہو سکے تو جمعرات کو جائے کہ یہ احسن ہے۔

ترجمه : (۱۵۰۲) اور یہ کہے: تمہارے صبر کے بدلے تم پر سلام ہو، بہت عمدہ ہے آخرت کا مقام۔ آیت الکرسی، گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص، ہو سکے تو سورۂ یٰسین پڑھے، اور اس کا ثواب شہداء اور ان کے پڑوسی مسلمان کو بخشدے۔

وجه : (۱) یہ آیت ہے۔ سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار ۔(آیت ۲۴، سورة الرعد ۱۳)(۲) آیت الکرسی پڑھے اس کے لئے یہ حدیث ہے عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ لکل شیء سنام و ان سنام القرآن سورة البقرة ، و فیها آیة هی سیدة آی القرآن هی آیة الکرسی ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی سورة البقرة وآیۃ الکرسی، ص۶۴۷، نمبر ۲۸۷۸)(۳) سورہ اخلاص، یعنی قل ھو اللہ احد پڑھے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن انس بن مالک قال قال رسول الله ﷺ من قرا اذا زلزلت عدلت له بنصف القرآن ، و من قرأ قل یا ایها الکافرون عدلت له بربع القرآن، و من قرأ قل هو الله احد عدلت له بثلث القرآن ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی فضل اذا زلزلت، ص۶۵۰، نمبر ۲۸۹۳) (۴) اس حدیث میں ثبوت ہے کہ مرنے والے کے سامنے سورہ یٰسین پڑھے۔ عن معقل بن یسار قال قال رسول الله ﷺ اقرؤا ﴿یٰس﴾ علی موتاکم ۔(ابوداود شریف، باب القرأة عند المیت، ص۴۵۷، نمبر ۳۱۲۱) اس حدیث میں ہے کہ مرنے والے پر یا مرے ہوئے پر سورۂ یٰس، پڑھو۔ (۵) عن انس قال قال رسول الله ﷺ ان لکل شیء قلبا و قلب القرآن یٰسین ، و من قرا یٰسین کتب الله له بقرائتها قرائة القرآن عشرة مرات ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی فضل یٰسین، ص۶۴۹، نمبر ۲۸۸۷)(۶) عن عبد الرحمن بن العلاء بن اللجاج عن ابیه انه قال

(۱۵۰۳) ویستحب ان یأتی مسجد قباء یوم السبت او غیرہ ویصلّی فیه ویقول بعد دعائه بما احبّ یا صریخ المستصرخین یا غیاث المستغیثین یا مفرّج کُرب المکروبین یا مُجیب دعوۃ المُضطرّین صل علی سیدنا محمد وآله واکشف کُربی وحُزنی کما کشفتَ عن رسولک حزنه وکُربه فی هذا المقام یا حنّان یا منّان یا کثیر المعروف والاحسان یا دائم النعم یا ارحم الراحمین و صلی الله علی سیدنا محمد وعلی آله و صحبه وسلم تسلیما دائما ابدا یا ربّ العالمین آمین.

لبنیه اذا ادخلتمونی قبری فضعونی فی اللحد و قولوا باسم الله و علی سنة رسول الله ﷺ وسنو ا علی التراب سنا و اقرأوا عند رأسی اول البقرة و خاتمها ، فانی رأیت ابن عمر یستحب ذالک ۔(سنن بیہقی، باب ماورد فی قرأۃ القرآن عندالقبر ، ج رابع ،ص ۹۳، نمبر ۷۰۶۸)اس قول تابعی میں ہے کہ قبر کے سرہانے پر سورہ بقرہ پڑھے۔

ترجمہ : (۱۵۰۳) اور مستحب ہے کہ سنیچر یا کسی اور دن قبا میں حاضر ہو، نماز پڑھے، اور اپنی پسندیدہ دعا کے بعد کہے: اے پکار نے والوں کی پکار سننے والے، اے فریادی کی فریاد پوری کرنے والے ، اے مصیبت زدوں کی مصیبت ختم کرنے والے، اے مجبور کی دعا سننے والے، رحمت نازل فرما ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ پر اور آپ کی آل پر، اور میرے غم و رنج کو دور فرما جیسے آپ نے اس مقام پر آپ کے رسول ﷺ کے غم و رنج کو دور کیا، اے رحم کرنے والے، اے احسان کرنے والے، اے بہت زیادہ بھلائی و احسان کرنے والے، اے ہمیشہ نعمت عطا کرنے والے، اے تمام رحم کرنے والوں میں بہت زیادہ رحم کرنے والے ۔اور رحمت ہو اللہ کی ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ پر، اور آپ کی آل پر، اور آپ کے اصحاب ؓ پر، اور سلام ہو ہمیشہ کا سلام اے رب العلمین (آمین)۔

تشریح : حضور ؐ ہجرت کے وقت پہلے قبا میں ٹھہرے تھے اور وہاں مسجد بنائی تھی اس لئے وہاں بھی جائے بہتر یہ ہے کہ سنیچر کے دن جائے اور اس مسجد میں نماز پڑھ کر یہ دعا کرے جو اوپر گزری۔

وجہ :(۱) اس کے لئے حدیث یہ ہے۔عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ کان یزور قباء راکبا و ماشیا ۔(مسلم شریف، باب فضل مسجد قباء، ص ۵۸۵، نمبر ۱۳۹۹/۳۳۸۹)(۲) اس حدیث میں بھی ہے۔ان ابن عمر کان یأتی قباء کل سبت و کان یقول رأیت النبی ﷺ یأتیه کل سبت ۔ (مسلم شریف، باب فضل مسجد قباء، ص ۵۸۵، نمبر ۱۳۹۹/۳۳۸۹۴)اس حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ ہر سنیچر کے دن مسجد قباء تشریف لیجاتے تھے۔

عاجزانہ التماس: زائرین کی خدمت میں گذارش ہے کہ مدینہ پاک کی حاضری میں اگر یاد فرما کر شارح کو بھی یاد فرمالیں تو احسان عظیم ہوگا۔۔اللہ تعالی اس کتاب کو قبول فرمائے اور اجر عظیم سے نوازے، آمین یارب العالمین۔ثمیر الدین غفرلہ۔

تمت بالخیر

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم

وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

احقر ثمیر الدین قاسمی غفرلہ ولوالدیہ

سابق استاد حدیث جامعہ اسلامیہ مانچسٹر

و چیئرمین مون ریسرچ سینٹر، یو، کے

۲۰ ذی الحجہ / ۱۴۳۰ھ

۸ دسمبر / ۲۰۰۹ء بروز منگل

شارح کا پتہ

Maulana Samiruddin Qasmi

70 Stamford Street

Old Trafford - Manchester

England M16 9LL

E samiruddinqasmi@gmail.com

mobile (0044) 7459131157